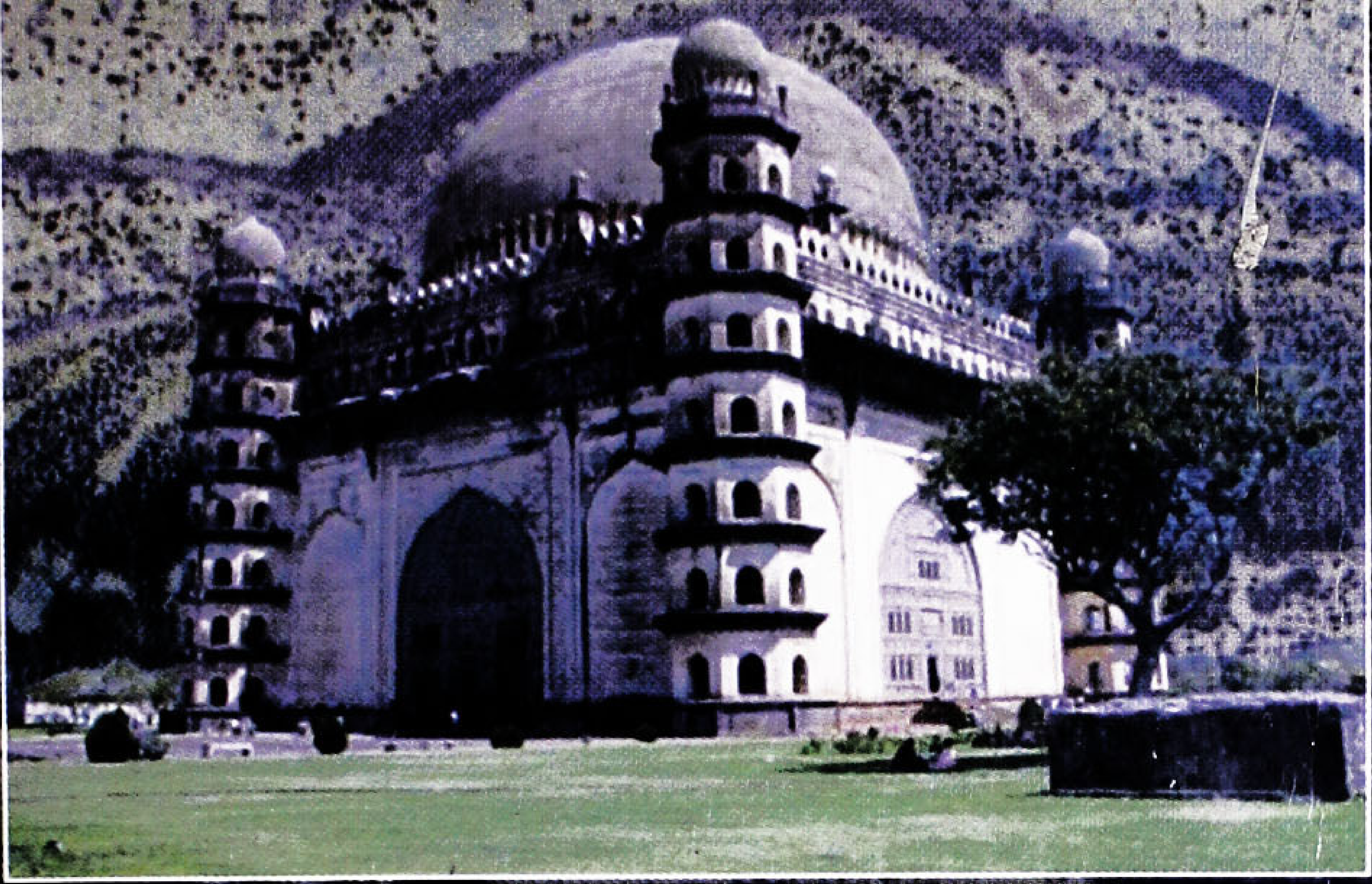

واقعاتِ مملکتِ بیجاپور

مصنف

بشیرالدین احمد (دہلوی)

ناشر

کرناٹک اردو اکادمی بنگلور

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَائِهَا

یہ چند بستیاں ہیں جن کے حالات ہم تم کو سناتے ہیں

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

واقعات مملکت بیجاپور ۱۳۳۲ھ

ایں "تاریخ ہمایوں" مشتمل است "براحوال خاندان شاہان بیجاپور"

۱۳۲۳ فصلی مشتمل بر سہ حصص ۱۳۳۲ھ

حصہ اول جس میں سات فوٹو ہیں

گر اکسیر درد سور سازند زخاک پاک بیجاپور سازند

مصنفہ

خاکسار **بشیر الدین احمد** (دہلوی) اول تعلقہ دار (کلکٹر)

ضلع رائچور ابقاہ اللہ عز و جل بالعافیۃ والسرور

ممالک محروسۂ سرکار عالی نظام

خلد اللہ ملکہ

طبع اول جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں ۱۹۱۵ء ۵۰۰ جلد

مطبع مفید عام، آگرہ باہتمام محمد قادر علی خاں صوفی طبع شد

Marfat.com

Marfat.com

نذر

اس کتاب کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں ہو سکتی کہ حضور اقدس اعلیٰ حضرت قدر قدرت بندگان عالی متعالی مد ظلہ العالی مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ آصف جاہ سابع جی سی ایس آئی شاہ دکن خلد اللہ مُلکہٗ و سلطنتہٗ و افاض علی العالمین برّہٗ و احسانہٗ اپنے نام نامی پر اس کا ڈیڈیکیشن منظور فرمائیں۔ یہ افتخار جو مرحمت شاہانہ سے میری تالیف کو حاصل ہوا ہے کہ اس ناچیز نذر کو خلعت قبول سے مشرف فرمایا میرے لیے ہمیشہ ہمیشہ سرمایہ ناز رہے گا۔ میری محنت شاقہ کا صلہ پیش گاہ خداوندی کی اس ذرہ نوازی سے میری توقع اور حوصلہ سے بدرجہا زائد مل گیا و کفی بہ فخراً

غبار راہ گشتم ، سرمہ گشتم ، توتیا گشتم
بہ چندیں رنگ گشتم تا بہ حشمت آشنا گشتم

میں نہایت ادب کے ساتھ "واقعات مملکت بیجاپور" کو حضور پرنور کے اسم گرامی سے معنون کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس نام کی بدولت یہ کتاب بھی مقبول خاطر انام ہوگی۔

گزرانیدۂ نمک خوار جاں نثار
فدوی بشیر الدین احمد تعلقہ دار

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ بحق ناشر ®

134183

نام	:	واقعات مملکت بیجاپور
مصنف	:	بشیر الدین احمد (دہلوی)
باردوم	:	جنوری 2003
صفحات	:	516
قیمت	:	-/150روپے
کمپوزر	:	محمد متین الدین ندوی
پرنٹر	:	اسپیان پرنٹرس، بنگلور
ناشر	:	کرناٹک اردو اکادمی

کنڑا بھون، جے سی روڈ، بنگلور۔002 560

Marfat.com

حرف اول

"واقعات مملکت بیجاپور" بشیر الدین احمد (دہلوی) کی تصنیف کردہ تاریخ ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد کے صاحبزادے، بشیر الدین احمد رائچور کے اول تعلقدار (کلکٹر) رہے ہیں۔ رائچور جو اب کرناٹک کا ضلع ہے 1956ء کی لسانی تقسیم تک ریاست حیدر آباد دکن کا ضلع تھا۔ اسی شہر میں قیام کے دوران بشیر الدین احمد نے پہلے، تاریخ بیجانگر (1911ء) لکھی، اس کے تین سال بعد واقعات مملکت بیجاپور تصنیف کی۔ تاریخ بیجانگر، راجگان بیجانگر کے زمان سلطنت کے کارناموں (1620-1336)ء پر مشتمل ہے۔ واقعات مملکت بیجاپور میں سلطنت عادل شاہیہ کے نو بادشاہوں کے حالات، اس دور کی خانہ جنگیوں، پڑوسی ممالک سے معرکہ آرائیوں، مرہٹوں اور مغلوں سے لڑائیوں، اس عہد کے معاشرتی حالات، تاریخی مقامات اور تعمیرات کا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ بیجاپور کے عادل شاہی سلاطین اور ان کی سلطنت کا حال تاریخ فرشتہ کی جلد دوم میں بھی ملتا ہے۔ تاریخ فرشتہ کی اشاعت کے تین سو سال بعد 1915ء میں بشیر الدین احمد کی مرتبہ یہ تاریخ شائع ہوئی۔ تاریخ نہ صرف انسانی تاریخ کا ارتقائی سفر ہے بلکہ ماضی کی بازیافت کا مؤثر ذریعہ بھی۔ ماضی سے واقفیت، حال کو سمجھنے اور مستقبل کو بہتر بنانے کے لیے تاریخ کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ یہ علم سیاسی شعور کی بیداری میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ عہد حاضر کے شہری کے لیے ضروری ہے کہ وہ گزشتہ ادوار کی تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے اس دور کی خوبیوں اور خامیوں کو پرکھے۔ تاریخ نویسی کے لیے غیر جانبداری شرط ہے۔ تاریخ کا تعلق چاہے کسی دور سے ہو اگر وہ سچائی سے دامن بچائے تو محض داستان طرازی بن کر رہ جاتی ہے۔

صحیح تاریخ کا مرتب کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ ایک باشعور اور غیر جانبدار مؤرخ ہی اس منصب سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ بشیر الدین احمد اس راہ کی دشواریوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے قدیم تاریخوں اور دیگر ماخذوں سے استفادہ کیا۔ ذاتی دلچسپی و تحقیقی جستجو نے انہیں مختلف مقامات پر شخصی طور پر پہنچنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ وہ کتاب کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں، "کسی مقام کی تاریخ لکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مصنف خود بھی اس مقام کو اچھی طرح دیکھ بھال لے، ورنہ سنی سنائی باتوں پر لکھنا چنداں قابل وثوق نہیں"۔ (صفحہ 29)۔

سنی سنائی باتوں پر یقین کرنے کے بجائے انہوں نے تاریخ کے چپے چپے کو چھان مارا۔ اصحاب علم

Marfat.com

اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں سے ملاقاتیں کیں۔ ماہرین اور مقامی گائیڈس کی مدد سے کتبات کو نظر تعمق سے دیکھا اور پڑھا۔ تب کہیں ان کے قلم کو جنبش ہوئی اور وہ ایک برس کی محنت کے نتیجے میں یہ مبسوط تاریخ مرتب کر سکے۔ اس سے مصنف کے انہماک اور تاریخ سے ذاتی دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس خصوص میں دیباچہ کی یہ تحریر ملاحظہ ہو۔ "مجھے ہمیشہ سے کتب سیر اور تاریخ سے گہری دلچسپی رہی ہے۔ اسلاف کے کارناموں کو میں نہایت گراں بہا دستورالعمل سمجھتا ہوں۔ (صفحہ 38)۔

کرناٹک اردو اکادمی کے لیے یہ امر باعث طمانیت ہے کہ اس کی جانب سے ایک کمیاب بلکہ نایاب تاریخی کتاب "واقعات مملکت بیجاپور" کی اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ یہ تاریخ سینکڑوں صفحات پر محیط تین حصوں میں مکمل ہے۔ کتاب کی افادیت اور قارئین کی سہولت کے لیے اکادمی اس تاریخ کو تین جلدوں کی بجائے دو جلدوں میں شائع کر رہی ہے۔ اکادمی سے شائع شدہ زیر نظر تاریخ پہلے اور دوسرے حصہ پر مشتمل ہے۔ انشاءاللہ تیسرے حصہ پر مشتمل دوسری جلد بھی عنقریب اکادمی کی جانب سے منظر عام پر آئے گی۔ اس کتاب میں کسی تبدیلی متن کے بغیر صرف قدیم املا کے بجائے نئے املا کا التزام کیا گیا ہے۔

اکادمی اس خصوص میں محترم تاج الدین صاحب سجادہ نشین روضہ شیخ (گلبرگہ) کی ممنون ہے کہ ان کی وساطت سے ان ہی کے ایک ارادت مند جناب عبد الغفار صاحب سے کتاب کی تینوں جلدیں عاریتاً حاصل ہو سکیں۔ کمپیوٹر کمپوزنگ کے لیے جناب محمد متین الدین ندوی اور پروف ریڈنگ کے لیے جناب ملنسار اطہر احمد، محترمہ فوزیہ چودھری اور جناب یوسف عارفی کی مساعیاں بھی ہمارے شکریہ کی مستحق ہیں۔

آج جب کہ تاریخ کو مسخ کر کے واقعات کو اپنے نقطہ نظر سے پیش کرنے کی سعی کی جا رہی ہے۔ قدیم تاریخوں کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس تناظر میں واقعات مملکت بیجاپور کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

وہاب عندلیب

صدر

کرناٹک اردو اکادمی، بنگلور

Marfat.com

بشیر الدین احمد

Marfat.com

فہرست مضامین حصہ اول واقعات مملکت بیجاپور

باب	مضمون	صفحہ
	دیباچہ	۱۸
	اصل تاریخ (حصہ اول) تمہید خاندان عادل شاہی کے ابتدائی حالات ۸۵۰ھ مطابق ۱۵۱۴ء	۴۰
پہلا	یوسف عادل شاہ سادی ۱۴۸۹ء تا ۱۵۱۰ء۔ قاسم برید تیم راج وغیرہ کا یوسف عادل شاہ سے مقابلہ۔ یوسف عادل شاہ اور رائے بیجانگر کی جنگ رائچور پر ۸۹۸ھ مطابق ۱۴۹۳ء۔ ترویج مذہب شیعہ اور اس پر عام ناراضی اور مذہبی جنگ۔ یوسف عادل شاہ کی بیماری اور موت ۹۱۶ھ مطابق ۱۵۱۰ء۔ یوسف عادل شاہ کی بیوی پونجی خاتون اور اولاد کے حالات۔ یوسف عادل شاہ کے اشعار۔ یوسف عادل شاہ کا کیرکٹر۔ یوسف عادل شاہ کے عہد کی تعمیرات۔ یوسف عادل شاہ کی افواج اور دیگر حالات۔	۴۷
دوسرا	اسماعیل عادل شاہ ۱۵۱۰ء تا ۱۵۳۴ء اسماعیل عادل شاہ کی تخت نشینی اور کمال خاں کی ریجنسی۔ پونجی خاتون کی سازش سے کمال خاں کا قتل اور ایک بھاری جدال وقتال کے بعد اسمٰعیل عادل شاہ کا خود مختار بادشاہ ہونا۔ قاسم برید اور دوسرے بادشاہوں کی چڑھائی بیجاپور پر ۹۲۰ھ۔ گلبرگہ میں بی بی ستی کی شادی شاہزادہ احمد شاہ ولد محمود شاہ بہمنی سے۔ رایان بیجانگر اور اسمٰعیل عادل شاہ کی ایک عظیم الشان لڑائی رائچور پر ۱۵۲۰ء۔ جنگ کی صحیح تاریخ۔ تعداد افواج جنگ رائچور۔	۵۸

Marfat.com

	جنگ رائچور کا حال تاریخ فرشتہ سے۔ واقعات کا مقابلہ۔ انتظام مملکت پر جنگ رائچور کا اثر۔ ہمشیرہ اسمٰعیل عادل شاہ مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ سے ۹۳۰ھ۔ برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی پہلی لڑائی شولاپور پر ۹۳۱ھ۔ برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی دوبارہ لڑائی ۹۳۲ھ۔ اسمٰعیل عادل شاہ کی بہن خدیجہ سلطان کی شادی عماد الملک سے ۹۳۴ھ۔ امیر برید کا روبراہ نہ ہونا اور یوسف عادل شاہ کا اس کے ایک شجاع سے مقابلہ۔ اسمٰعیل عادل شاہ کا محاصرۂ قلعہ بیدر اور امیر برید کی شکست کے بعد قابض ہونا ۹۳۶ھ مطابق ۱۵۳۹ء قلعہ رائچور اور مدگل پر اسمٰعیل عادل شاہ کا قابض ہونا۔ اسمٰعیل عادل شاہ اور نظام شاہ کی جنگ عظیم نلدرگ پر ۹۳۸ھ۔ قلعہ کویل کنڈہ کا محاصرہ۔ اسمٰعیل عادل شاہ کی وفات ۹۴۱ھ مطابق ۱۵۳۴ء۔ عمارات اور افواج۔ اسمٰعیل عادل شاہ کا کیرکٹر۔ اسمٰعیل عادل شاہ کا کلام۔	
تیسرا	ملو عادل شاہ ۱۵۳۴ء	۸۵
چوتھا	ابراہیم اول الملقب بہ عادل شاہ ۱۵۳۴۔۵۷ء بیجانگر کی سلطنت کا مجملی حال۔ رام راج کا عروج۔ بھوج ترمل کا زمانہ۔ ابراہیم عادل شاہ کا بیجانگر میں حسب الطلب بھوج ترمل آنا ۹۴۲ھ مطابق ۱۵۳۶ء۔ اسد خاں کا ونلعادری کو ادھونی پر شکست دینا ۱۵۳۵ء۔ اسد خاں کے حالات۔ برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی پہلی لڑائی بیجاپور پر ۹۴۷ھ مطابق ۱۵۴۳ء۔ برہان نظام شاہ رام راج قلی قطب شاہ امیر برید کی متفقہ دوسری لڑائی قلعہ شولا پور مقبوضۂ ابراہیم عادل شاہ پر ۹۵۰ھ ۱۵۴۶ء برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی تیسری لڑائی رود بھیما کے کنارے پر ۹۵۱ھ مطابق ۱۵۴۷ء۔ ابراہیم عادل شاہ کی معزولی کی سازش اور اس کا	۸۷

Marfat.com

	افشاء ۹۵۲ھ مطابق ۱۵۴۸ء۔ شاہزادہ عبداللہ کا بیجاپور سے فرار ہو کر گوا میں پناہ لینا ۹۵۲ھ مطابق ۱۵۴۸ء۔ ابراہیم عادل شاہ اور گورنر گوا کا صلح نامہ ۱۵۴۶ء۔ برہان نظام شاہ بحری اور رام راج کی لڑائی ابراہیم عادل شاہ سے ۹۵۹ھ مطابق ۱۵۵۱ء۔ ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی لڑائی شولا پور پر ۹۵۹ھ مطابق ۱۵۵۳ء۔ عین الملک کی بغاوت اور ابراہیم عادل شاہ سے لڑائیاں۔ عین الملک اور ونکٹادری کی لڑائی۔ عین الملک اور صلابت خاں کا حسین نظام شاہ کے پاس جانا اور مارا جانا ۱۵۵۶ء۔ ابراہیم عادل شاہ کا اسد خاں لاری کے پاس بلگاؤں جانا ۹۵۶ھ مطابق ۱۵۴۹ء۔ اسد خاں کے کچھ اور حالات۔ ابراہیم عادل شاہ کا کیرکٹر۔ ابراہیم عادل شاہ کی اولاد۔ ابراہیم عادل شاہ کی بیماری اور موت ۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۷ء۔ ابراہیم عادل شاہ کے وقت کی عمارات و کیفیت لشکر و خزانہ۔	
پانچواں	علی عادل شاہ اول ۱۵۵۷ تا ۱۵۸۰ء شاہزادگی کے حالات۔ دوسری روایت۔ بادشاہ کا مذہبی توغل اور سلطنت کے ابتدائی حالات۔ عادل شاہ کے صفات حسنہ۔ علی عادل شاہ بیجانگر میں بغرض تعزیت ۹۷۲ھ۔ علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی پہلی لڑائی میں علاقہ احمد نگر کی تباہی ۹۷۶ھ مطابق ۵۸۔۱۵۵۹ء۔ رام راج کی مدد سے پھر احمد نگر پر لڑائی اور شہر کی تباہی ۹۷۷ھ مطابق ۱۵۶۰ء۔ بیجانگر کے مقابلے کے لیے شاہان اسلام کا ایکا۔ نظام شاہیہ اور عادل شاہیہ خاندانوں میں آمنے سامنے کی شادیاں۔ تالی کوٹہ پر لشکر کشی۔ جنگ تالی کوٹہ اور مسلمانوں کی فتح کامل ۹۷۲ھ مطابق ۱۵۶۵ء۔ رام راج کا قتل۔ بیجانگر کا ہول ناک سماں۔ راجہ کے علاقہ داروں کی بھاگڑ۔ مسلمانوں کے شہر بیجانگر کو تاخت و تاراج کرنے کا افسوس ناک سین ۱۵۶۵ء۔ شہر بیجانگر کے	۱۰۹

Marfat.com

	اطراف میں سرنگیں اور چور راستے۔ سیزر فریڈرک کے چشم دید حالات ۱۵۶۷ء۔ حصار شہر و جامع مسجد اور نہر آب بیجاپور کی تعمیر ۹۷۳ھ مطابق ۱۵۶۵ء۔ علی عادل شاہ کی چڑھائی ملک کرناٹک پر۔ حسین نظام شاہ، قطب شاہ اور عماد شاہ تینوں کی چڑھائی بیجاپور پر۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور تمراج کی چڑھائی عادل شاہ پر۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی چڑھائی براڑ پر ۹۷۴ھ کشور خاں کا قلعہ جات۔ ماہ درگ عرف دبارور و شاہ نور کی تعمیر ۹۷۵ھ مطابق ۱۵۶۷ء قلعہ دبارور پر مرتضیٰ نظام شاہ اور عادل شاہ کی لڑائی اور کشور خاں کا مارا جانا۔ تسخیر قلعہ ادھونی۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور علی عادل شاہ کا ملاپ۔ مرتضیٰ نظام شاہ کا ملک براڑ کو فتح کرنا اور عادل شاہ کا علاقہ بیجانگر نلکنڈہ وغیرہ پر یورش کر کے واپس آنا۔ علی عادل شاہ کی چڑھائی گوا پر ۱۵۱۰ء۔ پادریوں کی جماعت کے ہول ناک مظالم اور قتل عام قلعہ تورگل کی فتح ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء۔ قلعہ دبارور کی فتح ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء۔ قلعہ بنکاپور کی فتح ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء۔ شاہزادہ ابراہیم کی رسم گل پوشی ۹۸۷ھ مطابق ۱۵۷۹ء۔ علی عادل شاہ کی وفات ۹۸۸ھ مطابق ۱۵۸۰ء۔ علی عادل شاہ کا سیرت اور مختصر ذاتی حالات عمارات۔ افضل خاں شیرازی کے واقعات۔ حالات مصطفیٰ خاں اردستانی۔ بڑا ہیرا۔	
چھٹا	ابراہیم عادل شاہ ثانی بن طہماسپ الملقب بہ جگت گرو ۱۵۸۰ تا ۱۶۲۷ء۔ ابراہیم عادل شاہ کی تخت نشینی۔ کامل خاں کا عروج اور قتل۔ کامل خاں کی جگہ افضل خاں کا نامزد ہونا۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور قطب شاہ و رایان بیجانگر کی لوٹ مار سرحد بیجاپور پر۔ مصطفیٰ خاں اردستانی پر کشور خاں کی چڑھائی اور قتل۔ چاند بی بی قید میں کشور خاں	۱۶۶

Marfat.com

کا بیجاپور سے احمد نگر فرار ہونا اور وہاں سے ملک قطب شاہ میں پناہ لینا اور مارا جانا۔ اخلاص خاں کا عروج اور کشور خاں کے اہل و عیال سے شرمناک بد سلوکی۔ قطب شاہ اور نظام شاہ کی چڑھائی اور افضل خاں کی واپسی۔ مقصود خاں کا امرائے حبوش کو عین الملک کی قید سے چھڑانا۔ افضل خاں قید میں۔ امرائے حبوش کی معزولی اور ابوالحسن کی وکالت۔ افضل خاں کا قتل اور رفیع الدین شیرازی کا مقید ہونا ۹۸۸ھ۔

شاہ ابوالحسن کا بہ اتفاق امرائے حبوش چندے امور سلطنت کو انجام دینا اور آخر کار قید ہونا۔ قطب شاہ اور عادل شاہ کی لڑائی۔ دلاور خاں اور حمید خاں کے اتفاق سے اخلاص خاں کا اندھا اور قید کیا جانا۔ دلاور خاں کی سازش سے حمید خاں کا قید ہونا۔ دلاور خاں کے حالات شاہ ابوالحسن کا مکحول کیا جانا اور پھر قتل۔ دلاور خاں کی سعی سے ابراہیم عادل شاہ کی شادی ابراہیم قطب شاہ کی بیٹی سے اور ابراہیم عادل شاہ کی بہن کی شادی مرتضیٰ نظام شاہ کے بیٹے سے ۹۹۶ھ۔ دلاور خاں کا سخت شورش سے بال بال بچ جانا۔ دلاور خاں کا از سر نو فوج بھرتی کر کے اپنے پاؤں جمانا۔ برہان نظام شاہ کی امداد کے لیے ابراہیم عادل شاہ کی چڑھائی۔ اسمٰعیل نظام شاہ اور عادل شاہ کی جنگ۔ اسمٰعیل نظام شاہ کی طرف سے جمال خاں کی لڑائی برہان نظام شاہ سے بمقام برہان پور اور اول الذکر کی شکست اور جمال خاں کا تیر سے ہلاک ہونا۔ بادشاہ کے عتاب سے دلاور خاں کا بیجاپور سے بھاگنا ۹۹۸ھ۔ برہان نظام شاہ کی لشکر کشی بیجاپور پر۔ دلاور خاں کا دوبارہ آنا اور مکحول کر کے قید کیا جانا اور آخر کار مر جانا۔ برہان نظام شاہ اور عادل شاہ کی دوبارہ لڑائی کنار رود بھیما پر۔ برہان نظام شاہ کی اشتعالک سے اسمٰعیل عادل شاہ کا قید سے چھوٹنا اور ایک عام شورش برپا کرنا۔ حمید خاں کا

Marfat.com

دشمنوں کی سرکوبی کرنا عین الملک کا قتل اسمٰعیل عادل شاہ کا مکحول کیا جانا اور اس کی وفات ۱۰۰۳ھ مطابق ۱۵۹۴ء۔ ابراہیم نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی لڑائی اور اول الذکر کا مارا جانا ۱۵۹۵ء۔ ابراہیم عادل شاہ کا مظفر و منصور شہر بیجاپور میں رونق افروز ہونا۔ شہر کی آراستگی اور بادشاہ کا مہام سلطنت کو بہ نفس نفیس انجام دینا ۱۰۰۴ھ۔
چاند بی بی اور بہادر نظام شاہ سے امرائے نظام شاہی کا شر و فساد۔ ابراہیم عادل شاہ کا رفیع الدین شیرازی کو رفع فساد و مصالحت کے لیے بھیجنا اور اس کا بے نیل مرام واپس آنا ۱۵۹۶ء۔ شہر بیجاپور میں موئے مبارک کا ورود مسعود ۱۰۰۵ھ۔
نورس پور کی بنا ۱۰۰۸ھ مطابق ۱۵۹۹ء۔ عید نورس۔ شاہزادہ مراد کا انتقال ۱۰۰۷ھ مطابق ۱۵۹۸ء۔ شاہزادہ دانیال کا ملک دکن میں آنا اور اس کے بعد اکبر بادشاہ کا بہ نفس نفیس تشریف لانا۔ قلعہ اسیر گڈھ کا فتح کرنا اور ابراہیم عادل شاہ سے پیش کش طلب کرنا ۱۰۰۹ھ مطابق ۱۶۰۰ء۔ ابراہیم عادل شاہ کی صاحبزادی سلطان بیگم کی شادی شہزادہ دانیال سے ٹھہرنا اور شہزادہ دانیال کا اسی سال ۱۰۱۳ھ میں انتقال کرنا اور ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۶۰۵ء میں اکبر بادشاہ کا انتقال۔ فاطمہ سلطان دختر ابراہیم عادل شاہ کی شادی سید شاہ حبیب اللہ حسینی سے ۱۰۱۴ھ۔ احمد نگر میں امراء کی کشاکشی ملک عنبر کا خان خاناں کو پسپا کرنا ۱۰۱۰ھ۔ جہانگیر بادشاہ کا عزم دکن ماں کے مانع ہونے پر فسخ عزیمت اور دوبارہ خان خاناں کو روانہ کرنا۔ ملک عنبر کا عادل شاہ سے مدد لینا۔ عادل شاہ کا قلعہ قندہار دے دینا۔ اور عنبر کے ایک لڑکے کی شادی بیجاپور کے ایک امیر سے۔ شاہزادہ پرویز اور مان سنگھ کا دکن میں آنا ۱۰۱۷ھ۔ مغلوں کے لشکر کی شکست اور قلعہ احمد نگر پر دکھنیوں کا قبضہ۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور ملک

Marfat.com

	عنبر کی ناچاقی اور ابراہیم عادل شاہ کے سمجھانے بجھانے سے مل جانا ۱۰۱۹ھ۔ خان اعظم کی دکن پر چڑھائی اس کے بعد عبداللہ خاں حاکم گجرات کا محاصرہ قلعہ دولت آباد میں شکست پانا ۱۰۲۰ھ۔ شہزادہ خرم کا ملک دکن کو فتح کرنا ۱۰۲۴ھ۔ ابراہیم عادل شاہ کا قلعہ بیدر پر قبضہ کرنا ۱۰۲۹ھ۔ سلطان خسرو کی وفات ۱۰۳۰ھ قلعہ کرنول کی فتح ۱۰۳۱ھ۔ ملک عنبر کا بیجاپور کو لوٹنا اور نورس پور کی اینٹ سے اینٹ بجادینا ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۶۲۴ء اور ملک عنبر کی وفات ۱۰۳۵ھ مطابق ۱۶۲۵ء۔ ابراہیم عادل شاہ کی نسبت مذہبی بدگمانی۔ شاہ صبغۃ اللہ صاحب کا مدینۂ منورہ سے بیجاپور تشریف لانا ۱۰۰۰ھ۔ ابراہیم عادل شاہ کا جگت گرو کے نام سے مشہور ہونا۔ بادشاہ کی بیماری اور وفات ۱۰۳۷ھ مطابق ۱۶۲۷ء۔ ابراہیم عادل شاہ کی اولاد۔ ابراہیم عادل شاہ کا کیرکٹر۔ ابراہیم عادل شاہ کے وقت کی عمارات وغیرہ۔	
ساتواں	سلطان محمد عادل شاہ ۵۵۔۱۶۲۷ء۔ سلطان محمد عادل شاہ کی تخت نشینی ۱۰۳۷ھ مطابق ۱۶۲۷ء۔ برہان نظام شاہ کی چڑھائی کیج دھارور پر اور شکست ۱۰۳۷ھ۔ برہان نظام شاہ کی دوبارہ چڑھائی بیجاپور پر اور پھر شکست پانا۔ کدم راؤ گورنر بنکاپور کی بغاوت اور اس کا قتل۔ امرائے نظام شاہی کی باہمی مخالفت سے زوال سلطنت اور برہان نظام شاہ کی وفات۔ زوال سلطنت نظام شاہی کے دوسرے اسباب۔ شاہ جہاں بادشاہ کے ایلچی کا بیجاپور آنا اور سلطنت نظام شاہی کی نصفانصف تقسیم کا معاہدہ ۱۰۳۸ھ۔ بیجاپور پر شاہ جہاں کے لشکر کی چڑھائی اور مغلوں کی غیر معمولی شکست توپ ملک میدان قلعہ پرینڈہ سے بیجاپور پہنچی ۱۰۴۰ھ مطابق ۱۶۳۲ء۔ حسین نظام شاہ کی تخت نشینی مہابت خاں کا قلعہ دولت آباد کا محاصرہ کرنا۔ نظام شاہیوں کی مدد کے لیے مراری پنڈت کا دولت آباد پہنچنا۔ مغلوں کا قلعہ دولت آباد کو فتح کرلینا۔	۲۲۸

Marfat.com

	سلطان محمد اور شاہ جہاں کی باہمی ناچاقی اور مخالفت۔ نقل مکتوب شاہ جہاں۔ جواب سلطان محمد عادل شاہ۔ مملکت نظام شاہیہ کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو برائے نام تخت پر بٹھلا کر شاہ جی بھوسلے کا اکثر حصہ ملک نظام شاہیہ پر تسلط۔ خواص خاں کا مصطفیٰ خاں کو قلعہ بلگاؤں میں قید کر دینا اور مصطفیٰ خاں کی بغاوت۔ بادشاہ کے اشارے سے خواص خاں کا قتل کیا جانا ۱۰۴۵ھ۔ سدی ریحان کا حال ۱۰۵۰ھ۔ مصطفیٰ خاں کا قید سے چھوٹنا۔ مراری پنڈت کا انجام۔ شاہ جہاں اور سلطان محمد کے درمیان صلح ۱۰۴۵ھ۔ قلعہ اکبری پر سلطان محمد عادل شاہ کی چڑھائی۔ قلعہ شولاپور پر قبضہ۔ قلعہ اکبری کی فتح ۱۰۴۷ھ ملک کرناٹک پر چڑھائی۔ ملک کرناٹک میں رائلوں سے لڑائی ۱۰۵۷ھ۔ نواب مصطفیٰ خاں اور ملک ریحان کی ناچاقی۔ شاہ جی بھونسلے کا قید ہونا۔ نواب مصطفیٰ خاں کی وفات اور قلعہ جنجی کی فتح ۱۰۵۸ھ حضرت ہاشم علوی کا اپنی عمر میں سے دس سال بادشاہ کو بخش دینا۔ سلطان محمد کے عہد کے علماء و شعراء۔ سلطنت عادل شاہیہ کی توسیع بعہد سلطان محمد۔ سلطان محمد کے عہد میں شاہان مغلیہ کے ایلچی کا آنا۔ شاہزادہ اورنگ زیب کا دکن میں آنا۔ ۱۶۵۰ء۔ سلطان محمد عادل شاہ کی وفات ۱۰۶۷ھ مطابق ۱۶۵۶ء۔ سلطان محمد کا یہ نہ سلطان محمد شاہ کے وقت کی عمارات اور مشہور تاریخی واقعات تعداد لشکر۔ سلطنت بیجاپور کی وسعت اور آمدنی۔ مختصر دستور العمل و ضوابط بادشاہان عادل شاہیہ۔	
۱ ـ ۲	علی عادل شاہ ثانی بن سلطان محمد عادل شاہ غازی ۱۶۵۶ء تا ۱۶۷۲ء۔ علی عادل شاہ ثانی کا تولد اور شہزادگی کے حالات ۱۰۴۸ھ۔ تخت نشینی عادل شاہ ثانی ۱۰۶۷ھ۔ شاہان مغلیہ اور شاہان عادل شاہیہ کے	آٹھواں

Marfat.com

تعلقات۔ اورنگ زیب کا قلعہ جات بیدر اور کلیانی کو فتح کرنا ۱۰۶۷ھ۔ اورنگ زیب کی بیجاپور پر چڑھائی ۱۰۶۷ھ۔ خان محمد خان خانان کا قتل ۱۰۶۸ھ۔ سیواجی کی بغاوت۔ سیواجی کے ہاتھ سے افضل خاں کا قتل ۱۰۷۰ھ مطابق ۱۶۴۶ء۔ سیواجی کے مقابلے پر جوہر صلابت خان کا جانا اور اس سے مل جانا۔ سیواجی اور صلابت خاں کے مقابلے پر علی عادل شاہ کا جانا اور قلعہ پنالہ کو فتح کرنا۔ جوہر صلابت خاں کی بغاوت۔ قلعہ تورگل پر علی عادل شاہ ثانی کا ورود۔ قلعہ بھنو پر عادل شاہ اور جوہر کا مقابلہ اور جوہر کی شکست۔ علی عادل شاہ کا قلعہ رائچور کو فتح کرنا۔ سدی مسعود کا لشکر عادل شاہی سے شکست پانا اور جوہر صلابت خاں کی وفات۔ ملیبار اور بدنور۔ سونڈے پر علی عادل شاہ کی چڑھائی ۱۰۷۳ھ۔ اسباب زوال سلطنت عادل شاہی و تسلط سلاطین مغلیہ۔ سیواجی کا صلحنامہ عادل شاہ سے ۱۶۶۲ء۔ سیواجی کا شائستہ خاں کو قید کرلینا ۱۶۶۳ء اور پھر اورنگ زیب کا راجہ جسونت سنگھ کو بھیجنا ۱۶۶۵ء۔ سیواجی کے مقابلے مین علی عادل شاہ کا مغلوں کو مدد دینا۔ خواص خاں اور سیواجی کی لڑائی اور سیواجی کی شکست۔ جے سنگھ اور سیواجی کی ملی بھگت جے سنگھ اور سیواجی کے یکدل ہو جانے کی خبر پاکر عادل شاہ کا قصد مصالحت۔ جے سنگھ کے مقابلے کے لیے عادل شاہ کی تیاری۔ سر فراز خاں سردار مغلیہ اور شرزہ خاں سردار عادل شاہیہ کی لڑائی قلعہ منگل بیڑے پر۔ جے سنگھ اور اخلاص خاں کی لڑائی اور اخلاص خاں کی فتح۔ شرزہ خاں عادل شاہی اور صلابت خاں مغلیہ کی جنگ اور اول الذکر کی فتح۔ عادل شاہ کی امداد کے لیے عبد اللہ قطب شاہ کا بسرکردگی نیک نام خاں لشکر بھیجنا۔ شرزہ خاں اور خواص خاں کا مقابلہ جے سنگھ سے ۱۶۶۶ء۔

Marfat.com

نواب بہلول خاں اور راجہ جے سنگھ کا مقابلہ شرزہ خاں کی مرگ مفاجات۔ جے سنگھ کی عادل شاہیوں سے اخیر لڑائی ۱۰۷۷ھ سیواجی کا اورنگ زیب کے پاس جانا اور پھر دکن میں آکر از سر نو شورش بپا کرنا ۱۶۷۴ء۔ علی عادل شاہ کی اورنگ زیب اور سیواجی دونوں سے مصالحت۔ علی عادل شاہ کے ذاتی حالات۔ علی عادل شاہ ثانی کی وفات ۱۰۸۳ھ مطابق ۱۶۷۲ء مشہور تاریخی واقعات و عمارات۔

نواں	سلطان سکندر ۱۶۷۲ء تا ۱۶۸۶ء۔ تخت نشینی ۱۰۸۳ھ مطابق ۱۶۷۲ء۔ سیواجی سے پہلی لڑائی زمیران پر ۱۰۸۳ھ م ۱۶۷۲ء۔ سیواجی کا مہاراجہ کا خطاب لینا اور صاحبان انگریز کو بمبئی فیکٹری بنانے کی اجازت دینا ۱۶۷۴ء۔ خواص خاں کا مغلوں سے از سر نو صلح کرنا صلح میں کھنڈت۔ سیواجی کا بہادر خاں کو دھوکا دینا ۱۰۸۶ھ۔ نواب بہادر خاں اور خواص خاں کی ملاقات دریائے بھنورے کے کنارے ۱۰۸۶ھ خواص خاں کا قلعہ بنکاپور میں مقید اور قتل کیا جانا ۱۰۸۶ھ۔ امراء کی پھوٹ اور اس کے نتائج۔ سیواجی کا گنجی اور ویلور پر قبضہ ۱۶۷۶ء۔ فوج کی تنخواہ چڑھ جانے سے تبدیل وزارت۔ سدی مسعود خاں قلعہ دار ادھونی کا نائب السلطنت مقرر ہونا۔ بہلول خاں کا انتقال اور مسعود خاں کا داخلہ بیجاپور میں ۱۰۸۸ھ۔ جمعیت کی چڑھی ہوئی تنخواہ نہ ملنے سے بیجاپور میں شورش اور سخت بدامنی پھیلنا۔ مسعود خاں اور شرزہ خاں کی ان بن اور مسعود خاں کے قتل کی سازش۔ مسعود خاں کے بال بچوں کا آقا خسرو قلعہ دار رایچور کی قید میں گھر جانا اور پادشاہ بی بی کی سفارش سے رستگاری پانا۔ مسعود خاں کی سیواجی سے ساخت باخت اور مغلوں سے بچاؤ۔ بغرض امداد سیواجی کے لشکر کا بیجاپور پر آنا اور مسعود خاں سے بگڑ کر واپس	۳۱۷

Marfat.com

چلا جانا۔ مسعود خاں کا پھر مغلوں سے مل جانا اور شرزہ خاں سے بگاڑ۔ سیواجی کے قلعہ بھوپال گڑھ کو دلیر خاں کا مسمار کر ڈالنا۔ دلیر خاں کا مسعود خاں کو دھمکی دینا۔ دلیر خاں کا مسعود خاں اور شرزہ خاں کا بیچ بچاؤ کرنے کے بہانے سے بیجاپور کے لشکریوں اور امراء کو توڑ کر اپنی طرف کر لینا۔ بادشاہ بی بی کی دہلی کو روانگی اور شاہزادۂ محمد اعظم سے ۱۰۹۰ھ میں نکاح۔ مسعود خاں اور دلیر خاں کی پھر ناچاقی۔ مسعود خاں کا ونکٹادری کو قید کر لینا۔ دلیر خاں کی بیجاپور کے محاصرے کی تیاری۔ مسعود خاں کا قلعہ کو مستحکم کرنا اور سیواجی سے استمداد۔ بیجاپور پر دلیر خاں کی چڑھائی سیواجی کا عادل شاہیوں کی مدد کو پہونچنا اور مغلوں کے مقبوضات میں لوٹ مار ۱۰۹۰ھ۔ دلیر خاں کا صلح سے ناامید ہو کر سلطنت بیجاپور کے مختلف مقامات کو لوٹنا اور تباہ کرنا۔ سمبھاجی کا مغلوں کے لشکر سے بھاگ کر عادل شاہیوں سے جاملنا۔ دلیر خاں کی بیجاپور پر چڑھائی اور شکست ۱۰۹۰ھ۔ مسعود خاں کا صلح سے انکار کرنا۔ سیواجی کا بھونرہ ندی سے نربداتک مغلوں کی سلطنت کو لوٹنا اور ہلچل مچادینا۔ عالم گیر کا دلیر خاں پر عتاب۔ دلیر خاں کا بحکم بادشاہ بیجاپور کا محاصرہ چھوڑنا اور من مانے مختلف مقامات کو لوٹنا اور جلانا اور اسی حالت میں مرجانا ۱۰۹۱ھ۔ سیواجی کے مختصر حالات اور وفات ۱۰۹۱ھ مطابق ۱۶۸۰ء۔ شاہزادہ معظم کا سکندر عادل شاہ کو نشان اور خلعت بھیجنا مسعود خاں اور شرزہ خاں کا ملاپ ۱۰۹۱ھ۔ مسعود خاں کا مستعفی ہو کر ادھونی چلا جانا آقا خسرو کی چند روزہ مدار المہامی اور آخر کار شرزہ خاں کا مدار المہام ہو جانا ۱۰۹۵ھ و ۱۰۹۴ھ۔ مسعود خاں کے مختصر حالات اورنگ زیب کی پیش قدمی۔ نقل فرمان۔ نقل پروانہ شہر بانو بیگم عرف بادشاہ بی۔ عالم گیر کا سکندر کو ایک اور خریطہ بھیجنا اور سکندر کا جواب

Marfat.com

۱۰۹۵ھ۔ اورنگ زیب کا بیجاپور فتح کرنا ۱۰۹۷ھ مطابق ۱۶۸۶ء۔
سکندر عادل شاہ اور عالم گیر کے مابین اتمام حجت سکندر عادل شاہ کا
مختصر حال اور وفات ۱۱۱۱ھ ۔ سکندر کی بیویاں اور اولاد۔
اورنگ زیب کا قلعہ گول کنڈہ وغیرہ دیگر مقامات کو فتح کرنا۔ بیجاپور
میں سخت طاعون ۱۱۰۰ھ۔ اورنگ زیب کا پھر بیجاپور سے نکلنا۔
سنبھاجی کی گرفتاری اور قتل ۱۱۰۰ھ مطابق ۱۶۸۹ء۔ سنتاجی
برادر سنبھاجی کا سر اٹھانا اور بالآخر مارا جانا مع دیگر فتوح ۱۱۰۰ھ مطابق
۱۶۸۹ء تا ۱۱۱۷ھ مطابق ۱۷۰۶ء ۔اورنگ زیب کی وفات ۱۱۱۸ھ
مطابق ۱۷۰۷ء ۔اورنگ زیب کا وصیت نامہ اورنگ زیب کی ہوس
ملک گیری کی تصویر کا دوسرا رخ۔اورنگ زیب کا سوال اور اس کی بیٹی
زیب النساء کا برجستہ جواب۔ بیجاپور کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ بیجاپور سرکار
عالی نظام کے قبضہ میں ۱۰۷۳ھ مطابق ۱۷۲۴ء۔

تصاویر

تعداد تصاویر		صفحہ نمبر
۱	خاکسار مصنف	۵
۱	سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور	۳ ـ
۱	توپ ملک میدان بیجاپور	۸۶
۲	مان سنگھ کا محل قلعہ گوالیار۔ ہاتھی دروازہ قلعہ گوالیار	۲۲ ـ
۱	قلعہ جنجی کا پل	۲۶۰

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

خدا در انتظار حمد ما نیست ٭ محمد چشم بر راہ ثنا نیست
خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس ٭ محمد حامد حمد خدا بس

اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُوتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ☆ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ، وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اے خدا (سارے ملک کے مالک) تو (ہی) جس کو چاہے سلطنت دے اور تو (ہی) جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو (ہی) جسے چاہے عزت دے اور تو (ہی) جسے چاہے ذلت دے (ہر طرح کی خیر) وخوبی تیرے ہاتھ میں ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

ادنیٰ کرے اعلیٰ کو تو ادنیٰ کو وہ اعلیٰ ٭ ہر امر پہ قادر ہے خداوند تعالیٰ
مقبول کرے یا نہ کرے مرضی یہ اس کی ٭ تو عبد ہے معبود کو تسلیم بجالا
رزاق ہے پہنچاتا ہے مخلوق کو روزی ٭ دے ہاتھ سے اپنے وہ ترے منہ میں نوالا
ہر ایک کو ہر چیز دی رتبے کے موافق ٭ درویش کو کمبل دیا منعم کو دوشالا

Marfat.com

زنار برہمن کو دیا شیخ کو تسبیح مسجد دی مسلمانوں کو ہندو کو شوالا
رشتہ ہے وہی ایک اگر ذات کو دیکھو پڑھیئے تو ہے تسبیح جو جپیئے تو ہے مالا
محتاج کو دے تاج کرے شاہ کو محتاج شاہنشہ کونین ہے اللہ تعالیٰ
دے ملک وہ چاہے جسے لے جس سے وہ چاہے ہے قبضۂ قدرت میں دوعالم کا قبالا
مردے کو کرے زندہ کرے زندہ کو مردہ احکام میں کون اس کے ہے دم مارنے والا

حمد

"حمد و ثنا ہو تیری" کون و مکان والے "پروردگار عالم" دونوں جہاں والے
"اے رحم کرنے والے" "اے عزوشان والے جھکتے ہیں تیرے در پر سب آن بان والے
بے شک رحیم تو ہے رحمت نشان والے
روز جزا کے مالک خالق ہمارا تو ہے سجدہ ہیں تجھ کو کرتے تیری ہی جستجو ہے
امداد تجھ سے چاہیں سب کا سہارا تو ہے تیری ہی بارگاہ میں یہ میری آرزو ہے
رستہ دکھادے سیدھا او آسمان والے
وہ راستہ دکھا تو پروردگار عالم جس پر چلا کیئے ہیں پرہیز گار عالم
دی جن کو تو نے نعمت اے کردگار عالم اور نام جن کا اب تک ہے یادگار عالم
تیری نظر میں ٹھہرے جو عز و شان والے
غصہ ہے جن پر تیرا اے قادر یگانا یا بھٹکے راہ حق سے یا خالق زمانا
عاجز حبیب کو تو ان کی نہ رہ چلانا کر رحم اتنا اس پر او قادر توانا
مقبول یہ دعا ہو اے آسمان والے

Marfat.com

نعت

اے قلم تحریر کیا وصف پیمبر کردیا — گویا اس مطلع کو رشک مہہ انور کردیا
میں تو اس قابل نہ تھا پر تو نے اے پروردگار — مجھ کو مداح شفیع روز محشر کردیا
اے شہ اُمی لقب وہ مرتبہ تم کو ملا — سارے نبیوں کا تمہیں خالق نے افسر کردیا
اس کی قدرت ہے کہ دی اس نے گدائی شاہ کو — اور گدا کو دم میں شاہ ہفت کشور کردیا

بھید قدرت کا نہیں ملتا ہے اس کی اے نسیم
جس نے پیدا آگ کے اندر سمندر کردیا

عرض حال

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَاب

(اس میں) شک نہیں کہ عقل والوں کے لیے ان لوگوں کے حالات میں (بڑی) عبرت ہے

فطرتاً ہے مجھ کو شوق دید آثار کہن — قدرتاً ہے مجھ کو ذوق علم اسرار کہن
یاگار شوکت ماضی جہاں پاتا ہوں میں — جس طرح بنتا ہے اس کو دیکھنے جاتا ہوں میں
خواہ مسجد خواہ منبر یا کہ ہو شاہی مکاں — نقش کہنہ میں ہیں ان کے سینکڑوں جذبے نہاں
مجھ کو اجڑی بستیوں سے خاص دلچسپی سی ہے — اور باشندوں سے ان کے خاص ہمدردی سی ہے
جب کسی ایسی جگہ پر میرا ہوتا ہے گزر — ہوتی ہے طاری عجب ایک بے خودی سی قلب پر

جب کوئی شاہی عمارت دیکھنے جاتا ہوں میں
ایک عجب عالم میں اپنے آپ کو پاتا ہوں میں

اس جگہ کچھ عیش کچھ عشرت کے ساماں دفن ہیں — اس جگہ پر کچھ مرادیں اور کچھ ارماں دفن ہیں
اس جگہ پر ہے مزار شوکت و شان غرور — اس جگہ مدفون ہیں اسباب امکان غرور
اس جگہ ہے بے کسی اور نامرادی سو رہی — قبر ہے یاں شوخی چشم فسوں پرداز کی

Marfat.com

دب رہے ہیں کچھ جواہر غیر سفتہ اس جگہ — دفن ہیں کچھ غنچہ ہائے ناشگفتہ اس جگہ
تڑپتیں ہیں کچھ جنون فتنہ ساماں کی یہاں — چاک داماں کی یہاں چاک گریباں کی یہاں
ساقی تو بہ شکن ہے اس جگہ آرام میں — شاہد نازک بدن ہے اس جگہ آرام میں

ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے اپنی اپنی داستاں
لو سنو افسانہ ہائے ریزہ ہائے استخواں

اس طرح کہتا ہے ایک ہڈی کا ٹکڑا بار بار — عالم فانی کا ہے مجھ میں تماشہ آشکار
چار سو عالم میں شہرہ تھا شجاعت کا مری — شان و شوکت کا مری اور جاہ و حشمت کا مری
کتنے گھر ابتر کیئے تھے میں نے اپنے ہاتھ سے — کتنے تن بے سر کیئے تھے میں نے اپنے ہاتھ سے
میرے تیشے کی دمک سے مہر کی تابندگی — میرے خنجر کی چمک سے برق کو شرمندگی
زندگی میں مل سکی کافی نہ جب راحت مجھے — قبر کی تعمیر بعد از مرگ سونے کے لیے
حیف اب باقی نہیں اس قبر کا بھی کچھ نشاں — ڈھیر ہے مٹی کا اک اور بے کسی ہے نوحہ خواں

سرگزشت عالم فانی سنانے کے لیے
ہم ہیں باقی ٹھوکریں دنیا کی کھانے کے لیے

دوسرا ٹکڑا یہ کہتا ہے نہ پوچھو میرا حال — میں وہ ہوں تھی جس کے قبضے میں عنان ملک و مال
رشک فردوس بریں تھے میرے ایوان و مکاں — گلشن و بستاں تھے میرے غیرت باغ جناں
ختم تھی مجھ پر عدالت اور رعایا پروری — زیب دیتی تھی مجھے فرماں دہی شاہنشہی
ربع مسکوں کے سبیل رزق کا میں تھا وکیل — ذات تھی میری غریبوں خستہ حالوں کی کفیل
جس طرح مردود تھے ظالم میرے دربار سے — داد پاتے تھے یوں ہی مظلوم اس دربار سے
تھا ہر اک دل دادہ کشتہ جس نگاہ ناز کا — اک کرشمہ تھا مری چشم فسوں پرداز کا

اب نہ وہ حسن و جوانی ہے نہ وہ شاہانہ شاں
تذکرے اپنے پنے عبرت ہیں زیب داستاں

ہم سے پوچھے کوئی ایسے اجڑے ایوانوں کا حال — ان کے بانی کون تھے اور کیا ہوا ان کا مآل

Marfat.com

ذرہ ذرہ میں یہاں کے نطق کی تفسیر ہے — ریزہ ریزہ میں یہاں کے جوہر تقریر ہے
سنگریزے کام کرتے ہیں زبانوں کا یہاں — ہو رہا ہے ہر طرف ایام پیشیں کا بیاں
ہر قدم پر پاؤں کے نیچے جب آتی ہے زمیں — داستان حالت ماضی سناتی ہے زمیں
ہیں غرض یہ بستیاں صفحات تاریخ قدیم — ان کو ویرانہ نہ سمجھو ہیں یہاں قومیں مقیم
میں سمجھتا ہوں کہ اک افسانہ کہتا ہے کوئی — بھول کر بھی گر انہیں ویرانہ کہتا ہے کوئی

کوئی جام عبرت آموزی کا متوالا تو ہو
صاف آتی ہیں نظر ہاں دیکھنے والا تو ہو

۱۹۱۱ء میں خاکسار نے "تاریخ بیجانگر" لکھی جو راجگان بیجانگر کی زمان سلطنت کے کارنامے ۱۳۳۶ء سے لے کر ۱۶۲۰ء تک تھے۔ ملک دکن میں اس سلطنت کا دور دورہ تخمیناً ڈھائی صدی تک برابر رہا۔ باوجود یہ کہ ایک بہت بڑے حصہ جنوبی ہند پر ان کی حکومت تھی اور ایسی عظمت و جبروت کی سلطنت تھی کہ لاکھوں کی تعداد میں تو ان کے پاس لشکر تھا اور بے شمار دولت تھی اور ابھی ساڑھے تین سو برس پہلے ملک ہندوستان میں ان کا ڈنکا بجتا تھا لیکن آج کوئی ان کا نام بھی نہیں جانتا کہ وہ کون تھے اور کس کونے کھدرے میں پڑے ہیں۔ ان کے دارالسلطنت کی حیثیت آج ایک چھوٹے سے چھوٹے گاؤں سے بھی بدتر ہے بلکہ یہ کہا جائے تو کچھ بیجا نہیں کہ جس کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور آج "ہمپی کے کھنڈروں" (Ruins of Hampi) کے نام سے وہ زبان زد خاص و عام ہے۔ بیجانگر کی سلطنت کا مشہور وزیر رام راج تھا۔ جب چیونٹی کی موت آتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں رام راج کو ایسا عروج ہو گیا تھا کہ وہ مسلمان بادشاہوں کو خاطر تلے نہ لاتا تھا بلکہ ان کا ہنسی ٹھٹا اڑاتا تھا چنانچہ احمد نگر سے واپس آتے ہوئے راجہ کی فوج بیہودہ غرور اور متکبرانہ کوتاہ اندیشی سے علی عادل شاہ کے امراء سے مسخرہ پن کرنے لگی لیکن مسلمانوں نے مصلحت وقت دیکھ کر طرح دی۔

راجگان بیجانگر کا پہلے یہ قاعدہ تھا کہ وہ مسلمان بادشاہوں کے ایلچیوں کو بڑی تعظیم سے دربار میں بٹھاتے تھے لیکن رام راج نے اول تو دربار میں بلانا ہی چھوڑ دیا اور اگر بلاتا بھی تو بیٹھنے کی اجازت نہ دیتا۔ کبھی سوار ہوتا تو دور تک انہیں اپنی رکاب میں گھوڑے کے ساتھ چلاتا اور بہت دیر کے بعد سوار ہونے کی اجازت دیتا۔ اس کو معلوم نہ تھا کہ مسلمان بڑے غیرت مند اور اپنی عزت کے خواہاں ہوتے ہیں وہ

134183

Marfat.com

کسی وقت اپنی شرافت کے خیال کو فراموش نہیں کرتے وہ اپنے مال کا زیاں اور جان کا نقصان گوارا کرتے ہیں پر ذلت سے جینے سے موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ مسلمان رام راج کے برے برتاؤ کی تاب نہ لا سکے اور بگڑ بیٹھے۔ یہ غرور خود رام راج کے لیے وبال جاں ہوا اور تمام مسلمان بادشاہ برافروختہ ہو گئے۔ اسی زمانے میں پون کٹی نامی ایک دیسائی نے پورکل کے قلعہ میں جو عادل شاہ کی زیر حکومت اور رام راج کی سرحد پر تھا بغاوت کی اس دیسائی کا مکان قلعہ کے اندر تھا۔ اس نے شادی کے بہانے سے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی مہمانی کی اس حیلے سے بہت سے آدمی قلعہ میں بلائے اور قلعہ کے محافظوں کو ملا کر تھانہ دار کو قتل کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ عادل شاہ پیچ و تاب کھا کر خاموش رہ گیا اکیلا کر کیا سکتا تھا۔ علی عادل شاہ نے بمصداق مرتا کیا نہ کرتا رام راج کی سرکوبی کا مصمم ارادہ کر لیا لیکن کشور خاں اور ابو تراب خاں شیرازی نے عرض کی کہ رام راج کی صولت اور سطوت کا تن تنہا مقابلہ کرنا تو ناممکن ہے۔ بارہ کروڑ سے بیس کروڑ ہن سالانہ تو اس کے خزانے میں داخل ہوتے ہیں اور بے انتہا زمرد اور الماس کی اس کے ملک میں کانیں ہیں۔ فوج میں تین چار لاکھ سوار اور نو دس لاکھ پیادے رہتے ہیں اور رعایا ہم قوم ہیں۔ دریائے کرشنا سے لے کر راس کماری تک وہی مالک ہے۔ سات بندرگاہیں اور متعدد قلعے اس کے قبضہ میں ہیں۔ ''دو دل یک شود بشکند کوہ را'' حسین نظام شاہ کو ملا لینا ضرور ہے۔ بادشاہ نے کشور خاں کو اختیار دیا کہ حسب اقتضائے وقت جو تدابیر مناسب ہوں کی جائیں۔

کشور خاں نے پہلے ابراہیم قطب شاہ کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ ابراہیم پہلے ہی سے جلا بیٹھا تھا اس نے فوراً اپنے وزیر مصطفیٰ خاں کو علی عادل شاہ سے بات پکی کرنے کو بھیج دیا اور کہہ دیا کہ اگر واقعی ایسا ہے تو بسم اللہ میں ہر طرح تیار ہوں تم وہیں سے حسن نظام شاہ کے پاس احمد نگر چلے جانا۔ اور وہاں بھی پختہ کر لینا۔ مصطفیٰ خاں جب عادل شاہ کے حضور میں باریاب ہوا تو اسے رام راج سے ایسا ہی دیکھا کہ وہ لڑائی پر تلا ہوا تھا۔ یہاں سب ٹھیک ٹھاک کر کے سیدھا احمد نگر پہنچا اور کہا کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ تمام ملک دکن پر سلاطین بہمنیہ کی حکومت تھی اس وقت سلطنت بیجانگر کسی شمار قطار میں نہ تھی اب اس ملک میں کئی بادشاہ ہو گئے برخلاف اس کے بیجانگر میں وہی ایک راجہ ہے اور اس کے مقبوضات پہلے سے بہت زیادہ ہو گئے اور قوت روز افزوں ہے اس لیے نہایت ضرور ہے کہ آپ سب ان آپس کی نااتفاقیوں کو ترک کریں ورنہ اس زبردست دشمن کے چنگل سے بچنا بالکل محال ہے۔ حسن نظام شاہ بھی اس خیال سے کہ علی عادل شاہ صرف رام راج کے بھرانے پر کودتا ہے اگر رام راج کی قوت توڑ دی جائے تو علی عادل شاہ کو

Marfat.com

گر الینا کون سی بڑی بات ہے فوراً متفق ہو گیا۔ لیکن رام راج کو نیچا دکھانا کچھ آسان کام نہ تھا یہ کسی ایک کے بس کا نہ تھا اس لیے مصطفیٰ خاں حکیم قاسم بیگ اور قاضی ملا عنایت علی کی صلاح سے یہ تجویز ٹھہرائی کہ حسین نظام شاہ کی بہن چاند بی بی علی عادل شاہ کو منسوب کر کے پرگنہ شولا پور جو مابہ النزاع ہے جہیز میں دے دیا جائے اور علی عادل شاہ اپنی بہن ہدیہ سلطان شاہزادہ مرتضیٰ ابن حسین نظام شاہ کو دے تاکہ فریقین میں رشتہ اتحاد مستحکم ہو جائے اور تینوں بادشاہ مل کر رام راج پر ٹوٹ پڑیں حسین نظام شاہ اس بات پر راضی ہو گیا۔ مصطفیٰ خاں اور ملا صاحب دونوں بیجاپور آئے اور علی عادل شاہ کو بھی راضی کر لیا اور بڑی دھوم دھام سے دُھری دھری شادیاں رچیں اور دونوں دلہنیں ایک ہی تاریخ میں اپنے اپنے دولھاؤں کے ہاں پہنچ گئیں اور شولا پور عادل شاہ کو مل گیا۔ علی برید بھی ان تینوں بادشاہوں کا شریک ہو گیا۔ یہ واقعہ ۹۷۱ھ کا ہے۔ غرض رام راج سے چھیڑ شروع ہوئی۔ علی عادل شاہ نے اپنا ایلچی رام راج کے پاس بھیجا اور قلعہ جات رایچور، مدگل، اتیگری، ماکری کی واپسی کی خواہش کی رام راج اس پیغام کے سنتے ہی غصے سے پھٹ پڑا اور ایلچی سے کہا کہ اگر تو ایلچی نہ ہوتا تو ابھی تیرا سر اڑا دیتا اور اسی وقت سب مسلمان پادشاہوں کے ایلچیوں اور وکلاء کو جو وہاں مقیم تھے بے عزتی سے نکلوا دیا ان لوگوں کا واپس ہونا تھا کہ حسین نظام شاہ، علی برید شاہ، ابراہیم قطب شاہ تینوں اپنے اپنے لشکر لیے بیجاپور پہنچے۔ حسین نظام شاہ کے رنج کے باعث صرف برہان عماد شاہ اس لڑائی میں شریک نہ ہوا۔ چاروں پادشاہ بیجاپور پر ملے اور راز سر نو مشورت کے بعد ۲۰ر جمادی الاول ۹۷۲ھ م ۱۵۶۵ء کو دریائے کرشنا کے کنارے تالی کوٹہ پہنچے جو عادل شاہ کی عمل داری میں تھا۔ رام راج کو جب یہ خبر ملی تو اس نے ذرا بھی پروانہ کی اور اپنے چھوٹے بھائی تیمراج کو پانسو ہاتھی تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیدل دے کر دریائے کرشنا کے گھاٹوں کو روکنے کے لیے روانہ کیا اور پھر ونکتادری اپنے منجھلے بھائی کو اس سے المضاعف لشکر دے کر مدد کے لیے بھیج دیا ان لوگوں نے آکر گھاٹ روک لیے پھر خود رام راج بھی تمام اطراف کے راجاؤں اور کرناٹک کے بڑے بڑے زمینداروں کو لے کر آن پہنچا۔ مسلمان کسی نہ کسی طرح دریا کے پار تو ہو گئے مگر رام راج کی فوج اس وقت ایک لاکھ سوار اور نو لاکھ پیادے تھے جس میں بکثرت توپچی اور تیر انداز تھے اس لیے مسلمانوں کو ڈر تھا کہ اگر خدانخواستہ ہم ہارے تو پھر دکن میں ہمارا تخم باقی نہ رہے گا۔ مسلمان چاہتے تھے کہ اگر رام راج اب بھی وہ قلعے جو اس نے چھین لیے ہیں واپس کر دے اور آئندہ ہمارے معاملات میں دخل نہ دینے کا وعدہ کر لے تو ہم پلٹ جائیں لیکن رام راج کی نگاہ میں مسلمانوں کی رتی برابر وقعت نہ تھی

Marfat.com

وہ ان کا مار لینا منہ کا نوالہ سمجھتا تھا اور اسے پورا بھروسہ تھا کہ انہیں آن و حد میں چٹکی سے مسل دوں گا۔ اس واسطے اس نے اس بات پر کان نہ دھرا اور جنگ چھڑ گئی مسلمانوں اور ہنود کے لشکر کی صف آرائی حسب ذیل بالمقابلہ تھی۔

میمنہ:۔ عالی عادل شاہ، وِنکٹادری پچیس ہزار سوار دو لاکھ پیادے، پانچ سو ہاتھی۔

میسرہ:۔ علی برید شاہ وابرہیم قطب شاہ، تیمراج بیس ہزار سوار دو لاکھ پیادے، پانچ سو ہاتھی۔

قلب:۔ حسین نظام شاہ، رام راج پینتیس ہزار سوار خاصہ دو ہزار سوار امدادی راجگان، پانچ لاکھ پیادے، ایک ہزار توپ، دو ہزار ہاتھی۔

رام راج نے حکم دیا کہ علی عادل شاہ اور ابراہیم قطب شاہ کو زندہ گرفتار کر کے لائیں اور انہیں مادام الحیواۃ آہنی پنجروں میں بند رکھا جائے اور حسین نظام شاہ کا سر کاٹ کر لائیں۔ حسین نظام شاہ کے ساتھ دو سو بڑی توپیں تھیں اور دو سو ضرب زن یعنی چھوٹی توپیں اور دو سو زنبور تھے جو بڑی بھاری بندوقیں ہوتی ہیں اور اونٹوں پر سوار رہتے ہیں۔ رام راج سنگاسن میں سوار تھا۔ مصاحبین نے کہا کہ اس وقت آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیں پالکی میں بیٹھنے کا موقع نہیں ہے مگر اس نے چیں بجبیں ہو کر کہا کہ یہ مسخرے کیا میرے مقابلے پر آ سکتے ہیں کوئی دم میں دیکھنا کہ نوک دم بھاگیں گے۔ رام راج اطلس سرخ اور زربفت کی شامیانہ میں اتر کر کرسی مرصع پر چار زانو ہو بیٹھا اور زر اور جواہرات کے ڈھیر اپنے دونوں جانب لگادئے اور ذبالوں میں بھر بھر کر دینے لگا اور اپنی فوج کا خوب دل بڑھایا۔ رومی خاں نے ملک میدان میں پیسے بھر کے جو ایک فیر کی تو پانچ چھ ہزار ہندو کتنے ہی ہاتھی اور گھوڑوں کا ستھراؤ ہو گیا۔ رام راج کی عمر اسی سال سے متجاوز تھی یہ حال دیکھ کر جھٹ سنگاسن میں سوار ہو گیا اس معرکہ میں کہاروں کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ ایک نظام شاہی فیل بان نے جو جواہرات سے جگمگاتی ہوئی پالکی دیکھی تو منہ میں پانی بھر آیا ہاتھی کو اس رخ پر دبایا۔ دیکھا تو پالکی میں رام راج تھا۔

آب در کوزہ و ماتشنہ وباں می گردیم   یار درخانۂ و ما گرد جہاں می گردیم

ہاتھی کی سونڈ سے اسے اوپر کھینچ لیا اور رومی خاں کے پاس لایا اور رومی خاں حسین نظام شاہ کے پاس لے گیا اس نے فوراً اس کا سر قلم کروادیا۔ اس دن ایک لاکھ ہندو قتل ہوئے اور میدان جنگ کشتوں سے پٹ گیا۔ مسلمانوں کی فتح ہوئی اور آناگندی تک مسلمانوں نے بھگوڑے لشکر کا پیچھا کیا۔ تغل خاں جو برہان عادل شاہ کا وزیر تھا احمد نگر کو خالی پا کر رام راج کی اشتعالک سے لوٹ رہا تھا اس لیے نظام شاہ نے رام

Marfat.com

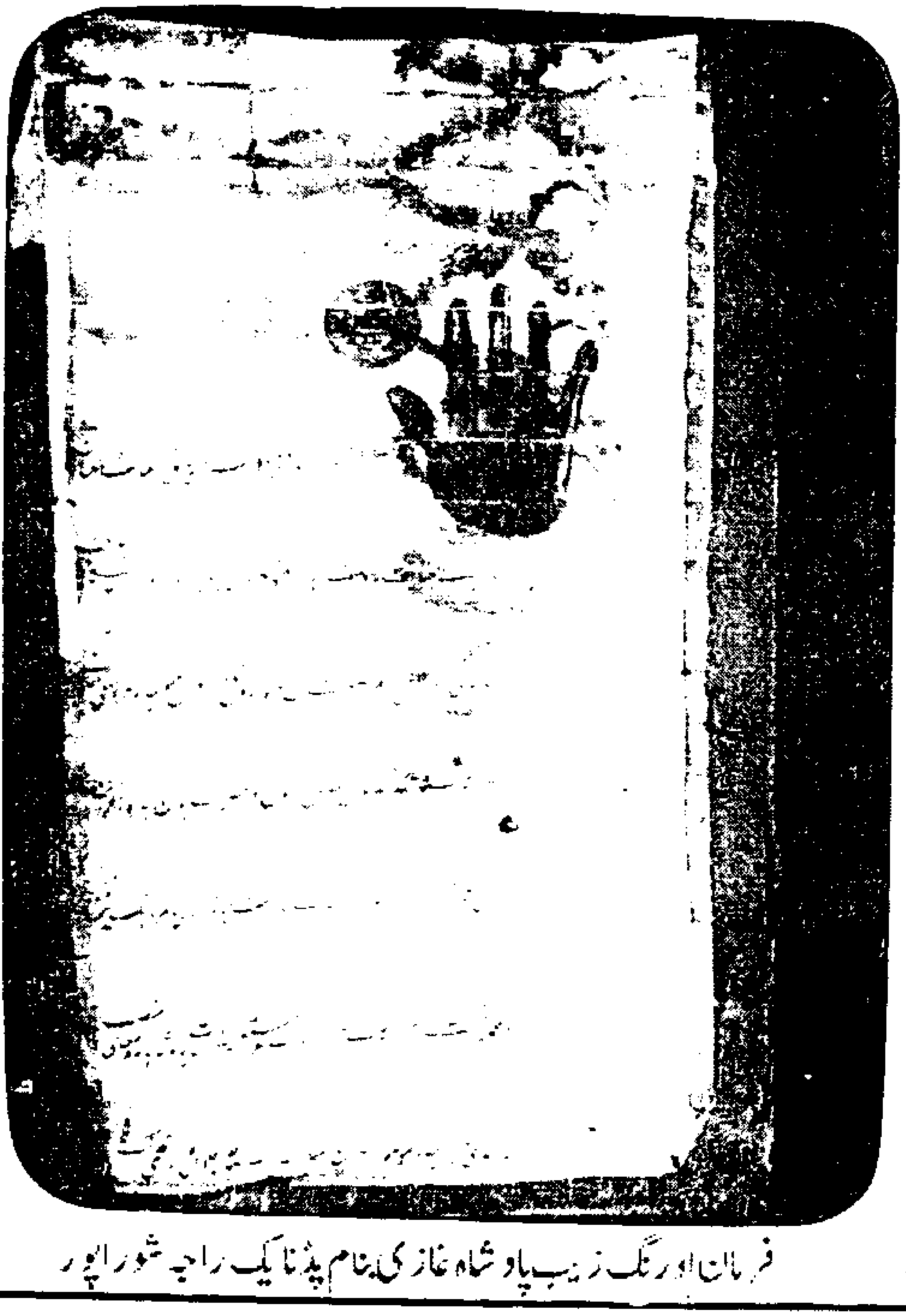

فرمان اورنگ زیب بادشاہ غازی بنام پڈنا یک راجہ شورا پور

راج کے سر میں بھس بھرواکر اس کے پاس بھجوادیا۔ بیس دن تک مسلمان اپنے مجروحوں کی مرہم پٹی کرتے رہے بعد بیجانگر کی طرف چلے یہ شہر اس وقت نہایت آباد تھا۔ کوسوں تک اس کی آبادی پھیلی ہوئی تھی۔ دکن میں اور کوئی شہر اتنا بڑا نہ تھا۔ صدہا مندر اور بت خانے اس میں تھے جنہیں مسلمانوں نے لوٹ لاٹ کر توڑ پھوڑ دیا اور بازاروں اور دکانوں کو لوٹا اور مکانات کو کھود کھود کر دفینے نکالے اور کوڑا جمع کر کے مکانوں میں بھرواکر تمام شہر کو آگ لگادی چنانچہ اب تک بھی وٹھل سوامی کے دیول کی دیواریں دھوئیں

Marfat.com

سے کالی ہیں۔ الغرض شہر بیجانگر کو ایسا تباہ کیا کہ پھر کبھی آباد نہ ہوا اور اب سوائے کھنڈروں کے کچھ باقی نہیں ہے۔ تاریخوں کی رو سے شہر بیجانگر کی بنا ۱۳۴۶ء م ۷۳۷ھ میں ہوئی۔ یہ شہر دریائے تنگ بھدرا کے دست راست یا جنوبی کنارے پر واقع ہے اور اطراف میں پہاڑیاں ہیں جن میں سے بعض ایک ایک ہزار فٹ بلند ہیں جو قلعہ بندی کے لیے قدرتی فصیلیں ہیں۔ اس شہر کا محیط ساٹھ میل کا ہونا نکولو کونٹی نے پندرھویں عیسوی صدی کے شروع میں لکھا ہے شہر کے وسط میں یا سب سے اندرونی قلعہ میں راجہ کے محلات اور ٹکسال اور سیناپتی کے مکانات ایک بلند پہاڑی پر تھے جن کے اب جا کر صرف کھنڈر باقی ہیں۔ اب جا کر صرف ایک فیل خانہ اور کنسرٹ ہال (تماشا گاہ) درست حالت میں باقی ہیں۔

اس شہر کی سات فصیلیں تھیں جن کا ذکر عبدالرزاق نے کیا ہے۔ باس پیٹ جوان کھنڈروں سے سات میل ہے اب بھی اس شہر کا آٹھواں دروازہ کہلاتا ہے۔ بیجانگر کی جس قدر سرسبزی اور خوش حالی میں ترقی ہوئی اسی قدر اس کی قوت و شوکت میں بھی افزائش ہوئی۔ شاہان بہمنی کے عہد میں گو کہ بار بار لڑائیاں ہوا کیں مگر طرفین سے کسی نے بہت ہی کم ایسا ہوا ہے کہ تنگ بھدرا یا کرشنا سے آگے قدم بڑھایا ہو۔ لڑائیاں ہمیشہ ان ہی دو دریاؤں کے بیچ میں ہوا کرتی ہیں جو ملک دوآبہ کہلاتا ہے۔ جب سلطنت بہمنی تباہ ہو گئی اور اس کے جانشین مسلمان بادشاہوں میں روز بروز لڑائی اور جھگڑے رہنے لگے تو بیجانگر کو بہت جلد اچھی قوت حاصل ہو گئی اور دوآبہ کا ملک در حقیقت بیجانگر کا ملک ہو گیا اور گو کہ قلعہ جات رائچور اور مدگل کو بیجاپور کے بادشاہ بار بار لیتے رہے مگر ان پر ان کا مدت تک قبضہ نہیں رہتا تھا۔ آخر کار رام راج نے حملے شروع کیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی تو اسے ایک فریق اپنی طرف بلاتا اور کبھی دونوں اسے روپے دیتے اور مدد مانگتے تھے۔ ہندو راجاؤں کو صرف اتنی ہی طاقت نہ تھی کہ باوجود مسلمانوں کی بڑی بہادری اور قواعد دانی کے ان کے مقابلے میں وہ اپنی حفاظت کریں بلکہ اس سے بھی وہ کچھ بڑھ گئے تھے اور یہ حالت ان کی کچھ عرصہ تک قائم رہی تھی اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بگڑ کر پھر بن جانے کی بڑی طاقت تھی۔ ان کے ملک کی آبادی بہت بڑی تھی جب کبھی ان کو شکست ہوتی تو وہ میدان میں اور نئی بھیڑ بھاڑ اکٹھی کر لاتے تھے اور صرف اس کثرت ہی کے باعث وہ مسلمانوں کو ملک بدر کر دیا کرتے تھے۔

تالیکوٹہ کی لڑائی کے بعد جنوبی ہند کی ہندو حکومت بالکل تباہ ہو گئی اور اس قدیمی خاندان کے پس ماندہ پہلے تو پین کنڈہ پھر چندر گری کو ضلع ارکاٹ شمالی میں چلے گئے۔ جہاں ان کا دارالحکومت دو سو برس سے

Marfat.com

زائد قائم رہا مگر اس خاندان کی اس شاخ میں بہت ہی تھوڑا سا ملک باقی رہ گیا جتنے راجہ پہلے مطیع تھے وہ سب رام راج کی شکست کے بعد خود مختار بن گئے۔ میسور، مدوری اور تانجور میں جدا جدا ریاستیں قائم ہو گئیں اور بیجانگر کے گردونواح میں چھوٹے چھوٹے سرداروں اور زمینداروں نے ملک کو آپس میں بانٹ لیا۔ مسلمانوں کے لیے بھی بیجانگر کی تباہی کچھ مفید نہ ہوئی۔ اس کے بعد مسلمان بادشاہوں کے باہمی رشک وحسد سے کسی ایک کو بھی اپنے ملک بڑھانے کا حوصلہ نہ ہوا یہ سچ ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد گولکنڈہ اور بیجاپور دونوں نے بیجانگر کی عمل داری کے ایک بہت بڑے حصے پر قبضہ کر لیا مگر اس کامل بربادی کے بعد جس قدر توقع کی جاسکتی تھی اتنی وسعت مسلمانوں کے مقبوضات میں نہ ہوئی۔ بیجانگر کی زبردست حکومت کے پڑوس میں ہونے سے رقابت کا بازار گرم تھا اور مسلمان بادشاہ ہر وقت چوکنا رہتے تھے جب یہ کھٹکا جاتا رہا تو وہ خود سست پڑ گئے اور اپنی تمام طاقت باہمی لڑائیوں میں صرف کرنے لگے کہ جس کی وجہ سے تھوڑے ہی دنوں بعد دکن کی سب چھوٹی موٹی سلطنتیں بادشاہ دہلی کی بہ آسانی شکار ہو گئیں اس میں شک نہیں کہ رام راج ایک بڑا لائق مدبر صاحب الرائے اور مستقل مزاج پولیٹیشن تھا کہ اس نے راجگان بیجانگر کا راج چھین لیا اور خود راجہ بن گیا۔ اگر جنگ تالی کوٹہ میں رام راج کو کامیابی ہوتی تو ضرور مسلمانوں کی حکومت کو وہ خاک میں ملا دیتا۔ رام راج کو جو آخر زمانے میں غرور ہو جانے کی اصلی وجہ یہ تھی کہ وہ مسلمان بادشاہوں پر بالکل چھا گیا تھا اور اسی تکبر کی بدولت وہ مسلمان بادشاہوں کو بالکل خاطر تلے نہ لاتا تھا اور ایک پشۂ ضعیف سمجھتا تھا یہ ظاہر ہے کہ جب ہی تو اس نے باوجود اس سن کہولت کے اسی برس کی عمر میں تالیکوٹے کی جنگ میں فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی جو اس امر کی بین دلیل ہے کہ وہ غایت درجہ کا جفاکش اور غیر معمولی قویٰ کا آدمی تھا۔ بیجانگر کی خاندان کی اولاد آناگندی میں (جو بیجانگر کے پرانے اور اجڑے ہوئے شہر کے پاس بستا ہے) سرکار عالی نظام کے علاقہ میں اب تک موجود ہے۔ یہ مقام سمستان آناگندی کے نام سے مشہور ہے اور اس وقت سری منت سری رنگا دیورا ئلو نرپتی اس سمستان کے راجہ اور ہماری گورنمنٹ کے بڑے جاگیردار ہیں جن کو متعدد مواضع جاگیر ہیں اور علاقہ انگریزی سے بھی پانچ سو روپے ماہانہ پنشن پاتے ہیں۔ بیجانگر اور بیجاپور میں جس طرح تجنیس خطی ہے اسی طرح ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ بھی رہا ہے۔ آئے دن ان میں کٹا چھنی رہی۔ بیجانگر کی تاریخ مکمل نہیں کہی جاسکتی جب تک کہ بیجاپور کی تاریخ لکھی نہ جائے کیوں کہ خاندان عادل شاہیہ کی سلطنت بھی قریب قریب دو سو سال تک رہی جس میں نو بادشاہ گزرے۔ ان کے کارنامے ایک جداگانہ کتاب چاہتے ہیں۔

مذہبی ہادیوں کی زبانی سحر انگیز تقریروں کے بعد جو کسی قوم کے مردہ دلوں میں جوش پیدا کرنے اور

Marfat.com

ہمت بڑھانے کا اگر کوئی عمدہ ذریعہ ہے تو وہ تاریخ ہے اور تاریخ بھی کون سی ان کے آباؤ اجداد کی۔ اس لیے میں نے راجگان بیجانگر اور عادل شاہیہ دونوں خاندانوں کی تاریخ لکھ کر اس ست کو مکمل کر دیا۔ کسی مقام کی تاریخ لکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مصنف خود بھی اس مقام کو اچھی طرح دیکھ بھال لے ورنہ سنی سنائی باتوں پر لکھنا چنداں قابل وثوق نہیں۔ "شنیدہ کی بود مانند دیدہ"۔ بیجاپور کی عمارات کی شہرت ہر کس و ناکس سے ایک عرصہ سے سنا کرتا تھا۔ دل میں شوق تھا کہ جاؤں اور دیکھوں مگر دنیا کا کارخانہ بتلا رہا ہے کہ انسان خود کچھ بھی نہیں کر سکتا وہ چاہتا ہے اور نہیں ہوتا اور جو نہیں چاہتا وہ زبردستی اس کے سر منڈھا جاتا ہے۔ "ورنہ ستانی بہ ستم می رسد" ہم کسی بات کا ارادہ کرتے ہیں اور ناکامیاب رہتے ہیں۔ عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزائِم (ارادوں کے پورا نہ ہونے سے میں نے اپنے رب کو پہچانا) اور جب وقت آجاتا ہے تو وہی مشکل کام آساں ہو جاتا ہے۔

مشکل ز توجہ تو آساں   آساں ز تغافل تو مشکل

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت انسان باایں کر و فر خود دست و پا شکستہ ہے اس کی کنجی کسی دوسرے کے دست قدرت میں ہے۔ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے) کوئی اور ہی ہے۔ وہ جس کل چاہتا ہے ہم کو اٹھاتا بٹھاتا ہے اور ہم دوسرے کے ارادے اور حکم کے تابع فرمان ہیں۔ ہر بات کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ کُلُّ اَمْرٍ مَرْھُوْنٌ بِاَوْقَاتِھَا (ہر بات کے لیے ایک وقت مقرر ہے) وہ اپنے وقت مقررہ پر ہو کر رہے گا۔

ہست دریں دائرہ بے قال و قیل   ایں ہمہ بر ہستی صانع دلیل

الغرض برسوں کی آرزو پوری ہوئی ۲۴ر مارچ ۱۹۱۰ء کو سرزمین بیجاپور پر قدم رکھا۔ چار دن رات سوائے پھرنے اور مقامات کی سیر کے کھانے پینے کی بھی سدھ نہ تھی اس اجڑے ہوئے دیار کے چپے چپے کو نہایت غور اور نظر تعمق سے دیکھا۔ جتنے کتبات تھے ان کو لکھا جو دقیق تھے ان کو حل کیا۔ کتبات کے سلجھانے میں میرے دوست مولوی محمد کمال الدین صاحب سوم تعلقدار کو بڑا کمال ہے وہ بال کی کھال نکال لیتے ہیں باپ سے بڑھ کر ان کے فرزند رشید میاں سراج الدین سلمہ اللہ تعالیٰ "اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند"۔ تاریخ کے گرویدہ اور شائق تھے وہ نوٹ کرتے جاتے تھے۔ ہمارے ساتھ شمس الدین صاحب بانگی بطور گائیڈ کے تھے جن کا ذکر ہنری کوزنز صاحب نے بھی اپنی کتاب میں کیا ہے یہ صاحب بیجاپور کی زندہ تاریخ ہیں اور بیجاپور میوزیم کے مہتمم بھی ہیں۔ ان سے ہم کو ہر مقام کے تاریخی حالات

Marfat.com

سمجھنے میں بے انتہا مدد ملی۔ علی الصباح مسافر بنگلے سے نکلتے تھے اور بعد مغرب واپس آتے تھے رات کو جب بستر پر پڑتے تھے تو تھک کر چور ہو جاتے تھے۔ بھلا چار دن میں کیا دیکھ سکتے تھے یہ مقام ایسا ہے کہ چار ہفتے بھی یہاں ٹھہریں تو کچھ زیادہ نہیں۔ ان مقامات کو دیکھ کر شاہان سلف کی عظمت و جبروت کا سکہ دل پر بیٹھ جاتا ہے اور بے اختیار زبان سے نکل جاتا ہے کہ "شاہاں ہند بادشاہی نمی کنند، خدائی میکنند" آج اس سلطنت کو مٹے ۲۲۸ برس کا زمانہ ہوا۔ شہر بیجاپور بار ہا لوٹا کھسوٹا گیا۔ قحط، طاعون (پلیگ) نے اس کو جڑ پیڑ سے ہلا دیا۔ زمانہ کی ناقدر دانی اور کسمپری کے ہاتھ سے بنی بنائی چیزیں بگڑ گئیں۔ غرض اس اجڑے ہوئے شہر کو بنانے والا تو کوئی بھی نہ تھا ہاں اجاڑنے والے سب تھے بااین ہمہ بمقابلہ زمانہ ماسبق کے ایک شمہ جو باقی رہ گیا ہے وہ بھی مصداق اس کا ہے کہ

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم   کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

اگرچہ شہر بیجاپور اب جدھر دیکھو ویران ہے اور بجز چند عمارات کے جن کو برٹش گورنمنٹ نے سنبھال لیا ہے جہاں دیکھو سوائے ویرانے اور کھنڈروں کے کچھ نظر نہیں آتا۔ ناگ پھنی نے اپنی حکومت چو طرف پھیلا رکھی ہے جدھر دیکھو ٹوٹے پھوٹے مکان اور منتشر اور پراگندہ پتھروں کے سوائے کچھ نظر نہیں آتا۔ مگر اس ویرانہ پر بھی ہزار آبادیاں صدقے کی تھیں

اگر فردوس بروئے زمین ست   ہمیں ست وہمیں ست وہمیں ست

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْمُلُوكَ اِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَ جَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً (بادشاہ جب کسی شہر کو بزور فتح کر کے اس میں داخل ہوا کرتے ہیں تو (ان کا دستور ہے کہ) اس کو خراب اور وہاں کے لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں)۔ مسلمان بادشاہ اور ہندو راجہ آپس میں لڑ بھڑ کر کٹ مرے۔ خود تباہ ہوئے اور دوسروں کو بھی تباہ کیا۔ رہے نام اللہ کا اب تو یہ حالت زار ہے۔ فَكَأَيِّن مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَ قَصْرٍ مَّشِيدٍ☆فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ☆ (غرض کتنی بستیاں کہ ہم نے ان کو ہلاک کر مارا اور وہ نافرمان تھیں۔ پس اب وہ (ایسی اجڑی پڑی ہیں کہ ان کی دیواریں) اپنی چھتوں پر گر پڑی ہیں اور کتنے (کنویں) بے کار پڑے ہیں اور (کتنے پکے) پکے محل ویران پڑے ہیں پس اے اہل بصیرت عبرت پکڑو)۔۔

سلطان محمد جنت آشیانی کا گول گنبد (جسے بولی گنبد بھی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں ایک نہایت حیرت خیز طریقے سے آواز گونجتی ہے اور آہستہ سے آہستہ بات دہرائی جاتی ہے) سربفلک کھڑا ہے۔ اتنا

Marfat.com

وسیع اور عالی شان گنبد آج ہندوستان میں تو یقیناً نہیں ہے اور روئے زمین پر بھی سوائے سینٹ پال کے گرجا کے جو لندن میں ہے کوئی اس کا جواب نہیں۔ ابراہیم روضہ کو دیکھئے کیسی نفاست سے بنایا گیا ہے کہ ساری صناعی کا اس پر خاتمہ ہو گیا ہے۔ ایک ایک پتھر وہاں کا سونے میں تولنے کے قابل ہے یہ وہ عمارت ہے جس پر ایک لاکھ انسٹھ ہزار ہن خرچ ہوا اور اس طرح کی بیسوں عمارتیں اور محلات اور پر فضا باغات تھے جو زمین کے برابر ہو گئے۔ پانی جس کی آج بیجاپور میں تراہ تراہ پڑی ہوئی ہے اس افراط سے تھا کہ شہر میں ہر جگہ ریل پیل تھی۔ اس وقت کے بنائے ہوئے خزانے، نل، حوض، چشموں، نہروں کے نشانات جا بجا اب تک موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آبِ شیریں کی کس قدر بہتات تھی مگر بنا بنایا سارا کھیل بگڑ گیا اب کون تھا جو لاکھوں روپے لگا کر درست کرتا برٹش گورنمنٹ نے بڑی مشکل سے اب جا بجا آہنی نل دوڑا دیے ہیں جس سے خدا خدا کر کے وہ تکلیف ایک حد تک رفع ہو گئی۔ ان عمارات کے بانیوں کا کہیں پتہ نہیں۔ نہ ان کے وافر اور معمور خزانے ہیں نہ ان کے سکہ کا کہیں پتہ ہے۔ آج ان کی آل اولاد ڈھونڈھنے سے بھی نہیں مل سکتی۔ دنیا کا یہی قاعدہ ہے وتلک الایام نداولها بین الناس (اور یہ اتفاقات وقت ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بہ نوبت (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں)۔ سچی اور اصلی اور ابدی بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ و عم نوالہ کی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ لمن الملك اليوم لله الواحد القهار۔ (آج کس کی حکومت ہے (تو سب مارے ہیبت کے خاموش رہیں گے اور خود بارگاہ خداوندی سے ندا ہو گی کہ حکومت) اکیلے اللہ ہی کی ہے جو بڑا زبردست ہے)۔ جس وقت ہم سلطان محمد اور سلطان ابراہیم کی قبروں پر کھڑے ہوتے ہیں تو عالم بے خودی طاری ہو جاتا ہے اتنے اتنے بڑے اولوالعزم بادشاہ یوں خاک میں مل گئے تو بتلائیے کہ ما و شما کس شمار قطار میں ہیں

گفتی کہ کجا رفتند ایں تاجوراں ایںک | زیشاں شکم خاک ست آبستن جاویداں

كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والاكرام۔ (جتنی مخلوقات (روئے) زمین پر ہے سب فنا ہو جانے والی ہے (صرف) تمہارے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی جو بڑی عظمت والی اور بزرگ (ذات) ہے)

کل سوئے گور غریباں جو ہوا میرا گزر | ہو گیا پیش نظر عالم ہو کا منظر
اپنی روداد سناتے تھے لحد کے کتبے | ایک افسانۂ عبرت تھے وہ خاموش کھنڈر

Marfat.com

جن کے پرچم تھے فتح مندی و نصرت کی دلیل
جن کی شمشیر سے اقبال کے جھڑتے تھے شرر
جن کی سطوت سے دلیروں کے تھے پتے پانی
جن کی ہیبت سے لرز جاتے تھے شیروں کے جگر
جن کے قبضہ میں بر و بحر کی سلطانی تھی
جن کی چوکھٹ پہ جبیں رکھتے تھے کسریٰ قیصر
ناز تھا جن پہ جہاں گیری و فتاحی کو
جن کی آواز پہ جھکتے تھے سلاطین کے سر
جن کی عظمت کا جہاں بھر میں بجا تھا ڈنکا
جن کا سکہ تھا رواں دہر میں کشور کشور
تھے جڑے تاج میں اور تخت میں جن کے الماس
اور سر چتر کھلے رہتے تھے زریں چھتر
جن کے ایوان تھے سر تا بفلک رفعت میں
زیب و زینت میں دلہن سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر
ماند تھی محفل جم بزم طرب سے جن کے
شمع محفل تھے جہاں اہل خرد اہل نظر

جن کے دروازے سے دولت کا نشاں ملتا تھا
کسی گنتی میں نہ تھے سیم و زر و لعل و گہر
مستمندوں کے لیے وقف تھی جن کی دولت
ایک توجہ میں سنور جاتے تھے بگڑے ہوئے گھر
فکر تھی جن کی رسا جن کا ارادہ تھا صمیم
تھی ظفر جن سے قریں اور نصیبا یاور
جن کی یہ آن تھی یہ شان تھی یہ شوکت تھی
جن کی تمکین سے تھی بزم جہاں زیر و زبر
حیف صد حیف وہ تھے گور غریباں کے مکین
دفن تھے خاک میں اور خاک تھی ان کے اوپر
ان کی قبروں پہ جو گنبد تھے شکستہ تھے بہت
اینٹ مٹی سے تو چونے سے جدا تھا پتھر
بوم تھے گنبد شاہی کے نگہبانوں میں
بے کسی مرثیہ خواں تھی لحد شاہاں پر

یہ سما دیکھ میرا درد سے جی بھر آیا
اور وہیں بیٹھ گیا خاک پہ میں تیورا کر
وقت سے میں نے کہا پھر کہ یہ سارے کرتوت
ذات والا ہی کے ہیں جو مجھے آتے ہیں نظر
آپ کے دست تصرف نے بسایا ہے یہ شہر
آپ ہی کی ہے عنایت جو یہ آباد ہیں گھر
آپ کا سایہ بھی اک چھاؤں ہے ڈھلتی پھرتی
بات کی بات میں پھر جاتی ہے حضرت کی نظر
ازرہ لطف کچھ اس رمز سے کیجئے آگاہ
آپ کی طینت منحوس میں کیوں ہے یہ اثر

Marfat.com

"وقت" نے کچھ نہ دیا میرے سوالوں کا جواب — اس کے نزدیک تھیں باتیں مری سب پوچ لچر
ایک پرواز میں چھپت وہ ہوا نظروں سے — اور میں رہ گیا ششدر کفِ حسرت مل کر

اس سے کچھ اور بڑھی جب مری بے تابیٔ دل — اتفاقاً رخِ شہرت پہ پڑی جا کے نظر
میں نے شہرت سے کہا پھر کہ تیرا دنیا میں — نام رٹتا ہے بصد شوق ہر اک فرد بشر
زندگی بخش ہے ہر سانس ترا مردوں کو — روح پرور ہے تری ایک توجہ کی نظر
ہے تری راہ طلب سب سے الگ سب سے جدا — تجھ کو پاتے ہیں ترے نام پہ سر کٹوا کر
تجھ سے سلجھے گا مرا عقدۂ مالا ینحل — تجھ سے طے ہوگی میری منزل دشوار گزر

کیا یہ سب تیرے فدائی ہیں جو یاں سوتے ہیں — چین کی نیند نہیں کچھ جنہیں دنیا کی خبر
یہ غلط ہے تو بتا اصل حقیقت کیا ہے — کس کے ہاتھوں ہوئے یہ شہر فگن زیر و زبر

بن پڑا اس کا نہ "شہرت" سے بھی افسوس جواب — شرم سے رنج سے چپ ہو گئی سب کچھ سن کر
دفعۃً شدتِ اندوہ سے کھینچی اک آہ — "وقت" کی طرح سے لی وقت کی اس نے بھی ڈگر

پھر وہی گنبد ویراں تھے وہی میں تنہا — پھر وہی مرا جنوں پھر وہی وحشت کا اثر
محو تھا میں اسی دھن میں کہ یہ دیکھا میں نے — مسکراتی ہوئی پھرتی ہے "فنا" قبروں پر
جس کے تیور سے ٹپکتا ہے غرور و نخوت — قدم اٹھتا ہے بڑے ناز سے بل کھا کھا کر
سامنے آ کے کہا اس سے بھی میں نے کہ "فنا" — تو ہی بتلا تجھے اس حال کی شاید ہو خبر
کس نے اس شہر خموشاں کی بنا ڈالی ہے — خاک پر کس نے بکھیرے ہیں یہ اعلیٰ گوہر

سن کے یہ بات "فنا" مجھ سے ہوئی یوں گویا — کیا ہوا پڑ گئے کیوں تیری سمجھ پر پتھر

Marfat.com

کس میں قدرت ہے کرے گلشن عالم تاراج
کس کی طاقت ہے کرے نظم جہاں زیر و زبر
کس کی ہستی ہے جو کہلائے خداوند جہاں
ہاں مگر ایک خداوند خدائے اکبر
اس کو زیبا ہے شہنشاہی کونین کہ وہ
ایسا بے مثل ہے جس کا نہیں کوئی ہم سر
اس کی توحید کے گاتے ہیں ترانے شب و روز
فرش سے عرش تلک حور و ملک جن و بشر
ذرہ ذرہ سے عیاں شان خدائے یکتا
قطرہ قطرہ پہ رواں حکم خدائے برتر
جس کو چاہے اسے دنیا میں سرفراز کرے
جس کو چاہے اسے ذلت سے کرے خوار و بتر
جس کو چاہے اسے دے سلطنت و تاج و سریر
جس کو چاہے وہ کرے خاک نشیں خاک بسر
ہے بقا ایک اسی ذات مقدس کو فقط
اور سب کے لیے ہے منزل فانی کا سفر
تاج والے ہی رہیں گے نہ یہاں باج گزار
چل سکے گی نہ حکومت نہ یہاں زور نہ زر
اس کی قدرت کا یہ ادنیٰ سا کرشمہ ہے کہ میں
تاج شاہی پہ لگاتی ہوں ہمیشہ ٹھوکر
خود فنا ہوں مگر اوروں کو فنا کرتی ہوں
مجھ سے چھوٹے گا نہ دنیا میں کوئی فرد بشر
کاہ سے کوہ تلک جزو سے لے کر کل تک
سب پہ چلتا ہے عمل میرا بہ فرمان قدر
میں نے ہی "شہر خموشاں کی بنا ڈالی ہے"
میرے ہی زیر اثر تو ہیں یہ سب گنبد و در

بیجاپور کے مشہور اور معزز اصحاب سے خاکسار کو ملنے کی عزت حاصل ہوئی ان سے بہت سی بکار آمد باتیں معلوم ہوئیں جتنی کتابیں مطبوعہ تھیں وہ تو بہ آسانی مل گئیں مگر مشکل تھی تو قلمی بے بہا ذخیرہ کی تھی وہ بھی احباب صادق اور ہم دردانِ قوم کی توجہ سے دستیاب ہو گیا۔ میں نے نہ صرف بیجاپور دیکھا بلکہ حسن اتفاق سے بہ تعلق ملازمت برسوں ان تاریخی مقامات پر رہا ہوں اور دورے میں ہر ہر جگہ کو اچھی طرح دیکھا ہے اور ان مقامات میں سے جن کا تذکرہ اس تاریخ میں جا بجا آیا ہے۔ میرے چشم دید یہ ہیں:

بیجاپور، اورنگ آباد، دولت آباد، خلد آباد، احمد نگر، شولاپور، گولکنڈہ، گلبرگہ، بیدر، اودگیر، نلدرگ، پرینڈہ، اوسہ، دہارور، ادھونی، بلھاری، کرنول، رائچور، ضلع رائچور میں ملیاباد، گبور، الپور (عالم پور) پراگٹور، مدگل، کنک گیری، بیجانگر، آناگندی، ہوس پیٹ۔

اگرچہ ان بادشاہوں کا اب صفحۂ دنیا پر پتہ نہیں ہے اور موت نے ان کو خاک میں ملا دیا مگر پھر بھی ان

Marfat.com

کے کارنامے اَن مٹ ہیں۔ ان کی سلطنت کے حالات زباں زد خلائق ہیں۔

زندہ ست نام فرخ نوشیرواں بعدل گرچہ بسے گزشت کہ نوشیرواں نماند

اور تا قیام دنیا ان کا نام موت کے تباہ کن ہاتھوں کے مٹائے بھی نہ مٹ سکے گا۔ آئندہ آنے والی نسلیں ان کی سلطنت کے ان واقعات کو پڑھیں گی اور ہمیشہ اپنے اسلاف کی اولوالعزمی پر فخر کریں گی۔

جو نامور تھے فقط ان کا نام باقی ہے نہ جم جہاں میں باقی نہ جام باقی ہے

میں نے اس کتاب کی تدوین میں کتب ذیل سے امداد لی ہے جن کے قابل مصنفین کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہے۔

(۱) تاریخ فرشتہ۔ (۲) بساتین السلاطین جس کو مرزا ابراہیم زبیری نے ایک قدیم فارسی نسخہ سے جو سید اسمٰعیل عرف شاہزادہ صاحب خطیب سے ملا تھا نقل کر کے حیدر آباد میں چھپوائی ہے۔ (۳) تحفۃ الملوک، مصنفہ مولانا رفیع الدین شیرازی ۱۰۱۷ھ، قلمی۔ (۴) تاریخ سلطان تیمور گورگانی مصنفہ ابو محمد نور اللہ ابن قاضی سید علی محمد الحسینی متوطن امتیاز گڈہ عرف ادھونی صوبہ دار الظفر بیجاپور ۱۲۶۲ھ، قلمی۔ (۵) تاریخ دکن جلد سوم حصہ اول سلسلہ آصفیہ مولوی شمس العلماء مولوی سید علی صاحب بلگرامی ۱۸۹۷ء۔ (۶) تاریخ رشید الدین خانی ۱۲۸۲ھ۔ (۷) روضۃ الاقطاب المعروف بہ مظہر آصفی مصنفہ رونق علی صاحب صدر مدرس خلد آباد ۱۳۳۶ھ۔ (۸) محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن مصنفہ مولوی عبد الجبار خاں صاحب صدر مدرس مدرسہ اعزہ حیدر آباد ۱۳۲۸ھ۔ (۹) گنجینہ سروری المعروف بہ تاریخ مصنفہ غلام محمد سرور لاہوری مطبع نول کشور ۱۳۰۷ھ م ۱۸۸۹ء۔ (۱۰) تاریخ بیجانگر مصنفہ احقر۔ (۱۱) تاریخ قندہار مصنفہ مولوی امیر حمزہ صاحب ۱۹۰۳ء۔ (۱۲) گزیٹر ممالک محروسہ سرکار عالی مرتبہ جناب مولوی مرزا مہدی خاں صاحب کوکب۔ (۱۳) گزیٹر ضلع رائچور مرتبہ نواب لیاقت جنگ بہادر سابق اول تعلقہ دار ضلع رائچور ۱۳۲۲ف۔ (۱۴) گزیٹر ضلع گلبرگہ شریف مرتبہ نواب فرام رز جنگ بہادر سابق اول تعلقہ دار ۱۳۲۲ھ۔ (۱۵) آثار السلف بابتہ عمارات گلبرگہ مرتبہ نواب صاحب موصوف۔ (۱۶) تذکرہ اولیائے رائچور مرتبہ سید روشن علی صاحب ۱۳۱۴ھ۔ (۱۷) روضۃ الاولیاء بیجاپور مرتبہ سید روشن علی صاحب ۱۳۱۴ھ۔ (۱۸) ارمغان سلطانی المعروف بہ سیر گلبرگہ مرتبہ مولوی محمد سلطان صاحب ۱۹۰۲ء۔ (۱۹) تاریخ بیدر مرتبہ مولوی محمد سلطان صاحب۔ (۲۰) مختار الاخبار (تاریخ بیدر) مرتبہ مولوی سید اسد اللہ صاحب عرف میر نواب اول تعلقہ دار۔ (۲۱) وقائع ورنگل

Marfat.com

مرتبہ مولوی سید اسد اللہ صاحب عرف میر نواب اول تعلقہ دار ۱۳۲۶ھ۔ (۲۲) مرآت الاشباہ مرتبہ جناب حکیم احسن اللہ خاں صاحب دہلوی ۱۳۹۴ھ۔ (۲۳) ارژنگ بیجاپور (قلمی)۔ (۲۴) قلمی نسخہ کتبات کا، مرتبہ مسٹر احمدی ڈسٹرکٹ انجینئر بیجاپور۔ (۲۵) روشن تاریخ ادھونی مرتبہ میر یاور علی صاحب ۱۹۱۰ء وغیرہ وغیرہ۔

انگریزی کتابیں

(۱) فارگاٹن امپائر۔ (۲) سکیچ آف ڈائی نسٹیز آف سدرن انڈیا ۱۸۸۳ء ہر دو مصنفہ رابرٹ سیوال۔ (۳) نور نوبی فارگائن امپائر (سورج نارائن راؤ) ۱۹۰۵ء۔ (۴) گائیڈ تو بیجاپور (ہنری کوزنز) ۱۹۰۵ء۔ (۵) گائیڈ تو بیدر (نواب فرامرز جنگ بہادر ۱۸۹۴ء۔ (۶) تاریخ ہند (مارسڈن) (۷) آکسفرڈ اسٹوڈنٹس ہسٹری آف انڈیا (ونسنٹ سمتھ ۱۹۱۱ء۔ (۸) حیدر علی و ٹیپو سلطان (بورنگ) ۱۸۹۳ء۔ (۹) ہسٹری آف انڈیا (ٹامسن) ۱۹۱۲ء۔ (۱۰) نوبل کوئین کرنل میڈوز ٹیلر۔ (۱۱) انڈین ہسٹری (ڈیوڈ سنکلیر) ۱۹۱۲ء۔ (۱۲) ہسٹری آف مائی لائف (ڈیوڈ سنکلیر) ۱۹۱۲ء۔ (۱۳) ہسٹری آف انڈیا (سری ہملو تادیوی ۱۹۱۱ء وغیرہ وغیرہ)

میں نے بہت سی کتابیں تاریخ کی دیکھ ڈالیں مگر میں دیکھتا ہوں تو کسی کتاب میں کتبوں کا پتہ نہیں ہے حالانکہ یہ ایک بہت ضروری امر تھا کتبوں کا پڑھنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ اول تو خط ثلث اور طغریٰ کی پیچیدگیاں چکر میں ڈال دیتی ہیں پھر پتھر بعض جگہ بلند مقامات پر نصب ہیں نگاہ کام نہیں کرتی اور بہت سی جگہ امتداد زمانے سے حروف مٹ گئے ہیں بہر حال میں نے بہت کوشش اور دنوں کی محنت سے ایک حد تک ان تمام کتبوں کو پڑھ لیا اور اس کتاب میں ان کو درج کر دیا۔ اس کتاب کی تدوین میں دفاتر اضلاع رائچور و گلبرگہ و عثمان آباد کی امثلہ گزیٹیر اور مقامی تحصیل دار صاحبوں سے بھی امداد لی گئی ہے۔

تاریخ کی اتنی مبسوط کتاب لکھنا کچھ آسان کام نہ تھا قریب قریب ایک برس کی لگاتار محنت کا یہ نتیجہ ہے۔ بیجاپور کے کتبوں کے متعلق مسٹر احمدی ڈسٹرکٹ انجینئر بیجاپور کی قلمی کتاب حسن اتفاق سے مل گئی لیکن پھر بھی میں نے ہر ہر مقام پر جا کر مقابلہ کیا اور جہاں کہیں اختلاف نکلا درست کر لیا۔ گلبرگہ کے بیشتر کتبے نواب فرامرز جنگ بہادر کے رسالہ آثار السلف سے نقل کیئے گئے ہیں۔ رائچور کا کوئی کتبہ کسی کتاب میں موجود نہ تھا حالاں کہ یہاں بھی بہت سارے کتبے ہیں۔ نواب فرامرز جنگ بہادر یہاں

Marfat.com

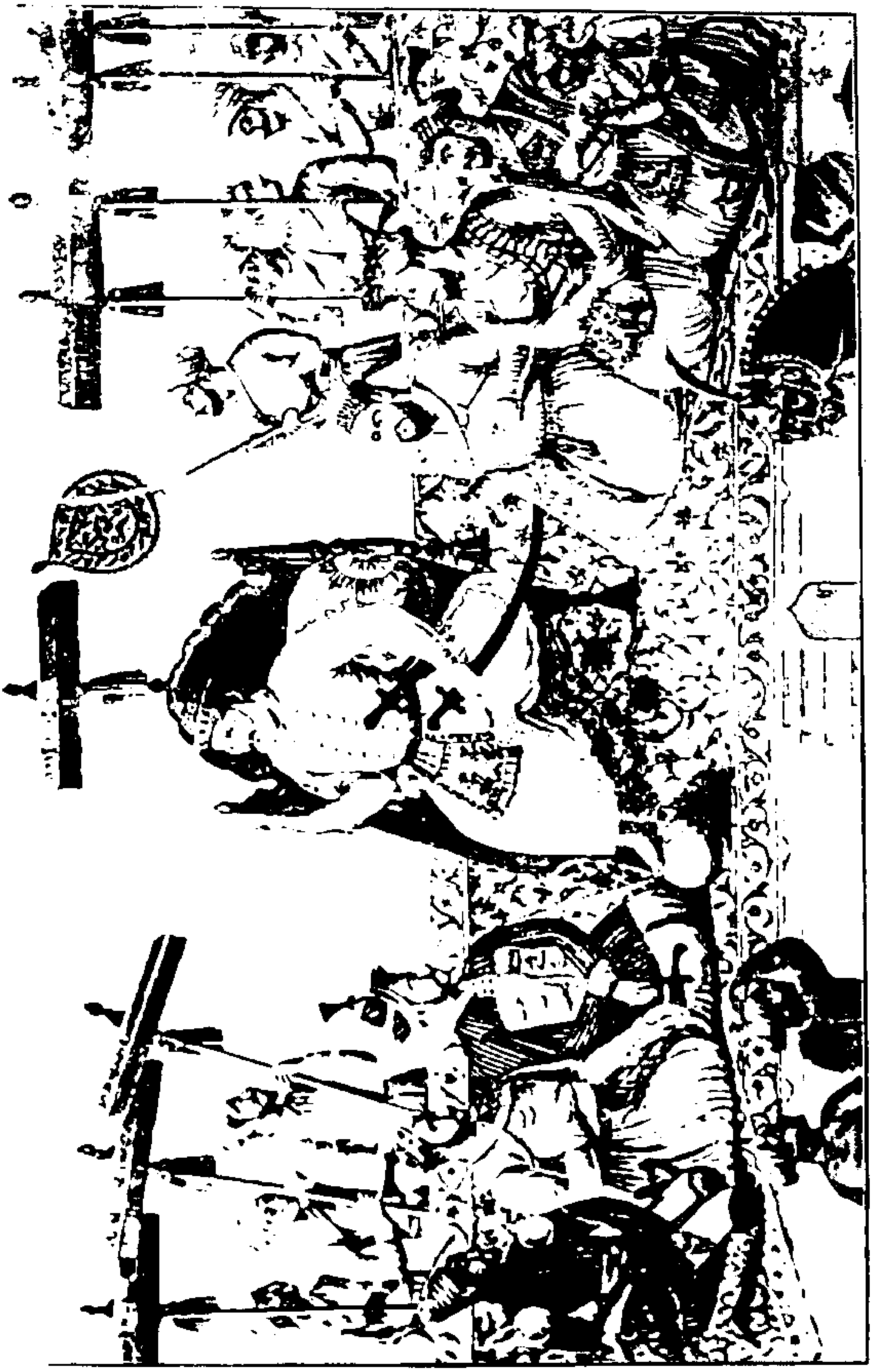

Marfat.com

کے چند کتبے بھی ضبط تحریر میں لائے مگر افسوس ہے کہ وہ زیادہ تر غلط تھے۔ کم سواد منشیوں نے ان کی نقل غلط سلط کی جو عربی نہیں جانتے تھے اور بہت سے کتبے چھوڑ بھی دیئے۔ میں نے تمامی کتبوں کو خود جا کر دیکھا۔ سیڑھیاں لگا کر اوپر چڑھا، چربے اتارے کئی کئی دن تک ان کے حل میں مصروف رہا جس کا نتیجہ یہ بیش بہا ذخیرہ ہے۔ مولوی فقیر احمد صاحب ایک ذی استعداد بزرگ ہیں ان کو کتبوں کے پڑھنے میں اچھا ملکہ ہے ان سے مجھے بے انتہا مدد ملی اگر وہ میرے ساتھ ساتھ نہ پھرتے اور زحمت شاقہ نہ اٹھاتے تو اکیلے میرے بس کا یہ کام نہ تھا۔ ان کے خاص شکریہ کے بعد بھی ان کی امداد کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ زین الدین صاحب محاسب لوکل فنڈ خاص بیجاپور کے باشندے ہیں وہ دو مرتبہ میری خاطر سے بیجاپور گئے۔ کئی قلمی کتابیں لائے بہت سا بہترین مواد انہوں نے مجھے دیا اور تشنہ معاملات پر بہت کچھ روشنی ڈالی۔ زین الدین صاحب کی کوشش سے میرے کل شکوک رفع ہو گئے۔ اور ان کی امداد کا میں تہ دل سے ممنون ہوں۔ کتاب کی تسوید اور تبییض دونوں منشی سیف الدین اہل کار ضلع اور ونکٹ راؤ صاحب وکیل کا حصہ ہے۔ ادھر مسودہ ہوا نہیں کہ انہوں نے صاف کر دیا۔ پس یہ دونوں صاحب میرے پورے مددگار تھے اور میں جس طرح اپنی اور تصنیفات میں ان کی امداد کا معترف رہا ہوں اس مرتبہ میں بھی شکر گزاری کے ساتھ ان کا ذکر کرتا ہوں۔

میں نے بیجاپور اور رائچور کے تمام مشہور مقامات اور بعض بعض کتبوں کے فوٹو بھی لے لیے ہیں۔ رائچور، مدگل کے قلعے کے نقشے بھی بنوائے ہیں۔ بیجاپور کے شہر کا ایک بہت پرانا نقشہ زین الدین صاحب نے مجھے بڑی تلاش سے لا کر دیا ہے۔ میرا دل یہی چاہتا ہے کہ ان سب کے بلاک بنوا کر چھپواؤں مگر ڈر ہے تو اس بات کا کہ کتاب کی قیمت بڑھ جائے گی اور ایسے شائقین کم ہیں جو دس پانچ روپے کتاب پر خرچ کرنا پسند کریں نتیجہ یہ ہو گا کہ کتاب اینڈرہ جائے گی۔ اگر میں مشہور مقامات کے فوٹو نہ دوں تو یہ کتاب قالب بے جان رہے گی۔ غرض دونوں طرف میرے لیے مشکل کا سامنا ہے۔ اس لیے میں نے صرف ضروری اور مشہور مقامات کے فوٹو اس میں دیئے ہیں باقی کو بادل ناخواستہ نظر انداز کیا۔

میں نے اس کتاب میں جیسی کچھ عرق ریزی کی ہے وہ ناظرین کو اس کتاب کے ملاحظہ سے معلوم ہو جائے گا۔ مجھے اس کتاب سے کوئی مالی منفعت حاصل کرنا مقصود نہیں ہے مگر ہر شخص اپنی طبیعت سے ناچار ہے مجھے ہمیشہ سے کتب سیر اور تاریخ سے گہری دلچسپی رہی ہے۔ اسلاف کے کارناموں کو میں نہایت گراں بہا دستور العمل سمجھتا ہوں اور واقعی ان کی سرگزشت بھی کچھ عجیب مرقعہ عبرت ہوتی

Marfat.com

ہے۔اس تاریخ میں بیجاپور اور رائچور ہی زیادہ معرکہ کے مقام رہے ہیں۔ رائچور کے ضلع میں بار بار میرا آنا میں سمجھتا ہوں کہ اسی غرض سے تھا کہ میں یہاں کے حالات لکھوں اور اسلاف کی یادگار کو از سر نو زندہ کروں۔ میرا ایقان قلب یہ ہے کہ سلاطین اور بزرگان دین ہی کا یہ تصرف ہے کہ جب جب میں رائچور پر آیا بہ افضال الٰہی میرا مرتبہ بڑھتا ہی گیا۔

مرتبہ افزوں ہوا توقیر دونی ہوگئی　　خاکساری سے ملا ہے خاص یہ عز و شرف

خدا کا شکر ہے کہ یہ ناچیز خدمت میرے ہاتھ سے انجام پائی۔ میں اپنی کم مائگی کا معترف ہوں لیکن اپنی بساط بھر میں نے اس کتاب کو دل چسپ اور دل کش بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ واللہ المُستَعان وعَلَیہِ التُّکلاَن۔ تاریخ بیجانگر چھپتے ہی ٹھکانے لگ گئی اب ایک نسخہ بھی اس کا باقی نہیں۔ یہ کتاب اس سے بدرجہا بہتر ہے میں امید کرتا ہوں کہ اس کی بھی قدر ضرور ہوگی اور اگر ناظرین نے اسے پسند کیا اور جس کے ہاتھ میں کتاب گئی وہ اسے پڑھ کر خوش ہوگیا تو میں نے اپنی محنت کا صلہ پایا۔ وما توفِیقِی اِلاّ باللہِ علَیہ توکّلتُ و اِلیہِ اُنیب۔ (مجھ کو توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں)۔

جان میں جان ہے جب تک تو کر ایسا کوئی کام　　خاک میں خاک جو مل جائے تو کچھ یاد رہے

المذنب المفتقر الی اللہ الصمد　　مقام رائچور دکن

بشیر الدین احمد　　اگست ۱۹۱۴ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصل تاریخ

حصہ اوّل

تمہید

اِذْ قَالَ یُوسُفُ لِاَبِیْهِ یٰاَبَتِ اِنِّی رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِی سٰجِدِیْنَ☆ قَالَ یٰبُنَیَّ لَاتَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰٓی اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوا لَكَ كَیْدًا ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ☆ وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ یٰاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ، قَدْ جَعَلَهَا رَبِّی حَقًّا۔ (ایک وقت تھا کہ یوسف نے اپنے باپ (یعقوب) سے کہا کہ ابا جان میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو (خواب میں) دیکھا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ یہ سب مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ (یعقوب نے) کہا بیٹا کہیں اپنے خواب کو اپنے بھائیوں سے نہ کہہ بیٹھنا کہ (وہ سن پائیں گے تو) تجھ کو (کسی نہ کسی آفت مین) پھنسانے کی تدبیر کرنے لگیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے اور اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا اور سب (یوسف کو تعظیم کے لیے) ان کے آگے سجدے میں گر پڑے اور یوسف نے (اپنا خواب یاد کر کے اپنے والد سے) عرض کیا کہ ابا جان وہ جو میں نے پہلے خواب دیکھا تھا یہ اس کی تعبیر ہے میرے پروردگار نے (آج) اس خواب کو سچ کر دکھایا)۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال   کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

خاندان عادل شاہی کے ابتدائی حالات ۸۵۰ھ م ۱۴۵۱ء

۱۴۵۱ء میں سلطان مراد بادشاہ ترکی کی وفات کے بعد اس کا فرزند اکبر سلطان محمد حسب وصیت تخت

Marfat.com

نشین ہوا۔ اس زمانہ میں اس ملک میں یہ رواج تھا کہ بادشاہ وقت کی وفات پر تمامی اولاد نرینہ شاہی کو بہ استثنائے ولی عہد کے تہ تیغ کر دیتے تھے۔ سلطان محمد کا ایک چھوٹا بھائی یوسف تھا۔ جو بہ اعتبار حسن و جمال کے یوسف ثانی تھا۔ سلطان محمد اپنے چھوٹے بھائی کو بے حد چاہتا تھا اور کبھی اپنے سے جدا نہ کرتا تھا لیکن امرائے سلطنت نے خلوت میں سلطان محمد کو منع کیا کہ اس طرح اپنے بھائی سے جو دعویٰ دار سلطنت ہے محبت رکھنا گویا آستین میں سانپ پالنا ہے اور یہ بات نہایت نامناسب ہے۔ سلطان محمد اپنے چھوٹے بھائی کو بہت عزیز رکھتا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ اس کا چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے ہاتھ سے مارا جائے لیکن مشیران سلطنت نے کچھ ایسا نشیب و فراز سمجھایا اور ایسا دباؤ ڈالا کہ محمد بالکل مجبور ہو گیا اور کہا کہ اس امر میں دو بڑی مشکلات ہیں اول تو قتل ناحق دوسرے یہ کہ اس صدمے سے میری ماں کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ اس لیے جب تم لوگ مجھے مجبور کرتے ہو تو بہتر یہی ہے کہ تم ہی اس قضیہ نامرضیہ کو میری والدہ کے سامنے پیش کرو میں کہاں سے پتھر کا کلیجہ لاؤں جو یہ بات اپنے برادر بجان برابر کے واسطے اور کسی کے سامنے بھی نہیں خاص اپنی والدہ ماجدہ کے سامنے منہ سے نکالوں۔ چنانچہ امرائے سلطنت یوسف کی ضعیف والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ادھر اُدھر کی باتیں کر کے اپنے مطلب پہ آئے یوسف کی ماں اس گفتگو کو سن کر کلیجہ تھام کر بیٹھ گئی بھلا ایسا کون سی ماں ہوگی جو آگے دے کے اپنے جگر گوشہ کو بلا قصور و خطا کے ذبح کروا دے لیکن وہ عورت نہایت فریسہ تھی تاڑ گئی کہ میں لاکھ بھی انکار کروں مگر جب کہ یہ سب اس غریب کی جان لینے پر تلے ہوئے ہیں تو بھلا کب ٹلنے والے ہیں جوان کے منہ سے نکلا ہے بیچ کھیت کر کے رہیں گے۔ یہ سن کر تھوڑی دیر غوط میں گئی اور کچھ دل میں سوچ کر کہا کہ اچھا خیر جو تم سب کی صلاح ہے وہی میری بھی ہے۔ ''صلاح ما ہمہ آنست کاں صلاح شماست'' مگر خیر مجھ خستہ جاں کو کم سے کم آج ایک شب کی مہلت تو دو کہ میں اپنے بچے کو چھاتی سے لگا کر ذرا اپنا کلیجہ تو ٹھنڈا کر لوں کل صبح تو تمہارے حوالے کر ہی دوں گی پھر جو تمہارا دل چاہے سو کرو یا میں خود اپنی چھاتی پر پتھر رکھ کر رات کو ہی اس کا کام تمام کر دوں گی۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ کام بن گیا تو ایک رات کی مہلت کون سی بڑی بات تھی راضی ہو کر چلتے ہوئے یوسف کی ماں نے نہایت فرزانگی سے دل میں سوچا کہ مترس از بلائے کہ شب درمیاں۔ قضائے کردگار حسن اتفاق سے ساوہ کا ایک تاجر خواجہ عماد الدین گرجستانی قسطنطنیہ سے مال و اسباب تجارت لونڈی و غلام ترکی لے کر بیجاپور میں ٹھہرا ہوا تھا۔ یوسف کی ماں جو بڑی دانش مند اور مستقل مزاج تھی وہ عورتوں کی طرح گھبرا نہیں گئی نہ جزع فزع کی

Marfat.com

بلکہ بہت سوچ سمجھ کر یہ تدبیر نکالی کہ اس تاجر کے پاس ایک لڑکا ہو بہو یوسف کی شکل و شمائل اور اسی سن و سال کا تھا اس نے راتوں رات تاجر کو بلا اس لڑکے کو خرید لیا بعد جھٹ اپنے بچے کو تاجر کو دے دیا اور بہت کچھ زر و جواہر دے کر اپنے بچے کی نگہداشت اور پرورش کی تاکید کر دی اور کہہ دیا کہ تم راتوں رات چپ چاپ شہر سے اپنے وطن کو فوراً چلے جاؤ۔ یوسف کی ماں نے غلام نو خرید کر اپنے گھر میں اس طرح داخل کر لیا کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی۔ آدھی رات کے وقت اس بے چارے کو زہر دے کر مار ڈالا۔ زہر کے سبب سے غلام کا سارا رنگ ایسا نیلا پڑ گیا کہ چہرہ تمیز نہ ہوتا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ گلا دبا کر مار ڈالا بہر حال کچھ بھی ہو اس غریب کا کام تمام ہو گیا۔ آدھی رات کے بعد محل میں رونا پیٹنا پڑ گیا کہ شاہزادہ یوسف کا یکا یک انتقال ہو گیا۔ صبح سویرے سارے لوگ جمع ہوئے۔ شاہانہ تزک و احتشام سے مراسم تجہیز و تکفین ادا ہوئے۔ سوداگر کو نعمت غیر مترقبہ ہاتھ لگی راتوں رات نکل کھڑا ہوا کب نکل گیا کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ ساوہ پہنچ کر دونوں رہنے سہنے لگے شاہزادے کی عمر اس وقت صرف سات برس کی تھی۔ سوداگر کو یوسف سے بے انتہا محبت ہو گئی اور وہ اس کو علو مرتبت کے موافق تعلیم و تربیت کرنے لگا۔ ایک سال بعد یوسف کی ماں نے یوسف کی دایہ کو مع اور چند لوگوں کے ساوہ بھیج دیا۔ دایہ تو وہیں رہ گئی باقی لوگ خبر خیریت لے کر واپس چلے آئے اور اس طرح ہر سال قسطنطنیہ سے قاصد و پیغامبر شاہزادے کی خیر خبر لینے کو آیا جایا کرتے تھے لیکن یہ کیسے ممکن تھا کہ اتنی بڑی بات دبی رہتی شدہ شدہ یہ خبر پھوٹی کہ شہر ساوہ میں فلاں تاجر کے ہاں کوئی شاہزادہ چھپا ہوا ہے۔ حاکم ساوہ جو ایک طمع شخص تھا اس خبر کے سنتے ہی اس کے منہ میں پانی بھر آیا طرح طرح سے سوداگر کو ستانے اور دبانے لگا۔ عماد الدین نے جب دیکھا کہ یہ راز طشت از بام ہوا چاہتا ہے اور یہاں دشمنوں میں رہنا سخت خطرناک ہے مرتا کیا نہ کرتا ساوہ کو چھوڑ چھاڑ ایک دوسرے قصبہ قم میں چلا گیا۔ قضائے کردگار "دشمن اگر قویست نگہباں قوی ترست"۔ تھوڑے عرصے کے بعد حاکم ساوہ نے داعی اجل کو لبیک کہا دشمن صفحۂ دنیا سے مٹ گیا۔ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ عماد الدین نے پھر ساوہ کو لوٹنا چاہا کہ میدان خالی تھا لیکن یوسف کے خواب میں حضرت خواجہ خضر نے آ کر بشارت دی کہ "اے یوسف ساوہ کو کہاں جاتا ہے۔ ہندوستان جنت نشان کی طرف جا کہ تیرا شجر مراد وہیں بار آور ہو گا۔ اور وہاں تھوڑی سی تکلیف اٹھانے کے بعد بہ افضال الٰہی راحت ہی راحت ملے گی اور آگے چل کر تاج شاہی تیرے زیب سر ہو گا"۔ یوسف نے عماد الدین سے تو اس خواب کا کچھ ذکر نہیں کیا کہ خواب کی باتوں کا کیا بھروسہ لیکن عماد الدین سے اس نے ہندوستان

Marfat.com

چلنے پر ایسا اصرار کیا کہ اسے ماننا ہی پڑا اور ۸۶۴ھ م ۶۰۔۱۴۵۹ء میں ہندوستان کا رخ کیا اور سیدھے بندر وائل کو پہنچے اور وہاں کئی برس حالت کس مپرسی میں پڑے رہے۔ ایک دن یوسف سیر و شکار کے لیے لب دریا نکل گیا تشنگی غالب ہوئی کیا دیکھتا ہے کہ وہی بزرگ جن کو پہلے خواب میں دیکھا تھا ایک جام آب شیریں لیئے ہوئے تشریف لائے اور کہا کہ "لے پی لے" اور پھر فرمایا کہ "جو خواب تو نے پہلے دیکھا تھا وہ رویائے صادقہ ہے کچھ اندیشہ نہ کر اور خدا کی ذات سے فضل و کرم کے امیدوار رہ۔ دیر آید درست آید"۔ یوسف پانی پینے لگا کہ اتنے میں وہ بزرگ نظروں سے غائب ہو گئے۔

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں گشت از نظر یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

یوسف اس مژدۂ جاں بخش سے مارے خوشی کے جامہ میں نہ سمایا اور خواجہ عمادالدین یوسف کو لے کر جانب بیدر روانہ ہوا۔ ان دنوں بیدر میں ملک التجار خواجہ علاء والدین محمود گیلانی جو آگے چل کر خواجہ جہاں اور خواجہ گاواں کے نام سے مشہور ہوا سلطنت بہمنیہ کا وزیر اعظم تھا۔ خواجہ عماد الدین اور خواجہ علاءالدین دونوں ہم وطن تھے اور ان کے آپس میں بڑی گاڑھی دوستی تھی اس رابطۂ سابقہ کے لحاظ سے بیدر میں بھی گہرے تعلقات پیدا ہو گئے۔ ایک دن خواجہ جہاں نے یوسف کو جو نہایت وجیہ اور حسین اور خوش سیرت اور نیکو خصلت تھا دیکھا اور اس کی نوجوانی اور لیاقت کا گہرا نقش اس کے دل پر ہوا اور خواجہ جہاں نے کہا کہ اس لڑکے کو تم نے بے کار کیوں بٹھا رکھا ہے بہتر یہ ہے کہ اسے بادشاہی جیلوں کے جرگے میں شریک کرا دو کہ موقع اچھا ہے یہ اپنی وجاہت ظاہری اور جوہر ذاتی سے بہت جلد ترقی کرے گا اور تھوڑے ہی دنوں میں دیکھنا کہ کہاں سے کہاں پہنچتا ہے۔ علاءالدین نے پہلے تو کچھ پس و پیش کیا لیکن پھر راضی ہو گیا۔ چنانچہ یوسف سلطان محمد بہمنی کے جیلہ ہائے خاص بادشاہی میں شامل ہو گیا۔ خواجہ جہاں اسے مثل اپنے فرزند کے چاہنے لگا کہ وہ بڑا مردم شناس تھا۔

بالائے سرش ز ہوشمندی می تافت ستارۂ بلندی

چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں اپنی ذاتی وجاہت اور قابلیت کی بدولت امرائے عظام اور سرداران کرام میں داخل ہو گیا اور اسے بخت رسا اور تقدیر کی مساعدت سے کچھ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ یوسف عادل خاں اور پھر مجلس رفیع اور آگے چل کر ملک الشرق کے خطابات سے سرفراز ہوا اور ۸۹۰ھ میں بیجاپور کی طرف بغرض فرماں روائی روانہ ہوا۔

یوسف کی نسبت ایک دوسری روایت رفیع الدین شیرازی سے منقول ہے کہ ۹۶۸ھ میں وہ بغرض

Marfat.com

تجارت ولایت سے قبضہ گوگی ملک دکن میں کہ جہاں یوسف عادل شاہ کا مقبرہ ہے (جواب تعلقہ شاہ پور ضلع گلبر گہ میں ہے) مقبرے پر سو حفاظ اور لنگر اور خدام مقرر تھے ان حفاظ میں حافظ شمس الدین خضری نامی ایک شخص جن کی عمر نوے برس سے متجاوز تھی، تھے۔ یہ شخص بڑا سیاح اور یوسف عادل شاہ کا ملازم قدیم تھا اور اس وجہ سے مقبرہ کے حفاظ میں شریک تھا وہ یوسف عادل شاہ کی داستان یوں بیان کرتا تھا کہ وہ حسن بیگ کی سلطنت کے زمانے میں دیار بکر میں تھا کہ انہیں دنوں امرائے جہاں شاہی کی مخالفت کی خبر مشہور ہوئی کہ آپس میں لڑ بھڑ کر کٹ مر رہے ہیں۔ حسن بیگ نے موقع پاکر ادھر کا رخ کیا اور تبریز کو پہنچا ہی تھا کہ جہاں شاہ کا انتقال ہو گیا۔ حسن بیگ تمام مملکت آذر بائیجان، خراساں، عراقین، فارس و کرمان پر مستولی ہو گیا اور اپنی طرف سے حکام کو ہر ہر صوبے میں مقرر کیا اسی طرح اپنے بھانجے احمد بیگ کو سادہ کا گورنر مقرر کیا۔ احمد بیگ نے سادہ میں ایک لڑکی سے شادی کرلی جس سے اولاد بھی ہوئی۔ احمد بیگ کے انتقال کے بعد اس کا بڑا لڑکا محمود بیگ سادہ کا گورنر مقرر ہوا لیکن ایک ہنگامہ میں مارا گیا اس کا مارا جانا تھا کہ اس کے اہل و عیال تتر بتر ہو گئے۔ محمود بیگ کا بڑا لڑکا یوسف بیگ عالم صغر سنی میں اصفہاں میں تھا وہاں بھی لوگوں نے چین سے نہ بیٹھنے دیا تو شیراز آیا اور پانچ سال تک وہاں رہا اس عرصے میں سن رشد کو پہنچا لیکن دشمن ہاتھ دھو کے پیچھے پڑے تھے وہاں سے بھی بھاگا اور ہندوستان آیا اور لاڑ کی مسجد میں تھا کہ ایک نورانی چہرہ خواب میں آئے اور چند روٹیاں گرما گرم یوسف کے ہاتھ میں دیں اور فرمایا "جا تیری روٹی ملک دکن میں اتری ہے"۔ ہدایت غیبی کے موافق یوسف بندر حروں میں پہنچا دیکھا کہ وہاں ایک تاجر خواجہ زین العابدین سہنائی نامی سلطان محمود بہمنی کی طرف سے آیا ہوا مال و اسباب فروخت کر رہا ہے اور بندر کی مشہور چیزیں گھوڑے اور ترکی غلام لے کر کشتی میں بار کر کے جانے والا ہے کہ اس اثناء میں یہ بھی جا پہنچا چوں کہ یوسف نہایت شکیل اور خوب صورت جوان تھا اور بہت قوی ہیکل تھا خواجہ زین العابدین نے اسے بخوشی اپنے ساتھ کشتی میں سوار کر لیا اور اس طرح بیدر پہنچ کر چندے مقام کیا لیکن تقدیر کی ابھی گردش تھی کوئی صورت فلاح کی نظر نہ آئی ناچار وطن کی طرف معاودت کی اور اسی لاڑ کی مسجد میں ٹھہرا ہوا تھا کہ پھر وہی بزرگ خواب میں آئے اور فرمایا کہ ہم نے تجھے ملک دکن کو بھجوایا تھا تو کیوں بے صبری کر کے واپس چلا آیا پھر وہیں جا تیری تقدیر وہیں چمکے گی۔ بہر حال کشش آب و دانہ پھر دکن میں لائی اور بیدر میں وہی فروکش ہوا جہاں کہ پہلے تھا۔ ان دونوں بیانوں میں پہلا ہی بیان زیادہ قرین صدق معلوم ہوتا ہے کہ بیجاپور میں تمامی شاہی عمارتوں پر ہلال کی علامت

Marfat.com

موجود ہے جو خاص کر سلاطین ترک کا نشان ہے۔ ایران و فارس سے کوئی تعلق پایا نہیں جاتا۔

یوسف کی بہادری اور شہ زوری کی بہت سی کہانیاں مشہور ہیں چنانچہ ایک معرکہ میں اس کا اور دہلی کے ایک مشہور اور نام آور پہلوان کا مقابلہ بیدر میں سلطان محمد بہمنی کے سامنے ہوا جس میں میدان یوسف کے ہی ہاتھ رہا۔ یوسف اسم با مسمیٰ تھا

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ   شنیدہ کے بود مانند دیدہ

وہ نہایت شکیل سڈول اور خوب رو جوان تھا اس کے علاوہ نہایت فراخ دل، عالی حوصلہ اور جری بھی تھا۔ اس میں شک نہیں کہ بلدۂ بیدر میں وہ ایک نامور اور مشہور ہر دل عزیز شخص تھا اور دربار شاہی میں اس کی عزت اور توقیر روز افزوں تھی۔ اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب اور مناصب جلیلہ سے وہ سرفراز ہوتا چلا گیا۔ دن دونی رات چوگنی ترقی تھی۔ یہ تو دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی کے زمانہ موافق ہوتا ہے اور وہ شخص عروج اور ترقی کے مدارج پر ہوتا ہے تو بغض و حسد کی وجہ سے بہت سے لوگ دشمن ہو جاتے ہیں اور مخالفین ہر طرح درپے آزار ہو جاتے ہیں۔ انہیں دنوں میں جب کہ یوسف کا نیر اقبال چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا ملک تلنگانہ میں بغاوت ہوئی اور یار لوگوں نے بادشاہ سے جڑ دی کہ اس مہم عظیم کے سر کرنے کے لیے یوسف سے بہتر کوئی شخص ملنا ناممکن ہے۔ وہاں دیر کیا تھی، بادشاہ نے یوسف کو حکم دیا، یوسف کب ٹلنے والا تھا فوراً ایک جرار لشکر لے کر یلغار پہنچا۔ اس زمانے میں نہ ریل تھی نہ تار نہ جلد جلد خبر آنے کا کوئی ذریعہ تھا۔ یوسف کو جا کر ایک عرصہ ہو گیا مگر کچھ خبر نہ ملی بادشاہ بھی یوسف کے سکوت سے متردد تھا کہ آخر ہوا کیا جو الٹ کر خبر تک نہ دی کیا زمین پھٹ گئی اور وہ سما گیا یا آسمان اسے نگل گیا۔ مصاحبین کو ریشہ دوانی کا اچھا موقع ملا انہوں نے عرض کی کہ جہاں پناہ یہ خموشی بھید سے خالی نہیں۔ دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔ ان ہی حضرات نے بادشاہ کے کان بھرے کہ خداوند عالم اس نے تو ملک تلنگانہ جب ہی فتح کر لیا اور چین سے اس ملک کا خود مختار مالک بن بیٹھا ہے اور رنگ رلیاں منا رہا ہے۔ لیکن اصل بات یہ تھی کہ دشمنوں نے یہ چالاکی کہ یوسف کا کوئی معروضہ بادشاہ تک پہنچنے ہی نہ دیا جو آیا راستہ میں ہی سے اڑا لیا۔ ان سب دشمنوں میں یوسف کا بھی صرف ایک سچا خیر خواہ حسین آقا نامی تھا اس نے دل کڑا کر کے عرض کی کہ یوسف تو ایسا نمک حرام نہیں ضرور اس میں کچھ نہ کچھ بھید ہے "خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید" بہتر یہ ہے کہ بڑے آقا کو روانہ کیا جائے تاکہ وہ جا کر چشم دید

Marfat.com

حالات آکر پیش گاہ خسروی میں عرض کریں۔ بڑے آقا یوسف کی تلاش میں گئے مگر ان کو خدا جانے کیا معرکہ پیش آیا کہ انہوں نے بھی کچھ دنوں تک خبر نہ دی۔ "ہر کہ درکان نمک رفت نمک شد" اب کیا تھا مخالفین کو اور زور ہوا اور بادشاہ کے دل میں خوب الٹی سیدھی جمانے لگے۔ بادشاہ نے جب دیکھا کہ معاملہ بے ڈھنگا ہے حسین آقا کو حکم دیا کہ تم خود جا کر یوسف کو لے آؤ بڑے آقا کو یوسف نے وہیں چھوڑا اور خود مع حسین آقا کے واپس آیا۔ یوسف کے آنے کی خبر سن کر بادشاہ نے بہ نفس نفیس تھوڑی دور خود پیش قدمی فرمائی اور جب معلوم ہوا کہ یوسف نے کیا کچھ جان پر کھیل کر سرکش و باغی اقوام تلنگانہ کی سرکوبی کی اور مطیع کیا تو بادشاہ ایسا خوش ہوا کہ یوسف کو مواضع، سنجن، گوڑہ، گانچی، کاستر، مع بنگالارہ کی جاگیر مرحمت فرمائی۔ بڑے آقا خطاب "سبحان قلی" سے سرفراز ہوئے اور اضلاع ملک کرناٹک میں رہنے کا حکم ہوا۔ اس سرفرازی پر تھوڑے دن گزرنے نہ پائے تھے کہ یوسف کو عادل خاں کا خطاب دے کر ضلع بیجاپور کا گورنر مقرر کیا۔ سلطان محمد کی سلطنت کا آخری وقت سلاطین خاندان بہمنیہ کے زوال کا زمانہ تھا اور اس کی وفات پر فسادات اور خانہ جنگیاں سلطنت بیدر میں شروع ہو گئیں۔ جب یوسف نے یہ حال سنا کہ ہر شخص خود مختار ہو گیا تو اس نے بھی ایک جرار لشکر ترک اور مغلوں کا جمع کیا اور جب اپنی جگہ قدم جما لیے تو بہ تدریج دار السلطنت بیدر سے قطع تعلق کرتا گیا اور آخر کار ۸۹۶ھ م ۸۹ ۴ا ء میں اس نے بہ مصداق اَلسَّیفُ لِمَنْ ضَرَبَ وَ الْمُلْكُ لِمَنْ غَلَبَ (تلوار مارنے کی اور ملک اس کا جو زبردست ہو۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس)۔ کھلے خزانے اپنی خود مختار بادشاہت کا اعلان کیا اور مسجد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کیا اور عادل خاں کو عادل شاہ سے بدل دیا۔ اس بادشاہ کو سادی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس نے سادہ میں نشو و نما پائی تھی اور بعض سوائی بھی کہتے ہیں کہ سوا کے معنی اردو میں ایک اور اس کے اوپر پاؤ کے ہیں چوں کہ یوسف امرائے محمد شاہی میں سب سے شوکت اور ملکیت میں بڑھا ہوا تھا اور سب میں ممتاز اور سربر آوردہ تھا اور ملک و جاگیرات بھی اس کے قبضے میں سب سے زائد تھے اور اس طرح اپنے اقران و امثال میں ہر اعتبار سے سوایا تھا۔

Marfat.com

پہلا باب

یوسف عادل شاہ ۱۴۸۹ء تا ۱۵۱۰ء

دکن از ارم رونما خواستست | کہ از عدل عادلشہ آراست ست
زعدش چناں گشت آہو دلیر | کہ چوں مردمک رفت در چشم شیر
زہے عدل پرور شہ بیہمال | کہ گر گم کند بچۂ خود غزال
کند دربن ناخن شیرنی | اگر بگزرداز نیستانش نی
درخشندہ خورشید عدلش چناں | کہ شد آب زنجیر نو شیرواں
پناہ جہاں گشت ایں تاج و تخت | زروئے زمین فتنہ بربست رخت
اگر حاجت افتد بخواب گراں | تواں یافت دردیدۂ پاسباں

قاسم برید۔ تیم راج وغیرہ کا یوسف عادل شاہ سے مقابلہ

تخت نشینی کے بعد یوسف عادل شاہ کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ قاسم برید نے سلطان محمود کو ایسا بے اختیار محض کر رکھا تھا کہ در حقیقت خود ہی سلطنت بہمنیہ کا بادشاہ تھا۔ جب اس کو یوسف کے بادشاہ ہو جانے کی خبر ملی تو بہت پیچ و تاب کھایا اور آتش حسد بھڑکنے لگی۔ بیجانگر کا راجہ بھی بیدر کے بادشاہ کی طرح تیم راج کی مٹھی میں تھا۔ قاسم برید نے اسے ابھارا اور ملک دوآبہ رائچور اور مدگل دینے کی طمع دلائی اور اسی طرح بہادر گیلانی کو جو بندر گوا اور تمام ملک کوکن پر مستولی تھا۔ سلطنت عادل شاہی پر یورش کرنے کے لیے برانگیختہ کیا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ تیم راج ایک بڑے لشکر کے ساتھ دریائے تنگابھدرا کے پار اتر آیا اور تمام ملک کو تباہ اور برباد کرتا ہوا قلعہ رائچور اور مدگل پر قابض ہو گیا اور یہ دونوں مقامات مسلمانوں کے قبضے سے نکل کر راجہ بیجانگر کے تحت حکومت چلے گئے۔ بہادر گیلانی قلعہ جام کھنڈی کو دبا بیٹھا۔ بادشاہ کو جب خبر ہوئی تو اس نے قلعہ رائچور اور مدگل سے دست بردار ہو کر حکمت عملی سے تیم راج سے صلح کر لی اور اس طرح سر دست یہ بلا ٹلی۔ قلعہ جم کھنڈی پر تو قبضہ نہ ہو سکا مگر بہادر گیلانی کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا اور قاسم برید جس نے یہ سارا شر و فساد برپا کیا تھا اس کی کوشش

Marfat.com

مالی کو آٹھ ہزار سوار کہ جس میں اکثر مغل اور ترک تھے لے کر بیدر کی طرف چلا۔ قاسم برید نے جب خبر پائی تو ملک احمد نظام شاہ بحری سے نہایت عجز والحاح سے مدد چاہی۔ احمد نظام شاہ مع خواجہ جہاں دکن حاکم قلعہ پرینڈہ کے بیدر کی طرف چلا۔ قاسم برید سلطان محمود شاہ بہمنی کو ساتھ لے کر شہر سے نکلا اور احمد نظام شاہ اور خواجہ جہاں نے بیدر سے پانچ کوس آگے بڑھ کر یوسف عادل شاہ سے مقابلہ کیا اور بڑی بھاری لڑائی ہوئی جس میں بریدیہ لشکر کو ہزیمت فاش ہوئی۔ یوسف شاہ نے اس فتح کے بعد احمد نظام شاہ کی خبر لینے کا ارادہ کیا۔ غضنفر بیگ برادر رضاعی یوسف عادل شاہ نے عرض کی کہ اس میں احمد نظام شاہ کا کیا قصور ہے وہ خود تھوڑی آیا تھا یہ ساری کرتوت تو قاسم برید کی تھی۔ ''اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست''۔ اس طرح آپس میں لڑنے سے سوائے نقصان طرفین کے کچھ فائدہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ آپس میں صلح کرلی جائے پس دونوں طرف سے لوگوں نے بیچ میں پڑ کر مصالحت کرادی اور یوسف عادل شاہ بیجاپور واپس آیا۔

یوسف عادل شاہ اور رائے بیجانگر کی جنگ رائچور پر ۸۹۸ھ م ۱۴۹۳ء

یوسف عادل شاہ کے دل میں رائچور اور مدگل کا نکل جانا ایک خار تھا جو کھٹک رہا تھا۔ رائے بیجانگر سے انتقام لینے کی غرض سے ۸۹۸ھ م ۱۴۹۳ء میں رائچور کی طرف روانہ ہوا راستے میں دس روز تک سیر و شکار و جشن ہائے شاہی مناتا ہوا منزل بہ منزل چلا جاتا تھا۔

شکار افگن و سر خوش و شاد کام ہمی کرد منزل بہ منزل خرام

اسی طرح کوچ در کوچ ساحل رود کرشنا پر پہنچ کر ایک بڑا بھاری کیمپ آراستہ کیا۔

جہاں پر سراپردہ و بارگاہ گزشتہ سر خرگہ از اوج ماہ
زبس خیمہ و خرگہ و سائبان زمیں کرد از آسماں رونہاں

جشن طرب اور اکل شرب اور گلعذاراں سیم اندام و شمشاد قداں سبز فام کی صحبت میں عیش اڑانے لگا

نازک بدناں سرو قامت در شوخی و دلبری قیامت
ہر یک رقمے بہ خوش نگاری سرو سمن و گل بہاری

غرض رات دن یہی مشغلہ رہا

خوش آں شہ کہ ایں بزم عشرت نہاد جہاں راے و ساغر از دل بداد

Marfat.com

گل و لالہ را تا بود بود رنگ　　زماں راشتاب و زمیں را درنگ
رخش باد تابندہ چوں آفتاب　　زتاج کئی و تخت افراسیاب
مدام از مے لعل فرما ندھی　　مینا و کس جام خسرو تہی

استاد حسین قزوینی جو قانون بجانے میں بے نظیر تھا اس نے یہ شعر گایا

بوئے پیراہن یوسف زجہاں گم شدہ بود　　عاقبت سرز گریباں تو بیروں آورد

بادشاہ کو اس کا ساز اور گانا از حد پسند آیا اور چھ ہزار ہن انعام عطا کیا اسی طرح کئی دن عید رات، شب برات میں گزرے کہ بادشاہ کا مزاج تپ و لرزہ اور کھانسی سے ناساز ہوا اور برابر دو مہینے تک بر آمد نہیں ہوا۔ کام سلطنت کا غضنفر بیگ آغا کرتا تھا یہاں تک کہ بادشاہ کے مرنے کی خبر پھیل گئی تیم راج کی مراد بر آئی۔ ۸۹۸ھ میں بیس ہزار سوار و پیادہ اور بیس ہزار زنجیر فیل لے کر رائچور آن پہنچا۔ اس خبر سے لشکر عادل شاہی میں ایک ہلچل مچ گئی۔ بیمار بادشاہ کی صحت عاجل کے لیے مضطربانہ دعائیں مانگیں۔ خدا کا شکر ہے کہ دعا قبول ہوئی اور بادشاہ کا مزاج رو بہ اصلاح ہوا۔ بادشاہ نے اپنی صحت کے شکریہ میں بیس ہزار ہن علماء اور فضلاء اور سادات مدینہ و کربلا و نجف اشرف کو جو لشکر میں موجود تھے تقسیم کیے اور بیس ہزار ہن عبداللہ ہروی کو دیے جو کہ یوسف عادل شاہ کے ساتھ ولایت سے آیا تھا اور حکم دیا کہ ساوہ میں جا کر ایک مسجد بنوائی جائے اور ایک بڑا مینار بنا کر شہر میں آب رسانی کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ اب وہ مسجد 'مسجد غریباں' کے نام سے موجود ہے۔ جب تیم راج کے آنے کی خبر گوش مبارک میں پہنچی تو بادشاہ نے اپنی فوج کا داخلہ دیکھا۔

شہنشاہ دیں دار صاحب قراں　　خدیو فلک قدر گیتی ستاں
بفرمود تا برنشیند سپاہ　　درآید بآئیں سوئے عرصہ گاہ
بہ آراستہ یکسر اسپ و سوار　　ہمہ یا سلاح انچہ آید بکار

آٹھ ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ اور چالیس ہاتھی ملاحظہ سے گزرے۔ دریا پار ہو کر آگے بڑھ کر لشکر کا میدان دیکھ بھال کر خندق کھدوائی اور اپنا لشکر ہندوؤں کی فوج سے تھوڑے فاصلہ پر ڈال دیا اور بارہ روز تک چپ چاپ وہیں پڑے رہے آخر کار بماہ رجب ہفتہ کے دن ۸۹۸ھ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ اور اوائل جنگ میں عادل شاہ کے فوج کے پانچ سو بہادر کام آئے اور جو بچے ان کے قدم اکھڑ گئے اور بد نظمی

Marfat.com

پھیل گئی۔ اس وقت بادشاہ اور غضنفر آقا سوار ہو کر ایک طرف کھڑے تھے بادشاہ نے کہا نقارہ بجاؤ، نقارہ کی آواز سنتے ہی پہلے میرزا جہانگیر قمی پانچ سو سوار لے کر حاضر ہوا اور اسی کے ساتھ داؤد خاں سات سو نفر جوانان عجمی اور راجپوت لایا۔ بادشاہ تردد ہی میں تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے کہ یکایک سو یچک بہادر اوزبک سلحدار آن پہنچا اور عرض کی کہ میں دشمنوں کے نرغے میں گھر گیا تھا چنانچہ میرے ہتھیار اور گھوڑا بھی انہوں نے چھین لیا میں حیران و پریشان چاروں طرف دوڑ رہا تھا کہ حسن اتفاق سے ایک سوار گھوڑے پر سے گر پڑا میں جھٹ اس کے گھوڑے پر سوار ہو کر اقدام مبارک میں حاضر ہوا۔ دشمنوں کا یہ حال ہے کہ انہوں نے اپنی جگہ سمجھ لیا ہے کہ فتح ہو گئی اور نوچ کھسوٹ اور لوٹ مار میں لگے ہوئے ہیں ادھر سے بالکل غافل ہیں یہ موقع بہت اچھا ہے اگر ہم اس وقت ان پر جا پڑیں تو کچھ عجب نہیں کہ میدان ہمارے ہاتھ رہے۔ بادشاہ کو یہ صلاح پسند آئی اور اسی وقت تین ہزار پانچ سو چنندہ مرد کارزار کے ساتھ دشمن پر جھک پڑا۔

روان شد سوئے لشکر کینہ خواہ　　　بہ نیروے اقبال دعون الہ

بادشاہی فوج ایسی اچانک آن گری کہ ہیم راج کی فوج کو سنبھلنے نہ دیا تاہم وہ سات آٹھ ہزار سوار اور بہت سے پیدل اور تین سو ہاتھی لے کر مقابلہ کو آیا۔ یوسف کی فوج نے قلب لشکر پر اس زور کا حملہ کیا کہ چھکے چھڑا دیے۔

برچرخ برد باد فنا خاک معرکہ　　　بر آب دادہ آب حیات آتش سناں
پیکاں چو چشم در حرم دل گرفتہ جا　　　حربہ چو عقل قید سر ساختہ مکاں
گہ تیر ہمچو غمزۂ دلدار دل ربائے　　　گہ نیزہ ہمچو قامت جاناں رواں ستاں
بر کشتگان معرکہ بر رسم تعزیت　　　چشم زرہ چو دیدۂ عشاق جاں فشاں

مسلمانوں کی کھلی فتح ہوئی ہندو چالیس ہاتھی، ہزار گھوڑے اور تیس لاکھ ہن اور بہت سے جواہرات اور مال و متاع چھوڑ کر بھاگے۔

چہ پرتوست کہ اقبال در جہاں افگند　　　چہ غلغل ست کہ دولت بر آسماں افگند
چہ منت ست کہ در گردن زمیں و زماں　　　طلوع مراتب شاہنشہ جہاں افگند

ہیم راج نوجوان راجہ بیجانگر کو لے کر بھاگا لیکن بیچارے رائے زادے کو تیر کا ایسا کاری زخم لگا تھا کہ

Marfat.com

راستہ ہی میں ختم ہو گیا۔ ہیم راج نے میدان خالی پایا اور خود مالک بن بیٹھا لیکن بعض امراء و روساء نے اس غاصبانہ کارروائی کی مخالفت کی اور باہمی جنگ و جدال ہونے لگا مثل مشہور ہے کہ "دو کی لڑائی تیسرے کی بھلائی" کچھ عرصہ تک یوسف عادل شاہ کو ان مخصوں سے نجات ملی۔ اس طرح ملک دوآبہ قلعہ رائچور اور مدگل پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

ترویج مذہب شیعہ اور اس پر عام ناراضی اور مذہبی جنگ

اب جو تھوڑے دنوں سکون رہا اور دشمنوں سے مہلت ملی تو بادشاہ اندرونی انتظام مملکت کی طرف متوجہ ہوا اور چوں کہ اس کا مذہب شیعہ تھا جس کی تعلیم اس نے ملک فارس میں پائی تھی اس نے اس کی ترویج میں کوشش کی لیکن دکن کے تمام باشندے امراء و اعیان سب سنی المذہب تھے اس وجہ سے انہوں نے شیعہ عقائد کی ترویج میں بڑی مخالفت کی اور چاروں طرف مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی لیکن یوسف عادل شاہ نے ۹۰۸ھ میں بروز جمعہ مسجد قلعہ ارک میں نصیب خاں مشہدی سے اذان دلوائی اور کلمہ أشهَدُ أنَّ عَلياً وَلِي الله پڑھوایا اور خطیب نے منبر پر چڑھ کر اسامی صحابہ کبار ساقط کر کے ائمہ اثنا عشر علیہ السلام کے نام کا خطبہ پڑھا۔ عین الملک اور دوسرے امرائے عظام دلاور خاں حبشی اور محمد سیستانی وغیرہ نہایت ملدر ہوئے اور بلا ادائے نماز کے مسجد سے چلے گئے اور چو طرف خطوط دوزائے جس پر سلطان محمود بہمنی اور امیر برید نے بہ شراکت احمد نظام شاہ احمد نگر و قطب شاہ گولکنڈہ چاروں نے مل کر ایک مذہبی جنگ بہ حمایت عقیدۂ سنت والجماعت شروع کی اور ایک بہت بڑی فوج لے کر بیجاپور آ پہنچی۔ بے چارہ یوسف شاہ اکیلا تھا ان چاروں کی مجتمع قوت کا کیا مقابلہ کر سکتا تھا ناچار ملک خاندیس کی طرف نکل گیا اور اپنے دوست عماد الملک کے پاس چلا گیا۔ عماد الملک نے یوسف شاہ کو بڑی لعن طعن کی اور کہا کہ یہ کیا خبط سوار ہوا تھا کہ بیٹھے بٹھائے تم نے امامیہ مذہب کی ترویج میں اپنی تمام سنی رعایا سے برائی مول لی اور یہاں تک زیادتی کی کہ جبراً اہل تشیع کے عقائد کی ترویج دی اب مناسب یہ ہے کہ تم اپنی اس ناشائستہ حرکت سے توبہ کرو اور ساتھ ہی ساتھ عماد الملک نے محمود شاہ بہمنی کو بھی لکھ دیا۔ یوسف شاہ نے مذہب تشیع کی ترویج کا خیال بالکل چھوڑ دیا ہے اب کبھی ایسا نہ ہو گا آپ اپنا لشکر بیجاپور سے واپس لے جائیے۔ محمود شاہ نے ایسا ہی کیا اور یوسف شاہ دار السلطنت میں امن و امان سے داخل ہوا لیکن اسے کچھ ایسا غلو تھا کہ باوجود وعدے وعید کے پھر بھی وہ شعیت کو فروغ دینے سے باز نہ رہا۔

Marfat.com

یوسف عادل شاہ کی بیماری اور موت ۹۱۶ھ م ۱۵۱۰ء

۹۱۵ھ مطابق یکم رمارچ ۱۵۱۰ء میں جو یوسف عادل شاہ کی سلطنت کا آخری زمانہ تھا، خبر ملی کہ عیسائیوں نے بندر گوا پر حملہ کیا اور قلعہ دار کو غافل پاکر بہت سے مسلمانوں کو مار ڈالا۔ جوں ہی یہ خبر عادل شاہ کو پہنچی وہ تین ہزار منتخب فوج مغلوں اور دکھنیوں کی لے کر یلغار صرف پانچ دن میں گوا پہنچ گیا اور قلعہ کو فتح کر کے بہت سے پرتگالیوں کو تہ تیغ کیا کچھ تھوڑے سے بچ کر جہازوں میں بیٹھ کر سمندر کی راہ سے بھاگ گئے۔ بائیس سال دو ماہ مسلسل نہایت عزم واستقلال سے سلطنت کرنے کے بعد بادشاہ مرض سواء القنیہ (یہ مرض مقدمہ ہے استسقاء کا) میں مبتلا ہوا چوں کہ مرض روز بروز اشتداد پر تھا اس نے سمجھ لیا تھا کہ اب چند روز کی ہوا کھا رہا ہے۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کو طلب کیا اور اس کو ولی عہد مقرر کر کے اپنے سامنے ہی تخت نشین کر کے مسند نشینی کی رسوم بھی ادا کرادیں اور ملک کے کاروبار سے دست کش ہو گیا۔ اسمٰعیل شاہ کم سن اور نابالغ تھا۔ یوسف شاہ نے امور سلطنت کمال خاں دکھنی وزیر اعظم کے تفویض کیئے اور وصیت کی کہ مجھے قصبہ گوگی میں جو یوسف شاہ کو سرکار بیدر سے جاگیر عطا ہوا تھا پائین مزار حضرت شاہ چندہ حسینی دفن کرنا۔ یوسف شاہ کے انتقال کے متعلق مختلف روایات ہیں کوئی ۹۱۳ھ کہتا ہے تو کوئی ۹۱۶ھ اور کوئی ۹۲۵ھ لیکن تاریخ فرشتہ میں سنہ وفات ۹۱۶ھ م ۱۵۱۰ء درج ہے اور یہی صحیح بھی ہے۔ تاریخ وفات "بگفتا نماندہ (۹۱۶ھ) شہنشاہ عادل" اور "جادر بہشت ۹۱۵ھ ہے۔ وقت انتقال سن شریف پچھتر سال کا تھا۔

یوسف عادل شاہ کی بیوی پونجی خاتون اور اولاد کے حالات

یوسف عادل شاہ کا گزر اتفاق سے حوالی پرگنہ اندا پور پر ہوا۔ خبر ملی کہ مکٹ راؤ مرہٹہ اور اس کا بھائی جو محمود شاہ بہمنی کے امراء تھے لشکر کے آنے کی خبر سن کر رعایا سمیت بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے ہیں۔ یوسف شاہ نے فوراً دو ہزار سوار اور پانچ ہزار پیدل ان کی گرفتاری کو بھیجے لیکن ان دونوں نے اطاعت قبول نہ کی اور مقابلے پر تل گئے، لڑائی ہوئی جس میں ان کا مال واسباب لوٹا گیا، عیال واطفال قید کر لیے گئے۔ من جملہ عورتوں کے مکٹ راؤ کی بہن جو نہایت زیرک اور عاقلہ اور بہت حسینہ اور جمیلہ تھی اور جس کی عمر سولھا سال کی تھی وہ بھی پکڑی گئی۔ بادشاہ نے اسے مسلمان کر کے نکاح کر لیا اور پونجی خاتون نام رکھا۔ اس کے بطن سے چار بچے پیدا ہوئے ایک شہزادہ اسمٰعیل اور تین لڑکیاں۔ ایک مریم سلطان

Marfat.com

منکوحہ برہان نظام شاہ، دوسری خدیجہ سلطان زوجہ شیخ علاؤالدین عماد الملک براری، تیسری بی بی ستی جس کی شادی احمد شاہ پسر سلطان محمود بہمنی سے ۹۰۳ھ میں بحالت صغر سنی بمقام گلبرگہ ہوئی تھی۔

یوسف عادل شاہ کے اشعار

یوسف عادل شاہ شاعر بھی تھا اور ذیل کے اشعار اسی کے ہیں۔

غزل

نا بار غم عشق کشد قافلۂ ما — گلہا شگفد ہر طرف از مرحلۂ ما
باآں کہ بجاں باتو نکر دیم بخیلی — پیش از دگراں بہرچہ کردی گلۂ ما
بتخالہ بلب آمد و برباۂ عشقت — رفتیم کہ شدبادی رہ آبلۂ ما
ماسئلہ فقہ ندانیم چہ یوسف — آسان شدہ از عشق نہاں مسئلۂ ما

دیگر

گر واری بدرد دل ناتوانِ من — کہ می برد بہرگ کساں رشک جان من
درد دل خود ارنکنم کار مشکل ست — ظاہر کہ می کند بتو درد نہان من
اے آں کہ صد نہم بجفا آزمودۂ — تیغے کشیدۂ زپئے امتحان من
اے گل رسیدہ است بگوش تو قصہ ام — بلبل نخواند وقت سحر داستان من
گویا کہ بلبلان چمن نقل کردہ اند — حرفے زبے وفائی گل از زبان من
یوسف بزاری دل من گوش کس نکرد — کو بخت آں کہ گوش کند نکتہ دان من

ایضاً

مراز بادۂ جامے فراغ یعنی چہ — سبو سبو و خم و خم ایاغ یعنی چہ

رباعی

دوشینہ برآستان یار سر درد — می مالیدم بدرد و دست و رخ زرد
بر حلقۂ در دست زدم گفت چرا — بیہودہ بود کوفتن آہن سرد

Marfat.com

ولہ

اے آمدہ دیدن رخت وقت صبوح　　آثار ہزار گونہ اسباب فتوح
انوار نکوئی از رخت می تابد　　زاں روست کہ رویت شدہ آئینہ روح

ولہ

آں کس کہ علم بہ نیکنامی افراشت　　در مزرع دہر تخم نیکوئی کاشت
نیکو ناماں زندہ جاوید انند　　مرد آن کہ بمرد و نام نیکو نگزاشت

یوسف عادل شاہ کا کیرکٹر

یوسف عادل شاہ بڑا جہاں دیدہ اور تجربہ کار روزگار تھا۔ سخاوت و حلم میں شہرہ آفاق تھا۔ شجیع اور معدلت گستر اور عدل پرور تھا۔ خط نستعلیق خوب لکھتا تھا۔ علم عروض میں واقفیت تامہ رکھتا تھا۔ فن موسیقی کا بڑا شوقین اور خود ماہر کامل تھا۔ طنبور اور عود خوب بجاتا تھا۔ علماء فضلاء اور اہل فن کا بڑا قدر دان تھا۔ ایران و توران عربستان اور روم دور دراز مقامات سے ذی علم اور شجیع لوگوں کو لکھ لکھ کر بلاتا تھا۔ اور اس طرح قابل لوگوں کا مجمع اس کے گرد رہتا تھا۔ ہمیشہ اس کی مجالس میں قدما کے اشعار پڑھے جاتے تھے اور بعض اوقات خود بھی اشعار کہتا تھا۔ گو عیش و عشرت کا دل دادہ تھا مگر امور سلطنت اور ملک گیری سے ایک منٹ غافل نہ تھا۔ عدل امانت و دیانت کی داد دیتا تھا جس کی وجہ سے تمام عہدہ دار اس طرف متوجہ تھے۔ صورت شکل میں نہایت وجیہ اور خوب صورت اور قوی ہیکل تھا۔ باوجود پیری اور ریش سفید کے لوگ دور دور سے اس کے حسن و جمال اور رخ زیبا کو دیکھنے آتے تھے اور جب سواری برآمد ہوتی تھی تو راستہ پر لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ دیکھنے کو کھڑے ہو جاتے تھے۔

رباعی

اے رہزن کاروان زہد و پرہیز　　بدعت نہ دوستی خصم آمیز
در کوئے تو از ہجوم نظارگیاں　　نی جائے ستاد نست ونی راہ گریز

Marfat.com

یوسف عادل شاہ کے عہد کی تعمیرات

قلعہ بیجاپور جسے ارک کہتے ہیں۔ ۹۱۸ھ م ۱۳۔ ۱۵۱۲ء میں یوسف عادل شاہی نے بنوایا تھا اور کہا جاتا ہے اور اس سال کے لحاظ سے یوسف عادل شاہ ۱۵۱۰ء کے بعد شاید ۹۲۵ھ تک زندہ رہنا پایا جاتا ہے جو مطابق ۲۰۔ ۱۵۱۹ء کے ہوتا ہے۔ قلعہ کی دیواروں پر ایک کتبہ بڑے سفید سنگی تختہ پر کندہ ہے جس میں سنہ ہجری ۹۲۰ یعنی ۱۵۔ ۱۵۱۴ء، کسی عمارت کی جو اس زمانہ میں بنائی گئی تھی تاریخ درج ہے لیکن کتبہ بخط طغریٰ مایقری نہیں ہے دوسرے کہتے اس قرب وجوار میں ابراہیم اول کے عہد کے ہیں۔ دکھنی عید گاہ جو علی عادل شاہ کے زمانے میں اندرون حصار آگئی (جو اوپری برج کے قریب ہے جسے کثرت استعمال سے سب اُپلی برج کہتے ہیں) یوسف شاہ کے وقت کی بنی ہوئی کہی جاتی ہے لیکن اس پر جو کتبہ ہے وہ صاف بتلا رہا ہے کہ ملک خواجہ کے عہد میں ۹۴۵ھ میں بزمان سلطنت ابراہیم بنی ہے۔ ممکن ہے کہ دوبارہ ترمیم ہو کر یہ کتبہ لگا دیا گیا ہو۔ ایک بہت مختصر اور کہنہ مسجد جو بالعموم یوسف کی پرانی جامع مسجد کے نام سے مشہور ہے اور جو مہتر محل سے تھوڑی دور جانب مشرق سڑک سے ذرا ہٹ کر واقع ہے اس کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد سلطان محمد شاہ ابن سلطان محمد بہمنی کے عہد میں تعمیر ہوئی تھی اور اس کے اخراجات تعمیر بزمانہ احسن خان نائب غیبت عادل خانی ۹۱۸ھ م ۱۳۔ ۱۵۱۲ء ہوئے ہیں۔ اس کتبے میں نہیں ذکر عادل شاہیوں کا نہیں ہے۔ اگر یوسف شاہ کا انتقال ۱۵۱۰ء میں ہوا تو یہ مسجد اسمٰعیل شاہ کے کم سنی کے زمانے میں بنی ہوگی جب کہ کمال خاں باغی قاسم برید سے سازش کر رہا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ سلاطین بہمنیہ کا دباؤ مملکت بیجاپور پر اس کے وزیر کے سبب سے تھا۔ توردہ کے پاس ایک نہر بھی اسی کی بناوئی ہوئی ہے جو بٹ باولی سے نکال کر قلعے میں لائی گئی ہے جو اتنی بڑی ہے کہ ایک قد آور آدمی مع اسلحہ کے اس میں سے گزر سکتا ہے لیکن امتداد زمانہ سے اب ٹوٹ پھوٹ کر کچھ باقی نہیں رہا۔

گلبرگہ میں بھی شیخ محمد سراج جنیدی کا روضہ اور مینار اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ یوسف سے پیشتر بیجاپور کوئی مشہور مقام نہ تھا۔ سب سے قدیم اور معتبر وہ کتبہ ہے جو داخلی دروازہ قلعہ پر ایک غلین تختی اور ستونوں پر بزبان کنڑی ہے۔ یہ ستون ٹوٹے پھوٹے پتھر، بچا کچا حصہ ان مندروں کا ہے جو کہ قدیم زمانے میں اس مقام پر یا قرب وجوار میں موجود تھے۔ مسلمانوں نے بھی غالباً ان مندروں کو شکستہ حالت ہی میں پایا ہوگا۔ جب تو ان کے ستون اور کڑیاں اور مال مسالہ قلعہ کے دروازوں، نشست گاہ جو انان اور

Marfat.com

مساجد میں لگادیے گئے۔ اسی طرح مسلمانوں نے گجرات وغیرہ دوسرے ممالک میں بھی اپنے عہد حکومت میں کیا۔ چنانچہ یہ کہنہ مسجد بھی جو قلعہ کے دروازے سے سو گز کے فاصلے پر ہے تمام و کمال دیولوں کے پتھروں سے بنی ہوئی ہے اور بر آمدہ تو بالکل مندر کا منڈپ، جیسے کا ویسا اٹھا کر رکھ دیا ہے۔ اس مسجد سے ملا ہوا جو مندر ہوگا وہ ضرور گرادیا گیا ہوگا۔ بڑا کتبہ جو اچھی طرح کندہ کیا ہوا ہے اور جو اندرونی دروازۂ قلعہ کے بائیں طرف پائیں میں ہے وہ مغربی چالو کیا خاندان کے راجہ بھوانیکا ملایا سو میسور کے زمانے کا ہے جس میں سکے ۹۹۶ھ م ۵۷۔ ۱۰۷۴ء منقوش ہے۔ اس کتبے سے واضح ہے کہ بیجاپور اس زمانے میں ٹڈے واڑی نامی ضلع میں شامل تھا جو مقام اب بھی اسی کے نام سے دریائے بھیما کے جنوبی کنارے پر واقع ہے اور بیجاپور سے شمال رخ پر بہ فاصلہ ۳۶ میل واقع ہے۔ اس کے زمانے کے راجہ کا نام ڈنڈانا ئک نکیمایا تھا۔ اس پتھر پر سری سوایم بھوسد ھیشور دیوتا کے نام کا مندر بمقام ویجایا پورا تعمیر کرنے اور تین سو متر زمین بہ مقام موضع بجن ہلی انعام دینا درج ہے۔ موضع بجن ہلی پرگنہ کنور میں شامل تھا۔ مسٹر فلیٹ کا خیال ہے کہ یہ مقامات حال کے نقشہ کے کنور اور بنسل ہیں جو علی الترتیب شہر بیجاپور سے ۱۷ اور ۱۸ میل ہیں۔ اس کتبے کی آخری چند سطریں بعد میں بعہد وکرماجیت ششم کے متزاد کی گئی ہیں۔ اس کی رو سے شہر ویجاپور گیارھویں صدی عیسوی میں مغربی چالو کیا خاندان کے مقبوضات میں تھا اور بعض ان زمان مابعد کے کتبوں سے جو پھاٹک کے کھمبوں پر کندہ ہیں واضح ہے کہ بقیہ نصف بارھویں صدی اور اوائل تیرھویں صدی میں بیجاپور دو خاندانوں میں چلا گیا۔ قریب ۱۳۱۰ء ملک کافور سپہ سالار سلطان علاء الدین کے حملے کے زمانے میں بیجاپور مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔ چنانچہ ایک کتبہ اسی مسجد کی گچی پر جو مندر توڑ کر بنائی گئی ہے موجود ہے کہ ملک کریم الدین نے بالائی حصہ اس مسجد کا سکے ۷۲۰ھ (۱۳۲۰ء) میں تعمیر کیا اور اب اس مسجد کا نام مسجد رائلاں ہے اور اس کے ستون سوم پر یہ کتبہ ہے۔

"ملک ملکوالشرق کریم الدولہ۔ والدین دام نیک ریبا سو تھار (بڑھئی)۔ ایں مسجد رابست چہار نیتن زمین درز یر بھور انعام باد"۔

یہ کریم الدین ملک کافور کا لڑکا تھا اور بیجاپور میں بطور گورنر رہتا تھا۔ خاندان چالو کیا کے کتبے سے صاف ظاہر ہے کہ پہلے اس شہر کا نام ویجایا پورا تھا۔ جس کے معنی بلدۃ الظفر کے ہیں وجہ تسمیہ اس کی

Marfat.com

غالبًا یہ ہے کہ اس زمانے میں کچھ فتوحات حاصل ہوئی تھیں اور جب سے اب تک سوائے تھوڑے فصل کے یہی نام مسلمانوں کے عہد تک رہا ہے یعنی بیجاپور۔ درمیان میں تھوڑے دنوں تک ابراہیم ثانی کے زمانے میں ۱۶۰۳ء میں اس کا نام بدیاپور رہا اور سلطان محمد نے محمد پور رکھ دیا۔ ابراہیم روضہ کے پاس ایک دیوار پر ایک کتبہ بخط ناگری موجود ہے جو بعہد سلطان محمد نصب ہوا اس میں بیجاپور کا نام ودیاپور درج ہے یعنی بلدۃ العلم۔ ممکن ہے کہ مصنف کتبہ نے بطور احترام یہ نام اختراع کیا ہو۔

یوسف عادل شاہ کی افواج اور دیگر حالات

فوج کی تعداد بارہ ہزار احشام اور چودہ ہزار ہاتھی تھے چند مشہور عمارات کی تاریخیں واقفیت عامہ کے لحاظ سے یہاں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) بنائے قلعہ پرینڈہ ضلع عثمان آباد ریاست حیدر آباد دکن باہتمام خواجہ جہاں	۸۹۱ھ۔
(۲) قلعہ بلگاؤں باہتمام اسد خاں لاری	۸۹۱ھ۔
(۳) قلعہ مرج	۸۹۳ھ۔
(۴) قلعہ شولاپور بحکم ماصاحبہ باہتمام خواجہ جہاں	۸۸۸ھ۔
(۵) قلعہ احمد نگر باہتمام احمد نظام شاہ بحری	۸۷۸ھ۔
(۶) قلعہ بیدر باہتمام احمد شاہ بہمنی	۸۰۳ھ۔
(۷) قلعہ بیجاپور باہتمام یوسف عادل شاہ	۹۱۹ھ۔
(۸) بنائے موضع فتح پور	۹۱۹ھ۔
(۹) فرخ محل	۹۲۱ھ۔
(۱۰) مسجد نزدیک انند محل تیار کردہ خواجہ جہاں	۸۹۴ھ۔

Marfat.com

دوسرا باب

اسمٰعیل عادل شاہ

۱۵۱۰ء تا ۱۵۳۴ء

بائین رستم فریدوں و جسم بایوان شاہنشہی زد علم
بر آمد سر سروراں برسریر کہ بر آسماں آفتاب منیر
برسم کیاں تاج و تخت مہی بر آراست با کاخ شاہنشہی

اسمٰعیل عادل شاہ کی تخت نشینی اور کمال خاں کی ریجنسی

اسمٰعیل عادل شاہ کی عمر تخت نشینی کے وقت بارہ تیرہ سال کی تھی اور جیسا ہم لکھ چکے ہیں کمال خاں دکھنی کو ریجنٹ بنایا گیا۔ کمال خاں کو داراب جردی بھی کہتے ہیں یہ شخص قدیم نمک پروردہ اور تجربہ کار و خیر خواہ اس خاندان کا تھا۔ کمال خاں نہایت دل سوزی اور خیر خواہی سے کام کرنے لگا اور اطراف کے رؤسا، امیر برید و نظام شاہ، قطب شاہ، عماد شاہ سے بھی صفائی کر لی۔ کسی قسم کا خرخشہ باقی نہ رہا اور تھوڑے ہی دنوں میں سلطنت عادل شاہیہ کو اپنے حسن انتظام سے مراتب اعلیٰ پر پہنچا دیا۔ کمال خاں سنی تھا لیکن یوسف شاہ کے عہد میں بہ مقتضائے اطاعت و فرماں برداری چار و ناچار سکوت کرنا پڑتا تھا مگر دل سے سخت کارہ تھا اب کہ خود اختیار کلی میسر آگیا اس نے اپنے عقیدے کی بڑے اہتمام سے ترویج دی۔ چوں کہ بندر گوا بوجہ عیسائیوں کے دست برد کے ہمیشہ معرض خطر میں رہتا تھا انہیں جب موقع ملتا تھا چھین جھپٹ کر لیتے تھے۔ کمال خاں نے کمال دور اندیشی کی کہ عیسائیوں سے صلح کر لی اور قلعہ گوا دوانا ان کو اس شرط پر دے دیا کہ پرگنات اور قریات متصلہ پر کسی قسم کی دست اندازی نہ کریں اور جب سے اب تک بندر گوا پر پرتگالیوں ہی کا تسلط ہے۔ بادشاہ تو کم سن تھا کمال خاں ہی سارے نظم و نسق کا مالک و مختار تھا اس نے آگے چل کر ایسے پاؤں جما لیے کہ کل شاہی اختیارات پر بہ تدریج حادی ہو گیا اور

Marfat.com

دراصل خود بادشاہت کرنے لگا اور تمامی زرخیز جاگیرات مستحقین سے چھین چھین کر اپنے متوسلین کو دے دیں اور اس طرح اپنے عزیز و قریب اور دوستوں کو بڑی جلیلہ خدمات پر مامور کر دیا۔ جب سب ٹھیک ٹھاک ہو گیا اور کسی طرف سے اندیشہ نہ رہا تو طمع دنیا نے اسے ایسا اندھا کر دیا کہ درپردہ خفیہ طور پر امیر برید سے اسمٰعیل شاہ کے معزول یا مکحول کرنے کی سازش کرنے لگا اور یہاں تک بر سر پرخاش ہوا کہ بیچارے اسمٰعیل شاہ کو مع خاتونوں کے محل میں مقید کر سخت پہرہ بندی کر کے کمال خاں نے شہر شولاپور پر چڑھائی کر دی اور تین مہینے کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا ادھر علی برید نے اپنے بادشاہ کو نظر بند کیا اور گلبرگہ وغیرہ پر لشکر کشی کر کے چند مقامات کو فتح کر بیدر واپس چلا گیا۔ شولاپور سے واپس آنے کے بعد کمال خاں کی بلند پروازی کا کیا پوچھنا تھا اب کچھ ٹھکانہ تھا اس نے اپنے بادشاہ وقت ہونے کے اعلان کرنے کا مصمم ارادہ کر کے منجموں کو بلوا کر کہا کہ کوئی ساعت نیک تخت نشینی کی مقرر کریں منجموں کو کسی کو بھی یہ بات منظور نہ تھی مجبوراً ٹالنے کے لیے کہا کہ ابھی پندرہ دن نحس اور آپ پر بہت بھاری ہیں چندے تامل کیجئے سولھویں دن مع الخیر جو کچھ کریں گے راست آئے گا اور کمال خاں کو جتلا دیا۔ اس عرصہ میں آپ بہت ہوشیار رہیں خدا جانے کیا آفت آنے والی ہے۔ کمال خاں ایسا ڈر گیا کہ جھٹ اپنے بیٹے صفدر خاں کو کاروبار سلطنت سپرد کر کے خود قلعہ ارک کے اندر ایک مستحکم محل میں تن تنہا جا بیٹھا کہ کسی طرح یہ پندھرواڑا بخیر و خوبی کٹ جائے۔ لیکن تقدیر کے سامنے کہیں تدبیر چل سکتی ہے ایک محل میں نہیں ہزار پردوں میں چھپو۔ ہوتا وہی ہے جو مقدر میں ہوتا ہے۔

گر بگیری چو سکندر ہمہ دوراں را ۔۔۔ ور بہ جن و ملک و انس وہی فرماں را
گر بہ کیواں ببری کنگرہ ایواں را ۔۔۔ ور نشانی بدر خویش دو صد درباں را
آں چناں مرگ بیاید کہ تو حیراں باشی

پونجی خاتون کی سازش سے کمال خاں کا قتل اور ایک بھاری جدال و قتال کے بعد اسمٰعیل عادل شاہ کا خود مختار بادشاہ ہونا

اسمٰعیل شاہ کی ماں پونجی خاتون بے خبر نہ تھی اسے کمال خاں کی چالاکیوں اور جال بچھانے کی اچھی طرح خبر تھی۔ پونجی خاتون نے اپنی عزیز دلشاد آقا کو جو اسمٰعیل عادل شاہ کی چچی تھی ہم راز بنا اپنے ایک

Marfat.com

بھروسے کے نمک پروردہ اور جاں نثار غلام اسمٰعیل نامی کو گانٹھا اسے بلا کر حقوق نعمت کی یاد دلائی اور کہا کہ آخر سب کو ایک دن مرنا ہے لیکن کیا اچھی وہ موت ہے کہ تو اپنے حق نمک سے ادا ہوا اور اپنے مالک پر اپنی جان نثار کرے کہ اس میں دنیا اور دین دونوں کی بھلائی ہے اگر تو اس نمک حرام دکھنی کا کام تمام کردے تو دو حال سے خالی نہیں اگر تو بچ گیا تو تیری قدر و منزلت بے حد و شمار کی جائے گی اور اگر کام آیا تو عاقبت میں سرخرو ہوگا اور دنیا میں تیرا نام رہ جائے گا۔ غلام نے کمر ہمت چست کی اور اپنے مالک پر جان نثار کرنے کو بالکل آمادہ ہو گیا اور کہا کہ اگر اس تن نحیف سے کوئی خدمت اپنے مالک کی ہو جائے اور گو کہ میری جان بھی جائے مگر میں حاضر ہوں کہ حق نمک سے ادا ہوں۔ پونجی خاتون نے کہا کہ کمال خاں تک تیرا پہنچنا بہت مشکل ہے کہ وہ امن وامان کی جگہ جا بیٹھا ہے کہ جہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا لیکن خیر میں کسی نہ کسی تدبیر سے تجھے وہاں پہنچوادوں گی پھر آگے تیری ہمت اور مردانگی رہی۔ پونجی خاتون نے کیا تدبیر کی کہ کمال خاں نے جو ایک دایہ کو محلات کی خبر خیریت لانے کے لیے متعین کیا تھا اسے ہموار کر لیا اور اس کے ذریعہ سے کمال خاں کو کہلوایا کہ کاکا (اسمٰعیل غلام کا عرف ہے) مکہ معظمہ کو جارہا ہے اور اس کی آرزو یہ ہے کہ جانے سے پہلے حضرت کی زیارت سے مشرف ہو۔ نہیں معلوم کہ اتنے دور دراز سفر سے زندہ پھرے یا نہ پھرے اس واسطے آپ کے قدم مبارک دیکھنا چاہتا ہے آپ اسے پان کا بیڑہ دے کر رخصت کر دیں۔ کمال خاں نے جب سنا کہ پونجی خاتون نے کاکا کو بھجوایا ہے تو وہ اس کے دام میں آگیا اور کاکا کو اجازت باریابی کی دی۔ کاکا حاضر خدمت ہوا۔ کمال خاں نے جیسا کہ امراء کا قاعدہ ہوتا ہے۔ فرط نوازش سے ہاتھ بڑھا کر پان کا بیڑا کاکا کو دیا۔ کاکا بیڑا لینے کو آگے وار جھکا اور کمال پھرتی سے اپنے کمر سے خنجر نکال چشم زدن میں کمال خاں کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ ضرب ایسی کاری تھی کہ معاً انتڑیاں نکل پڑیں اور کمال خاں وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ کمال خاں کا شور و فغاں سن کر حوالی موالی اسی وقت دوڑ پڑے اور بات کرتے کاکا کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ کمال خاں کی بیوی بڑی عقیلہ اور دانش مند تھی دوسرا کوئی ہوتا تو چھکے چھوٹ جاتے۔ کمال خاں کی خبر سن کر وہ بے محابا زنان خانہ سے باہر تو نکل آئی مگر پھر سنبھل گئی اور نہایت استقلال سے اپنے بیٹے صفدر خاں کو روکا کہ وہ بھی باپ کے پاس چلا تھا اور چاہتا تھا کہ اس واقعہ سے سب کو مطلع کرے لیکن اس کی ماں نے کہا کہ ارے نادان رونے پیٹنے اور چلانے سے کیا ہوتا ہے پہلے تو ان موذیوں کا بندوبست تو کر۔ فوج کو اپنے باپ کے جانب سے حکم دے کہ اسمٰعیل اور اس کی ماں کو فوراً قید کرلیں۔ اب ادھر کا حال سنئے کہ کاکا کو جا کر بہت دیر ہو گئی اس سے پونجی خاتون اور بھی پریشان

Marfat.com

ہوگئی کہ خدا جانے کیا افتاد پڑی جو اتنی دیر لگی ضرور دال میں کچھ کالا ہے شاید وار خالی گیا اس نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کو دم دلاسا دیا کہ تو کیوں گھبراتا ہے دیکھ تو خدا کیا کرتا ہے ذرا دم تو لے۔ پونجی خاتون نے اپنے محل کے تمام لوگوں کو بلا کر پکا کیا کہ خبردار جو تم ڈگمگائے تم کو اپنے بادشاہ کی طرف داری دم آخر تک کرنی چاہئے جہاں اس کا پسینہ گرے تم کو چاہئے کہ اپنا خون بہاؤ نمک حلالی کے یہی معنی ہیں کہ اپنے بادشاہ کی سلامتی چاہو اور اپنی جان نثاری اور وفاداری میں ثابت قدم رہو جس میں دین دنیا دونوں کا فائدہ ہے اور لوگوں کو بہت کچھ سرفرازی انعام واکرام وعطائے جاگیرات وغیرہ کا وعدے دے کر سب کو مضبوط کیا۔ لیکن پھر بھی بعض نمک حرام کچے دل کے کمال خاں کے غضب کے ڈر سے کانپ گئے۔ ادھر سے ٹوٹ کر جھٹ صفدر خاں سے جا ملے کہ خدا جانے اونٹ کس کروٹ بیٹھے ہم مفت میں اپنی جان کیوں گنوائیں۔ صفدر خاں نے فوراً فوج کو جمع کر لیا کہ دراصل وہی بادشاہ تھا۔ اسمٰعیل بے چارہ کس شمار قطار میں تھا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ فوج کو جمع کر بادشاہ کے محل پر چڑھائی کر دی پہلا اور دوسرا دروازہ توڑ کر جبراً اندر گھسا۔ محل پر بھی چوطرف فوج چڑھی ہوئی تھی چاروں طرف سے صفدر خاں کی فوج پر تیر اور تفنگ کا مینہ برسنے لگا اور پونجی خاتون اور دل شاد آغا بھی بہ نفس نفیس مردانے لباس میں مسلح ہو کر باہر نکل آئیں ہاتھ میں تلوار اور سینے پر ڈھال لگی ہوئی تھی اور اپنی فوج کی ہمت اور جرأت بڑھانے لگیں کہ ''بہادرو! بازی جانے نہ پائے جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہے اس نمک حرام کو گھسنے نہ دینا یہی وقت تم لوگوں کی بہادری اور نام آوری حاصل کرنے کا ہے، حق نمک ادا کرو''۔ صفدر خاں اور محل کی فوجوں کا تو مقابلہ ہو ہی رہا تھا مگر یہ خبر سن کر شہر کے دوسرے امرائے جاں نثار مع اپنے حوالی موالی کے مدد کو آن پہنچے اور رسے ڈال ڈال کر محل کی دیواروں پر چڑھ گئے اور سب نے مالک کے ساتھ اپنی جان کھپا دی۔ کمال خاں کی فوج کو اس بات کی ڈھارس بندھی ہوئی تھی کہ کمال خاں زندہ ہے چنانچہ یہ بڑی چالاکی کی گئی کہ محل کے محاذی کھڑکی میں کمال خاں کے مردے کو ٹیکا لگا کر بٹھا دیا کہ زخمی تو ہوا ہے مگر اب تک زندہ ہے۔ کمال خاں کی طرف دار فوج کے پاس بندوقیں تھیں اور محل والے بیچارے نہتے ان کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے اور ضرور کمال خاں ہی کی فوج کامیاب ہوتی مگر مشیت ایزدی اس کے خلاف تھی ایک واقعہ کچھ ایسا برمحل ہو گیا کہ آن واحد میں بازی پلٹ گئی۔ زنانہ محل کی خاص طور پر محافظت کی جا رہی تھی اور تمامی محصورین کی فوج اسی طرف امڈی ہوئی تھی اور جان توڑ کر مقابلہ کر رہے تھے اور تیر برسا رہے تھے لیکن پھر بھی صفدر خاں دلیری کے جوہر دکھاتا ہوا گھس ہی پڑا۔ اس وقت

Marfat.com

گھسان لڑائی ہو رہی تھی اور قریب تھا کہ صفدر خاں بازی لے جائے کہ صفدر خاں کی پیشانی پر ایک تیر ایسا لگا کہ وہ لڑکھڑا کر فصیل کو ٹیکا دے کر بیٹھ گیا۔ محصورین کو عمدہ موقع ملا اور ایک بڑھا پتھر فصیل پر سے ایسا لڑھکایا کہ صفدر چکنا چور ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسمٰعیل ہی نے خود پتھر لڑھکایا لیکن یقیناً یہ کام کسی اور کا تھا ورنہ کیسے ممکن تھا کہ اسمٰعیل جیسا کم سن لڑکا ایسے خطرے کے مقام پر غیر محفوظ طور پر فصیل پر کھڑا رہتا۔ صفدر خاں کا مرنا تھا کہ لشکر میں ہلڑ مچ گئی اور سب کے ساتھ سر پر پاؤں رکھ ایسے بھاگے کہ توبہ بھلی۔ محل کی فوج نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور کھدیڑتے ہوئے کمال خاں کے محل تک جا پہنچے جب کہیں وہاں جا کر ان کو معلوم ہوا کہ کمال خاں تو مر گیا۔ جوں ہی اسمٰعیل دوبارہ بااختیار ہوا اس نے اپنے جاں نثاروں کو جنہوں نے اپنی جان ہتھیلی پر دھر کر اپنے بادشاہ کا ساتھ دیا تھا سرفراز کیا خصوصاً خسرو آقا لاری کو جو سب سے بڑا خیر خواہ تھا اسد خاں لاری کا خطاب اور بلگاؤں (بلگام) جاگیر دی۔ بادشاہ نے دکھنیوں اور حبشیوں کو ایک دم نکال باہر کیا اور ان کی جگہ مغلوں کو بھرتی کیا۔ مغل بڑے جری اور قادر تیر انداز اور نیزہ باز تھے جن کے وجود سے سلطنت کو بڑا استحکام ہوا۔ اسمٰعیل شاہ اپنے باپ کے مذہب شیعی کا مقلد تھا اور بمصداق اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ حکماً۔ لوگ شیعہ بنائے گئے۔

قاسم برید اور دوسرے بادشاہوں کی چڑھائی بیجاپور پر ۹۲۰ھ

جب اسمٰعیل شاہ ٹھکانے سے بیٹھ گیا اور اپنی چھوٹی سی سلطنت کو ٹھیک ٹھاک کر چکا تب اس نے اپنے ہم عصر اور ہمسایہ حکومتوں کی طرف رخ کیا اور اپنی محدود و مختصر سلطنت کو وسعت دینے کا خیال کیا۔ اس نے سب سے پہلے قاسم برید کی خبر لی اور اس کے مقبوضات پر چڑھائی کی اور جو ملک اس نے دبا لیا تھا واپس لے لیا۔ قاسم برید نے اس معاملے سے پیچ و تاب کھایا لیکن اکیلا کیا تاب لا سکتا تھا۔ اس نے برہان نظام شاہ احمد نگر سلطان قلی قطب شاہ علاء الدین عماد الملک سے مدد طلب کی۔ ان سب نے مل کر بیجاپور کی سلطنت پر چڑھائی کی اور تمامی ملک میں لوٹ مار کرتے ہوئے بلا کسی مزاحمت کے شہر بیجاپور دار السلطنت سے تین کوس ورے تک جا پہنچے۔ اسمٰعیل شاہ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ سر پر چڑھ آئے تو بارہ ہزار سواروں سے ان کا مقابلہ کیا اور بیخ و بن سے ان سب کو اکھاڑ پھینکا۔ امیر برید تو شکست کھا کر نکل بھاگا لیکن سلطان محمود جو اس جنگ میں گھوڑے سے جدا ہو کر مجروح ہو گیا تھا وہ مع اپنے بیٹے احمد شاہ کے گرفتار ہو گیا ان دونوں کو بادشاہ عزت و احترام سے شہر میں لایا اور ان کے زخموں کی مرہم پٹی کرائی اور بے انتہا مراعات سے پیش آ کر بیش قرار تحفے اور تحائف بھی دیے۔

Marfat.com

گلبرگہ میں بی بی ستی کی شادی شاہزادہ احمد شاہ ولد محمود شاہ بہمنی سے

جب کہ سلطان محمود کو صحت کلی ہو گئی تو اس نے عادل شاہ کی ہمشیرہ بی بی ستی کی جو پہلے ہی ۹۰۳ھ میں بحالت شیر خواری شاہزادہ احمد شاہ سے منسوب ہو چکی تھی رخصت کی درخواست کی، جس کو عادل شاہ نے بالراس والعین منظور کیا کہ اس رشتہ داری کی بدولت آئے دن کا پاپ کٹا اور ہمیشہ کا لڑائی جھگڑا مٹا اور دونوں طرف شادی کی تیاریاں ہونے لگیں اور شہر گلبرگہ میں یہ تقریب ہمایوں ادا ہوئی اور دو ماہ تک برابر جشن شاہانہ ہوتے رہے اس تقریب سے فارغ ہوتے ہی سلطان محمود کو بہت کچھ پیش کش اور نذرانہ اور نقدی و سامان دے کر پانچ ہزار سواران مغل کا بدرقۂ اعزازی ہمراہ رکاب کر کے دار الخلافت بیدر کو روانہ کر دیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے جو بے نظیر سلوک اپنے محروسین کے ساتھ کیا اس سے تمام لوگ بے انتہا مسرور اور خوش ہوئے۔

رایان بیجانگر اور اسمٰعیل عادل شاہ کی ایک عظیم الشان لڑائی رائچور پر ۱۵۲۰ء

رائچور پر جو لڑائی ہوئی اس کے واقعات نیوزنے بہت شرح و بسط سے لکھے ہیں۔ اسی کا خلاصہ ہم یہاں لکھ دیتے ہیں۔ کشن دیورایا نے عادل شاہ سے جنگ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ اس نے ٹھان لیا تھا کہ جس طرح بن پڑے قلعہ رائچور کو فتح کر کے چھوڑوں گا کیوں کہ یہی مقام ہنود اور مسلمانوں کی سلطنت میں ہمیشہ مابہ النزاع رہا ہے۔ اسی ارادے سے وہ بہت بڑا لشکر جمع کر کے بجانگر سے بہ ماہ فروری یا مارچ جب کہ بارش کا موسم نہیں ہوتا شمالی و مشرقی جانب روانہ ہوا۔ اس زمانے میں گرمی پڑ رہی تھی اور ریگڑ (کالی زمین کو ریگڑ کہتے ہیں) کی زمینیں جو راستے میں واقع تھیں سب خشک تھیں اس وجہ سے افواج توپوں اور سامان حرب کے لیے طئے مسافت میں آسانی تھی۔ ہمراہیان لشکر اور فوج ملا کر دس لاکھ آدمی تھے خالص فوج سات لاکھ چھتیس ہزار اور پانچ سو پچاس ہاتھی تھے۔ راجہ فوج کو گیارہ حصوں پر تقسیم کر کے روانہ ہوا اور باقی فوج رائچور پہنچتے پہنچتے راستے میں آملی۔ راجہ نے قلعہ رائچور کے مشرقی جانب فوج ڈال دی اور محاصرہ کر لیا۔ چند روز کے بعد خبر ملی کہ عادل شاہ بیجاپور سے ایک لاکھ چالیس ہزار سوار اور پیدل لے کر جنوبی ساحل رود کرشنا پر آپہنچا ہے۔ دریا پر پہنچ کر بادشاہ نے اپنی فوج کو چند دن آرام دیا اور پھر عبور کر کے رائچور سے نو میل پرے اور دریا سے پانچ میل آگے بڑھ کر ٹھہر گیا اور وہاں اپنے کیمپ کے اطراف میں ایک خندق کھدوائی (آرڈیننس نقشہ میں رائچور سے تیرہ میل کے فاصلے پر جانب

Marfat.com

شمال مشرق دریا کے کنارے کنارے اس خندق کی علامتیں بتلائی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہاں لشکر ٹھہرا ہوگا۔ کیمپ کا خط دریا کے طول کے متوازی واقع ہے۔ باقی مغربی، جنوبی اور مشرقی رخ قریب ایک ایک میل کے لمبے ہیں۔ یہ مقام رود بائے بھیما اور کرشنا کے سنگم سے ذرا ہی نیچے ہے اور اسٹیشن ریلوے کرشنا سے دو میل جانب مغرب ہے)۔ ۱۹ر مئی ۱۵۲۰ء روز شنبہ کو جنگ شروع ہوگئی۔ کشن دیورایا نے اپنی ساری فوج کو آگے بڑھا کر حملہ کیا۔ یہ حملہ اس زور و شور کا تھا کہ مسلمان ایسے پسپا ہوئے کے پیچھے ہٹ کر خندق میں پناہ گزیں ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے لشکر کو ایک وسیع میدان میں دور تک پھیلا دیا تھا اور سمجھا تھا کہ راجہ کی فوج ہی پھیلی پڑی ہوگی بادشاہ کو معلوم تھا کہ قلب لشکر کمزور ہے اس لیے توپوں سے جو پہلے ہی سے اکٹھی کر رکھی تھیں گولہ باری شروع کردی۔ ہندوؤں کا لشکر ایک ہی جگہ اکھٹا تھا توپوں کی مار سے ایسا سٹھراؤ ہوا کہ ہنود کا لشکر تاب نہ لا کر پیچھے ہٹنے لگا۔ ان کے ہٹتے ہی مسلمانوں کے لشکر نے دھاوا کیا۔ پیچھے ہٹنا ہی تھا کہ لشکر میں ایک بھاگڑ پڑ گئی ڈیڑھ میل تک ہندوؤں کا لشکر آگے آگے بھاگ رہا تھا اور مسلمانوں کی فوج ان کا پیچھا کیئے ہوئے بڑھی چلی جارہی تھی۔ راجہ خود دوسرے حصے کی کمان پر تھا۔ یہ حالت دیکھ کر اسے کو بالکل ناامیدی ہوگئی اس نے اپنی فوج کو ہمت دلائی اپنے امراء کو اکھٹا کیا اور چوں کہ راجہ بڑا بہادر اور مستقل مزاج تھا اس نے جواں مردی سے موت کا سامنا کرنے کا مصمم ارادہ کر کے خود گھوڑے پر سوار ہوگیا اور باقی ماندہ فوج کو اکھٹا کر کے بڑھایا اور اس زور کا حملہ کیا اور قتل عام شروع کیا کہ مسلمانوں کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور ایسا دبایا کہ ہٹتے ہٹتے دریا کے پیٹے میں پہنچ گئے۔ اس مقام پر ایک خوفناک قتل عام ہوا اور مسلمانوں کا سارا لشکر بھاگ نکلا اور ہندوؤں کی ایسی فتح ہوئی کہ راجہ نے دریا کے پار پہنچ کر شاہی کیمپ کو گھیر لیا۔ بادشاہ، اسد خاں کی امداد سے ایک ہاتھی پر سوار ہو کر اپنی جان بچا کر بھاگا۔ ادھر تو مسلمانوں کا لشکر پسپا ہو کر دریا کے پیٹے میں آگیا ادھر صلابت خاں جو شاہی فوج کا ایک سردار تھا اس نے ہندوؤں پر حملہ کر دیا۔ اس کے پانچ سو پرتگالی بطور باڈی گارڈ کے تھے ان کو لے کر وہ ہندوؤں کی فوج میں جو بڑھتی چلی جارہی تھی جا گھسا اور بہت کچھ کرشمے اپنی بہادری کے دکھائے کہ جس کی یادگار ہمیشہ قائم رہے گی۔ صلابت خاں بڑھتے بڑھتے راجہ کے خیمہ گاہ کے پاس پہنچ گیا اور قریب تھا کہ راجہ تک پہنچ جائے۔ سوء اتفاق سے صلابت خاں کا گھوڑا مارا گیا مگر وہ اسی وقت دوسرے گھورے پر سوار ہو کر آگے بڑھا لیکن اس چھوٹے سے لشکر کو ہندوؤں کی فوج نے گھیر کر نیست و نابود کر دیا۔

Marfat.com

صلابت خان دوبارہ گھوڑے پر سے گرا اور پکڑ لیا گیا۔ اس لڑائی میں لوٹ کا مال بے حد ملا اور ہندوؤں کو ایسی فتح ہوئی کہ سالہا سال تک مسلمانوں کے دلوں میں راجہ کشن دیورایا اور اس کی بہادر فوج کی دہشت بیٹھی رہی اور سلطان کو ایسا دھکا بیٹھا کہ پھر کشن دیورایا کی زندگی بھر بیجانگر کی طرف رخ کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ کشن رائے اپنی اس فتح یابی سے پھول گیا اور فوراً رائچور پہنچا اور تھوڑے ہی عرصے میں بہ سرکردگی کرسنوواوڈی فگاریڈو پرتگالیوں کی مدد سے قلعہ کو فتح کر لیا۔ پرتگالیوں نے توڑے دار بندوقوں سے چن چن کر قلعے والوں کو مارا اور قلعے کے حصار کے پتھروں کو گرا دیا۔ قلعہ کا گورنر قتل ہو جانے سے مسلمان گھبرا گئے اور اطاعت قبول کر لی۔

جنگ کی صحیح تاریخ

اگرچہ نیونز نے جنگ رائچور ماہ مئی ۱۵۲۲ء کی چاند رات کو ہونا لکھا ہے لیکن سال میں اس سے غلطی ہوئی ہے۔ صحیح سال ۱۵۲۰ء ہے۔ وقائع نگار نے لکھا ہے کہ کشن رائے جمعہ کے دن جنگ شروع کرنے والا تھا لیکن چوں کہ وہ دن منحوس تھا اس لیے حسب مشورت اپنے صلاح کاروں کے ہفتہ کے دن جنگ شروع ہوئی اور وہی ماہ ہلالی کا غرہ تھا قبل اس کے کہ ہم ماہ و تاریخ سے بحث کریں پہلے ہم کو لڑائی کا صحیح سال معلوم کرنا چاہئے۔ سیاح پنیز نے بیان کیا ہے کہ اس کی موجودگی میں بیجانگر میں دو بڑے تہوار ہوئے جن کو اس نے خود دیکھا ہے اور ان میں کرسنوواوڈی فگاریڈو بھی موجود تھا۔ اس نے ان تہواروں کی تاریخ بالکل صاف لکھی ہے اس میں تہوار مہانومی (یہ تہوار ۱۲ ستمبر کو شروع ہوتا ہے اور نو دن تک رہتا ہے۔ وقائع پنیز صفحہ ۲۶۳) نو دن کا تھا اور دوسرا تہوار نئے سال کا شروع دن تھا۔ پنیز نے لکھا ہے کہ مہانومی ۱۲ ستمبر کو شروع ہوئی اور دوسرا تہوار (شروع ماہ اکتوبر میں اس مہینے کے گیارہ دن گزر جانے کے بعد ان لوگوں کا سال شروع ہوتا ہے اور یہی سال نو کا دن ہوتا ہے۔ ہندو اس مہینے کے نئے چاند سے دن سال شروع کرتے ہیں اور ان کے مہینوں کا حساب چاند سے چاند کو ہوتا ہے۔ وقائع پنیز ۲۸۱-۲۸۲) ۱۲ اکتوبر کو ہوا۔ پنیز نے رائچور کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ شہر راجہ بیجانگر کے قبضے میں تھا اور اس پر بہت سی لڑائیاں ہوئیں اور راجہ نے رائچور کو عادل شاہ سے لے لیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقائع نگار ان تہواروں میں جو رائچور کی فتح کے بعد ہوئے ہیں موجود تھا۔ مہانومی کا تہوار اس ملک میں آسوین کی پہلی کو ہوتا ہے اور سال اس زمانے میں کارتک کی پہلی کو شروع ہوا اور دونوں تہوار اوائل ماہ نو میں ہونا

Marfat.com

بیان کیئے جاتے ہیں۔ حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ کشن رائے کے عہد میں پہلی آسوین اور پہلی کارتک ۱۲ر ستمبر اور ۱۲ر اکتوبر کے مطابق پڑی۔ ہم نے کشن رائے کی سلطنت کے زمانے کا حساب کیا تو سوائے ۱۵۲۰ء کے اور کوئی سال اس سے مطابقت نہیں رکھتا۔

۱۵۲۱ء میں مہانومی ۲ر ستمبر کو اور سال نو پہلی اکتوبر کو ہوا ہے اور ۱۵۲۲ء میں یہ تہوار ۲۰ر ستمبر اور ۲۰ر اکتوبر کو ہوئے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ پئیز ۱۵۲۰ء کے تہواروں میں موجود تھا اور اس لیے جنگ رایچور کا اسی سال میں ماہ ستمبر کے پیشتر ہونا ضروری امر ہے۔ واقعہ ذیل سے اور زیادہ توضیح ہمارے خیال کی ہوتی ہے۔ راجہ بیجانگر نے ان تہواروں کے دیکھنے کے لیے کرسٹوواؤ کو بلوایا تھا اور بہت تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ راجہ نے اپنے پاس ایک بلند چبوترے پر اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو بٹھلایا کہ تماشا اچھی طرح دکھلائی دے۔ کرسٹوواؤ نے چوں کہ محاصرۂ رایچور میں راجہ کی بے انتہا مدد کی تھی اور اسی کی امداد سے جلد کامیابی ہو گئی ورنہ یہ لڑائی مہینوں طول کھینچتی۔ اس وجہ سے راجہ اس کا از حد ممنوں تھا اور انہیں تعلقات سے اسے مدعو بھی کیا تھا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ دوسرے پرتگالی مؤرخین نے رایچور کی لڑائی کا کس سال میں ہونا لکھا ہے اور وہ نیونز کے بیان سے مطابق ہے یا نہیں۔ اس سوال کا تصفیہ اس تاریخ پر منحصر ہے جب کہ پرتگالیوں نے بندر گوا کے محاذی براعظم سالسٹ پانڈا اور بارڈس کے خطوں پر قبضہ کیا تھا۔ یہ یقینی بات ہے کہ خشکی کے مقامات پر پرتگالیوں کا قبضہ کشن رائے کے اشارے سے فتح رایچور کے چند دنوں بعد اس زمانے میں ہوا جب کہ سیکویرا گورنر جنرل بحر احمر کی طرف چلا گیا تھا اور ڈی ملو گوا کا گورنر تھا۔ سیکویرا بحر احمر کو ۱۳ر فروری ۱۵۲۰ء میں روانہ ہوا اور ۹ر فروری کو واپس آیا۔ کیسٹن ہیڈا سیاح ۱۵۲۹ء میں ہندوستان میں تھا۔ اور اس لیے اس کا بیان زیادہ تر اعتبار کے قابل ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ سیکویرا بحر احمر کو گیا ہوا تھا اس کے غیاب میں راجہ بیجانگر اور عادل شاہ سے لڑائی ہوئی جس میں بادشاہ شکست پا کر بھاگا اور ہندوؤں نے رایچور اور دوسرے مقامات فتح کر لیے۔ اس وجہ سے گوا کے قریب خشکی میں متعدد (اس زمانے میں سلطنت کے چھوٹے حصے تھانہ داریوں پر منقسم تھے، جیسے فی زمانہ تعلقات اور پرگنہ جات ہیں) تھانہ داریاں عدم نگرانی کی حالت میں پڑی تھیں۔ راجہ بیجانگر کی سلطنت خود وسیع تھی اس کو ان کی پرواہ نہ تھی وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ گوا میں جو گھوڑے درآمد کیئے جاتے ہیں وہ سب اسی کو ملیں اور عادل شاہ کو ایک بھی نہ دیا جائے۔ اس نے ڈی ملو کو کہلا بھیجا کہ عادل شاہ سے اس نے بلگاؤں اور اس کے ساتھ سمندر تک کا علاقہ چھین لیا ہے جس میں متعدد تھانہ داریاں واقع ہیں جن کا محاصل پانچ

Marfat.com

لاکھ طلائی پرڈاؤ (ایک سکہ ہے) سے زیادہ ہے۔ ہم وہ بادشاہ پرتگال کو صرف اس شرط پر دیتے ہیں کہ تمام گھوڑے جو گوا میں آتے ہیں ہم کو دیے جائیں۔ اس بنا پر دس دن کے اندر ان تھانہ داریوں پر مع جزیرہ سالسٹ کے پرتگالیوں کا قبضہ ہو گیا۔ سیاح کوریا جو ہندوستان میں ۱۵۱۳ء یا ۱۵۱۴ء میں آیا تھا، بیان کرتا ہے کہ سیکویرا گوا سے بحر احمر کو جنوری ۱۵۲۰ء میں گیا اور اس زمانے میں بیجانگر اور بیجاپور کے درمیان لڑائی چھڑی ہوئی تھی جس کے ختم کے بعد راجہ بیجانگر نے ڈی ملو کو (جو گورنر جنرل کے چلے جانے سے گورنری کے عہدے پر مامور تھا) مقامات خشکی محاذی گوا کے متعلق پیغام بھیجا تھا۔ کوریا نے صاف طور پر اس واقعہ کا سال نہیں بتلایا لیکن اس کے وقائع جو ۱۸۲۰ء میں چھپے ہیں ان پر ۱۵۲۱ء لکھا ہے۔ لیکن یہ سال صریح غلط ہے کیوں کہ مئی ۱۵۲۱ء میں سیکویرا کہیں نہیں گیا تھا اس لیے یہ سال غلط ہے۔ مئی ۱۵۲۲ء میں سیکویرا گورنر جنرل ہی نہ تھا بلکہ منیزس تھا جس نے ویسرائے کی خدمت کا جائزہ سیکویرا سے ۲۲، جنوری ۱۵۲۳ء کو لیا ہے اسی دن سیکویرا پرتگال کو روانہ ہوا۔ بیروس نے سیکویرا کی روانگی ۱۳، فروری ۱۵۲۰ء کو لکھی ہے اور یہ کہ اس کے غیاب میں ڈی ملو گوا کا گورنر تھا۔ ڈی ملو نے براعظم گوا پر جنگ رائچور کے بعد قبضہ کیا۔ اور اس زمانے میں سیکویرا بحر احمر میں تھا۔ اس نے جنگ رائچور کے حالات کو نیونز ہی سے نقل کیا ہے اس لیے اس سے بحث فضول ہے۔ البتہ بیروس نے بطور خود کچھ واقعات بتلائے ہیں ان میں ٹھیک زمانہ بھی بتلایا ہے۔ رائچور کی جنگ کے بعد عادل شاہ اور راجہ کی ناچاقی لامحالہ بڑھ گئی تھی اور اسی وجہ سے ڈی ملو نے براعظم پر قبضہ کر لیا۔ دوسری لڑائی میں تیسرے کا فائدہ۔ سیکویرا ان دنوں بحر احمر میں تھا۔ بیروس لکھتا ہے کہ سیکویرا نے بحر احمر سے واپس آتے ہی پہلے ملک کا انتظام کیا خصوصاً براعظم کا جس پر ڈی ملو نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہ کوچین چلا گیا اور وہاں سے ڈیو گیا جہاں وہ ۹، فروری ۱۵۲۱ء کو پہنچا۔ اور ایک دوسری جگہ بھی بیروس نے لکھا ہے کہ سیکویرا کے غیاب میں ڈی ملو نے براعظم پر قبضہ کیا۔ فاریا ایک فرانسیسی مؤرخ نے جس کی کتاب ان واقعات کے ایک صدی بعد چھپی تھی لکھا ہے کہ سیکویرا فروری ۱۵۲۰ء سے فروری ۱۵۲۱ء تک گوا سے غیر حاضر تھا اس زمانے میں راجہ بیجانگر نے پینتیس ہزار سوار سات لاکھ تینتیس ہزار پیدل اور پانچ سو چھیاسی ہاتھیوں کا لشکر میدان اور پہاڑیوں میں پھیلا دیا۔ ہر ہاتھی پر عماری میں چار چار آدمی سوار ہوتے تھے۔ بارہ ہزار تو صرف سقے تھے۔ اور سامان اس قدر کثرت سے تھا کہ بیس ہزار سے زیادہ تو صرف طوائف ہی تھیں۔ ڈی سوزا نے لکھا ہے کہ جب عادل شاہ کو شکست ہوئی تو کشن رائے نے اس شرط پر صلح کرنی

Marfat.com

منظور کی کہ عادل شاہ آکر اس کے قدم بوس ہو۔ ان دونوں کے جھگڑوں میں پرتگالیوں کو اچھا موقع ملا اور انہوں نے مختلف بری مقامات پر قبضہ کر لیا۔ یہی حال اسوریو اور لفیٹا سیاحوں نے بھی لکھا ہے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ جنگ رائچور ۹۲۷ھ م ۱۲؍ دسمبر ۱۵۲۰ء لغایۃ یکم دسمبر ۱۵۲۱ء میں ہوئی۔ فرشتہ نے بھی وہی واقعات لکھے ہیں جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ دوسرے مورخین نے تو یہ لکھا ہے کہ رائچور مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ لیکن فرشتہ لڑائی چھیڑنے کا سبب یہ لکھتا ہے کہ عادل شاہ نے یہ لڑائی مدگل اور رائچور راجہ بیجانگر کے قبضے سے نکالنے کے واسطے کی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقامات اس زمانے میں ہندوؤں کے قبضے میں تھے۔ لیکن یہ روایت اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ فرشتہ نے سالہا سال کے بعد ان واقعات کو لکھا ہے۔ جنگ رائچور کی صحیح تاریخ میں نیونز کو مغالطہ ہوا ہے۔ کیوں کہ وہ منجم نہ تھا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا ہوگا کہ نیونز نے جو سال جنگ رائچور کا بیان کیا ہے اس میں دو برس کی غلطی ہوئی ہے اور صحیح تاریخ میں بھی اختلاف ہے۔ ماہ مئی میں غرہ کو ہفتے کے دن جنگ کا ہونا پایا جاتا ہے۔ کشن رائے تو جمعہ کے روز تیار تھا لیکن وہ دن منحوس ہونے سے ہفتہ قرار پایا۔ ۱۷؍ مئی ۱۵۲۰ء کو جمادی الاخریٰ کا غرہ پنجشنبہ کی صبح ہونا بیان کیا ہے لیکن حقیقت میں ہفتے کے دن ہوا ہے۔ اس حساب سے صحیح تاریخ اس جنگ کی ۱۹؍ مئی ۱۵۲۰ء قرار پاتی ہے۔

تعداد افواج جنگ رائچور

فوج کی تعداد حسب بیان نیونز سات لاکھ تین ہزار پیدل، بتیس ہزار چھ سو سوار، پانچ سو اکیاون ہاتھی تھے۔ ہمراہیان لشکر، سوداگر اور بہت سے آدمی جو رائچور کے قریب پہنچتے پہنچتے مل گئے اس کے سوا تھے۔ یہ تعداد ایسی خطیر ہے کہ ہم کو اس کی صداقت میں پس و پیش ہوتا ہے۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ اس بارے میں اپنی رائے قائم کرے۔ اتنا کہنا البتہ ضرور ہے کہ اس زمانے میں بادشاہان اور راجگان ہند کا دستور تھا کہ ہمیشہ بہت بڑی فوج رکھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ کشن رائے کی طاقت ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ بہت بڑا لشکر فراہم کر سکتا تھا چنانچہ پیز لکھتا ہے کہ وقت ضرورت وہ بیس لاکھ فوج جمع کر سکتا تھا لیکن یہ دوسری بات ہے کہ رائچور کی لڑائی میں فی الحقیقت کتنی فوج تھی۔ اس زمانے کی حکومت کا طرز اور تھا۔ تمام مملکت صوبوں میں منقسم تھی۔ ہر صوبے دار کا فرض تھا کہ وہ ایک مقررہ تعداد فوج کی موجود رکھے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ لڑائی اہم تھی اور راجہ نے اپنی تمام قوت اس میں

Marfat.com

صرف کر دی ہو گی۔ اس بات کا ثبوت (کہ بادشاہان و راجگان ہند اتنی بڑی فوج رکھتے تھے) مختلف ذرائع سے ہو تا ہے۔ بیر وس لکھتا ہے کہ راجہ بیجانگر کا تمول بے انتہا تھا۔ اسکاٹ صاحب نے اپنی "تاریخ دکن" کی جلد دوم میں اورنگ زیب کے زمانے کے بندیلہ سردار دلپت رائے کے روزنامچے ۱۶۹۰ء کے حوالے سے لکھا ہے کہ راجہ بیجانگر کی فوج کی تعداد تیس ہزار سوار اور دس لاکھ پیدل اور دولت بے شمار تھی۔ کانٹی جو ہندوستان میں اس لڑائی سے ایک صدی پیشتر آیا تھا لکھتا ہے کہ بیجانگر کا لشکر دس لاکھ سے اوپر تھا۔ عبدالرزاق نے ۱۴۴۲ء میں لکھا ہے کہ یہاں کی لشکر کی تعداد گیارہ لاکھ اور ایک ہزار ہاتھی تھے۔ نکلیتین نے اس کے بیس برس بعد لکھا ہے کہ گلبرگہ سے جو فوج ہندوؤں پر چڑھ کر آئی تھی اس کی تعداد نو لاکھ پیدل، ایک لاکھ نوے ہزار سوار اور پانچ سو پچھتر ہاتھی تھے علاوہ امراء کی فوج کے بادشاہ کی وہ فوج جو ہر وقت جنگ کے لیے تیار رہتی تھی تین لاکھ تھی۔ بادشاہ جب کبھی شکار کو نکلتا تھا تو اس کے ساتھ دس ہزار سوار، پانچ لاکھ پیدل اور دو سو ہاتھی رہتے تھے۔ صرف ملک التجار کے پاس دو لاکھ فوج تھی۔ پچھلے زمانہ میں سکندر اعظم نے جو ۳۲۰ قبل مسیح تھا۔ مگدھ کے لشکر کی تعداد یونانیوں نے چھ لاکھ پیدل، تیس ہزار سوار اور نو ہزار ہاتھی لکھی ہے۔ لارڈ اجرٹن نے لکھا ہے کہ ۱۱۹۲ء میں ہندوؤں کی جو فوج شمالی ہند میں مسلمان حملہ کرنے والوں کے مقابلے کے لیے اکٹھی کی گئی تھی کم سے کم اس کی تعداد تین لاکھ سوار، تین ہزار ہاتھی اور ایک بڑی تعداد پیدلوں کی تھی۔ ۱۵۵۹ء میں ایک مغل ایلچی کی پیشوائی کو بیس ہزار سوار بھیجے گئے اور دو لاکھ پیدل فوج اس کے ملاحظہ میں آئی تھی۔ فرشتہ کی روایت کے حوالے سے ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ۱۳۴۷ء میں محمد تغلق بادشاہ دہلی نے تین لاکھ ستر ہزار فوج فارس پر چڑھائی کرنے کے لیے جمع کی تھی اور جب کبھی بادشاہ کا ارادہ کسی ملک کو تاخت و تاراج کرنے کا ہوتا تھا تو اس آسانی سے فوراً لشکر اکٹھا ہو جاتا تھا گویا کہ کہیں شکار کو جا رہے ہیں۔ لشکر جمع کرنے کے بعد بادشاہ اس علاقے میں پہنچ کر تمام باشندوں کا قتل عام کر دیتا تھا۔ یہ وجہ تھی کہ جب کبھی شکار کو بھی نکلتے تھے تو اس قدر جم غفیر لشکر کا ساتھ رہتا تھا۔ شہاب الدین نے بیان کیا ہے کہ محمد تغلق کے لشکر میں نو لاکھ سوار تھے اور نیونز نے لکھا ہے کہ بادشاہ نے جب بالا گھاٹ پر چڑھائی کی تو اس کے ساتھ آٹھ لاکھ سوار تھے۔ سترھویں صدی میں فاریا سوزا نے لکھا ہے کہ بہادر بادشاہ کھمبایت کے پاس ۱۵۳۴ء میں ایک لاکھ سوار، چار لاکھ پندرہ ہزار پیدل اور چھ سو ہاتھی تھے۔ حال کے زمانے میں بھی ۱۷۶۲ء میں مرہٹوں کے پاس ایک لاکھ سواروں کا لشکر تھا۔ نیونز نے بیجانگر کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ سلطنت دو سو حصوں میں

Marfat.com

امراء پر منقسم تھی ان میں سے گیارہ فرمانرواؤں کو لشکر رکھنا لازمی تھا اور ان کی افواج کی تعداد انیس ہزار سوار، ایک لاکھ اکھتر ہزار سات سو پیدل اور چھ سو تیس ہاتھی تھے۔ کیپٹن ہیڈا (جو کشن رائے کی سلطنت کے اختتام سے تھوڑے ہی دن پہلے ہندوستان میں آیا تھا) بھی ان باتوں کی تصدیق کرتا ہے کہ سلطنت بیجانگر میں پیدلوں کی تعداد بے شمار تھی۔ ملک بہت وسیع اور آبادی گنجان تھی۔ راجہ دس لاکھ سے بیس لاکھ تک فوج اکٹھا کر سکتا تھا۔ راجہ اپنے ذاتی صرفہ سے ایک لاکھ سوار اور چار ہزار ہاتھی رکھتا تھا۔ ان تمام روایات پر غور کرنے کے بعد اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ راجہ بیجانگر کے پاس کثیر التعداد فوج تھی اور وقت ضرورت وہ اس سے بھی زیادہ اکٹھا کر سکتا تھا۔ غالبًا اتنی بڑی فوج سب کی سب باقاعدہ یا مسلح نہ ہوگی بلکہ اس میں عام دیہاتی بھی شریک ہوں گے۔ اس باقیات الصالحات کی یادگار اب بھی حیدر آباد دکن دارالسلطنت سرکار عالی نظام میں ہر سال محرم میں لنگر (ہر سال ۵ر محرم کو بلدۂ حیدر آباد میں اعلیٰ حضرت حضور نظام دام اقبالہم کا لنگر نکلا کرتا ہے اس کی مختصر کیفیت لکھی جاتی ہے۔ ۱۵۹۲ء میں سلطان قلی قطب شاہ کا صاحب زادہ شہزادہ عبداللہ حیدر آباد سے گول کنڈہ گیا۔ شہزادہ کے ساتھ بہت سے امراء اور ہمراہیان تھے۔ شہر کے دروازے سے نکل کر ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ شہزادہ جس ہاتھی پر سوار تھا وہ بدل گیا اور لوگوں پر حملہ کرنے لگا۔ امراءؔ اور دوسرے لوگ جان بچا کر بھاگے اور ہاتھی ایک دم جنگل کی طرف چلا اور آناً فاناً شہزادہ اور ہاتھی دونوں نظر سے غائب ہو گئے۔ جب یہ خبر وحشت اثر محلات میں پہنچی تو ایک کہرام مچ گیا۔ شہزادے کی والدہ از حد پریشان ہوئیں اور انہوں نے اسی وقت منت مانی کہ اگر شہزادہ صحیح سلامت واپس آجائے گا تو میں ایک سونے کی زنجیر (اتنی موٹی کہ جس سے ہاتھی کو باندھتے ہیں اور اس کو لنگر کہتے ہیں) چڑھاؤں گی۔ بہ فضل الٰہی شہزادہ اسی ہاتھی پر سوار بخیریت تمام آگیا۔ بیگم صاحبہ نے اسی وقت تمام شہر کے سناروں کو جمع کرایا اور اپنی منت کی زنجیر بنوائی اور چوں کہ اللہ تعالیٰ نے شہزادے کو ایسی بڑی مصیبت سے بال بال بچالیا تھا جلوس کے ساتھ درگاہ حسینی علم پر جا کر چڑھادی۔ اس کے بعد وہ زنجیر ٹکڑے ٹکڑے کر کے غربا میں تقسیم کر دی گئی۔ اس وقت سے اب تک یہی طریقہ جاری ہے اور ہر سال رئیس وقت کی سلامتی کے لیے لنگر نکالا جاتا ہے۔ یہ تقریب اب ایک قسم کی شاہی دعوت ہو گئی ہے جس میں من جانب مدار المہام بہادر سرکار عالی رزیڈنٹ صاحب بہادر اور تمامی صاحبان انگریز حیدر آباد و فوجی سرداران (مع لیڈیاں) حیدر آباد، سکندر آباد، بلارم، الوال، وتر ٹکھیڑی مدعو کیئے جاتے ہیں اور ریاست کے بڑے بڑے یوروپین اور ہندوستانی عہدے دار بھی شریک

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ ان سب کو ایک بڑا بھاری بریکفاسٹ اور رفرشمنٹ دیا جاتا ہے۔ یہ سب مہمان مدار المہام سرکار عالی کی بارہ دری میں جمع ہوتے ہیں۔ اس دن عام تعطیل ہوتی ہے اور تمامی باشندگان شہر عورت و مرد مثل عید کے لباس فاخرہ پہن کر نکلتے ہیں۔ دکانوں اور بالاخانوں پر آدمیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے رہتے ہیں۔ صرف ایک ایک دکان، کوٹھے اور بنگلوں کے لیے جو سر راہ واقع ہیں پچاس پچاس اور سو سو روپے کرایہ پر تماشہ دیکھنے کو دے جاتے ہیں۔ آدمیوں کی وہ کثرت ہوتی ہے کہ الامان، تل دھرنے کو جگہ نہیں رہتی، 'کھوے سے کھوا چلتا ہے'۔ سویرے سے لوگ اپنی اپنی جگہ سنبھال لیتے ہیں ورنہ دوپہر کے بعد تو پھر راستہ بھی نہیں مل سکتا۔ دن ڈھلے فوج نکلنی شروع ہوتی ہے اور سب مدار المہام سرکار عالی کے ملاحظہ سے آہستہ آہستہ گزرتی ہے جس کا سلسلہ مغرب تک تمام ہوتا ہے۔ سب سے اول کوتوال شہر ہاتھی پر عماری میں سوار ہو کر اپنی جمعیت، پولیس و رواہل و سواران و پیدل لے کر نکلتا ہے۔ اس کے بعد اطراف بلدہ کی پولیس ہوتی ہے۔ پھر مختلف علاقوں کی پیدل اور سوار جمعیت بے قاعدہ و باقاعدہ سواران مندوزی و قائم خانی، عرب، رواہل، سندھی، بلوچ، راٹھور، سکھ، جمعیت لین، جمعیت میسرم و رسالہ حبوش باڈی گارڈ اعلیٰ حضرت۔ افواج باقاعدہ گول کنڈہ بریگیڈ سوار و پیدل، امپیریل سروس ٹروپس، جمعیت صرف خاص و علاقہ پائیگاہ۔ امیر کبیر سر خورشید جاہ بہادر و نواب سر آسماں جاہ بہادر و نواب سر وقار الامراء بہادر وپیشکاری و سانڈنی سوار، بائیسکل سوار، خچروں، گھوڑوں اور بیلوں کے توپ خانے، افواج علاقہ نواب غالب جنگ بہادر عرب علاقہ نواب سلطان نواز جنگ بہادر و برق جنگ بہادر و مسم جنگ بہادر وغیرہ۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت کی سواری کے خاصے کے گھوڑے جو نہایت عمدگی سے سجے ہوئے ہوتے ہیں جن پر مغرق زین پوش زرد بانات کے رہتے ہیں اور انواع واقسام کے طلائی و نقرئی سازو سامان اور زیورات سے آراستہ ہوتے ہیں۔ جب ایک علاقے کی جمعیت ختم ہو جاتی ہے تو دوسرے علاقے کا جمعدار یا افسر یا سر کردہ ہاتھی یا گھوڑے پر جیسا اس کا مرتبہ ہو سوار ہو کر آتا ہے اور ہر علاقے کے نشانات جدا جدا ہیں۔ بان چھوٹتے جاتے ہیں۔ بینڈ بجتے جاتے ہیں۔ میسرم جمعیت کا بینڈ بہت مشہور اور دلکش ہے اور لوگ الغوزہ اور مشک نما ایک باجہ بین اور پونگی کی طرح کا بجاتے ہیں جسے Bagpipe کہتے ہیں۔ تمام فوج چوک سے شمس الامراء کا بازار، نخاس، پیشکار صاحب کی ڈیوڑھی پر سے گزر کر چو محلہ مبارک کے سامنے اعلیٰ حضرت کے ملاحظہ کے بعد چار مینار پر جا کر متفرق ہو جاتی ہے یہ سلسلہ برابر چھ سات گھنٹے جاری رہتا ہے اور اس کا بیس پچیس ہزار فوج سے کم کا اندازہ نہیں کیا جاتا۔ اس سے

Marfat.com

پہلے زمانے کی شان و شوکت اور کثرت افواج کا اندازہ ہو سکتا ہے اور یہیں کی فوج ایسی ہے کہ جو قدیم زمانے کے لباس، ہتھیاروں اور وضع قطع کا ایک نمونہ ہے) کے دن دیکھی جا سکتی ہے جہاں باقاعدہ اور بے قاعدہ فوج کی ایک بہت بڑی تعداد سر راہ گزرتی ہے۔ سوار پیدل عرب، روہیل، حبشی، راٹھور، سکھ اور مختلف اقوام کے لوگ بہت سے ملازم ہیں ہر ہر علاقے کی فوج اپنے اپنے جمعداروں اور سر کردوں کے ساتھ آتی ہے۔ پائگاہ اور جاگیرات کی افواج اس کے علاوہ ہیں جن کے سر رشتہ اور آوردہ جدا جدا ہیں یہی طریقہ افواج فراہم کرنے کا پہلے بھی جاری تھا۔

جنگ رائچور کا حال تاریخ فرشتہ سے

تاریخ مذکور میں جو حال رائچور کی لڑائی کا لکھا ہے وہ نہایت دلچسپ ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں کے طرف سے جنگ کا شروع ہونا لکھا ہے۔ جب سلطان اسمٰعیل عادل شاہ کو راجہ بیجانگر کی تیاریوں کی خبر مل گئی تو وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر مدگل اور رائچور کو رائے بیجانگر کے قبضے سے لینے کے لیے سات ہزار سوار لے کر بڑھا اور دریائے کرشنا کے کنارے پر مقیم ہوا اور وہاں پہنچتے پہنچتے دوسرے بہت سے امراء کی افواج بھی آملیں۔ کل تعداد فوج کی کم سے کم پچاس ہزار سوار، چھ لاکھ پیدل سے متجاوز تھی۔ بادشاہ ابھی، چند روز توقف کرتا کیوں کہ دریا کی سب کشتیاں رائے کے علاقے میں تھیں لیکن اب جب کہ بادشاہ آپہنچا تھا اور اس کے خیام لگ چکے تھے تو تامل کرنا یا واپس چلا جانا بڑی سبکی کی بات تھی اس لیے کشتیوں کی تیاری شروع کر دی گئی۔ بادشاہ کے پہنچنے کے چند دنوں بعد بادشاہ اپنے خیمے میں آرام فرما رہا تھا کہ اس نے قنات کے باہر اپنے ندیموں میں سے ایک شخص کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا۔

خیز در کاسۂ زر آب طرب ناک انداز — پیش ازان دم کہ شود کاسہ بسر خاک انداز

بادشاہ اس شعر کے سنتے ہی جوش میں آگیا اور اپنے مصاحبین کو بلا کر ایک جشن میں مصروف ہوا جب بہت دیر تک محفل رقص و سرود اور بادہ نوشی کی برپا رہی تو بادشاہ نے بحالت سرشاری ارکان دولت سے پوچھا کہ ٹوکروں (دکن میں اب تک بجائے کشتیوں کے بڑے بڑے ٹوکرے ڈالے جاتے ہیں جو جھاؤ کے ہوتے ہیں اور ان پر چمڑا منڈھا ہوا ہوتا ہے یہ ٹوکرے کشتیوں کا کام دیتے ہیں مگر خطرناک ضرور ہیں۔ ذرا سی ٹکر یا اونچ نیچ میں ان کا ڈوب جانا کوئی بات نہیں) کے تیار ہو جانے میں کیا دیر ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ تن سو ٹوکرے تیار ہو چکے ہیں باقی چند روز میں تیار ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ دریا کے پار ہو کر حملہ کریں۔ شراب کے نشے میں بادشاہ نے دریا فوراً عبور کرنے کی دل میں ٹھان لی اور ایک

Marfat.com

ہاتھی پر سوار ہو کر دریا کے کنارے پہنچا لیکن کسی کو کانوں کان بادشاہ کے ارادے کی خبر نہ ہوئی لوگ سمجھے کہ بادشاہ سیر و تفریح کو برآمد ہوا ہے لیکن یکایک حکم دیا کہ فوراً لوگ ہاتھیوں پر سوار ہو جائیں اور گھوڑوں کو نوکروں میں جو تیار ہیں پار کریں۔ امراء نے بادشاہ کی بے سوچے سمجھے جلد بازی کی حرکت سے پس و پیش کیا اور عرض و معروض کی لیکن بادشاہ نے کچھ جواب نہ دیا اور اپنا ہاتھی ایک دم آب قہر میں ڈال دیا۔ لوگ حیران ہو گئے کہ بادشاہ نے یہ کیا کیا۔ بادشاہ دیکھتے دیکھتے پار ہو گیا پھر کیا تھا جان نثاران سلطنت بھی چالیس ہاتھیوں پر سوار ہو کر آناً فاناً پار ہو گئے۔ اور نوکروں پر جتنی فوج اور گھوڑے چڑھ سکتے تھے دو پھیروں میں اتار دیے۔ چوں کہ بادشاہ کو جنگ کرنے پر اصرار تھا۔ مغل ایک دل ہو کر تازی گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور صفحۂ جدال آراستہ کرنے لگے۔ سب ملا کر اسلام کا لشکر صرف دس ہزار تھا ادھر تیاری ہو رہی تھی کہ سامنے ہندوؤں کی فوج جس میں اسی ہزار سوار اور دو لاکھ پیدل سے کم نہ تھے آ پہنچی اب بادشاہ کی سلامتی کے لالے پڑ گئے موقع بہت ٹیڑھا تھا لیکن بادشاہ کو اصرار تھا کہ لڑائی ہو، چار و ناچار بادشاہ کے بہادروں نے ایک جان ہو کر کچھ ایسی دلیری اور بہادری سے مقابلہ کیا کہ دشمن کے ایک ہزار آدمی قتل کر ڈالے جس میں سنکت سپہ سالار فوج بیجانگر مارا گیا لیکن آخر کہاں تک تاب مقاومت نہ لا سکے گولہ باری بندوقوں کی بوچھاڑ، تیر اور ہوائی بانوں نے گھبرا دیا۔ بادشاہ کے لشکر میں بھی پندرہ سو آدمی مارے گئے اور لشکر ادھیا گیا جو بچے تھے وہ جان بچا کر بھاگے اور دریا میں بے محابا گھوڑے ڈال دیے۔ بادشاہ کے ساتھ ہاتھی پر خواصی میں ترسوں بہادر اور ابراہیم بیگ تھے انہوں نے بھی ہاتھی دریا میں ڈال دیا مگر دریا اس قدر طغیانی پر تھا کہ سوائے بادشاہ کے ہاتھی اور سات سواروں کے سب کے سب ڈوب گئے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ بادشاہ کی مستعجلانہ حرکت کا یہ خمیازہ تھا کہ ساری فوج غارت ہوئی بادشاہ کی جان جو بچ گئی وہ بھی غنیمت۔ بادشاہ کو سخت ندامت ہوئی اس نے قسم کھائی۔ جب تک اس شکست کا انتقام نہ لے لوں گا شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا لیکن اب پچھتانے سے کیا ہو سکتا تھا۔ بادشاہ نے پھر مرمت بندگی ور دوبارہ فوج کی تیاری میں مصروف ہوا۔ مرزا جہانگیر تو اس لڑائی میں مارا گیا تھا۔ بادشاہ نے اسد خان لاری سے مشورہ کیا کہ بحالت موجودہ کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو کامیابی ہو۔ اسد خان نے عرض کیا کہ چوں کہ ہماری فوج کا بے انتہا نقصان ہوا ہے اور لشکر میں دل شکستگی پھیل گئی ہے فی الحال پیچھا چھوڑ پلٹ چلنا ہی ٹھیک ہے۔ بادشاہ نے بھی اس رائے کو مان لیا اور واپس چلا گیا۔ اسد خان کو بادشاہ نے سپہ سالاری کی معزز خدمت اور بہت سی جاگیریں عطا کیں اور اسے اپنا بڑا مشیر و صلاح کار مقرر کیا۔

Marfat.com

واقعات کا مقابلہ

نیونز اور فرشتہ دونوں کے حالات کو مقابلہ کرنے سے اس امر میں کوئی شک نہیں رہتا کہ دونوں ایک ہی واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔ اس لڑائی کی ابتداء کس کی طرف سے ہوئی اس بارے میں مختلف بیانات ہیں۔

فرشتہ لکھتا ہے کہ جب بادشاہ دریا کے کنارے پہنچ گیا تو اس نے دیکھا کہ دوسرے کنارے پر ہندوؤں کا لشکر پڑا ہوا ہے۔ چند دن توقف کر کے بادشاہ تھوڑی سی فوج کے ساتھ دریا پار اتر گیا لیکن شکست کھا کر واپس آیا۔

نیونز لکھتا ہے کہ کشن رائے کو جب بادشاہ کے دریائے کرشنا تک آ جانے کی خبر ملی تو وہ رائچور میں تھا جو دریا سے بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ سنتے ہی وہاں سے چل پڑا اور دریا ابھی نو میل باقی تھا کہ وہاں لڑائی ہوئی جس میں مسلمانوں کا لشکر پسپا ہوا۔ تاہم دونوں بیانوں کو اجمالاً دیکھا جائے تو بہت سی باتوں میں متفق ہیں جس سے یہ نتیجہ بہ آسانی نکلتا ہے کہ ان میں سے کس کی روایت صحیح اور قابل اعتبار ہے لیکن جب اس بات کو مد نظر رکھا جائے کہ نیونز نے تو لڑائی کے پندرہ برس بعد واقعات قلمبند کیئے ہیں اور لڑائی میں پرتگالی بھی موجود تھے اور ممکن ہے کہ نیونز نے ان میں سے بعض لوگوں کی زبان سے لڑائی کے واقعات سنے ہوں تو ان وجوہ سے بہ مقابلہ فرشتہ کے نیونز کے بیان پر زیادہ بھروسہ کیا جا سکتا ہے کیوں کہ فرشتہ نے اس واقعے کے ساٹھ برس بعد اپنی تاریخ لکھی ہے اور پھر اس میں باتیں خلاف قیاس بھی ہیں۔ نیونز نے ایسے واقعات لکھے ہیں کہ جن کے دیکھنے سے ضرور یہ خیال ہوتا ہے کہ یا تو وہ خود جنگ میں موجود تھا اور چشم دید حالات لکھ رہا ہے یا کم سے کم اس نے ایسے لوگوں سے سن کر لکھا ہے جو وہاں موجود تھے۔ چنانچہ نیونز نے قلعہ رائچور اور لشکر کے حالات میں لکھا ہے کہ لشکر میں اس کثرت سے سامان تھا کہ جس چیز کی ضرورت ہو بے تکلف ملتی تھی۔ لشکر میں صناع اور ہر قسم کے پیشہ ور اور دستکار اس طرح اطمینان سے اپنا اپنا کام کرتے تھے جیسے کوئی اپنے شہر میں بیٹھ کر کرتا ہے۔ حتی کہ جوہریوں کی دکانیں بھی تھیں جن میں ہر قسم کے جواہرات فروخت کے لیے موجود تھے۔ یہ حالات دیکھ کر اوپری آدمی کبھی یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ اس لشکر کا کیمپ تھا جو جنگ پر جا رہا تھا بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک آباد اور خوش حال شہر بسا ہوا ہے۔ تاشوں، باجوں، نرسنگوں اور لوگوں کا ایسا شور و غل تھا

Marfat.com

کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ لوگ اشاروں سے باتیں کرتے تھے۔ اس بلا کے شور و غل سے چڑیاں گھبرا کر آدمیوں کے سروں پر گر گر پڑتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب آسمان پھٹ پڑے گا۔ یہ ایسے واقعات ہیں جو دیکھنے والا ہی لکھ سکتا ہے۔ راجہ بیجانگر نے جب رائچور کو فتح کیا تو راجہ نے سنوواؤ کی طرف دیکھ کر سر ہلایا اور کہا کہ دیکھو ایک خیر خواہ متنفس سے بھی کیسے کیسے بڑے بڑے کام ہو سکتے ہیں اور جب قلعے والوں نے شکست کھائی اور کشن دیو رایا فتح پا کر شہر میں داخل ہوا اس کے واقعات لکھے ہیں اور جنگ ختم ہو جانے کے بعد بادشاہ کے ایلچی سے راجہ کی ملاقات کی کیفیت لکھی ہے۔ دوسرا وقائع نگار ڈومنگو پینز کر سنوواؤ کے ساتھ اس جنگ کے چند مہینے بعد بیجانگر میں موجود تھا اگرچہ وہ رائچور کی لڑائی میں خود نہ تھا لیکن سوائے نیونز کے اور دوسرے وقائع نگاروں نے رائچور کی لڑائی کا حال سرسری طور پر لکھا ہے اور پرتگالی مورخین نے اس لڑائی کو (کیوں کہ ان سے متعلق نہ تھی) اہم نہیں سمجھا اور اس واسطے مجملاً ذکر کیا ہے۔

انتظام مملکت پر جنگ، رائچور کا اثر

رائچور کی لڑائی سے اسمٰعیل عادل شاہ کی طاقت اور شہرت کو ایسا بٹہ لگا کہ اس نے اس طرف رخ نہ کیا اور دوسرے مسلمان بادشاہوں سے اپنے تعلقات بڑھانے لگا۔ اس فتح کے بعد سے دکن کے سب مسلمان بادشاہ چوکنا ہو گئے اور اس کے سوائے علاج نہ تھا کہ سب نے مل کر سلطنت بیجانگر کو آخر تباہ کر دیا۔ ہندوؤں پر اس لڑائی کا یہ اثر ہوا کہ وہ بہت مغرور اور خود پسند ہو گئے، گویا ایندھن میں کسی نے آگ لگا دی اور اپنی ہم سر سلطنتوں کو ستانے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قدر جلد اتنی بڑی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

رباعی

جس سر پہ غرور آج ہے یاں تاجوری کا　　کل اس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت　　اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

اس لڑائی کا اثر پرتگالیوں پر بھی ہوا۔ پرتگالیوں کی حکومت کا دارومدار ہندوؤں کی سلطنت پر تھا اس لیے کہ بادشاہ پرتگال کے تعلقات ہمیشہ سے مسلمانوں سے اچھے نہ تھے، ہندوؤں ہی سے ان کو مدد ملتی تھی اور انہیں سے ان کی سوداگری چمکی ہوئی تھی۔ پرتگالی مورخین نے ان واقعات سے گریز کیا ہے لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ بحری تجارت کا دارومدار اس سلطنت کی فارغ البالی پر منحصر تھا کہ جہاں ان کے

Marfat.com

مال کی کھپت تھی۔ جب بیجانگر کی سلطنت عروج پر تھی اور وہاں عیش و آرام کے سامان بہم تھے اور دولت امڈی پڑتی تھی اور بے انتہا افواج جمع تھیں اور سوداگری بھی پنپ رہی تھی، بر خلاف اس کے جب سلطنت کا زوال ہوا اور شہر ویران ہو کر اجڑ گیا تو ان کے مال کو کون پوچھتا تھا۔ لامحالہ ان کی تجارت بھی بیٹھ گئی، ان وجوہ سے پرتگالیوں کو رائچور کی جیسی اہم لڑائی اور عظیم الشان واقع کو اس بے پروائی سے چھوڑ دینا ضرور تعجب کی بات ہے۔

ہمشیرہ اسمٰعیل عادل شاہ مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ سے ۹۳۰ھ

بیجانگر کے رام راج کی نوک جھونک اور شرارتیں روز بروز حد سے متجاوز ہوتی چلی جارہی تھیں، آخر کب تک کوئی طرح دیتا۔ اسد خاں نے جواب سپہ سالار ہو گیا تھا کوشش کی کہ برہان نظام شاہ احمد نگر اور اسمٰعیل شاہ کے باہمی قرابت قریبہ ہو جائے یعنی مریم سلطان ہمشیرہ اسمٰعیل عادل شاہ کی شادی برہان نظام شاہ سے ہو جائے تاکہ اس فتنہ پرداز کی بخوبی سرکوبی کی جاسکے۔ اس مسئلہ کو طے کرنے کے لیے اسد خاں نے سلطنت کے ایک تجربہ کار معتمد سید احمد ہروی کو تحفہ تحائف شاہانہ دے کر احمد نگر روانہ کیا چنانچہ سید احمد بوساطت شاہ طاہر کے برہان نظام شاہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور یہ قرار پایا کہ دونوں بادشاہ ذی جاہ اپنے اپنے مستقر سے برآمد ہو کر قلعہ شولاپور میں جو فی مابین ان دونوں کے عمل نزاع تھا اور بالمشافہ ملاقات میں اس امر کو طے کرلیں۔ حسبہ دونوں بادشاہوں کا قلعہ شولا پور میں قران السعدین ہوا اور ایک مہینے تک شادی کے جشن رہے اور وقت تعین کابین مریم سلطان علاوہ جواہر اور نقدیات کے قلعہ شولار مع پانچ پیٹ کے مہر میں دے دیا گیا اور دونوں بادشاہوں نے دوستی واتحاد میں منسلک ہو کر اپنی اپنی دارالخلافت کو مراجعت فرمائی۔

برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی پہلی لڑائی شولار پور پر ۹۳۱ھ

اسمٰعیل شاہ کی بہن مریم سلطان کی شادی نظام شاہ سے ہو کر قلعہ شولاپور جہیز میں دینے کا وعدہ ہو چکا تھا۔ لیکن کسی وجہ سے اسمٰعیل شاہ اپنے اس اقرار کو پورا نہ کر سکا جس پر برہان نظام شاہ نے ارادہ کر لیا تھا کہ اگر شولاپور خوشی سے نہ دیں گے تو ہم چڑھائی کر کے لے لیں گے اور اس ارادے کی تکمیل کے لیے عماد الملک سے امداد لے کر جنگ چھڑ گئی۔ اسمٰعیل شاہ بارہ ہزار سوار اور انبوہ کثیر فوج لے کر مقابلے کو چلا اور دونوں طرف کی فوجیں کسی طرح چالیس ہزار سے کم نہ تھیں۔ ان میں ایک مہیب جنگ ہوئی جس میں پہلے عماد الملک کو شکست ہوئی اور براڑ کو بھاگا نظام شاہ نے ہر چند پاؤں جمانے چاہے مگر اکیلا رہ گیا تھا

Marfat.com

یا کر سکتا تھا ناچار پسپا ہونا پڑا اور تمام فوج تتر بتر ہو کر بھاگی۔ اسد خاں نے ان کے تعاقب میں پریندہ کے قلعہ کے دروازے تک گیا اس لڑائی میں اسمٰعیل شاہ نے چالیس ہاتھی مال غنیمت میں پائے جس میں سے اس نے دس اسد خاں اور باقی دوسرے امراء کو سرفراز کیئے۔

برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی دوبارہ لڑائی ۹۳۲ھ

برہان نظام شاہ کو اس شکست کا نہ صرف سخت ملال ہوا بلکہ شرمندگی بھی تھی اس لیے دوسرے ہی سال امیر برید کے ساتھ پھر اسمٰعیل عادل شاہ پر چڑھائی کی اور بڑی سخت لڑائی کے بعد پھر احمد نگر کی فوج کو شکست فاش ہوئی چنانچہ خواجہ جہاں دکھنی کو مع بیس زنجیر فیل اور دیگر مال غنیمت کے اسد خاں نے قید کر لیا۔ بادشاہ مع الخیر دار السلطنت میں واپس آیا اور سوائے ایک ہاتھی کے جس کا نام اللہ بخش تھا اور جو نظام شاہ کی سواری کا مخصوص تھا اپنے خاصہ کے واسطے رکھ کر باقی ہاتھی اسد خاں کو سرفراز ہوئے۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی بہن خدیجہ سلطان کی شادی عماد الملک سے ۹۳۴ھ

اسد خاں نہایت پولیٹیکل آدمی تھا اس نے دیکھا کہ علاؤالدین عماد الملک ہمیشہ نظام شاہ کا ساتھ دے کر ہمارے ملک کی تباہی ان دونوں کے ہاتھوں سے ہوتی ہے کسی طرح اس خرخشہ کو مٹانا چاہئے چنانچہ اسد خاں نے حکمت عملی سے دونوں بادشاہوں کو ایسا ملا دیا کہ عماد الملک بہ دل و جان عادل شاہ کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا اور یہاں تک گھل مل گئے کہ اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنی بہن خدیجہ سلطان کی شادی عماد الملک سے کر دی۔

امیر برید کا روبراہ نہ ہونا اور یوسف عادل شاہ کا اس کے ایک شجاع سے مقابلہ

اسد خان لاری ہر چند چاہتا تھا کہ کسی طرح فرماں روائے بیدر امیر برید سے بھی معاملہ نبٹ جائے لیکن جب کبھی کچھ تدبیر کی ہمیشہ الٹی پڑی اور امیر برید نے نیکی کا بدلہ بدی ہی دیا چنانچہ ایک لڑائی میں امیر برید کے برادر نسبتی امیر نامی نے جو ان کی فوج کا بڑا مشہور دلاور تھا میدان جنگ میں اسمٰعیل عادل شاہ کو چیلنج دیا۔ بادشاہ کی رگ حمیت جوش میں آگئی اور اگرچہ اسد خاں اور دیگر امرا مانع ہوئے مگر ایک نہ سنی اور خود اسپ صبار فتار پر سوار ہو کر مقابلہ پر اتر آیا اور بہت دیر تک مقابلہ کے بعد بادشاہ نے اسے گرا کر شربت اجل پلایا اور بعد فتح و ظفر لشکر ظفر پیکر میں واپس آیا تو سینکڑوں صدقے اتارے گئے اور غرباء اور مساکین میں خیرات تقسیم ہوئی اور اسد خان نے رکاب کو بوسہ دے کر مبارکباد عرض کی۔

Marfat.com

اسمٰعیل عادل شاہ کا محاصرۂ قلعہ بیدر اور امیر برید کی شکست کے بعد قابض ہونا

۹۳۶ھ م ۱۵۳۹ء

امیر برید جوں جوں پسپا ہوتا تھا اور زیادہ بھر بھر کر آتا تھا اس نے پھر قطب شاہ اور رایاں بیجانگر سے سازش کر کے چوطرف ایسا فتنہ وفساد برپا کر رکھا تھا کہ اسمٰعیل شاہ نے دس ہزار فوج لے کر علاقہ بیدر پر چڑھائی کی اور لڑتا بھڑتا دارالسلطنت بیدر تک جا پہنچا اور جاتے ہی قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اسمٰعیل شاہ نے اپنی نصف فوج اسد خاں کو دے دی کہ وہ قطب شاہ کو جو امیر برید کی مدد کو آ رہا تھا راستہ میں روک لے چنانچہ اسد خاں نے ایسا ہی کیا اور قطب شاہ کے لشکر کو پس پا کر کے بادشاہ کی فوج کے ساتھ آملا اور محاصرہ قلعہ بیدر میں شریک ہو گیا۔ امیر برید جب محاصرہ سے تنگ آ گیا تو اس نے عمادالملک کو مصالحت کرا دینے کے لیے بلوا بھیجا۔ عمادالملک آ کر عادل شاہ کے لشکر سے تین کوس کے فاصلہ پر ٹھہرا اور عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مقصود اصلی اس ملاقات کا جناب کی قدمبوسی تھی اور نیز شفاعت تقصیرات امیر برید کہ آپ بمراحم خسروانہ اس کی خطاؤں پر پردۂ عفو ڈال دیں "از خورداں خطا و از بزرگان عطا"۔ عادل شاہ نے کہا کہ امیر برید کی شرارتیں اور گستاخیاں حد سے بڑھ گئی ہیں۔ میں خون کے گھونٹ پی رہا ہوں جب تک اس سے اپنا بدلہ نہ لے لوں گا مجھے چین نہ پڑے گا۔ عمادالملک نے جب بادشاہ کو اس درجے پر دل پایا تو وہ بھی خاموش رہ گیا۔ امیر برید کو جب خبر ملی کہ عمادالملک کی بھی کچھ نہ چلی تو گھبرا کر عمادالملک کے ڈیرے میں خود آیا اور بہت کچھ عاجزی اور لجاجت کی کہ کسی نہ کسی طرح ہماری جان بخشی کرائیے کہ اس محاصرے نے سب لوگ تنگ آ گئے ہیں گلوخلاصی ہو۔ عمادالملک نے کہا کہ یہ بات تو بدون قلعہ کے حوالہ کر دینے کے ممکن نہیں ہے امیر برید دل شکستہ ہو کر وہاں سے اٹھ آیا اور قلعہ کے باہر اپنے کیمپ میں جا کر عیش وطرب میں مصروف ہو گیا۔ اگرچہ امیر برید کا سن ۸۰ سے متجاوز تھا مگر پھر بھی شراب خوری اور عیاشی سے باز نہ آتا تھا اور اسد خاں برابر گشت لگایا کرتا تھا ایک رات اسے جاسوسوں نے خبر دی کہ امیر برید شراب کے نشے میں بالکل مدہوش ہو کر پڑ گیا ہے اور سوائے دو مشعلچیوں کے سب چت ہیں۔ اسد خاں سنتے ہی چند سواروں کے ساتھ لیے اس کے کیمپ کی طرف پہنچ کر پاپیادہ ہو گیا اور تبدیل لباس کر کے برید کے کیمپ میں جا گھسا اور اپنے ساتھ پانچ چھ جانباز آدمیوں کو لے کر اس کی خوابگاہ میں جا پہنچا۔ اندر خیمہ میں گھس کر کیا دیکھتا ہے کہ سب کے سب مدہوش

Marfat.com

اور بے خبر پڑے ہیں صرف دو مشعلچی اور کچری نیند میں جھونکے کھا رہے ہیں۔ اسد خاں نے اشارہ کیا اس کے ہمراہیوں نے اس چستی سے ان دونوں کے سر تلوار سے اڑا دیئے کہ صدائے بر نہ خاست۔ آگے بڑھ کر دیکھا تو امیر برید پلنگ پر پڑا ہوا تھا اس کو شال اڑھا جھٹ اس کا مرصع پلنگ چار آدمیوں نے آہستہ سے اٹھالیا۔ جب کیمپ کے باہر آگئے تو جو لوگ پلنگ اٹھائے ہوئے تھے کلمۂ شہادت پڑھنے لگے گویا مردے کو لے چلے ہیں اور جب اپنے کیمپ کے پاس پہنچ گئے تو پکار پکار کر کلمہ پڑھنے لگے۔ کچھ پلنگ کے جھکولوں سے، زیادہ تر لوگوں کے شور و غل اور دوڑنے اور رات کی ٹھنڈی ہوا سے امیر برید نیم بیدار ہوا اور سمجھا کہ شاید جنات اس کا پلنگ اڑائے لیے جا رہے ہیں وہ جھٹ اٹھ بیٹھا اور لاحول پڑھنے لگا۔ اسد خاں نے کہا کہ میں شیطان تھوڑی ہوں جو تمہاری لاحول سے بھاگ جاؤں شاباش ہے تیری غفلت پر کہ یوں تو غنیم کا لشکر تیری چھاتی پر بیٹھا ہوا ہے اور تجھے اصلا پرواہ نہیں اور بایں سن و سال تو فسق و فجور میں مبتلا ہے تیری حالت پر سخت افسوس ہے۔ اسد خاں کی آواز سنتے ہی برید کا دم ہی تو نکل گیا اور سمجھ گیا کہ دشمن کے پھندے میں بری طرح پھنسا ہوں۔ اسد خاں سے عاجزی کرنے لگا کہ خدا کے واسطے میری جان بچاؤ۔ اسد خان نے کہا کہ میں اپنی طرف سے تو کوشش کروں گا آگے جو تمہاری تقدیر اور اسی حیثیت سے اسمٰعیل شاہ کے سامنے لے جا کر ساری حقیقت دہرائی۔ بادشاہ نے اس وقت ایک دو باتیں برید سے کہیں اور کہا کہ خیر اس وقت تو اسے لے جاؤ صبح دربار کے وقت حاضر کرنا۔ صبح کو امیر برید کی مشکیں کس کے سر دربار لا کے تخت شاہی کے سامنے کھڑا کر دیا۔ بادشاہ اس سے سخت متنفر اور پر دل تھا دو گھڑی تک عمداً ادھر متوجہ ہی نہیں ہوا اور امیر برید اسی طرح بندھا کھڑا رہا بادشاہ نے پلٹ کر دیکھا تک نہیں اور دیر تک اسی طرح پابرہنہ دھوپ میں کھڑا رکھا بادشاہ کی جب نگاہ پڑی تو دیکھتے ہی حکم دیا کہ فورا اس کی گردن اڑا دو حکم کی دیر تھی کہ جلاد شمشیر برہنہ لیے سر پر آ پہنچا۔ اسد خاں قول دے چکا تھا نہایت عجز و الحاح سے سفارش کرنے لگا اور برید بے چارا بہت گڑگڑایا اور عرض کی بندہ سراسر خطاوار اور اس میں شک نہیں کہ اپنے کردار ناسزا کی بدولت گردن زدنی ہے لیکن اگر بہ عوض دشمن کشی کے خلعت بخشی فرمائی جائے تو فدوی قلعہ بیدر مع خزائن اور دفائن کے ابھی سپرد کر دیتا ہے۔ دوبارہ اسد خاں نے سفارش میں کد بلیغ کی بہ حکم العفو زکوٰۃ الظفر برید کا معروضہ درجہ قبولیت کو پہنچا امیر برید نے اپنے بیٹوں کو قلعہ میں کہلا بھیجا کہ فورا قلعہ کے باہر ہو جاؤ اور قلعہ سپرد کر دو۔ برید کے بیٹوں نے جواب دیا کہ اس بڈھے نے ایک تو اپنی شامت اعمال سے دشمنوں کے پنجے میں جان پھنسائی اس پر طرہ یہ کہ اپنی جان کی امان

Marfat.com

میں ہم سب کو بھی ذلیل کر کے ہماری ناموس برباد کرنا چاہتا ہے۔ علی برید جو بڑا بیٹا تھا اس نے سب کے سامنے یہی صاف جواب دیا اور در پردہ باپ کو کہلا بھیجا کہ آخر ایک دن مرنا ہے ایسی جلدی کیا ہے ذرا تو تامل کیجئے دیکھئے تو حکم قضا و قدر سے کیا ہوتا ہے اور ایک دوسرے معتمد کو پیچھے سے پھر بجھوایا کہ جا کر دیکھو کہ وہاں کیا معاملہ پیش آتا ہے اگر واقعی معاملہ ایسا نازک ہے کہ بدون تفویض قلعہ کے ہمارے باپ کی جان بچ نہیں سکتی تو خیر ''جو کچھ خدا دکھائے سوناچار دیکھنا''۔ عادل شاہ نے جب سنا کہ اس کے بیٹے متمردی کرتے ہیں اور قلعہ کی حوالگی میں تامل کر رہے ہیں فوراً خاصہ کا ہاتھی طلب کر حکم دیا کہ امیر برید کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے قلعہ کے دروازے کے سامنے لے جاؤ اور ہاتھی کے پاؤں سے روند ڈالو۔ اس حکم کی خبر پاتے ہی امیر کے بیٹوں نے اسد خاں کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم بشرط امان جان و حفظ آبرو اپنی اور عورتوں کے قلعہ کی حوالگی پر آمادہ ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا سب عورتیں اپنے اپنے پہننے کے کپڑے اور جو زیورات کہ ان کے جسم پر ہیں لے کر فوراً قلعہ کے باہر ہو جائیں۔ جب قلعہ خالی ہو گیا تو اسی وقت عادل شاہ قلعہ میں داخل ہوا اور دوگانہ شکرانہ پڑھ کر تخت شاہی پر جلوس کیا۔ عماد الملک کو بلا کر تمام خزانے نقدیات اور جواہرات اور ظروف طلا و نقرہ سب دکھائے اور کہا کہ جو تمہارے دل چاہے شوق سے لے لو اور خود ایک عنبر چہ مرصع اٹھا لیا۔ بادشاہ نے اسد خاں کو حکم دیا کہ تین لاکھ ہن ملازمان عماد الملک کے سپرد کر دئے جائیں اور ایک لاکھ ہن شاہزادگان ملو خاں الو خان ابراہیم خان اور عبداللہ خان میں تقسیم کر دو اور ایک لاکھ ہن تم بھی لو اور ایک لاکھ ہن مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ و زیارت ائمہ مقدسہ علیہ السلام و مزارات مطہرہ کو روانہ کریں اور باقی علماء و فضلاء و مساکین و مستحقین و صلحا و شعرائے بیجاپور میں تقسیم کر دو اور بادشاہ نے خود سوائے اس عنبر چہ کے کچھ نہ لیا۔ عماد الملک نے پھر امیر برید کی عفو تقصیر کی استدعا کی بادشاہ نے قصور معاف کر دیا اور جس طرح پہلے عنایت رکھتا تھا اب بھی اسے امرائے سلطنت میں شامل کر لیا اور قلعہ بیدر کو حسب تجویز اسد خان کے مصطفیٰ خاں شیرازی کے سپرد کر کے چندے بعیش و نشاط بیدر میں رہا۔

قلعہ رائچور اور مدگل پر اسمٰعیل عادل شاہ کا قابض ہونا

ان ہی دنوں تیمراج مر گیا تھا اور سلطنت بیجانگر میں خود اختلاف پڑ رہا تھا اسمٰعیل عادل شاہ نے اس موقع کو غنیمت جانا کرشنا کے پار اتر کر اچانک مدگل پہنچا۔ قلعہ والوں نے جب دیکھا کہ کسی طرف سے مدد

Marfat.com

آنے کی توقع نہیں تو چپ چاپ قلعہ حوالہ کردیا اور وہاں سے آ کر قلعہ رائچور کو بھی اسی طرح بلا غل و غش فتح کرلیا بعد اس کے اسمٰعیل عادل شاہ نے ایک بڑی مجلس طرب و نشاط آراستہ کی اس مجلس میں عماد الملک بھی موجود تھا بادشاہ نے اس دن اسد خاں کو بیٹھنے کا حکم دیا اور تین جام شراب کے خود اپنے ہاتھ سے دیئے۔ عماد الملک اور اسد خاں نے بادشاہ کو خوش پا کر التماس کی کہ اگر امیر برید کو بھی اس مجلس میں شرکت کی عزت دی جائے تو بندگان عالی کی مزید نوازش ہو گی۔ عادل شاہ نے قبول فرمایا امیر برید حاضر ہوا اور اپنی جگہ پر بیٹھا بادشاہ نے اسے دیکھ کر فرمایا رَابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ (اصحاب کہف میں کا چوتھا ان کا کتا ہے، امیر برید بھی اس مجلس میں چوتھا شخص تھا۔ بادشاہ نے طعناً یا یاً مذاقاً اسے کتا بنادیا) عماد الملک اور اسد خاں کہ ذی علم تھے سمجھ گئے اس لطیفے سے مسکرائے امیر برید اگرچہ سمجھا نہیں مگر ان دونوں کو متبسم دیکھ کر نہایت پشیماں اور خجل ہو کر سر جھکالیا اور سوچ میں گیا اور آخر کار اس تذلیل پر آب دیدہ ہو گیا۔ بادشاہ اس سے متاثر ہوا اور اس کی استمالت کے لیے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ بیجاپور پہنچ کر بلدہ بیدر تم کو بخش دوں گا امیر برید نے فی البدیہ بیت پڑھی

برین مژدہ گرجاں فشانم رواست   کہ ایں مژدہ آسایش جان ماست

عادل شاہ نے یہ بیت سن کر کہا "مارا بدیں گیاہ ضعیف ایں گماں نبود"۔ القصہ ایک مہینے تک اسی طرح جشن ہوتا رہا پھر عماد الملک تو برار چلا گیا اور بادشاہ بیجاپور واپس آیا اور حسب وعدہ خود امیر برید کو خلعت خاصہ اور ہاتھی گھوڑا اور جواہر دے کر رخصت کیا اور قندھار اور کلیان بطور پیش کش سرکار میں رکھ کر بیدر اور ملک توابع بیدر امیر برید کو بخش دیا۔

ازیں احساں جہانے پر سرود است   کہ سلطان دکن بادے نمود است

اسمٰعیل عادل شاہ اور نظام شاہ کی جنگ عظیم نلدرگ پر ۹۳۸ھ

نظام شاہ بادشاہ بڑا غیور تھا، اس کو ان ناکامیوں کا سخت قلق تھا جو عادل شاہ کے ہاتھ سے پیاپے پہنچی تھی پچیس ہزار سوار اور توپ خانہ کے ساتھ سلطنت بیجاپور پر چڑھائی کی۔ امیر برید کب ماننے والا تھا قلعہ بیدر ملتے ہی اس کے خنے پھر بگڑ گئے اور پھر اپنی پرانی روش بدکرداری پر آ گیا اور نظام شاہ سے جاملا۔

نکند از درندگی تو بہ   گرگ تا نشکنند دندانش

کہ کند مار ترک زخم زدن   تا نکوبند در سر بندانش

Marfat.com

عادل شاہ صرف دو ہزار سوار تاجپوش کے ساتھ لے کر مقابلہ کو بڑھا اور ایسی عظیم الشان جنگ ہوئی کہ پہلی لڑائیاں اس کے مقابلے میں بازیچہ اطفال تھیں۔ اسد خاں نے لشکر کو صف بستہ کیا اور اس لڑائی میں نظام شاہ کا ایک امیر اعظم خورشید خاں مارا گیا۔ نظام شاہ پریشان ہو کر بیک بنی دو گوش احمد نگر بھاگا اور تمام توپ خانہ اور ہاتھی اور دوسرا مال واسباب سب اسمٰعیل شاہ کو ملا سوا لگ۔ اس کے بعد پھر کوئی لڑائی ان بادشاہوں میں نہیں ہوئی آپس میں مل گئے اور یہ طے پایا کہ اسمٰعیل شاہ تو قطب شاہ کا ملک لے لے اور نظام شاہ عماد الملک کا اور اس کے بعد دونوں مصالحت سے رہیں۔

قلعہ کویل کنڈہ کا محاصرہ

اس کے بعد چند سال تک کچھ لڑائی بھڑائی نہیں ہوئی امن چین رہا لیکن ملک تلنگانہ میں میں بہت سے قلعہ جات ہنود نے دبا لیے تھے ان کی سرکوبی کو امیر برید کی سرکردگی میں ملک تلنگانہ پر چڑھائی کی اور قلعہ کویل کنڈہ کا جو ایک مشہور قلعہ ملک تلنگان کا ہے محاصرہ کیا اور طرفین سے لڑائی ہوتی رہی۔ اسد خاں کی بہادری سے قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے لیکن قضائے کردگار تلنگانہ کی آب و ہوا سے بادشاہ کا مزاج ناساز ہو گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی وفات ۹۴۱ھ م ۱۵۳۴ء

اور باوجود علاج کے روز بروز طبیعت بگڑتی ہی گئی آخر کار قصد واپسی کا کیا راستہ کی صعوبت سفر سے اور زیادہ حرج ہوا۔ حوالی سگر میں پہنچے تھے کہ چہار شنبہ کے دن ۱۶ر صفر ۹۴۱ھ کو انتقال کیا۔ اسد خاں نے اس سانحہ کو مخفی رکھ کر نعش کو برقعہ ذار پالکی میں قصبہ گوگی کو روانہ کیا جہاں اپنے پدر بزرگوار کے جوار میں مدفون ہوا۔

عمارات اور افواج

بیجاپور سے چند میل فاصلہ پر ۹۲۶ھ م ۱۵۲۰ء میں چندہ پور اس بادشاہ نے بسایا تھا۔ چمپا محل کی تعمیر ۹۲۷ھ م ۱۵۲۱ء میں اسی کے عہد معدلت میں ہوئی۔ جس کا کچھ حصہ اب بھی گرا پڑا باقی ہے۔ تعداد لشکر سوار واحشام ملا کر ایک لاکھ چالیس ہزار تھی اور ہاتھی ایک سو سولہا تھے۔

Marfat.com

اسمٰعیل عادل شاہ کا کیرکٹر

اسمٰعیل عادل شاہ نہایت منصف، متحمل و بردبار، کشادہ دل اور نہایت مخیّر و فیاض تھا۔ نرم دل اور رحیم ایسا تھا کہ اکثر بڑے بڑے پولیٹیکل قیدیوں کی سزا بھی معاف کر دیتا تھا۔ لگائی بجھائی اور چغل خوری سے سخت متنفر تھا۔ کبھی غصہ میں آکر بھی سخت ست نہیں کہتا تھا۔ کبھی زبان سے فحش لفظ نہ نکلا۔ مزاج میں ظرافت بہت تھی جس کے ساتھ پورا اور ٹھیک کانٹے کی تول انصاف کرنے کا بیش بہا وصف بھی تھا۔ بادشاہ کو فن نقاشی رنگ سازی، تیر سازی میں دستگاہ کامل تھی اور کارچوب کا کام بہت عمدہ آتا تھا خصوصاً زین پوش، علم موسیقی اور فن شاعری میں جواب نہ رکھتا تھا وفائی تخلص کرتا تھا اور اپنے زمانہ کا فرد فرید تھا۔ ذی علم اشخاص، بڑے بڑے علماء کے ساتھ نہایت فراخ حوصلگی اور سیر چشمی سے سلوک کرتا تھا۔ خوش گوئی اور مذاق کی کان تھا جس کا اظہار مجالس خاص اور مصاحبین خاص میں کرتا تھا (ناظرین کہیں یہ نہ سمجھیں کہ اسمٰعیل شاہ کی نسبت یہ میری رائے ہے یا کسی مسلمان مورخ نے مبالغہ آمیزی کی ہے نہیں یہ رائے لفظ بلفظ کرنل مدوز ٹیلر کی تاریخ ہند کے صفحے ۲۰۶ پر لکھی ہوئی ہے۔ ہم نے صرف ترجمہ کر دیا ہے۔ مگر دل ہمارا بھی خوش ہوا کہ مسلمانوں میں بھی ایسے بادشاہ ہو گزرے ہیں کہ جن کی نسبت سینکڑوں برس بعد بھی غیر اقوام کے مورخین کی بہتر سے بہتر رائے ہے۔ ''حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا'')۔ ساری فوج اس پر جان نثار تھی کیوں کہ خود بھی ایک بے نظیر اور نہایت بہادر مرد میدان جنگ تھا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا کلام

دل خوباں زقید مہر آزاد ست پنداری — مدار دلبری برجور بیداد ست پنداری
مرا صد محنت از عشق تو بر دل می رسد ہر دم — دل ویران عاشق محنت آباد ست پنداری
زعشق قامت سرو سہی راماند پا در گل — دلش صد پارہ و زبار دل آزاد ست پنداری
زہجرت آتش دارم بہ دل کر بہر تسکینش — نصیحت ہائے سرو زاہداں یاد ست پنداری
دل ریش و قایم آن چناں خود کردہ یا تیرش — کہ پیکانش بجائے مرہم افتاد ست پنداری

ولہ

Marfat.com

شب ہجر جز گریہ کارے ندارم بجز دیدۂ اشک بارے ندارم
شبے نگر زد کز فراق توچوں شمع پر ازاشک حسرت کنارے ندارم
من و عشق و رندی و کوئے ملامت براہ سلامت گزارے ندارم
ازاں باغمش خوگر فتم وفائی کہ غیر از غمش غمگسارے ندارم

ولہ

دل بزنفش حکایتے دارد از شب غم شکایتے دارد
تاکہ آزار اہل دل طلبی بے وفائی نہایتے دارد
خون دل میخورم زغصہ کے یار بارقیباں عنایتے دارد
دل بختش زآہ من شدزرم آہ عاشق سرایتے دارد
اے وفائی منال از ستمش کہ ستم نیز غایتے دارد

Marfat.com

تیسرا باب

ملّو عادل شاہ ۱۵۳۴ء

چو دہر افگند افسری از سرے نہد آسماں بر سر دیگرے

اسمٰعیل شاہ کی وصیت تھی کہ اس کا وارث جائز فرزند اکبر ملو جانشین کیا جائے اور اس وصیت کی تعمیل اسد خاں کے ذمے کی چنانچہ بادشاہ کے انتقال کے بعد اس کی پوری تعمیل کی گئی لیکن چوں کہ ملو خاں کے اطوار ٹھیک نہ تھے خود کنارہ کش ہو کر بلگاؤں چلا گیا۔ ملو نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنی بد اطواری اور نفرت انگیز حرکات سے تھوڑے ہی دنوں میں سب کو بے زار کر دیا اور ناچار اس کی دادی پونجی خاتون نے اسد خاں کے پاس اپنی ایک محرم کو بھجوایا اور اس بارے میں مشورہ طلب کیا کہ ملو خاں کو بوجہ نااہلی معزول کر کے ابراہیم شاہ کو تخت پر بٹھلایا جائے۔ اسد خاں نے جواب لکھا کہ میں اسی ذر سے بیجاپور چھوڑ کر یہاں آن پڑا ہوں آپ کی رائے قریں صواب ہے اور یوسف ترک کو جو امرائے تاج پوشی سے تھا لکھا کہ حسب ارشاد بلقیس الزماں پونجی خاتون کے کاربند ہو۔ یوسف ترک نے فوراً ملو خاں کو گرفتار کر کے معزول کر دیا۔ ملو خاں صرف چھ مہینے اور چند روز ہی سلطنت کرنے پایا تھا کہ نہ صرف تخت چھوڑنا پڑا بلکہ اس کو اور اس کے برادر علاتی الو خاں دونوں کو مکحول بھی کیا گیا اور اس کا چھوٹا بھائی ابراہیم تخت نشین ہوا۔

Marfat.com

توپ ملک میدان بیجاپور

Marfat.com

چوتھا باب
ابراہیم اول الملقب بہ عادل شاہ
۱۵۳۴ـ ۵۷ء

رباعی

فَلَهُ جَلَالٌ لَیسَ فَوقَ جَلَالِهِ　　اِلّا جَلَالُ اللّٰه جَلَّ جلالُه

وَلَهُ نَوَالٌ لَیسَ فَوقَ نَوَالِهِ　　اِلّا نَوَالُ اللّٰهِ عَمّ نوالُه

ملو جیسے بدروش کی جگہ ابراہیم کی تخت نشینی سے تمام سلطنت میں امن وامان ہو گیا طوفان بے تمیزی کی گھٹا سے مطلع صاف ہو گیا لوگوں کی جان میں جان آئی۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ چند ہی دنوں میں تمام رعایاو برایا اپنے بادشاہ کی فدائی ہو گئی۔ وہ اپنے باپ کی طرح بہادر اور ایک جری سپاہی تھا۔ اس بادشاہ کے تمام زمان سلطنت میں کثرت سے لڑائیاں ہوتی رہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ مستعد اور ہر وقت تیار رہتا تھا اور کبھی راتوں کو بھی چین سے آرام نہ کرتا تھا ہمیشہ متفکر اور بے چین تھا اور اسے ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ باہر سے کون غنیم کس وقت آ چڑھتا ہے اور سچ ہے وہ انگریزی مثل کہ "جو سر تاج زیب سر کرتا ہے وہ کبھی چین سے نہیں سوتا" فارس کا بادشاہ طہماسپ ہمیشہ کہا کرتا تھا اور سچ کہتا تھا کہ دو ہی بادشاہ ایسے ہیں کہ جن کا کوئی ہمسر بہادری اور شجاعت میں نہیں ہے اور وہ نہیں ہیں مگر افراسیاب ترک اور ابراہیم عادل شاہ دکھنی۔ ابراہیم نے تخت پر بیٹھتے ہی ملک کے نظم و نسق میں اہم تغیرات کیئے اور ایک تازہ روح پھونک دی۔ مالی انتظامات میں بیش بہا اور مفید اصلاحیں کیں۔ سب سے پہلے اہل تسنن کے مذہب کو جو دم توڑ رہا تھا زندہ کیا اور ان سب لوگوں کو موقوف کر دیا جو محض خونریزی بھرتی کی طرح اس کے والد اور دادا نے محض اہل تشیع کی پرورش اور ان کی تعداد بڑھانے کو چو طرف سے سمیٹ لیے تھے۔ اس نے پھر دکھنیوں اور حبشیوں اور دوسرے اقوام کو بھرتی کر لیا اور سرکاری ملازمت میں اہل ہنود کا عنصر بہت غالب رکھا۔ دفتری زبان فارسی نکال کر مرہٹی کار وانج دیا۔

Marfat.com

بیجانگر کی سلطنت کا مجملی حال

راجگان بیجانگر کی مشہور سلطنت سات آٹھ سو سال کے پہلے سے قائم تھی جو بلحاظ وسعت سلطنت و تمول کے علی وجہ الکمال تھی کہ مسلمانوں کا عروج ہوا اور ملک دکن میں بہمنی سلطنت کے قیام کے ساتھ دونوں میں لڑائیاں ہونے لگیں نتیجہ یہ ہوا کہ رایان بیجانگر نے مسلمانوں کے بہت سے مقبوضات دبا لیے چنانچہ سلطان احمد ولی البہمنی بیدری کے زمانے میں سیورائے نامی راجہ بیجانگر تھا جو ۸۴۰ھ میں تخت بیجانگر میں بیٹھا تھا۔ اس راجہ نے برابر اٹھائیس برس تک نصفت اور معدلت سے سلطنت کی اس کی وفات کے بعد اور چھ راجہ ہوئے ساتواں راجہ اچپت رائے تھا جو بڑا عدل گستر اور رعیت پرور تھا اس کے مزاج میں تعصب مذہبی بالکل نہ تھا بعض امراء دولت اسلام بادشاہان وقت سے کبیدہ خاطر ہو کر وہاں پناہ گزیں ہوئے۔ راجہ نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی اور ہر طرح آسائش دی اور ایک جگہ ان کے مکانات بنانے کے واسطے علاحدہ دی اور حکم دیا کہ بہ جمعیت خاطر رہیں اور آزادانہ طور پر اپنے مذہب کے مراسم ادا کریں کسی قسم کی مزاحمت ہنود کی طرف سے نہ ہوگی اسی طرح ایک مدت گزری کہ وہ بھی مر گیا۔

رام راج کا عروج

ہیم راج وزیر اعظم ایک بڑا امیر کبیر ارکان دولت سے تھا۔ مہام سلطنت اسی کے ہاتھ میں تھی جو سیورائے راجہ بیجانگر کے دونوں لڑکوں کے انتقال کے بعد سے حقیقی حکمران ہو گیا تھا اور یوں پہلے سے بھی وہ دخیل کار تھا اور اس طرح اس نے پورے چالیس سال حکومت کی۔ سیورائے کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا جانشین ہوا جس نے عالم جوانی ہی میں انتقال کیا، اس کا ایک چھوٹا بھائی اور تھا وہ بھی جوانی ہی میں مر گیا جو سیورائے کے تیسرے لڑکے کو جس کی عمر صرف تین مہینے کی تھی برائے نام راجہ مقرر کیا لیکن سب کاروبار ہیم راج ہی کے ہاتھ میں رہا۔ جب یہ صغر سن بچہ حد رُشد اور سن تمیز کو پہنچا تو ہیم راج نے اسے زہر دے کر مروا ڈالا اور خود خاندان کا مالک بن گیا اس چالیس برس کے عرصہ میں تمام رعایا برایا اسی کی مطیع و منقاد رہی جب ہیم راج مر گیا اس کا بیٹا رام راج حاکم الوقت ہوا۔ یہ شخص ہیم راج سے بھی زیادہ خود غرض اور نمک حرام تھا اور اپنی خود مختاری سے راجہ کو بے دخل کر رکھا تھا اس نے اپنی تقویت بڑھانے کو سیورائے بیجانگر کی لڑکی سے شادی بھی کر لی تھی۔ ایک تو کریلا کڑوا اوپر سے نیم چڑھا، اب

Marfat.com

فرعون بے سامان ہو گیا اور اس نے یہ کوشش کی کہ ہر نہج خود ہی راجہ بن جائے اور سلطنت کو اپنے خاندان میں منتقل کر لے لیکن امراء و ارکان سلطنت نے سختی سے اس بلند پروازی کی مخالفت کی اور مجبور کیا کہ ایک کم سن بچے کو جو آل میں تھا راجہ تسلیم کیا جائے چنانچہ اسی بچے کو (جس کے نام کا پتہ نہیں چلتا) راجہ بنایا اور اس کم سن راجہ کی پرورش اس کے ماموں بھوج ترمل کے سپرد کر دی۔

بھوج ترمل کا زمانہ

بھوج ترمل اگرچہ پورا دیوانہ نہ تھا مگر فاترالعقل ضرور تھا۔ پانچ چھ سال کے عرصے میں رام راج نے اپنی چال بازی سے بہت سے امراء کو جس اس کے مخالف تھے مروا ڈالا اور اپنے ایک غلام کو مراتب اعلیٰ پر پہنچا کر اس سے قول و قرار لے کر بیجانگر کو اس کے سپرد کر کے خود یلیار پر چڑھائی کی اور پھر بیجانگر کے جنوب میں ایک بڑے زمیندار پر حملہ آور ہوا۔ جس نے چھ مہینے مقابلہ کیا اور آخر کار رام راج کی فوج کو پس پا کیا۔ رام راج نے اپنے غلام کو (جو اس وقت بیجانگر میں حکومت کر رہا تھا) پانچ لاکھ ہن بھیجنے کو لکھا۔ غلام نے جو خزانہ کھولا تو بے انتہا دولت دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور اس کی رال ٹپک پڑی اور چاہا کہ کسی نہ کسی طرح اس خزانے کو خود ہضم کرے اس نے کم سن راجہ کو جو برائے نام تھا آزاد کر کے بھوج ترمل کو اپنی طرف کر لیا اور خود وزیر بن کر لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ بہت سے خراج گزار جو رام راج سے بیزار تھے وہ خبر پاتے ہی بیجانگر کو دوڑے آئے اور اپنے جائز راجہ کی اطاعت قبول کی اور تھوڑے ہی دنوں میں بیس ہزار سوار اور ایک بہت بڑی تعداد پیدلوں کی شہر میں جمع ہو گئی۔ بھوج ترمل نے اس غلام کو اس حیلے سے قتل کروا ڈالا کہ اس نے رام راج کے مقابلہ میں بغاوت کی کہ ایسا شخص کبھی اعتبار کے قابل نہیں ہے اور خود مقتدر بن گیا۔ یہ خبر پاتے ہی رام راج یلغار دارالسلطنت میں پہنچا لیکن موقع ایسا بے ڈھنگا تھا کہ کچھ چل نہ سکی۔ جب رام راج نے دیکھا کہ اکثر امراء اس کے خلاف ہو گئے ہیں تو اس نے راجہ سے جو جائز طور پر مستحق تھا مصالحت کر لی اس کے بعد رام راج اپنے علاقے پر جو اسے راجہ نے حسب شرائط صلح نامہ دے دیا تھا واپس چلا گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا بیجانگر میں حسب الطلب بھوج ترمل آنا ۹۴۲ھ م ۱۵۳۶ء

بھوج ترمل کے دل میں سلطنت کا خبط سمایا دیوانہ تو پہلے ہی سے تھا اس ظالم نے بیچارے کم سن راجہ کو جو اس کا حقیقی بھانجہ تھا گلہ گھونٹ کر مار ڈالا اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔ امراء نے بھی اس کی اطاعت قبول

Marfat.com

کرلی کیوں کہ وہ راجہ ہی کے خاندان سے تھا اور رام راج سے بدرجہا بہتر تھا۔ لیکن بمصداق "گر بدولت برسی مست نہ گردی مردی" بھوج ترمل نے دیوانہ بکار خویش ہشیار ایسے ہاتھ پاؤں نکالے اور لوگوں پر دست تظلم دراز کیا کہ لوگ تاب نہ لا سکے، پکار اٹھے اور بغاوت کی اور ناچار پھر رام راج کو بلوایا۔ بھوج ترمل اب بڑی مشکل میں پھنسا "نہ پائے رفتن نہ رُوئے ماندن"۔ اس نے ایک ایلچی چرب زبان اور کاروان کو چھ لاکھ ہن اور دوسرے بیش قیمت ہدایا اور تحائف دے کر ابراہیم عادل شاہ کو دعوت دی اور کہلا بھیجا کہ آپ یہاں تشریف لا کر میری امداد کیجئے کہ میں وارث جائز تخت و تاج کا ہوتے ہوئے اس نمک حرام رام راج نے میرا ملک چھین لیا اور مجھے معزول کر دیا آپ کی دستگیری سے اگر میں اپنے جائز حقوق پاؤں اور آپ مجھے تخت پر قابض کرا دیں تو سر دست ہر منزل پر ایک ایک لاکھ ہن نذر کرنے کے سوا بعد کامیابی زر خطیر نذرانہ پیش کروں گا اور مدت العمر آپ کا گرویدہ احسان رہنے کے علاوہ تابعدار فرماں بردار بھی رہوں گا۔ ابراہیم عادل شاہ کو سونے کی چڑیا ہاتھ آئی بہت خوش ہوا اور اسد خاں سے مشورت کر کے اس استدعا کو قبول کر لیا اور فوراً لشکر کثیر فراہم کر کے چل کھڑا ہوا اور منزل بہ منزل ٹھہرتا ہوا ۹۴۲ھ م ۱۵۳۶ء میں بیجانگر جا پہنچا۔ بھوج ترمل بادشاہ کی پیشوائی کر کے شہر میں لایا اور بادشاہ کو راجہ کی مسند پر بٹھایا اور سات دن تک جشن مناتا رہا اس حرکت سے سارے ہنود بددل ہو گئے انہوں نے پھر رام راج سے مدد چاہی رام راج نے بھوج ترمل کو ایک معذرت نامہ لکھا کہ عادل شاہ کو اپنی دار الریاست میں طلب فرمانے سے خداوند نعمت کا کیا مقصود ہے اگر فدوی سے کوئی سوء ادبی یا خطا ہوئی ہے اس کی تنبیہ اور تادیب مرکوز خاطر عاطر ہے تو خانہ زاد خود اپنی تقصیر کا معترف اور عذر خواہ ہے غیر کے ہاتھوں کیوں سزا دلواتے ہیں حضور خود ہی سزا دیں اب میں آپ سے پوری طرح عہد کرتا ہوں کہ بار دیگر کبھی سرتابی نہ کروں گا اور ہمیشہ آپ کا فرماں بردار اور اطاعت شعار رہوں گا لیکن مسلمانوں کا لشکر ہمارے ملک میں آنا کسی حال سے مناسب نہیں ہے۔ حضور والا پر مخفی نہیں ہے کہ یہ ملچھ ہم لوگوں کے کیسے جانی دشمن ہیں ذرا ان کو موقع ملے گا تو ہمارے ملک کو لوٹ کر تباہ کر دیں گے پھر بادشاہ بہمنی دانت لگائے بیٹھا ہے اس کی یورش کے واسطے دروازہ کھل جائے گا۔ یہ مسلمان ہمارے معابد اور بت خانوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے ہمارے معابد کی توہین کر کے مسمار کر دیں گے واجب التعظیم دیوتاؤں کی مٹی پلید کریں گے اور اپنی مسجدیں بنالیں گے۔ ہماری ناموس کو مٹا دیں گے اور ہزارہا زن و فرزند اور رعایا کو قید کر کے لے جائیں گے۔ ہماری عورتوں اور بیٹیوں کو خراب کریں گے۔ اور جب ملک اس طرح لوٹا

Marfat.com

جائے گا اور برباد ہوگا اور رعایا یوں تباہ ہوگی تو پھر امن سلطنت کے قیام اور آبادی ملک کی امید رکھنا فضول محض ہے۔ آپ کی اس حرکت کا انجام کار یہی ہوتا نظر آتا ہے اب بھی کچھ نہیں گیا ہے اپنی اس حرکت سے باز آئیے اور ملک پر رحم کیجئے۔ بھوج ترمل رام راج کی چکنی چپڑی باتوں میں آگیا اور سمجھا کہ میری اطاعت تو رام راج نے قبول کر ہی لی ہے بادشاہ کے آنے کی جو غرض تھی وہ بلا مشقت حاصل ہوگئی بہتر یہ ہے کہ اب واپس کر دیا جائے۔ بھوج ترمل نے ایک معذرت نامے کے ساتھ چوالیس لاکھ ہن اور بروایت دیگر ۸۰ لاکھ ہن کا نذرانہ مع دیگر تحفہ تحائف بیش قیمت پیش کر کے بادشاہ سے عرض کی کہ آپ کو جو تکلیف یہاں تک قدم رنجہ فرمانے میں ہوئی اس کا یہ نذرانہ ہے اب آپ واپس تشریف لے جائیے۔ بادشاہ اپنے دل میں بہت خوش ہوا ہلدی لگی نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا، نقد چوالیس لاکھ ہن بلا لڑے بھڑے اور کشت وخوں کے مل گئے اب موقع پس وپیش کا کیا تھا ہنسی خوشی بیجاپور چلا گیا۔ ابراہیم شاہ ابھی دریائے کرشنا پار نہ ہوا تھا کہ رام راج اور دوسرے سازشی ایک دم بدل گئے اور سب نے بیجانگر پر یورش کی کہ بھوج ترمل سے ہم اپنے کم سن راجہ کے قتل کا بدلہ لیں گے۔ بھوج ترمل نے جب یہ سنا تو اس کے ہاتھ کے طوطے اڑ گئے۔ اور سمجھا کہ کی کرائی محنت سب اکارت گئی، ایک دم سے بساط ہی الٹ گئی۔ حالت ہراس میں دیوانہ وار محل میں گھس کر دروازے بند کر لیے اور جی میں سوچا کہ "تو نہ موکو اسے چولھے میں جھونکو" اس نے تمام ہاتھیوں اور گھوڑوں کی آنکھیں نکلوا ڈالیں اور دمیں کٹوا دیں تاکہ کسی کام کے ہی نہ رہیں۔ تمام بیش بہا جواہرات اور موتیوں کو جو مدتوں سے جمع کیئے گئے تھے بڑی بڑی چکیوں میں پسوا کر آٹا کر دیا اور زمین پر پھیلا دیا تب اس نے محل کے ایک ستون میں ایک تلوار کا پھل گاڑ دیا اور زور سے اس پر جا کر ایسا گرا کہ تلوار پیٹھ کے پار ہوگئی ادھر اس کا خاتمہ ہوا ادھر شہر کے دروازے دشمنوں نے کھولے۔ اب رام راج کے لیے میدان خالی تھا روکنے والا کون تھا اس طرح رام راج بیجانگر کا راجہ بن گیا۔

ابراہیم شاہ نے آتے ہی تمام روپیہ جو ملا تھا شہر بیجاپور کے قلعہ اور فصیلوں کی درستی اور استحکام میں لگانا شروع کیا جس کی تصدیق کتبوں سے ہوتی ہے جو فصیلوں پر موجود ہیں۔ جنوبی دروازے کے اندرون کی جانب ایک کتبہ ہے جس پر ۹۴۵ھ م ۱۵۳۸ء درج ہے۔ بادشاہ کی تخت نشینی کے چوتھے یا پانچویں سال اس نے ایک برج موسوم بہ 'الہی برج' بنوایا۔ اسی بادشاہ نے قلعہ کی دہری فصیل اور خندقیں جو یوسف شاہ اور اسمٰعیل شاہ کے عہد میں پختہ اور مضبوط نہ تھیں نہایت استحکام سے سنگ بست بنوائیں۔

Marfat.com

اسد خاں کا ونکٹادری کو ادھونی پر شکست دینا ۱۵۳۵ء

ابراہیم شاہ نے جب سنا کہ بھوج ترمل مر گیا اور رام راج تخت پر بیٹھ گیا تو اس نے کہا کہ بیجانگر کے مقبوضات پر رام راج کو کیا حق ہے سچ پوچھو تو وہ اور میں برابر۔ اس سونے کی چڑیا کو کیوں چھوڑا۔ بادشاہ نے اسد خاں کو ایک جرار لشکر دے کر قلعہ ادھونی دیکھنے کو بھیجا۔ رام راج نے اسد خاں کے مقابلے کے لیے اپنے بھائی ونکٹادری کی سرکردگی میں ایک بہت بڑی فوج بھیجی۔ اسد خاں نے جب بیجانگر کی فوج کی آمد سنی تو قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر آگے بڑھا اور دونوں میں بڑی بھاری جنگ ہوئی۔ اسد خاں نے دیکھا کہ بیجانگر کی فوج اس کے لشکر سے بہت بڑھی ہوئی ہے تو پیچھے ہٹ کر چودہ میل پر جا کر دم لیا مگر وہاں تک بھی ہندوؤں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ ونکٹادری نے بھی مسلمانوں کے کیمپ سے دو میل دور اپنے ڈیرے ایک مقام محفوظ پر ڈال دیئے۔ اسد خاں کو یہ موقع اچھا ملا ابھی صبح نہ ہونے پائی تھی کہ اس نے چار ہزار سواران جبہ پوش لے کر ہندوؤں کے کیمپ پر شبخوں مارا جب ذرا دن چڑھا تو ونکٹادری نے پھر اپنی فوج کو جو تتر بتر ہو گئی تھی اکٹھا کر کے حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن دیکھا تو اسد خاں کی قوت بہت بڑھی ہوئی تھی اور ونکٹادری کو اپنی اور اپنے بال بچوں کی جان بچانی بھی فرض تھی، اس واسطے وہ لڑائی کا ارادہ چھوڑ کر چند میل پیچھے ہٹ کر ٹھہر گیا اور اپنے بڑے بھائی رام راج کو شکست کی خبر دی اور جلد امداد بھیجنے کو لکھا۔ رام راج نے فوراً تازہ دم فوج اور خزانہ بھجوایا اور بظاہر تو یہ کہلا بھیجا کہ خوب لڑو اور مقابلہ کرو لیکن اندرونی طور پر ونکٹادری کو یہ لکھا کہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ ابراہیم عادل شاہ نے بطور خود ادھونی پر چڑھائی نہیں کی بلکہ شبہ ہے کہ ہمارے زمینداروں نے درپردہ سازش کر کے بیجاپور کے لشکر کو بلوایا ہے اور خود تمہارے ساتھ کے بہت سے امراء اس سے ملے ہوئے ہیں اس لیے مصلحت وقت یہی ہے کہ مسلمانوں سے صلح کر لی جائے تاکہ تمہارے بال بچے کسی طرح اسد خاں کے پنجے سے نجات پائیں۔ بادشاہ کو اسد خاں کی سازش کی بھنک پہنچ گئی تھی اس ڈر سے اسد خاں نے بیجانگر کی فوج میں تلاطم عظیم ڈال دیا اور قتل عام شروع کر دیا۔

ہمہ شیر مرداں کار آزمائے دلیر و عدو بند و کشور کشائے

ونکٹادری کو اپنی فوج پر ایسا بھروسہ تھا کہ وہ بالکل مطمئن تھا اور اسے مسلمانوں کی طرف سے حملہ ہونے کا گمان بھی نہ تھا اسد خاں ایک دم ان کے خیموں تک پہنچ گیا اس وقت تک ان کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور نہ بھاگنے کا موقع ملا۔

Marfat.com

نیاید غنودن چناں بے خبر که ناگاه سیلے در آید بسر

بجائے نہ خسپد عقابے اسیر که آبے تواں ہست اورا بزیر

بیجانگر کی فوج تاب مقاومت نہ لا سکی اور چیں بول گئی اور و نکٹادری کو ایسی بے سرو سامانی سے بھاگتے بنی کہ بال بچے خزانہ ہاتھی گھوڑے وغیرہ سب مال و اسباب چھوڑ چھاڑ صرف اپنی جان بچا کر بہ یک بنی دو گوش بھاگا اسد خاں نے سب مال و دولت سمیٹ ان کے بال بچوں کو قید کر لیا۔ ابراہیم شاہ اس شاندار کامیابی سے ایسا خوش ہوا کہ اسد خاں کے مدارج میں ترقی کی بہت کچھ بیش قیمت تحائف سے سرفراز کیا اور نہ صرف اس کی لڑکی کو اپنے عقد میں لا کر عزت افزائی کہ بلکہ زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھ کو اسد خاں کی دختر سے کوئی لڑکا ہو گا تو وہی میرے تخت و تاج کا وارث ہو گا۔

اسد خاں کے حالات

اسد خاں ترک تھا۔ اس کا اصلی نام خسرو تھا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے زمانے میں ۱۵۱۱ء میں جب کہ شہر بیجاپور کا محاصرہ کیا گیا تھا اس کے بچانے میں اس نے بڑا نام پیدا کیا یہ محاصرہ خصوصاً بادشاہ کی خالہ دلشاد آغا کی بے نظیر بہادری کے سبب سے مشہور ہے۔ خسرو کو اس کے صلے میں اسد خاں کا خطاب اور بلگاؤں جاگیر ملی۔ اسد خاں دانش مندی اور فراست میں مشہور تھا چالیس سال تک وہ تمامی امراء و مشاہیر دکن کا ملجا و ماوا رہا۔ وہ بڑی شان و شوکت اور تزک و احتشام سے رہتا تھا اس کی ٹکر کا اور کوئی امیر نہ تھا ہر شخص اس کا ادب و تعظیم کرتا تھا۔ راجگان بیجانگر اور دوسرے ممالک کے فرماں روا اس کی خداداد قابلیت کے معترف تھے اور اکثر اس سے مراسلت رکھتے تھے اور بیش قیمت تحائف بھی بھیجتے رہتے تھے۔ ڈھائی سو تو صرف اس کے خانگی نوکر تھے سب سے بڑے قد آور ساٹھ اور ڈیڑھ سو معمولی قد و قامت کے ہاتھی اس کے پاس تھے۔ اس کے اصطبل میں عربی اور ایرانی چار سو اور اس کے علاوہ اس ملک کی نسل کے بہت سے عمدہ عمدہ گھوڑے تھے۔ یہ بڑھتے بڑھتے سپہ سالار اور وزیر اعظم کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ گیا تھا۔ چونکہ وہ بڑا مدبر اور فریس تھا اور اس کی چال بہت گہری تھی اس لیے ہمیشہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوتا تھا۔ عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص مقرب بارگاہ سلطانی ہو جاتا ہے تو سو دوست سو دشمن پیدا ہو جاتے ہیں اور بہت سے لوگ آتش رشک و حسد سے جل بھن کر اس کے گرانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور طرح طرح کے جوڑ توڑ چلتے ہیں کہ کسی طرح وہ نظروں سے گر جائے یہی حال اسد خاں کا تھا۔ اسد خاں کے

Marfat.com

دشمنوں نے یہ جمادی کہ وہ نظام شاہ سے بوجہ ہم مذہبی در پردہ ملا ہوا ہے اور عنقریب خود اپنی جاگیر بلگاؤں پر قبضہ کرا دینے والا ہے۔ ابراہیم شاہ چکمے میں آگیا اور نہ سمجھا کہ ایسا شخص جس نے مدۃ العمر جاں نثاری اور ھوا خواہی کی ہو، کیوں کر ایسا کرے گا فوراً تیور بدل گئے اسد خاں نے جب یہ لیل و نہار دیکھا تو سپہ سالاری سے دست کش ہو کر اپنی جاگیر بلگاؤں میں جا بیٹھا۔

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی پہلی لڑائی بیجاپور پر ۹۴۷ھ م ۱۵۴۳ء

بادشاہ اور سپہ سالار فوج کے درمیان ایسی ناچاقی ہونا نظام شاہ کے لیے بیجاپور پر چڑھائی کرنے کے لیے ایک اچھا بہانہ ہاتھ لگا اور اس نے خواجہ جہاں دکھنی اور علی برید کو بلا کر علاقہ جات بیجاپور پر لوٹ مار شروع کر دی۔ قلعہ شولا پور آن واحد میں لے لیا اور بلگاؤں کا رخ اس امید پر کیا کہ بادشاہ اور اسد خاں کے تو چل ہی گئی ہے اسد خاں کبیدہ خاطر بیٹھا ہی ہوا ہے بددل نوکر دشمن برابر جاتے ہی قلعہ ہمارے حوالے کر دے گا۔ اسد خاں کو بادشاہ کی ناراضگی سے بالکل مایوسی ہو گئی تھی اور اپنی زندگی کے دن افسردگی میں تیر کر رہا تھا۔ مصلحتاً چھ ہزار سوار جرار لے کر نظام شاہ کے ساتھ ہو لیا۔ نظام شاہ کو اسد خاں کے شریک ہو جانے سے از بس تقویت ہو گئی اور بشوخی تمام ملک میں لوٹ مار کرتا ہوا بیجاپور کی طرف بڑھا۔ ابراہیم عادل شاہ نے دیکھا کہ میں اکیلا ان دونوں کا مقابلہ کیا کر سکتا ہوں بیجاپور چھوڑ کر گلبرگہ چلا گیا۔ نظام شاہ نے بلا وسوسہ بیجاپور کا محاصرہ کر لیا۔ اسد خاں حد درجہ کا خیر خواہ اور نمک حلال تھا اور اس کی سرشت میں اپنے مالک کی وفاداری تھی نہایت سوچ میں پڑ گیا اور ایک معتبر شخص کو عماد الملک کے پاس بھیجا اور لکھا غمازی اور فتنہ انگیزی کی بدولت بدخواہان سلطنت نے میرے مالک کو مجھ سے رنجیدہ کر دیا ہے اور باوجود بے قصور محض ہونے کے میری پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگ گیا ہے اور اب بھی لوگ میرا پیچھا نہیں چھوڑتے بادشاہ کو برہم کرتے رہتے ہیں آپ سے توقع ہے کہ اس وقت آپ تشریف لائیں اور عادل شاہ کی امداد فرمائیں اور اس غلام پر جو دھبہ بے وجہ لگایا گیا ہے اسے بھی عفو تقصیر سے محو کرا دیں تو بڑی بندہ نوازی ہو گی۔ عماد الملک فوراً گلبرگہ پہنچا ادھر اسد خاں نظام شاہ کا ساتھ چھوڑ کر اس سے جا ملا اور عماد الملک کے ذریعہ سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر اپنا سارا دکھڑا رویا کہ اس اس طرح دشمنوں نے حضرت کو اس نمک خوار قدیم سے بدظن کر دیا تب بادشاہ کو بہت انفعال ہوا اور خاطر اقدس پر سے کدورت کا غبار دور ہو گیا اور نہایت نوازش سے اسد خاں کو سامنے بلا کر بغل گیر ہوا اور سرفراز فرمایا

Marfat.com

اسد خاں کے آجانے سے بادشاہ کو بہت قوت ہوگئی اور عماد الملک کی مدد سے نظام شاہ کا مقابلہ کیا دو تین مقابلوں کے بعد نظام شاہ میں طاقت مقاومت نہ رہی اور بیڑ کی طرف بھاگا لیکن عادل شاہ اور عماد الملک نے اس کا پیچھا احمد نگر تک بھی نہ چھوڑا آخر کار نظام شاہ دولت آباد کو بھاگا اور شولا پور کا قلعہ اور دوسرے مقامات جو قبضہ سے نکل گئے تھے سب واپس لے کر ابراہیم عادل شاہ بیجاپور کو واپس آیا۔

برہان نظام شاہ، رام راج، قلی قطب شاہ، امیر برید کی متفقہ دوسری لڑائی۔ قلعہ شولا پور مقبوضہ ابراہیم عادل شاہ پر ۹۵۰ھ م ۱۵۴۶ء

کم بخت قلعہ شولا پور ہی سلاطین احمد نگر و بیجاپور کے مابین ہمیشہ سے مابہ النزاع رہا۔ قلعہ شولا پور دونوں سلطنتوں کی سرحد پر واقع تھا اور ہر بادشاہ یہی چاہتا تھا کہ ایسے موقع کا مضبوط قلعہ ہمارے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ نظام شاہ کے ہاتھ سے آیا ہوا یہ قلعہ پھر نکل جانا اسے بہت ہی شاق اور ایسا ناگوار گزرا کہ اس نے دانہ پانی چھوڑ دیا اور دل میں ٹھان لی کہ جس طرح بھی بنے اسے لے کر چھوڑونگا لیکن اکیلا کیا کر سکتا تھا اس نے پھر رام راج سے سلسلہ جنبانی کی اور جو مصالحت اس میں اور بادشاہ بیجاپور میں چلی آرہی تھی اس میں کھنڈت ڈال دی اور جمشید قلی قطب شاہ کو اپنے ساتھ شامل کر کے بہ اتفاق خواجہ جہاں دکھنی اور علی برید کے پھر جنگ شروع کی اور قلعہ شولا پور کا محاصرہ کر لیا۔ جمشید نے شمال و مشرق سے بیجاپور پر چڑھائی کی اور رام راج کا بھائی وِنکلادری جنوب مشرق کی طرف سے رائچور اور مدگل کو لوٹتا تباہ کرتا بڑھا چلا آرہا تھا۔ دو طرفہ حملوں سے ابراہیم شاہ پریشان ہوا اور گھبرا گیا اور گھبرانے کی بات بھی تھی بادشاہ نے ناچار اس اہم مشکل میں اسد خاں سے مشورہ کیا۔ اسد خاں نے بہت صائب رائے دی کہ ہمارا اصل دشمن تو برہان نظام شاہ ہے وہی ان سب کو چڑھا کر لایا ہے پہلے اس کا انتظام کرنا چاہئے پھر دوسروں سے بھگت لینا تو آسان کام ہے۔ نظام شاہ کے ہموار کرنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ جس بات پر نزاع ہے وہ مٹادی جائے یعنی قلعہ شولا پور کون سا بڑا معاملہ ہے، دے کر صلح کر لی جائے۔ رام راج بھی ایک بہت جلیل القدر راجہ ہے اسے بھی تحفہ تحائف سے ہموار کیا جا سکتا ہے۔ ''زر بر سر فولاد نہی نرم شود'' اور پھر رام راج خود چیونٹیوں بھرا کباب ہے اسے اپنے آپس کی خانہ جنگیوں سے اتنی فرصت کہاں ہے جو ادھر ہی کا ہو رہے، یوں دونوں کو سنبھال لینے کے بعد پھر قطب شاہ اکیلا رہ جاتا ہے اس سے میں خود سمجھ لوں گا۔ بادشاہ کو اسد خاں کی رائے بہت پسند آئی، برہان نظام شاہ کو قلعہ شولا پور دے کر ٹالا۔ اندھا کیا چاہے

Marfat.com

دو آنکھیں، وہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا رہا رام راج اس کے پاس بیجانگر کو ایک ایلچی مع تحفہ تحائف کے بھیج کر صلح کر لی۔ اب صرف قطب شاہ اکیلا رہ گیا اس کا مار لینا کون سا بڑا کام تھا اسد خاں لاری نے اس کو ایسا پسپا کیا کہ ملک تلنگانہ تک بھگایا اور گولکنڈہ تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اسد خاں نے پہلے تو قلعہ کاکنی کا محاصرہ کیا اور فتح کر کے اس کا نشان صفحہ دنیا سے مٹا دیا۔ قطب شاہ معاملہ بے طور دیکھ تلنگانہ کی طرف نکل گیا اسد خاں تعاقب کرتا چلا گیا اور کئی دفعہ قطب شاہیوں کی فوج کو شکست دے کر قلعہ گولکنڈہ کے پاس تک پہنچ گیا۔ قلی قطب شاہ نے جب دیکھا کہ یہ تو بلا کی طرح چمٹ گیا ہے کسی طرح پیچھا ہی نہیں چھوڑتا اور ہمارے دار السلطنت میں آ کر بھی اس کا یہ زور شور ہے تو دل مضبوط کر کے پھر فوج جمع کی اور چارو ناچار آمادۂ جنگ ہو گیا اور دونوں میں بہت سخت لڑائی ہوئی مگر اب کی بار بھی جمشید ہی کو شکست ہوئی۔

سعادت بہ بخشایش داور است نہ درجنگ بازوئے زور آور است
کلید ظفر چوں نیفتد بدست بیاز و در فتح نتواں شکست

کہتے ہیں کہ جس دن جمشید قطب شاہ اور اسد خاں لاری کا مقابلہ ہوا تو دونوں میں سے کسی نے ایک دوسرے کو نہ پہچانا کہ ہمارے مقابل کون ہے۔ قضارا اسد خاں کی ایک تلوار جمشید قطب شاہ کے چہرے پر ایسی کاری پڑی کہ توبہ قبول نہ ہوئی اور عمر بھر اس زخم کی وجہ سے چہرے کی سخت بدنمائی کے علاوہ کھانے پینے کی بڑی تکلیف رہی الغرض اسد خاں لاری نے معرکہ جیت لیا اور مظفر و منصور بیجاپور واپس آیا۔

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی تیسری لڑائی رود بھیما کے کنارے پر ۹۵۱ھ م ۱۵۴۷ء

احمد نگر اور بیجاپور کی قدیم دشمنی کب ٹھنڈی ہونے والی تھی نظام شاہ نے پھر رام راج کے اغوا سے بیجاپور پر دھاوا کر دیا۔ دریائے بھیما پر ہی مٹ بھیڑ ہوئی۔ عبور کے تمام راستے مسدود تھے اور مدتوں ابراہیم عادل شاہ پار نہ اتر سکا آخر کار نہایت جرأت سے ابراہیم عادل شاہ پار اترا اور معمولی سی دو تین جھڑپیں ہوئیں۔ چوتھی مرتبہ صبح سے شام تک بڑی سخت خوں ریز جنگ ہوئی اور طرفین کے ہزارہا آدمی مارے گئے آخر کار ابراہیم عادل شاہ خود میدان جنگ میں آیا اور تین ترکش تیروں کے خالی کیے۔ ایسی گھمسان لڑائی ہوئی کہ باید و شاید نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ بیزار ہو گئے۔ کئی کئی بار احمد نگر کی فوج پسپا ہوئی

Marfat.com

مگر یہ آخری حملہ اس زور کا ہوا کہ احمد نگر کا لشکر تاب نہ لاسکا، رہاسہا بل بوتہ بھی ان کا نکل گیا اور سوائے بھاگنے کے کچھ نہ سدھری۔ بیجاپور والوں کو بے انتہا غنیمت کا مال ملا۔ ۱۳۵ زنجیر فیل اور ۱۲۰ توپیں، انواع واقسام کے مال واسباب کے علاوہ ماہی مراتب بھی جو سب شکست یافتہ لشکر چھوڑ کر بھاگا تھا دستیاب ہوئے۔ ابراہیم عادل شاہ اپنی کامیابی پر نہایت مسرور ہو کر بیجاپور واپس آیا۔ اس فتح نیبی سے بادشاہ کے مزاج میں نخوت اور تکبر بہت ہو گیا تھا اور ایک دن بحالت نشہ برہان نظام شاہ کے ایلچیوں کو سخت سست کہہ بیٹھا اور خود برہان نظام شاہ کی نسبت بھی الفاظ ناشائستہ کہا کرتا تھا آخر الامر غصہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ذرا ذرا سی بات پر مقربان خاص کو مروا ڈالتا تھا۔

ابراہیم عادل شاہ کی معزولی کی سازش اور اس کا افشاء ۹۵۲ھ م ۱۵۴۸ء

ابراہیم عادل شاہ فطرتاً بڑا بہادر اور جری تھا اکثر لڑائیوں میں اپنی ذات سے حصہ لیتا تھا اور دست بدست میدان جنگ میں لڑتا تھا اور بالطبع بڑا غصیلا اور تیز مزاج تھا ذرا ذرا سی بات پر سخت سے سخت سزا دینے کا عادی تھا۔ حلم و مروت و عفو تقصیر کا مادہ اس میں باقی نہ تھا۔ بات بات پر قید اور قتل در گزر کسی سے کرتا نہ تھا لوگ ان ناجائز سختیوں کی برداشت کی تاب نہ لاسکے اور بادشاہ کی معزولی اور شاہزادہ عبد اللہ کو تخت پر بٹھانے کی خفیہ سازش کرنے لگے لیکن ابھی پوری طرح کچھ بندوبست بھی نہ ہونے پایا تھا کہ بادشاہ کے جاسوسوں نے خبر دے دی پھر کیا تھا بادشاہ نے ایک دم ایک سو دس امراء کی گردنیں اڑوا دیں جس میں ہندو مسلمان دونوں ہی تھے اسی میں ضمناً اسد خاں بھی آنے کے ساتھ گھن کی طرح پس گیا وہ بھی معتوب ہو کر بلگاؤں بھیج دیا گیا اور اس کے متعلقین کو بیجاپور میں قید کر دیا۔ غرض جس کی نسبت ذرا بھی شبہ ہوا بس اس کا خاتمہ کر دیا۔

شاہزادہ عبد اللہ کا بیجاپور سے فرار ہو کر گوا میں پناہ لینا ۹۵۲ھ م ۱۵۴۸ء

شاہزادہ عبد اللہ ان ہی لوگوں کے برتے پر کودتا تھا جب اس نے دیکھا کا قتل عام شروع ہوا اور اس کے مدد و معاون ایک ایک کر کے تہ تیغ کیے گئے تو ایسا نہ ہو کہ میں بھی دھر لیا جاؤں، ناچار بیک بینی دو گوش بھاگا اور گوا میں جا کر دم لیا اور عیسائیوں کی پناہ میں جا چھپا۔ پرتگالیوں نے اسے سر آنکھوں پر لیا لیکن ابراہیم عادل شاہ نے ڈی سوزا گورنر پرتگال کو لکھا تم عبد اللہ کو کسی ایسے مقام پر بھجوا دو جہاں سے وہ بیجاپور کی سلطنت کے امن میں خلل نہ ڈال سکے تو ہم تم کو کچھ ملک دے دیں گے۔ ڈی سوزا نے یہ بات

Marfat.com

منظور کی اور اسی کے صلے میں جزائر سالسٹ اور بارڈس پر تگالیوں کو مل گئے علاوہ اس کے اسد خاں کا بے شمار جمع کیا ہوا خزانہ بھی جو بلگاؤں میں تھا گورنر کو بطور ذاتی تحفے کے دیا گیا گورنر گوا سارا خزانہ ڈکار گیا جب شاہزادہ عبداللہ کو چند روز کے لیے کنانور لے گیا لیکن پھر گوا واپس لے آیا اور جب دوسرے سال ڈی کاسٹر و گورنر مقرر ہوا تو اس نے عبداللہ کی تحویل سے بالکل انکار کر دیا۔

ابراہیم عادل شاہ اور گورنر گوا کا صلح نامہ ۱۵۴۶ء

اس چال بازی سے بادشاہ بیجاپور کو ایک بڑی بھاری مشکل پڑ گئی۔ فروری ۱۵۴۶ء میں ابراہیم عادل شاہ نے پرتگالیوں سے ایک صلح نامہ جس میں من جملہ اور شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ دکن یا علاقہ نظام شاہ یا رایاں بیجانگر کا کوئی شخص شاہزادہ عبداللہ یا اس کے خاندان سے اس وقت تک کوئی تعلق یا معاملت نہ رکھے جب تک کہ ہمارا ایلچی جو ہم بادشاہ پرتگال کے پاس بھیجنے والے ہیں کچھ جواب لے کر واپس نہ آجائے لیکن پرتگالیوں نے اس صلح نامے پر کچھ بھی عمل نہ کیا تب ابراہیم عادل شاہ نے ۱۵۴۷ء میں جزائر سالسٹ اور برڈاس پر فوج کشی کی لیکن پرتگالیوں کے ہاتھ سے شکست پائی۔

برہان نظام شاہ بحری اور رام راج کی لڑائی ابراہیم عادل شاہ سے ۹۵۹ھ م ۱۵۵۱ء

برہان نظام شاہ نے اس زمانے میں رام راج کے پاس کچھ تحائف بھجوائے تھے۔ ابراہیم عادل شاہ نے جب یہ خبر سنی تو برافروختہ ہو کر بیجاپور میں جو ایلچی بیجانگر کے تھے ان کی ایسی تذلیل کی کہ وہ جان بچا کر بھاگے۔ رام راج کو اپنے ایلچیوں کے ساتھ بدسلوکی سخت ناگوار ہوئی اس نے نظام شاہ کو بھڑکا کر ابراہیم عادل شاہ پر چڑھائی کرا دی اور قلعہ کلیانی پر قبضہ کر لیا۔ بادشاہ بیجاپور نے اس کے معاوضہ میں قلعہ پرینڈہ دبا لیا۔ برہان نظام شاہ اور رام راج دونوں ایک ہو گئے۔ اور ۱۵۵۱ء میں رائچور کے قریب ملے اور رائچور اور مدگل لینے کا ارادہ کر لیا اس من سمجھتے سے کہ بعد شولاپور بھی لے لیں گے چنانچہ ایک عرصہ تک محاصرہ کرنے کے بعد قلعہ رائچور فتح کر لیا۔ اہالی قلعہ مدگل کو جب رائچور فتح ہو جانے کی خبر ملی تو انہوں نے قلعہ مدگل کی کنجیاں خود بخود رام راج کے پاس بھیج دیں اور اس طرح یہ دونوں مقام ہندوؤں کے قبضے میں آ گئے۔ اور رام راج بیجانگر واپس چلا گیا اور اپنے چھوٹے بھائی ونکٹادری کے ساتھ ایک بڑا لشکر برہان نظام شاہ کی امداد کو دیا اور دونوں نے مل کر قلعہ بیجاپور پر ایسی سخت گولہ باری کی کہ مسمار کر دیا اور فتح کر لیا۔ ۱۵۵۳ء میں برہان نظام شاہ کا انتقال ہو گیا اور حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ دونوں مسلمان

Marfat.com

بادشاہوں میں اس وقت تو مصالحت ہو گئی لیکن حسد اور سازش کا بازار گرم تھا یہ اتحاد تھوڑے ہی دنوں بعد ٹوٹ گیا۔ اسی زمانے میں خواجہ جہاں دکھنی کی سلسلہ جنبانی سے جو برہان نظام شاہ کے خوف سے بھاگ کر بیجاپور آ گیا تھا ابراہیم عادل شاہ کو پھر قلعہ شولا پور کے لینے کی فکر ہوئی اس حصول مدعا کے لیے رام راج سے دوستی گانٹھ لی۔ سیف عین الملک سپہ سالار برہان نظام شاہ کو مواعید دل فریب دے کر برار سے بلوا کر اسد خاں لاری کی جگہ مقرر کیا اور خطاب سیف الدولہ القاہرہ عضد السلطنۃ الباہرہ امیر الامراء السیف عین الملک کا دیا۔ اب قلعہ شولا پور چھڑانے کے لیے ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ میں ایک سخت لڑائی شولا پور پر ہوئی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی لڑائی شولا پور پر ۹۵۹ھ م ۱۵۵۳ء

حسین نظام شاہ بحری نے لشکر خاصہ اور ہاتھی جس کا نام مست تھا لے کر عین الملک پر حملہ کیا جس میں بہت سے لوگ طرفین کے مارے گئے اور قریب تھا کہ نظام شاہ کی فوج پسپا ہو کہ ناگاہ بعض امراء نظام شاہی مانند رستم خاں دکنی و جہانگیر خاں حبشی و غضنفر خاں شیرازی کے جو میسرہ ابراہیم عادل شاہ سے جنگ کر کے شکست پا چکے تھے انہوں نے جب نظام شاہ کا جھنڈا اپنی مقررہ جگہ پر نہ دیکھا تو گھبرا کر اپنے بادشاہ کی مدد کو آ پہنچے جب عین الملک نے دیکھا کہ نظام شاہی فوج تو آ گئی مگر ہماری طرف سے کسی نے خبر بھی نہ لی اب ضرور شکست ہو جائے گی تو عین الملک اپنی عادت کے موافق گھوڑے پر سے اتر پڑا اور میدان جنگ میں پا پیادہ کھڑا ہو گیا اس کی عادت تھی کہ جب دیکھتا تھا کہ اب خیر نہیں ہے تو فوراً گھوڑے سے اتر کر پا پیادہ ہو جاتا تھا کہ لوگ سمجھ جائیں کہ معاملہ نازک ہے اب یا جان جائے یا فتح ہو۔ ایک کوتاہ نظر نے جا کر بادشاہ سے آگ لگا دی کہ ہم نے دیکھا کہ عین معرکہ جنگ میں عین الملک گھوڑے پر سے اتر پڑا اور حسین نظام شاہ کو جو اس کا قدیم دوست ہے اس سے پان کا بیڑا لیا اس غرض سے کہ آپ کو پکڑ کے اس کے حوالے کر دے۔ ابراہیم عادل شاہ نے نہ تحقیقات کی نہ دریافت کیا یہ سنتے ہی گھبرا کر بیجاپور بھاگ گیا۔ عین الملک لڑائی میں مصروف تھا اور قریب تھا کہ فتح کر لے اتنے میں بادشاہ کے یکایک چلے جانے کی خبر مشہور ہوئی مجبوراً عین الملک نے بھی لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ عین الملک کے بھانجے صلابت خان کو اس جنگ میں کئی سخت زخم لگے تھے جس کی وجہ سے وہ گھوڑے پر سے گر پڑا تھا اس کی مرہم پٹی کر کے عین الملک ویسے ہی بادشاہ کے پیچھے دوڑا کہ بادشاہ کو بیجاپور جانے سے منع کرے لیکن جوں ہی بادشاہ نے عین الملک کے علم کا نشان دیکھا وہ سمجھا کہ مجھے پکڑنے آ رہا ہے پھر ایسا بھاگا کہ بیجاپور جا کر دم لیا۔ عین

Marfat.com

الملک بعد میں بیجاپور پہنچااور ایک معتمد کے ذریعہ سے عرض کرایا کہ میں اپنا مال واسباب سب چھوڑ کر تن تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر صرف ایک قچی کے ساتھ حاضر ہوا ہوں میرے پاس خیمہ وخواب گاہ نہیں ہے اگر خزانہ عامرہ سے تھوڑی سی رقم خانہ زاد کو سرفراز ہو جائے تو عین پرورش ہے۔ بادشاہ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ شکست صرف عین الملک کے سبب سے ہوئی ہے جواب دیا کہ ہم کو تمہارے جیسے بے اعتدال نوکر کی ضرورت نہیں ہے جہاں چاہو چلے جاؤ، عین الملک نے کچھ قصور نہیں کیا تھا یہ سن کر ہکابکا رہ گیا پھر کہلا بھیجا کہ میں حضرت کا سچااور مخلص جاں نثار خدمت گزار ہوں قریب چھ سو عزیز و قریب اور دوسرے ہم قوم اس لڑائی میں مارے گئے ہیں اور مال واسباب سب لٹ گیا ہے ایسی حالت میں میں کہاں جاسکتا ہوں۔

جز آستان توام در جہاں پناہے نیست　　سر مرا بجزایں درحوالہ گاہے نیست

ایسی حالت میں آپ مالک ہیں در دولت سے ٹل نہیں سکتا، اس پیغام سے جو سراسر نمک حلالی کا تھا بادشاہ کو عین الملک کی متمردی کا مظنہ ہوا اور غصے ہو کر حکم دیا کہ ”جو شخص یہ پیغام لایا ہے اسے طمانچہ مار کر نکال دو۔“

عین الملک کی بغاوت اور ابراہیم عادل شاہ سے لڑائیاں

جب عین الملک مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ اب اس وقت تو کوئی موقع پھر عرض معروض کرنے کا باقی نہیں رہا۔ عین الملک نے خیال کیا کہ مصلحت یہی ہے کہ اس وقت یہاں سے ٹل کر میں اپنی جاگیر ”مان“ کو چلا جاؤں اور وہاں سے قسط فصل خریف وصول کر کے اپنا سامان کرلوں اور جدھر منہ اٹھے چلا جاؤں۔ بادشاہ نے جب عین الملک کے چلے جانے کی خبر سنی تو پانچ ہزار سواروں کا لشکر ایک امیر کے ساتھ بھیج دیا اور حکم دیا کہ عین الملک کو ہماری مملکت سے نکال دو۔ صلابت خاں نے بلا اجازت عین الملک لشکر کا مقابلہ کیا اور شکست دی اور قسط ربیع کے وصول کے لیے اور ٹھہر کر اطراف وجوانب کے مقامات مرج وکلیر وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ بادشاہ نے دوبارہ دس ہزار فوج بہ سرکردگی دلاور خاں حبشی بھجوائی اور نواح گلبرگہ میں عین الملک اور صلابت خاں نے اپنی فوج آراستہ کر کے مقابلہ کیا اس میں دلاور خاں کے سر اور چہرے پر بھاری زخم آئے اور شکست پاکر بھاگا چار کوس تک عین الملک کی فوج نے اس کا تعاقب کیا اور اس قدر مال واسباب اور ہاتھی گھوڑے اور اونٹ ملے کہ

Marfat.com

عین الملک کو اور تقویت ہو گئی اور اس نے زیادہ فوج اور توپ خانہ بھی جمع کر لیا تیسری بار ابراہیم عادل شاہ خود پچیس ہزار سوار اور توپ خانے لے کرمان پر جا پہنچا، عین الملک نے پہلے ہی بہت سی فوج جمع کر لی تھی۔ تین دن تک برابر اپنی فوج کو روز درست کرتا تھا اور میدان جنگ میں آنے کا غلغلہ اٹھا دیتا تھا مگر آیا ایک دن بھی نہیں۔ ابراہیم عادل شاہ کی فوج اس کے انتظار میں دن بھر گھوڑوں پر مسلح سوار رہتی تھی اور شام کو ویسے ہی پلٹ جاتی تھی۔ چوتھے دن بھی ایسا ہی ہوا کہ عین الملک نے اپنے لشکر کی صف بندی کی اور ہر چند قرادلوں نے کہا کہ عین الملک آیا ہی چاہتا ہے مگر کسی نے نہ سنا اور سمجھے کہ وہ تو ہر روز اسی طرح جل دیا کرتا ہے آتا ہے نہ آوتا ہے، ناحق ہم کو حیران کرتا ہے۔ اسی خیال سے کسی نے نہ ہتھیار لگائے نہ گھوڑوں پر سوار ہوئے کہ ناگاہ عین الملک کا لشکر میدان جنگ میں آ پہنچا۔ بادشاہی لشکر بے خبر پڑا تھا کوئی تیار نہ تھا ناچار بادشاہ خود عین الملک کے مقابلے کو گیا۔ عین الملک دو بدو بادشاہ سے لڑنے سے ہچکچایا اور سب نے صلاح دی کہ چتر شاہی سے لڑنا مناسب نہیں ہے۔ مرتضیٰ خاں انجو ایک سید پُر غرور تھا جس کا عین الملک بہت معتقد تھا اس نے کہا کہ چتر تھوڑا ہی جنگ کرتا ہے اب ملاحظہ کس بات کا ہے۔ عین الملک اسے فال نیک سمجھا اور پانچ ہزار سوار لے کر اپنے گھوڑے کو خیز کیا اور جہاں کہ شاہی چتر تھا اسی حصے پر جا پڑا۔ خاصہ شاہی کی فوج اس کے حملے کی تاب نہ لا کر بھاگی۔ بادشاہ بھی بھاگا اور بیجاپور کے قلعے میں جا کر چھپ گیا۔ چتر و فیل شاہی اور توپ خانہ اور تمام اثاثہ شاہی عین الملک کے ہاتھ لگا اور عین الملک نے بیجاپور سے دو کوس کے فاصلے پر موضع تورہ میں اپنا لشکر ڈال دیا اور قلعے کی رسد بند کر دی اب عادل شاہ کو سوائے راجہ بیجانگر سے مدد طلب کرنے کے اور کوئی تدبیر نہ سوجھی۔ بادشہ نے راجہ کے پاس سات لاکھ ہن بھیج کر استمداد چاہی۔

عین الملک اور ونکٹادری کی لڑائی

رام راج نے (جو در حقیقت سیاہ و سفید کا ملک تھا کیوں کہ راجہ کو تو اس نے برائے نمود بٹھا رکھا تھا) اپنے بھائی ونکٹادری کو غنیم کی مدافعت کے لیے ایک بڑا بھاری لشکر دے کر بیجاپور (سنہ یار او پس نو حال میں بہ بمقام لسبن سرکاری محافظ خانے میں جو ملاری ڈی ٹومیو میں ہے ایک تاریخی کاغذ دستیاب ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ راجہ بیجانگر نے ابراہیم عادل شاہ کو عین الملک اور شہزادے عبداللہ کے مقابلے کے لیے سات لاکھ پرڈاس (سکہ) لے کر امداد دی تھی) روانہ کیا۔ عین الملک نے اسد خاں کی چال اختیار کی

Marfat.com

اور چاہا کہ ہندوؤں پر یکایک حملہ کر کے گھبرا دے لیکن ونکٹادری کو اس بات کی خبر لگ گئی تھی اس نے اپنی فوج کو چوکنا کر دیا اور بڑی بڑی لمبی مشعلیں بنوائیں اور حکم دیا کہ جوہیں دشمن کے اس طرف بڑھنے کی خبر پہنچے ایک دم ان سب کو روشن کر دیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو ان کو بلند کیا جائے تاکہ ہماری فوج کو دشمن کی فوج اچھی طرح نظر آئے۔ ایک رات عین الملک اپنے ساتھ صلابت خاں کو لے کر دو ہزار فوج کے ساتھ ہندوؤں کے کیمپ میں جا گھسا اور کسی نے اس کی مزاحمت نہ کی۔ اشارہ پاتے ہی ایک دم مشعلیں روشن کر دی گئیں۔ اور ونکٹادری جو اپنی فوج کے ساتھ ہر طرح سے تیار بیٹھا تھا مسلمانوں کے لشکر سے مقابلہ کرنے لگا۔ چوں کہ مسلمان بے روک ٹوک گھس پڑے تھے وہ سمجھے کہ اب میدان مار لیا لیکن انجام یہ ہوا کہ پانچ سو آدمی مسلمانوں کے مارے گئے۔ عین الملک اور صلابت خاں بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگے لیکن اندھیرے میں راستہ بھول کر جنگل میں بھٹک گئے۔ فوج میں سے جو لوگ بھاگ کر آگے آ گئے تھے انہوں نے سمجھا کہ یہ لوگ مارے گئے اور اس خبر سے ایک ہل چل پڑ گئی اور ساری فوج منتشر ہو کر جدھر سینگ سمائے بھاگ گئی۔

عین الملک اور صلابت خان کا حسین نظام شاہ کے پاس جانا اور مارا جانا ۱۵۵۶ء

عین الملک اور صلابت خاں مع دو سو سواروں کے صبح ہوتے ہوتے اپنے کیمپ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں ایک چڑیا بھی نہ تھی، یہ دونوں گھبرا کر مان کے رستے سے حسین نظام شاہ کی سلطنت میں پناہ لینے کو بھاگے لیکن حسین نظام شاہ نے دھوکے سے ان دونوں کو مروا ڈالا۔ (اب عین الملک کا ٹھکانا مملکت عادل شاہی میں کہاں باقی تھا، ناچار حسین نظام شاہ کی طرف رخ کیا۔ نظام شاہ عین الملک سے دل میں کدورت رکھتا تھا۔ مگر بہ ظاہر اس کے آنے کی خوشیاں منا رہا تھا اور لوگوں سے کہتا تھا کہ دیکھو اب ہمارا طالع بھی چمکا کہ عین الملک نے پھر اس طرف رخ کیا آخر اسے حقوق سابقہ کا خیال آیا اور پھر اس کی خواہش ہے کہ ہماری سلک امراء میں شریک ہو۔ نظام شاہ نے فوراً حکیم قاسم بیگ کو (جو محرم اسرار شاہی تھا اور اس سے بڑا اور کوئی اس سلطنت میں رئیس نہ تھا) عین الملک کے استقبال کو بھجوایا اور لکھوا بھیجا کہ ہماری دلی محبت تم کو ہماری طرف کھینچ لائی ہے یہ صرف تقدیری بات تھی کہ تم چند روز کے لیے ہم سے جدا رہے۔ لیکن اب ہمیں ان باتوں کا خیال بھی نہیں ہے۔ ہماری عنایات واشفاق کو تم اپنے اندازے سے زیادہ سمجھو اور بہ اطمینان تمام ہمارے حضور میں حاضر ہو جاؤ کہ بعطائے قدیمی مناصب و جاگیرات تم کو

Marfat.com

قران وامثال میں معزز و ممتاز کیا جائے۔ تمہارے اطمینان کے لیے ہم نے قول نامہ اور زگیر (بالکسر چیزے مانند انگشتری باشد کہ از شاخ حیوان واستخواں وغیرہ سازند بہ وقت تیر اندازی در نر انگشت کنند: از برہان)، رومال خاصے میں لپیٹ کر بھیج دیا ہے۔ چاہئے کہ حکیم قاسم بیگ کے ساتھ جو ہمارا محرم بزم اختصاص اور مصاحب مجلس خاص ہے چلے آؤ اور دیر نہ لگاؤ۔ عین الملک نے دو شرطوں سے پیغام شاہی قبول کیا۔ اول یہ کہ بادشاہ خود قلعہ احمد نگر سے میرے استقبال کو آئے دوسری یہ کہ ملاقات کے دن قاسم بیگ میرے لشکر میں بہ طور یرغمال رہے۔ قاسم بیگ نے دونوں باتیں قبول کرلیں عین الملک دو ہزار سواروں کے ساتھ احمد نگر کی طرف روانہ ہوا اور دو کوس ادھر ٹھہر گیا۔ قاسم بیگ نے کہا کہ اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں احمد نگر جاکر بادشاہ سے آپ کی ملاقات کا بندوبست کرکے پھر واپس آکر آپ کے لشکر میں بہ طور رہن ٹھہر جاؤں تب آپ بادشاہ کی ملاقات کو شوق سے تشریف لے جائیں۔ قاسم بیگ کو اپنے بادشاہ کی مجلس کا حال بخوبی معلوم تھا کہ وہاں کی بات کا کچھ ٹھکانا نہیں گھڑی کچھ گھڑی کچھ۔ سیدھا اپنے گھر گیا اور بھلاویں کا تیل اپنے سر اور چہرے پر مل لیا اور بیماری کا بہانہ کرکے پڑ گیا۔ بادشاہ نے اپنے چند معتبرین کے ساتھ اطعمہ واشربہ لذیذہ عین الملک کے پاس بھجوائے اور جو وقت ملاقات کے لیے ٹھہرایا تھا وہ بھی کہلا بھیجا اور نیز یہ کہ قاسم بیگ بیمار ہو گیا ہے اس وجہ سے وہ نہیں آسکتا اس کے انتظار کی کچھ ضرورت نہیں ہے تم جلد چلے آؤ میں بھی تمہارے استقبال کو سوار ہوتا ہوں۔ عین الملک نے اپنے معتمدوں کے ذریعہ سے قاسم بیگ کو دکھوایا اس کو دیکھا تو واقعی سارا منہ سوجا ہوا تھا اور ان لوگوں نے یہ بھی آکر کہا کہ بادشاہ پیشوائی کے لیے سوار ہو چکا ہے۔ عین الملک کے غلام قبول خاں نے بہت منع کیا اور عرض کیا کہ قاسم بیگ نے بیماری کا بہانہ کیا ہے اور مجھے اس میں کھٹکا ہے عین الملک بہت سٹپٹایا مگر اب پلٹ کیسے سکتا تھا صلابت خاں اور چند لوگوں کے ساتھ بادل ناخواستہ روانہ ہوا جب قریب بنکاپور کے پہنچا تو دیکھا کہ بادشاہ ایک گھوڑے پر سوار کھلے میدان میں کھڑا ہے اور دونوں طرف ہاتھیوں کی لمبی قطاریں جمی ہوئی ہیں۔ چند لوگ بادشاہ کی طرف سے آگے آکر صلابت خاں اور عین الملک وان قطاروں کے اندر سوار شدہ لے آئے پیچھے سے اور چند لوگ آکر کہنے لگے کہ بہ لحاظ آداب شاہی مناسب یہ ہے کہ آپ پیدل ہولیں عین الملک سمجھا تھا کہ بہ حالت سواری ہی ملاقات ہو جانے کی لیکن یہ لوگ اصرار کرنے لگے۔ عین الملک کو بہت شاق گزرا لیکن اس وقت کچھ بن نہ پڑا ناچار دونوں اتر گئے اور آگے بڑھ کر بادشاہ کی رکاب کو بوسہ دینا چاہتے تھے لیکن وہاں تک پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ حکم ہوا کہ دونوں

Marfat.com

ہمارے ہاتھیوں پر سوار ہو جاؤ ہاتھیوں پر سوار ہوتے ہی نظام شاہ نے سمجھا کہ اب کیا تھا شکار قابو میں آ گیا خدا جانے بادشاہ نے فیلبانوں سے کیا کہہ رکھا تھا کہ جب قریب بنکاپور کے پہنچے کہ ہاتھی بانوں نے دونوں کے گلے گھونٹ کر ان کا کام تمام کر دیا اور دونوں کی نعشیں ہاتھیوں پر سے نیچے گرا دیں۔ نظام شاہ نے انجان ہو کر کہا کہ او ہو ڈر کے مارے دونو کا دم نکل گیا اور ان دونوں کو وہیں بنکاپور میں دفن کر دیا لیکن بیجاپور سے دو میل کے فاصلے پر جانب مشرق موضع عینہ پور میں عین الملک کا بہت بلند اور عالی شاہ مقبرہ اب تک موجود ہے اس کی کرسی بہت بلند ہے اور رقبہ بے حد سڈول اور خوب صورت ہے۔ مقبرے کے اندر نہایت خوش خط کلام مجید کی آیتیں بخط طغریٰ گچ میں منقش ہیں جو جابجا سے جھڑ بھی گئی ہیں۔ مقبرے کے اندر قبریں بھی ہیں اس مقبرے کے بائیں طرف ایک خوب صورت سی مسجد بھی ہے عین الملک ۹۵۳ھ م ۱۵۵۶ء میں دنیا سے رخصت ہوا بقول فرشتہ بنکاپور میں دفن ہے۔ ممکن ہے کہ مقبرہ اس نے اپنی زندگی میں بنوایا ہو لیکن اس میں مدفون نہ ہو)۔ شاہزادہ عبد اللہ ابھی تک گواہی کے علاقے میں سلطنت بیجاپور کے خواب دیکھ رہا تھا اس نے بیجاپور کی خانہ جنگیاں دیکھ کر گوا کے جدید وائسرائے پڈرو ڈی میسکرن ہاؤس (Pedro de Mascarenhes) کو طمع دلائی کہ اگر تمہاری کوشش سے میں بیجاپور کا بادشاہ ہو جاؤں گا تو تمہارے ساتھ بہت کچھ سلوک کروں گا۔ ان لمبے چوڑے وعدوں سے وائسرائے کی رال ٹپک پڑی۔ وائسرائے نے کیا کام کیا کہ ۱۵۵۵ء میں عبد اللہ کو پونڈا میں ہی تخت پر بٹھلا کر اس کی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ لیکن اسی سال وائسرائے مذکور مر گیا۔ فرنیسسکو بریٹو (Francisco Barreto) بطور گورنر اس کا جانشین مقرر ہوا اس نے عبد اللہ کی طرف سے ملک کا محاصل وصول کرنا شروع کیا۔ لیکن ابراہیم عادل شاہ کا ایک سردار سات ہزار فوج لے کر مانع و مزاحم ہوا اور مقابلے کو آن موجود ہوا اور کئی لڑائیاں ہوئیں۔ ابراہیم عادل شاہ بھی بے کار نہیں بیٹھا تھا اس نے سداسیو راجہ بیجانگر سے اور پندرہ ہزار فوج کی مدد لی اور شہزادہ عبد اللہ کو جس نے ہل چل مچا دی تھی تخت سے اتار کر گرفتار کر لیا اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ کئی حملے پرتگالیوں پر بھی کیئے۔ ۱۵۵۶ء کے سارے جاڑے کے موسم میں یہ لڑائیاں جاری رہیں لیکن کوئی قطعی فیصلہ نہ ہوا۔ سال مابعد میں بیجاپور سے تازہ دم فوج مدد کو آن پہنچی اور جزائر سالسٹ اور بارڈس پر حملہ کیا لیکن بہ مقام پانڈا شکست کھائی اور اس کے بعد چند روز کے لیے جنگ موقوف رہی۔

Marfat.com

ابراہیم عادل شاہ کا اسد خاں لاری کے پاس بلگاؤں جانا ۹۵۶ھ م ۱۵۴۹ء

اسد خاں لاری اپنی جاگیر، بلگاؤں چلا گیا تھا اس کا جانا تھا کہ دشمنوں نے بساط الٹ دی اور بادشاہ کو اپنے پرانے معتمد اور خیر خواہ ملک کی نسبت پھر بدگمانی پیدا کرادی۔ بادشاہ نے دارالسلطنت بیجاپور میں جتنے اسد خاں کے وابستہ لوگ اور ملازمین تھے سب کو قید کر دیا۔ چندر روز کے بعد اسد خاں نے ایک معروضہ حسب ذیل لکھ کر مع نوراس اسپ تازی و نوزنجیر فیل کوہ پیکر اور چند نفیس تحائف بادشاہ کی خدمت میں گزرانا۔

سلیمان سریر اسکندر مسند فریدوں حشمتا

چہ شد چہ شد کہ بدنیساں رمیدہ از من — چہ کردہ ام چہ شنیدی چہ دیدہ از من

گرگنا ہے کردہ ام انیک سرو تیغ و کفن — ورنہ بے موجب نشاید دوست آزردن ز من

ہر چند ازیں معنی کہ ارباب غرض بروامن ایں فدوی درگاہ چہ الزام بستہ اند خبر ندارم۔ چوں گرگ یوسف بے گناہ و ہم در ہمہ حال افسوس و تاسف بر مآل و حال ولی نعمت می نمایم

بیک ماہ با تحفہ و پیشکش — بیایم بدان بارگاہ شاد و خوش

بیایم بہ بندم بخدمت کمر — نہم چوں قلم بر خط شاہ سر

ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کا قصور معاف فرمایا اور فوراً اس کے اہل و عیال کو قید سے چھوڑ کر بلگاؤں روانہ کر دیا۔ ان ہی دنوں اسد خاں کی طبیعت ناساز ہوگئی اور روز بروز حالت ردی ہوتی گئی۔ اس کو اپنی موت کا یقین ہو گیا پھر ایک دوسرا عریضہ بہ اظہار آرزوئے قدم بوسی و ادراک شرف حضوری لکھا جس میں یہ بیت تھی

چو سرو ناز قدم رنجہ کن بدیں گلزار — چو باد صبح گزر کن بدیں حدیقہ انس

بادشاہ نے جب حال پر ملال اسد خاں کا پڑھا فرط محبت سے اس کے آنسو نکل پڑے اور اسی وقت بلگاؤں کا قصد کیا اور دو دو منزل ایک ایک دن میں طے کر کے جوں ہی بلگاؤں کے قریب پہنچا تو اسد خاں کی وفات کا حال سن کر از بس ملول و غمگین ہوا اور بہ حسرت تمام و تاسف مالا کلام شب کے وقت بلگاؤں پہنچا اور اسد خاں کے گھر والوں خصوصاً اس کے بیٹوں سے اظہار تعزیت فرما کر سب کو انواع و اقسام خلعتوں سے سرفراز فرمایا۔ اسد خاں کے جملہ متروکات میں سے صرف تین سو ہاتھی اور چار سو گھوڑے

Marfat.com

داخل سرکار کر لیے باقی اثاثہ اور نقدیات واجناس سب اس کے فرزندوں کو دے دلا کر واپس آیا۔ اسد خاں کی عمر سو سال سے متجاوز تھی اور برابر پینتالیس سال بادشاہ کی خدمت میں رہا اور نہایت راست بازی، خیر خواہی اور نیک نامی سے اپنی زندگی بسر کر کے ۹۵۶ھ م ۱۵۴۹ء میں اس دار فانی سے دار جاودانی کو کوچ کیا اور بلگاؤں ہی میں اس مقبرے میں آسودہ ہے جو اس نے پہلے سے بنوا رکھا تھا۔ اب بھی اس کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے اَللّٰھُمَّ اغفِرلَہٗ۔ کہتے ہیں کہ سو بکرے اور دو سو مرغ خاصہ کے لیے روزانہ کٹتے تھے۔

اسد خاں کے کچھ اور حالات

اسد خاں لاری ایسا مدبر اور پالٹیشین تھا کہ دراصل اس کے کارنامے اس قابل ہیں کہ ہم اس کی لائف جداگانہ لکھیں مگر بخوف طوالت عَلٰی سَبِیلِ الْاِختِصَار ذکر کرتے ہیں کہ وہ امرائے عظام و وزرائے کرام میں نیک محضر اور فرخ سیر حمیدہ خصائل اور پسندیدہ شمائل تھا۔ شجاعت اور سخاوت میں نظیر نہ رکھتا تھا۔ تدبیر ملکی اس کے بے مثل اور مشکل ترین معاملات کی عقدہ کشائی ناخن تدبیر سے عمدہ ترین پیرایہ میں کرتا تھا۔ نیر اقبال اس کا ایسے عروج کمال پر تھا کہ کبھی اس کی تدبیر الٹی نہ پڑی۔ کامیابی اور ظفر اس کے قدموں سے لگی پڑی تھی۔ جو کام کرتا تھا کیسا بھی مشکل ہو اس کی خوش اقبالی اور نیک نیتی سے راست آتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب تک اس کا مزار مبارک مثل اولیائے کرام کے زیارت گاہ خاص و عام ہے مجاوریں موجود ہیں اعراس و فاتحہ خوانی عود و گل نذر و نیاز سب ہی کچھ برابر ہوتا ہے۔ مسلمان اور ہنود دونوں یکساں اس کے معتقد ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرٌ

یک دن عنایتے توائے بندہ نواز   بہتر زہزار سالہ تسبیح و نماز

اس میں شک نہیں کہ تاریخ بیجاپور میں اسد خاں کا نام نامی زریں حروف سے لکھا ہوا ہے۔ اس کے کارنامے مٹ نہیں سکتے۔ اس سے بڑھ کر دوسرا با اقتدار اور کوئی عہدہ دار نہ تھا۔ اور نیک نامی کا سہرا ہمیشہ اس کے سر رہا حسن عقیدت اور عام درجہ مقبولیت اس درجے بڑھ گیا تھا اس کی وفات کے بعد لوگ اسے ولی ماننے لگے۔

ابراہیم عادل شاہ کا کیریکٹر

اگرچہ ابراہیم عادل شاہ کی طبیعت غیور اور تند خو تھی اور وہ ذرا سی بات میں بھڑک اٹھتا تھا اور ذرا

Marfat.com

قصور پر بڑی سزا دے دیتا تھا اور عفو اور درگزر کا مادہ اس میں نہ تھا مگر فوج کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا اور فوجی لوگوں سے بہ حسن سلوک و لینیت پیش آتا تھا اور رعیت و سپاہ پروری میں بے مثل تھا اس کے علاوہ علماء و فضلاء کی بہت بڑی جگہ اس کے دل میں تھی اور علم دوست ہونے کی وجہ سے ایسے لوگوں کی تعظیم و تکریم کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ بادشاہ عیش پسند بھی تھا بیشتر حرم محترم میں رہ کر عیش و نشاط میں مصروف رہتا تھا۔

ابراہیم عادل شاہ کی اولاد

بادشاہ کے چار فرزند ارجمند اسمٰعیل، علی، طہماسپ اور احمد تھے اور دو صاحبزادیاں تھیں جن میں سے ایک تانی بی بی کی شادی علی برید سے ہوئی تھی اور دوسری بدیہ سلطان کی شادی مرتضٰی نظام شاہ بحری سے ہوئی چاروں صاحبزادے اپنے باپ سے تربیت پاتے تھے۔ بڑے لڑکے اسمٰعیل کی طرف توجہ زیادہ تھی اور اسی کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ بعض وقت بطور امتحان کسی مہم کے متعلق ان کی رائے بھی دریافت کرتا تھا لیکن جب دیکھتا تو یہی معلوم ہوتا کہ اسمٰعیل کی طبیعت منھی تھی اور علی کی نہایت رسا۔ یہ بات بادشاہ کی مرضی کے خلاف تھی اور علی کی جودت طبع اور رائے صائب دیکھ کر بعض وقت تعریضاً کہا بھی کرتا تھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تو ہی ولی عہد ہوگا اور اس بے چارے کو جسے خداداد لیاقت تھی ہمیشہ بری نگاہ سے دیکھتا تھا اور جب بادشاہ نے دیکھ لیا کہ علی کے سامنے اسمٰعیل کا چراغ نہیں جل سکتا اور ناحق ہر بات میں اسمٰعیل کو ذلت ہوتی ہے تو علی کو جب کہ وہ صرف سات سال کی عمر کا تھا قلعہ مبارک آباد عرف مرتضٰی آباد میں لے جا کر قید کر دیا کہ نہ وہ رہے گا نہ یہ راز طشت از بام ہوگا۔

ابراہیم عادل شاہ کی بیماری اور موت ۹۶۵ھ م ۱۵۵۷ء

ابراہیم عادل شاہ آخر حصۂ عمر میں مختلف مزمن امراض تپ و دوران سر و ضیق النفس اور بواسیر میں مبتلا ہو گیا اور پورے دو سال فراش رہا۔ کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا۔ ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی''جب بادشاہ مرض سے تنگ آ گیا تو جھلا کر اس نے اپنے معالجوں کی ناکامی پر ان کو سخت سخت سزائیں دیں۔ بعض کو مروا دیا بعض کو جلاوطن کر دیا۔ عطاروں نے ڈر کے مارے دواؤں کی دکانیں بند کر دیں۔ اور یہاں تک اس کی ہیبت دلوں میں بیٹھ گئی کہ ڈر کے مارے کوئی نہ پھٹکتا تھا۔ اسی طرح گھل گھل کر ۹۶۵ھ م ۱۵۵۷ء میں دنیا سے رخصت ہوا۔ تاریخ وفات ''شاہ خوباں بت''۔ قصبہ گوگی کو جنازہ بڑے تزک و احتشام سے پہنچایا گیا اور احاطہ شیخ جید جدری میں اپنے آباؤ اجداد کے پاس مدفون ہے۔ زمانہ سلطنت ۲۴ سال ہے۔

Marfat.com

ابراہیم عادل شاہ کے وقت کی عمارات و کیفیت لشکر و خزانہ

بادشاہ نے ۹۳۳ھ م ۱۵۲۶ء میں ابراہیم پور آباد کیا اور وہاں اسی سال ایک عالی شان مسجد بنوائی۔ ۹۳۵ھ میں سولھا تھمی محل تعمیر کیا۔ ۹۴۷ھ م ۱۵۴۰ء میں فصیلوں کی شکست و ریخت اور مستحکم تعمیر کی۔ ۹۵۰ھ م ۱۵۴۳ء ایک مسجد (غالب مسجد) کے نام سے بنوائی جس میں ۱۳۰۲ طاقچے صرف روشنی کے لیے تھے۔ قلعہ رائچور کی فصیل ۹۵۷ھ م ۱۵۴۹ء میں بنوائی۔ ۹۵۸ھ م ۱۵۵۱ء میں ایک جامع مسجد متصل درگاہ حضرت جعفر سقاف کے بنوائی جواب تک موجود ہے جمعیت و لشکر کی تعداد تیس ہزار سوار دو لاکھ تیس ہزار احشام اور ساڑھے چار سو ہاتھی تھے۔ وقت وفات کے خزانۂ عامرہ میں ایک کروڑ پچاس لاکھ ہن نقد موجود تھے لیکن علی عادل شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی تھوڑے ہی دنوں میں تمام خزانے کو اہل سپاہ اور مستحقین اور علماء و فضلاء اور ارباب حاجات پر مثل ابر نیساں کے برسادیا اور یہ مصرعہ ان ہی باپ بیٹوں کی شان میں ہے "پدر کامگار و پسر کام بخش"۔

Marfat.com

پانچواں باب

علی عادل شاہ اول ۱۵۵۷ء تا ۱۵۸۰ء

کشیدے بادشاہ ہفت اورنگ ۔۔۔ گہے در بزم عشرت جام گل رنگ
نشستے گاہ بر تخت عدالت ۔۔۔ پے تادیب ارباب ضلالت
بنائے عدل را آباد کردے ۔۔۔ دل غم دیدگاں را شاد کردے

شاہزادگی کے حالات

شاہزادہ علی کو اس کے باپ نے قلعہ مرج میں قید کر رکھا تھا اور اس کی نظر بندی کے اسباب مختلف بیان کیئے جاتے ہیں، جتنے منہ اتنی باتیں۔ ہم یہاں اس روایت کو نقل کرتے ہیں جو میر ابراہیم اسد خانی نے لکھی ہے اور وہ زیادہ قرین قیاس ہے اور وہ یہ ہے کہ علی طہماسپ نے جو اسد خاں کا نواسہ تھا نہ صرف عمر میں بڑا تھا بلکہ نہایت ذی فہم و شعور بھی تھا اور ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ اسد خاں کی حسن خدمات کے جلدو میں ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں کے نواسے کو ولی عہد کرنے کی وصیت فرمادی تھی۔ بعد اس کے شاہزادہ علی سے بادشاہ کچھ اور اسباب سے بھی کشیدہ خاطر ہو گیا اور قہر اور غضب کو ایسا جوش ہوا کہ اس کے مروا دینے پر تیار ہو گیا۔ ارکان و اعیان کو جب بادشاہ کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو وہ مانع ہوئے اور عرض کی کہ یہ امر آپ کی شان کے خلاف ہے اگر آپ کو اس کا دور کرنا ہی مقصود ہے تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ شاہزادے کو اسد خاں کے سپرد کر دیجئے البتہ اسے اپنے نواسے کی خاطر پیش نظر ہو گی وہ خود جو مناسب ہو گا کرے گا اس صورت میں لفظ سنگ دلی اور بے رحمی کا ذات اقدس پر نہ آئے گا۔ بادشاہ نے اس صلاح کو پسند کیا اور طوق گلے میں و زنجیر طلائی پاؤں میں ڈال قلعہ مرج میں اسد خاں کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ طہماسپ کو میں نے اپنے تخت نشین نامزد کر دیا ہے لیکن علی کا وجود اس میں مخل ہے اس واسطے میں نے اسے تمہارے پاس بھیج دیا ہے جس طرح تم مناسب سمجھو، اس کا کام تمام کر دو یا نا قص کر کے زندہ رہنے دو تمہیں اختیار ہے۔ اسد خاں کے بیٹے کمال کشور خاں نے جو بادشاہ کا مصاحب تھا اور نہایت عقلمند تھا اپنے باپ کو یہ سارا قصہ لکھ بھیجا کہ بادشاہ نے غصے سے شہزادہ علی کو آپ

Marfat.com

کے پاس بھیج دیا ہے اور اس کے قتل کا حکم بھی دے دیا ہے آپ کہ خود نشیب و فراز زمانے سے اچھی طرح واقف ہیں غور فرمائیں کہ جو حکم حالت غضب میں دیا گیا ہے اس پر عمل کرنا سراسر احتیاط کے خلاف ہے۔ اسد خاں نے بادشاہ کا حکم دیکھ کر شاہزادے کو صرف نظر بند کر دیا۔ اسد خاں بڑا صاحب فراست اور ذی علم تھا۔ طہماسپ کے طالع کو اضطراب سے دیکھا تو طالع اس کا نہایت برا پایا البتہ یہ معلوم ہوا کہ اس کی اولاد میں خوش اقبال لوگ ہوں گے اور جب شاہزادہ علی کا زائچہ دیکھا تو اس کے طالع ایسے قوی اور فیروز مند پائے کہ دنگ رہ گیا۔ اسد خاں نے جب یہ حالت دیکھی تو شاہزادہ علی کی کمال توقیر اور تعظیم کرنے لگا اور اسے خفیہ ایک مقام پر رکھ کر اس کی تعلیم و تربیت باحسن الوجوہ کرنے لگا اور بادشاہ کی تعمیل حکم اور تسلی کے لیے ہرن کی دو آنکھیں نکال کر اور ایک چھنگلی کسی لڑکے کی کاٹ کر بھیج دی اور لکھا کہ شاہزادے کو میں نے نابینا کرا دیا اور انگلی کاٹ کر ناقص کر دیا ہے۔ اس کے بعد جب ابراہیم عادل شاہ نے انتقال کیا۔ حیدر خاں حوالدار شاہی جنازے کو تیار کر کے گوگی کو روانہ کر رہا تھا اور شاہزادہ طہماسپ کو مع اس کے بھائیوں کے نظر بند رکھا لیکن بعض امرائے سلطنت نے حیدر خاں سے کہا کہ فوراً ایک شاہزادہ کو قید سے نکال کر تخت پر بٹھاؤ کہ کسی قسم کا موقع مفسدوں کو نہ ملے۔ حیدر خاں نے کہا کہ یہ کام ہمارا تمہارا نہیں ہے بلکہ مدار المہام کا ہے اور اسد خاں مدار المہام کو فوراً اطلاع دی۔ اسد خاں نے بلا توقف اسی دن شاہزادہ والا تبار علی کو قید سے نکال کر چتر شاہی فرق مبارک پر لگایا اور بادشاہت کی نذر پیش کی اور دوسرے دن جلوس شاہی کے ساتھ مرج سے دار السلطنت بیجاپور کی طرف روانہ ہوا تمام لوگ اس خبر کو سن کر استقبال کو پہنچے اور نذریں اور تحائف پیش کیے اور بیرون شہر تو روہ میں خیام و سرا پردہ شاہی برپا ہوئے اور فوراً حکم دیا کہ اور جو شہزادے شہر میں ہیں ان کی آنکھیں نکال کر حضور اقدس میں فوراً حاضر کرو تاکہ بدل جمعی تمام حضور والا زیب افزائے تاج اور زینت بخش تخت ہوں۔ طہماسپ کو مع اس کے دونوں بھائیوں کے حضور ہی میں حاضر کیا گیا بادشاہ نے ان سب کو کسی نہ کسی طرح مختص کروا دیا اور بعد اس کے خود شہر میں آکر تخت پر جلوس فرمایا۔

دوسری روایت

محمد قاسم فرشتہ اور رفیع الدین شیرازی لکھتے ہیں کہ شاہزادہ علی زماں طفولیت میں نہایت ذہین اور شوخ طبع تھا اور جوں جوں ذی شعور ہوتا گیا، لیاقت خداداد کی بدولت ترقی کرتا گیا لیکن چوں کہ خواجہ عنایت اللہ شیرازی اس کا اتالیق تھا، اس کا میلان طبعی مذہب تشیع کی طرف تھا۔ ایک دن ابراہیم عادل

Marfat.com

شاہ محل میں بیٹھا ہوا بیگمات سے کچھ ذکر مذہب کا کر رہا تھا کہ خدا کا شکر ہے کہ خدا نے مجھے توفیق نیک عطا کی اپنے باپ دادا کے عقائد سے منحرف ہو کر دین قویم اور صراط مستقیم، مذہب سنت والجماعت پر قائم ہوا اور روافض کا قلع قمع کر دیا۔ شاہزادہ علی بھی اس مجلس میں حاضر تھا شوخیٔ طبع سے ضبط نہ کر سکا گستاخانہ لہجے میں عرض کی کہ اگر باپ دادا کا مذہب چھوڑنا ہی روش محمود اور طریق مسعود ہے تو ضرور ہوا کہ حضرت کے فرزند بھی ایسا ہی کریں۔ بادشاہ اس کے زبان ملانے سے بہت ناراض ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تیرا مذہب کیا ہے۔ جواب دیا کہ بالفعل تو جو آپ کا مذہب ہے وہی میرا ہے آئندہ کا علم خدا کو ہے۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ یہ ضرور کٹر شیعہ ہے اور اس کے استاد کی صحبت کا اثر اس کے دل پر جم گیا ہے۔ بادشاہ نے اس کا سلام بند کر دیا اور چند روز تک سامنے آنے کا روادار نہ ہوا اور اس کے استاد کو قید کر دیا اور فتح اللہ شیرازی کو اتالیق مقرر کیا مگر قدرت خدا کی کہ وہ بھی دراصل شیعہ تھا اور تقیہ کر کے اپنے کو سنی المذہب ظاہر کیا تھا۔ شاہزادے کی اور اس کی خوب پٹ گئی۔ اسی زمانے میں بادشاہ کے مزاج کے چڑچڑے پن اور بے حد سختی سے چند لوگ خلاف ہو گئے تھے اور برہان نظام شاہ کے اغوا سے ان لوگوں نے در پردہ اس امر کی کوشش کی کہ بادشاہ کو معزول کر کے اس کے بھائی شاہزادہ عبداللہ کو تخت نشین کر دیا جائے۔ ابھی یہ معجون پختہ نہ ہونے پائی تھا کہ افشائے راز ہو گیا اور بادشاہ نے فوراً ان سازشیوں کو قتل کروا دیا اور بادشاہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہزادہ علی کا دوسرا استاد فتح اللہ شیرازی بھی شیعہ ہے اس نے شاہزادے کے عقائد میں اور رنگ چڑھا دیا ہے اور خود شاہزادہ بھی اس سازش میں شریک ہے۔ یہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اور شاہزادہ اور ملا صاحب دونوں کو قلعہ مرچ میں قید کر دیا اور سکندر خاں قلعہ دار اور کامل خاں تھانہ دار برادر زادہ اسمٰعیل عادل شاہ کو لکھ بھیجا کہ شاہزادے کی اچھی طرح نگرانی کی جائے۔ اور کوئی رافضی اس کے پاس پھٹکنے نہ پائے لیکن یہ عجیب اتفاق ہوا کہ یہ دونوں بھی باطن میں شیعہ تھے انہوں نے اور خوب پٹی پڑھائی۔ جب بادشاہ امراض متنوع میں مبتلا ہو گیا اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب یہ جاں بر نہ ہو گا مرض الموت میں گرفتار ہے تو شہزادے نے بحالت قید ہی اذان اور نماز شیعہ طریقہ پر علی الاعلان شروع کرا دی۔ بیماری کی حالت میں بادشاہ کی سمع مبارک تک یہ خبر پہنچی سانپ کی طرح بل کھانے لگا اور چاہتا تھا کہ اپنی حین حیات طہماسپ کو تخت پر بٹھا دے اور علی کو قتل کروا دے یا زہر دے کر اس کا کام تمام کرے لیکن لوگوں نے کہا کہ طہماسپ اس بلا سے کب خالی ہے تو بادشاہ نہایت غمگین ہوا اور کہا کہ میں جیتی مکھی کیسے نگلوں اور خود دیدہ و دانستہ اپنی سلطنت کو ایک رافضی کے ہاتھ میں

Marfat.com

کیسے دوں۔ شہزادہ طہماسپ کو بھی قید کر دیا اور امور سلطنت کو خدا پر چھوڑ دیا۔ بادشاہ کا مرض روز بروز ترقی کرتا گیا۔ شہر والوں نے طہماسپ کو جانشین مقرر کرنے کا ارادہ کر لیا۔ خواجہ کمال لاری جو آگے چل کر کشور خاں کے خطاب سے مشہور ہوا ہو کری وغیرہ پرگنہ جات کا گورنر تھا، اس نے جب سے بادشاہ کی بیماری کا حال سنا ارسال بھیجنا موقف کر دیا اور وہیں رقم جمع رکھتا تھا کہ نہیں معلوم یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے اور ان لوگوں کی صلاح شاہزادہ علی کے تخت پر بٹھانے کی تھی چنانچہ سکندر خاں قلعہ دار مرج کو پیغام بھیجا کہ بادشاہ صبح شام کی ہوا کھا رہا ہے مناسب یہ ہے کہ تم شاہزادہ علی کو تخت نشین کرنے کی فکر کرو اور وہیں چتر شاہی اس کے سر پر لگاؤ۔ سکندر خاں نے ایسا ہی کیا اور اطراف واکناف کے معدودے چند لوگوں کو جمع کر کے درگاہ حضرت شمس الدین قدس سرہ میں جو مشاہیر اولیائے دکن میں سے ہیں مجلس شوری کر کے اپنا ارادہ مستحکم کر لیا اور دوسرے دن شہزادے کو درگاہ شریف میں لا کر مزار مبارک کے سرہانے کھڑا کر کے شمشیر خلافت اس کی کمر میں باندھ چتر شاہی سر پر بلند کیا اور تمام خلائق نے جمع ہو کر مبارک باد عرض کی اور نذریں پیش کیں دوسرے دن قلعہ مرج سے نکل کر بیرون قلعہ مقام کیا۔ کشور خاں نے جو اس مدت میں خزانہ جمع کیا تھا بے تامل لا کر شاہزادے کے قدموں پر رکھ دیا۔ شاہزادہ علی نے تمام خزانہ لوگوں کو تقسیم کر دیا اور اسی اثناء میں ابراہیم عادل شاہ کی وفات کی خبر سنتے ہی شاہزادہ علی، بیجاپور روانہ ہوا اور کشور باغ میں جو شہر سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے فروکش ہوا اور ایک مرد پختہ سنجیدہ کار کو شہر میں بھیجا کہ صحیح خبر لائے۔ بیجاپور کی دار السلطنت کا حاکم جید خاں نامی ایک ہندی تھا جو بڑا خیر خواہ سلطنت تھا۔ بادشاہ کے مرتے ہی اس نے شہر کے دروازے بند کرا دیئے تھے اور آنے جانے والوں کی روک تھام کر دی تھی۔ نیز ان شہزادوں کو جو شہر میں موجود تھے نظر بند کر دیا تھا۔ ہر چند لوگوں نے باصرار کہا کہ ان شاہزادوں میں سے کسی ایک کو تخت پر بٹھا دیا جائے تو جید خاں نے کہا کہ عام طور پر یہ شہرت ہے کہ بعض امراء نے شاہزادہ علی کو تخت پر بٹھلا دیا ہے اگر ہم یہاں کسی دوسرے کو بٹھلا دیں تو خواہ مخواہ کا فتنہ و فساد کھڑا ہو جائے گا لہٰذا شاہزادہ علی کے آنے تک صبر کرو۔ ان کے آنے کے بعد جو سب لوگوں کی رائے ہوگی میں بھی حاضر ہوں، غرض اسی طرح اس یورش کو ٹال دیا۔ اب جب کہ شاہزادہ علی کا قاصد شہر میں آیا تو امراء واعیان کی ایک مجلس مقرر کی گئی اور سب میں بحث ومباحثہ ہونے لگا ہر شخص اپنی اپنی رائے کے موافق کہتا تھا۔ جید خاں یکایک مجلس کے درمیان سے اٹھ کھڑا ہوا اور بآواز بلند کہنے لگا کہ، چوں کہ تمام چھوٹے بڑے لوگوں نے شاہزادہ علی کو تخت پر بٹھلا دیا ہے اور سب ا

Marfat.com

امر پر دل و جان سے راضی ہیں۔ الحمد للہ کہ بہت اچھا ہوا میں بھی سب کے ساتھ ہوں وَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ کہہ کر لشکر شاہی کی طرف رخ کر کے سجدۂ بندگی کیا اور ایک عریضہ اس مضمون کا بادشاہ ذی جاہ کی خدمت میں لکھا کہ

رواق منظر چشم من آشیانہ تست　　　کرم نما و فرود آکہ خانہ خانہ تست

پھر کیا دیر تھی سارا شہر ادھر ہی امنڈ اپڑا۔ اعیان وارکان سادات و قضات غرض ہر کہ ومہ جا پہنچا اور نذریں گزرنے لگیں اور سرفرازیاں ہونے لگیں۔ شاہزادہ علی نے جید خاں سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ دو بادشاہ در اقلیمے نمی گنجند اور قلعہ میں تو اس وقت تین شہزادے موجود ہیں ایسی حالت میں میرا قلعہ میں جانا قرین عقل نہیں ہے لہٰذا تینوں شہزادوں کو مابدولت کے روبرو حاضر کرو، میں ان کی آنکھیں نکلوا ڈالوں۔ جید خاں خود یہ کام کرنا پسند نہ کرتا تھا عرض کی کہ آپ اپنے کسی معتمد کو بھجوایئے وہ آپ کے حکم کی تعمیل کرے گا۔ بادشاہ نے اعتماد خاں محلدار کو بھیجا اور اس نے حکم شاہی کی تعمیل کی اسی وقت پادشاہ جلوس کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا اور دوہش عطائے مناصب وخطابات کا بازار گرم ہوا۔

بادشاہ کا مذہبی توغل اور سلطنت کے ابتدائی حالات

پہلے ہی دن اذان میں کلمہ علیاً ولی اللہ زیادہ کرنے کا حکم دیا اور خطبہ میں سے خلفائے کرام کے اسامی مبارک خارج کر کے ائمہ اطہار کے نام داخل کیئے اور تمامی احکام و قوانین اپنے باپ کے منسوخ کر کے مذہب شیعہ کے مطابق فوری طور پر عمل شروع کر دیا اور پایہ تخت میں ایران و توران و کرمان و خراسان سے قریب تین ہزار تبرائی کے جمع کیئے جو کوچہ و بازار اور سواری اور دربار میں علی رُؤس الاشہاد تبرّا کہتے تھے۔ ان دنوں صرف ایک جامع مسجد میں سنیوں کی طرح کی نماز ہوتی تھی وہ بھی اختیار خاں گجراتی کے زور سے جو امرائے معتبر میں سے تھا اور بڑا پکا سنی تھا اور پھر اس احتیاط سے کہ دروازہ مسجد کا بند کر لیا جاتا اور مسجد کی چھت پر تیر و تفنگ لے کر لوگ بیٹھ جاتے تھے جب کہیں خطبہ پڑھ سکتے تھے ورنہ صحابہ کرام کا نام زبان سے نکالنا محال تھا۔ سنیوں کے حق میں یہ بلائے ناگہانی نازل ہوئی اور ید ایک طبقہ الٹ جانے سے ایسے برہم ہوگئے کہ جہاد پر تل گئے اور قریب تھا کہ ایک مذہبی جنگ برپا ہو جائے۔

لیکن باوجود اس تعصب کے بادشاہ بڑا منصف مزاج، سیر چشم، سخی اور فیاض اور نیک دل اور رحیم خلائق کا دوست دار اور علماء و فضلاء سے حسن سلوک سے پیش آتا تھا اور پوری داد رسی مظلوموں کی کرتا

Marfat.com

تھا۔ لوگوں کو اس کی صفات حسنہ نے ٹھنڈا کر دیا۔ وہ اس قدر سخی تھا کہ اس نے در خزانہ کو داد و دہش، خیرات و مبرات کے واسطے کھول دیا اور دل کھول کر لوگوں سے سلوک کیا۔ اصل بات یہ تھی کہ ابراہیم عادل شاہ کے وقت میں اس کے ڈر سے تمام شیعوں نے تقیہ کر لیا تھا علی عادل شاہ کے تخت پر بیٹھتے ہی سب اٹھ کھڑے ہوئے اس وجہ سے ایک دم شورش ہو گئی مگر پھر بھی بادشاہ نے اپنی کریم النفسی اور عدل گستری سے اسے ٹھنڈا کیا، رعایا نے بھی سمجھا کہ

آں را کہ بخت تست ہر دم کرے　　　　عذرش بنہ ار کند بہ عمرے ستمے

عادل شاہ کے صفات حسنہ

بادشاہ خود ذی علم تھا چند کتب متداولہ کلام و منطق و حکمت و صرف نحو کی استاد سے پڑھی تھیں اور مسائل شرعیہ سے واقف تھا۔ خط ثلث و نسخ و رقاع خوب لکھتا تھا۔ صوفی مشرب درویش نہاد تھا اور بالکل سیدھا سادا تھا۔ مطلق بناؤ سنگھار یا آراستگی کا شوق نہ تھا۔ اس شاہ عالی ہمت نے تمام خزانہ ایک کروڑ پچاس لاکھ ہن کا تھوڑے ہی دنوں میں تمام رعایا برایا میں بانٹ دیا۔ عقیدت کی یہ حالت تھی کہ ہندو ہو یا مسلمان جہاں کسی بزرگ کا حال سنا اس کے ساتھ سلوک کرتا تھا اور بعض اوقات خود بھی چلا جاتا تھا۔ دنیا اس کی نظروں میں ہیچ تھی۔ بذلہ سنج، لطیفہ گو ایسا تھا کہ گھنٹوں مجالس میں بیٹھ کر ادھر ادھر کی گپ شپ اڑایا کرتا تھا جب مجلس برخاست ہوتی کہتا کہ تم نے دیکھا کہ میں نے کیا ہذیاں بکا، بہر حال یہ وقت بہ نسبت اس کے اچھا گزار کہ میں دنیا کے جھمیلوں میں پھنس کر لوگوں کی مال و دولت کی چھین جھپٹ میں گزارتا۔ اچھا اب تھوڑی دیر آرام لینا چاہئے اگر حیات مستعار باقی ہے تو پھر کبھی اپنی کہوں گا اور تمہاری سنوں گا۔ جب بادشاہ کی آزاد مشربی اور لاابالی مزاج کی کیفیت اطراف و جوانب میں پھیلی تو لوگوں نے اسے مجنوں سمجھ کر لشکر کشی کا ارادہ کیا۔ عادل شاہ بالکل بے تکلفانہ بیجانگر چلا گیا اور رام راج سے بالمشافہ مراسم دوستی و یکجہتی مستحکم کر کے دشمنوں کے استیصال کی طرف متوجہ ہوا۔

علی عادل شاہ بیجانگر میں بغرض تعزیت ۹۷۲ھ

علی عادل شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی سدا سیو راجہ بیجانگر اور رام راج سے اتحاد و یگانگت کے استحکام کے لیے کشور خاں اور شاہ بوتراب شیرازی کو بیجانگر بھجوایا اور محمد حسین صدیقی اصفہانی کو اسی غرض سے حسین نظام شاہ کے پاس احمد نگر بھیجا۔ رام راج نے بھی دوستی کا دم بھرا اور ایلچیوں کی بے انتہا خاطر تواضع

Marfat.com

کی اور خود رام راج نے بھی اپنے ایک معتمد علیہ کو تخت نشینی کی مبارکباد کے لیے بیجاپور بھجوایا جو فائز المرام ہو کر واپس آیا لیکن حسین نظام شاہ نے ایلچی سے بے رخی اور بے اعتنائی کی اور خبر تک نہ لی، نہ خود جلوس کی مبارک باد بھیجی بلکہ رام راج سے ربط و ضبط کی خبر سن کر رنجیدہ اور مکدر ہو گیا۔ علی عادل شاہ نے بھی ٹھان لی کہ جہاں تک ممکن ہو گا میں سلطنت بیجانگر سے روابط اتحاد قائم رکھوں گا۔ علی عادل شاہ کا دلی مقصد یہ تھا کہ سلطنت عادل شاہیہ کو جو بڑے بھاری نقصانات اس کے والد کے عہد میں پہنچے ہیں ان کی روک تھام آئندہ کے لیے کسی عمدہ طریقے پر ہو۔ انہیں خیالات سے علی عادل شاہ نے بیجانگر خود جانے کا عزم مصمم کر لیا کہ اسی اثناء میں رام راج کے ایک صغر سن لڑکے کے مر جانے کی خبر ملی جس سے وہ بے انتہا مانوس تھا۔ کشور خاں کی صلاح سے صرف سو سوار لے ماتم پرسی کے لیے راہی بیجانگر ہوا۔ رام راج نے بادشاہ کے آنے کی خبر سن کر اپنے لشکر کو آراستہ پیراستہ کر کے استقبال کے لیے بھجوایا اور تیاریاں اور تکلفات جو ایسے ذی شان مہمان کی تعظیم و ضیافت کے لیے ضرور تھے کرنے لگا۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے ۔۔۔ کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

رام راج نے لشکر کو حکم دیا کہ رود کرشنا کے پار ہوتے ہی منزل بہ منزل بادشاہ ذی جاہ کی مدارات اور ضیافت کا معقول انتظام کیا جائے چنانچہ اسی طرح ہوا اور بیجانگر پہنچے۔ رام راج نے شہر کو بہت آراستہ کیا۔ بازار اور مکانوں کے در و دیوار اور راستہ اور کوچے تمام اقمشہ قیمتی اور شیشہ آلات اور اسباب زیب و زینت سے سجائے گئے اور شہر کو دلہن بنا دیا۔ دریائے تنگ بھدرا کے کنارے ایک مقام وسیع و خوش منظر میں کیمپ تیار کر کے دل بادل ڈیرے اور سراپردے زربفت اور مخمل کے نصب کیئے جن میں رنگا رنگ کے بیش قیمت فرش و فروش کیئے گئے تھے اور رام راج خود مع اپنے بھائیوں اور امراء کے باساز و سامان پانچ چھ کوس تک پیشوائی گیا اور بڑے جلوس و احترام سے شہر میں لایا۔ پہلی مجلس شاہانہ اہتمام سے رام راج کے محل میں ہوئی۔ علی عادل شاہ نے پہلے مراسم تعزیت ادا کیئے اور ماتمی لباس اتروا کر خلعت خاصہ رام راج کے زیب تن کیا اور پھر اشتیاق و تمنائے ملاقات اور دوستی کی باتیں ہونے لگیں۔ رام راج نے بھی اپنا دلی شوق اور تمنائے ملاقات ظاہر کی۔ اس کے بعد بادشاہ نے تحفے اور ہدایا جو شایان شاہی تھی راجہ کے واسطے پیش کیئے جس میں اٹھارہ لاکھ ہن اور چند جواہر گراں بہا اور لآلی شاہوار اور چند زنجیر فیل کوہ تمثال اور چند راس گھوڑے پری پرواز باساز و یراق جن میں بعضے ایسے آراستہ تھے کہ ان کے زین اور لگام جواہرات موتیوں اور یاقوت سے مرصع تھے اور چند اقمشہ بیش قیمت مصری و رومی و دیبائے چینی وغیرہ

Marfat.com

دیگر اجناس ایسے تھے کہ لوگ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ان تحائف میں صرف ایک الماس اٹھارہ مثقال کا تھا کہ جس کی قیمت کا اندازہ جوہریاں ماہران فن بھی نہ کر سکتے تھے۔ رام راج نے سب تحائف کو بسر و چشم قبول کیا اور خود نے بھی مہمان نوازی اور خاطر داری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ رام راج نے عرض کی کہ میری والدۂ معظمہ جناب کے دیدار فیض آثار کی از بس مشتاق ہیں۔ رام راج کی خاص رانی جو راجہ اچپت رائے کی نسل سے تھی اور راجہ اچپت رائے نے عادل شاہ کو اپنا بیٹا کہا تھا اس اعتبار سے اس کی بیٹیاں آپ کی بہنیں ہیں جو سب آپ کے دیدار کی بے انتہا متمنی ہیں آپ قدم رنجہ فرما کر ان سب کے دلوں کو سرور اور آنکھوں کو نور بخشیں چنانچہ عادل شاہ دربار عام سے حرم سرا میں گیا۔ رانی مع اپنی بیٹیوں اور مصاحبوں کے پیشوائی کو آئی اور ایک طبق طلائی جس میں بیش قیمت جواہرات بھرے ہوئے تھے بادشاہ کے فرق مبارک پر سے نچھاور کیا بعد ازاں بکمال شفقت مادری ایک نہایت پر تکلف زر نگار مسند پر جو پہلے سے آراستہ کی گئی تھی بٹھلایا اور بعد مزاج پرسی کے خلعت ہائے فاخرہ جو جواہر اور مرداریدسے مرصع تھے مع طبق ہائے زریں جو لعل و یاقوت و جواہرات سے بھرے ہوئے تھے پیش کر کے رخصت کیا یہاں تمامی ہمراہیاں متردد تھے کہ خدا جانے کیا معاملہ پیش آتا ہے بادشاہ کے مع الخیر واپس آنے پر بہت کچھ خیرات اور صدقہ دیا گیا جب تک بادشاہ بیجانگر میں رہا تمامی امراء قدم بوسی کو آتے تھے اور سب کو خلعت فاخرہ اس کثرت سے دیئے گئے کہ سارا خزانہ لٹادیا۔ بالآخر رام راج سے عہد و پیمان دوستی اور وقت ضرورت کمک کا وعدہ لے کر واپس ہوا لیکن واپسی کے وقت رام راج اپنی سرحد تک پہنچانے نہیں آیا بلکہ امرائے شہر اور اپنے بھائیوں کو بغرض ہمرکابی بھیجا۔ یہ بات بادشاہ کو ذرا ناگوار ہوئی لیکن مصلحت وقت دیکھ کر غصے کو پی گیا اور حرف شکایت زبان پر نہ لایا مگر دل میں بل پڑ گیا۔ ادھر رام راج کا دماغ فلک ہفتم پر تھا، عادل شاہ کے آنے سے اور زیادہ مغرور ہو گیا کہ یہ مسلمان تو ہمارے جانی دشمن ہیں۔ کچھ تو ان پر ایسی ہی آن بنی جو یہاں تک خوشامد کو آئے۔

علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی پہلی لڑائی میں علاقہ احمد نگر کی تباہی ۹۷۶ھ م ۱۵۵۹-۵۸ء

احمد نگر میں برہان نظام شاہ کا جانشین حسین نظام شاہ ہوا تھا اس نے حسب دستور قدیم جو سلاطین ہم عصر میں مرعی تھا بادشاہ کی تخت نشینی کی مبارکباد کا رقعہ نہ بھیجا۔ علی عادل شاہ کو یہ بات بہت ناگوار خاطر

Marfat.com

ہوئی طرہ بر آں تفاول خاں پیشوائے عماد شاہ کی مدد سے تعلقات عادل شاہیہ میں مداخلت شروع کی اور لوٹ مار کرنے لگا علی عادل شاہ نے بیجانگر سے بیجاپور کو واپس آکر حسین نظام شاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ سب پر ظاہر ہے کہ قلعہ جات شولاپور و کلیانی ہمارے خاندان کے ہیں لیکن ابراہیم عادل شاہ کے زمانے میں اختلال کلی ہو جانے سے نظام شاہیوں کے تصرف میں آگیا اگر آپ کو ہماری دوستی اور یاری منظور ہے تو ہر دو قلعہ جات ہم کو واپس دے دیجئے اور اگر کسی وجہ سے دونوں قلعوں کا دینا متعذر ہو تو خیر ایک ہی قلعہ کلیانی کا چھوڑ دیجئے اور مثل گزشتہ دوستی کو قائم رکھیے۔ شاہ حسین انجو جو نظام شاہ کا ہم مجلس تھا اس نے ہر چند کوشش کی کہ قلعہ کلیانی واپس دے کر رفع نزاع ہو جائے لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور روز بروز آتش فساد بڑھتی ہی گئی آخر کار علی عادل شاہ نے اور ایک ایلچی سید علی نامی کو بھجوایا اور نامہ لکھا کہ ایسے سنگین معاملات میں تغافل شیوہ شاہان عاقل کا نہیں ہے اگر عواقب امور پر خیال فرما کر دونوں قلعے واپس دے دیں تو رسم دوستی واتحاد قائم رہے گا، ورنہ یہ یقین جانئے کہ ہمارے فوج کشی سے آپ کی رعایا برایا کی خرابی اور فتنہ عظیم برپا ہو گا۔

چناں کار خود را بہ حکمت رواج   بدہ تانہ باشد بجنگ احتیاج

بہ حکمت تو آں کار ہا ساختن   کہ بر کوہ نتواں فرس تاختن

بے مصلحت ہاست در خسروی   کہ گردد ازاں دین و دولت قوی

حسین نظام شاہ بحری اس پیغام سے بر آشفتہ ہو کر سخت سست کہنے لگا کہ ان الفاظ کا دہرانا بھی نامناسب ہے۔ اسی بات پر لڑائی شروع ہو گئی۔ فرشتہ نے لکھا ہے کہ ۹۶۷ھ مطابق ۵۸-۱۵۵۹ء میں علی عادل شاہ اور رام راج دونوں نے مل کر نظام شاہ کی ملک کو نصفا نصف تقسیم کر لیا اور ایسا تاراج کیا کہ ایک طرف پرینڈہ سے لے کر جنیر تک اور دوسری جانب احمد نگر سے دولت آباد تک آبادی کا نشان باقی نہ چھوڑا۔ بیجانگر کے لوگ تو مدتوں سے بھرے بیٹھے تھے ان کا دانت مسلمانوں کی سلطنت پر تھا، ایسا موقع پھر کہاں ملتا تھا غرض خوب جلے پھپولے پھوڑے اور کوئی ظلم نہ تھا جو انہوں نے نہ کیا ہو۔ مسلمانوں کی عزت ریزی اور توہین کی مسجدوں کو ڈھادیا اور قرآن شریفوں کو جلا دیا ہندوؤں کے اس ظلم و ستم نے تمام مسلمانوں کے دلوں میں جوش پیدا کر دیا نظام شاہ نے بہ مشورت حکیم قاسم بیگ و شاہ جعفر برادر شاہ طاہر و شاہ حسین انجو قلعہ کلیانی عادل شاہ کے سپرد کیا اور علی عادل شاہ اور رام راج اپنے اپنے ملک کو واپس چلے

Marfat.com

گئے۔ بیجانگر کی فوج کو اچھا موقع ملا۔ مقصود تو حسین نظام شاہ کا مقابلہ تھا مگر عسا کر بیجانگر نے علی عادل شاہ کی فوج سے بھی پر خاش شروع کر دی ہر مقام پر ان دونوں لشکروں میں خود کٹا چھنی ہونے لگی۔ بیجانگر والے اس قدر زیادتی پر تلے ہوئے تھے کہ عادل شاہ کے لشکر کے عمدہ عمدہ مقامات خود دبا لیتے تھے اور ان بے چاروں کو سوائے اس کے کچھ بن نہ پڑتی تھی کہ جہاں سینگ سمائے ٹھہر جائیں۔ علی عادل شاہ بہ مصلحت وقت ان باتوں سے چشم پوشی کر جاتا تھا مگر دل میں اس کے گرہ پڑ گئی۔ ہندوؤں کے اس طرز عمل سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک عام جوش پیدا ہو گیا اور ہندوؤں کے ہاتھ سے احمد نگر کی تباہی کا حال سن کر نہ صرف بادشاہ گولکنڈہ برہم ہوا اور انتقام لینے پر تیار ہوا بلکہ بادشاہ بیجاپور کے کل باج گزار بیجانگر سے بدلہ لینے کو کمربستہ ہو گئے اور سلطنت بیجانگر کی تباہی اور بربادی کا یہی بڑا بھاری سبب ہوا۔

رام راج کی مدد سے پھر احمد نگر پر لڑائی اور شہر کی تباہی ۹۷۷ھ م ۱۵۶۰ء

ملک کے اندرونی حالات میں آہستہ آہستہ تغیر و تبدل ہوتا چلا جارہا تھا اگرچہ علی عادل شاہ اور رام راج دونوں نے حسین نظام شاہ کی سلطنت کو آپس میں بانٹ لیا تھا لیکن پھر اسی شرط پر صلح ہو گئی کہ قلعہ کلیانی بیجاپور کو واپس (بادشاہان احمد نگر کے حالات میں تاریخ فرشتہ نے اس واقعے کی نسبت ایک دلچسپ بات لکھی ہے کہ نظام شاہ کی خواہش تھی کہ بیجانگر سے صلح ہو جائے رام راج نے بھی چند شرائط سے اسے منظور کر لیا ان میں سے ایک شرط تو یہ تھی کہ قلعہ کلیانی بیجاپور کو واپس دے دیا جائے اور دوسری شرط یہ تھی کہ نظام شاہ جا کر رام راج سے ملاقات کرے اور اس سے پان کا بیڑا لے۔ حسین نظام شاہ بے چارہ ایسا مجبور تھا کہ اسے کچھ بن نہ پڑی اور ان سخت شرائط کو منظور کرنے کے سوا مفر نہ تھا ناچار رام راج کے قیام گاہ پر گیا مگر رام راج اس کی پیشوائی تک کو نہ آیا۔ جب بادشاہ ڈیرے میں داخل ہو گیا تب البتہ رام راج تعظیماً کھڑا ہو گیا اور بادشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا بادشاہ دل میں جلا ہوا تو تھا ہی اس نے وہیں سیلابچی آفتابہ منگا کر ہاتھ دھو ڈالے جس سے صاف ظاہر تھا کہ رام راج کے چھونے سے ہاتھ ناپاک ہو گئے۔ رام راج کو بادشاہ کی یہ حرکت از حد ناگوار ہوئی اور کہنے لگا کیا کروں مہمان کی خاطر ہے ورنہ ابھی مزہ چکھا دیتا) دے دیا جائے۔ حسین نظام شاہ اس وقت تو خاموش رہ گیا مگر موقع اور وقت کا منتظر تھا کہ ذرا مہلت ملے تو از سر نو فوج اکٹھی کروں اور پھر تازہ دم ہو کر علی عادل شاہ کی خوب خبر لوں اور جوں ہی رام راج اور عادل شاہ نے پیٹھ موڑی۔ آتے برس حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ دونوں نے مل کر

Marfat.com

پھر علی عادل شاہ پر چڑھائی کی اس مرتبہ بھی علی عادل شاہ نے رام راج سے مدد طلب کی رام راج بھلا کب چوکنے والا تھاوہ تو مسلمان بادشاہوں کو لڑا کر تماشہ دیکھنا چاہتا تھادو کی لڑائی میں تیسرے کی بھلائی دو لاکھ احشام اور پچاس ہزار سوار لے کر آن ہی پہنچا۔

زلشکر جہاں آں چناں گشت پر ، کہ از تنگی بحر بشکست در

زبسیاری لشکر بے ہراس زعالم برافتاد رسم قیاس

دونوں لشکر کلیانی پر ملے لیکن قطب شاہ سے عادل شاہ نے اپنی بیٹی جمال بی بی کا عقد کر کے اسے ہموار کر لیا۔ اب صرف حسین نظام شاہ رہ گیا وہ اکیلا کیا کر سکتا تھا، بے چارہ مجبور اسب سامان ہاتھی گھوڑے وغیرہ میدان جنگ میں چھوڑنے کے علاوہ نشان سبز جو عطیہ شاہان گجرات کا تھا اور جس پر شاہان گجرات کو بڑا فخر و ناز تھا چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور اسی تاریخ سے عادل شاہیوں نے اپنے زرد نشان کو چھوڑ سبز نشان اختیار کیا۔ حسین نظام شاہ بدقت تمام احمد نگر پلٹا اس کا پلٹنا ہی تھا کہ دارالسلطنت میں پہنچ کر اس کی خبر لی۔ علی عادل شاہ، قطب شاہ، رام راج تینوں نے مل کر احمد نگر کا محاصرہ کر لیا اور ملک میں چوطرف فوج پھیلا کر خوب لوٹ مار کی بالخصوص بیجانگر کے ہندوؤں نے تو اندھادھند مچادی عمارات کو جلادیا اور ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا۔ مسجدوں کے اندر اپنے گھوڑے باندھے اور مسلمانوں کی مقدس عبادت گاہوں میں اپنی پوجاپاٹ کرنے لگے

ہمہ شہر و بازار احمد نگر شد از صدمہ قہر زیر و زبر

ہمہ کشتہ شد طعمہ چار پایے نماند اندراں مرز چیزے بجاے

قلعہ کا محاصرہ بڑی شدومد سے جاری رہا محصورین بھی بڑی ہمت و استقلال سے مقابلہ کرتے رہے ان کو یہ امید لگی ہوئی تھی کہ برسات کے آتے ہی غنیم خود محاصرہ اٹھالے گا۔ جب بارش شروع ہوئی تو طغیانی اور نمی اور سامان رسد کے کم پڑ جانے سے غنیم کے لشکر میں سراسیمگی پھیل گئی۔ نظام شاہ نے بھی محصورین سے خفیہ مراسلت رکھی اور ان کو درپردہ غلہ پہنچاتا رہا بالآخر محاصرہ اٹھالیا گیا اور دشمن منتشر ہو کر واپس ہوئے اور سیدھا شولاپور پہنچے مگر قلعہ کا محاصرہ اس خیال سے نہ کیا کہ ایسا نہ ہو رام راج خود قبضہ کر لے لیکن اتنا کیا کہ نلدرگ کے قلعہ کو جو زمانہ قدیم میں راجہ نل کا بنایا ہوا تھا اور بالکل گر پڑا تھا اسے گرا کر از سر نو چونے اور پتھر سے پختہ بنوایا اور اچھی طرح مستحکم کر کے شاہ درگ نام رکھا اور اپنی کافی فوج

Marfat.com

قلعہ کی حفاظت کو چھوڑ کر بیجاپور واپس آیا۔ رام راج بھی بیجانگر کو چلا گیا اور جاتے جاتے تعلقات بیجاپور سے بہت سے لوگوں کو پکڑ کر غلام بنا کر لے گیا اور بعض بعض مواضع اپنے متعلقین کے سپرد کر دئے اور اپنے بھائی ونکٹادری کو لشکر دے کر کرشنا کے کنارے پر ٹھرادیا۔ بادشاہ احمد نگر سے واپس آکر کشور باغ میں ٹھہرا اور ایک نئے شہر کی بنا میں مصروف ہوا جس کا نام اس نے شاہ پور رکھا۔ چند ہی دنوں میں وہ ایسا وسیع شہر ہو گیا کہ ابراہیم ثانی کے عہد میں اس کی مردم شماری نو لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ احمد نگر کی اس لڑائی کے بعد رام راج نے بھی دیکھ لیا کہ مسلمان بادشاہوں میں کچھ دم نہیں رہا اس وجہ سے اسلامی ایلچیوں کی بے قدری کرنے لگا۔ جب کبھی ایلچی اس کے دربار میں حاضر ہوتے تو ان کو بیٹھنے تک کی اجازت نہ دیتا تھا۔ بڑی حقارت اور تکبر سے ان سے پیش آتا تھا اور اپنی جلو میں ان کو پیدل چلاتا تھا اور بدون اس کے حکم کے ان کی مجال نہ تھی کہ سوار ہو سکیں۔ اس مہم کے بعد ہندو ونلدرگ کو واپس آئے اور اس کے لشکر کے عہدہ داروں اور سپاہیوں نے عموماً مسلمانوں سے گستاخی چھیڑ چھاڑ اور حقارت کی گفتگو شروع کر دی اور رام راج نے چلتے وقت سلطنت قطب شاہ اور عادل شاہ پر بڑے شوق کی نگاہ ڈالی اور دونوں ملکوں کی سرحد پر اپنی فوج بھیج دی۔ دونوں بادشاہوں نے مجبوراً کچھ علاقہ جات ہندوؤں کو دے کر یہ بلا ٹالی۔ قلعہ کوئل کنڈہ، کتور اور پانگل ہندوؤں کو مل گیا اور یہ ہندوؤں کی آخری فتح تھی۔

بیجانگر کے مقابلے کے لیے شاہان اسلام کا ایکا

رام راج ہمیشہ مسلمانوں کا ملک دباتا چلا جاتا تھا۔ آخر کار عادل شاہ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جہاں تک ممکن ہو اس کو اس بے باکی کی سزا دی جائے اور تمام مسلمان بادشاہ مل کر اس کی طاقت کو گھٹائیں، اس مشورے کے لیے بادشاہ نے اپنے دوستوں اور معتبر صلاح کاروں کی مجلس شوریٰ مقرر کی۔

حذیو جہاں گیر لشکر شکن ... پی مشورت ساخت یک انجمن
ز درج سخن بر سر بخرا داں ... بدست و زباں شد جواہر فشاں
سخن راند اندازهٔ کار خویش ... ز فیروزی خویش و پیکار خویش

بعض امراء نے عرض کی کہ راجہ بیجانگر بہت دولت مند اور طاقتور ہے اور اس کے ملک کی آمدنی اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ علاوہ ایک وسیع ملک کے سات بندرگاہوں سے تو اس کو خراج آتا ہے اور لشکر بھی اس کا بے انتہا ہے ان وجوہ سے تن تنہا کسی بادشاہ کا مقابلہ کرنا نا ممکن تب ان لوگوں نے بادشاہ کو اس بات

Marfat.com

آمادہ کیا کہ دکن کے سب بادشاہ مل کر اس سے جنگ کریں۔

علی عادل شاہ نے اس رائے سے بالکل اتفاق کیا اور ایک ایلچی کو خفیہ طور پر ابراہیم قطب شاہ کے پاس بھیجا۔ ابراہیم قطب شاہ نے اس بات کو منظور کر لیا اور علی عادل شاہ اور بادشاہ احمد نگر کے بیچ میں پڑ کر صلح کرا دینے کا بھی وعدہ کیا اور ایک ایلچی سید مصطفیٰ خاں اردستانی کو احمد نگر روانہ کیا۔ حسین نظام شاہ کو اس کی خبر پہلے ہی لگ گئی تھی اس نے ایلچی کو تخلیئے میں بلایا۔ ایلچی نے تمام واقعات اور بادشاہ کے مافی الضمیر کا اظہار کیا۔ ایلچی نے عرض کیا کہ "بہ زمانہ سلطنت بہمنیہ تمام ملک ایک ہی بادشاہ کے تحت حکومت تھا اور ان کا اور رائے بیجانگر کا لشکر بھی برابر سرابر تھا لیکن اب مسلمانوں کی قوت تقسیم ہو گئی ہے۔ اس وقت یہ امر بہت ضروری ہے کہ سب بادشاہ آپس میں مل جائیں اور مستحکم دوستی اور اتحاد قائم کریں تب ممکن ہے کہ ہم رائے بیجانگر کے آئے دن کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں جس نے کرناٹک کے تمام راجاؤں کو اپنا مطیع کر لیا ہے۔ یہی ایک صورت ہے جس سے اس کی طاقت گھٹ سکتی ہے اور تب ہی ممالک اسلامیہ اس کے دست برد سے نجات پا سکتے ہیں۔ مختلف سلطنتوں کی رعایا جو بادشاہوں کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کی ایک امانت ہے ان کو ہندوؤں کے چنگل سے چھڑانا ہمارا فرض ہے تاکہ مسجدیں اور دوسرے مقامات آئندہ کفار کی مداخلت سے محفوظ رہیں۔

نظام شاہیہ اور عادل شاہیہ خاندانوں میں آمنے سامنے کی شادیاں

ان باتوں نے بادشاہ کے دل پر گہرا اثر کیا اور حسب مشورت حکیم قاسم بیگ تبریزی و ملا عنایت اللہ قاضی جو احمد نگر کے رؤساء تھے یہ بات ٹھہری کہ حسین نظام شاہ اپنی بیٹی چاند بی بی سلطانہ کی شادی علی عادل شاہ سے کر دے اور شولاپور اس کے جہیز میں دے دے اور حسین نظام شاہ کا بیٹا مرتضیٰ عادل شاہ کی ہمشیرہ ہدیہ سلطانہ سے شادی کرے اس طرح دونوں سلطنتوں میں اتحاد اور یگانگت قائم ہو کر متفقہ کوشش سے سلطنت بیجانگر کو تباہ کرنے کا اچھا موقع ملے گا چنانچہ ملا عنایت اللہ اور مصطفیٰ خاں اردستانی بیجاپور آئے اور بات پکی کر کے واپس چلے گئے۔ ایک تاریخ طرفین سے مقرر ہوئی اور شہر و بازار بیجاپور و احمد نگر انواع و اقسام کے تکلفات و آرائش سے آراستہ کیئے گئے اور دونوں مقامات پر جشن دل کشا ہو کر شادیاں ہو گئیں۔

فرو ریخت چوں قطرہ زا بر بہار زرد گوہر و لولوء شاہوار

Marfat.com

زبس گوہر وزر کہ افشاندہ شد   زبر چیدنش دست ہاماندہ شد

دونوں شہروں میں جب مہمانی اور میزبانی ختم ہوگئی تو چاند بی بی بیت الشرف بیجاپور میں تشریف لاکر قران السعدین ہوااور ہدیہ سلطانہ نے اپنے نور موفور السرور سے احمد نگر کو منور کیا، گویا زہرہ و مشتری کا قران ہوا۔ اس طرح بہ حسن وخوبی یہ دونوں شادیاں ختم ہوئیں بعدازاں دونوں بادشاہوں نے جنگ کی تیاریاں بھی شروع کردیں۔

تالی کوٹہ پر لشکر کشی

علی عادل شاہ نے جنگ شروع کرنے کے لیے یہ حجت نکالی کہ رام راج کے پاس ایک ایلچی بھیجااور لکھا کہ مقامات قلعہ مدگل ورائچور وغیرہ جو انہوں نے مسلمانوں سے چھین لیے ہیں واپس دے دیں۔ علی عادل شاہ جو سوچے بیٹھا تھا وہی ہوا کہ رام راج نے سیدھا الٹا کچھ بھی جواب نہ دیا۔ ایلچی کو ذلیل کرکے دربار سے نکلوادیا اس پر دونوں بادشاہ لڑائی پر آمادہ ہوگئے اور جلد جلد تیاریاں ہونے لگیں۔ ابراہیم قطب شاہ بھی ان میں مل گیا اور چاروں بادشاہ یعنی خود عادل شاہ، ابراہیم قطب شاہ، حسین نظام شاہ بحری اور علی برید میدان جنگ میں اپنی اپنی فوج لے کر جمع ہوئے۔

سران سپہ رایت افراختند   روا روبہ عالم در انداختند
ز لشکر کہ عرضش بہ فرسنگ بود   بیاباں بہ نخچیر مرتنگ بود
ہمہ روئے صحرا شدہ نو بہار   ز رنگیں علم ہائے گوہر نگار

۲۰/جمادی الاولی ۹۷۲ھ مطابق ۲۵/دسمبر ۱۵۶۴ء یوم دوشنبہ کو یہ سب بادشاہ جنگ پر روانہ ہوئے۔ ملک دکن کے وسیع میدانوں پر سے ان کا گزر ہوا۔ کھیتوں میں جو فصل کھڑی ہوئی تھی وہ سواروں کے ہزاروں گھوڑے روندتے اور چرتے گئے۔ چلتے چلتے کرشنا ندی کے قریب قصبہ تالی کوٹہ (فی الحقیقت اس مقام پر لڑائی نہیں ہوئی بلکہ دریا کے جنوب میں کئی میل ہٹ کر ہوئی۔ تالی کوٹہ کرشنا سے ۲۵ میل شمال میں واقع ہے۔ یہ لڑائی رام راج کے کیمپ میں ہوئی جو دریا کے جنوب میں دس میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ اس لڑائی کا ٹھیک مقام کون سا تھا معلوم نہیں ہوتا لیکن اغلب ہے کہ یہ مقام مدگل ہوگا جہاں کہ ایک مشہور قلعہ ہے اور جو دریائے کرشنا کے شمال اور دریائے تنگ بھدرا کے جنوب میں واقع ہے۔ مسلمانوں کا لشکر موضع انگلگی کے پاس سے اترا جہاں کہ دریا نے خم کھایا ہے اور پایاب ہے یہ

Marfat.com

لڑائی موضع بابا پور اور بھوگا پور کے درمیانی میدان میں ہوئی پائی جاتی ہے۔ یہ مقام اس سڑک پر واقع ہے جو انگلگی سے مدگل جاتی ہے۔ انگلگی کرشنا ندی کے پار سرکار انگریزی کا علاقہ ہے اور بابا پور، بھوگا پور اور مدگل ہر سہ مقامات سرکار عالی نظام کے علاقے میں ہیں۔ بابا پور سے مدگل تخمیناً دو میل کا فیصلہ ہے اور پٹ میدان ہے خاکسار کو موقعی دریافت سے معلوم ہوا کہ جہاں سے مسلمانوں کا لشکر اترا وہ مقام اسچن پور تھا جو انگلگی کے محاذی دریا کے دوسرے کنارے پر ہے۔ اس موضع کا اصلی نام اسچل پور تھا۔ اسچل کنڑی میں املی کو کہتے ہیں۔ اس گاؤں کے سامنے مسجد کے روبرو ایک املی کا بڑا درخت تھا جو اب گر گیا ہے۔ کثرت استعمال سے اسچن پور ہو گیا اور اب اسلام پور کے نام سے مشہور ہے۔ اس نام سے ظاہر ہے کہ بادشاہان اسلام نے یہ نام رکھا ہوگا۔ اس جگہ دریا میں پانی بہت کم رہتا ہے اور یہی مقام لشکر اترنے کے لیے موزوں ہے۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں بنگلور سے جھانسی جاتے ہوئے بیسویں گارڈن بارس کیلوری کی تین ہزار فوج وہمراہیاں اسی مقام سے ندی پار ہوئے تھے اور ہمیشہ فوج اب بھی اسی مقام سے دریا پار ہوتی ہے) پر پہنچے یہ ایسا مقام ہے کہ جو اس عظیم الشان لڑائی کے سبب سے تواریخ جنوبی ہند میں ہمیشہ مشہور رہے گا۔ دریائے ڈون و کرشنا کا جہاں سنگم ہوا ہے اس سے ۱۶ میل چڑھ کر تالی کوٹہ ہے اور جہاں اب ریل کرشنا پر سے گزرتی ہے، وہاں سے پچیس میل غرب میں واقع ہے۔ یہ موسم فوجوں کی نقل و حرکت کے لیے بہت ہی موزوں تھا کہ مطلع صاف تھا اور ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ اس مقام پر عادل شاہ نے جو اس ملک کا بادشاہ تھا دوسرے بادشاہوں کی مہمان نوازی شاہی طریقے پر کی بہت دنوں تک لشکر پڑے رہے ان کے عبور و مرور اور کمسریٹ کا سامان ہوتا رہا۔ جاسوس بھی بھیجے گئے تھے کہ کون سا موقع عمدہ ہے جہاں سے دریا پار ہوں۔ بیجانگر والے تو اپنے گھمنڈ میں مطمئن تھے وہ جانتے تھے کہ بارہا مسلمانوں نے بیجانگر پر حملہ کیا ہے مگر ایک دفعہ بھی کامیاب نہ ہوئے اور برابر دو صدیوں سے یہی سلسلہ چلا آرہا ہے۔ ہر شخص معمولی طور پر اپنے کاروبار میں مصروف تھا، کسی کو لڑائی کا کھٹکا نہ تھا۔ بیلوں کے ٹانڈے سامان تجارت بے فکری سے ملک میں لاتے اور لے جاتے تھے مگر انہیں خبر نہ تھی کہ ان کے سر پر بال سے سہارے تلوار لٹک رہی ہے۔ سداسیو، برائے نام راجہ تھا، وہ اپنی زندگی کے دن عیش و آرام میں بسر کر رہا تھا جو کچھ تھا رام راج ہی تھا۔ وہ دشمنوں کی نقل و حرکت کی خبریں پاتا تھا مگر اس کے طنطنے میں ذرا فرق نہ آیا، وہی اطمینان خاطر تھا اور وہی بے پروائی۔ اپنے سامنے کسی کی حقیقت سمجھتا ہی نہ تھا۔ بادشاہوں کے ایلچیوں کو دھتکار دیتا تھا اور سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کی دشمنی سے ہمارا بال بیکا نہ ہوگا، تاہم وہ

Marfat.com

ضروری احتیاطوں اور پیش بندی سے غافل بھی نہ تھا۔ اس نے پہلا کام تو یہ کیا کہ اپنے بھائی ترمل راج کو بیس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیدل اور پانچ سو ہاتھی دے کر سرحد پر بھیج کر کرشنا کے تمام گھاٹوں کو روک دیا۔ اس کے بعد اپنے بھائی ونکلادری کو ایک بڑی بھاری فوج کے ساتھ روانہ کیا اور سب سے آخر خود بیجانگر باقی ماندہ فوج لے کر چلا اور اپنی پوری طاقت فراہمی لشکر میں صرف کر کے جہاں لڑائی ہونے والی تھی وہاں جا پہنچا۔

گرائید عفریت آشو بناک شتا بندہ چوں اژدہا بر ہلاک

بیجانگر کا لشکر مختلف صوبوں سے جمع کیا گیا تھا۔ اس میں کنڑے اور تلنگے سرحدی مقامات سے لیے گئے تھے۔ میسوری اور ملیباری غربی و وسطی حصہ ملک سے تامل جنوبی اضلاع بعیدہ سے اکٹھے کیئے تھے۔ ہر ملک کی فوج اپنے اپنے سرداروں کے تحت میں تھی۔ فوج میں جدید عہدے سپہ سالاروں کے قائم کر کے لشکران کے تفویض کر دیا تھا۔ کوٹو (کوٹو نے لکھا ہے کہ رام راج کو مسلمانوں کے لشکر کے بڑھنے کی خبر ہی نہ تھی اور جب تک لشکر اس کے علاقے میں داخل نہیں ہو گیا، اسے کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ ایک دن یہ شب کو کھانا کھا رہا تھا کہ اسے خبر ملی لیکن یہ بات بالکل خلاف قیاس ہے کہ رام راج جیسا بیدار مغز ایسا غافل رہا ہو) نے لکھا ہے کہ اس موقعے پر چھ لاکھ پیادے اور ایک لاکھ سوار جمع تھے لیکن مسلمانوں کے پاس اس کی آدھی فوج بھی نہ تھی۔ بیجانگر کی فوج کس درجہ آراستہ و مسلح تھی اس کا حال پیئز نے اس لڑائی سے ۴۵ برس پیشتر لکھا ہے جب کہ اس نے بہ چشم خود ایک بہت بڑی جنگی قواعد کے وقت دیکھا تھا، وہ اس کے وقائع میں ملاحظہ طلب ہے۔ پیئز نے جس فوج کو دیکھا تھا وہ باقاعدہ تھی اس کے علاوہ لڑائی کے وقت اور نئی فوج بھرتی کر لی جاتی تھی جس میں زیادہ پابندی لباس کی نہیں ہوتی تھی بلکہ بعض دھوتی کے سوائے کچھ نہ پہنتے تھے اور ان کے پاس برچھے یا خنجر کے سوائے کچھ ہتھیار بھی نہ ہوتے تھے۔ یہی اس زمانے کے بیڈروں کا لباس ہے۔ یہ لوگ چھال (تروڑ ایک قسم کے چھوٹے چھوٹے پودے ہوتے ہیں جس کے زرد پھول ہوتے ہیں اس ملک میں کثرت سے اس کی جھاڑی ہے اور چمڑے کے رنگنے میں بہت کام آتا ہے اس کی چھال سے کپڑا جو رنگا جاتا ہے اس کا رنگ کتھے چونے کے گہرے رنگ کا ہوتا ہے اور پختہ ہوتا ہے) میں کپڑوں کو رنگ لیتے تھے جو اس زمانے کے خاکی فوجی لباس سے زیادہ سرخی مائل ہوتا تھا۔ اس میں ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ کسی کو زخم لگا تو خون کا دھبہ کم نمایاں ہوتا تھا۔ عموماً ان کے ہاتھوں میں برچھے اور بعض کے پاس تلواریں، جنبیہ اور خنجر رہا کرتے تھے۔ مسلمانوں کا لشکر

Marfat.com

کہیں دور اترا تھا۔ جاسوسوں نے آکر خبر دی کہ دشمنوں نے دریا کے سب گھاٹ روک لیے ہیں کہ گزر وہم کا بھی نہیں ہو سکتا، گنجائش فوج آنے کی کہاں۔ شاہان اسلام نے یہ حالت دیکھ کر جاسوسوں کو دوڑایا کہ یہاں سے تین چار منزل ہٹ کر ندی سے اترنے کا مقام دریافت کر کے خبر لائیں تاکہ وہیں سے ہم لشکر کو اتاریں۔ جاسوسوں نے آکر خبر دی کہ دو تین جگہ گھاٹ اترنے کے قابل تو ہیں اور پانی بھی کم ہے سامان کی گاڑیاں وغیرہ بھی گزر سکتی ہیں لیکن ان سب مقامات کو دشمنوں نے روک رکھا ہے اور دیواریں کھینچ کر ان پر آتش بازی رکھ دی ہے۔ وہاں سے گزر ناممکن ہے۔ اس کے بعد سب بادشاہوں نے مشورت کی اور باتفاق رائے یہ بات قرار پائی کہ اس موقع پر چال چلنی چاہئے بہ مصداق اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ (لڑائی تو صرف ایک جل دینا ہے) ہم کو ایک ایسے مقام پر جو یہاں سے دو تین منزل کے فاصلے پر ہو چلنا چاہئے وہاں سے اترنے کا سامان کریں۔ دشمن دھوکا کھا کر اس طرف جھک پڑے گا تب ہم واپس آکر اسی مقام سے اتر جائیں گے۔ حسب مشورہ لشکر اسلام برابر دو تین منزل کوچ کر کے اس مقام پر پہنچ گیا اور کشتی اور ٹوکرے وغیرہ سامان عبور کی تیاری کرنے لگے۔ ہندوؤں نے دریا کے جنوب میں تمام مقامات کی ناکہ بندی کر کے گھاٹوں پر توپیں لگا دی تھیں اور برابر پل پل کی نقل و حرکت کی خبر رکھتے تھے جب انہیں معلوم ہو گیا کہ مسلمان فلاں گھاٹ سے اترنے والے ہیں اپنے مقامات خالی چھوڑ کر ٹھیک اس مقام کے محاذی جہاں سے مسلمان پار اترنے کا سامان کر رہے تھے روکنے کے لیے جا پہنچے۔ مسلمان تو یہ چاہتے ہی تھے تھوڑی سی منتخب شاہی فوج تین دن کی منزل شباشب یلغار طے کر کے غروب آفتاب تک اس گھاٹ پر پلٹ آئی جہاں سے پہلے اترنا مقصود تھا۔ رام راج کا لشکر پیچھے رہ گیا اور ابھی پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ مسلمانوں کی یہ تھوڑی سی فوج ندی کے پار ہو گئی۔ اس کے بعد پھر کیا تھا باقی لشکر بھی بہ تدریج اتر گیا۔ یہ مسلمانوں کی چالاکی اور ایک بڑا داؤ تھا۔ تین دن تک تو مسلمانوں کے لشکر خاموش پڑے رہے۔ چوتھے دن علی الصباح رام راج کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔ رام راج یہ خبر پا کر گھبرایا اور تمام شب فوج کی تیاری کرتا رہا اور سوائے اس کے مفر نہ تھا کہ جنگ کے لیے آمادہ ہو جائے۔ جس گھاٹ سے مسلمانوں کا لشکر اترا تھا وہاں سے ہندوؤں کے لشکر کا صرف دس میل کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ وِنکٹادری اور ترمل دونوں اپنے بھائی رام راج کے پاس پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔

Marfat.com

جنگ تالی کوٹہ اور مسلمانوں کی فتح کامل ۹۷۲ھ ۱۵۶۵ء

دوسرے روز ۲۳ر جنوری ۱۵۶۵ء کو بروز شنبہ (اس لڑائی کی تاریخ فرشتہ نے ۲۰ر جمادی الثانی ۹۷۲ھ روز جمعہ لکھی ہے لیکن جنتری کے حساب سے اس تاریخ کو منگل کا دن پڑتا ہے نہ کہ جمعہ کا)۔

دونوں طرف تیاریاں ہو کر لڑائی شروع ہو گئی۔ تاریخ فرشتہ میں بیجانگر کی افواج کی تعداد نو لاکھ پیدل، ۴۵ ہزار سوار، دو ہزار زنجیر فیل اور متفرق امدادی فوج پندرہ ہزار درج ہے۔ فرشتہ نے مختلف مقامات پر فوج کی تعداد مختلف بتلائی ہے، اس سے اس تعداد کے بالکل ٹھیک ہونے میں شک ہوتا ہے۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ فوج کی تعداد بہت بڑھی ہوئی تھی۔ شاہان اسلام نے علم دوازدہ امام کے برپا کیئے اور صفیں لشکر کی آراستہ کیں، میمنہ پر خود علی عادل شاہ موجود تھا۔ لشکر کے قلب میں حسین نظام شاہ اور میسرہ پر ابراہیم قطب شاہ و علی برید بادشاہان گول کنڈہ و بیدر تھے۔ احمد نگر اور گول کنڈہ کی افواج لسبائی میں پھیل گئیں اور توپ خانے کو بیچ میں لے لیا جنگی ہاتھیوں کو جابجا حسب دستور و قاعدہ کھڑا کر دیا طبل سکندری و قرنہ ہائے اور نگی و طبل و ڈنکہ وغیرہ اس زور شور سے گونجے کہ آسمان و زمین ہل گئے۔

ز غریدن کوس قلب تہی — در آمد بسر موئے را فربہی
ز پس تیز آواز نی نائے زر — بگوش صدف سفتہ می شد گہر
زمین گفتی از یک دگر می درید — سرافیل صور قیامت دمید

دوسری جانب سے رائے بیجانگر کی افواج نے بھی افسران فوج کو بلا کر استمالت کی اور فوج میں ہتھیار تقسیم کیے اور لشکر کی آراستگی شروع کی۔ میسرہ ترمل راج کے سپرد کیا گیا جو عین علی عادل شاہ کے مقابلے میں تھا اور میمنہ ونکٹادری کو بہ مقابل علی برید و قطب شاہ کے دیا اور قلب لشکر میں خود رام راج بہ مقابلہ حسین نظام شاہ کے رہا۔ دو ہزار زنجیر فیل اور ایک ہزار توپوں کو جابجا حسب قاعدہ ترتیب دے دی۔ نظام شاہ کے لشکر کے سامنے تین قطاروں میں چھ سو توپیں لگی ہوئی تھیں، سب سے آگے بڑی بڑی بھاری توپیں تھیں۔ دوسری قطار میں اس سے چھوٹی اور سب سے پچھلی قطار میں سب سے چھوٹی۔ نظام شاہ کے سامنے دو ہزار تیر اندازوں کا پرا جمع ہوا تھا۔ اور ایسی زور شور سے تیر اندازی ہو رہی تھی کہ مسلمانوں کا لشکر ان کی آڑ میں بالکل محفوظ تھا جب ہندوؤں کی فوج بالکل نزدیک آ گئی تو تیر انداز ہٹ گئے اور گولہ باری اس شد و مد سے ہوئی کہ غنیم کا بے انتہا نقصان ہوا اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ رام راج

Marfat.com

کی عمر اس وقت ۸۰ سال کی تھی، تھا تو وہ بڈھا لیکن ہمت جوانوں سے زیادہ تھی اس نے سنگاسن (پالکی) میں سوار ہو کر میدان جنگ میں جانے کا ارادہ کیا۔ ہر چند مقربان نے التماس کی کہ حضور گھوڑے پر سوار ہوں مگر غایت عُجب و غرور سے قبول نہ کیا۔ ایسے موقع پر پالکی میں سوار ہونا از بس خطرناک تھا کیوں کہ اگر پسپا ہونا پڑے تو بھاگنا ناممکن تھا۔ ہر چند لوگوں نے اصرار کیا لیکن اس نے ایک نہ مانی اور جو کہا تھا وہی کیا اور جواب دیا کہ یہ جنگ ہے یا بچوں کا کھیل ہے مجھے گھوڑے پر سوار ہونے کی کچھ ضرورت نہیں۔ میری فوج ایسی بہادر ہے کہ دشمن کی فوج ان کے مقابلے میں طفل مکتب ہے۔ ہماری صورت دیکھتے ہی ان کے اوسان خطا ہو جائیں گے اور بھاگتے ہی نظر آئیں گے۔ رام راج کو اپنی طاقت کا ایسا گھمنڈ تھا کہ اس کو اپنی فتح کا یقین کامل تھا۔ رام راج نے اپنے آدمیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ حسین نظام شاہ کا سر کاٹ کر لائیں اور علی عادل شاہ اور ابراہیم قطب شاہ بادشاہان بیجاپور و گولکنڈہ کو زندہ پکڑ کر لائیں تاکہ میں ان کو ان کی بقیہ عمر تک لوہے کے پنجروں میں قید کر کے رکھوں۔ اب لڑائی گھمسان ہو گئی۔ ہندوؤں نے بھی گولہ باری اور بان پھینکنے شروع کیے مسلمانوں کے لشکر کا دایاں اور بایاں حصہ دست بدست تیر و تبر و نیزہ و تلوار سے لڑنے لگا۔

بجنبش در آمد دو لشکر چو کوہ — کزیں جنبش آمد زمیں را ستوہ
بر آمد ز قلب دو لشکر خروش — رسید آسماں را قیامت بگوش
بہ جنبش در آمد دو دریائے خوں — شد از موج آتش زمیں لالہ گوں
زمیں گو بساطے بد آراستہ — غبارے شد از جائے برخاستہ
زبس تیر باراں کہ آمد بہ جوش — فگند ابر بارانی خود بدوش
ز مرغانِ چوبینِ فولاد دم — شدہ راہ بر ماہ و خورشید گم
ز منقار پولاد پراں خدنگ — گرہ بستہ خوں در دل خارہ سنگ
کماں کج و ابر وز مژگان تیر — زپستان جوشن بر آوردہ شیر
چو ہندوئے بازی گر گرم خیز — معلق زناں تیغ ہندی تیز

ہندو لڑائی کی وجہ سے بہت نقصان اٹھا کر منتشر ہو گئے اور قریب تھا کہ مسلمانوں کو فتح ہو کہ رام راج کو جوش آیا اور اپنی فوج کو ہمت دلانے کے لیے پالکی سے اتر کر ایک زرنگار اور مرصع تخت پر جس کے اوپر

Marfat.com

قرمزی مخمل کا کارچوبی شامیانہ تھا اور موتی کی جھالر لگی ہوئی تھی، بیٹھا اور اپنے پاس روپیوں اور زروجواہر کے ڈھیر لگا دیئے اور ترازو میں تول تول کر اپنے لشکریوں میں تقسیم کیے اور کہا کہ جو کوئی لشکر اسلام کو مغلوب کر کے فتح حاصل کرے گا اسے طبق ہائے طلائی اور بے شمار جواہر دیئے جائیں گے۔ پھر کیا تھا ہندوؤں کی فوج میں تازہ روح آگئی اور سب بہادران لشکر ہنود مع ترمل راج اور ونکٹادری اکٹھے ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور ہندوؤں نے دوسرا دھاوا ان توپوں پر کیا جو بیچ کی قطار میں تھیں۔ عام خیال یہ تھا کہ اب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ جائیں گے۔ لشکر اسلام میں تہلکۂ عظیم برپا ہوا مقدمہ میمنہ و میسرہ لشکر کا پس پا ہونے لگا فتح سے مایوسی ہو گئی۔ نظام شاہ نے یہ حالت دیکھ کر ایک معتبر امیر کو بھجوا کر قطب شاہ اور برید کو اپنے قریب بلوالیا اور پھر ہمت کر کے اپنی پہلی جگہ پر آ کر جم گیا اور کہا کہ غلبہ کفار کا زیادہ ہے قریب ہے کہ لشکر اسلام چشم زخم کھائے۔ ارادہ شہادت کا مستحکم کر لیا اور فراشان بارگاہ کو حکم دیا کہ رن کھم گاڑ دیں کہ کوئی شخص اس جگہ سے پس پا نہ ہو۔ نظام شاہ کے ساتھ ہمیشہ محلات رہتے تھے جب لڑائی کی حالت دگرگوں نظر آئی تو اس نے ہر ہر سواری کے ساتھ ایک ایک خواجہ سرا کو تلواریں دے کر متعین کیا اور حکم دیا کہ اگر ہماری صورت نوع دیگر ہو جائے تو ان سب کو فوراً مار ڈالنا۔ جب رام راج نے یہ حال دیکھا تو سمجھ گیا کہ مسلمان ہاتھ دھو کر بے طور پیچھے پڑے ہیں۔ ان کا ٹلنا محال ہے۔ تاہم اپنی جمعیت کو امید سرفرازی و بخشش کی دے دلا کر ثابت قدم رکھا۔ علی عادل شاہ سیدھی طرف ترمل راج کے مقابلے میں تھا۔ ادھر آتش جنگ ایسی مشتعل تھی کہ ترمل راج تاب نہ لا سکا۔ عادل شاہ کی فوج دباتی چلی آ رہی تھی یہاں تک پس پا کیا کہ ہٹتے ہٹتے رام راج کے لشکر میں پہنچ گئے۔ رام راج گھبرایا کہ اب میں گرفتار ہو جاؤں گا۔ آگے سے فوج نظام شاہ اور قطب شاہ کی اور پیچھے سے علی عادل شاہ میدان تنگ کیے ہوئے تھا۔ ناچار اپنی موت دیکھ کر لڑنے پر آمادہ ہوا۔ نظام شاہ کو خبر نہ تھی کہ ادھر کیا ہو رہا ہے۔ علی عادل شاہ کے لشکر کی جگہ خالی دیکھ کر اندیشہ ناک ہوا کہ خیر نہیں، خدا معلوم کیا بات پیش آئے، اسی وقت رومی خاں داروغہ توپ خانہ کو بلا کر نظام شاہ نے حکم دیا کہ ہاں دیر کیا ہے، ملک میدان میں خوردہ (پیسے) بھر کر مارو۔ بالکل نزدیک سے ایسی گولہ باری ہوئی کہ جس طرح درختوں کے پتے گرتے ہیں آدمی چھچنے لگے۔ پانچ ہزار ہندو ایک دم توپ خانے کے سامنے مردہ پڑ گئے۔ اس بھاری نقصان سے ہندوؤں کے دلوں میں ایک سنسنی پھیل گئی اور جو جہاں تھا گھبرا گیا۔ اسی اثناء میں مسلمانوں کے پانچ ہزار سوار ہندوؤں کے لشکر میں مارتے کاٹتے گھس گئے اور جہاں رام راج بیٹھا تھا ٹھیک اسی جگہ جا پہنچے۔

Marfat.com

رام راج کا قتل

رام راج تخت سے اتر کر پالکی میں گھسا ہی تھا کہ نظام شاہ کے لشکر کا غلام علی نامی ہاتھی ہندوؤں کے لشکر میں جا گھسا۔ توپ کی دہشت اور ہاتھی کے حملے سے ہر ایک گروہ متفرق ہو گیا۔ کسی نے اپنے سرداروں تک کی پرواہ نہ کی، کہار بھی گھبرا گئے اور پالکی پھینک دی۔ فیل بان نے جو پالکی مرصع دیکھی تو لالچ آیا اور ہاتھی اسی طرف بڑھایا۔ رام راج کو اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو جاتا کہ مسلمانوں کی فوج نے اسے نرغے میں کر لیا ایک برہمن دلپت راؤ نامی جو اس کا مقرب تھا رام راج کے ساتھ شرط رفاقت بجالایا اور راجہ کو اپنی آڑ میں لے لیا اور مہاوت سے کہنے لگا کہ زنہار مہاراج کو کچھ آفت نہ پہنچاؤ اور اگر تم مہاراج کی سواری کے لیے ایک گھوڑا لے آؤ تو تمہارے ساتھ بہت کچھ سلوک کیا جائے گا اور اس کے معاوضے میں مہاراج تجھے بڑا بھاری امیر بنا دیں گے۔ اور مالا مال کر دیں گے۔ فیل بان کو وہ مراد ہاتھ آیا "یار در خانہ وما گرد جہاں می گردیم" فوراً ہاتھی کو بجلی کی طرح دوڑا کر اپنے لشکر میں جا داخل ہوا اور رام راج کو رومی خاں داروغہ توپ خانہ کے پاس لے گیا اس نے رام راج کو حسین نظام شاہ بادشاہ احمد نگر کے حضور میں زندہ پہنچا دیا۔ نظام شاہ خلاف امید ایسی کامیابی دیکھ کر بے انتہا خوش ہوا اور رام راج کو روبرو بٹھا کر پوچھا کہ مہاراج کیا حال ہے؟ رام راج نے کچھ جواب نہ دیا ہاتھ سے اشارہ اپنی پیشانی کی طرف کیا یعنی تقدیر! حکیم قاسم بیگ تبریزی نے جو مقربان نظام شاہ سے تھا نہایت مضطربانہ بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ کونسا وقت ہے کہ آپ باتیں کر رہے ہیں جلد اس کا خاتمہ کیجئے، علی عادل شاہ اس کی فرزندی کا دم مارتا ہے اگر اسے خبر ملے گی تو آپ کے ہاتھ سے چھین لے گا پھر خدا جانے کیا معاملہ پیش آئے۔ بادشاہ نے سمجھا کہ حکیم ٹھیک کہتا ہے اور اسی وقت (اس واقعے کی تاریخ "فتح دین مرگ لعین ۹۷۲ھ ہے" مؤرخ فرشتہ کے والد غلام علی استر آبادی نے اس کی تاریخ بطور تعمیہ اس مصرعے سے نکالی ہے۔ "بے نہایت خوب واقع گشت قتل رام راج ۹۷۲ھ" "قتل رام راج" سے حرف نہایت یعنی آخری حرف کہ جیم ہے، اس کے تین عدد خارج کر دیئے جائیں ۹۷۲ھ تو وہی تاریخ نکلتی ہے) رام راج کا سر تن سے جدا کروا کر ایک بلند نیزہ پر چڑھوا دیا اور ہنود کے لشکر کے سامنے کھڑا کرایا۔

سر کشتہ را چوں ز نزدیک شاہ — بہ بردند بر نیزہ تا رزم گاہ

ہژبران لشکر پس آں دلیہ — ہماں حملہ کردند چوں نرشیر

Marfat.com

بہ ہندو غریو اندر اُفتاد باک　　فگندند یکسر تن اندر بہ خاک
کلاہ و کمر ہا بیاندا ختند　　خرو شیدن موئے پر داختند
فگندند منجوق و کوس نبرد　　گریزاں بہ رفتند پر از خون و گرد

سر کا نیزے پر چڑھانا تھا کہ بیجانگر کے لشکر میں کھلبلی اور بھاگڑ پڑ گئی لوگوں کے رہے سہے حواس جاتے رہے سمجھے کہ مسلمانوں کی فتح ہو گئی اور جو مردانگی اور بہادری معرکہ جنگ میں دکھلا رہے تھے اپنی اپنی جان بچا کر بھاگے، جس کو دیکھو بھاگتا ہی نظر آیا۔ بھگدڑی فوج کے پیچھے مسلمانوں کا لشکر لگا اور بارہ کوس تک تعاقب کیا۔ یہ بارہ کوس کا میدان زر و جواہر اور ہاتھی گھوڑے اور زخمیوں سے فرش زمیں تھا اور لشکر میں منادی کرادی گئی تھی کہ سوائے ہاتھی، گھوڑے، توپ، علم، نشان اور نقاروں کے باقی سب چیزیں زر و جواہر وغیرہ کی لوٹ لشکریوں کو معاف ہے۔ لوٹ کا یہ حال تھا کہ لشکر اسلام کا ہر سپاہی زیورات و جواہرات و مال و متاع و خیمہ و ہتھیار اور لونڈی غلاموں سے مالا مال ہو گیا۔

سریر و سرا پردۂ تاج و تخت　　نہ چنداں کز آں بر توانند سخت
جواہر نہ چنداں کہ آں را دبیر　　در آرد بہ انگشت یاد رضمیر
بلوریں طبقہا و خواں ہائے لعل　　ظرائف کشاں رابہ فرسود نعل
ہماں تازی اسپاں بازین زر　　غلامان موزون زریں کمر
نورد ملوکا نہ بیش از شمار　　شتر بار زرینہ بیش از ہزار
دگر جنس ہائے کہ باشد غریب　　در و مخزن و خانہ یا بدنصیب
سلاح و سلب زرا قیاسے بنود　　پذیرندہ راج روشناسے بنود
غنی گشت لشکر زبس خواستہ　　سراسر سپہ گشت آراستہ

ہزار توپ اور بے انتہا بیش قیمت اسباب سرکار بادشاہان اسلام میں داخل ہوا۔ آناگندی تک دس کوس کا فاصلہ ہے۔ تمام زمین مردوں اور زخمیوں سے پٹی پڑی تھی۔ منشیان تیز قلم بارہ دن تک شمار مقتولین اور زخمیوں کا کرتے رہے اور ایسا قتل عام ہوا کہ کرشناندی جو میدان کارزار کے پاس تھی اس کا پانی خون سے لال ہو گیا۔ اس معرکہ میں کم سے کم ایک لاکھ ہندوؤں کا قتل کیا جانا معتبر روایات سے ثابت ہے۔ مسلمانوں کی کامل فتح ہوئی تو بادشاہان اسلام نے سر عاجزی زمین خاکساری پر جھکایا اور شکرانہ درگاہ ایزدی میں ادا کیا۔

Marfat.com

سر باد شاہان گردن فراز بدرگاہ او بر زمین نیاز

ہندو بیجانگر بھاگے لیکن کچھ ایسے گھبرا گئے تھے کہ شہر کے اطراف میں جو پہاڑ تھے ان کی بھی آڑ نہ پکڑی اور نہ بیجانگر کی فصیلوں اور مورچوں سے روک تھام کی بلکہ شہر کو کھلا چھوڑ دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہندوؤں کا لشکر بالکل برباد ہو گیا۔ اس فتح کی خوش خبری کی اطلاع اطراف واکناف میں فوراً بھیجی گئی۔

بر پرداخت منشی صاحب ہنر بے نامہ در باب فتح و ظفر

بر انگیخت یکران کلک دبیر ز میدان کافور گرد عبیر

رقم زد بے داستان شریف بخط لطیف و ادائے ظریف

کوٹو نے لکھا ہے کہ حسین نظام شاہ نے اپنے ہاتھ سے رام راج کا یہ کہتے ہوئے سر کاٹا (کرنل برگز نے ترجمہ تاریخ فرشتہ میں ایک نوٹ دیا ہے کہ اس واقعے سے تعجب خیز مثال اس خصومت قلبی کی ملتی ہے جو مسلمانوں کو ہندوؤں سے تھی اور یہ کہ اس زمانے کے لوگوں کے خیالات کیسے تھے کہ ہم نے بیجاپور میں رام راج کا سر پتھر میں تراشا دیکھا ہے جو اب تک موجود ہے اور جو قلعہ بیجاپور کی موری میں لگایا گیا ہے اور ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ رام راج کے اصلی سر کو ہر سال تیل اور عبیر لگا کر مسلمانان احمد نگر کو اس لڑائی کی سالگرہ کے دن ڈھائی سو سال تک دکھلایا جاتا رہا۔ یہ سر اب تک اسی جلاد کے خاندان میں نسلاً بعد نسل چلا آتا ہے۔ یہ تحریر کرنل صاحب کی ۱۸۲۹ء کی ہے۔ ممکن ہے کہ اس وقت ایسا ہو لیکن ہم نے تو احمد نگر یا بیجانگر میں واقعہ سنا نہیں۔ قلعہ بیجاپور میں متعدد موریاں ہیں اور ان کو کنول وغیرہ کی شکل میں بنایا ہے لیکن ہم نے کہیں نہیں سنا کہ رام راج کا سر بنا کر اس میں سے بدر رو نکالی گئی ہو اور نہ اب اس لڑائی کی کوئی سالگرہ ہوتی ہے نہ رام راج کا سر، مسلمانوں کو اس کی یادگار میں بتلایا جاتا ہے۔ البتہ یہ روایت بیجاپور میں زبان زد خاص و عام ہے کہ لڑائی کے بعد رام راج کا سر قلعے کے صدر دروازے پہ چند دن لٹکا رہا جب وہ سڑ گیا تو پتھر کا سر بنا کر بطور دائمی یادگار کے قلعے کے صدر دروازے پر لٹکایا گیا تھا۔ ۱۷۶۰ء میں کھرڈے کی لڑائی کے بعد جب بیجاپور پر پیشواؤں کا قبضہ ہو گیا تو انہوں نے پتھر کے سر کو اتار کر تانی باؤلی میں پھینک دیا۔ چند سال پیشتر باؤلی کے کیچڑ نکالتے وقت وہی سر ملا جو اٹھا کر بیجاپور کے عجائب خانہ میں رکھ دیا گیا ہے اور اب تک موجود ہے) کہ "میں نے تجھ سے اپنا بدلا لے لیا اب خدا جو چاہے سو کرے"۔

عادل شاہ نے جب رام راج کے قتل کی خبر سنی تو بہت افسوس کیا۔

Marfat.com

بیجانگر کا ہول ناک سماں

اس ہول ناک واقعے کی اطلاع بھاگی ہوئی فوج کے پہنچنے کے پیشتر ہی بیجانگر میں معلوم ہو گئی تھی۔ باشندگان بیجانگر خالی الذہن بے خوف و خطر اطمینان سے اپنے کاروبار میں مصروف تھے ان کو یہ خبر نہ تھی کہ اس تھوڑے سے عرصہ میں کایا پلٹ ہو گئی کیوں کہ ان کو اس بات کا اطمینان تھا کہ راجہ ٹڈی دل لشکر لے کر گیا ہے اور ان لوگوں کو اپنی بہادری کے برتے پر کامیابی کا پورا بھروسا تھا۔ لیکن دفعتاً معاملہ دگرگوں ہو گیا راجہ کی فوج کو شکست ہوئی۔ امراء و روٴسا قتل کیے گئے، باقی ماندہ فوج واپس آرہی ہے لیکن ابھی ان لوگوں کو تفصیلی واقعات معلوم نہ تھے کیوں کہ پچھلے مواقع پر اکثر غنیم کو پس پا کر کے واپس آجایا کرتے تھے یا یہ کہ کچھ تحائف دے دلا کر صلح کر لیتے تھے ان وجوہ سے جنگ میں جو کچھ بھی ہوا ہو شہر پر کسی آفت کے آنے کا اندیشہ نہ تھا اور یہ لوگ ابھی تک خواب خرگوش میں تھے اور سمجھتے تھے کہ شہر کا کچھ کھٹکا نہیں ہے لیکن جب جنگ سے بھاگی ہوئی فوج واپس آنے لگی اور ان میں راجہ کے خاندان کے سر برآوردہ لوگ سراسیمگی کی حالت میں واپس آئے اور آتے ہی جھٹ پٹ ان لوگوں نے اپنا مال و اسباب جو کچھ محلات میں مل سکا سمیٹنا شروع کیا جب تو شہر میں ایسی کھلبلی پڑی کہ توبہ ہی بھلی۔

راجہ کے علاقے داروں کی بھاگڑ

راجہ کے علاقے داروں نے ساڑھے پانچ سو ہاتھیوں پر زر و جواہرات جن کا اندازہ دس کروڑ کی مالیت کے تھا لاد لیا اور ریاست کے ماہی مراتب اور راجہ کا مرصع تخت لے کر شہر سے نکلے جس کی حفاظت کے لیے ان کے ہمراہ چند بچے کچے سواروں کا بدرقہ تھا۔ ترمل راج (جو اپنے بھائیوں کے مارے جانے کے بعد ریجنٹ یعنی نائب السلطنت ہو گیا تھا) راجہ سدا سیو کو (جو اس کے پاس مقید تھا) اور اس کے خاندان کے لوگ اور ملازمین وغیرہ کو لے کر جانب جنوب قلعہ چین کنڈہ کو بھاگ گیا۔

مسلمانوں کے شہر بیجانگر کو تاخت و تاراج کرنے کا افسوس ناک سین ۱۵۶۵ء

جب راجہ اور اس کے لوگ شہر چھوڑ کر بھاگے تو شہر میں ایک اودھم مچ گئی اور ہر شخص کو آئندہ آنے والی مصیبت کا اندازہ ہو گیا۔ یہ جنگ کاہے کو تھی بلکہ ایک طوفان عظیم کی رو تھی کہ جو اس کے سامنے آگیا اس کو بہا لے گئی۔ سب امیدوں کا خاتمہ ہو گیا شہر کے باشندے جو لاکھوں ہی تھے بے یار و مدد گار رہ گئے سوائے چند کے ان بیچاروں کو بھاگنے کا موقع بھی نہ ملا کیوں کہ بار برداری کی بیل گاڑیاں سب

Marfat.com

کی سب فوج کے ساتھ چلی گئی تھیں جواب تک واپس نہیں آئی تھیں۔ ایسی حالت میں سوائے اس کے
بن نے پڑی کہ خزانوں کو تو گاڑ دیا اور بڈھے، عورتوں اور بچوں کے سوائے جوانوں نے ہتھیار سنبھال
لیے اور اس آنے والی مصیبت کے منتظر ہو کر بیٹھ گئے۔ دوسرے دن بیجانگر کے اطراف کی جنگلی اقوام اور
لٹیروں نے آکر شہر کو لوٹنا شروع کیا۔ بنجاروں (اقوام خانہ بدوش)، لمباڑوں، کوروؤں اور اسی قسم کے
لٹیروں کے گروہ کے گروہ بدنصیب باشندگان شہر پر آن پڑے اور مال واسباب، دکانوں اور بازاروں کو
لوٹ کھسوٹ کر ساری دولت لے گئے۔ کوٹو نے لکھا ہے کہ ایک دن میں ان لوگوں نے اوپر تلے چھ
حملے کیے۔ فتح یاب مسلمان زخمیوں کی مرہم پٹی کے لیے دس دن تک میدان جنگ میں ٹھہرے رہے اور
چندے آرام لیا اس کے بعد بیجانگر کا رخ کیا اور اس دن سے لگاتار پانچ مہینے تک لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔
لوگوں نے اپنا اپنا مال زمین میں گاڑ دیا تھا اور بچا کچا باؤلیوں میں ڈال دیا تھا۔ لشکریوں نے مکان کھودنے اور
جلانے شروع کیے۔ ایک روز نظام شاہ بطور سیر سوار ہو کر نکلا دیکھا کہ ایک جگہ چند لشکریان علی عادل شاہ
ایک طبق مروارید و جواہر سے بھرا ہوا لیے ہوئے تقسیم پر لڑ رہے ہیں۔ نظام شاہ کی فوج نے چاہا کہ ہم
بھی حصہ لیں دونوں کی آپس میں لڑائی ہونے لگی دونوں طرف کے آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ یہ
حالت دیکھ کر نظام شاہ نے ارکان دولت سے کہا کہ آپس میں لڑنے بھڑنے سے کیا فائدہ بہتر یہ ہے کہ
شہر کو جلادو تاکہ یہ قصہ فساد موقوف ہو۔ چنانچہ حکم شاہی کے موافق شہر کی تمام بڑی بڑی عمارتوں کو اور
شہر کے اطراف میں بیس کوس تک قصبات کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ (اس آتش زنی کا نتیجہ ہے کہ وٹھل
سوامی کے مشہور دیول کی تمام دیواریں جلانے سے کالی پڑ گئی ہیں بلکہ چھت تک لپٹ گئی ہے اور خزانے
کی تلاش میں جا بجا زمین کو کھود کر گڑھے ڈال دیئے ہیں۔ کسی دیول میں بت کا پتا نہیں ہے سب اکھاڑ کر
پھینک دیئے) الغرض دشمن بے رحمی سے برابر لوٹ مار کرتے رہے۔ جو ملا اسے قتل کیا، مندروں اور
محلات کو مسمار کر دیا خصوصاً راجہ کے محلات کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ان کی دست برد سے چند بڑے
سنگ بست مندر اور کہیں کہیں چار دیواریاں باقی رہ گئیں۔ جہاں ایک زمانے میں چہل پہل تھی اور بڑی
فلک عمارتیں کھڑی تھیں اب وہاں صرف کھنڈر اور ملبوں کے ٹیلے دکھائی دیتے تھے۔ مسلمانوں نے تمام
بت توڑ ڈالے اور نرسنہواں کے بڑے بت کے بھی دونوں باز واڑا دیئے مختصر یہ کہ کوئی چیز ان کے ہاتھ
سے بچ نہ سکی (یہ مکان "مہانومی ڈبہ" یعنی تخت فتح وظفر کہلاتا تھا اس مقام پر بڑے تہواروں میں راجہ
تخت پر جلوس کرتا تھا اور فوج کا داخلہ بھی یہیں ہوتا تھا اب بھی یہ عالی شان عمارت جو کچھ بچ رہی ہے

Marfat.com

قابل دید ہے)۔ ان لوگوں نے اس بڑے منڈپ کو جو ایک بلند چبوترے پر واقع تھا جہاں سے راجہ بڑے بڑے تہواروں میں تماشا دیکھتا تھا توڑ کر زمین کے برابر کر دیا اور تمام نقش و نگار کے پتھروں کو اکھیڑ کر پھینک دیا۔ ان لوگوں نے آراستہ اور شان دار وٹھل سوامی کے دیول میں جو دریا کے کنارے واقع ہے بڑے بڑے انبار آگ کے لگا دیئے اور بے نظیر اور قابل دید پتھر کی صناعی کو برباد کر دیا۔ الغرض آگ اور تلوار، درانتی اور کلہاڑیوں سے ہر روز شہر کی تباہی اور بربادی کرتے رہے۔

شہر بیجانگر کے اطراف میں سرنگیں اور چور رستے

شہر بیجانگر کے اطراف میں بڑے بڑے پہاڑ اور سرنگیں اور چوڑے اور عمیق غار ہیں جو اندر ہی اندر تین تین چار چار کوس تک چلے گئے ہیں یہ راستے کہیں کشادہ، کہیں کہیں تنگ۔ اکثر جگہ اندھیرا ہے اور بعض جگہ آفتاب کی روشنی بھی دکھلائی دیتی ہے۔ اکثر باشندگان بیجانگر ان مقامات پر جا کر چھپ گئے تھے اور رات کے وقت خفیہ طور پر شہر میں آ کر سامان خورد و نوش خرید لے جاتے تھے۔ جب لشکریوں کو اس بات کی خبر ہو گئی تو ان لوگوں کو بھی پکڑنے لگے اور بے کچھ لیے نہ چھوڑتے تھے چنانچہ رفیع الدین شیرازی اس واقعے میں موجود تھا وہ لکھتا ہے کہ ہم نے ایک دن تین چار لوگوں کو پکڑ لیا ان سے بہت کچھ پوچھا لیکن انہوں نے اپنا حال کچھ بیان نہیں کیا جب بہت ایذا پہنچائی گئی تو کہنے لگے کہ ہم لوگ فلاں پہاڑی کے غار میں چھپے ہوئے ہیں ہمارے بال بچے اور مال و اسباب بھی وہیں ہیں ہماری جان کا امن دے کر ہمارے ساتھ آؤ تو ہم تم لوگوں کو بہت سا روپیہ دیں گے۔ حرص بری چیز ہوتی ہے ہم میں سے کئی لوگ ان کے ساتھ ہو لیے۔ ہم نے ان میں سے دو آدمی کے ہاتھ رسی سے باندھ کر ان کو آگے کر دیا ہم پیچھے پیچھے ہو لیے جب تھوڑی دور سرنگ میں چلے جا بجا متفرق سرنگیں نظر آنے لگیں ہم کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں واپسی کے وقت رستہ بھول نہ جائیں اور مفت میں جان جائے اس لیے جاتے وقت اپنے راستے پر کوئلے سے نشان کرتے گئے دو تین مشعلیں ہمارے ساتھ تھیں سرنگ میں بالکل اندھیرا تھا بعض بعض سوراخوں میں سے روشنی کی جھلک نظر آ جاتی تھی۔ اسی طرح قریب آدھا کوس اس غار خطر میں گئے ہوں گے کہ ایک جگہ ایسی تنگ آئی کہ تین چار گز بہت مشکل سے بیٹھ کر گئے ان دونوں شخصوں کو موقع ملا رسی چھڑا کر اندھیرے میں بھاگ گئے۔ سرنگ میں بہت سے لوگوں کی آواز دور سے آتی تھی لیکن اندھیرا گھپ تھا کچھ دکھلائی نہیں دیتا تھا ہم لوگ ڈر گئے اور اندر جائیں تو شاید ہم کو پکڑ لیں

Marfat.com

بس تھوڑے مال کی طمع پر اپنی جان عزیز کھونا مناسب نہیں ناچار وہاں سے انہیں کو ٹکوں کے نشانات پلٹے اور اپنی جان سلامت لے کر واپس آگئے۔ ایسی تباہی بربادی اور ویرانی خصوصاً اس طرح دفعۃً واقع ہونے کی مثال تمام دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں مل سکتی کہ آج جو شہر شان دار تھا اور جو دولت سے پھٹا پڑتا تھا اور جہاں کے باشندے نہایت مرفہ الحال تھے وہ کل اس بے رحمی سے پکڑے گئے لوٹے گئے اور برباد کیے گئے ایسے شہر میں جو نمونہ بہشت تھا اور جہاں دن عید اور رات شب برات تھی خون کے ندی نالے بہ گئے۔ یہ ایسے واقعات ہیں کہ قلم سے ان کا بیان کرنا ناممکن ہے صرف تصور ہی سے دل کانپ جاتا ہے۔

سیزر فریڈرک کے چشم دید حالات ۱۵۶۷ء

سیزر فریڈرک ایک اٹلی کے سیاح نے جو اس شہر کی تباہی کے دو سال بعد ۱۵۶۷ء میں وہاں گیا تھا لکھا ہے کہ شہر کو لوٹنے کے بعد مسلمان اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ ترمل راج نے پھر شہر کے آباد کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ کامیابی نہ ہوئی اگرچہ چند لوگ دلاسا اور طمانیت دینے سے پھر اپنے اپنے مکانوں میں آکر رہنے سہنے لگے مگر وہ بات کہاں۔ شہر بیجانگر میں اب بھی کچھ مکانات باقی ہیں لیکن خالی اور ویران ہیں اور ان میں سوائے بوربچوں اور جنگلی جانوروں کے کوئی نہیں رہتا۔ اتنا بڑا آباد اور متمول شہر لوٹا گیا تو ظاہر ہے کہ بے انتہا دولت لٹی ہوگی۔ کوٹو نے لکھا ہے کہ لوٹ میں علاوہ خزائن اور جواہرات کے ایک ہیرا انڈے کے برابر تھا جس کو عادل شاہ نے اپنے گھوڑے کی کلغی میں لگایا تھا۔ بیجانگر جیسے بڑے اور شان دار شہر کا یہ انجام ہوا جو آٹھ آٹھ آنسو بہانے کے قابل ہے اور جب کوئی ان کھنڈروں میں جاتا ہے تو اس کو سوائے حسرت اور افسوس اور سخت عبرت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ہیچ خارے نیست کز خون شکاری سرخ نیست　　　آفتے بود آں شکار افگن کہ از صحرا گزشت

یہ شہر پھر کبھی نہ پنپا اور اسی طرح اجاڑ اور ویران اب تک پڑا ہے۔ اس زمانے میں بھی بڑی بڑی اور مستحکم عمارات کے کچھ حصے باقی ہیں۔ اب آبادی کا نام نہیں ہے یہ زراعت بھی اطراف کے بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ اس شہر میں جو خام مکانات بکثرت تھے وہ نیست و نابود ہو گئے ان کی مٹی کے ڈھیر موجود ہیں۔ لیکن قدیم ذرائع آبپاشی یعنی نہریں اچھی حالت میں ہیں اور ان کی آبپاشی سے اب بھی بہت سے باغ اور کھیت سرسبز ہیں اور انہیں کی بدولت چاول اور نیشکر کی کثرت سے کاشت ہوتی ہے۔ شہر

Marfat.com

بیجانگر کا پتہ اب صفحۂ دنیا پر باقی نہیں ہے اس جگہ صرف چند جھونپڑوں کا جھرمٹ ہے جس میں کاشتکار لوگ رہتے ہیں۔ اور اس کی حیثیت ایک چھوٹے سے چھوٹے گاؤں سے بھی بدتر ہے۔ یہ لوگ یہاں گھتے ہوئے تھے ادھر عماد الملک نے نظام شاہ کے علاقہ میں اودھم مچا رکھی تھی خوب لوٹ مار کر رہا تھا نظام شاہ نے رام راج کا سر عماد الملک کے پاس تہدیداً بھیج دیا۔ علی عادل شاہ نے رائچور اور مدگل دونوں پر قبضہ کر لیا اب کیا تھا اس فتح کے بعد ہی اور یہاں نظم و نسق بٹھا اپنے گورنروں کے سپرد کر کے مراجعت فرمائے بیجاپور ہوا۔

حصار شہر و جامع مسجد اور نہر آب بیجاپور کی تعمیر ۹۷۳ھ م ۱۵۶۵ء

علی عادل شاہ بیجاپور سے بے شمار مال و دولت گھسیٹ لایا تھا اس کو کار تعمیر قلعہ اور دیگر عمارات میں صرف کیا۔ شہر کا حصار باہتمام کشور خاں پختہ و سنگ بست تیار کرایا اور اطراف و جوانب سے تمام کاریگروں کو بہ کثرت طلب کر کے جمع کیا اور فصیل کے ایک ایک قطعہ کی تعمیر ایک ایک امیر کے ذمہ کر دی بریں ہم حصار کی تعمیر میں برابر ڈھائی برس لگے۔ اس کا دور چھ فرسخ عرض اٹھارہ گز اور بلندی آٹھ گز ہے۔ برج ایک سو بیس اور چھ ہزار کنگرے اور ستر کھڑکیاں اور چھ دروازے ہیں جن میں سے مغربی دارواز ے کا نام مکہ دروازہ رکھا اور باقی دروازوں کے مختلف نام بہ اعتبار مواضع ملحقہ کے رکھے اور حصار کے گرد ایسی عریض اور عمیق خندق بنوائی کہ جس کا پانی کبھی خشک نہ ہوتا تھا۔ جب حصار ۹۷۳ھ میں مکمل ہو گیا تو امراء اور وزراء اور متمولوں اور مالداروں نے اپنے مکانات اور محلات اندرون حصار بنائے۔ قلعہ کو پیشتر ابراہیم عادل شاہ نے بنایا تھا جس میں دو حصار اور دو خندقیں ہیں اس کے اندر تین بڑے بڑے باغ موسوم بہ باغ دوازدہ امام، علوی باغ، علی باغ بنوائے اور تمام شہر میں ہر ہر امیر نے خانہ باغ لگائے کہ جن میں ہمہ اقسام کے میوہ جات موجود تھے۔ کشور خاں حسب الحکم شاہی ایک نہر دو فرسخ سے شہر میں لایا اور قلعہ کے قریب ایک بڑا حوض جسے کارنجہ کہتے ہیں بنا کر اس میں پہنچایا جس سے تمام شہر سیراب ہوتا تھا اور سارا شہر بیجاپور سرسبز و شاداب اور گلگشت بنا ہوا تھا علاوہ اس کے شہر کے قریب شاہ پور بھی ایک نیا شہر آباد ہو گیا تھا۔ جو تجارت کی منڈی تھا جہاں تمام تر تجار رہتے تھے اور لاکھوں روپے کا بیوپار ہوتا تھا جب شاہ پور آباد ہوا تو بیجاپور سے ایک فرسخ کا فاصلہ تھا بعد میں آبادی بڑھتے بڑھتے شہر سے لگ گئی تھی۔ علاوہ اس کے ایک مسجد جامع بھی کشور خاں نے نہایت وسیع اور پر رونق بنوائی۔

Marfat.com

علی عادل شاہ کی چڑھائی ملک کرناٹک پر

علی عادل شاہ کی بے چین طبیعت چپ بیٹھنے والی نہ تھی بیجانگر کی بے نظیر فتح نے آئندہ کی ہمت کو اضعافاً مضاعفہ بڑھادیا اور اپنے بڑے دشمن رام راج کو ہمیشہ کے لیے ختم کردینے کے بعد اس نے بالکنڈہ (بالکنڈہ ضلع نظام آباد میں قدیم بستی ہے جو حیدر آباد گوداوری دیلی ریلوے کے وچ پلی اسٹیشن سے قریب ہے اور سر وقار الامراء بہادر کی جاگیر ہے۔ نرمل بھی وہیں قریب ضلع عادل آباد کی ایک تحصیل ہے) اور نرمل کارخ کیا اور اس جنوبی حصہ ملک کی مہم پر کشور خاں کو بیس ہزار سوار دے کر بھیجا۔

حسین نظام شاہ، قطب شاہ اور عماد شاہ تینوں کی چڑھائی بیجاپور پر

قطب شاہ نے جب دیکھا کہ علی عادل شاہ جدھر دیکھو ادھر ہاتھ ڈال دیتا ہے اور اس کے مقبوضات روز بروز بلا روک ٹوک وسیع ہوتے چلے جاتے ہیں اگر اس کی روک تھام نہ کی جائے تو ممکن ہے کہ آگے چل کر پھر اس کی مقاومت کی کوئی تاب نہ لا سکے اور ممکن ہے کہ ہمارے ملک کو بھی دبا بیٹھے۔

سرچشمہ شاید گرفتن بہ میل چو پرشد نہ شاید گزشتن بہ پیل

قطب شاہ نے اونچ نیچ بتلا کر نظام شاہ کو ہموار کر لیا اور دونوں نے مل کر صلاح کی کہ یہ موقع بیجاپور پر حملہ آور ہونے کا بہت اچھا ہے میدان خالی ہے سارا لشکر بالکنڈہ کی طرف جھک پڑا ہے۔ ایک دم ہم ٹوٹ پڑیں تو ضرور عادل کو نیچا دکھائیں گے اور سارا اس کا گھمنڈ ملیامیٹ ہو جائے گا۔ صلاح کی دیر تھی کہ فوراً دونوں نے بشرکت پسر تفاول خاں مدار المہام عماد شاہ شہر بیجاپور پر چڑھائی کر ہی دی۔ بادشاہ نے جب سنا کہ تینوں مل کر لشکر کشی کر رہے ہیں تو خود فوراً دولت آباد چل کر قلعہ نلدرگ پر پہنچ مقابلہ کے لیے میدان میں آگیا۔ ان لوگوں کو جب بادشاہ کے نلدرگ آجانے کی خبر ملی تو راستہ کترا کر بیجاپور پہنچ گئے اور شاہ پور کے حوض کے پاس جا کر پڑے اس خیال سے کہ شہر بالکل خالی ہے فوج تو ملک کرناٹک میں گئی ہوئی ہے جو باقی تھی وہ بادشاہ کے ساتھ نلدرگ میں ہے اور حصار شہر بھی ابھی مکمل نہ ہوا تھا یہ موقع شہر پر قبضہ کر لینے کا سہل ترین ہے۔ بادشاہ بڑا مستقل مزاج تھا اس نے جب یہ خبر سنی تو پھر بھی اس کا خاطر نہ ہوا نہ خود نلدرگ سے آگے بڑھا صرف شہر کی حفاظت کے لیے لشکر البتہ بھجوا دیا۔ یہاں شہر کے امراء نے بھی کافی بندوبست کر لیا تھا برجوں پر فوج چڑھادی تھی اور دروازوں پر کافی انتظام رکھا تھا کہ دشمن شہر میں گھسنے نہ پائے کہ چھ ہزار سوار نیزہ بردار اندرون شہر موجود تھے۔ غنیم آنے کے تیسرے دن اپنا

Marfat.com

لشکر لے کر شہر پر چڑھا اور شہر کے اندر گھسنے کا قصد کیا۔ شہر پناہ کے قریب آتے ہی ایک توپ برج پر سے سرکی گئی جس سے ایک ہاتھی اور دو گھوڑے غنیم کے ضائع ہوئے۔ دشمن پیچھے ہٹ کر چکر کاٹ کر ساروا اڑوڈی کی طرف جھکے اس دروازے پر جو امراء تھے انہوں نے بھی پسپا کیا پھر دشمن نے منگلی دروازے کی طرف سے آنے کا قصد کیا وہاں بھی سپاہیوں نے خوب مقابلہ کیا۔ ایک ہندی سردار فوج کا جس کا نام ہندیا تھا جس کے پاس دو ہزار مادیان پری پیکر کے بے نظیر لشکر تھا جس میں سے کوئی مادیان تین سو ہن سے کم قیمت کی نہ تھی خود تین سو سوار لے کر مقابلہ پر کھڑا ہو گیا ان سے جنگ ہو ہی پڑی تھی۔ مگر برابر غنیم کے گھوڑے اور ہاتھی جو ملے یہ لوگ پکڑتے آگے بڑھتے چلے جاتے تھے کہ غنیم تمازت آفتاب اور تشنگی سے جاں بلب ہو گئے اور انسان اور حیوان دونوں قریب المرگ ہو گئے کہ دشمن نے اللہ پور کے حوض کی طرف رخ کیا کہ کسی طرح پانی مل جائے۔ کامل خاں اور نصیر الملک اور میر محمد مقرب خاں جو اللہ پور دروازے کے حوالدار تھے انہوں نے ادھر جانے سے روکا اور غنیم کی فوج سے برابر مقابلہ ہوتا چلا جاتا تھا اور لوگ قتل ہوتے جاتے تھے کہ ناگاہ مشرق کی طرف دور سے بہت سی گرد اڑتی ہوئی نظر آئی جب قریب آئی تو معلوم ہوا کہ لشکر ہے۔ مگر تردد ہوا کہ خدا جانے ہماری فوج ہے یا غنیم کی جب بالکل ہی نزدیک آ گئے تو معلوم ہوا کہ کشور خاں بیس ہزار سواروں کے ساتھ کرناٹک کی مہم سے واپس آن پہنچا ہے۔ اب کیا تھا عادل شاہ کی فوج کے دم میں دم آ گیا ڈیڑھ سو ہاتھی اور چار پانچ ہزار گھوڑے اور بہت سا اسباب کشور خاں کے ہاتھ لگا اور آن واحد میں غنیم کی فوج کو تتر بتر کر دیا۔ دفعۃً بساط الٹ گئی قطب شاہ اور نظام شاہ کی سٹی بھول گئی کہ یا الٰہی کرنے کیا گئے تھے اور ہوا کیا۔ اس ناگہانی آفت کا یہ نتیجہ ہوا کہ عادل شاہی فوج نے بہت سے لوگ گرفتار کر لیے۔ مولانا عنایت اللہ مدار المہام اور مولانا جمال الدین خزانہ دار نظام شاہ بھی گرفتار ہوئے لیکن کامل خاں نے جو خادم قدیم نظام شاہ کا تھا سب قیدیوں کو نظام شاہ کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ حق نمک میں ادا کر کے عرض کرتا ہوں کہ بہتر یہی ہے کہ آپ فوراً پلٹ جائیں دیر کا محل نہیں ایسا نہ ہو کہ راستہ گھر جائے اور پھر جا بھی نہ سکیں۔ اگر کشور خاں کے ہاتھ یہ لوگ لگتے تو وہ کبھی رعایت نہ کرتا۔ الغرض غنیم کا لشکر بھاگا اور کشور خان نے ان کا تعاقب کیا راستے میں جو اونٹ، گھوڑے وغیرہ ملے پکڑ لیا اور اس طرح کھدیڑتے ہوئے اپنی سرحد سے باہر نکال دیا اور کشور خاں مع شاہ ابوالحسن کے بادشاہ کے حضور نلدرگ پہنچا بادشاہ نے فتح یابی پر کشور خاں کو سرفراز فرمایا اور بادشاہ بخیر و خوبی داخل دار السلطنت ہوا۔

Marfat.com

مرتضیٰ نظام شاہ اور تمراج کی چڑھائی عادل شاہ پر

حسین نظام شاہ کا انتقال ہو گیا تھا اور مرتضیٰ نظام شاہ تخت نشین ہو چکا تھا۔ عادل شاہ نے فرصت پاکر تمراج ولد رام راج پر بجانب آناگندی چڑھائی کی ونکٹادری کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے مرتضیٰ نظام شاہ اور اس کی والدہ خونزہ ہمایوں کو لکھا کہ اس مملکت کو حسین نظام شاہ نے مجھے دے دیا ہے مگر علی عادل شاہ براہ طمع اب مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے یہ وقت ہے کہ آپ میری دستگیری کریں اور اس بلائے ناگہانی سے نجات دلائیں۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور تمراج نے بیجاپور پر چڑھائی کر دی۔ عادل شاہ ناچار آناگندی سے واپس آیا۔ اگرچہ مخالفین کو شکست پر شکست ہوتی تھی مگر بار بار وہ سمٹ سمٹ کر یورش کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح عادل شاہ کو نیچا دکھائیں۔ عادل شاہ نے کشور خاں کو مع چند اور امراء کے ان کے استیصال کے واسطے مقرر فرمایا۔ کشور خاں نے قلعہ احسن آباد میں بیٹھ کر لڑنا شروع کیا اور روزانہ لڑائی ہوتی تھی اور دونوں طرف کی جماعت کثیر ماری جاتی تھی ایک روز غنیم نے ایکا کر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا بعض امراء جو کشور خاں سے عناد رکھتے تھے انہوں نے طرح دی۔ کشور خاں خود لڑائی میں تھا مگر اکیلے ان دونوں کا مقابلہ کرنا بہت مشکل تھا ہر چند کشور خاں نے حکم دیا کہ قلعہ سے توپیں سر کریں اور تفنگ چلائیں لیکن وہ لوگ بھی ملے ہوئے تھے تعمیل نہ کی سارے دن لڑائی ہوتی رہی آخر کار رات ہو جانے سے دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ کشور خاں نے اسی وقت قلعہ دار کو مار ڈالا۔ عادل شاہ کو جب ان مشکلات کی خبر پہنچی خود یلغار پہنچا۔ غنیم نے جب دیکھا کہ بادشاہ خود آیا تو سب کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ مرتضیٰ نظام شاہ احمد نگر چلا گیا اس کے جانے کے بعد عادل شاہ بیجاپور کو واپس آیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی چڑھائی براڑ پر ۹۷۴ھ

خونزہ ہمایوں کے التماس پر علی عادل شاہ نے مرتضیٰ نظام شاہ کو ساتھ لے کر براڑ پر چڑھائی کر دی۔ اور جا بجا لوٹ مار کر کے ملک کی بربادی کی اور موسم برسات میں بیجاپور واپس آ گیا۔ وہاں سے قلعہ سنگ بست بنوایا جو تین سال میں بنا۔

کشور خاں کا قلعہ جات ماہ درگ عرف دہارور و شاہ نور کی تعمیر ۹۷۵ھ م ۱۵۶۷ء

خونزہ ہمایوں کی حکومت اور ان کے برادروں کی بے اعتدالی سے سلطنت نظام شاہیہ تباہ و برباد ہونے سے علی عادل شاہ کے منہ میں پانی بھر آیا۔ محمد کشور خاں کو اسد خاں لاری کا علم جس پر شیر و شرزہ کی شکل

Marfat.com

بنی ہوئی تھی اور منصب سرفراز کر کے بیس ہزار سواروں کی فوج دے کر روانہ کیا۔ کشور خاں نے بعض پرگنوں کو تا حد قصبہ کیج (کیج تحصیل مومن آباد ضلع بیڑ میں ہے، دہارور سے تین کوس کا فصل ہے) قبضہ کر لیا اور امرائے نظام شاہی نے اسی قصبے میں شکست دی اور وہیں قلعہ دہارور کی تعمیر کی جس کی تفصیل یہ ہے کہ ناظرین پر سپہ سالار کشور خاں کی مردی اور مردانگی اور اس کی متعدد فتوحات کچھ مخفی نہیں ہیں جس کی وجہ سے آئے دن سرفرازیاں ہوتی رہتی تھیں اور بادشاہ کے دل میں اس کی بہت جگہ تھی اور سب امراء میں سربر آوردہ اور ممتاز تھا۔ ایسا شخص لامحالہ محسود خلائق ہوتا ہے اور اس کے ہزاروں دشمن ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کے زور اس کے اکھیڑنے میں لگاتے ہیں۔ کشور خاں ان ریشہ دوانیوں سے بے خبر نہ تھا، وہ جانتا تھا کہ میں سب کی آنکھوں میں کھٹکتا ہوں اس نے اس صحبت سے کنارہ کشی کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس غرض سے چاہتا تھا کہ بادشاہ کی خدمت گزاری کہیں الگ رہ کر بجالائے۔ اس نے علی عادل شاہ سے عرض کیا کہ نلدرگ سے دس فرسخ کے فاصلے پر نظام شاہ کی سلطنت کی سرحد پر قدیم زمانے میں ایک بہت بڑا قلعہ ماہ درگ نام کا تھا جو اب امتداد زمانے سے زمین کے برابر ہو گیا، اگر ارشاد خداوندی ہو تو خانہ زاد از سر نو اس کی بنا کرتا ہے کہ اس کی آڑ میں ہم بہت سے مقامات نظام شاہ کے لے سکیں گے۔ بعض لوگوں نے کشور خاں کی تائید کی اور بعضوں نے مخالفت۔ عادل شاہ نے کہا کہ اچھا قرآن شریف میں فال دیکھو۔ مولانا عنایت اللہ منصور شیرازی المخاطب بہ افضل خاں حاضر تھے، بادشاہ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم فال دیکھو۔ فال میں آیت قتال نکلی۔ افضل خان نے کہا اس ارادے سے باز رہنا چاہیئے کہ نتیجہ بجز قتال کے کچھ نہ ہوگا۔ کشور خاں اس کام سے ہٹنا نہیں چاہتا اس نے تاویل کی کہ اس سے شرک کا واہمہ ہوتا ہے قتال کا تعلق ہم سے نہیں ہے بلکہ دشمن کی طرف روئے سخن ہے۔ حاضرین نے کہا کہ خدا تو منع کرتا ہے اور کشور خاں کو اپنی بات کی پچ ہے عادل شاہ نے کہا کہ کشور خاں جانے اور کلام اللہ جانے۔ کشور خاں چلا اور اس کا ساتھ بہت سے امراء نے دیا۔ ہر امیر کو ایک ایک برج دے کر قلعہ کی تعمیر شروع کی لیکن آنکس خاں زہر کے سے گھونٹ پی رہا تھا جو برج اس کے سپرد تھا اس میں اس نے ایک چور راستہ رکھ دیا غرض تھوڑے دنوں میں قلعہ بن کر تیار ہو گیا، جو اب قلعہ دہارور کے نام سے مشہور ہے قلعہ کی تیاری کے بعد توپ تفنگ اور منجنیق وغیرہ آلات حرب کو حسب قاعدہ جا بجا چڑھا دیا اور نظام شاہ کے علاقہ سے چالیس ہزار کھنڈی (بیس من کی ایک کھنڈی ہوتی ہے) غلہ لوٹ کر بھر دیا اور اسی زمانے میں قلعہ شاہ نور کی بھی تعمیر ہوئی۔

Marfat.com

قلعہ دہارور پر مرتضیٰ نظام شاہ اور عادل شاہ کی لڑائی اور کشور خاں کا مارا جانا

نظام شاہ کو پہلے ہی سے عادل شاہ سے عداوت قلبی تھی۔ کشور خاں کی اس کارروائی سے اور عناد بڑھ گیا، وہ بھی اس کی توڑ پر لشکر جمع کرنے لگا اور چند دنوں بعد تین بادشاہ مل کر ایک جرار لشکر لے کر قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے کشور خاں نے مکرر سہ کرر عادل شاہ کو عرائض لکھے کہ امرائے سلطنت کو حکم دیا جائے کہ فوراً اپنے اپنے لشکر لے کر فدوی کی مدد کو آن پہنچیں اور خود بدولت بھی اگر قدم رنجہ فرما کر یہاں سے تین چار منزل اس طرف دریا کے کنارے خیام اور سراپردے نصب فرمائیں تو حضرت کے اقدام مبارک کی برکت سے غنیم کو شکست ہوگی۔ امراء نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل تو کی لیکن جیسا چاہئے امداد نہ دی کیوں کہ عین الملک اور نور خاں اور شاہ ابوالحسن اور بہت سے دوسرے امراء کشور خاں کے مخالف تھے اور کشور خاں کی نیک نامی کے خواہاں نہ تھے شاہ ابوالحسن تو درپردہ نظام شاہی کا متوسل تھا، اس نے بادشاہ کو آنے نہ دیا اور امراء سے یہ کہا کہ بھلا دہارور جانے سے کیا فائدہ آخر اس میں تمہارا بھی صرفہ ہے اور بہ صورت فتح نیک نامی کشور خاں کی ہوگی ہم کو کیا ملے گا رہی سہی وقعت بھی ہماری جاتی رہے گی۔ اب بھی اس کا طوطی بول رہا ہے جب تو خدا جانے کیا رنگ لائے بہتر یہ ہوگا کہ ہم خود نظام شاہ کے ملک پر چڑھائی کر دیں وہ ادھر گھ جائے گا، دہارور پر چڑھائی کی اسے مہلت ہی نہ ملے گی چنانچہ امراء اور لشکر نے احمد نگر کی راہ لی۔ نظام شاہ نے جب ان کی چڑھائی اور لوٹ مار کا حال سنا تو وہ امرائے عادل شاہ کی نااتفاقی کو تاڑ گیا کہ کچھ تو دہارور پر گئے ہیں اور کچھ ادھر آئے ہیں اس نے علاقہ جات میں ان کی غارت گری کی کچھ پرواہ نہ کی اور قلعہ دہارور کی طرف متوجہ ہوا اور جنگ شروع ہوگئی۔ کئی روز تک لڑائی رہی ایک دن غنیم کے لشکر نے ارادہ کیا کہ جس طرح بن پڑے کشور خاں کو لینا چاہئے اس کا بڑا ستم ہے کوئی وار اس کا خالی نہیں جاتا کشور خاں خود قلعہ کے دروازے کے سامنے ڈٹ گیا اور جب یہ بلا کرتے تھے تو سینکڑوں ہی کٹتے تھے اور سینکڑوں ہی مجروح ہوتے تھے، کوئی سبیل قلعہ میں گھسنے کی بن نہ پڑتی تھی۔ آہنگس خاں اور آہنگ خاں دونوں نے چور راستہ جانوروں کی آمد شد کے بہانے سے رکھے تھے۔ ان میں سے دشمن کی فوج قلعہ میں گھس پڑی اور محافظوں نے بھی چشم پوشی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نظام شاہ کی ساری فوج بلا دغدغہ ان چور راستوں سے اندر گھس گئی۔ کشور خاں تو لڑائی میں مصروف تھا، جب اسے خبر ملی تو ہاتھ کے طوطے اڑ گئے تن بہ تقدیر خود پاپیادہ ہو گیا اور جوہر مردانگی دکھانے لگا۔ اس کی شمشیر قاہرہ نے

Marfat.com

صفیں کی صفیں اعداء کی صاف کر دیں۔ قضائے کردگار جانب مخالف سے کشور خاں کے ایک تیر زیر ناف ایسا کاری لگا کہ فوراً زمین پر غش کھا کر گر پڑا، اس کا گرنا تھا کہ لشکر منتشر ہو گیا اور غنیم کشور خاں کا سر کاٹ کر مرتضیٰ نظام شاہ کے پاس لے گئے نظام شاہ نے حکم دیا کہ کھال کھینچ کر بھس بھر دو اور لشکر میں گشت کراؤ۔ کہتے ہیں کہ جس دن یہ سانحہ ہوش ربا ہوا، کشور خاں زرہ پہن کر میدان جنگ میں جانے کو تیار تھا اور سوار ہو رہا تھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں دیوان حافظ تھا، فال دیکھی تو شروع صفحہ پر یہ شعر نکلا

کسیکہ تاج مرصع صباح در سر داشت نماز شام دراخشت زیر سر دیدم

اس مضمون سے سخت ملول ہوا لیکن کرتا کیا، جنگ میں گیا اور جو مقدر میں تھا وہ ہوا۔ نظام شاہ خوشی خوشی قلعہ میں آیا اور اپنے امراء کو جامہ اور خلعت دیئے۔ کشور خاں کا ایک حبشی غلام یاقوت نامی تھا حکم دیا کہ اس کو کشور خاں کے سر دے دو۔ غلام نے عرض کی سب کو خلعت ملے اور نوازشات شاہی سے سرفراز ہوئے، کشور خاں کو بھی خلعت مرحمت ہونا چاہیے۔ بادشاہ نے کہا کہ تو کشور خاں کی کھال چاہتا ہے اچھا یہ بھی لے اور تن سے سر کو ملا کر کشور خاں (خان عبد الکریم خاں صاحب کمشنر کروڑ گیری (کسٹمز) ممالک محروسہ سرکاری عالی نظام کشور خاں ہی کی اولاد میں سے ہیں آپ اپنے جد امجد کا مقبرہ وغیرہ از سر نو تعمیر کرانے کی کوشش فرما رہے ہیں اور آپ کی حسن توجہ سے خان مغفور کا عرس بھی بڑی دھوم سے ہونے لگا ہے اور ایصال ثواب کے لیے آپ نے حفاظ بھی مقرر کر دیئے ہیں۔ شکر ہے کہ کشور خاں کے خاندان میں ایک ایسا ذی مرتبت شخص پیدا ہوا جس نے دادا کے نام کو روشن کیا اور جو محض اپنے آقا کی خیر خواہی اور سخت دیانت داری و راست بازی کی بدولت صرف اپنے قوت بازو سے آج مورد الطاف و عنایات شاہانہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ) کے جنازے کو بیجاپور لے جانے کی اجازت دی اور وہاں شہر کے اندر اپنے بنائے ہوئے باغ میں دفن ہوا۔ امرائے سلطنت بیجاپور جو نمک حرامی سے جان بچا کر بھاگے تھے نظام شاہ نے ان کا تعاقب کیا اور جو ملا اسے تہ تیغ کیا چنانچہ عین الملک مارا گیا اور نور خاں قید کر لیا گیا جب اس افسوس ناک شکست اور ساتھ ہی اس کے کشور خاں کے قتل کی خبر بادشاہ کی سمع مبارک تک پہنچی بادشاہ از حد متاسف ہوا اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا کہ آخر کلام مجید کی فال نے کام تمام کیا اور اسی وقت پھر لشکر کشی کا ارادہ کیا مگر جب معلوم ہوا کہ وہ سب اپنی دار السلطنت احمد نگر کو چلے گئے تو مجبوراً چندے انتقام لینے کو ملتوی کرنا پڑا۔

Marfat.com

تسخیر قلعہ ادھونی

کشور خاں کے قتل کے بعد شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کی صلاح سے (جو کشور خاں کے بعد منصب جلیلہ جملۃ الملکی پر مامور ہو گیا تھا اور پھر وکیل السلطنت ہو گیا) آنکس خاں کو آٹھ ہزار سوار اور پیادہ اور توپ خانہ دے کر قلعہ ادھونی کی تسخیر کے لیے بھیجا۔ اس قلعہ کو آج تک کسی مسلمان بادشاہ نے فتح نہیں کیا تھا۔ یہ قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر بڑا وسیع اور رفیع بنا ہوا ہے اور از بس مستحکم ہے جس میں بہت سی عمارات اور شیریں چشمے ہیں جو بیجانگر کا راجہ ہوتا گیا اس قلعہ کو مضبوط کرتا گیا۔ اس وقت یہاں کا قلعہ دار رام راج کے علاقہ کا ایک امیر اکبر تھا۔ رام راج کے قتل کے بعد یہی قابض ہو گیا اور کسی کو نہیں مانتا تھا۔ آنکس خاں سے کئی لڑائیاں ہوئیں آخر کار محاصرے نے جب مدت طول کھینچی اور ذخیرہ رسد کا صرف ہو گیا تو مجبور ہو کر قلعہ حوالہ کر دیا ادھونی کے مشہور قلعہ کے قبضہ کے ساتھ ہی اطراف و جوانب کے قلعہ جات بھی عادل شاہیوں کے قبض و تصرف میں آ گئے۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور علی عادل شاہ کا ملاپ

اگرچہ پہلے بھی کئی دفعہ سلاطین عادل شاہیہ اور نظام شاہیہ میں باہمی میل جول ہو چکا تھا لیکن دیرپا نہ تھا، ادھر ملتے تھے ادھر لڑتے تھے۔ ان آئے دن کی لڑائیوں سے دونوں کے ملک تباہ و تاراج ہوتے تھے۔ اس مرتبہ شاہ ابوالحسن اور خواجہ میرک دبیر اصفہانی المخاطب بہ چنگیز خان جو نظام شاہ کا مدار المہام تھا، ان دونوں نے سعی بلیغ کی اور دونوں کے دلوں کو کدورت اور نفاق سے پاک کر کے ملا دیا اور یہ طے پایا کہ نظام شاہ ملک بیدار اور براڑ لے لے اور عادل شاہ اسی کے برابر بیجانگر کی سلطنت میں سے قبضہ کرے دونوں کا ملک وسیع ہو جاتا ہے پھر لڑائی بھڑائی نہ ہو اس معاہدے کے بعد دونوں بادشاہ دارالحکومت کو واپس گئے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا ملک براڑ کو فتح کرنا اور عادل شاہ کا علاقہ بیجانگر نلکنڈہ وغیرہ پر یورش کر کے واپس آنا

نظام شاہ نے اس معاہدے کی بنا پر لشکر فراہم کر کے براڑ پر چڑھائی کی۔ براڑ میں تفاول خاں کے بیٹے نے اپنے بادشاہ کو قید کر رکھا تھا اور ایک اودھم مچا رکھی تھی لوگ جان سے بیزار تھے نظام شاہ کے جاتے

Marfat.com

ہی ٹوٹ کر ادھر آن ملے اور بلا جنگ وجدال کے آنِ واحد میں نظام شاہ تمام ملک برار پر مسلط ہو گیا۔ اب ادھر کی سنئے کہ علی عادل شاہ بیجانگر کی طرف بڑھا راستہ میں جو مقامات ملے ان کو لیتا ہوا نلگنڈہ (سرکار عالی نظام کی مملکت کا ایک ضلع ہے۔ یہ بستی دو بڑے بڑے پہاڑوں کے درمیان آباد ہے۔ حیدر آباد سے سیدھی سڑک نلگنڈہ کو گئی ہے اور بھون گیر اسٹیشن نظام سٹیٹ ریلوے بجواڑہ سکشن سے بھی جاتے ہیں) پہنچا اور محاصرہ کر لیا۔ اقوام ہنود جو پارے گیر یا نائک واڑی کے نام سے مشہور تھے عادل شاہیوں کے لشکر میں ملازم تھے اور ان کی طرف لڑتے تھے بعد رام راج کے قتل کے خود سر ہو گئے تھے اور ان کی جماعت از بس قوی ہو گئی تھی حتیٰ کہ پندرہ ہزار سوار مسلح ان کے پاس تھے یہ لوگ ایک قسم کے لٹیرے تھے جہاں زور چل گیا قابض ہو گئے۔ اسی طرح نلگنڈہ پر قابض ہو گئے تھے۔ باہر سے رسد آنی انہوں نے بند کر دی اور قلعہ کے لوگوں کو خود غلہ وغیرہ پہنچاتے رہے عادل شاہ نے اس وقت ان سے مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور وہیں سے گلبرگہ کی طرف واپس ہوا اور سیر کرتا ہوا بیجاپور پہنچ گیا۔

علی عادل شاہ کی چڑھائی گوا پر ۱۵۱۰ء

یوسف شاہ، اسمٰعیل شاہ اور ابراہیم عادل شاہ اول بیجاپور کے زمان سلطنت میں افواج عادل شاہی کو علاوہ ان سب غنیموں کے ساحل بحر پر ایک نئی طاقت سے مقابلہ کرنا پڑا۔ بندر گوا (بندر گوا مدراس سے ۵۷۸ میل ہے۔ گوا سے سات میل پنجم ہے جو پرتگالیوں کا دار السلطنت ہے۔ گوا کی قدیم بستی یہیں سے دس میل ہے۔ پنجم بہت عمدہ قابل دید مقام ہے جہاں خوش نما باغات ہیں۔ گوا میں قدیم زمانے کے گرجے ہیں جن میں سے سینٹ کے ای ٹاور اور بام جیزز کے دو گرجے اب بھی اچھی حالت میں ہیں۔ بام جیزز کے گرجا میں سینٹ فرینسس زیوبر کا مزار ہے جو گوانیوں کا بڑا مقدس پادری تھا۔ جس نے ملاکا میں وفات پائی اور جس کی نعش یہاں لا کر ایک نقرئی تابوت میں رکھی گئی ہے۔ جس کی زیارت کے لیے لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ بندر گوا کا منظر، جہازوں کی کثرت، باغات کی بہتات، یہ سب چیزیں قابل دید ہیں۔ گوا میں مال تجارت بہت کثرت سے آتا ہے۔ اور بہت بڑی منڈی ہے۔ "کیسل راک" یہاں سے ساڑھے تین میل ہے۔ یہ مقام بری گانزا گھاٹ کی چوٹی پر ہے اور سطح سمندر سے ۱۹۰۷ فٹ بلند ہے۔ یہاں سرکار انگریزی کا کسٹمز ہاؤس اور نمک کا محکمہ ہے۔ کیسل راک سے کالم (جو پائیں گھاٹ میں ہے) تک کا منظر اور آبشار دودھ ساگر قابل دید ہیں۔ ان مقامات کے برابر سمندر کے

Marfat.com

کنارے کنارے ریل دوڑتی ہے) اور اس کے متصل مقامات سلاطین بہمنیہ کے تحت میں تھے لیکن ان سے بغاوت کر کے یوسف عادل شاہ کے قبضے میں آ گئے تھے لیکن ۱۴۹۸ء میں واسکوڈی گاما نے دیکھا تو ساحل مشرقی ہند پر ایک بیڑا جہازوں کا پھرا کرتا تھا۔ جس سے واسکوڈی گاما سے مٹ بھیڑ ہو گئی اور اس نے اس بیڑے کے سردار ایک فرانسیسی یہودی کو گرفتار کر لیا۔ ۱۵۱۰ء میں آفونسوالبوکرک ایک بیڑا جہازوں کا لے کر بندر گوا کے مقابلے پر پہنچ گیا اور اگرچہ افواج بیجاپور نے روک تھام کی، مگر پرتگالیوں نے قبضہ کر لیا اور دراتے گوا میں گھس آئے۔ اس واقعے کے تین مہینے بعد بیجاپور سے ایک بہت بڑا لشکر آ پہنچا اور اس نے آتے ہی پرتگالیوں کو نکال دیا جو مجبوراً اپنے جہازوں پر چلے گئے لیکن قبل از ختم سال ۱۵۱۰ء پھر دوبارہ یورپ سے تازہ دم فوج بہت سے جہاز لے کر گوا کے محاذی آ پہنچے اور بڑی خوں ریز لڑائی کے بعد افواج بیجاپور کو بندر گوا سے نکال باہر کیا لیکن مسلمان ایسے چمچڑ تھے کہ جہاں ان کے سینگ سمائے وہیں رہ پڑے۔ ادھر ایک حصہ شہر سے نکالا تو دوسرے حصے میں جا جمے۔ البوکرک نے اپنی فوج کو اذن عام دے دیا اور مرد عورت حتیٰ کہ بچوں تک کو جو جہاں ملا تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ تاریخ ہند میں ایسے سفاکانہ اور ظالمانہ قتل عام کی کوئی نظیر نہ ملے گی۔ جو جو مظالم پرتگالیوں نے ان کے ساتھ کیے ان کے سننے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سچ مچ خون کی ندیاں بہا دیں البوکرک نے شہر کی محافظت کا بندوبست کر کے قلعہ اور مورچوں کو جہاں جہاں ضرورت تھی از سرِ نو مستحکم کیا اور اپنی جگہ خوب بندوبست کر لیا۔ ۱۵۷۰ء میں دکن کے سب بادشاہوں نے مل کر پرتگالیوں کے نکالے جانے کی جان توڑ کوشش کی۔ علی عادل شاہ نے ایک لاکھ فوج اور دو ہزار ایک سو چالیس ہاتھی لا کر شہر کا محاصرہ کر لیا اور کامل دس مہینے تک شہر کو گھیرے رہے مگر کوئی صورت فتح کی نظر نہ آئی ناچار ہار کر واپس جانا پڑا۔

پادریوں کی جماعت کے ہول ناک مظالم اور قتل عام

ایک تو بیجانگر کی تباہی نے گوا کی تجارت کو بٹھا دیا اور دوسرا سبب یہ ہوا کہ پادریوں نے باشندوں سے مذہبی معاملات میں مزاحمت شروع کی اور ایک دم ان کو ادائے فرائض مذہبی سے جابرانہ طریقے سے روک دیا۔ مسجدوں اور دیولوں کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ لوگوں کو بہت سخت پکڑا اور پریشان کیا اور طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے۔ سب کو پکڑ پکڑ کر قید کر ڈالا اس پر بھی وہ لوگ اپنے مذہب پر قائم رہے تو ان کو جان سے مروا ڈالا۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ یہاں رہنا تو موت کے منہ میں رہنا ہے تو اکثر جلاوطن (فرینامی

Marfat.com

سیاح نے ۱۶۷۵ء میں گوا کے ہول ناک مظالم کا چشم دید حال لکھا ہے کہ میں ایک دن صبح کو اس مقام پر گیا جہاں کہ پادریوں کا دار القضا بنا ہوا تھا، دار القضا کیا تھا مقتل تھا۔ بازار کے بیچوں بیچ ایک بڑا بہت بھاری اونچا انجن سولی کی طرح کا کھڑا کیا گیا تھا جس کو ایک چرخ لگا ہوا تھا انجن پر پہنچنے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اس کو سٹراپیڈو Strappado کہتے ہیں جس کے ذریعے سے سزا پہنچانے کا یہ طریقہ ہے کہ ایک بڑا شہتیر بلندی پر لگا ہوا ہے اس پر کھینچ کر انسان کو چڑھادیتے تھے اور وہاں سے اسے گرادیتے تھے جس کے صدمے سے اس کی ہڈیاں چورا چورا ہو جاتی تھیں۔ وہیں قریب میں اوپر دار کو ایک جزیرہ تھا جہاں پادری کے فتوے کے موافق لوگوں کو زندہ آگ میں ڈال کر جلادیتے تھے جن کے لیے یہ سزا تجویز کی جاتی تھی ان کو دار القضاء سے بھتنے اور شیطان کا خوف ناک لباس پہنا کر لاتے تھے اور جلاد کے حوالے کردیتے تھے۔ بازار میں سوائے سور کے گوشت کے اور کسی قسم کا گوشت کاٹنے کی ممانعت تھی جو ہندو اور مسلمان دونوں کے لیے ایک غضب کا سامنا تھا۔ ایک اور سیاح لنس کوٹن Linschoten ۱۵۵۳ء سے ۱۵۸۹ء تک ہندوستان میں رہا ہے وہ بھی پادریوں کی انکوئی زیشن کے مظالم باشندگان کے قید کرنے اور تکلیف دہی کی تائید کرتا ہے۔ مخفی مباد کہ عیسائیوں کے رومن کیتھولک فرقے میں Inquisition پادریوں کی اس مقدس جماعت کا نام ہے جو برگشتہ اور مرتد لوگوں کے افعال اور مذہبی الزامات کی تحقیقات اور سزادہی کے واسطے مقرر کی جاتی ہے) ہوگئے۔ ۱۵۶۷ء میں ملک دکن ہند کی ملکی حالت یہ تھی کہ اگرچہ دکن کے شاہان اسلام ہندوؤں پر پوری فتح پاچکے تھے لیکن پھر بھی ان میں آپس میں پھوٹ چلی جاتی تھی اور گو ہر ایک کا ملک جدا جدا تھا تاہم ایک دوسرے کا جانی دشمن تھا۔ بیجانگر کی بڑی سلطنت تو تباہ ہونے کے بعد وہاں کے لوگوں نے پین کنڈہ میں پناہ لی تھی۔ سداسیو راجہ اب تک بھی ترمل راج کی قید میں تھا۔ تین بھائیوں میں سے صرف ترمل راج بچ گیا تھا اور وہی ٹوٹی پھوٹی حکومت کرتا تھا ساحل سمندر پر پرتگالیوں کی تجارت دم توڑ رہی تھی۔ تالی کوٹہ کی لڑائی کے بعد کے واقعات کو تاریخ فرشتہ میں حسب ذیل لکھا ہے۔ تالی کوٹہ کی لڑائی کے چند دن بعد بادشاہ رام راج کے ملک کی طرف بڑھے اور آنا گندی (مدگل، تادرگیرہ، کنک گیری مقامات پر سے ہوتے ہوئے آنا گندی پہنچے جو ۵۵ میل کا فاصلہ ہے یہ سب مقامات ریاست سرکار نظام ضلع رائچور میں ہیں کنک گیری میں ایک بہت بڑا دیول ہے۔ یہ دیول بہت عالیشان اور خوش نما بنا ہوا ہے اور سمستان نپلی حیدر کے تفویض ہے۔ اور ہر سال پھاگن کے مہینے میں ایک بہت بڑی بھاری جاترا ہوتی ہے۔ یہاں کا لکڑی کا رتھ بہت عظیم الشان اور قابل دید ہے جس

Marfat.com

میں نقش و نگار اور تصویروں کی بڑی صناعی کی گئی ہے جو حال میں بارہ برس میں تیار ہوا اور اس کی لاگت قریب دس ہزار روپے کے بیٹھی ہے۔ سینکڑوں آدمی موٹے موٹے رسے لگا کر کھینچتے ہیں اور پیچھے سے بڑی بڑی بلیوں سے پہیوں کو ڈھکیلتے ہیں رتھ پر پجاری سنکھ لے کر بیٹھتے ہیں اور دیو پر مور چھل جھلتے رہتے ہیں۔ دس پندرہ ہزار آدمیوں کا مجمع ہوتا ہے۔ اس دیول میں اب تک پجاری مقرر ہیں اور معاش من جانب سرکار عالی نظام جاری ہے۔ اس دیول کے اندر بڑے بڑے پتھروں پر سنسکرت میں کتبے موجود ہیں جن میں اس دیول کی تاریخ اور عطیات و انعامات کی کیفیت کندہ ہے۔ اس دیول کے برآمدے میں بڑے بڑے پتھر کے ستون گھوڑوں کی شکل کے بنا کر لگائے ہیں اور ان پر عورتوں کی مورتیں بٹھائی ہیں۔ چھت پر ہزارہا تصویریں بتوں کی پتھر میں تراشی ہیں اور بے انتہا محنت اور صرفے سے یہ کام پورا کیا گیا ہے۔ اس موضع میں ایک عجیب و غریب باؤلی بھی ہے جو بہت بڑی اور نہایت عمدہ سنگ بست بنائی گئی ہے۔ اس باؤلی کا نام "لکھا" باؤلی ہے اور قابل دید ہے۔ نام سے معلوم ہوتا ہے کہ لاکھ روپے کے صرفے سے بنی ہے اس کے علاوہ اس موضع میں ایک بہت بڑا سنگ بست حوض ہے کہ جس کا عمق ہاتھی سے زیادہ ہے اور اس کے بیچ میں ایک برجی بنی ہوئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کشتی میں سوار ہو کر اس حوض کی سیر کرتے تھے اور اس برجی کے اندر بیٹھ کر تماشا دیکھتے تھے۔ سمستان آناگندی کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ تمراج پسر رام راج نے وقت شکست بیجاپور علی عادل شاہ کے پاس پناہ لی تھی۔ اس نے معروضہ کیا کہ وینکٹادری رام راج کا جانشین بن گیا ہے اور وہ رفتہ رفتہ قوت حاصل کرنا چاہتا ہے اور ریاست کے تمام امراء و روسال اسی کے ساتھ ہیں اور میں تن تنہا رہ گیا ہوں لہٰذا میری التماس ہے کہ بادشاہ جہاں پناہ مجھے ملازم رکھ کر قلعہ آناگندی عنایت فرمائیں۔ بادشاہ اسے اپنا بیٹا کہہ چکا تھا اسے طلب فرمایا اور تسلی دی اور اسی روز چتر و اثاثہ سلطنت کہ لازمہ راجگان بیجانگر ہے، اس کو دے کر حکومت آناگندی پر روانہ فرمایا آناگندی بیجانگر سے قریب تنگ بھدرا کی دوسری طرف ایک بڑا قصبہ اب بھی موجود ہے اور حصار مستحکم ہے بیجانگر سے بھی پہلے کا یہ شہر ہے۔ علی عادل شاہ نے بعد خرابی بیجانگر اس قصبے کو دوبارہ آباد کیا۔ چند دنوں میں وہاں اچھی آبادی ہو گئی۔ بھٹکے بھٹکائے لوگ کثرت سے آکر جمع ہوئے۔ اسی سلسلے و خاندان کے راجہ یہاں اب تک قائم ہیں۔ انگریزی علاقے میں تین گاؤں ان کو جاگیر تھے وہ تو حال میں ضبط ہو گئے۔ اب ۱۸۲۴ء سے پانچ سو روپے کی پنشن ملتی ہے اور سرکار نظام سے البتہ انیس مواضع تخمیناً چالیس ہزار روپے سالانہ محاصل کے اب تک جاگیر ہیں۔ نواب سر سالار جنگ مرحوم نے

Marfat.com

دس ہزار روپے سالانہ پیش کش ان پر لگا دیا تھا مگر وہ بھی آج تک انہوں نے برابر نہیں دیا نہ سرکار سے مطالبہ میں کوئی تشدد ہوا اب بہ سہولت اقساط میں ادا کر رہے ہیں۔ اب یہی راجہ ہیں جو والی سمستان آناگندی ہیں اور یہی بیجانگر کے راجہ کے خاندان کی عظمت و ثروت کی یادگار ہیں۔ دونوں سرکاروں میں ان کا بہت اعزاز و اکرام ہوتا ہے) تک پہنچ گئے لیکن ان کی فوجیں بیجانگر میں جو دریا کے اس پار سے جا داخل ہوئیں انہوں نے جاتے ہی شہر کو لوٹ ڈالا جو دریائے تنگ بھدرا کے اس کنارے پر ہے اور عمارتوں کو مسمار کیا اور ہر طرح کا ظلم برپا کیا۔ جب یہ لوگ شہر اور مضافات کو لوٹ مار کر تاراج کر چکے۔ ونکٹادری نے (جو لڑائی سے جان بچا کر ایک دور دراز مقام پر قلعے میں پناہ گزیں تھا)۔ (دوسری روایت یہ ہے کہ ونکٹادری تالی کوٹہ کی لڑائی میں مارا گیا اور تین بھائیوں میں سے صرف ایک ترمل راج ہی بچا اور یہی صحیح ہے فرشتہ نے غالباً سنی سنائی بات لکھ دی ہے اور سہواً ترمل راج کی جگہ ونکٹادری کا نام لکھا گیا ہے)۔ نہایت عاجزی سے بادشاہوں کی خدمت میں صلح کے لیے عرض معروض کرائی اور جتنے مقامات کہ رام راج نے مسلمانوں سے لے لیے تھے ایک ایک کر کے سب واپس دے دیے۔ فتح یاب مسلمانوں کو اور کیا چاہئے تھا بیجانگر کی تو وہ اینٹ سے اینٹ بجا ہی چکے تھے اب اس میں کیا دھرا تھا جو اسے لیتے، اس پر رضامند ہو گئے اور رائچور پہنچ کر سب ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور اپنی اپنی دارالخلافت کو روانہ ہوئے راجہ بیجانگر کبھی اس جنگ کی آفت سے پنپ نہ سکا۔ شہر میں تو پہلے ہی دن کے وقت اُلو بولتا تھا، آدمی کا پتہ نہ تھا، رہا ملک اس پر جو جہاں کا زمیندار یا قلعے دار تھا دبا بیٹھا اور ہر شخص اپنی اپنی جگہ راجہ بن گیا۔ مشہور ہے کہ ۱۵۶۸ء میں ترمل راج نے سداسیو راجہ کو بھی مار ڈالا اور خود تخت پر قابض ہو گیا۔ فی الحقیقت راجہ سداسیو برائے نام ہی تھا جو کچھ کیا دھرا ان تینوں بھائیوں ہی نے کیا لیکن ترمل راج کو پھر بھی صبر نہ آیا اور سلطنت کی طمع میں ایسا سرشار تھا کہ سداسیو کی جان لے کر ہی چھوڑا۔ گو ترمل راج کا ہی راج تھا لیکن پھر بھی برائے بیت سداسیو کا نام چلتا تھا چنانچہ ویلور میں چار مقامات پر راجہ ہی کے نام کے سنگی کتبے موجود ہیں جن کی تاریخ مطابق ۵/ فروری ۱۵۶۷ء درج ہے۔

قلعہ تورگل کی فتح ۹۸۱ھ م ۱۵۷۳ء

علی عادل شاہ نے پھر جنگ کی تیاریاں کیں قلعہ تورگل کے لوگوں نے سر اٹھا رکھا تھا اور بغاوت کی۔ یہ قلعہ رام راج کے علاقہ داروں میں سے ونکٹی دیسائی کے قبضے میں تھا۔ پانچ ماہ تک قلعہ کا محاصرہ کیے

Marfat.com

لشکر پڑا رہا جس سے قلعہ کے محصور میں سخت تنگ آ گئے۔ اسی اثناء میں ایک بڑی بھاری توپ کے پھٹ جانے سے قلعہ والوں میں از سر نو دم آ گیا۔ علی عادل شاہ نے توپ کے پھٹنے کا الزام شاہ ابوالحسن کے سر دھرا کہ اس کی سازش اور غفلت سے اتنی بڑی توپ ضائع ہوئی اور اس قصور میں اسے معزول کر دیا اور کمال الدین حسین جس نے ولایت سے آ کر قطب شاہیوں کے ہاں معزز عہدہ پایا اور خطاب مصطفیٰ خاں اردستانی سے سرفراز ہوا اور وہاں چند دن نیک نامی سے بسر کر کے قتل رام راج کے بعد اجازت لے کر بیجاپور کی سلطنت میں آ گیا تھا اور ملازم ہوا تھا۔ امیر جملہ اور وکیل السلطنت مقرر کر کے تمام امور سلطنت اس کے سپرد کر دیئے۔ مصطفیٰ خاں نے بہت کوشش کی اور دو مہینے تک قلعہ کو محاصرہ کیے پڑا رہا محصورین کو اس شرط سے امان دی گئی کہ ونکٹی دیسائی اور اس کے بھائی بندوں کو قلعہ حوالے کر دیا جائے بشرطیکہ وہ خود قلعہ سے مع اموال واہل وعیال کے باہر نکل جائیں۔ مصطفیٰ خاں نے ونکٹی اور اس کے قرابت داروں کو سب کو تکلیف دے دے کر مروادیا اور قلعہ تورگل کا قبضہ کر لیا۔

قلعہ دبارور کی فتح ۹۸۱ھ م ۱۵۷۳ء

قلعہ دبارور جس کا ذکر ہم پہلے لکھ آئے ہیں ضلع بیڑ صوبہ اورنگ آباد میں ہے جو رام راج کے ایک علاقہ دار کے قبضہ میں تھا جو ونکٹادری کی مدد سے بہت قوت و شوکت پکڑ گیا تھا۔ چھ ماہ کے محاصرے کے بعد وہ بھی مصطفیٰ خاں کی سعی سے فتح ہو گیا اور سات مہینے تک بادشاہ اسی قلعہ میں مقیم رہا جب اس نے اطراف کے مقامات کو باغیوں سے پاک کر لیا تو بنکاپور کی طرف رخ کیا۔

قلعہ بنکاپور کی فتح ۹۸۱ھ م ۱۵۷۳ء

رام راج کا تنبول بردار بلب وزیر عرف ونکلیا نائک قلعہ جات بنکاپور، حیرہ اور چندر کونی وغیرہ پر قابض تھا جوں ہی اس نے بادشاہ کے آنے کی خبر سنی قلعہ کے اندر جا بیٹھا اور اپنے بیٹے کو ایک ہزار سوار اور دس ہزار پیادے دے کر تمام جنگل و کوہستان میں پھیلا دیا کہ لشکر اسلام میں باہر سے غلہ آنے نہ دیں اور جہاں تک ممکن ہو ان سے لوٹ مار کریں اور ونکٹادری برادر رام راج کو ایک عریضہ لکھ کر باکاؤں و بھیجا کہ میں حضرت ولی نعمت کی مخالفت میں پشیمان اور نادم اور اپنی تقصیر کا معترف ہوں اب میں مصیبت میں گرفتار ہوں لشکر اسلام نے مجھ پر یورش کی ہے مگر اکیلا ان کی تاب مقاومت کب لا سکتا ہوں یہ وقت ایسا ہے کہ آپ میرے قصورات کو معاف فرما کر بہ نفس نفیس میری امداد کو تشریف لائیں تو میری

Marfat.com

عزت بچتی ہے ورنہ کہیں کا بھی نہ رہوں گا اور میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی آپ سے انحراف نہ کروں گا اور مدۃ العمر گرویدۂ احسان رہوں گا اور سال بہ سال معقول خراج رقم خطیر کا دیتا رہوں گا۔ ونکٹادری نے جواب دیا کہ تو رام راج کا بڑا منہ چڑھا تھا، تیری تمردی اور سرکشی کی بدولت چاروں طرف مخالفت کی آگ بھڑک گئی حتیٰ کہ مسلمانوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور آناگندی اور چندرگیری جو مجھے دیا تھا اسی کی سنبھال ہی مجھے مشکل ہے، تیری مدد کیا کر سکتا ہوں اگر دیکھو کہ زر نقد اور جواہر دینے سے یہ بلا ٹلتی ہے تو ہرگز دریغ نہ کرو اور اگر بائیں ہمہ صلح نہ ہو سکے تو خیر۔ مرتا کیا نہ کرتا، اپنی اطراف کے راجوں کو ایسا ملا لو کہ وہ تیرے بیٹے کی امداد پر آمادہ ہو جائیں اور وقت بوقت چاروں طرف سے لوٹ مار اور آتش زنی شروع کر دیں اور رات بے رات گشت لگائیں۔ اکا دکا جو ملے اس کا کام کنار سے تمام کریں اور میں نے بھی تمہارے ہمسایہ راجوں کو تمہاری امداد کے لیے خطوط لکھ دیے ہیں کہ اس میں ان کا بھی فائدہ ہے۔ اگر لشکر اسلام نے تم کو قلعہ سے نکال دیا تو پھر کسی کی خیر نہیں۔ سب کو ایک ایک کر کے فتح کر لیں گے۔ چوں کہ ونکٹادری خود نہیں آیا اور محض جواب پر اکتفا کیا، بلب وزیر کو ناامیدی ہو گئی لیکن پھر بھی اس نے ونکٹادری کے صلاح پر عمل کیا اور غلہ اور رسد کی آمد چاروں طرف سے بند کر دی اور ہر روز لشکر میں شور و غل مچتا تھا کہ چوروں نے آج گھس کر فلاں شخص کو مار ڈالا۔ کرناٹک کے پیادے تھوڑے سے فائدے کے لیے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے تھے اور اپنے بدن پر تیل مل کر جہاں راستہ ملتا تھا گھس آتے تھے اور جو سامنے آیا انسان ہو یا حیوان اس کا کام کر دیتے تھے اور چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ لشکر والے ہر چند کوشش ان کی گرفتاری کی کرتے تھے مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی تھی۔ اس نواح میں عام شہرت تھی کہ یہاں کے لوگوں کو ایسا جادو آتا ہے کہ مرگھٹ کی راکھ لا کر جہاں چھڑک دی سوئے ہوئے لوگ ہوشیار نہیں ہو سکتے تھے اور اگر کوئی ہوشیار بھی ہو گیا تو وہ مبہوت رہتا تھا اور بات نہ کر سکتا تھا۔ القصہ چند دن یہی حالت رہی اور قریب تھا کہ لشکر واپس جائے کہ مصطفیٰ خاں نے ہمت بندھائی۔ ان قزاقوں اور قحط کا، یوں معقول انتظام کیا کہ چند امرائے ہنود کو جو ابراہیم عادل شاہ اور علی عادل شاہ کے زمانے میں اسی لشکر میں ملازم تھے اور جن کے پاس چھ ہزار سوار تھے ہنود کی فوج کے مقابلے کے واسطے مقرر کر لیا اور آٹھ ہزار پیادوں کو اطراف کیمپ کے ایک گز ہٹا کر بٹھا دیا اور سختی سے حکم دیا کہ سب تمام شب ہوشیار رہیں اگر کسی شخص کو لشکر کے باہر نکلتے دیکھیں فوراً اسے قتل کر دیں۔ اس ڈر سے لشکر میں سے تو کوئی باہر جا ہی نہیں سکتا تھا اگر کبھی پیادوں پر بُری ڈال کر ان کو غافل کر کے

Marfat.com

راندر گھس بھی آئے تو لشکر میں غل شور پڑ جاتا تھا اور چور بھاگنے لگتے تھے اور بھاگے کہ مارے گئے اس بیر سے چوروں کا تو انسداد قرار واقعی ہو گیا اور اسی طرح رسد بھی آنے لگی اور برابر ایک سال تک لشکر اسلام اور ہنود کے لڑائیاں ہوتی رہیں اور ہزارہا آدمی مارے گئے۔ لشکر اسلام نے قلعہ کو گھیر رکھا تھا اور روزانہ جنگ ہوتی رہتی تھی۔ قلعہ والے بھی آلات آتش بازی کا استعمال کر کے نہایت استقلال سے مقابلہ کرتے تھے۔ انہیں دنوں میں بلب وزیر کے بیٹے نے انتقال کیا اس کا مرنا تھا کہ قلعہ والوں کا دل چھوٹ گیا اور پورے تیرہ مہینے محاصرے کو ہونے آئے اور رسد بھی چک گئی اور آئے دن کی لڑائی کے واسطے کون اپنی جان دے۔ رفتہ رفتہ سب راجاؤں نے کنارہ کشی کی۔ ناچار محصورین نے مصالحت چاہی۔ بادشاہ نے حکم دیا فوراً قلعہ خالی کر دیا جائے۔ بلب وزیر اور سب لوگ قلعہ چھوڑ کر جس کے جدھر سینگ سمائے ملک کرناٹک میں چلے گئے۔ علی عادل شاہ نے قلعہ پر قبضہ کرتے ہی ایک عالی شان مندر کو ڈھا کر بطریق مذہب امامیہ اذان دلوائی اور اس جگہ اپنے ہاتھ سے ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور اس فتح کی خوشی میں مصطفیٰ خاں کے مراتب اور بڑھے اور وہ خلعت جو سوائے اسد خاں لاری اور کشور خاں کے کسی اور کو نہ ملا تھا سرفراز ہوا اور اس کے بعد ملک کوکن کے بت سے قلعے اسی نواح کے فتح کیے۔ تین سال کے بعد بالم کنڈہ پر چڑھائی کی رائے بیجانگر خوف زدہ ہو کر پین کنڈہ سے چندر گیری بھاگ گیا اس لڑائی میں عادل شاہ کو کامیابی نہیں ہوئی کیوں کہ بادشاہ گولکنڈہ ہندوؤں کی مدد پر تھا۔ ۱۵۷۹ء میں ابراہیم قطب بادشاہ گولکنڈہ نے اپنے معاہدے کے خلاف دین کنڈہ اور کنڈہ ویڑ، کاچر کوٹ، اور کھمم (حیدر آباد سے ۱۶۰ میل بجوازہ لین پر واقع ہے) پر چڑھائی کی اور وہ تمام مقامات جو رود کرشنا کے جنوب میں تھے فتح کر لیے۔

شاہزادہ ابراہیم کی رسم گل پوشی ۹۸۷ھ م ۱۵۷۹ء

علی عادل شاہ کا کوئی فرزند نہ تھا۔ اس نے اپنے بھتیجے ابراہیم بن شاہ طہماسپ کو ۹۸۷ھ م ۱۵۷۹ء میں اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اسی سال حسب سنت حضرت ابراہیم خلیل شاہزادے کی ختنہ کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی جس رات شاہزادہ گھوڑی چڑھا اس کو حسب دستور ملک دکن دولھا بنا کر لباس پر تکلف میں شب گشت نکالا۔ علاوہ ہر قسم کی آرائش کے ٹوکروں میں آتشبازی تھی شاہ بازار میں دو طرفہ آتش بازی کے جھاڑ لگائے گئے تھے۔ ٹوکروں میں اتفاقاً کوئی گل پڑ جانے سے آگ لگ گئی جس سے سات سو تماشائی جل گئے لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ زندگی باقی تھی جو شاہزادہ بال بال بچ گیا۔

Marfat.com

علی عادل شاہ کی وفات ۹۸۸ھ م ۱۵۸۰ء

علی عادل شاہ کی بہن تانی بی بی سلطان جو علی برید کی بیوی تھی لاولد فوت ہوئی اور تمام مال واسباب اور دھن دولت برید کے ہاں رہ گیا۔ شرع کے مطابق علی برید کو جہیز واپس کرنا لازم تھا چنانچہ علی عادل شاہ کے مطالبے پر علی برید نے سوائے جواہرات کے سب واپس کر دیا۔ کمال خاں نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ سے اور علی برید سے روابط قدیم ہیں اگر ارشاد ہو تو میں اپنی طرف سے کسی کو بھیجوں۔ بادشاہ نے کہا کہ ہاں حق تو ہمارا ضرور ہے۔ علی آقا سر خیل بیدر گیا اور چار مہینے کے بعد کچھ حصہ جواہرات کا مع دو غلاموں کے جو تانی بی بی کے پروردہ تھے ساتھ لایا۔ پادشاہ نے ان دونوں غلاموں میں سے ایک کو جو زیادہ ہوشیار تھا شب میں خلوت میں خفیہ حالات جواہرات اور متروکات کے پوچھنے کو بلوایا اس وقت دو تین خدمتگار بادشاہ کے پاس حاضر تھے غلام نے آتے ہی بادشاہ کے سینے پر ایک ایسا خنجر مارا کہ پیٹھ کے پار ہو گیا بادشاہ مجروح ہو کر محل سے اٹھا اور صحن تک پہنچا تھا کہ گر پڑا۔ رفیع الدین شیرازی محلات کا حوالدار اور خان سالار اور خزانہ دار تھا اس کی نشست تھی موجود تھا اور افضل خاں اسی وقت اٹھ کر اپنے گھر گیا تھا قلعہ کے دروازے ہی تک پہنچا تھا کہ شور و فغاں برپا ہوا۔ رفیع الدین نے اندر آ کر دیکھا تو بادشاہ خون میں لت پت پڑا ہوا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ افضل خاں بھی سنتے ہی راستے سے واپس آیا، آتے ہی نبض پر ہاتھ رکھا دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا، سر پر خاک اڑانے لگا پھر ان دونوں نے بادشاہ کو اٹھا کر محل میں لٹا دیا اور باہر آئے۔ قاتل نے اندر گھس کر حجرے کا دروازہ بند کر لیا دوسرے دن اس کو اور اس کے ساتھ دوسرے خواجہ سرا کو بھی قتل کیا۔ رات ہی سارے شہر میں کھلبلی مچ گئی اور ساری خلقت امنڈ آئی مگر قلعہ کے دروازے بند تھے اندر کوئی گھس نہ سکا۔ صبح سویرے نماز کے وقت امراء نے افضل خاں کو کہلا بھیجا کہ تمام رات ہم بے قرار پڑے رہے اب تو دروازے کھولیے اور آخر آپ کا ارادہ کیا ہے اور کس کو تخت پر بٹھلانا چاہتے ہیں افضل خاں نے کہلا بھیجا کہ تم سب کی صلاح ہو وہی میری بھی ہے۔ سب نے صلاح مشورہ کر کے مرتضٰی خاں انجو کو دروازے کے پاس بھجوایا اور کہلا بھیجا کہ ہم سب نے کمال الدین فتح اللہ کو وکیل کیا اور اس امر پر متفق ہیں کہ شہزادہ ابراہیم کو جو بادشاہ کا بھتیجا اور وارث ہے اور جسے بادشاہ نے اپنے حین حیات ولی عہد مقرر فرمایا ہے تخت پر بٹھایا جائے اور آپ بدستور وکیل السلطنت رہیں رہے دوسرے مناصب ان پر حسب مناسب جس کو چاہیں آپ مقرر کریں۔ افضل خاں نے کہا کہ مجھ

Marfat.com

سے اب اتنی بڑی خدمت کی سرانجام دہی ناممکن ہے آپ کسی دوسرے کا انتخاب کریں۔ مرتضیٰ خاں نے کہا کہ اچھا آپ باہر نکل کر بات چیت تو کریں۔ افضل خاں نے کہا دروازے پر خلائق کا بڑا ہجوم ہے ایسا نہ ہو کہ میں دروازہ کھولوں اور کوئی ہنگامہ نہ ہو جائے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی طرف سے تین چار آدمی منتخب کر کے لے آیئے۔ حسبہ کمال الدین فتح اللہ، کمال خاں، مرتضیٰ خاں، منجن خاں پسر خورد کشور خاں جو کامل خاں کا داماد تھا اندر آئے اور سب کی صلاح سے شہزادہ ابراہیم کو محل مبارک سے لا کر تخت پر بٹھلا دیا اور سبز زرنگار چتر شاہی جو لازمہ سلطنت عادل شاہیہ تھا لگا گیا۔ پھر امراء نے نذریں گزرانیں اور عامہ خلائق نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس کے بعد سب امراء علماء و فضلاء نے بادشاہ کی تجہیز و تکفین کے بعد بادشاہ کی والدہ کے روضہ میں جو شہر بیجاپور کے جنوب و مشرق کے کونے میں واقع ہے بروز شنبہ ۲۴ ماہ صفر ۹۸۸ھ دفن کیا اور دبیر سلطان محمد عادل شاہ نے قبر پر چوکھنڈی تعمیر کرائی جو علی روضہ کے نام سے مشہور ہے۔ رفیع الدین شیرازی ناقل ہیں کہ عام شہرت یہ تھی کہ کامل خاں کی سازش سے بادشاہ مارا گیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ کامل خاں جب سے منصب کار ملکی پر سرفراز ہوا تھا ایسا خود رائے ہو گیا تھا کہ کسی کی سنتا نہ تھا۔ کمال خاں کی جاگیر قلعہ کلھیر پر ایک سید کار پرداز مقرر تھا اس سے اور کامل خاں کے لوگوں سے کچھ جھگڑا ہو گیا انہوں نے خود غرضی سے بے چارے سید کو بیڑی ڈال کر قید کر دیا۔ اس بات کی شکایت بادشاہ کی سمع مبارک تک پہنچی۔ بادشاہ نے متواتر چار دفعہ فرمایا کہ سیدوں کو اس طرح تکلیف دینا کچھ اچھی بات نہیں بہتر ہے کہ اس غریب کو چھوڑ دو لیکن کامل خاں نے کچھ نہ سنا اور جب جب بادشاہ نے کہا ٹال دیا۔ ایک دن بادشاہ کی سواری برآمد ہوئی تھی۔ کامل خاں خواصی میں تھا، ناگاہ اس سید کا باپ روتا پیٹتا بادشاہ کے سامنے آگیا اور واویلا کرنے لگا کہ کامل خاں نے میرے لڑکے کو خواہ مخواہ ایک مدت سے قید رکھا ہے اور کسی طرح نہیں چھوڑتا۔ بادشاہ بڈھے کی فریاد سن کر بہت برآشفتہ ہوا اور کامل خاں کو ایک ایسی لات رسید کی کہ رفیع الدین جو بادشاہ کے پیچھے کھڑا تھا اس پر جا کر اوندھے منہ گرا۔ خیر بات گئی گزری ہوئی، بادشاہ نے آگے چل کر اس تذلیل کی بہت کچھ تلافی کر دی مگر کمال خاں کا سینہ پُر کینہ کی کدورت سے پاک نہ ہوا اور اسی خصومت سے اس نے بادشاہ کو مروا دیا۔ لیکن تاریخ فرشتہ میں وجہ قتل کچھ اور ہی لکھی ہے کہ بادشاہ باوجود یہ کہ تمام اوصاف حمیدہ و خصائل پسندیدہ سے متصف تھا لیکن عیاش بہت تھا اور خوب صورت لڑکوں کی طرف زیادہ مائل تھا۔ بادشاہ نے علی برید کو کہلا بھیجا کہ میں سنتا ہوں کہ تمہارے پاس دو خواجہ سرا صاحب حسن و جمال ہیں ان کو بہت جلد ہمارے پاس بھیج دو۔

Marfat.com

ملک برید نے چند دن عذر معذرت میں ٹال دیئے لیکن آخر کار مرتضیٰ نظام شاہ نے چڑھائی کر دی اور عادل شاہ نے بھی ہزار سوار مدد کے لیے بھیج دیئے۔ مشکل یہ تھی کہ امیر برید خود ان خواجہ سراؤں کو بہت چاہتا تھا مگر اب جب کہ جنگ وجدل کی نوبت پہنچی ناچار بیدر سے ان دونوں کو بھجوا دیا۔ خواجہ سراؤں کو جس کام کے لیے بلایا تھا وہ تاڑ گئے، ان دونوں میں جو بڑا تھا وہ ایک چھری پائجامے میں چھپا کر لے گیارات کے وقت جب بادشاہ اور وہ خلوت میں گئے تو اس نے بادشاہ کے پیٹ میں بھونک دی۔

دریغا کہ آن شاہ عالی نژاد   کہ در عدل مثلش بہ گیتی نزاد
بہ تیغ ستم نقد جان برفشاند   از وغیر افسانہ چیزے نماند
بجز خاک خوباں دریں دشت نیست   بجز خون شاہان دریں طشت نیست
جہاں با ہمہ زینت و زیب او   نیر زد بدیں رنج آسیب او
چنیں ست آئیں گردندہ دہر   کہ بخشد بہ رغبت ستاند بہ قہر

یہ حادثہ عظمیٰ اور واقعہ کبریٰ شب پنجشنبہ ۲۳ر صفر ۹۸۸ھ میں ہوا ملا محمد رضای مشہدی نے حسب ذیل تاریخ لکھی ہے۔

آہ کہ دست اجل درچمن عدل و داد   نخل فتوت بکند شاخ مروت برید
بر فلک خسروی گشت ازیں ماجرا   مہر کرم مختفی ماہ سخانا پدید
خسرو عادل لقب شاہ علی نام انکہ   ظلم بددران او کس نشنید و ندید
وقت وداع جہاں تا زود تلخ کام   از کف ساقی و ہر جام شہادت چشید
منشی و دران غیب از پے تاریخ آں   بر سر دفتر نوشت "شاہ جہاں شد شہید"

۹۸۸ھ

دوسرا ماہ تاریخ "ظلم دید" ہے۔ مدت سلطنت ۲۳ سال اور سن شریف سینتالیس سال تھا۔ رفیع الدین شیرازی نے جو اس دربار میں ایک مقتدر عہدے پر مامور تھا اس واقعہ کا بطور چشم دید ۲۴ر صفر ۹۸۸ھ یوم دوشنبہ مطابق ۱۱ر اپریل ۱۵۸۰ء میں ہونا لکھا ہے۔

گویند بخشر گفتگو خواہد بود   واں یار عزیز تندخو خواہد بود
از خیر محض جز نکوئی ناید   خوش باش کہ عاقبت نکو خواہد بود

Marfat.com

ان دونوں روایتوں میں کون سی بات صحیح ہے اس کا علم تو خدا کو ہی ہے لیکن رفیع الدین شیرازی اور محمد قاسم فرشتہ استر آبادی دونوں کے اقوال میں تھوڑا فرق ہے مگر بمصداق صَاحِبُ الْبَيْتِ أَدْرَى بِمَا فِي الْبَيْتِ۔ فتح الدین شیرازی رام راج کی لڑائی سے پانچ سال پیشتر اس دربار میں ملازم ہوا تھا اور عمدہ خدمات سے سرفراز ہوا اور مراتب اعلیٰ پر پہنچا اور اکیس برس بادشاہ کی ملازمت میں رہا اور بیشتر اسے شرف حضوری حاصل تھا وہ اپنا چشم دید واقعہ لکھتا ہے، رہا محمد قاسم فرشتہ وہ اس واقعہ کے برسوں بعد اس دربار میں آیا اور سنی سنائی بات اس نے لکھدی۔ پس شنیدہ کہ بود مانند دیدہ۔ اب ناظرین خود انصاف کرلیں۔

علی عادل شاہ کی کیرکٹر اور مختصر ذاتی حالات

رفیع الدین شیرازی جو خدمات خان سالاری وحوالداری وخزانہ داری محلات مختلف خدمات پر برابر اکیس سال تک معزز وممتاز رہا اور ہمیشہ حاضر باشی اور ہم کلامی شاہ کا فخر رکھتا تھا، راوی ہے کہ چار دانگ عالم میں بادشاہ کی سخاوت اور داد ودہش کا شہرہ تھا۔ علماء، فضلاء، شعراء، صلحاء اور دوسرے مستحقین فارس وعراق وآذربائجان وعربستان وسائر ممالک کے جوق جوق آتے تھے اور اس چشمہ فیض سے سیراب ہو کر چلے جاتے تھے۔

ہر کجا چشمہ بود شیریں ۔۔۔ مردم و مرغ و مور گرد آئند

صرف اہل شیراز سے ہی مختلف اوقات میں دس ہزار لوگ آکر مالا مال ہو کر چلے گئے۔ ایک فقیر نے آکر ایک نسخہ کلام مجید کا نذر گزرانا اس کو خزانہ عامرہ میں لائے اور ایک بڑا صندوق جس میں ظروف طلائی ونقرئی تھے اس کے سامنے کھول دیا، اس میں بعض برتن پانچ پانچ ہزار ہن کے تھے اور بعض دو دو ہزار کے اور حکم دیا کہ جو پسند ہو، لے لو۔ فقیر نے ایک ظرف پنج ہزاری اٹھالیا۔ ایک شاگرد پیشہ جس کا نام کان نیلجی تھا پیشگاہ خداوندی میں حاضر ہوا اور اپنی شادی کے واسطے خواہان امداد ہوا۔ اسی وقت اسی ہزار ہن کی ارسال آئی تھی، حکم دیا کہ جتنا اٹھا سکتے ہو اس میں سے اٹھالو۔ اس نے سولہ بدرے اٹھالیے جو ایک ایک ہزار ہن کے تھے لیکن وزن زیادہ تھا، لے جانہ سکا، کچھ سر پر رکھے کچھ کندھے پر کچھ دامن میں باندھ لیے اور بہ مشکل روانہ ہوا تو کچھ تھیلیاں گر گئیں، کچھ بوجھ سے پھٹ گئیں اور ہن بکھر گئے جنہیں وہ سمیٹنے لگا، آس پاس جو لوگ کھڑے تھے وہ بھی چننے لگے، تین چار ہزار ہن ان لوگوں کے بھی پلے پڑ گئے۔

Marfat.com

اس طرح کے بیسیوں قصے ہیں، اگر لکھے جائیں تو ایک دفتر ہو جائے اور ہر روز سلام کے واسطے جو لوگ حاضر ہو کر اپنی خدمات کے متعلق عرض و معروض کرتے تھے تو سب کو علیٰ قدر مراتب انعام و اکرام ملتا تھا۔ الغرض جس قدر روپیہ زر و جواہر اور اقمشہ خزانے میں جمع ہوتے تھے چند ہی روز میں وہ اس طرح داد و دہش میں صرف ہو جاتے تھے اور ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ بادشاہ کی عنایت مجھی پر زیادہ ہے۔ بعض وقت گفتگو میں اگر کوئی بات کاٹ کر دخل در معقولات دیتا تھا تو بادشاہ فرماتا کہ پہلے تم میری بات تو پوری سن لو پھر جو اعتراض ہو شوق سے کرو اور رحم و شفقت، نرم دلی، رقیق القلبی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ حکم فرماتے تھے کہ باورچی خانے میں کوئی جانور ذبح نہ کیا جائے۔ کیا ضرور ہے کہ صرف مجھ اکیلے کے لیے اتنی بہت سی جانیں ذبح کی جائیں جس طرح ساری دنیا بازار سے گوشت خرید لیتی ہے ہمارے باورچی خانے کے واسطے بھی لیا جائے اور خاص حکم تھا کہ خاصہ کا کھانا مٹی کے برتن میں پیش کیا جائے باقی لوگوں کے واسطے رسم و قاعدہ کے موافق مختلف قسم کے برتنوں میں چنا جائے تو مضائقہ نہیں۔ اسی طرح کھانے پینے اور لباس میں مطلق تکلف نہ کرتا تھا بالکل مزاج میں سادگی تھی اکثر اوقات خالی زمین پر بیٹھ جاتا تھا۔

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر — آرام سے ہیں وہ جو تکلف نہیں کرتے

ہر شخص سے نہایت خندہ پیشانی کشادہ دلی اور تواضع سے ملتا تھا۔ کھانے کو جو کچھ اور جیسا کچھ مل جاتا تھا کھا لیتا تھا۔ کبھی بدذائقگی کی شکایت زبان پر نہ لاتا تھا اگر کبھی کسی مصاحب نے بے مزگی یا نمک زیادہ ہونے کو کہا بھی تو ہنس کر کہتا تھا کہ خدائے تعالیٰ نے طرح بہ طرح کے کھانے نصیب کیے ہیں، شکر نعمت بجا لانا چاہیے تاکہ اور زیادہ نعمت دے ''شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو'' اعتراض کرنا، ناک بھوؤں چڑھانا کفران نعمت میں داخل ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک دن چند ککڑیاں ایک کشتی میں لگا کر پیش کی گئیں۔ رفیع الدین نے ان کو چھیل کر بیج نکال کر چار چار ٹکڑے کر کے سامنے رکھ دیے بادشاہ نے نہایت رغبت سے پانچ چھ قاشیں ذوق و شوق سے کھائیں اور ایک ککڑی میں سے تین ٹکڑے تو آپ کھائے اور ایک رفیع الدین کو دے کر کہا کہ تم بھی چکھو، اس نے جوں ہی زبان پر رکھا ایسا کڑوا تھا جیسے کہ نیم، سارا منہ کڑوا زہر ہو گیا۔ رفیع الدین حیرت میں تھا کہ ایک ٹکڑے نے اس کے حواس پریشان کر دیے تو بادشاہ سے کیوں کر کھا گئے کہ منہ تک نہ بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ سلامت کا صرف یہ منشا تھا کہ رفیع الدین کو در پردہ اس طرح تنبیہ کی جائے کہ حاضرین میں سے کسی اور کو اس کی خبر

Marfat.com

تک نہ ہو اور رفیع الدین کو ہدایت ہو جائے کہ وہ پھر کبھی ایسی حماقت نہ کرے کہ بے دیکھے بھالے دستر خوان شاہی پر کوئی ایسی ایسی چیز لگا دے۔

نقل ہے کہ ایک دن خاصہ کے وقت حسب معمول دستر خوان چنا گیا۔ بادشاہ محل میں تھا۔ رفیع الدین اطلاع کرنے گیا، دیکھا کہ خزانہ و شربت خانہ کے کچھ خدمت گار بیٹھے غریبا موکھانا کھا رہے تھے۔ بادشاہ کا گزر جو ادھر سے ہوا بہت گھبرا کر سب کھانا چھوڑ کھڑے ہو گئے، بادشاہ سلامت نے کہا نہیں نہیں بیٹھو اور خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر شریک طعام ہو گیا۔ کھانا صرف جوار کی روٹی، کچھ معمولی سالن اور چٹنی تھی۔ بادشاہ نے رفیع الدین کو آتے دیکھ ہنس کر کہا کہ "بے منت شا شکم خود را پر کردیم"

زقدر شوکت سلطاں نہ گشت چیزے کم　　زالتفات بہ مہماں سرائے دہقانے

کلاہ گوشۂ دہقاں بہ آفتاب رسید　　کہ سایہ بر سرش انداخت چوں تو سلطانے

اسی طرح لباس میں بہت سادگی مد نظر تھی۔ حاضر باش ملازم سفید لباس پہنتے تھے۔ مخملی ٹوپی اور کندھے پر ایک چادر ڈال کر سینہ پر اس کے پلے چھوڑ دیتے تھے۔ پاؤں میں کف پائی چرمی اور ہاتھ میں ایک چھڑی رہتی تھی۔ فرش فروش میں بھی تکلف مطلق نہ تھا۔ اگرچہ کئی عمدہ محلات سجے سجائے تھے مگر اپنی نشست کے واسطے ایک پرانا غالیچہ ہی بچھوار کھا تھا لیکن جب کبھی دوسرے ممالک کے ایلچی آتے تھے اور دربار ہوتا تھا تو البتہ تکلف کیا جاتا تھا اور مسند زرنگار اور مخمل اور زربفت کے قالین بچھائے جاتے تھے اور انواع و اقسام کی آراستگی کی جاتی تھی اور ہر طرح کا ادب اور تواضع اور مراسم شاہی ملحوظ رہتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک دن خاصہ سے فارغ ہو کر حکیم الملک پر ٹیکا لگا کر بادشاہ سلامت بیٹھے ہوئے تھے۔ فتح الدین سامنے دستہ بستہ کھڑا تھا بادشاہ نے دامن پکڑ کر کھینچا اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ کہو کیا خبر یں ہیں، دنیا مجھے کیا کہتی ہے اور ان کی میری نسبت کیا رائے ہے؟ فتح الدین بادشاہ کی عنایت بے غایت سے خدمت اقدس میں گستاخ بھی تھا دلیرانہ عرض کی کہ پیر و مرشد کو ابھی تک جیسا کہ چاہیے لوگوں نے نہیں پہچانا۔ اس کا یہ جواب پسند خاطر عاطر ہوا اور مسکرا کر اسے چھاتی سے لگا لیا اور کہا کہ اس بات کو ذرا تفصیل سے کہو نا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت کی ذات مجمع الصفات ہے عوام اس کو کیا جان سکتے ہیں۔ جہاں پناہ جب خدمت گاروں میں تشریف فرما ہوتے ہیں انہیں کے مذاق کی باتیں کرنے لگتے ہیں اور بعض وقت اولیاء اللہ کی طرح بطور الہام غیب کی باتیں زبان فیض ترجمان سے ایسی ارشاد فرمانے لگتے ہیں کہ

Marfat.com

لوگ محو حیرت رہ جاتے ہیں اور جب علماء سے گفتگو فرماتے ہیں تو آپ کا مذاق و تبحر علمی ظاہر ہوتا ہے اور علماء سے ایسی بے تکلف باتیں کرتے ہیں کہ جیسے کوئی بڑا ذی علم مباحثہ کرتا ہے، وہ آپ کی تقریر سن کر از بس محظوظ ہوتے ہیں۔ جب کوئی پولیٹکل معاملہ چھڑ جاتا ہے یا کسی ایلچی سے گفتگو ہوتی ہے تو سکندر اور ارسطو کی دانش مندی گرد ہو جاتی ہے تُکَلِّمُ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُولِهِمْ پس جو شخص ایسی جامعیت کا خود ہو وہ حضرت کو کماحقہ پہچان سکتا ہے، ماو شما کس قطار میں ہیں۔ بادشاہ کا مذاق علمی بہت بڑھا ہوا تھا۔ اسی شوق کی وجہ سے ایک بہت بڑا کتب خانہ جمع کیا تھا۔ قریب ساٹھ کاتب، خوش نویس اور مذہب و مجدول و مجلد و نقاش ملازم تھے۔ منتخب کتب جو بادشاہ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں ان کے چار صندوق سفر و حضر میں ہمیشہ ساتھ رہتے تھے۔ اتفاقاً سفر میں ایک روز منزل پر دیر سے پہنچے اور موسلادھار مینہ برس رہا تھا جس کے سبب سے لشکر متفرق ہو گیا تھا۔ بادشاہ جب اپنے خیمہ میں بیٹھا تو کتابوں کے صندوق کی یاد ہوئی دریافت سے معلوم ہوا کہ خزانۂ عامرہ کے ساتھ دوسرے کسی موضع میں راستہ بھول کر چلے گئے ہیں۔ بادشاہ بہت ناراض ہوا اور کہا کہ بارہا میں نے تاکید کی ہے کہ کتابوں کے صندوق ساتھ رکھا کرو مگر تم لوگوں کو مطلق اثر نہیں ہوتا۔ اسی وقت ایک امیر کو بھیجا کہ جاؤ ابھی صندوق لے کر آؤ اور جب تک صندوق آ نہ گئے بے چین رہا۔

نقل ہے کہ اکثر سہ پہر کے وقت بادشاہ نیم برشت انڈے کھایا کرتا تھا۔ فتح الدین روزانہ بیس انڈے ابلے ہوئے رومال میں باندھ کر بادشاہ کے حضور میں لے جایا کرتا تھا جس میں سے کبھی گیارہ کبھی بارہ کی صرف زردی تناول فرماتے تھے۔ ایک دن حسب معمول انڈے ابال کر لے گیا تو سوائے دو کے سارے گندے نکلے دو ہی بادشاہ نے کھا لیے پھر دوبارہ اور بیس انڈے ابال کر لے گیا سوء اتفاق سے اس میں بھی ایک ہی اچھا نکلا باقی کل گندے، ایک انڈا کھا کر بادشاہ نے کہا کہ شاید میری تقدیر کا رزق اٹھ گیا ہے اور ایسا ہی ہوا کہ اواخر عمر میں اکثر اپنی موت کا ذکر فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک دن دستر خوان پر بیٹھے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بائیس برس سے میں اپنے پروردگار سے مانگتا تھا مگر میری دعا مقبول بارگاہ خداوندی نہ ہوئی کُلُّ أَمْرٍ مَرْهُونٌ بِأَوْقَاتِهَا☆ الحمد للہ والمنۃ کہ اب مجھے بشارت ہوئی کہ ہم نے تیری دعا قبول کی۔ فتح الدین کو بہت خوشی ہوئی اس نے پوچھا کہ آخر وہ کیا بات ہے بادشاہ نے نہایت بشاشت اور شگفتگی سے فرمایا کہ شہادت ہے۔ فتح الدین اپنے سوال سے بہت پچھتایا اور نہایت رنجیدہ ہوا۔ بادشاہ نے کہا کہ تم بڑے بے وقوف ہو جس چیز کی میں سالہا سال سے آرزو رکھتا تھا خدا نے مجھے میری منہ مانگی مراد دی، تم

Marfat.com

کیوں آزردہ ہوتے ہو۔

نقل ہے کہ ایک دن ایک خادم نے آکر کان میں کچھ عرض کیا۔ بادشاہ نے فتح الدین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ عورتوں کے واسطے لباس چاہتے ہیں دلوادو۔ فتح الدین نے عرض کی کہ کس قسم کا لباس دیا جائے، فرمایا سفید لباس دلواؤ۔ ملک دکن میں رواج ہے کہ بیواؤں کو لباس سفید ہی پہنایا جاتا ہے۔ محلات سے تقاضا ہونے لگا فتح الدین نے خادم سے کہا سفید لباس دینے کا حکم ہوا ہے، خادم سر پیٹنے لگا کہ خدا جانے حضرت کو کیا ہوا ہے جو ایسی بدشگون باتیں زبان سے نکالتے، وہم نہیں آتا۔ پھر فتح الدین نے بادشاہ سے عرض کی کہ عورتیں سفید لباس کے لیے انکار کرتی ہیں اور منحوس سمجھتی ہیں، فرمایا کہ "ما نقسیم در قسیم تو ہر چہ صلاح بدانی بدہ"

نقل ہے کہ پرکوٹے میں دو خندقوں کے درمیان بادشاہ نے ایک مسجد تعمیر کرائی جس کا نام غالب مسجد رکھا۔ ایک دن بادشاہ حوالی مسجد میں کھڑا ہوا تھا، فتح الدین سے کہا کہ ہمارے جدامجد اسمٰعیل عادل شاہ کی یادگار ایک تلوار خزانے میں رکھی ہے لاؤ وہ فوراً جاکر لایا۔ تلوار کو نیام سے نکال کر تھوڑی دیر ملاحظہ فرمایا اور کہا کہ آج میں نے کمر سے تلوار کھول دی اب پھر نہ باندھوں گا اس تلوار کو تم لے جاکر مسجد کی محراب میں لٹکادو چنانچہ مدتوں لٹکی رہی۔

نقل ہے کہ انہیں دنوں میں بادشاہ بیٹھا ہوا افضل خاں سے باتیں کر رہا تھا، خان موصوف سے کہا کہ چار ہزار ہن مولانا مصطفٰی خاں کو دے دو کہ شیراز جاکر روضہ امیر سید احمد بن حضرت امام موسیٰ کاظم کی تعمیر کرائیں اور وہاں کے خدام کو تقسیم کردیں۔ فتح الدین کو تعجب ہوا کہ اس کی موجودگی میں خزانہ دار کو حکم نہ دے کر خاں صاحب کو کیوں ارشاد ہوا، شاید خزانے میں روپیہ نہ ہونے کے خیال سے کہا ہو۔ بادشاہ نے اس کا عندیہ معلوم کر کے فرمایا کہ تم کچھ فکر نہ کرو، ان شاءاللہ میری حیات تک خزانہ وفا کرے گا۔ مرنے سے تین چار مہینے پہلے اسی طرح کی باتیں کرتے تھے اور اکثر فرماتے تھے کہ میں اب چند روز کا مہمان ہوں اور بہت جلد جانے والا ہوں۔ کبھی چندر اکر فتح الدین پوچھ بیٹھا کہ کہاں تشریف لے جائیں گے بادشاہ تسلی کے لیے، کبھی فرماتے مکہ معظمہ، کبھی مدینہ منورہ۔ بعض وقت کہتے کہ مجھے ایک ایسا عمل آتا ہے کہ چودھویں رات کو اگر کوئی شخص اس عمل کو پڑھے اور چاند پر نگاہ جما کر آنکھ بند کر کے اپنے سائے کو دیکھے اگر حیات باقی ہے تو پورا سایہ نظر آئے گا۔ ورنہ تن بے سر دکھلائی دیگا۔ ان دنوں میں نے اپنے تن کو بے سر دیکھا ہے۔

Marfat.com

عمارات: اس بادشاہ کے زمان سلطنت میں بہت سے کام مفید رعایا و برایا ہوئے، جن میں عمارات ذیل کی تعمیر بقید سال بتلائی جاتی ہے۔

بنائے قلعہ شاہ درگ المعروف بہ نلدرگ بہ اہتمام میر نعمت اللہ	۹۶۶ھ م ۱۵۵۸ء
بنائے فصیل قصبہ شاہپور متصل بیجاپور	۹۶۷ھ م ۱۵۵۸ء
نہر آب رسانی بہ اہتمام کشور خان	۹۶۷ھ م ۱۵۵۸ء
بنائے شاہ برج وماہ برج	۹۶۷ھ م ۱۵۵۸ء
بنائے پریا محل	۹۶۸ھ م ۱۵۶۰ء
بنائے گگن محل	۹۶۹ھ م ۱۵۶۱ء
بنائے فصیل شہر بیجاپور	۹۷۳ھ م ۱۵۶۵ء
بنائے باغ دوازدہ امام	۹۷۴ھ م ۱۵۶۶ء
بنائے قلعہ دہاروراز کشور خاں	۹۷۵ھ م ۱۵۶۷ء
بنائے باغ فدک	۹۷۶ھ م ۱۵۶۸ء
بنائے ظاہر خانی برج در راچور	۹۷۸ھ م ۱۵۷۰ء
بنائے بنائے ظاہر خانی برج در راچور	۹۷۸ھ م ۱۵۷۰ء
بنائے قلعہ بنکاپور وشاہ پور	۹۸۱ھ م ۱۵۷۳ء
بنائے مسجد جامع	۹۸۵ھ
چاند باؤلی، آنند محل اپنا ذاتی مقبرہ	

قلعہ راچور کے ایک برج پر بھی ایک کتبہ اسی بادشاہ کے زمانے کا ہے جس پر کندہ ہے کہ طاہر خاں نے ۹۷۸ھ م ۱۵۷۰ء میں اس کی تعمیر کی اس میں بادشاہ کا پورا لقب ابوالمظفر علی عادل شاہ کندہ ہے۔

افضل خان شیرازی کے واقعات

افضل خاں کا باپ شیراز کا عامل تھا جو نہایت مرد سنجیدہ اور کارداں تھا۔ شیراز کے تمام حکام اور اکابر اس سے امور عظام میں مشورت لیتے تھے۔ افضل خاں ابھی آٹھ سال ہی کا تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا مگر اس کو دلی شوق حصول علم کا تھا اور نہایت محنت اور کوشش سے اکتساب علم کیا اور علامہ عصر میر فتح

Marfat.com

اللہ شیرازی سے دو سال تک تلمذ رہا اور قلیل مدت میں وہ فارغ التحصیل اور اقران و مثال میں سر برآوردہ نکلا۔ بتلاش معاش اس نے ہندوستان کا رخ کیا اور علی عادل شاہ کے عہد میں بیجاپور پہنچا اور یہاں پہنچ کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ چند طلباء اس کے ساتھ آئے تھے اور بہت سے یہاں جمع ہو گئے۔ شدہ شدہ اس کے علم و فضل کی خبر بادشاہ کی سمع مبارک تک پہنچی بادشاہ نے یاد فرمایا اور دیکھ کر پسند کیا اور اپنے مصاحبوں میں رکھ لیا اور یہاں تک اس کا دخل ہوا کہ تمام امور ملکی اور مالی اسی کی رائے پر طے ہوتے تھے۔ افضل خاں کے مدارج روز بروز بڑھنے لگے یہاں تک کہ میر جملہ اور وکیل السلطنۃ ہو گیا اس نے چن چن کر لائق اور تجربہ کار لوگوں کو جمع کیا تھا اور ملک کے نظم و نسق کو ہر طرح سے درست کر دیا اور اپنے حسن خلق اور عمدہ مدارات سے سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا لیکن کوئی بڑی خدمت بجز لائق اور قابل شخص کے کبھی بھول کر بھی کسی اور کو نہ دیتا تھا۔ شاہ ابوالحسن کو اس کے بھائی نے بوجہ تمردی اور خودسری کے قید کر رکھا تھا۔ مصطفیٰ خاں اور کامل خاں دونوں وزیر تھے اور مزے اور چین کرتے تھے ابوالحسن کی مصیبت کا انہیں کچھ بھی خیال نہ تھا رفیع الدین شیرازی جو افضل خاں کا چچازاد بھائی تھا خان سالار اور خزانہ دار اور حوالدار محلات پر مامور تھا اور اس طرح بادشاہ کی مجلس میں مثل شاہ کمال الدین فتح اللہ شیرازی جو کامل فریس اور سید طرابلیس تھا جو معقولات و منقولات میں یگانہ عصر تھا اور میر عزیز الدین فضل اللہ یزدی و میراں سر فدائی ملائی اصفہانی و میر مرشد قلی یہ سب بڑے بڑے معرکے کے لوگ تھے ان کے علاوہ خاص ملک دکن کے بھی ذی علم لوگ مامور خدمت ہائے جلیلہ تھے اور اکثر بادشاہ کے سامنے مجلس درس اور مباحثہ کی ہوا کرتی تھی۔ غرض افضل خاں کی بدولت علماء و فضلاء اور عقلاء کا ایک بے نظیر مجمع موجود تھا۔ ان لوگوں کے جمع ہونے کے پیشتر افضل خاں کے علم فضل سے کون واقف تھا جب اتنے اتنے بڑے فخر زماں جمع ہو گئے تب افضل خاں کا علم و فضل چمکا اور اس کی قابلیت معلوم ہوئی۔ خصوصاً جب سے کہ بادشاہ نے شاہ کمال الدین کو شیراز سے بلوایا تھا اور صرف اس کے لانے میں چالیس ہزار ہن خرچ ہو گئے تھے اس کے آنے کے بعد علمی بحث و مباحثوں کی اور گرم بازاری ہوئی تب معلوم ہوا کہ افضل خاں کا پایہ علوم کس مرتبے کا ہے۔ یہ مجلس جس میں دو سو علماء و فضلاء تھے بادشاہ کی زندگی تک قائم رہی وظیفہ خواروں اور انعام داروں کی کوئی گنتی ہی نہ تھی۔ افضل خاں جب خدمت جلیلہ وکیل السلطنت سے سرفراز ہوا تو اس نے تین سو برہمن اور سات سو جاسوس تمام قلمرو کی خبر لانے کے لیے مقرر کیے اور پل پل کی خبریں آیا کرتی تھیں۔ بادشاہ خود کہا کرتا تھا کہ جس دن سے افضل خاں نے

Marfat.com

ملکی کام اپنے ہاتھ میں لیا اس دن سے میری آنکھیں کھلیں اور سلطنت اور حکم رانی کا لطف حاصل ہوا۔

حالات مصطفیٰ خاں اردستانی

اس کا اصلی نام کمال الدین حسین تھا جو اردستان کا باشندہ تھا بتلاش روزگار ملک ہندوستان میں آیا آدمی نہایت معقول اور سنجیدہ تھا۔ ابراہیم قطب شاہ کے عہد میں گولکنڈہ پہنچا۔ قطب شاہ نے اس کے علوم و فضل کو دیکھ کر بہت مہربانی کرنے لگا۔ اور بتدریج اسے خدمت جلیلہ مدار المہام سے سرفراز کیا۔ مصطفیٰ خاں نے اپنی بیدار مغزی سے مملکت کا وہ انتظام کیا اور اپنا ایسا سکہ بٹھایا کہ اسی کا طوطی بولنے لگا۔ قطب شاہ برائے بیت رہ گیا۔ مصطفیٰ خاں کی بات بادشاہ بھی بلحاظ مصلحت وقت سنتا تھا۔ قطب شاہ ایک نہایت مدبر اور زبردست بادشاہ تھا اگرچہ سلطنت مختصر تھی مگر اس سے وہ چند سلطنت رکھنے والوں کو وہ بات نصیب نہ تھی جو یہاں تھی۔ اگر سنگین دسترگ معاملہ پیش آجاتا تھا تو بادشاہ نہایت آسانی اور سلاست سے اسے سلجھا دیتا تھا۔ مصطفیٰ خاں کو بادشاہ سے ایک قسم کی رقابت پیدا ہوگئی تھی۔ مصطفیٰ خاں وکیل السلطنت رہا اس نے بہت سا سامان اور جمعیت جمع کرلی تھی جس کی وجہ سے اس کو غرور پیدا ہوگیا اور لوگ اس کے غیر معمولی عروج سے جلنے لگے اور جوڑ توڑ چل کر بادشاہ کو اس سے بدظن کردیا۔ بادشاہ نے مصطفیٰ خاں کے معزول کرنے اور اس کے مال واسباب کے ضبط کرنے کا ارادہ کرلیا۔ مصطفیٰ خاں کے کان میں بھی اس سازش کی بھنک پہنچ گئی۔ وہ خود چاہتا تھا کہ کسی طرح اس مجہلہ سے نکل جاؤں اور کہیں اور چلا جاؤں۔

لیکن کوئی صورت گلوخلاصی کی بن نہ پڑتی تھی حسن اتفاق سے رام راج سے مقابلہ کا سنگین مرحلہ پیش ہوا کہ سب مسلمان بادشاہ آپس میں اتفاق کرکے اس کو زیر کریں اور مصطفیٰ خاں نے قطب شاہ کو جہاد پر آمادہ کیا۔ قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں کو نظام شاہ کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا کہ پہلے اسے ہموار کرے۔ مصطفیٰ خاں جب جانے پر تیار ہوا تو بادشاہ کے حضور میں آکر عرض کی خانہ زاد اب رخصت ہوتا ہے حضور نے مجھ ضعیف پر بڑی سرفرازی فرما کر اس مرتبت پر پہنچایا اب فدوی کی یہ آرزو ہے کہ بعد ان امور کے باحسن الوجوہ طے کرنے کے مجھے حج کعبۃ اللہ و زیارت ائمہ طاہرین کی اجازت مرحمت فرمائی جائے تاکہ وہاں بیٹھا ہوا آپ کے حق میں دعائے خیر کرتا رہوں۔ بادشاہ نے درخواست قبول کی اور مصطفیٰ خاں نے قطب شاہ سے سب معاملات طے کرلیے اور شاہان اسلام کی مجتمع قوت سے جو رام راج کو تالیکوٹہ کے عظیم الشان لڑائی میں ناقابل تلافی نقصان پہنچا جس کی بدولت سلطنت بیجانگر صفحہ دنیا سے

Marfat.com

مٹ گئی اس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ اس کے بعد مصطفیٰ خاں نے کشور خاں کے ذریعہ عادل شاہ کے پاس اور
مولانا عنایت اللہ کی وساطت سے نظام شاہ کے پاس سفارش کرائی۔ ادھر قطب شاہ کو اس کا وعدہ یاد دلایا
اور بحیلۂ حج کہ خواستگار اجازت ہوا۔ قطب شاہ نے کہا کہ اچھا ذرا ٹھہرو مستقر پر پہنچ کر اجازت دی
جائے گی۔ مصطفیٰ خاں جانتا تھا کہ مستقر پر پہنچ کر اجازت ملنا محال ہے۔ مصطفیٰ خاں اپنی بات پر اڑ گیا اور
کشور خاں اور مولانا عنایت اللہ دونوں نے بھی بہ اصرار بادشاہ سے عرض و معروض کی۔ بادشاہ نے بادل
ناخواستہ اجازت دے دی لیکن مشکل یہ آن پڑی کہ مصطفیٰ خاں کے اہل و عیال مال و متاع سب گولکنڈہ
میں تھا پھر ان دونوں نے بادشاہ کو مجبور کیا، بادشاہ ٹالنے لگا، جب اصرار حد سے گزار تو قطب شاہ نے سوچا
کہ بد دل نوکر دشمن برابر۔ اگر اجازت نہ دوں تو عادل شاہ اور نظام شاہ سے ناحق کی برائی مول لوں۔ آخر
کار نہایت آزردگی خاطر سے پروانگی دی۔ مصطفیٰ خاں سیدھا کلبرگہ پہنچا اور وہاں ٹھہر کر اپنے بال بچوں
کو مع مال و اسباب گولکنڈہ سے بلوالیا۔ مشہور ہے کہ اسی ہزار ہن کا مال و اسباب تھا اور بیس ہزار ہن کے
جواہرات اور بارہ ہزار ہن نقد۔ بادشاہ کو مصطفیٰ خاں کی یہ حرکت کہ اس نے بیجاپور سے تعلق پیدا کیا بہت
ناگوار ہوئی اس کا محل تڑوا کر زمین کے برابر کر دیا نام و نشان باقی نہ رکھا صرف ایک باورچی خانہ رہ گیا تھا
جو بادشاہ کے باورچی خانے سے کم نہ تھا الغرض مصطفیٰ خاں بیجاپور میں پہنچا اور علی عادل شاہ کے دربار میں
داخل ہو گیا۔ بادشاہ نے ایک نہایت عالی شان محل رہنے کو دیا اور بائیس ہزار سوار سرفراز ہوئے مدتوں
زمرہ امرائے عظام میں رہا۔ کشور خاں کی وفات کے بعد مدار المہام ہو گیا اور کل کاروبار سلطنت کا مالک و
مختار ہو گیا حتیٰ کہ بادشاہ نے اپنی مہر کی انگشتری جو ہمیشہ ہاتھ میں پہنے رہتا تھا وہ بھی مصطفیٰ خاں کے سپرد
کر دی اور جس مہم پر جاتا تھا مصطفیٰ خاں ساتھ رہتا تھا۔ مصطفیٰ خاں نے اپنی فراست اور سیاست سے
بہت سا ملک فتح کر لیا اور ہمیشہ ہم عصر سلاطین سے نامہ و پیام رکھتا تھا اور تحفہ تحائف بھیجا کرتا تھا اور وہاں
سے بھی اس کو تحفے آتے رہتے تھے۔ مصطفیٰ خاں کے زمانے میں بہت سا حصہ بیجانگر کا حکومت عادل
شاہیہ میں شامل ہو گیا اور سلطنت ایسی عروج و کمال پر پہنچی کہ فی زمانہ کوئی اور بادشاہ ملک دکن میں ان کی
ٹکر کا نظر نہ آتا تھا لیکن افسوس ہے کہ مصطفیٰ خاں کے مزاج میں از حد غرور اور تکبر آ گیا تھا اور ذرا ذرا
سے قصوروں پر سخت ترین سزا دیتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ اس کے شفاخانے کے حکیم کے ہاں ایک رتی
مومیائی کم ہو گئی تھی بعد چند روز کے معلوم ہوا کہ فراشوں اور باورچیوں نے اڑا کر آپس میں تقسیم کر لی
تھی۔ بائیس آدمی اس سرقہ میں ملوث پائے گئے ان کو ایسا پٹوایا کہ سب کے سب مر گئے اور ایسا منضبط اور

Marfat.com

قائم المزاج تھا کہ سات سال کے قریب ملک دکن میں حکومت کی لیکن اس کے باورچی خانے میں چینی کا ایک برتن بھی نہ ٹوٹا جب کسی نے توڑا فوراً اس سے بھر والیا۔ علی عادل شاہ کی وفات کے ساتھ مہینے بعد کشور خاں کے بیٹے نے، اس کا نام بھی کشور خاں کو چک تھا اپنی چار ماہ حکومت میں مصطفیٰ خاں کو بنکاپور میں قتل کر ڈالا اور سارا مال و متاع اس کا برباد کر دیا۔

بڑا ہیرا

جس زمانے میں کہ بھوج ترمل نے چھ لاکھ ہن بھیج کر ابراہیم عادل شاہ کو بیجانگر بلوایا تھا پھر رام راج کے ہموار ہو جانے سے بادشاہ کو اسی لاکھ ہن اور ایک بڑا ہیرا نذر دے کر واپس کر دیا تھا۔ پھر جب علی عادل شاہ رام راج کی ملاقات کو بیجانگر گیا تھا تو دوسرے تحائف کے ساتھ اس نے یہ ہیرا بھی رام راج کو دے دیا تھا۔ یہ ہیرا وزن میں پندرہ مثقال اور اکیس درم کا مربع ہتھیلی کے برابر تھا اس کے بیچوں بیچ ایک سیاہ رنگ کا تل تھا جو منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ ہیرا جب کشن رائے بیجانگر کے پاس آیا تو چند ہی روز میں وہ عالم شباب میں یکایک مر گیا اور آگے چل کر اس کے خاندان سے سلطنت بھی منتزع ہو گئی۔ یہی ہیرا جب ابراہیم عادل شاہ کے پاس آیا تو آتے ہی وہ ایسا بیمار پڑا کہ تھوڑے ہی دنوں میں رخصت ہو گیا اور جب علی عادل شاہ نے رام راج کو دیا تو چار پانچ سال کے بعد ہی جو نتیجہ ہوا وہ تالیکوٹہ کی لڑائی سے ظاہر ہے۔ ایک مدت کے بعد خبر ملی کہ کوئی شخص بندر گوا میں اسی ہیرے کو فروخت کر رہا ہے اور قیمت ساٹھ ہزار ہن لگائی ہے لیکن پرتگالیوں نے اتنی بڑی مالیت کا الماس لینے میں پس و پیش کیا۔ علی عادل شاہ نے الماس لینے کے لیے اپنی خواہش ظاہر کی اور بیجاپور سے ایک عورت اصیلہ بی کو بھجوایا جو بڑی کٹنی تھی کہ کسی طرح مالک الماس کو بیجاپور لائے ابھی وہ آنے نہ پایا تھا کہ آنکس خان کے لوگوں کو معلوم ہو گیا انہوں نے ایک روز آدھی رات کو اس بیچارے کو بستر پر قتل کر دیا اور ہیرے کو لے کر گوا سے چل دیئے۔ آگے چل کر ان لوگوں میں بھی آپس میں پھوٹ پڑ گئی اور کئی لوگ مارے گئے۔ اصیلہ ان لوگوں کے پیچھے لگی اور پتہ لگا کر الماس مظفر آباد میں ہے۔ وہاں سے اس شخص کو جس کے قبضے میں الماس تھا بڑھاوے چڑھاوے دے کر بیجاپور لائی۔ عادل شاہ نے اس ہیرے کو خرید لیا۔ چند روز رکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ہیرا ایسا منحوس ہے کہ جس کے پاس رہا اس کو تباہ کر ڈالا۔ اسی وجہ سے عادل شاہ نے اس ہیرے کو بذریعہ شاہ طہماسپ روضہ حضرت امام ثامن علی موسیٰ رضا پر نذر چڑھا دیا اس ہیرے کے پہنچنے کے چند روز بعد شاہ طہماسپ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اسمٰعیل شاہ خراسان کے تخت پر

Marfat.com

بیٹھا۔ ایک سال پانچ مہینے کے بعد وہ بھی چل بسا اس کے بعد سلطان محمد اور اور اس کے بھائیوں نے ایران سے چار صندوق مرصع مرقد منور امام ہمام کے لیے بھجوائے ان میں سے ایک پر یہ ہیرا جڑ دیا گیا۔ ابھی اس صندوق کو مرقد مبارک پر رکھ کر تین سال نہیں ہوئے تھے کہ عبداللہ خاں ازبک نے سمرقند سے خراسان پر چڑھائی کی اور تمام ولایت فتح کر کے شہر طوس میں پہنچا کہ جہاں مزار مبارک ہے اور شہر میں قتل عام شروع کر دیا۔ خاص اندرون روضہ مبارک کے چار ہزار سادات اور مقتولوں کو جو جان بچانے کے لیے روضہ مبارک میں آن چھپے تھے ان کو بھی قتل کر ڈالا اور ایسی خوں ریزی ہوئی کہ آستانہ مبارک سے خون کی ندیاں بہ گئیں۔ بے شمار مال و اسباب اور خزانہ جو جمع کیا تھا وہ سب لوٹ لیا اور اس کے ساتھ یہ کم بخت ہیرا بھی عبداللہ خاں کے ہاتھ لگا یہاں اس ہیرے نے اپنی نحوست یہ دکھائی کہ چند ہی دن میں عبداللہ خاں بھی مر گیا۔

عبداللہ خاں کے بعد اس کا بیٹا عبدالمومن خاں تخت نشین ہوا۔ اس ہیرے کی نحوست سے وہ بھی تھوڑے ہی دنوں بعد مر گیا۔ اس کے بعد یہ ہیرا کسی شخص کے ہاتھ لگا۔ جس نے اس کو سلطان محمد بادشاہ روم کے پاس پہنچا دیا جو عین عالم شباب میں راہی ملک عدم ہوا اور جب تک روم میں رہا ہمیشہ ایران سے جنگ رہی جس میں سلطنت روم ہمیشہ مغلوب رہی اور مدتوں اس کی نحوست کے آثار باقی رہے۔

قدم نا مبارک و مسعود گر بدریا رود بر آر دود

Marfat.com

چھٹا باب

ابراہیم عادل شاہ ثانی بن طہماسپ المقلب بر جگت گرو

۱۵۸۰ تا ۱۶۲۶ء

دراں قسمت کہ بخشش ہا نمودند | دو ابراہیم را زینت فروزند
یکے دولت سرائے دیں بیار است | یکے شد کار ملک از عدل او راست
ازو گشت آتش شورندہ ریحاں | وزیں نارستم شد نور احساں
ازاں شد خانہ در مکہ پر نور | و زیں ملک سلیماں گشت معمور
شکست آں یک بت آذر بچتی | و زیں یک دین احمد را درتی

ابراہیم عادل شاہ کی تخت نشینی

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ علی عادل شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنے بھائی طہماسپ کی آنکھیں نکلوا کر نظر بند کرر کھا تھا۔ طہماسپ کے دو بیٹے تھے ایک ابراہیم دوسرا اسمٰعیل۔ علی عادل شاہ کو اپنے دونوں بھتیجوں سے محبت تھی اور ان کی نگہداشت اور پرورش نہایت عمدگی سے کرتا تھا کہ شہید ہوا۔ بادشاہ کی اس طرح کی موت سے لوگوں کے دل دہل گئے اور تمام شہر میں کہرام مچ گیا اور تمام امرائے شہر سراسیمہ ہو گئے اور اپنی پریشانی کا اظہار کرنے لگے اور جدھر دیکھو دس دس پانچ پانچ کی ٹکڑیاں مشورہ کر رہی تھیں اور اب بحث یہ تھی کہ جانشین کون ہے۔ سب نے مل کر اس معاملے میں افضل خاں سے امداد چاہی۔ افضل خاں نے فوراً ایک مجلس شوریٰ امراء و اراکین سلطنت کی منعقد کی اور سب نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ بادشاہ مرحوم کے بھتیجے ابراہیم کو جو وارث احق تھا تخت نشین ہونا چاہیئے چنانچہ اسی طرح بلا جواز درنگ شاہزادہ ابراہیم کو تخت شاہی پر بٹھا چتر شاہی فرق مبارک پر بلند کیا حاضرین دربار نے نذریں گزرانیں۔

آں مژدہ کہ اقبال ہمی داد و فاشد | واں کام کہ ایام ہمی خواست برآمد

ابراہیم عادل شاہ ثانی لقب ہوا۔ یہ بادشاہ جگت گرو کے نام سے مشہور ہے اور بعض جگت گیر بھی کہتے ہیں جس کے معنی وہی ہیں جو عالم گیر کے ہیں۔ تخت نشینی کے وقت بادشاہ کا سن شریف صرف نو سال کا

Marfat.com

تھا۔ بشرے سے نہایت ذی فہم اور فریس، سنجیدہ اور متین معلوم دیتا تھا۔ جلوس کے پہلے ہی دن صبح سویرے سے سہ پہر تک دربار ہوتا رہا۔ جب برخاست ہوا اور محل میں جانے لگا تو ایک مصاحب نے عرض کی کہ آج اتنی دیر تک آپ جلوس فرما رہے، ہر آئینہ مزاج والا کسل مند ہوگا۔ فرمایا کہ نہیں جو اہم ذمہ داری خداوند تعالیٰ نے مجھے سپرد فرمائی ہے بھلا اس میں اب آرام کی گنجائش کہاں ہے۔

شاہ را بہ بود از ساعت صد سالہ زہد   قدر یک ساعت عمرے کہ در و داد کند

کامل خاں کا عروج اور قتل

بادشاہ بوجہ کم سنی کے تمام مہام سلطنت کا بار اکیلا کیوں کر اٹھا سکتا تھا کامل خاں پہلے ہی سے ایک بر آوردہ رئیس اور امرائے مقتدر سے تھا۔ اب وہ پورا ریجنٹ ہو گیا اور قلعہ بھی اس نے اپنے ایک متوسل کے سپرد کر دیا۔ پہلے تو اس نے بادشاہ کی تعلیم و تربیت چاند بی بی سلطان زوجہ علی عادل شاہ کے سپرد کر دی اور امراء و اعیان سلطنت سے نہایت فراخ دلی اور کشادہ پیشانی سے پیش آنے لگا اور ہر روز سوائے چہار شنبہ اور جمعہ کے بادشاہ کو دربار میں لا کر امور سلطنت طے پاتے تھے۔ اسی طرح خیر و خوبی سے دو مہینے گزر گئے، لیکن جوں جوں پاؤں جمتے گئے اور عروج بڑھتا گیا، زیادہ تر خود مختار ہو گیا اور بادشاہ کو بالائے طاق بٹھا کر سارے نظم و نسق مملکت کا مالک بن بیٹھا۔ خزانہ عامرہ بالکل اپنے دست قدرت میں کر لیا جو چاہا اٹھایا جس کو چاہا دیا، لیا، پوچھ کون سکتا تھا۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ رفتہ رفتہ اپنا سارا حکم دیا۔ اس کے ساتھ ہی دماغ فلک ہفتم پر پہنچ گیا۔ کسی سے سیدھے منہ بات نہ کرتا تھا۔ بادشاہ کی کچھ ہستی اس کے سامنے نہ تھی۔ "بوئے زنسیم بادہ بس ست مستاں را"۔

چپکے چپکے زر و جواہر کے صنادیق پر متصرف ہوتا چلا گیا۔ رفیع الدین حوالدار کے خیر خواہ ملک تھا اس نے زر و جواہر کی فہرست ٹانکنی شروع کی۔ کامل خاں نے اسے ڈانٹا کہ تو کون ہے جو اس طرح تفتیش کرتا ہے، میں جانوں میرا کام۔ سب سے پہلے حرم محترم اور محلات کی خبر لی، ان کے مقررہ وظائف میں کانٹ چھانٹ کی اور اسی طرح منشیوں وغیرہ کی تنخواہیں بھی روک دیں۔ حتیٰ کہ ملکہ چاند بی بی سے بھی پرخاش کرنے اور کھلم کھلا مخالفت کرنے لگا۔ چاند بی بی کو کامل خاں کی بلند پروازی اور خود سرانہ حرکات سخت ناگوار ہوئیں، اس نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح ممکن ہو اس کو نکالنا چاہیے۔ ملکہ کے ساتھ بہت سے لوگ ہو گئے جن کا ناطقہ کامل خاں نے بند کر رکھا تھا۔ ملکہ نے حاجی کشور خاں کو جو کمال خاں کا فرزند اور

Marfat.com

ایک نامی گرامی ارکان دولت میں سے تھا، کہلا بھیجا کہ تو کیا عورتوں کی طرح چوڑیاں پہنے بیٹھا ہے، کیا تجھے غیرت و حمیت نہیں کہ کامل خاں نے ایسی اودھم مچار کھی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساڑی چولی اور چرخہ بھیج دیا کہ بہتر یہ ہے کہ تو ساڑی چولی پہن کر چرخہ کا تا کر۔ کشور خاں کو بڑی غیرت آئی اور اس طعن کی تاب نہ لا سکا۔ چاند بی بی کا پیغام کیا تھا گویا جلتے توے پر چھینٹا یا کسی نے کلیجے میں بھالا مارا۔ اسی دن سے آب و خور حرام کر لیا۔ صلاح و مشورت کر کے بہت سے لوگوں کو ہموار کر لیا۔ کامل خاں کو جب سازش کی خبر ملی تو اس نے مطلق پرواہ نہ کی اور کہا کہ میں ان گیدڑ بھپکیوں سے کیا ڈرتا ہوں اور جب بھی سنا کہ آج فلاں جگہ اتنے لوگ جمع ہوئے اور یہ صلاح ہو رہی ہے تو اسے ایسا دولت کا نشہ چڑھا ہوا تھا کہ اس کے کان پر جوں بھی نہ چلتی تھی۔ افضل خاں نے بھی بہت کچھ اونچ نیچ سمجھایا کہ تم کو ایسا نہ چاہئے مگر
"میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے"

الغرض جب سب ٹھیک ٹھاک ہو گیا تو کشور خاں ایک دن چند من چلے لوگوں کو اپنے ساتھ لے کامل خاں کی تلاش میں چلا دیکھا تو کامل خاں سبز محل میں بیٹھا ہوا دربار کر رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ ٹھٹ کا ٹھٹ خلقت کا گھسا چلا آرہا ہے تو گھبرا کر شاہی عمارت کے پیچھے چھپتا چھپاتا قلعہ کے دروازے تک پہنچا، دیکھا تو دروازہ بند تھا فوراً خندق میں کود پڑا جو پانی سے بھری ہوئی تھی اور تیر کر نکل گیا اور باغ دوازدہ امام میں جو خندق سے لگا ہوا ہے جا پہنچا کسی نے اسے پہچانا بھی نہیں وہاں سے جھپٹ کر فصیل شہر کے پاس پہنچا جو بارہ گز بلند ہے اور دستار اور کمر بند اور شال کو بٹ کر رسی کی طرح بنا فصیل کے کنگرے سے مضبوط باندھ اتر گیا اور اپنے مکان میں جو قلعے کے باہر تھا جا پہنچا اور بھاگنے کی تیاری کرنے لگا۔ تھوڑی دیر تک قلعہ ہی میں کامل خاں کو پوشیدہ مقامات میں ڈھونڈتے پھرے کہ دروازہ قلعہ کا بند ہے یہیں کہیں دبک گیا ہوگا مگر جب معلوم ہوا کہ خندق کود کر شہر پناہ سے اتر کر اپنے گھر کی طرف چل دیا ہے پھر دیر کیا تھی ساری خلقت محل کی طرف جھک پڑی۔ یہ خبر پاتے ہی کامل خاں کے ہاتھ جلدی میں جو کچھ زر و جواہر لگا، لے کر احمد نگر کی طرف چل نکلا۔ جب یہ لوگ پہنچے تو معلوم ہوا کہ سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ کشور خاں نے کامل خاں کے پیچھے فوراً سواروں کو دوڑایا کہ دیکھو جانے نہ پائے۔ کامل خاں ابھی دو کوس بھی جانے نہ پایا تھا کہ دشمنوں کے نرغے میں گھر گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس طرح بلا میں گھ گیا تو اس نے بھی مقابلہ کیا اور خوب جان توڑ کر لڑا اور بہتوں کو مارا کہ ایک مشہور بہادر شیر بچہ کا کام تمام ہو گیا آخر اکیلا کر کیا سکتا تھا اور لوگوں نے یہ بھی خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہ پیچھے سے فوج

Marfat.com

آ کر کامل خاں کو چھڑا لے سب نے مل کر کامل خاں کا سر کاٹ لیا اور سارا مال و اسباب ضبط ہو گیا بہت سا کشور خاں نے تصرف کر لیا۔ کامل خاں نے صرف دو مہینے بارہ دن حکومت کی تھی کہ بہ مصداق ہر کمالے راز والے اس قدر جلد اس نوبت کو پہنچا۔ "قضائے آسمانست ایں و دیگر گوں نہ خواہد شد"۔

کامل خاں کی جگہ افضل خاں کا نامزد ہونا

کامل خاں کے قتل کے بعد کشور خاں، مرتضیٰ خاں، انجو شاہ قاسم، غالب خاں، معتبر خاں و دیگر امراء و معززین شہر سب آپس میں مل کر مشورہ کرنے لگے کہ کامل خاں کی جگہ کس کو مقرر کیا جائے۔ باتوں ہی باتوں میں معاملہ طول کھنچا اور تلوار چل گئی۔ محل شاہی میں بھی یہ معاملہ در پیش تھا کئی آدمی مارے گئے۔

رنج کی جب گفتگو ہونے لگی آپ سے تم تم سے تو ہونے لگی

چاہیے پیغامبر دونوں طرف لطف کیا جب دو بدو ہونے لگی

کشور خاں افضل خاں کے تقرر پر نہایت زور دے رہا تھا جو خود اس مجلس سے الگ تھلگ تھا لیکن ابھی کچھ فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس خود بہ خود افضل خاں کو کامل خاں کا جانشین بنا دیا جس سے در پردہ تمام حکومت کشور خاں ہی کے ہاتھ میں رہی کہ وہ دونوں ایک جان دو قالب تھے۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور قطب شاہ و رایان بیجانگر کی لوٹ مار سرحد بیجاپور پر

مرتضیٰ نظام شاہ اور قطب شاہ اور رایان بیجانگر تاک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ امراء کی اس قسم کی خانہ جنگیوں کی خبر سن کر ان کو میدان خالی ملا۔ بہ مصداق خانۂ خالی را دیو می گیرد چو طرف لشکر کشی کر کے لوٹ مار کرنے لگے۔ کشور خاں نے افضل خاں کو ان دشمنوں کے مقابلے اور مدافعت پر جانے کے لیے آمادہ کیا کہ سوائے افضل خاں کے اور کوئی ان مہمات کو سر نہ کر سکتا تھا۔ افضل خاں لشکر آراستہ کر کے پہلے قطب شاہ کے مقابلے کو پہنچا۔ امرائے عادل شاہی مثل عین الملک آنکس خاں، امرائے حبشی، اخلاص خاں حمید خاں، دلاور خاں بھی بعد میں پہنچ گئے اور بڑی بھاری لڑائی کے بعد عادل شاہ کو فتح حاصل ہوئی بعد میں مرتضیٰ نظام شاہ کی طرف رخ کیا کہ اس کے علاقہ کا سر سر نوبت بہزاد الملک پندرہ ہزار سوار لے کر چڑھ آیا جو بہت کچھ جنگ و جدال کے بعد پس پا ہوا آخر کار بہت سے لوگوں نے جا کر قلعہ دبار ور میں پناہ لی۔ افضل خاں نے ان کا پیچھا کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ وہیں خبر ملی کہ کشور خاں بیجاپور

Marfat.com

میں گل کھلا رہا ہے اور انواع واقسام کے فتنہ وفساد برپا کر رہا ہے اور جس جگہ دیکھو اپنے متوسلوں کو بھر دیا ہے کہ اسی اثناء میں متواتر ان دو فتحوں کی خبر پہنچنے سے اور بھی کودنے لگا۔ سب نے صلاح کی کہ یہاں سے واپس چل کر چند دنوں قلعہ شاہ درگ میں ستائیں اتنے میں سب امراء وہاں اکھٹے ہو کر صلاح مشورہ آئندہ کے کاروبار کے متعلق کریں گے کہ کشور خاں کا حکم پہنچا کہ نظام شاہ کے لشکر سے جو ہاتھی غنیمت میں ملے ہیں وہ فوراً بھیج دیئے جائیں۔ سب امراء نے صلاح کی کہ کشور خاں کو کیا اختیار ہے کہ ہم سے ہاتھی چھینتا ہے انہوں نے چاند بی بی سلطانہ کو معروضہ لکھا کہ مصطفیٰ خاں کو صوبہ بنکاپور سے بلا کر حسب سابق وکیل سلطنت مقرر کیا جائے کہ کشور خاں سے ہمارا ناک میں دم ہے اس سے صحبت براری ناممکن ہے۔ چاند بی بی نے بھی اس درخواست کو منظور کیا اور مصطفیٰ خاں کو بلا بھیجا۔

مصطفیٰ خاں اردستانی پر کشور خاں کی چڑھائی اور قتل

کشور خاں کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی کہ سب امراء اس کی اکھاڑ پچھاڑ پر تلے ہوئے ہیں تو اس نے چند امرا کے ساتھ ایک مختصر سی فوج بہ سرکردگی امین خاں مصطفیٰ خاں کی سرکوبی کو بھیج دی۔ مصطفیٰ خاں بے چارہ مبتلائے رنج و آلام جہاں سر چھپانے کی جگہ ملی ہندوؤں کے پاس کے قلعہ میں چلا گیا۔ بنکاپور کے قلعہ کا دروازہ اس ڈر سے کھول نہ سکتے تھے کہ کہیں کشور خاں گھس نہ آئے مصطفیٰ خاں کو قلعہ میں لے لینے کے لیے فصیل پر سے ایک رسی لٹکا دی تھی مصطفیٰ خاں اس کے سہارے سے چڑھ رہا تھا کہ خبر پاتے ہی کشور خاں کا لشکر پہنچ گیا اور آدھی دور چڑھا تھا کہ پاؤں پکڑ کر گھسیٹ لیے اور قلعہ بنکاپور میں قید کر دیا اور آخر کار قتل کر دیا۔ روایت ہے کہ بنکاپور میں ایک مشہور منجم تھا اور ہمیشہ اس کی پیشن گوئی صحیح پڑتی تھی۔ چنانچہ قلعہ بنکاپور مسلمانوں کے قبضے میں آنے سے پیشتر اس نے کہہ دیا تھا کہ بیس سال کے بعد مصطفیٰ خاں اس قلعہ کو فتح کر لے گا اور ہندوؤں کے قبضے سے نکل جائے گا اور ایسا ہی ہوا یہ خبر مصطفیٰ خان نے سن کر اس منجم کو بلوایا اور نہایت تلطف و مہربانی سے کہا کہ ہمارا زائچہ تو دیکھو نجومی نے زائچہ دیکھ کر افسردگی سے اپنا سر جھکا لیا۔ مصطفیٰ خان نے کہا کہ جو کچھ نکلا ہے سچ سچ بتا دو منجم نے کہا کہ فلاں سال میں بیجاپور کا ایک امیر آپ کی جان کا دشمن ہو جائے گا اور اسی قلعہ میں آپ مارے جائیں گے۔ آپ کا قاتل بھی تھوڑے ہی دنوں میں بیجاپور سے ملک تلنگانہ کو بھاگ جائے گا۔ اور وہیں مارا جائے گا۔ یہ پیشن گوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ مصطفیٰ خاں یوں مارا گیا اور کشور خاں آگے جا کر تھوڑے ہی دنوں بعد گول کنڈہ میں قتل کیا گیا۔

Marfat.com

چاند بی بی قید میں

چاند بی بی نے جب کشور خاں کی اس نالائق حرکت کا حال سنا کہ اس نے ہمارے حکم سے سرتابی کی تو بہت بگڑی اور کھلے الفاظ میں کشور خاں کو دغا بازی کا ملزم قرار دیا۔ لیکن کشور خاں کا پلہ بہت بھاری تھا اور جب کہ اس نے اپنے حریف مصطفیٰ خاں کو مروا ڈالا تھا تو میدان خالی تھا کسی کو اس کے مقابلے پر آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ کشور خاں چاند بی بی کے درپے ہو گیا۔ چاند بی بی کو درحقیقت امور سلطنت میں بڑا دخل تھا اور ہونا بھی چاہئے تھا اور اس وجہ سے وہ چاہتی تھی کہ صغر سن بادشاہ کی تعلیم و تربیت سب کچھ میں کروں اور وہ میرے پاس رہے اور کشور خاں کی مشاورت سے کاروبار سلطنت کا چلتا رہے لیکن کشور خاں کسی کا رتی برابر دخل روا نہ رکھتا تھا۔ مصطفیٰ خاں کے قتل کے بعد کشور خاں سے چاند بی بی سخت بدظن ہو گئی اور نکالنے کی کوشش کرنے لگی اور چاہتی تھی کہ اسے نکال کر بادشاہ کو اپنی زیر پرورش اسی طرح رکھے اور اسی طرح کاروبار سلطنت کا چلائے جیسے کہ خونزہ ہمایوں اہلیہ حسین نظام شاہ اپنے بیٹے مرتضیٰ نظام شاہ کی صغر سنی میں چھ سال تک حکمراں رہی اور اسی طرح میں بھی ابراہیم کی صغر سنی تک مختار کل رہوں۔ کشور خاں نے جب دیکھا کہ یہ ڈھنگ اچھا نہیں اور آگے چل کر میں بالکل بے اختیار رہ جاؤں گا اس سے بہتر یہ ہے کہ علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد چاند بی بی کو ابھی قید کیوں نہ کر دیا جائے نہ وہ رہے گی نہ یہ شورش بپا ہو گی۔ کشور خاں نے چاند بی بی کو محل خالی کر دینے کے لیے بہ اصرار کہلا بھیجا لیکن ملکہ نے انکار کیا تب خواجہ سراؤں کو جبراً گھر سے باہر نکالنے کو بھیجا گیا لیکن ان کی کیا مجال تھی کہ ایسی سوء ادبی کرتے۔ آخر کار کشور خاں نے اپنے خاص خاص خواجہ سراؤں اور عورتوں کو بھیج کر نہایت ذلت اور رسوائی سے ملکہ کو گھسٹوا کر پالکی میں بٹھا ایک دم ستارے (ناسک ممبئی سے ۱۱ میل ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے شہر پانچ میل ہے۔ مغربی حصہ ہند میں ناسک کا وہی رتبہ ہے جو بنارس (کاشی) کا شمالی ہند میں۔ وہاں گنگا بہتی ہے۔ یہاں گوداوری۔ اہل ہنود گوداوری کو گنگا سے کم نہیں سمجھتے اور ان کا عقیدہ ہے کہ مبداء دونوں کا ایک ہی ہے۔ گنگا زمین کے اوپر بہتی ہے اور گوداوری زمین کے اندر اندر یہاں آن پہنچی ہے مگر نکلی دونوں ایک ہی جگہ سے ہیں۔ گوداوری میں اشنان کرنے سے ہر قسم کا پاپ دھل جاتا ہے۔ رام کو گوتم رشی نے اس سرچشمہ آب حیات اور باعث نجات کا پتہ دیا تھا۔ جلاوطنی کے زمانے میں رام مدتوں یہیں رہا ہے۔ دریا کے دونوں کناروں پر آبادی ہے۔ صدہا مندر، شوالے، دھرم سالے

Marfat.com

اور خوش نما گھاٹ بنے ہوئے ہیں۔ یوں تو ہمیشہ زائرین کا مجمع رہتا ہے مگر خاص کر ہر بارھویں سال بہت بڑا اژدھام خلائق کا ہوتا ہے یہاں کا دیول پنچاوتی جو پانچ بڑ کے درختوں کے سایہ میں بنا ہوا ہے بہت مشہور ہے۔ وجہ تسمیہ ناسک کی یہ ہے کہ لچھمن نے سرپناکھ کی ناک یہیں کاٹی تھی اس کے علاوہ سیو اور بالارام کے دو مندر بہت خوب صورت سر برآوردہ اور قابل دید ہیں۔ پنچاوتی کے دیول میں ایک رام کنڈ بھی ہے جس میں رام بہ نفس نفیس اشنان کرتے تھے۔ ناسک بلحاظ خوش آب و ہوا کے ایک مشہور مقام ہے جو ۲۹۰۰ فٹ سطح سمندر سے بلند ہے۔ ناسک سمندر سے صرف ساٹھ میل ورے ہے اور سمندر کی فرح بخش ہوا کے جھونکے یہاں بھی محسوس ہوتے ہیں۔ ترکاریاں اور میوہ جات خصوصاً انگور کثرت سے ہوتے ہیں۔ تانبے اور سپتیلی ظروف کی بڑی بھاری نکاسی ناسک سے ہوتی ہے۔ ناسک سے چھ میل پر گوداوری کے کنارے گنگاپور میں بھی چھ مندر ہیں اور یہاں ایک قابل دید آبشار بھی ہے۔ ناسک سے بیس میل دریائے گوداوری کے منبع پر ترمبک مقام بہت متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ ناسک سے پانچ میل ممبئی کی سڑک پر غارہائے لنیا بھی دیکھنے کے قابل ہیں۔ ڈاکٹر پچی فپسن کا دار الصحت (سینی ٹیریم) عورتوں اور بچوں کے لیے اسٹیشن کے قریب بنا ہوا ہے۔ جس میں سولہ چھوٹے چھوٹے مکانات ہیں یورپینوں کے لیے چھ ہندوؤں کے، چار پارسیوں کے، دو دیگر اقوام کے لیے، تین شہر سے ڈیڑھ میل سہارن پور مقام پادریوں کی عمارات پولیس ٹریننگ سکول اور ہندوؤں کی ایک سینی ٹیریم، سٹشین کے قریب انجینئر نامی پہاڑی ایک تفریح گاہ اور صحت بخش ٹھنڈا مقام ہے جہاں گرمیوں کے موسم میں بہت سے لوگ جا کر رہتے ہیں) کو روانہ کر دیا۔ ملکہ کی لونڈیاں باندیاں سب سر و پا برہنہ بیلوں پر سوار سر بازار روتی پیٹتی بے پردہ چلی جا رہی تھیں۔ عامۂ خلائق شہر نے جب یہ حال بے حرمتی محلات شاہی کا دیکھا تو ایک کہرام مچ گیا اور یہ دن علی عادل شاہ کے قتل کے دن سے کسی طرح مصیبت اور جرح و فزع میں کم نہ تھا۔

غضب کا سامنا ہے آج وہ گھر سے نکلتا ہے　　　دل مضطر تڑپتا ہے کلیجہ کوئی ملتا ہے

چو طرف سے کشور خاں پر علی الاعلان اظہار ناراضگی اور نفریں کی جا رہی تھی کہ یہ شخص یزید ملعون ہے کہ جو فرزند زادۂ رسول مقبول یعنی مصطفیٰ خاں کے قتل کا باعث ہوا اور اب بادشاہ کی والدہ محترمہ کے ساتھ یہ شرمناک سلوک کیا قریب تھا کہ لوگ کشور خاں کے مکان کو گھیر لیں اور اس کی تکا بوٹی کر ڈالیں لیکن "رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گزشت" مگر نتیجہ، کار بد کا، کار بد ہے۔ چند روز بھی گزرنے نہ

Marfat.com

پائے تھے کہ کشور خاں نے بھی بہ مصداق کہ کرد کہ نیافت اپنے کیے کا مزہ خوب چکھا جو آگے چل کر معلوم ہوگا۔ کشور خاں کی بیباکی اور شوخی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ بادشاہ خزانۂ عامرہ میں آیا تھا ایک صندوق کھول کر کچھ جواہرات حضرت بڑی صاحبہ والدۂ سلطان ابراہیم کے واسطے بھیجنے کا حکم دیا۔ کشور خان نے طبق میں لگا کر بادشاہ کے ساتھ محل میں بھیج دیئے۔ بڑی صاحبہ نے جو دیکھا تو معمولی تھے۔ بیگم صاحب کو بہت ناگوار ہوا اور جو خوان لایا تھا اس پر بہت خفا ہوئیں کہ یہ چیزیں کیا ہمارے لائق ہیں کشور خاں کو بھیجتے شرم نہ آئی کیا بیگار ٹالی ہے۔ جب بڑی صاحبہ کا کہہ سن کر دل ٹھنڈا ہو گیا تو بادشاہ نے اپنی والدہ کی خدمت میں دست بستہ عرض کی کہ اگر سلطنت ہماری ہے تو سب کچھ ہمارا ہی ہے اور اگر سرے سے سلطنت ہی ہماری نہیں ہے تو یہ بھی ہمارے لیے غنیمت ہے۔ از خرس موئے بس است، آپ کیوں آزردہ خاطرہ ہوتی ہیں۔ بادشاہ کا یہ قول خصوصاً اس کم سنی میں بہت قابل قدر ہے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بادشاہ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ تم مجلس میں خاموش بیٹھے رہتے ہو کسی سے بات نہیں کرتے یہ کیا معاملہ ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس مجلس میں مجھ سے بات کرنے کے قابل ہے ہی کون۔ وہاں سوائے چند خدمتگاروں کے اور کون ہوتا ہے ہاں میری جوڑ کا کوئی ہو تو میں مخاطب ہوں۔ علاوہ بریں شوکت و عظمت شاہی کے لیے رعب داب اور وقار و تمکین ضرور ہے خصوصاً میرے لیے کہ میں کم سن ہوں اس لیے بھی میں خاموش رہتا ہوں۔

کشور خاں کا بیجاپور سے احمد نگر فرار ہونا اور وہاں سے ملک قطب شاہ میں پناہ لینا اور مارا جانا

افضل خاں کو دشمن کے مقابلے میں دو مرتبہ کامیابی ہو چکی تھی اب تیسری مرتبہ بھی چاہتا تھا کہ جو لوگ بھاگ کر قلعہ دہارور میں جا چھپے ہیں ان کی خبر لے اور امراء کو بار بار اس مہم پر چلنے پر آمادہ کرتا تھا مگر وہ کشور خاں کے ڈر سے ہامی نہ بھرتے تھے اور بظاہر عذر کرتے تھے کہ بعض بعض امراء اس وقت باہر گئے ہوئے ہیں وہ آجائیں تو سب اکٹھے ہو کر مہم پر چلیں گے۔ چند روز کے بعد امراء اپنی جمعیت سے آگئے اور انہوں نے آکر چاند بی بی سلطانہ کے افسوس ناک واقعہ کا حال سن کر نہایت پیچ و تاب کھایا اور سب مرنے مارنے پر تل گئے۔ کشور خاں کا بھائی مغل خاں منصب سر خیلی رکھتا تھا اور بیٹا کمال خاں مرسر نوبتی تھا دونوں امراء اس مجلس میں مع جمعیت موجود تھے سارے امراء ان دونوں پر پل پڑے اور

Marfat.com

پکڑ کر قلعہ شاہ درگ میں قید کر دیا۔ اخلاص خاں نے دولت خاں اور دوسرے امراء کو اپنے ساتھ لے کر کشور خاں کی خبر لینے کی غرض سے بیجاپور کا قصد کیا۔ کشور خاں کو جب خبر ملی تو اس کو اپنے بھائی اور بیٹے کے لالے پڑ گئے اور ان کے چھوڑانے کی فکر میں پڑ گیا۔ کشور خاں کے مصاحبوں نے کہا کہ گو کہ لشکریوں نے آپ کے بھائی اور بیٹے کو قید کر لیا ہے لیکن اتنا بڑا کام بلا مشورے افضل خاں کے ہونا ناممکن ہے۔ پس مناسب یہ ہے کہ آپ بھی اس کے بھائی رفیع الدین کو جو یہاں موجود ہے قید کر لیں اس دباؤ میں آکر وہ آپ کے بھائی اور بیٹے کو چھوڑ دے گا لیکن دوسرے صائب الرائے ارباب نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ ہرگز ایسا نہ کرنا ورنہ قیامت ہی ٹوٹ پڑے گی۔ افضل خاں لاؤ لشکر لیے ہوئے سرحد پر پڑا ہی ہوا ہے جوں ہی اپنے بھائی کی خبر سنے گا یلغار آن دھمکے گا اور آپ میں اس کے مقابلے کی طاقت نہیں۔ امیر امراء سب آپ سے بددل اور اس کے کلمہ گو ہیں، لینے کے دینے پڑ جائیں گے، اس سے بہتر تدبیر یہ ہے کہ رفیع الدین کو بلا کر نہایت خاطر تواضع سے پیش آکر اسے ہموار کر لیجئے اور اس کی وساطت سے محبوسین کی رستگاری کی تدبیر کیجئے۔ کشور خاں نے ایسا ہی کیا اور رفیع الدین سے قول و قرار ہو گیا لیکن ابھی اس وعدے کی کوئی عملی صورت اختیار نہ کی تھی کہ یہ خبر طشت از بام ہو گئی اور میدان جنگ میں پہنچی تو اخلاص خاں بے تاب ہو گیا اور وہیں سے ایک بڑی فوج لے کر بیجاپور یلغار پہنچا۔ کشور خاں نے دیکھا کہ اس کے پاس بھلا اتنی فوج کہاں جو اخلاص خاں سے کلہ بہ کلہ لڑ سکے، تو اپنا سب مال و متاع سمیٹ کر سیدھے احمد نگر کی راہ لی۔ احمد نگر میں بھی اس کے پاؤں نہ جمے۔ جب اس کی نمک حرامی کا حال کھلا تو انہوں نے بھی اسے دھکے دے کر نکالا۔ احمد نگر سے بھاگ کر قطب شاہ کے علاقہ میں سر چھپایا۔ قضارا مصطفیٰ خاں کے ایک ملازم نے ان ذات شریف کو پہچان کر وہیں اس کو تہ تیغ کر کے اپنے مالک کی جان عزیز کا انتقام لیا۔ کشور خاں کا عروج اور زوال سب چار مہینے کے اندر اندر ہو گیا اور بہ مصداق چاہ کن را چاہ در پیش جیسا اس نے مصطفیٰ خاں کے ساتھ سلوک کیا تھا خود اس کے سامنے آیا۔

اخلاص خاں کا عروج اور کشور خاں کے اہل و عیال سے شرمناک بدسلوکی

اخلاص خاں اور دوسرے امرائے حبشی اور دکنی کو جب کشور خاں کے فرار ہو جانے کی خبر ملی تو سب کے سب بلا روک ٹوک ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے سب کو علیٰ قدر مراتب مناصب اور خلعت سے سرفراز ہوئے۔ اخلاص خاں کو اب منصب وکالت ملا اور کل امور ملکی و مالی تفویض ہوئے۔

Marfat.com

اخلاص خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ کشور خاں کے متوسلین متفرق قلعوں اور تعلقات پر مامور ہیں اگر اجازت ہو تو میں ان کو ہٹا کر دوسرے لائق شخصوں کو مقرر کروں۔ بادشاہ نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ جو کچھ انتظام جدید کیا جائے میر رفیع الدین برادر افضل خاں کی صلاح مشورے سے کیا جائے اور اسی دن علیا حضرت چاند بی بی سلطانہ کے نام فرمان سعادت عنوان صادر ہوا اور ملکہ موصوفہ ستارے سے بیجاپور رونق افروز ہوئیں دریافت سے معلوم ہوا کہ کشور خاں جاتے جاتے شاہی مہر بھی لے کر چل دیا۔ اب کاروبار سلطنت کا کیوں کر چلے رفیع الدین نے عرض کیا کہ بادشاہ شہید کی ایک انگشتری عقیق یمنی کی جس پر "اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب" کندہ ہے اور جس کو بادشاہ ہمیشہ پہنے رہتا تھا اور بعض بعض وقت فرامین پر ثبت بھی کرتا تھا خزانے میں موجود ہے جو بادشاہ کے خون میں لتھڑی ہوئی تھی کچھ دنوں اسی سے کام چلایا گیا اس کے بعد کشور خاں گولکنڈہ میں مصطفیٰ خاں کے ایک ہوا خواہ کے ہاتھ سے مارا گیا تب کشور خاں کا ایک غلام مہر شاہی بیجاپور میں واپس لایا۔ اخلاص خاں روزانہ بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوتا تھا اور کاروبار سلطنت چلاتا تھا۔ اس نے چن چن کر کشور خاں کے متوسلین کو معزول کیا اور اپنے علاقے کے لوگوں کو مامور کیا۔

اخلاص خاں نہایت غیور تند مزاج اور بد خو اور کینہ توز شخص تھا ہمیشہ کشور خاں کے لواحقین کی اکھیڑ پچھاڑ میں لگا رہتا تھا چنانچہ یاقوت نامی کشور خاں کے حبشی معتمد کو جو بادشاہ کی خدمت میں حاضر باش تھا ٹکڑے ٹکڑے کروا ڈالا اور ایک ایک ٹکڑا اس کا شہر کے ہر دروازے پر لٹکوا دیا اور اس طرح کشور خاں کے تمامی متوسلین کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا اور نہ صرف اسی پر اکتفا کیا بلکہ مزید برآں کشور خاں کے زن و فرزند نوکروں چاکروں کی سخت بے عزتی کی ان سب کو قلعہ سے برسر دربار گھسوا بلوایا اور حکم دیا کہ چوں کہ کشور خاں نے خادمان اور کنیزان شاہی کو دوسرے لوگوں کو بخش دیا تھا میں بھی اس کے تمام لواحقین کو چوڑے چماروں کو دوں گا اور سختی سے اس حکم کی تعمیل کرانا چاہتا تھا۔ دربار میں ایسا کون شخص تھا اور کس کی ہمت تھی کہ اخلاص خاں کو اس ارادے سے باز رکھ سکتا لیکن رفیع الدین نے دل کڑا کر کے کہا کہ کشور خاں نے تو بہ نظر ثواب صرف اسی حد تک کیا تھا کہ لونڈیوں باندیوں کو شریف آدمیوں کو اس غرض سے دے دیا تھا کہ وہ نکاح کر لیں۔ لیکن پھر بھی وہ سخت بدنام ہوا اور اسی کا یہ انجام ہوا کہ در بدر مارا مارا پھرتا ہے۔ لیکن آپ کشور خاں کی معزز خواتین اور حرم کو چوڑے چماروں کو دینا چاہتے ہیں جو کہ نہایت ذی عزت اور مخدرات عصمت ہیں تو آپ سمجھ لیں کہ آپ کی بدنامی کس درجے بڑھ کر ہوگی۔

Marfat.com

اخلاص خاں نے کہا کہ کشور خاں سخت نمک حرام تھا اور اسی توہین کا مستوجب ہے۔ رفیع الدین نے کہا کہ اگر کچھ قصور تھا تو کشور خاں کا تھا ان بے چاری عورتوں اور بال بچوں نے کیا کیا جو اس طرح ان کی مٹی پلید کی جا رہی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ خدا سے ڈرو اور ان بے کسوں کی شرم و ناموس کی حفاظت کرو۔ خیر اس وقت تو اخلاص خاں خاموش ہو گیا لیکن حکم دیا کہ کل نماز صبح کے پیشتر ان لوگوں کو ایسے وقت حاضر کیا جائے کہ دیوان عام میں اور کوئی لوگ نہ ہوں تاکہ میں اپنا قصد پورا کرلوں۔ رفیع الدین کو بھی اس کا پتہ لگ گیا تمام رات وہ بے چین رہا اور ابھی صبح نہیں ہونے پائی تھی کہ اخلاص خاں کے آنے سے پہلے قلعہ میں پہنچ گیا۔ دیوان خانے میں جب اخلاص خاں پہنچا تو دیکھا کہ رفیع الدین پہلے ہی سے بیٹھا ہوا ہے۔ اس کو دیکھتے ہی اخلاص خاں آگ بگولا ہو گیا اور منہ پھیر لیا اور اپنے خدام کو حکم دیا کہ کشور خاں کے محلات کو حاضر کیا جائے تاکہ ہم چوڑے چماروں کے سپرد کر دیں۔ رفیع الدین بیچ میں آیا اور نہایت جرأت سے کہا کہ حاشا و کلا آپ کی یہ حرکت مجھ کو کیا کسی کو بھی پسند نہیں اور نہ آپ کے شایان ہے۔ اس کے کیا معنی کہ آپ ایک معزز امیر گھرانے کی عورتوں کو بے قصور اور بلا وجہ یوں مجمع عام میں رسوا کریں کیا آپ کو خدا کا خوف نہیں ہے لیکن اخلاص خاں نے اس بات پر کان تک نہ دھرا اور جو منہ میں آیا بکتا جھکتا رہا۔ رفیع الدین کے ایک دوست نے اس سے کہا کہ خواہ مخواہ آپ کیوں برے بنتے ہیں آپ کو کیا مطلب جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ رفیع الدین نے کہا کہ اس وقت دربار شاہی میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو ان مظلوموں کے حق میں ایک کلمۃ الخیر بھی کہہ سکے اور امر معروف و نہی منکر ہر سمجھ دار شخص کا فرض ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ میری موجودگی میں اس طرح کا شرمناک سلوک پردہ دار اور معزز عورتوں کے ساتھ کیا جائے۔ الغرض رفیع الدین کے اڑ جانے سے یہ مصیبت ٹل گئی اور مخدرات عصمت اپنے اپنے محل کو واپس چلی گئیں۔ البتہ لونڈیاں باندیاں تقسیم کر لی گئیں جن میں سے چند بادشاہ کی والدہ کی خدمت میں دی گئیں اور جو معمر و مسن تھیں آزاد کر دی گئیں۔ اسی وقت کشور خاں کے چھوٹے بیٹے منجن خان کو حاضر کیا گیا اس بے چارہ کی آنکھیں نکلوانے کا حکم دیا تھا مگر رفیع الدین کے اصرار سے اس کی جاں بخشی ہو گئی۔ انہیں دنوں عبدالمومن مغل زادہ کہ جس کو کشور خاں نے امین خاں کا خطاب دیا تھا اور جو بنکاپور کی مہم پر گیا ہوا تھا اس کا ایک خط اپنے آقا کشور خاں کے نام پہنچا وہ خط اخلاص خاں کے ہاتھ پڑ گیا۔ اس میں لکھا تھا کہ بنکاپور کی مہم سے میں فارغ ہو گیا اور اب بلگاؤں (مدراس ریلوے کا اسٹیشن ہے۔ پونے سے ۲۴۵ میل، ڈھائی ہزار فٹ سطح سمندر سے بلند ہونے سے آب و ہوا بہت خوش گوار اور

Marfat.com

معتدل ہے۔ یہاں کے قلعہ کے اطراف ایک عمیق خندق ہے۔ ۱۸۱۸ء میں انگریزوں نے قلعہ فتح کیا۔ یلما دیوی کی دو بڑی بھاری جاترا اپریل اور نومبر میں ہوتی ہیں جن میں تخمیناً چالیس ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں۔ نومبر کی جاترا یلما کی وفات کی اور اپریل کی اس کے دوبارہ زندہ ہو جانے کی ہوتی ہے۔ نومبر کی جاترا بڑے مندر سے پاؤ میل ہٹ کر ایک چھوٹی سی دیول میں ہوتی ہے۔ اس جاترا میں لوگ یلما کی وفات پر سخت ماتم کرتے ہیں اور سوگ میں عورتیں اپنی چوڑیاں توڑ ڈالتی ہیں۔ بلگاؤں بمبئی پریزیڈنسی کے جنوبی ڈویژن کے کمشنر کا مستقر ہے اور یوروپین اور نیٹو دونوں قسم کی فوج یہاں رہتی ہے) جاتا ہوں وہاں سے نپالہ ہوتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اخلاص خاں نے خط پڑھ کر کہا کہ امین خاں کو ان قلعوں سے کیا تعلق اور کشور خاں اس کو بھیجنے والا کون تھا۔ رفیع الدین نے کہا کہ اس کا سبب تو مجھے معلوم نہیں کہ کشور خاں نے امین کو کس غرض سے بھیجا تھا لیکن اس خط کی عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ امین خاں ایک مشہور بہادر ہے اس نے بنکاپور میں مصطفیٰ خاں کو قتل کیا اب غالباً بلگاؤں شاہ ابوالحسن اور اس کے بھائی رفیع الدین حسین کو جو وہاں مقید ہیں قتل کرنے جاتا ہوگا اور اسی طرف سے نپالے کو جانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مرتضیٰ خاں انجو اور اس کا بھائی شاہ قاسم دونوں مقید ہیں ان کا بھی خاتمہ کرنا مقصود ہوگا۔ حاضرین دربار نے رفیع الدین کی اس رائے سے اتفاق کیا۔ اب امین خاں کا حال سنئے کہ جب بربنائے حکم کشور خاں وہ مصطفیٰ خاں کو قتل کر کے واپس آ رہا تھا تو راستے میں اس کو مصطفیٰ خاں کا ایک لشکر ملا اور لشکریوں کو جب مصطفیٰ خاں کے قتل کا حال معلوم ہوا تو خداوند خاں حبشی جو اسی فوج کا سر لشکر تھا اس نے مصطفیٰ خاں مظلوم کا انتقام یوں لیا کہ امین خاں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور اس کا گوشت چیل کووں میں بکھیر دیا۔ اخلاص خاں کو جب امین خاں کے اس طرح مارے جانے کی خبر پہنچی تو اس نے شاہ ابوالحسن و رفیع الدین پسران شاہ طاہر اور سید مرتضیٰ خاں انجو اور اس کے بھائی شاہ قاسم کو بلگاؤں اور نپالہ سے دارالسلطنت بیجاپور میں بلا لیا۔

قطب شاہ اور نظام شاہ کی چڑھائی اور افضل خاں کی واپسی

اس وقت بیجاپور میں عجیب طوائف الملوکی تھی۔ جس کو دیکھو اپنی روٹی پر دال گھسیٹتا تھا۔ والیان احمد نگر ہمیشہ اسی ادھیڑ بن میں لگے رہتے تھے اور کبھی نچلے نہ بیٹھتے تھے۔ ان خانہ جنگیوں کو دیکھ کر نظام شاہ کے منہ میں پانی بھر آیا، قطب شاہ کو ساتھ لے بیجاپور پر چڑھائی کر دی۔ افضل خاں قطب شاہ اور نظام شاہ کے

Marfat.com

مقابلے کے لیے گیا ہوا تھا۔ نو دس روز کی جنگ کے بعد دو مرتبہ ان کو مغلوب کیا، ہنوز معاملے کی یکسوئی نہ ہونے پائی تھی کہ لشکر تتر بتر ہو گیا کچھ مصطفیٰ خاں کے مہم پر بہ جانب بنکاپور چلا گیا تھا اور رہا سہا کشور خاں نے اپنی تقویت واستحکام کے لیے بیجاپور میں بلا لیا۔ اس طرح افضل خاں کے پاس معدودے چند لوگ رہ گئے نتیجہ یہ ہوا کہ افضل خاں کے ہاتھ پاؤں بندھ گئے اور اس مہم کو ادھر چھوڑ کر بیجاپور واپس چلا آیا۔ اس زمانے میں بیجاپور میں خود امراء کی آپس میں لڑائی بھڑائی ہو رہی تھی ایک دوسرے کا جانی دشمن تھا خون ریزی بھی ہوتی چلی جاتی تھی، جس کا قابو چل گیا دوسرے کو قید بھی کر لیتا تھا ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ میں ہی معزز اور ممتاز عہدہ وکالت پر مستولی ہو جاؤں اور صرف اسی کے واسطے، جسے دیکھو آپس میں کٹا مرتا تھا۔ ابھی تک پیشوائی کی خدمت کسی کے سپرد نہ ہوئی تھی فرقۂ غلاماں اپنے میں سے کسی کو مقرر کرنا چاہتے تھے۔ دکنی اور دوسرے امراء عین الملک کے مدد معاون تھے اور شاہ ابوالحسن اور مرتضیٰ انجو خود مسلط ہونا چاہتے تھے لیکن ان سب میں عین الملک کا پلہ بھاری تھا اور ایک بڑی جماعت اس کے ساتھ تھی۔ ایک دن عین الملک نے قابو پا کر اخلاص خاں، وحید خاں، دلاور خاں حبشی، سہراب خاں ترکی جو امرائے عظام میں سے تھے ان چاروں کو بیڑیاں ڈال کر مقید کر لیا۔ یہ لوگ بڑے مہرے بساط سلطنت کے تھے ان کے ساتھ ہزاروں کی جمعیت تھی اور ان کی جڑیں گڑ گئی تھیں ان کو قید کرنے سے عین الملک کے لیے راستہ صاف ہو گیا۔

مقصود خاں کا امرائے حبوش کو عین الملک کی قید سے چھوڑانا

لشکر عادل شاہی کو نظام شاہیوں نے تتر بتر کر ہی دیا تھا اور اس پر جب ان کو ان خانہ جنگیوں کی خبر ملی کہ یہ لوگ آپس میں کٹے مرتے ہیں ان کو اپنے تن بدن کا ہوش نہیں اور غنیم کی طرف سے بالکل بے خبر ہیں تو بہزاد الملک سر لشکر نظام شاہ نے اپنی فوج کو جمع کر کے محمد قلی قطب شاہ کی امداد سے بیجاپور کے لشکر کا جو افضل خاں کے ساتھ واپس آ رہا تھا تعاقب کیا۔ اور امراء لشکریاں بیجاپور کے نزدیک پہنچ کر بیروں حصار شہر فروکش ہو گئے ان کو یہ اصلاً خبر نہ تھی کہ ہمارے پیچھے غنیم لگا ہوا ہے جب انہوں نے آن دبایا تو لامحالہ قلعہ میں متحصن ہونے کی ضرورت پڑی لیکن اتنی بڑی فوج کو ایک دم قلعہ میں جگہ ملنی مشکل تھی۔ امراء و لشکریوں کے لیے مکانات تلاش کرنے کے لیے افضل خاں خود قلعہ میں گیا اور اس کے پیچھے عین الملک اور آنکس خاں بھی ان چاروں امراء کو جن کو عین الملک نے قید کرایا تھا پالکیوں میں

Marfat.com

بٹھلا کر لا رہے تھے کہ اسی وقت غلاموں کی ایک جماعت نے جو بہت مقتدر اور سر بر آوردہ تھے دستور خاں قلعہ دار کو جو عین الملک کا ہم راز تھا قید کر کے قلعہ کا دروازہ بند کر لڑنے بھڑنے پر تیار ہو گئے۔ ان غلاموں میں سے مقصود خاں نامی ایک شخص مع اور چند غلاموں کے گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر قلعہ سے نکل اللہ پور دروازے کے قریب پہنچا تھا کہ ادھر سے عین الملک کو اور پالکیاں آتی ہوئی ملیں مقصود خاں نے فوراً ان چاروں امراء کو عین الملک سے چھین لیا اور ان کی بیڑیاں نکلوا گھوڑوں پر سوار کرا کے قلعہ میں لے آیا۔ عین الملک نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ سمجھ گیا کہ ان غلاموں کی ملی بھگت ہے جو اس طرح ان کو چھوڑا لے گئے ایسی حالت میں میرا ان لوگوں میں ٹھہرنا کچھ ٹھیک نہیں عین الملک نے باقی امراء وغیرہ کو جو رہ گئے تھے خوب سمجھا دیا کہ اخلاص خاں کا ساتھ نہ دیں اور خود وہیں سے پلٹا اور کسی دوسری طرف نکل گیا۔

افضل خاں قید میں

شہر میں چو طرف بدامنی پھیلی ہوئی تھی اور ایک عام بلوہ تھا لوگوں نے بادشاہ سے عرض کی کہ ایسے وقت افضل خاں کا سب سے الگ تھلگ قلعہ میں جا بیٹھنا خالی از علت نہیں۔ مناسب یہ ہو گا کہ اس فتنہ و فساد کے فرو ہونے تک افضل خاں کو نظر بند کر دیا جائے ایسا نہ ہو کہ وہ بلوائیوں سے مل جائے اور کوئی خطرناک صورت پیدا ہو جائے بادشاہ کو اندرونی حالات اور ان لوگوں کی افترا پردازیوں کی کچھ خبر نہ تھی کہا کہ اچھا مناسب ہے یہ کہتے ہی امام الملک محلدار وہاں سے اٹھ سیدھا افضل خاں کے پاس پہنچا اور کہا کہ بادشاہ کے ہاں آپ کی یاد ہوئی ہے۔ افضل خاں حضوری میں جانے کے لیے اپنے محل سے نکلا کہ اسے پکڑ کر ان لوگوں نے قید کر دیا اس واقعہ سے شہر میں اور بھی زیادہ تلاطم برپا ہو گیا۔

امرائے حبوش کی معزولی اور ابوالحسن کی وکالت

کم سن بادشاہ نے جب دیکھا کہ چاروں طرف ہنگامہ ظلم برپا ہے تو گھبرا کر چاند بی بی سلطانہ کے پاس بغرض صلاح و مشورہ گیا۔ چاند بی بی بڑی عاقلہ تھی وہ جانتی کہ اصلی سبب اس بلوے کا صرف غلاموں کا برسر حکومت ہونا ہے۔ امراء اور دکھنی لوگ غلامان حبوش کی حکومت پسند نہیں کرتے فوراً ملکہ نے امرائے حبشی کو خلوت میں طلب کیا ان کو اونچ نیچ ایسے عمدہ پیرائے سے سمجھائی کہ اخلاص خاں حمید خاں، دلاور خاں تینوں حبشی سرداروں نے باوجود یہ کہ وہ جاہل اور خود رائے ہوتے ہیں مگر ملکہ کا حکم بجا

Marfat.com

تعذر بسر و چشم قبول کیااور خود مہام سلطنت سے بہ طیب خاطر و مصلحت وقت دست کش ہوگئے اور چاند بی بی نے شاہ ابوالحسن کو خلعت وکالت سے سرفراز فرمایا۔

افضل خاں کا قتل اور رفیع الدین شیرازی کا مقید ہونا ۹۸۸ھ

بلوائیوں کی پارٹی افضل خاں کے قید کرانے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ افضل خاں جس پایہ کا شخص تھا ظاہر کہ ملک کا کل نظم و نسق اس کے دست قدرت میں تھا سوائے ان چند نالائقوں کے تمام امراء اس کے تابع فرماں تھے۔ حبشی امراء کو کھٹکا تھا کہ اگر وہ چھوٹ گیا تو ہمارا نام و نشان باقی نہ رکھے گا اس لیے انہوں نے کیا الٹی سیدھی پٹی پڑھائی کہ افضل خاں کے قتل اور اس کے بھائی رفیع الدین کے قید کرنے کا حکم قضا شیم حاصل کر رفیع الدین کو طلب کیا۔ گڑبڑ تو چلی ہی تھی برے وقت کا کون ساتھی ہوتا ہے۔ رفیع الدین کے حوالی موالی ڈر کے مارے پہلے ہی کھسک گئے تھے۔ بیچارہ رفیع الدین تن تنہا باورچی خانے میں تن بہ تقدیر بیٹھا ہوا خود منتظر تھا کہ گھڑی ساعت میں اس کی تقدیر کا فیصلہ ہوا چاہتا ہے کہ یکایک قاصد پہنچا ہی کہ بادشاہ سلامت نے یاد فرمایا ہے۔ رفیع الدین اپنی جان مٹھی میں لے کر چلا۔ بادشاہ اس وقت قلعہ کے دروازے کے برج پر برآمد تھا۔ یہ رفیع الدین کا ساتھ دینے والا اس وقت سوائے خدا عزو جل کے کون تھا۔ اس کی مشکیں کس کر بادشاہ کے سامنے لے گئے۔ یہ وہی رفیع الدین تھا جو حضوری مصاحب اور خزانہ اور مطبخ کا منتظم اور بادشاہ کی ناک کا بال تھا۔ بادشاہ نے اپنے پرانے رفیق کو اس عبرت ناک حیثیت سے دیکھا تو نہایت ہی کبیدہ خاطر ہوا اور بے اختیار کرسی پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مجلس میں اس وقت جو لوگ حاضر تھے سب رفیع الدین کے خون کے پیاسے تھے کلمۃ الخیر کہنے والا کون تھا۔ بادشاہ کے بشرے سے تاڑ گئے کہ اس کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی ہے فوراً رفیع الدین کو ہٹا کر قید خانے میں بھیج دیا کہ نہ سامنے رہے گا نہ بادشاہ کو جوش آئے گا۔ جیل میں آکر کیا دیکھتا ہے کہ افضل خاں کے گلے میں ایک بھاری طوق آہنی اور موٹی موٹی بیڑیاں اور ہتکڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ یہ دیکھ کر عالم سکتہ میں رہ گیا کہ یا الہ العالمین یہ تیری قدرت کے کرشمات ہیں۔ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ کل کی بات ہے کہ افضل خاں کا ڈنکا بجتا تھا اور افضل خاں کا حکم چاروں طرف رواں تھا آج وہ ڈاکوؤں اور چوروں کی طرح قید خانے میں جکڑا ہوا ہے۔ فَاعْتَبِرُوا یَا أُولِی الْأَبْصَارِ رفیع الدین یہ حالت دیکھ کر کانپ گیا جب اس کے بھائی کا یہ حال تھا تو وہ بے چارہ کس شمار و قطار میں تھا لوہار بیڑیاں لیے ہوئے اس کے لیے بھی موجود ہی

Marfat.com

تھا۔ اس کے سامنے ہی ایک شخص آیا اور افضل خاں کو چلنے کا اشارہ کیا افضل خاں رَضِینَا بِرِضَاءِ اللّٰہِ کہتا ہوا کھڑا ہو گیا اور جیل سے باہر جاتے ہی اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جا بجا سر بازار پھنکوائے گئے۔ جو کوئی راہ گزر دیکھتا تھا زار و قطار روتا تھا۔ برابر ایک دن اور ایک رات افضل خاں کی نعش بازار میں ٹھوکریں کھاتی پڑی رہی۔ گور و کفن کون کرتا۔ سید مظلوم کی نعش پر دو آنسو کون بہاتا اس کے سارے عزیز و قریب مقید تھے اور جو بچ رہے تھے وہ ڈر کے مارے آنہ سکتے تھے۔ دوسرے دن شاہ فتح اللہ شیرازی کے شاگرد نعش کو بازار میں سے اٹھا کر لے گئے اور تجہیز و تکفین کی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن. اس واقعے کی تاریخ بہ عمل تعمیہ "مظلوم بیدل" (مظلوم ۱۰۱۶، بیدل ۴۶: ۱۰۶۲، مظلوم کا دل "ل" ہے۔ ۳۰ "بیدل" کا دل "ی" ہے۔ ۱۰ "دل" ۳۴ کے عدد خارج جملہ ۷۴ کا تخرجہ ہے۔ ۱۰۶۲۔ ۷۴، ۹۸۸ھ) افضل خاں کے قتل کے بعد رفیع الدین کے تہ تیغ کرنے کا بھی حکم حاصل کر لیا لیکن زندگی کے دن باقی تھے لوگوں کی سعی سفارش سے بچ گیا اور اپنے قدیمی عہدوں پر تمیں سال تک ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خدمت میں رہا اور آخری عمر میں پندرہ سولھا سال تک دارالسلطنت بیجاپور کا حاکم بھی رہا۔

شاہ ابوالحسن کا بہ اتفاق امرائے حبوش چندے امور سلطنت کو انجام دینا اور آخر کار قید ہونا

مقصود خاں کی بدولت عین الملک سے نجات ملی اور اس طرح کچھ حبشیوں کی کمان چڑھ گئی اخلاص خاں کا طوطی بولنے لگا۔ دلاور خاں سر نوبتی ہو گیا اور حمید خاں بھی بڑے پایہ کا امیر اور مہام سلطنت میں دخیل تھا۔ یہ تینوں حبشی شاہ ابوالحسن کے صلاح و مشورہ سے سلطنت کا کاروبار چلانے لگے۔ دارالسلطنت میں اس وقت صرف تین ہزار سوار رہ گئے تھے لیکن بایں ہمہ غنیم اندر نہ گھس سکا اور باہر ہی لوٹ مار کرتا رہا۔ اس آئے دن کی لڑائی میں اخلاص خاں مجروح ہوا اور اس کا ایک ہاتھ بے کار ہو گیا۔ حاجی کشور خاں جو بیجاپور سے بھاگ کر احمد نگر سے گولکنڈہ چلا گیا تھا اس نے قطب شاہ سے مل کر نواح بیجاپور میں فتنہ انگیزی اور غارت گری شروع کر دی کہ اسی عرصہ میں موسم بارش سر پر آ گیا۔ کھلے میدان میں دشمن ٹھہر نہیں سکتا تھا اور بے کار پڑے رہنے سے کچھ فائدہ بھی نہ تھا۔ ناچار محاصرہ اٹھا دیا اور اپنے اپنے ملک کو چلے گئے۔ اخلاص خاں، حمید خاں اور دلاور خاں ہر سہ امرائے حبوش مل جل کر کام کرتے تھے اور ترکی غلاموں اور دوسرے امراء کو مفصلات کے مختلف قلعوں اور قلب مقامات میں بھیج کر ان کا زور توڑ دیا

Marfat.com

خود مطلق العنان ہو گئے۔ مقصود خاں جس نے ان کو قید سے چھوڑایا تھا وہ خود حبشی تھا چندے اس کی خوب چلی مگر آخر کار اس سے بھی لوگ بد ظن ہو گئے۔ ابو الحسن نے تھوڑے دنوں تو ان حبشی امراء کی صلاح مشورے سے کام کیا مگر ہر وقت ان کے پنجے سے چھوٹنے کی فکر میں تھا۔ حبشیوں کو جب یہ معلوم ہوا تو ابو الحسن کو قلعہ میں قید کر دیا اور بلا روک ٹوک خود کاروبار سلطنت چلانے لگے۔ ان میں دلاور خاں بڑا تجربہ کار اور سنجیدہ تھا۔ حمید خاں سیدھا سادا نیک دل آدمی تھا اور اخلاص خاں بڑا چلتا پرزہ تھا۔ دو سال کے قریب تک ان تینوں نے سلطنت بیجاپور پر پوری حکومت کی۔

قطب شاہ اور عادل شاہ کی لڑائی

قطب شاہ بھلا کب چین سے بیٹھنے والا تھا۔ پھر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور میر زنبیل استر آبادی کو جو آگے چل کر مصطفیٰ خاں کے لقب سے مشہور ہوا فوج دے کر عادل شاہی سلطنت پر چڑھائی کر دی اس نے سرحد پر لوٹ مار شروع کی۔ تینوں حبشیوں نے ملک کو تقویت دینے کے لیے عین الملک اور آنکس خاں اور دوسرے امراء جو بد دل ہو کر چلے گئے تھے سب کو فہمائش اور استمالت کر کے بلوا بھیجا جب سب آ گئے اور ان کی طرف سے ایک نوع کی جمعیت خاطر ہو گئی تو اخلاص خاں کی صلاح سے دلاور خاں کو سر لشکر بنا کر قطب شاہ کے مقابلے کے لیے بھیج دیا۔ دلاور خاں نے دیکھا کہ لشکر غنیم کا دو پہاڑوں کے درمیان اطراف چوبی حصار گھیر کر پڑا ہوا ہے۔ موسم بارش سر پر آ گیا تھا چھ مہینے تک برابر آمنے سامنے دونوں لشکر پڑے رہے آخر برسات شروع ہو گئی۔ دلاور خاں نے روزانہ ہلّوں سے غنیم کا ناک میں دم کر دیا۔ ادھر برسات نے ستایا، ناچار راتوں رات بھاگ کھڑے ہوئے۔ دلاور خاں نے گولکنڈہ تک ان کا تعاقب کیا اور علاوہ مال واسباب زر و جواہر اور گھوڑوں کے ایک سو بیس ہاتھی ملے۔ حمید خاں اور دلاور خاں کے آدمیوں میں ایک ہاتھی پر جھگڑا ہو پڑا جس نے بہت طول کھینچا۔ دلاور خاں نے اس فتح کی اطلاع بادشاہ کے حضور میں گزرانی۔ اخلاص خاں دار السلطنت میں اپنی فوج لیے ہوئے موجود تھا دلاور خاں کی بے نظیر کامیابی کا حال سن کر جل بھن گیا۔ غصے سے دانت پیسنے لگا اور چاہتا تھا کہ کھلم کھلا مخالفت نہ ہو مگر کوئی صورت ایسی ہو کہ دلاور خاں شہر میں آنے نہ پائے ورنہ وہ منہ چڑھ جائے گا بہتر یہ ہے کہ میں اکیلا ہی سیاہ و سفید کا مالک بنا رہوں اور یہ بھی چاہتا تھا کہ حیدر خاں قلعہ دار کو جو دلاور خاں کا عزیز تھا معزول کر کے کسی اپنے لگتے کے آدمی کو مامور کرے۔ بادشاہ کے حضور میں خدا جانے کیا جوڑ چلا کہ ایک فرمان

Marfat.com

دلاور خاں کے نام فوراً بھجوادیا کہ تم تا حکم ثانی وہیں رہو اور مال غنیمت مع ہاتھیوں کے تمام و کمال فوراً بھیج دو۔ دلاور خاں خلاف توقع پیش گاہ خداوندی سے ایسا فرمان صادر ہونے سے بہت پریشان خاطر ہوا اور فوراً تاڑ گیا کہ اس میں اخلاص خاں کی چال بازی ہے بھلا وہ میرا آنا کیسے گوارا کرے گا۔ دلاور خاں نے اپنے ہمراہیوں سے مشورت کی اور بیجاپور کی طرف یلغار روانہ ہوا اور دہری دہری منزلیں کر کے نواح بیجاپور میں جب پہنچا وہاں اس کو ایک چوبدار ملا جس نے کہا کہ بادشاہ سلامت کا ارشاد ہوا کہ آج کا دن تمہارے لیے نحس ہے باہر ٹھہر جاؤ کل شہر میں آنا۔ دلاور خاں نے کہا کہ حضور پرنور کی جوتیاں جب آنکھوں سے لگاؤں گا میری ساری کلفت دور ہو جائے گی اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہو سکتی ہے اور گھوڑے کو خیز کر کے آگے بڑھا جب یہ خبر شہر میں پہنچی تو ناچار بادشاہ خود استقبال کو تشریف لائے اور دلاور خاں کو بہ عزت واحترام شہر میں لائے۔ اخلاص خاں سے تو بارھواں چاند تھا ہی، پہلی ملاقات میں ضبط نہ کر سکا اور نوک جھونک ہونے لگی۔ اخلاص خاں حمید خاں سے دوبدو کہہ رہا تھا کہ تم نے ناجائز طور پر ہاتھی دبالیا۔ حمید خاں نے کلہ بکلہ جواب دیا کہ کیا ہوا اگر میں نے ایک ہاتھی لے لیا تم اپنے گریبان میں تو منہ ڈالو تم نے سارا ملک ہی دبالیا۔

دلاور خاں اور حمید خاں کے اتفاق سے اخلاص خاں کا اندھا اور قید کیا جانا

دلاور خاں اور حمید خاں دونوں ایک جان دو قالب ہوگئے اور متفقاً اخلاص خاں کے گرانے کی کوشش کرنے لگے اور جب تک کہ نصفا نصف مملکت کی تقسیم نہ کردے اس کا قلعہ میں آنا بند کردیا۔ اخلاص خاں نے دیکھا کہ یہ لوگ سیدھی طرح راہ راست پر آنے والے نہیں ہیں لات کے بھوت بات سے کب ماننے والے ہیں اس نے برجوں پر کی توپیں اتار کر قلعہ کے سامنے لگا فوج لا کر ڈال دی تمام راستے روک کر محاصرہ کر لیا۔ دلاور خاں اور حمید خاں نے بھی اخلاص خاں کے مکان کی طرف توپیں لگادیں اور روزانہ دونوں طرف سے گولہ باری ہونے لگی اور ناحق غریب بے گناہ راستہ چلنے والے کٹ مارے جاتے تھے۔ ایک دن مولانا دوست محمد خاں استر آبادی کسی سوداگر کی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ یکایک اخلاص خاں کی طرف سے ایک گولا آگرا جس سے ان کے چھ آدمی پاش پاش ہوگئے۔ اسی طرح روزانہ بازار میں دس پانچ آدمی ہلاک ہو جاتے تھے۔ دوسرے امراء و ارکان سلطنت صدر جہاں، شیخ سام، مولانا دوست محمد خاں، رفیع الدین شیرازی نے جو اس جھگڑے سے الگ تھلگ تھے جب روز کی یہ خانہ

Marfat.com

جنگی دیکھی تو بیچ میں پڑے اور بہت کوشش کی کہ یہ نزاع مٹ جائے اور ناحق و ناروا جو لوگ مارے جا رہے ہیں محفوظ رہیں مگر اخلاص خاں ایک بدخو اور برا آدمی تھا وہ کسی کی سننے والا نہ تھا۔ "میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے"۔ دلاور خاں اور حمید خاں دونوں نے بہت کچھ منت سماجت کی کہ ہم تینوں بھائی بھائی ہیں اور اس گورنمنٹ کے نمک خوار ہیں آپس میں ملک کی علی السویہ تقسیم کر لیں اور آپ چوں کہ بڑے ہیں علاوہ آپ کے حصے کے ہم ایک لاکھ ہن اور آپ کی نذر کرتے ہیں اس قضیہ کو طے کیجئے مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور برابر دو مہینے تک کشت و خون ہوتا رہا۔ دلاور خاں ایک نہایت سمجھ دار اور مدبر آدمی تھا جب اس نے دیکھا کہ

باسیہ دل چہ شود گفتن وعظ نرود میخ آہنی در سنگ

تو اس نے اخلاص خاں کے لشکر میں پھوٹ ڈال دی اور چوں کہ سراسر زیادتی اخلاص خاں کی تھی بادشاہ کی طرف سے بھی اخلاص خاں کے ہمراہیوں کو حکم دیا گیا کہ اس جنگ و جدل سے باز آئیں۔ لوگ روز کی لڑائی سے تنگ آ گئے تھے رفتہ رفتہ کھسکنے لگے اور اکثروں نے اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ آخر کار سارا لشکر شہر سے باہر نکل پڑا۔ عین الملک اور آنکس خاں بھی جو اخلاص خاں کے ساتھ تھے وہ بھی ٹوٹ کر دلاور خاں سے آملے اور سب نے مل کر راتوں کو اخلاص خاں کے محل کو گھیر لیا۔ رہے سہے لوگ بھی اخلاص خاں کو چھوڑ کر الگ ہو گئے اور اخلاص خاں بیک بینی دو گوش رہ گیا۔ اخلاص خاں جب بالکل مجبور ہو گیا تو ناچار نرم پڑ گیا اور خدا خدا کر کے راستے پر آیا۔ رات کے وقت خفیہ اخلاص خاں مع اپنے بیٹوں کے حمید خاں کی خواب گاہ میں گیا۔ حمید خاں نے دلاور خاں کے ڈر سے اخلاص خاں کو منہ نہ لگایا صرف اتنا کہہ دیا کہ آپ کچھ تشویش نہ کریں آپ کی جاں کو کچھ دھوکا نہیں ہے لیکن اتنا ہے کہ اگر آپ مکہ معظمہ چلے جائیں تو اچھا ہے ورنہ نہیں معلوم کیا معاملہ پیش آئے۔ دلاور خاں نے شہر کے دروازوں پر حکم دے رکھا تھا کہ اخلاص خاں کو شہر سے نکلنے نہ دیں اس وجہ سے وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ دلاور خاں کی سواری جلوس کے ساتھ نکلی اور اخلاص خاں کے مکان کے سامنے سے گزر کر دربار شاہی میں گئی کہ وہاں خبر ملی کہ اخلاص خاں حمید خاں کے مکان پر آکر بیٹھ گیا ہے۔ دلاور خاں نے بادشاہ کی جانب سے ایک محل دار کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ اب تمہارے واسطے یہی بہتر ہے کہ بسم اللہ کر کے قصد مکہ شریف کا فرمایئے ہم نے تمہاری جان بخشی کی اور بخوشی اجازت دی۔ اخلاص خاں نے دیکھا کہ ساری خدائی اس کے خلاف ہو گئی ہے میں بتیس دانتوں کے بیچ میں ایک زبان ہوں کس کس کا مقابلہ کروں گا

Marfat.com

بہتر یہی ہے کہ یہاں سے منہ کالا کروں۔ "پائے مرا لنگ نیست ملک خدا تنگ نیست"۔ مجبوراً بیجاپور کو خیر باد کہا اور بعزم سفر حرمین شریفین بیجاپور سے نکلا۔

خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں
در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں

احمد خاں خزانہ دار فوج احتشام کے ساتھ اخلاص خاں کو پہنچانے گیا۔ جب مصطفیٰ آباد "مرج" (مدراس ریلوے پونا بنگلور میسور سکشن، یہ ایک چھوٹا سا سٹیشن ہے جو دریائے کرشنا کے قریب ہے اور کولھاپور اور سانگلی سٹیٹ ریلوے کا جنکشن ہے) کو پہنچے تو احمد خاں نے کہا کہ حکم قضا شیم یہ ہے کہ بالفعل آپ چندے یہیں ٹھہریں جب تک کہ دریائے سفر کا موسم آجائے اور سمندر میں سکون ہو۔ اس طرح اخلاص خاں کو مع زن و فرزند قلعہ مرج میں نظر بند کر دیا اور تھوڑے دنوں بعد اس کی آنکھیں بھی نکلوا ڈالیں۔ جب تک کہ دلاور خاں کا دور دورہ رہا اخلاص خاں قید میں رہا لیکن دلاور خاں کے چلے جانے کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے اخلاص خاں کے حال زار پر ترس کھا کر بیجاپور بلا لیا اور اس کی بسر اوقات کے لیے ایک جاگیر عطا فرمائی جو دم آخریں تک بحال رہی۔ ایسی افسوس ناک حالت میں اخلاص خاں اپنی زندگی کے دن پورے کرتا رہا بالآخر ۱۰۰۶ھ ۱۵۹۷ء میں دنیا کے سارے غم و آلام سے نجات پائی۔

قفس تن میں نہ گھبرائیو اے طائر روح
جو گرفتار ہے ایک روز رہا ہوتا ہے

دلاور خاں کی سازش سے حمید خاں کا قید ہونا

ابھی یہ جھگڑا فرو نہ ہونے پایا تھا کہ دلاور خاں اور حمید خاں کی چل گئی۔ اخلاص خاں کے معزول ہونے کے بعد یہی دونوں پیش پیش تھے اور دونوں مل کر امورات سلطنت کو سر انجام دیتے تھے حمید خاں سر نوبتی کی خدمت کا خواہش مند تھا اور لوگوں کو اس کے رسوخ سے توقع تھی کہ اسی کی سرفرازی ہوگی وہ ایک نہایت سنجیدہ آدمی تھا جھگڑے بکھیڑوں سے الگ تھلگ رہتا تھا وہ چپکا بیٹھا تماشہ دیکھتا رہا کہ دیکھو ہوتا کیا ہے۔ لیکن دلاور خاں بازی لے گیا اور اس کے بیٹے کمال خاں کو خلعت سر نوبتی کا مرحمت ہوا جس سے حمید خاں کی امیدوں پر پانی پھر گیا اور وہ جان گیا کہ دلاور خاں کا پلہ بھاری ہو گیا اس وجہ سے دونوں میں کشیدگی بڑھ گئی۔ دلاور خاں نے بادشاہ کی جانب سے حمید خاں کو کہلا بھیجا کہ جہاں پناہ کا حکم ہوا ہے کہ تم گھر سے باہر نہ نکلو اور تمام اسباب و دولت ہاتھی گھوڑے سلاح خانہ سرکار میں داخل کر دو۔ یہ حکم سنتے ہی حمید خاں نے اپنا مال و اسباب لے کر شہر سے نکل جانے کا قصد کیا مگر دیکھا تو پہلے ہی سے شہر کے

Marfat.com

دروازوں پر ناکہ بندی کردی گئی تھی جس سے عجب کشمکش میں پھنس گیا نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن ناچار تقدیر پر شاکر ہو کر گھر میں حکم قضا شیم کے صادر ہونے کا منتظر بیٹھا رہا۔ برابر ڈھائی دن تک حمید خاں کا مال واسباب ڈھو ڈھو کر محل سلطانی میں داخل کیا گیا اور سارا اثاثہ جو اس کثرت سے تھا کہ کسی دوسرے امیر کے پاس اس کا چوتھائی بھی نہ تھا سب داخل سرکار ہو گیا اور تمام جاگیرات اور مناصب ضبط ہوگئے۔ حمید خاں بے چارہ بیک بنی دوگوش رہ گیا آخر کار ایک قلعہ میں قید کر دیا گیا اور دلاور خاں کے چشم میں جو خار کھٹکتا تھا نکل گیا۔

دلاور خاں کے حالات شاہ ابوالحسن کا مکحول کیا جانا اور پھر قتل

ایمان کی بات یہ ہے کہ دلاور خاں تھا بھی بہت بڑا عقیل و فریس اور اول درجہ کا مدبر، انتظام مملکت نہایت حزم واحتیاط اور خوبی اور دانش مندی سے چلا رہا تھا۔ اسے ۸۰ سال کا تجربہ تھا۔ ساری عمر اس کی بادشاہوں ہی کی صحبت میں گزری تھی اور جو کام کرتا تھا وہ خوش تقدیری اور حسن تدبیر سے راست آتا تھا۔ تمامی امراء سے اس کے تعلقات اچھے تھے اور بڑے بڑے گھرانوں سے رشتہ داری کے تعلقات بھی مستحکم ہوگئے تھے اور اپنے عزیز واقربا کو بڑے بڑے عہدوں پر مامور کر کے نچنت ہو گیا تھا۔ اپنے سارے بیٹوں کو امارت کے مراتب اعلیٰ پر پہنچا دیا تھا۔ اس کا ایک لڑکا محمد خاں نامی بادشاہ کا ہم سبق تھا اور دوسرا بیٹا کمال خاں بخشی تھا اور بادشاہ کے ساتھ چوگان بازی میں شریک رہتا تھا۔ تیسرا لڑکا حیرت خاں بادشاہ کا مصاحب اور حاضر باش دربار تھا چوتھا عبدالقادر بیجاپور کا قلعہ دار تھا۔ ہر ہر بیٹے کے پاس دو دو ہزار اور خود بدولت کے پاس چھ ہزار نفیس گھوڑے تھے۔ بلبل خاں بھی ایک متبنیٰ فرزند زمرہ امراء میں تھا۔ علی عادل شاہ کے زمانے میں پانچ چھ ہزار آدمی ملازم، سپاہیاں، امراء، سوداگراں وغیرہ عراق، خراساں، روم و شام اکٹھے ہوگئے تھے۔ بہ تدریج ان سب کو نکال باہر کیا، معدودے چند گرے پڑے باقی رہ گئے اور صرف سو مغل وہ بھی ضعیف اور ساٹھ چینی ملازم رکھے۔ وہ بھی اپنے آوردے کے بھردئے۔ حضوری میں جتنے لوگ حاضر باش تھے وہ سب اسی کے علاقے کے غلام یا متوسل تھے حتیٰ کہ خدمت گار اور محلات کی لونڈیاں باندیاں سب اسی کے علاقے کی تھیں اور دروازے کے سر پردہ دار بھی اسی کے تھے۔ غرض کہ ایسا سکہ بٹھایا کہ اس کے حکم کے سوا پرندہ پر نہ مار سکتا تھا۔ شاہ ابوالحسن جو اخلاص خاں کے حکم سے ایک قلعہ میں مقید تھا اس کی بھی آنکھیں نکلوا دیں اور تھوڑے دنوں بعد زیادہ وہم بڑھا تو اسے جان سے

Marfat.com

بھی مروادیا۔ ابوالحسن کے چار بیٹے تھے ان کے ساتھ دلاور خاں نے کوئی بدسلوکی نہیں کی بلکہ ان سب کو دو دو ہزار فوج کا کمانڈنگ کردیا۔ تھوڑا بہت رسوخ چاند بی بی کا تھا جو معاملات ملکی میں دخل دیا کرتی تھی اس کی بھی اس نے بخوبی روک تھام کردی بادشاہ دلاور خاں کے ہاتھ میں ایک کٹھ پتلی کی طرح تھا۔ جس ناچ چاہتا تھا نچاتا تھا۔ دلاور خاں سے بادشاہ کا خود دم سلب ہوتا تھا۔ اس طرح دلاور خاں کا ستارہ اقبال آٹھ برس چمکتا رہا۔ یہ شخص کٹا حنفی سنی تھا اس نے مذہب تشیع کی جڑ اکھاڑ دی۔ دلاور خاں خود بڑا ذی علم تھا اکثر اس کے ہاں علمی و فقہی مجالس ہوا کرتی تھیں اور ہمیشہ احادیث اور تفاسیر کا مشغلہ رہتا تھا اس نے اپنے بیٹوں کو بھی اچھی تعلیم دلائی تھی۔

دلاور خاں کی سعی سے ابراہیم عادل شاہ کی شادی ابراہیم قطب شاہ کی بیٹی سے اور ابراہیم عادل شاہ کی بہن کی شادی مرتضیٰ نظام شاہ کے بیٹے سے ۹۹۲ھ

سلطنت بیجاپور کو علی التواتر احمد نگر اور گول کنڈہ ہی سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ اس آئے دن کے کھوج مٹا دینے کے لیے دلاور خاں نے بڑی پیش بندی سے ابراہیم عادل شاہ کی شادی ملکہ جہاں عرف چاند سلطان دختر ابراہیم قطب شاہ بادشاہ گول کنڈہ سے اور ابراہیم عادل شاہ کی بہن خدیجہ سلطان کی شادی مرتضیٰ نظام شاہ والی احمد نگر کے بیٹے سے کرادی بہ مصداق رتی بھر رشتہ اور گاڑی بھر دوستی دونوں برابر ہیں۔ اس طرح آپس میں رابطۂ خلت و وداد و مستحکم و مشید ہو گیا۔ ان شادیوں کے کروفر اور جلوس کا کیا پوچھنا تھا۔ چالیس روز تک برابر جشن شاہانہ رہا اور طرفین سے مصارف کا کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا۔

دلاور خاں کا سخت شورش سے بال بال بچ جانا

بہ مصداق ہر کمالے راز والے دلاور خاں کا عروج اس درجے بڑھ گیا تھا کہ اس نے بادشاہ کو ایک وجود و معطل کردیا تھا اور اس کا انجام ضرور یہ ہونا چاہیے تھا کہ اس کا زوال ہو۔ دلاور خاں کو جب سب طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس کو یہ اپچ کی سوجھی کہ سرے سے یہ بادشاہی نہ رہے اور ابراہیم عادل شاہ کو معزول کر کے اس کے بھائی اسمٰعیل شاہ کو جو قلعہ مصطفیٰ آباد میں مقید تھا تخت پر بٹھانے کی تدبیر پکنے لگی۔ یہ خبر شدہ شدہ بادشاہ اور چاند بی بی اس کی والدہ کے کانوں تک اڑتی پڑتی پہنچی اور پھر تو سارے شہر میں بجلی کی طرح کوند گئی اکثر امراء اور تمامی رعایا اس قدر اس صدائے بے ہنگام سے برافروختہ ہوئے کہ جدھر دیکھو ادھر اسی کے سرگوشیاں ہوتی رہتی تھیں۔ جس دن بادشاہ سلامت اور ان کی والدہ ماجدہ

Marfat.com

نے یہ خبر سنی بادشاہ اس قدر غمگین اور آزردہ ہوا کہ اس دن کھانا بھی نہیں کھایا اور تمام رات اس کی پلک نہ جھپکی اور سارے محل میں اودھم مچ گئی۔ اہل حدمات اور ارباب قلم بالکل مجبور تھے ان کے بس کی بات نہ تھی وہ کچھ نہ کر سکتے تھے لیکن اہل سیف اور خدمتگار وغیرہ ہمیشہ اکھڑ ہوتے ہیں ان سے نہ رہا گیا۔ اور اپنی اپنی جگہ ہر گلی کوچے میں سب دلاور خاں سے انتقام لینے پر تل گئے اور صرف بادشاہ کے اشارے کے منتظر تھے کہ ذرا ادھر سے ہوں ہو جائے تو پھر دیکھو کہ ہم اس نمک حرام دلاور خاں کی تکا بوٹی کر ڈالتے ہیں۔ عامہ رعایا میں ایک عام شورش برپا ہو گئی تھی۔ دلاور خاں کو جو نہ کرنا چاہئے تھے وہ اپنے غرور و تکبر میں کر بیٹھا۔ محلات میں دلاور خاں کی مخبر عورتیں موجود تھیں انہوں نے صبح ہوتے ہی من و عن سارے حالات بادشاہ اور اس کی والدہ کی پریشانی اور تمام شب بے چین رہنے کے بیان کیے ایک دن حسب معمول دلاور خاں دربار میں آیا اور بعد از سر انجام دہی مہمات بادشاہ کے حضور میں آداب بجالانے کو حاضر ہوا اور عرض کی کہ بندے کو کسی خاص معاملے میں خلوت میں معروضہ کرنا ہے۔ بادشاہ نے خلوت میں جاکر دلاور خاں کو بلا لیا۔ اس وقت پردے کے پاس رفیع الدین بھی موجود تھا (جس کو علاوہ اور خدمات کے جام دار خانہ اور کسوت خاص کی خدمات بھی سپرد تھیں اور یہی سبب اس کے وہاں حاضر رہنے کا تھا) اس نے دلاور خاں اور بادشاہ کی جو گفتگو ہوئی من و عن سنی۔ دلاور خاں نے عرض کیا کہ رات کو حضرت اور حضرت کی والدہ کی سمع مبارک تک نصیب دشمناں ایسی کیا خبر پہنچی تھی کہ تمام شب استراحت نہ فرمائی۔ بادشاہ نے دل کڑا کر کے جو واقعات سنے تھے اس کے سامنے دہرائے۔ دلاور خاں نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا کہ باوجود یہ کہ یہ خانہ زاد ہمیشہ جہاں پناہ کا سچا خیر خواہ اور جاں نثار رہا ہے اور مجھ سے کبھی تادم زیست ایسی نمک حرامی ممکن نہیں ہے لیکن پھر بھی خاطر اقدس پر مجھ بد نصیب کی طرف سے اس قدر بد گمانی ہے تو سوائے میری نارسائی بخت کے اور کیا ہے اور روتا پیٹتا نکل کر سیدھے اپنے گھر کی راہ لی اور جاتے جاتے دربار میں جو لوگ جمع تھے ان سے بہ آواز بلند کہتا گیا کہ آئندہ سے آپ صاحبوں میں سے کوئی شخص میرے مکان پر نہ آئے اور نہ کوئی قلعہ سے باہر جائے میں روزانہ دربار میں حاضر ہوں گا جو کچھ مجھ سے کہنا سننا ہے قلعہ ہی میں عرض معروض کر سکتے ہیں۔ خود اس کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور ڈر کے مارے اپنے گھر میں دبک گیا اور بلوائیوں کے ڈر سے پانچ دن تک گھر سے باہر قدم نہ نکالا اور نہ کسی کو اپنے پاس آنے دیا۔ اگرچہ رومی خاں حاکم قلعہ پہلے دلاور خاں ہی کا دبیر تھا۔ اس کی ماں نے شاہ طہماسپ (والدہ ابراہیم عادل شاہ) کو دودھ پلایا تھا۔ اسی سبب سے اسے قلعہ کی حکومت سپرد تھی

Marfat.com

اور اس کی بیٹی عبدالقادر سے جو دلاور خاں کا بیٹا تھا منسوب تھی اور وہ ہر طرح دلاور خاں کا فرماں بردار تھا مگر کچھ ایسا خوف وہراس طاری تھا کہ اس کا بھی بھروسہ نہ رہا اور ڈر کے مارے پانچ روز تک قلعہ میں بھی نہیں گیا کہ خدا جانے کیا سانحہ پیش آئے نتیجہ یہ ہوا کہ سارے امراء اور عمال اپنے اپنے گھر بیٹھ گئے اور ایک طرح کا جنرل سٹرائیک (ایک دم کاروبار بند ہو جانا) ہو گیا۔ رفیع الدین کہتا ہے کہ اس کے سپرد توشہ خانہ شاہی تھی اور روزانہ شاہی لباس کے لیے اس کی حضوری ضرور تھی لیکن پھر بھی وہ محل شاہی میں نہ جا سکا اور نہ بادشاہ کا لباس حسب معمول تبدیل کرایا۔ اگرچہ چاروں طرف سنسان تھا مگر اہل سیف میں بے چینی اور اضطراب شدید پھیلا ہوا تھا اور منتظر تھے کہ بادشاہ کی طرف سے اگر ایک ذرا سا بھی اشارہ ہو جائے تو پھر دیکھیے کہ آن واحد میں اس کی حویلی کی اینٹ سے اینٹ بجادیں اور اس مردود کا کام تمام کردیں۔ پانچویں روز دلاور خاں کے فرزند اور امیر حسین مستوانی الممالک جو دلاور خاں کا منہ بولا بیٹا تھا۔ اور سید اسمٰعیل دبیر جس پر دلاور خاں کا کامل بھروسہ تھا۔ اور رومی خاں سب مل کر دلاور خاں کے پاس گئے اور بہت کچھ سمجھایا لیکن اس پر مطلق اثر نہ ہوا اور ماش کے آٹے کی طرح اینٹھا ہی رہا ناچار یہ لوگ رنجیدہ خاطر ہو کر اٹھ آئے لیکن دلاور خاں کے بڑے بیٹے محمد خاں نے جرأت کر کے باپ سے کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ شہر میں کیا آفت برپا ہے۔ دربار کا رنگ بدل گیا ہے ساری سپاہ آپ کے مقابلے کے لیے مسلح تیار ہے ذرا اشارے کی دیر ہے کہ ہمارا گھر بار لوٹ کر نیست و نابود کر دیں گے۔ ہمارے اہل و عیال کی عزت خاک میں مل جائے گی اور چوڑے چماروں کے حوالے کیے جائیں گے۔ آپ عقل کے ناخن لیں اور اس تمردی سے باز آئیں اور خدا کے واسطے اپنے آپ اور ہم سب کی حالت پر رحم کر کے کوئی ایسی معقول تدبیر کیجیے کہ یہ فتنہ فرو ہو کہ چند روز بخیر و خوبی گزر جائیں ورنہ کل صبح ہی آپ دیکھ لیں گے کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ دلاور خاں یہ حالات سن کر تین چار گھنٹے تک سوچ میں گیا۔ اس کے بشرے سے سخت پریشانی ظاہر تھی آخر کار تأمل کار کو سوچ کر رومی خاں سے کہلا بھیجا کہ تم سب دوستوں نے جو کہا مجھے منظور ہے کسی طرح اس بھڑکتی ہوئی آگ کو سرد کرو۔ رومی خاں کی مجال نہ تھی کہ خود قلعہ میں جا سکتا قلعہ کے اندر قدم رکھتے ہوئے دم سلب ہوتا تھا آخر کار ایک بڑھیا کو حضرت چاند بی بی سلطانہ کی خدمت میں بھیج کر معروضہ کرایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ چند دنوں سے کیسی کچھ مصیبت کا سامنا ہے سارے کاروبار معطل دربار سنسان پڑا ہے لوگ پریشان خاطر ہیں آپ کچھ ایسی تدبیر فرمائیں کہ معاملے کی یکسوئی ہو جائے ایسا نہ ہو کہ دشمنوں کو یہ خبر معلوم ہو اور لینے کے دینے

Marfat.com

پڑ جائیں۔ آپ پر مخفی نہیں ہے کہ دلاور خاں نے بپاس عزت و آبرو مجبوراً کاروبار سلطنت سے دست کشی اختیار کی ہے اور گھر میں بیٹھ گیا ہے جس کی وجہ سے تمام نظم و نسق درہم برہم ہو گیا ہے اگر جہاں پناہ سلامت علی الصباح دلاور خاں کے کلبۂ احزان تک قدم رنجہ فرمائیں اور اس کی دل جوئی اور جاں بخشی فرما کر اپنے ہمراہ رکاب قلعۂ معلیٰ میں لے آئیں اور دوبارہ سر فراز فرمائیں تو بے کھٹکے یہ ہنگامہ دب دبا جاتا ہے اور کاروبار سلطنت کا جس خوش اسلوبی سے اب تک چلتا تھا چلتا رہے گا۔ علیا حضرت نے رومی خاں کے معروضہ کو شرف قبولیت بخشا اور اسی طرح دوسرے دن بادشاہ اسپ ترکی پر سوار ہو کر دلاور خاں کے محل سرا کے دروازے تک پہنچا تھا کہ دلاور خاں دوڑتا ہوا نکلا اور بادشاہ کے قدموں پر سر رکھ کر زار و قطار رونے لگا اور اپنی تقصیرات کی معافی چاہی اور بادشاہ کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے شہر کے باہر دروازے تک آیا کہ ادھر سے شاہی پالکی آ رہی تھی بادشاہ پالکی میں سوار ہوا اور دلاور خاں کو اسپ ترکی پر بٹھلا کر قلعہ میں لایا اور خلعت فاخرہ دلاور خاں کے لیے حاضر کیا گیا۔ دلاور خاں نے دست بستہ معروضہ کیا کہ گوشت پوست سب سرکار کا ہے خانہ زاد ہمیشہ خلعتوں سے سرفراز ہوتا رہا۔ حضرت کے جسم مبارک پر جو لباس ہے وہ میرے لیے لاکھوں خلعتوں سے بڑھ کر ہے اگر فدوی کو یہ سرفراز ہو جائے تو بڑی کرم بخشی ہے اور سارے شہر میں اس کی دھوم مچ جائے گی۔ بادشاہ اسی وقت محل میں گیا اور لباس اتار کر دلاور خاں کو بھیج دیا دلاور خاں نے وہیں لباس شاہی پہن لیا اور بخوشی تمام اپنے دولت خانے کو واپس آیا اور اسی وقت سے مہام سلطنت حسب سابق انجام دینے لگا اور جو کچھ شر و فساد تھا سب فوراً ہی دب دبا گیا۔

دلاور خاں کا از سر نو فوج بھرتی کر کے اپنے پاؤں جمانا

دلاور خاں بڑا پولیٹیکل تھا اس نے دیکھا کہ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت، مگر بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی آج نہیں تو کل پھر ہمیں گو ہمیں میداں اگر یہی لیل و نہار ہے تو یہ بیل کبھی منڈھے چڑھنے والی نہیں۔ "مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست"۔

غافل رہنا شرط خردمندی نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ ابھی سے اس امر کا معقول بندوبست کر لیا جائے کہ پھر ایسی بات ہی نہ ہو اور اپنی حالت کو قوی اور مضبوط کرنے کے لیے نئی فوج بھرتی کرنے لگا۔ پہلی جمعیت تھی سو تھی اور چھ ہزار منتخب سواروں کو جدید طور پر نوکر رکھا جن پر ہزار ہا روپے صرف کر کے

Marfat.com

اسلحہ و آلات اور لباس فاخرہ زربفت و مخمل سے خوب آراستہ کیا اور بادشاہ سے عرض کی کہ جان نثار نے آپ پر سر نثاری کے لیے ایک نئی فوج تیار کی ہے فوج کے ملاحظہ کے لیے بادشاہ شہر پناہ کے ایک برج پر جلوہ فرما ہوا اور تمام سوار احشام اور ہاتھی گھوڑے سر سے پیر تک آراستہ اور پیراستہ ہو کر مارچ پاسٹ (کسی افسر کے سامنے سے مثل بندی سے فوج کا گزرنا) ہوا۔ بادشاہ نہایت خوش ہوا اور دلاور خاں کی بہت تعریف کی۔ دلاور خاں اور اس کے فرزندوں کے لیے خلعت ہائے فاخرہ اور گھوڑے اور ہاتھی اور تلواریں اور خنجر اور مرصع انگوٹھیاں الماس و زمرد اور پکھراج کی سرفراز کیں اور خود دلاور خاں کو ایک نہات خوب صورت گھوڑا زین اور لگام مرصع کا دیا۔ کل سرفرازی ایک دن میں دو لاکھ ہن کی ہوئی اور اسی طرح اسی ایک سال میں پانچ مرتبہ مختلف تقریبات میں لاکھوں روپے کی سرفرازیاں ہوئیں۔ اگرچہ دلاور خاں کو فوج کے اخراجات کے لیے پہلے ہی سے بہت سی جاگیریں تھیں مگر اس جدید فوج کے خرچ کو کفاف نہ کرتی تھیں لہٰذا اور ایک سو مواضع کثیر الحاصل کی گزاشت کا حکم ہوا۔ دلاور خاں نے مجلسیاں اور امراء اور منصبداروں کے دیہات چھین لیے جس کی وجہ سے پانچ ہزار قدیم فوج تخفیف میں آگئی اور اسی مقدار میں دلاور خاں کی فوج بڑھ گئی اور الغرض روز بروز دلاور خاں کی قوت بڑھتی جاتی تھی اور بادشاہ دبتا چلا جاتا تھا اور یہی دلاور خاں کا اصلی منشاء تھا۔

برہان نظام شاہ کی امداد کے لیے ابراہیم عادل شاہ کی چڑھائی

علی عادل شاہ کے زمانے میں برہان نظام شاہ اور اس کے بھائی مرتضٰی نظام شاہ سے کچھ سوءِ مزاجی ہو گئی تھی اور برہان نظام شاہ ناراض ہو کر بیجاپور چلا آیا تھا۔ عادل شاہ نے اس کی بڑی خاطر مدارات کی اور چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اسے احمد نگر کے تخت پر بٹھلا دے مگر افسوس کہ اس کی عمر نے وفا نہ کی اور یہ آرزو دل کی دل ہی میں رہی۔ برہان نظام شاہ ابراہیم عادل شاہ کی سلطنت کے اوائل زمانے میں مایوس ہو کر اکبر شاہ بادشاہ کے پاس ہندوستان چلا گیا اور وہاں سے ان امراء کو جو بیجاپور میں اس کے دوست تھے اپنی پریشانی اور سرگردانی کے حالات لکھتا رہتا تھا۔ ادھر حمائل خاں مہدوی اور دوسرے امراء نے اسمٰعیل شاہ پسر برہان شاہ کو جو بارہ سال کی عمر کا تھا قید سے نکال کر تخت پر بٹھلا دیا۔ یہ بات کسی امیر نے دلاور خاں کے کان پر ڈال دی دلاور خاں چاہتا ہی تھا کہ اگر ممکن ہو تو نظام شاہیوں کو اپنا ممنون احسان بناؤں اس نے وعدہ کر لیا کہ میں برہان شاہ کی مدد کے لیے بسر و چشم حاضر ہوں لیکن بہتر ہو گا کہ اکبر بادشاہ کا ایک فرمان

Marfat.com

میرے نام اور دوسرا راجے علی خاں فرماں روائے خاندیس اور دوسرے امرائے سرحدی کے نام امداد کا حاصل کریں تو ہم کو اور زور ہو جائے گا اور میں ابراہیم عادل شاہ کو لے کر آپ کی کمک کو احمد نگر پہنچ کر آپ کو کامیاب کرادوں گا۔ برہان شاہ نے یہ جواب پاتے ہی فرامین حاصل کیے اور دکن کی طرف چلا جب برہان پور پہنچا تو راجے علی خاں نے استقبال کیا اور بڑی عزت واحترام سے شہر میں لا کر تخت پر بٹھلایا اور فوج جمع کرنے لگا۔ دلاور خاں کو جب برہان شاہ کے خاندیس پہنچ جانے کی خبر ملی تو ابراہیم عادل شاہ کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر لے کر مملکت نظام شاہیہ کی طرف بڑھا جب سواری مبارک شاہ درگ پر پہنچی تو آب وہوا بہت پسند آئی اور چند دن وہیں اقامت فرمائی۔ دلاور خاں کو اس مہم میں بھی اپنے استحکام کی فکر تھی اور چاہتا تھا کہ کسی طرح شہر بیجاپور اور قلعہ کی حکومت پر کوئی اپنا آدمی رکھے اور نیز چاند بی بی کو جو ہر وقت بادشاہ کی نفس ناطقہ تھی اسے کسی طرح بادشاہ کی نظروں سے اتار دے۔ دلاور خاں نے چند بدمعاشوں کو اشتعال دیا کہ شہر میں خوب چوریاں کریں کہ کسی طرح رومی خاں کی جو نائب غیبت تھا بدنامی ہو۔ جب شہر میں آئے دن کثرت سے چوریاں ہونے لگیں تو متواتر شکایتیں پہنچیں اور لشکری لوگ اپنے مال ومتاع کی طرف سے پریشاں خاطر ہوگئے۔ شدہ شدہ بادشاہ کے کانوں تک شور وغوغا پہنچا۔ دلاور خاں کو اچھا موقع ملا۔ رومی خاں جس کے سپرد شہر کا انتظام تھا اس کی ناقابلیت اور عدم توجہی کی شکایت کی اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میں کسی ایسے لائق شخص کو چن کر مقرر کروں جو شہر اور قلعہ دونوں کا معقول انتظام کر سکے۔ بادشاہ نے کہا کہ رومی خاں ہمارا قدیم اور معتبر ملازم ہے میں اس کو علاحدہ کرنا پسند نہیں کرتا البتہ میں اسے بہت ہوشیاری سے کام کرنے اور اس بدنظمی کے رفع کرنے کی سخت تاکید کروں گا۔ دلاور خاں کا داؤ نہ چلا سمجھا کہ ہو نہ ہو بادشاہ کی ماں کی صلاح ہوگی جو بادشاہ نے میری بات ٹالی اور رومی خاں کی پاس داری کی تو دلاور خاں نے ایک چال اور چلی کہ اپنے بال بچوں کو بیجاپور سے بلوالیا۔ جب بادشاہ نے آگے بڑھنے کا حکم دیا تو دلاور خاں نے علیا حضرت سے عرض کی کہ اب لشکر دشمن کے مقابلے کے لیے جاتا ہے خدا جانے وہاں کیا معاملہ پیش آئے میں اپنے زنانے کو یہیں چھوڑے جاتا ہوں بال بچوں کو لے کر کہاں پھروں گا۔ خانہ زاد کی گزارش یہ ہے کہ آپ بھی قلعہ ہی میں ہماری واپسی تک رونق بخش رہیں تو بہت مناسب ہے تاکہ زحمت سفر سے محفوظ رہیں۔ چاند بی بی دلاور خاں کی چال بازی سمجھ گئی کہ مجھے اپنے لخت جگر سے اس بہانے سے جدا کرنا چاہتا ہے جواب دیا کہ میں ہرگز بادشاہ کو اکیلا نہ چھوڑوں گی کیا میری جان اس سے زیادہ عزیز ہے جو اس پر گزرے گی مجھ پر گزرے گی۔ دلاور خاں کی

Marfat.com

یہاں بھی نہ چلی ناچار اپنے زنانے کو قلعہ شاہ درگ میں چھوڑ کر لشکر کے ساتھ غنیم کے مقابلے کو روانہ ہوا۔

اسمٰعیل نظام شاہ اور عادل شاہ کی جنگ

جمال خاں حبشی زادہ جس نے اسمٰعیل شاہ پسر برہان کو تخت پر بٹھا کر خود وکیل السلطنت اور پیشوا بن گیا تھا۔ اسمٰعیل شاہ کو لے کر ابراہیم عادل شاہ اور برہان شاہ کے مقابلے پر احمد نگر سے نکلا اور طرفین سے جنگ شروع ہوگئی ادھر اور ادھر دونوں جانب کثرت سے لوگ مارے جاتے تھے لیکن بڑی سخت لڑائی صبح سے شام تک تمام دن ہوتی رہی رات ہو جانے سے دوسرے دن پر انحصار رکھی گئی۔ دوسرے دن پھر گھمسان لڑائی ہوئی آخر کار عادل شاہ کی فوج میں جو سات آٹھ ہزار ہندو جری سوار تھے لشکر کے تعاقب میں چو طرف پھیل گئے اور لوٹ مار کر کے چالیس ہاتھی اور دو ہزار گھوڑے پکڑ لیے جمال خاں اس پر آشوب وقت میں اسمٰعیل نظام شاہ کو لے کر پہاڑوں میں ایک طرف چھپ گیا تھا اسے جب معلوم ہوا کہ تمام ہندو سوار ہمارے لشکر کے پیچھے نکل گئے ہیں باقی لشکر عادل شاہیوں کا مال غنیمت سمیٹنے میں لگا ہوا ہے اور دلاور خاں تنہا رہ گیا ہے معدودے چند لوگ اس کے ساتھ ہیں تو عین کاوے نکلا راستے میں اس کو عین الملک اور آنکس خاں ملے جو دلاور خاں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے خدمت سپہ سالاری سے محروم کر دیے گئے تھے بوجہ ناخوشی کے معرکہ جنگ سے الگ تھلگ رہے لیکن جب انہوں نے بادشاہ کی فتح یابی کی خبر سنی تو مبارک باد کے لیے جا رہے تھے کہ راستے میں جمال خاں کی فوج سے مڈ بھیڑ ہوگئی۔ یہ بے چارے جنگ کے لیے تیار نہ تھے شکست پائی اور پچاس ساٹھ ہاتھی اور مال و اسباب چھوڑ کر بھاگے۔ جمال خاں کو بلا جدوجہد منہ مانگی مراد ملی اور تازہ دم ہو گیا۔ دلاور خاں نے جب یہ حال سنا اور دیکھا کہ اس کے پاس کچھ لشکر باقی نہیں رہا کہ جمال خاں سے مقابلہ کر سکتا مجبوراً بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب کیفیت عرض کی اور صلاح دی کہ اب یہاں سے چلنا چاہیے راتوں رات نہایت پریشانی اور سرگردانی سے اٹھارہ کوس کی منزل طے کر کے دوپہر کے وقت بادشاہ قلعہ شاہ درگ میں پہنچ وہاں پہنچ کر دیکھا تو کل سامان جنگ و جدال گولی بارود اور مال و متاع جو قلعہ کی حفاظت کے لیے چھوڑ گئے تھے سب لٹ چکا تھا اس لیے بہ مجبوری چند دن وہیں ٹھہرے رہے اور مستقر بیجاپور سے کل سامان از سر نو فراہم کرنا پڑا۔

Marfat.com

اسمٰعیل نظام شاہ کی طرف سے جمال خاں کی لڑائی برہان نظام شاہ سے بمقام برہان پور اور اول الذکر کی شکست اور جمال خاں کا تیر سے ہلاک ہونا

جمال خاں پیشوائے اسمٰعیل شاہ کو جب خبر ملی کہ عادل شاہ اس طرح دل شکستہ ہو کر شاہ درگ چلا گیا تو فوراً ایلغار احمد نگر پہنچ کر جھٹ پٹ پوری تیاری کر کے چاہتا تھا کہ عادل شاہ کی مدد پہنچنے کے اول ہی برہان نظام شاہ پر چڑھائی کر کے اس کا کام تمام کر دے اور اسی ارادے سے اسمٰعیل شاہ کو ساتھ لے کر برہان پور کی طرف بڑھا۔ ادھر برہان نظام شاہ نے راجہ علی خاں اور دوسرے امرائے براڑ کو بہت کچھ بڑھاوے چڑھاوے دے کر ہموار کر لیا تھا۔ دلاور خاں کو جب معلوم ہوا کہ جمال خاں نے براڑ پر چڑھائی کر دی ہے تو بلا طلب محض جمال خاں کو شکست دینے کے لیے دس ہزار سوار کمان دار شاہ درگ ہی سے بھیج دیئے لیکن جمال خاں کو جوں ہی بیجاپور کی امدادی فوج کی روانگی کی خبر ملی تو وہ ڈبل ڈبل منزلیں کر کے عادل شاہی فوج کے آنے کے پانچ چھ روز پہلے ہی نظام شاہ کے لشکر پر جا پڑا وہاں جا کر اس نے دیکھا کہ سارے امرائے براڑ برہان شاہ کے ساتھ ہیں اور عادل شاہ کی فوج بھی اُمڈی چلی آ رہی ہے تو اس نے سمجھ لیا کہ اب میری خیر نہیں لیکن پھر بھی پوری جواں مردی سے لڑا اور نظام شاہی فوج کے چھکے چھوڑا دیئے اور قریب تھا کہ برہان شاہ کے لشکر کی قلع قمع ہو جائے کہ عین وقت پر دلاور خاں کا لشکر پہنچ گیا۔ جمال خاں نرغے میں گھر گیا اکیلا کیا کر سکتا تھا۔ یکایک جمال خاں کو ایسا کاری تیر لگا کہ جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکا۔ دشمنوں نے جمال خاں اور اس کے داماد خداوند خاں کے سر کاٹ کر برہان نظام شاہ کے گھوڑے کے قدموں میں ڈال دیئے اور اسمٰعیل نظام شاہ کو گھوڑے سمیت گھسیٹ کر لائے۔ برہان نظام شاہ آخر باپ ہی تھا محبت پدری جوش زن ہوئی بیٹے کو گلے لگا لیا۔ راجہ علی خاں کو اس جنگ میں بہت سے ہاتھی اور ہزاروں گھوڑے اور مال و اسباب ملا علاوہ اس کے برہان نظام شاہ نے اور تحفہ تحائف دے کر رخصت کیا اور دونوں باپ بیٹے ہنسی خوشی احمد نگر روانہ ہوئے۔ برہان نظام شاہ تخت نشین ہو گیا اور اسمٰعیل شاہ کو فوراً قلعہ لوہار گڈہ میں جہاں اس کا بھائی ابراہیم نظام شاہ پہلے سے نظر بند تھا قید کر دیا۔

بادشاہ کے عتاب سے دلاور خاں کا بیجاپور سے بھاگنا ۹۹۸ھ

دلاور خاں نے خواہ مخواہ جمال خاں کی مدد کے لیے بطور خود لشکر اٹھا کر بھیج دیا اور مفت کی جنگ اپنے سر مول لی جس میں سخت مالی نقصان کے علاوہ چالیس ہاتھی اور پانچ ہزار گھوڑوں کا نقصان خطیر ہوا۔

Marfat.com

دلاور خاں نے ہر طرح سے بادشاہ کو جکڑ رکھا تھا جدھر دیکھو اسی کے لوگ گھیرے رہتے تھے۔ اور اس قدر سخت نگرانی تھی کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ بادشاہ سے کچھ عرض و معروض کر سکے۔ بادشاہ دلاور خاں کی خود مختارانہ کارروائی سے سخت تنگ آگیا تھا اور دل سے چاہتا تھا کہ خداوہ کون سا دن لائے گا کہ اس کے پنجے سے گلو خلاصی ہو۔ برہان پور کی شکست فاش سے دلاور خاں کے منہ کا پانی اتر گیا لوگ اس پر آوازیں کسنے لگے اور ہر طرف سے اظہار ناراضگی ہونے لگی۔ آخر کار بادشاہ کی والدہ نے دو اپنے خاص الخاص لوگوں کو قصبہ طور پر عین الملک کنعانی اور آنکس خاں اور علی خاں امراء کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ بادشاہ دلاور خاں کی خیرہ سری خود مختاری اور سرتابی سے سخت بے زار آگیا ہے اس نے ناک میں دم کر رکھا ہے تم لوگ مابدولت کے پشتینی نمک خوار اور خیر خواہ ہو۔ تمہارے آباواجداد نے ہمارے خاندان کے ساتھ جاں نثاری کی ہے ہم کو توقع ہے کہ تم اس وقت حق نمک ادا کرو اور اس ملعون کی گوشمالی میں مدد دو تو موجب ہماری خوشنودی کا ہوگا۔ عین الملک نے بادشاہ کا فرمان سر آنکھوں پر رکھا اور دست بستہ عرض کی کہ حضرت کے لیے ہماری جان حاضر ہے یہ گوشت پوست سب سرکار کا ہے زہے سعادت ہماری کہ ہم غلاموں سے سرکار کی خدمت ادا ہو۔ اگر خداوند نعمت غریب خانے تک قدم رنجہ فرمائیں تو ملاحظہ فرمالیں گے کہ اس نمک حرام کی کیسی گت بناتا ہوں۔ چنانچہ ۱۵ رجب المرجب کی شب میں بادشاہ نے بوقت سحر آنے کا وعدہ فرمایا اور ہر سہ امراء نے خبر نزول اجلال سن کر وقت مقررہ سے پیشتر اپنی اپنی فوجوں کو تیار کر لیا اور چشم براہ بیٹھ گئے عادل شاہ حسب قرارداد سحر کے وقت حرم سرا سے برآمد ہوا اور کسی سے کچھ نہ کہا کہ کہاں جاتا ہے صرف اپنے ایک غلام کفش دار خاں کو گھوڑے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ غلام نے جلودار سے گھوڑے طلب کیے۔ جلودار نمک حرام نے صاف انکار کر دیا کہ بلا اجازت دلاور خاں کے اصطبل سے گھوڑے نہیں آسکتے۔ کفش دار خاں جلودار کا ایسا بیہودہ جواب سن کر ایسا غصے میں آیا اور جلودار کے ایسا ایک طمانچہ رسید کیا کہ وہ کھڑے قد سے گر پڑا۔ دوسرے جلوداروں نے جو یہ دیکھا تو جھٹ گھوڑے حاضر کر دیے۔ بادشاہ مع غلاموں کے سوار ہو کر نکلا۔ الیاس خاں جس کی شب میں نشست تھی بادشاہ کو پہچان کر آگے دوڑا اور پوچھا تو بادشاہ نے کہا یہ وقت بات کرنے کا نہیں ہے جہاں میں جاتا ہوں تو بھی مع اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ہو لے۔ الیاس خاں مع خاصہ کے سو سواروں کے ہمراہ رکاب ہو لیا۔ شہر کے باہر نکلتے ہی عین الملک آنکس خاں اور علی خاں قدم بوس ہوئے۔ محل میں اسی وقت بادشاہ کی سواری کی خبر ہوگئی یہ سنتے ہی تمام لوگ خاصہ خیل، مجلسیاں اور سر نوبتیاں جن کی نشست

Marfat.com

شب میں تھی جن میں رفیع الدین شیرازی اور محمد قاسم فرشتہ بھی تھے مسلح ہو کر دوڑے اور ایک دم تین ہزار آدمی بادشاہ کے ساتھ ہو لیے اور جاتے جاتے راستے میں چند ہاتھی چھوڑتے گئے کہ اگر دلاور خاں آتا ہو تو اسے ہاتھیوں سے روند دیں۔ دلاور خاں کے لوگوں نے بھی فوراً خبر دی وہ سنتے ہی آنکھیں ملتا ہوا اٹھا۔ دلاور خاں اور اس کے بیٹے پانچ ہزار سوار اور ہاتھی لے کر صبح صادق کے وقت بادشاہ کی طرف چلے اس خیال سے کہ ہمیں دیکھ کر لوگ ڈر جائیں گے اور بادشاہ کو چھوڑ کر ادھر آملیں گے۔ جب لشکر شاہی ایک تیر کے فاصلے پر رہ گیا تو دلاور خاں کی صورت دیکھ کر ہاتھی والوں کا دم نکل گیا اور ان کی مجال نہ ہوئی کہ روک سکیں۔ الغرض دلاور خاں دڑاتا بادشاہ تک پہنچ گیا اور نہایت غصے اور غضبناک لہجے میں بادشاہ سے مخاطب ہوا کہ اتنی رات کو گھر سے نکل کر آپ کہاں چلے اس طرح آپ کا جانا بالکل نامناسب ہے بہتر ہے کہ ابھی پلٹ چلیے یہ سنتے ہی بادشاہ غصے سے نیلا پیلا ہو گیا۔ کچھ بھی کہو کیسا ہی دباؤ ہو مگر تھا تو آخر بادشاہ ہی۔ خون کا سا گھونٹ پی کر رہ گیا اور دلاور خاں کو کچھ جواب نہ دیا۔ اس بیہودہ کے کیا منہ لگتا وہیں پھر کر ایک مصاحب کی طرف مخاطب ہو کر حکم قضا شیم زبان مبارک سے فرمایا کہ ہاں دیکھتے کیا ہو اس مردود کی زبان گدی سے کھینچ لو۔ بادشاہ کی زبان ہلنے کی دیر تھی کہ خاص خیل میں کا ایک شخص ادب نامی اپنے اسپ برق دم کو چمکا کر مثل صاعقہ جھپٹا اور ایک ایسی تلوار ماری کہ دلاور خاں نیچے گر پڑا۔ تلوار لگی مگر کاری نہ لگی۔ دلاور خاں زخمی تو ہوا مگر مرا نہیں۔ ایک فیل بان اپنا ہاتھی بیچ میں لے آیا۔ اتنی مہلت ملتے ہی شاہ احمد صفوی جو دلاور خاں کا داماد تھا اپنا گھوڑا لے آیا دلاور خاں اس پر سوار ہو کر نوک دم بھاگا اگر ٹھہرتا تو لوگ اس کے ٹکڑے اڑا دیتے۔ بادشاہ کے غضب سے ساری فوج میں سنسنی پھیل گئی۔ دلاور خاں مع اپنے دونوں بیٹوں محمد خاں اور حیرت خاں کے سیدھا بیدر چلا گیا لیکن وہاں بھی سینگ نہ سمائے تو احمد نگر پہنچا۔ لوگ کہتے ہیں کہ احمد نگر میں اس کی آؤ بھگت ہوئی اور کوئی خدمت امارت بھی ملی اور بادشاہ کا مصاحب خاص ہو گیا۔ کمال خاں جو دلاور خاں کا تیسرا لڑکا بھاگا تو وہ بھی تھا مگر اجل اسے گھیر لائی دوسرے دن پھر بیجاپور آ گیا اور جوں ہی لوگوں کو اس کی واپسی کی خبر ملی کہ اسے قتل کر ڈالا۔

برہان نظام شاہ کی لشکر کشی بیجاپور پر دلاور خاں کا دوبارہ آنا اور مکحول کر کے قید کیا جانا اور آخر کار مر جانا

دلاور خاں کی معزولی کے بعد بادشاہ نے سلطنت کی باگ اپنے یدِ قدرت میں لی اور مہمات اہم

Marfat.com

دسترگ خود انجام دینے لگا۔ بادشاہ نے بہت کچھ عزل و نصب کیا۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ بڑی بڑی خدمات پر دانت لگائے بیٹھا تھا۔ جو لوگ نظروں سے گر گئے وہ ریشہ دوانیاں کرنے لگے۔ سب سے بڑا مہرا دلاور خاں تھا۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے، وہ ہمیشہ برہان نظام شاہ کو ابھارتا رہتا تھا اور تعجب ہے کہ برہان نظام شاہ اس قدر جلد ان تمام احسانات کو بھول گیا جو ابراہیم عادل شاہ نے کیے تھے اور سچ پوچھیے تو اسی کی بدولت کھوئی ہوئی سلطنت ملی۔

کس نیاموخت علم تیر از من   کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

برہان نظام شاہ نے مملکت عادل شاہ پر لشکر کشی کی ادھر سے رومی خاں مقابلے پر گیا اور ادھر سے دلاور خاں جس کے رگ و ریشہ میں عادل شاہیوں کا نمک پیوست تھا وہی میر عساکر تھا۔ برہان نظام شاہ نے دریائے بھانورہ کے کنارے ایک قلعہ بنانا شروع کر دیا۔ اور بہت سرعت سے تعمیر کا کام شروع ہو گیا لیکن عادل شاہ نے اس کی کچھ بھی پرواہ نہ کی الغرض روزانہ چھوٹی موٹی لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اور دونوں طرف کے لوگ کام آتے تھے۔ دلاور خاں بیجاپور کی مطلق العنان حکومت کا مزہ چکھ چکا تھا اس کے منہ سے رال ٹپک پڑی تھی اور دل سے چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح پھر وہیں چلا جاؤں اس لیے درپردہ عادل شاہ سے کہلا بھیجا کہ اگر بندگان دولت خانہ زاد کی جان و مال کی امان بخشیں اور خطا معاف فرمائیں تو اب بھی غلام سر کے بل چل کر در اقدس پر حاضر ہوتا ہے۔ بادشاہ نے اس درخواست کو منظور فرمایا اور عہد نامہ بھیج دیا لیکن بد دل نوکر دشمن برابر۔ دلاور خاں تاک میں لگا ہوا تھا کہ ذرا میرے پاؤں جم جائیں تو پھر دیکھو میں کیسا چن چن کے بدلا لیتا ہوں اور بادشاہ کو ناک چنے چبواتا ہوں۔ یہ تھے جو تھیڑ سے بدلائی تھی بادشاہ بھی اپنی جگہ چوکنا تھا۔ دلاور خاں نے بہت اصرار سے برہان نظام شاہ سے اجازت لی اور مع اپنے فرزند محمد خاں کے بیجاپور آ پہنچا۔ یا یوں کہیے کہ گئی گوائی بلا پھر آئی۔ دلاور خاں جس روز آیا تمام خلائق دو تین کوس تک پیشوائی کو گئی بڑے کروفر سے شہر میں لائی تمام امرائے شہر مبارکباد کو دوڑ پڑے۔ بادشاہ نے جو اس قدر گرویدگی خلائق کی دیکھی تو سمجھ گیا کہ اگر دس پانچ دن بھی یہ شہر میں رہا تو ہموں آتش در کاس۔ مجھے معطل محض کر دے گا۔ اسی دن بادشاہ دوازدہ امام کے روضے کی زیارت کو گیا تھا سہ پہر کے وقت جب واپس آنے لگا تو دلاور خاں مشرف بملازمت ہوا اور بادشاہ کی رکاب پکڑے ہوئے قلعہ تک آیا۔ باشاہ نے محل میں نہ بلا کر وہیں دہلیز پر بیٹھنے کا حکم دیا اس سے دلاور خاں بہت گھبرایا کہ معاملہ بگڑ گیا میں نے ناحق ہی اس بلا میں اپنی گردن پھنسائی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی آنکھیں نکلوا

Marfat.com

ڈالی جائیں۔ دلاور خاں عجز والحاح کرنے لگا کہ حضرت سلامت کو خلاف مواثیق وعہد ایسا کرنا زیبا نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے جان ومال کی امان دی ہے نہ کہ اس سے زیادہ۔ سو میں نہ تمہاری جان لیتا ہوں نہ مال۔ رہا آنکھیں نکلوا دینا اس سے نہ ضرر جانی ہے نہ نقصان مال اور میں نے یہ عہد کیا تھا کہ میں تجھے نقصان نہ پہنچاؤں گا، سو میں تیری آنکھیں خود تھوڑی نکال رہا ہوں، دوسرے کی نقصان رسانی کا میں ذمہ دار نہیں جو آنکھیں نکالتا ہے وہ جانے اور تو جانے اس کے بعد معاً دلاور خاں کی آنکھیں نکال ڈالی گئیں اور قلعہ کھلنا میں قید کر دیا گیا اور اسی حالت میں دس سال زندہ رہ کر نوے سال کی عمر میں انتقال کیا۔

برہان نظام شاہ اور عادل شاہ کی دوبارہ لڑائی کنار رود بھیما پر

برہان نظام شاہ جو قلعہ بنا رہا تھا اس کی تکمیل کر لی اور اس میں بہت کچھ سامان جنگ اور غلہ وغیرہ جمع کر لیا اور سواحل رود بھیما (بھیما اور بھیمبرا دونوں نام ہیں۔ یہ ندی کرشنا ریلوے اسٹیشن کے قریب دریائے کرشنا میں مل گئی ہے۔ جہاں ان دونوں ندیوں کے درمیان ایک بہت پر فضا اور خوش نما منظر کا ٹیلہ مثل جزیرے کے قدرتی طور پر بن گیا ہے) کے تمام مقامات پر قبضہ کر لیا۔ جب یہ خبر ابراہیم عادل شاہ کو پہنچی۔ رومی خاں ادھر سے گیا، ادھر سے دلاور خاں دکھنی مع بارہ ہزار سواروں کے موجود تھا کئی دن تک جنگ ہوتی رہی آخر کار نور خاں مع چند امراء کے مارا گیا۔ عادل شاہ کی سپاہ کو ایک سو ساٹھ ہاتھی اور ہزار گھوڑے اور بہت کچھ اسلحہ اور مال واسباب ملا اور فتح کامل ہوئی۔ برہان نظام شاہ کے لشکر میں رسد آنی چو طرف سے بند کر دی گئی ناچار برہان نظام شاہ نے پیغام صلح دیا عادل شاہ نے بالکل لاپروائی کی اور ایک مہینے تک جواب ہی نہ دیا جب قطب شاہ اور راجہ علی خاں نے بہت کچھ منت سماجت کی تو عادل شاہ نے اس شرط سے مصالحت پر آمادگی ظاہر کی کہ جو قلعہ تم نے بنایا ہے وہ توڑ کر مسمار کر دو۔ آخر الامر برہان نظام شاہ کو ایسا ہی کرنا پڑا جب کہیں جا کر صلح ہوئی اور پیچھا چھوٹا۔

برہان نظام شاہ کی اشتعالک سے اسمٰعیل عادل شاہ کا قید سے چھوٹنا اور ایک عام شورش برپا کرنا

برہان نظام شاہ کو ایسی شرمناک شکست ہوئی کہ وہ جب ہی سے یہ داغ اپنی پیشانی سے مٹانے اور انتقام لینے کی کوشش میں تھا۔ اس نے خفیہ مراسلت اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم عادل شاہ سے شروع کی جو قلعہ مصطفیٰ آباد عرف بلگاؤں میں مقید تھا اور ہر طرح امداد کا وعدہ کیا۔ عین الملک اور آنکس خاں اسی

Marfat.com

قریب میں جاگیر دار تھے ان سے بھی سلسلہ جنبانی شروع کی کہ یہ دونوں ابراہیم عادل شاہ سے کشیدہ خاطر ہو کر چلے گئے تھے کھڑے ہوئے۔ برہان نظام شاہ نے ان کو آمادہ کیا کہ ابراہیم عادل شاہ کے بھائی اسمٰعیل شاہ کی طرف ہو کر اسے تخت پر بٹھلادیں ان کو تو اتنا اشارہ بس تھا۔ خوئے بدرا بہانہ بسیار، یہ لوگ بہ ظاہر تو ابراہیم عادل شاہ کا دم مارتے تھے مگر در پردہ اس کی جڑ کاٹنے لگے اور رفتہ رفتہ بہت سے امراء کو اپنا ہم خیال کر لیا۔ ایک سال تک یہ کھد بدی پکتی رہی۔ ساونت راؤنا نگواڑی نے جو اسمٰعیل شاہ کا لنگوٹیا یار تھا اس نے اپنی ایک لڑکی بھی اسمٰعیل عادل شاہ کو دی اور اس طرح بہت رسوخ پیدا کر لیا اور اس نے یہ کوشش تمام قلعہ کی فوج احشام کو ہموار کر لیا اور ایک دن قلعہ دار کو قید کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ عادل شاہ کو جب خبر ملی تو اس نے باغیوں کی سرکوبی کے لیے الیاس خاں کو بھیجا اس نے آتے ہی قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور ساتھ ہی بادشاہ نے عین الملک اور آنکس خاں کو بھی حکم لکھا کہ جلد الیاس خاں کی مدد کو پہنچ کر قلعہ پر قبضہ کر لیں۔ بادشاہ کو ابھی تک ان کی دغابازی کی خبر نہ تھی۔ عین الملک اور الیاس خاں نے اپنی فوج بظاہر تو عادل شاہ کی امداد کو بھیجی مگر در پردہ برہان نظام شاہ کی مدد مقصود تھی۔ بجائے اس کے کہ برہان نظام شاہ کا مقابلہ کرتے الٹی اور امداد کرنے لگے اور خفیہ طور پر رسد پہنچانے لگے اور بیجاپور کو بھی اپنے معتمدوں کو بھیج کر بہت سے امراء کو توڑ لیا۔ خورشید خاں جو ایک ترکی غلام تھا وہ اسمٰعیل شاہ کا بڑا طرف دار تھا اسی کے ہاں مخالف پارٹی کا جم گھٹا رہتا تھا۔ ادھر برہان شاہ اور قطب شاہ دونوں مل کر سرحد پر آگئے تھے۔ ابراہیم عادل شاہ سنتا سب کچھ تھا مگر اپنی مستقل مزاجی سے اس نے کچھ پریشانی کا اظہار نہ کیا یہاں تک کہ بادشاہ کو خبر ملی کہ عین الملک نے اسمٰعیل کو قید سے چھوڑ دے کر قلعہ میں تخت پر بٹھادیا اور بادشاہ کا اعلان بھی کر دیا۔ اس وقت تک پچیس ہزار لوگ اسمٰعیل کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ جب اس قدر شورش ہو گئی تو الیاس خاں بے چارہ بیک بنی دو گوش کیا کر سکتا تھا محاصرہ چھوڑ کر بیجاپور واپس آگیا اور سب حال عرض کیا۔ ادھر اسمٰعیل شاہ نے جنگ کی تیاریاں کر دیں۔ عادل شاہ کے مخبروں نے ایک خط دینا یک ایک امیر کے بیٹے کا پکڑ لیا جو اس نے عین الملک کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ میں نے سب ٹھیک ٹھاک کر لیا ہے رومی خاں کو ملا کر بہت سے لوگوں کو ہموار کر لیا ہے اب صرف تم لوگوں کے آنے کا انتظار ہے جس قدر جلد ممکن ہو اسمٰعیل شاہ کو لے کر حوالی شہر میں آجاؤ میں شہر کے باہر تمہارے انتظار میں پڑا ہوا ہوں اور آتے ہی بادشاہ کو قید کر لو یا قتل کر ڈالو۔ غرض اس وقت زمین آسمان ابراہیم کا دشمن ہو رہا تھا اور اس قدر شر و فساد کی آگ بھڑک رہی تھی کہ عام خیال تھا کہ اسمٰعیل کے آنے کی دیر ہے کہ

Marfat.com

یہ بساط ہفتے عشرے میں الٹ پلٹ ہو جائے گی۔ ابراہیم عادل شاہ نے اس نازک وقت میں ایک بہت عمدہ چال چلی کہ حمید خاں حبشی کو جسے دلاور خاں نے قید کر رکھا تھا قید سے رہائی دے کر حضوری میں طلب کیا اور منصب امارت اور خلعت وغیرہ سے سرفراز کر کے اس مہم پر بھیج دیا۔

حمید خاں کا دشمنوں کی سرکوبی کرنا۔ عین الملک کا قتل۔ اسمٰعیل عادل شاہ کا مکحول کیا جانا اور اس کی وفات ۱۰۰۳ھ م ۱۵۹۴ء

۲۴ ربیع الاول ۱۰۰۳ھ یوم چہار شنبہ کو حمید خاں اسمٰعیل شاہ کی سرکوبی کو روانہ ہوا اور یہاں بیجاپور میں ۲۸ تاریخ ماہ مذکور کو ابراہیم عادل شاہ نے رومی خاں، الیاس خاں، عزیز خاں، دیونائک، اپاجی پنڈت وغیرہ امراء کو جن کی سازش کی خبر پہنچ چکی تھی قید کر دیا۔ حمید خاں جب میدان کارزار کے قریب پہنچا تو اس نے عین الملک کو کہلا بھیجا کہ اگرچہ میں بادشاہ کے حکم سے اتنا لاؤ لشکر لے کر آپ کے مقابلے پر آیا ہوں لیکن حقیقت میں آپ کے ساتھ ہوں میرا ارادہ ہرگز آپ سے مقابلہ کرنے کا نہیں ہے بلکہ آپ کی مدد کو آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو اسمٰعیل عادل شاہ کو تخت پر بٹھلا دیا جائے اور جب میں آپ کے ساتھ ہوں تو پھر برہان نظام شاہ کی کمک کی کیا ضرورت ہے اور کیوں مفت میں ان کا احسان لیا جائے۔

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است ۔۔۔ رفتن بپایہ مردی ہمایہ در بہشت

عین الملک دام تزویر میں آ گیا اور حمید خاں کو سچا سمجھ کر کہلا بھیجا کہ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست ۔۔۔ آمد آخر ز پس پردہ تقدیر پدید

میں تو آپ کے قدوم میمنت لزوم کا منتظر ہی تھا۔ آپ کی امداد کے لیے چشم براہ تھا۔ الحمد للہ کہ آپ کیا آئے گویا پردۂ غیب سے پیغام مقصد برآری اور فتح مندی کا آیا جس قدر جلد ممکن ہو تشریف لائیے کہ ہم آپ دونوں مل کر اس کار خیر کو باحسن الوجوہ انجام دیں۔ اس وقت عین الملک کا کیمپ مواضع پنے کیری اور رائے پاک کے درمیان تھا کہ حمید خاں کے آنے کی خبر پہنچی۔ مجلس آراستہ کی گئی اور عین الملک شاہزادہ اسمٰعیل عادل شاہ کو لے کر آ پہنچا۔ شاہزادہ اسمٰعیل کا سارا لشکر اپنے اپنے کام میں بلا دغدغہ مصروف تھا انہیں اصلاً خبر نہ تھی کہ کیا ہونے والا ہے۔ حمید خاں نے آتے ہی گولہ باری شروع کر دی۔ سارے لشکر میں ہل چل مچ گئی۔ عین الملک کو ایسے نازک وقت میں سوائے اس کے کچھ نہ سوجھی

Marfat.com

کہ جس طرح بھی بن پڑے شاہزادہ اسمٰعیل کو لے کر نکل جائے لیکن چاروں طرف کے راستے بند تھے جاتا تو کیسے۔ عین الملک گھوڑے پر سوار ہوا اور چاہتا تھا کہ نکل بھاگے کہ عادل شاہ کی ہاتھیوں کی فوج نے اسے نرغے میں گھیر لیا اور ایک ہاتھی نے عین الملک کے گھوڑے پر دھاوا کیا۔ عین الملک کی ران میں سخت زخم لگا اور گر پڑا چاہتا تھا کہ پھر گھوڑے پر سوار ہو مگر تاب و طاقت نے جواب دے دیا تب ہاتھی پر پکڑ کر بٹھلایا مگر بیٹھ نہ سکا گھبراہٹ کی حالت میں اپنے بیٹے غالب شاہ کو کہا کہ تو کیا دیکھ رہا ہے یہ وقت دیکھنے بھالنے کا نہیں ہے، جھٹ پٹ حرم اور خزانہ شاہی کو لے کر نکل جا۔ غالب شاہ حرم اور خزانہ پچاس ہاتھی لے کر پلکنڈہ کی طرف بھاگ گیا اور آنکس خاں بھی اسی کے ساتھ جان بچا کر اسی طرف نکل گیا۔ باقی لوگ یا مارے گئے یا زخمی ہوئے جو بہ مشکل بچ گئے۔ وہ جان لے کر بھاگے۔ عین الملک اور شاہزادہ اسمٰعیل دونوں عادل شاہی فوج کے ہاتھ آ گئے۔ اسی وقت عین الملک کا سر کاٹ کر ابراہیم عادل شاہ کے حضور میں بھیجا گیا جو کئی دن تک بیجاپور کے قلعہ کے صدر دروازے پر لٹکتا رہا۔ شاہزادہ اسمٰعیل کی آنکھیں نکلوا ڈالیں اور سخت نگرانی میں رکھا جہاں وہ تکالیف کی برداشت نہ کر کے بیمار پڑ گیا اور تھوڑے دنوں بعد بے چارہ مر بھی گیا۔ اس واقعہ کی تاریخ برسم تعمیہ حسب ذیل ہے۔

بحمد اللہ ازرائے کیخسر و دھر   سر دشمناں شد بہ تدبیر پامال

قضا بہر تاریخ برید و آورد   سر جو روغم را بہ شمشیر اقبال

برہان نظام شاہ احمد نگر سے ایک ہی منزل آگے بڑھا تھا کہ اسے عین الملک کے قتل اور اسمٰعیل کی وفات کی خبر ملی وہیں سے شرمسار ہو کر پلٹ گیا۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت حمید خاں فتح یاب ہو کر بڑی دھوم دھام سے بیجاپور واپس آیا اور بادشاہ نے اس کی بے نظیر نمک حلالی اور فتح یابی پر بڑی قدر و منزلت کی اور بڑے اعزاز و سرفرازی کے ساتھ اسے فخر باریابی حاصل ہوا۔

ابراہیم نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی لڑائی اور اول الذکر کا مارا جانا ۱۵۹۵ء

برہان نظام شاہ بوجہ مسلسل بیمار رہنے کے اپنی زندگی سے ناامید ہو گیا تھا اس لیے اس نے اپنے بیٹے ابراہیم نظام شاہ، جو قلعہ لہاگر میں مقید تھا بلا کر ولی عہد مقرر کیا۔ ابراہیم نظام شاہ نے اپنے والد کی وفات کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کی شکست کا بدلا ابراہیم عادل شاہ سے لیا اور چڑھائی کر دی۔ ابراہیم عادل شاہ مع لشکر کے بڑھا اور قلعہ شاہ درگ میں خود ٹھہر کر فوج بھیج دی۔ روزانہ آپس میں جنگ ہوتی

Marfat.com

تھی اور دونوں طرف کے لوگ مارے جاتے تھے مگر کسی کی فتح نہ ہوئی۔ ایک دن مقصود خاں شحنۂ فیلاں نے ساٹھ ستر ہاتھی لے کر حملہ کیا جس میں بہت سے لوگ روندے گئے اسی معرکہ میں ایک جوان نہایت خوش رو مسلح گھوڑے پر آیا۔ ہاتھی پر سے ایک تیر مقصود خاں نے تاک کر مارا جو اس کے بازو پر لگا تیر کھا کر وہ پلٹ گیا مگر معلوم نہ ہوا کہ یہ جوان کون تھا لیکن اس کے زخمی ہوتے ہی غنیم کے لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی اور قلعہ پرینڈہ کو بھاگے آخر کار فتح عادل شاہیوں کی ہوئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ جوان خوش رو جسے تیر لگا تھا خود ابراہیم نظام شاہ تھا جو حوالی قلعہ پرینڈہ تک پہنچ کر مر گیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو اس کی جواں مرگی پر بہت رنج ہوا۔

گر پیر نود سالہ بمیرد عجبے نیست این ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

بادشاہ نے نہایت متاسف ہو کر حکم دیا کہ ابراہیم نظام شاہ کے لشکر کا کوئی تعاقب نہ کرے اور وہیں سے مظفر و منصور اپنی دار السلطنت کو واپس ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ کا مظفر و منصور شہر بیجاپور میں رونق افروز ہونا۔ شہر کی آراستگی اور بادشاہ کا مہام سلطنت کو بہ نفس نفیس انجام دینا ۱۰۰۴ھ

بعد فتح و ظفر کے بادشاہ قلعہ شاہ درگ سے بیجاپور واپس آنے کے لیے روانہ ہوا۔ سلخ ذی الحجہ کو لب دریا پر پہنچا جگہ پسند آئی وہیں اتر پڑا اور محرم وہیں کرنے کا ارادہ کیا۔ اور بیجاپور کو لکھ بھیجا کہ بعد عشرہ شریف کے ہم بیجاپور آئیں گے چاہیئے کہ شہر کو بخوبی آراستہ و پیراستہ کیا جائے بادشاہ کے حکم کے موافق شہر سنوارا گیا اور ہر طرح کی تیاریاں اعلیٰ پیمانے پر کی گئیں۔ قلعہ کے دروازے سے اللہ پور کے دروازے تک تمام بازار کی دکانیں آراستہ ہوئیں اور جا بجا دیواروں پر گلکاریاں اور زربفت اور مخمل رومی وشامی کے پردے لٹکائے گئے سارا شہر دلہن بن گیا۔ سب سے زیادہ آراستگی قلعہ کے سامنے تھی جہاں تخت بچھائے گئے تھے اور انواع و اقسام کے تکلفات کیے گئے تھے اور ہر امیر اپنی اپنی جگہ تکلفات میں سبقت لے گیا تھا۔ بازار میں ہر ہر مکان پر نہایت خوش رو اور حسین لوگ عراق و خراسان کے بٹھلائے گئے تھے جو بیوپار کرتے تھے۔ اللہ پور دروازے سے تین میل تک دونوں جانب ٹٹیاں باندھ کر مخمل اور زربفت منڈھ دی گئی تھی اور جہاں راستہ میں باغ تھے پھولوں اور فواکہ سے آراستہ تھے اور جتنے محلات سر راہ تھے سب میں مجلس رقص و سرود تھی جن میں نہایت نامور اور مشہور گویے اور نہایت حسین

Marfat.com

طوائف زیورات اور لباس فاخرہ سے آراستہ ناچ گا رہی تھیں۔ غرض کسی قسم کی آراستگی اور آرائش نہ تھی جو نہایت خوش سلیقگی سے نہ کی گئی ہو۔ چنانچہ ۱۴ر محرم الحرام ۱۰۰۴ھ کو اعلیٰ حضرت بادشاہ ذی جاہ بہ سواری اسپ باد بہاری خراماں خراماں دو طرفہ شہر کی آراستگی کو ملاحظہ فرماتے ہوئے رونق افروز شہر ہوئے اور آنند محل میں جو اسی بادشاہ کا بنایا ہوا ہے داخل ہوا۔ یہ محل یوں بھی رشک ارم تھا اس پر بھی بہت سجایا گیا۔ اس محل میں جو باغ تھا وہ نہایت ترو تازہ اور شاداب تھا انواع واقسام کے میوہ دار درخت اس میں تھے روشیں اس کی دلکش جا بجا نہریں دوڑتی ہوئیں، اس کا پتہ پتہ سجایا گیا تھا۔ بادشاہ شہر کی آراستگی سے ازبس محظوظ ہوا اور تمامی امراء کو سرفرازی اور خلعت مرحمت ہوئے اور بہت کچھ خیر خیرات کی گئی۔ مشائخ وفقرا مالا مال کر دیے گئے اور بادشاہ سلامت خود امور سلطنت کے سرانجام دہی کی طرف متوجہ ہوا اور روزانہ دربار میں تشریف لا کر بادشاہوں وغیرہ کے اشفاق نامے ملاحظہ فرماتا اور جوابات لکھواتا تھا۔ رعایا برایا کی عرائض اور داد فریاد نہایت غور سے سنتا اور وہیں حکم احکام صادر فرماتا تھا۔ غرض جزو کل تمامی امور سلطنت کے بہ نفس نفیس انجام دیتا تھا اور ایسا شہرہ عدل وانصاف کا بیٹھ گیا کہ تمام ملک امن چین میں تھا اور اسی اسلوب پر سلطنت کی مشین بلا دغدغہ چلنے لگی۔

چاند بی بی اور بہادر نظام شاہ سے امرائے نظام شاہی کا شر و فساد۔ ابراہیم عادل شاہ کا رفیع الدین شیرازی کو رفع فساد و مصالحت کے لیے بھیجنا اور اس کا بے نیل مرام واپس آنا ۱۵۹۶ء

ابراہیم نظام شاہ کے بعد امراء احمد نگر واپس چلے گئے اور امرائے احمد نگر میں پھوٹ پڑ گئی۔ منجو خاں وکیل الریاست قلعہ اور خزانہ دونوں دبا بیٹھا اس بات پر امرائے دکھنی اور حبشیوں میں چل گئی جس میں حبشی غالب رہے۔ منجو خاں اکیلا رہ گیا اور پریشان ہو کر اسے سوائے اس کے اور کچھ نہ سوجھی کہ شاہزادہ مراد فرزند اکبر بادشاہ جو احمد نگر کے فتح کرنے کے لیے آتے آتے احمد آباد گجرات میں تھوڑے دنوں کے لیے ٹھہر گیا تھا اس کی خدمت میں لکھ مارا کہ آپ فوراً تشریف لا کر قلعہ احمد نگر پر قبضہ فرمالیں۔ شہزادہ والا تبار کے لیے ملک دکن میں قیام کے واسطے اس سے بہتر کیا موقع مل سکتا تھا یہ سنتے ہی شہزادہ نے تین ہزار سوار لے کر حوالی احمد نگر میں پہنچ قلعہ کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ لیکن شہزادے کے آنے سے پہلے ہی منجو خاں نے حبشیوں کو مغلوب کر لیا تھا۔ اور امداد کی ضرورت باقی نہ رہی تھی۔ بدیں وجہ قلعہ کی

Marfat.com

حوالگی سے انکار کرنا پڑا لیکن شاہزادہ مراد ایسی گیدڑ بھبکیوں میں کب آنے والا تھا فوراً قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چاند بی بی جو نہایت عقل مند شجیع اور دلیر تھی اس نے احشام قلعہ کو لشکر مغل کے مقابلے پر کھڑا کیا۔ منجو خاں بھی فراہمی لشکر کی کوشش کرنے لگا مگر تمامی امراء اس کے خلاف تھے کسی نے ایسے نازک وقت میں اس کا ساتھ نہ دیا۔ ایسے نازک وقت میں سوائے عادل شاہ کے اور کسی سے امید نہ تھی ان سے طالب امداد ہوا۔ چاند بی بی نے بھی عادل شاہ کو لکھا کہ ایسے وقت میں آپ ضرور ہماری سرپرستی کیجئے۔ چاند بی بی سلطانہ اپنی بھانجی خدیجہ خاتون کی شادی میں (جو مرتضیٰ نظام شاہ سے منسوب تھی) بیجاپور سے ایسی گھڑی کی، احمد نگر آئی تھی کہ پھر پلٹ کر جانا نصیب نہ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے رفیع الدین شیرازی کو بھیج دیا کہ تم جا کر امراء کی جو آپس میں ناحق کٹے مرتے ہیں مصالحت کرا دو تا کہ سب مل کر غنیم کا مقابلہ کر سکیں۔ رفیع الدین شیرازی کے سپرد بہت سے کام تھے چنانچہ شہر بیجاپور کا گورنر بھی یہی تھا اور بادشاہ کے فرزند اکبر کا اتالیق بھی اور چالیس ہاتھی اور سات سو قطار اونٹ اور پندرہ سو گھوڑے بھی اسی کے سپرد تھے اور عاملوں اور حکام کی مکاتبت لوگوں کے عرائض کا غذات راز سب اس کے ہاتھ میں تھے اس نے بادشاہ کے حکم سے اپنے بیٹے کو قائم مقام کیا اور پہلے شاہ درگ گیا کہ وہاں اعتقاد الدولہ سہیل خاں خواجہ سرا جو ایک بڑا امیر اور نہایت دلاور شخص تھا جس نے بڑے بڑے کام کیے تھے لیکن دوسرے امراء کی شکایتوں سے بادشاہ کی نظروں سے گر جانے سے قلعہ میں بیٹھ گیا تھا۔ سہیل خاں ایک کوس تک پیشوائی کو آیا اور بہت عزت واحترام سے رفیع الدین کو لے گیا وہاں جا کر دیکھا تو بادشاہی ٹھاٹ تھا بڑے کر و فر سے رہتا تھا تمام محل آراستہ تھا۔ رفیع الدین نے بادشاہ کا پیغام من وعن کہا اور جو وسوسہ سہیل خاں کے دل میں تھا رفع کر دیا۔ سہیل خاں نے بادشاہ کی خدمت میں معذرت نامہ لکھا اور بادشاہ نے بھی فرمان خوشنودی اور خلعت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد رفیع الدین احمد نگر روانہ ہوا وہاں جا کر کیا دیکھتا ہے کہ تمام انتظام درہم برہم ہے اور خلائق از حد خائف و پریشان۔ تمام دیہات ویران، آہنگ خاں حبشی مع دیگر امراء کے بیس ہزار فوج کے ساتھ قلعہ کے باہر پڑا ہوا ہے۔ ابراہیم نظام شاہ مقتول کہ ایک لڑکا بہادر نظام شاہ پانچ چھ سال کی عمر کا خیر آباد میں تھا چاند بی بی نے اسے قلعہ میں بلا لیا تھا اور تخت پر بٹھا دیا تھا۔ باغی امراء اس کے مخالف تھے اور قلعہ کو گھیر رکھا تھا اور چاروں طرف سے رسد بند کر دی تھی۔ رفیع الدین جب پہنچا تو آہنگ خاں نے اپنی تمام فوج کو آراستہ کر لیا۔ مقصود اس سے صرف اپنی طاقت بتلانی تھی اور فی الواقع بہت کچھ فوج ان لوگوں کے پاس تھی، اس دن تو ان لوگوں کے اصرار سے

Marfat.com

رفیع الدین وہیں ٹھہر گیا دوسرے دن سید علی تاریخی جو ایک بہت بڑا امیر تھا مع ایک سر نوبتی کے چاند بی بی کی طرف سے آ کر رفیع الدین کو قلعہ میں بلا لے گیا وہاں بہادر شاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا قلعہ میں بھی بہت سے امراء حیران پریشان تھے جنہوں نے آہنگ خاں حبشی کی شکایت کا پل باندھ دیا۔ رفیع الدین نے نہایت حکمت عملی سے کچھ دھمکی کچھ نرمی سے امرائے مخالف کو رام کیا اور آپس میں مصالحت کی ٹھہرائی۔ چنانچہ بادشاہ ایک برج پر برآمد ہوا اور سب امراء نے آ کر نذریں پیش کیں اور سب کو خلعت ملے اور تمام لشکر میں اطمینان و شادمانی پھیل گئی اور عادل شاہ کے حق میں سب نے دعائے خیر کی کہ اس کی بدولت سارا قصہ و فساد مٹ گیا۔ قلعہ کے لوگ باہر اور باہر کے اندر آنے جانے اور آپس میں اپنے عزیز و اقارب سے ملنے جلنے لگے۔ بادشاہ کی طرف سے نئے نئے عامل مختلف مقامات پر مقرر ہوئے اور انتظام مملکت جیسا چاہیے چلنے لگا۔ ابھی نیا نیا معاملہ تھا چول برابر بیٹھنے نہ پائی تھی کہ پھر بعض فتنہ پردازوں نے جو کسی طرح امن چین نہ چاہتے تھے شر و فساد شروع کیا اور تین چار غلاموں کو قید کر کے بجھی ہوئی آگ کو دوبارہ بھڑکا دیا، ناچار قلعہ والے بھی مقابلے پر تیار ہوئے اور بیس ہزار سواروں نے پھر قلعہ گھیر لیا۔ بادشاہ اگرچہ بہت کم سن تھا لیکن جب اس شورش کا حال سنا تو خود قلعہ کے برج پر برآمد ہوا اور اپنی فوج کو بلوائیوں کے منتشر کرنے میں ہمت دلاتا رہا۔ فریق مخالف کی طرف سے ایک چار چوبہ تیر ایسا آیا کہ بادشاہ سے صرف ایک بالشت ہٹ کر پڑا اور بادشاہ بال بال بچ گیا۔ تیر اس خواجہ سرا کے حلق سے پار ہو گیا جو بے چارہ بادشاہ کی خواصی میں کھڑا تھا وہ وہیں مر گیا اسی طرح دو تین اور امراء تیروں سے زخمی ہوئے۔ آخر کار قلعہ پر سے گولہ باری شروع ہوئی بہت سے لوگ دشمنوں کے مارے گئے اور جو بچ رہے وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح رفیع الدین کی ساری کی کرائی محنت رائیگاں گئی۔ پھر دوبارہ رفیع الدین نے سب کو لعنت ملامت کی کہ ابھی کل کی بات ہے کہ تم سب نے قسما قسمی کی تھی اور عہد مواثیق کیے تھے اور اس قدر جلد تم نے شورہ پشتی کی، تمہیں شرم نہیں آتی کہ شاہزادہ مراد تمہاری بغل میں لشکر لیے بیٹھا ہے اس کے مقابلے سے تو گئے گزرے الٹے آپس ہی میں کٹے مرتے ہو۔ کچھ تمہیں عقل بھی ہے کہ اس کا انجام کیا ہونا ہے اور کیا یہی شیوۂ نمک حلالی ہے۔ تف ہے تمہاری حمیت اور غیرت پر، عقل کے ناخن لو۔ اس طرح کی باتوں سے پھر وہ لوگ نرم پڑے اور صلح پر آمادہ ہوئے مگر چاند بی بی ہرگز راضی نہیں ہوئی اور کہا کہ آہنگ خاں میرے باپ کا زر خرید غلام ہے اس نے باپ بیٹے میں دشمنی ڈال دی، قید ہوا، میں نے اس کو قید سے چھڑایا اور اس مرتبہ امارت پر پہنچایا۔ گیا میرے ان

Marfat.com

احسانات کا یہی بدلہ ہے کہ میرے لہو کا پیاسا ہو گیا ہے اور ہم کو مار کر خود سلطنت کا طلبگار ہے۔ اس کے سوائے اس نمک حرام کا اور کیا مقصود ہے جو اس طرح دو دفعہ ہم پر لشکر چڑھا کر لایا۔ ہماری ہی بلی اور ہم ہی سے میاؤں۔

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ با آدمی بزرگ شود

ایسے شخص کے قول و فعل پر میں کیسے اعتماد کروں جس کو ذرا ہم پر ترس نہ آیا اور ماہ رمضان المبارک میں قلعہ کا محاصرہ کر کے ہم پر آب و دانہ بند کر دیا اور ہم نے قلعہ کی باؤلی سے جس میں کھاری پانی ہے روزہ کھولا اور سڑا بسا اناج کھا کر دن کاٹے۔ اس آئے دن کی تکلیف سے تو ہم کو شاہزادے مراد کی کنیزی منظور ہے مگر اس غلام کا احسان میں کبھی نہ لوں گی۔ چاند بی بی نے یہ سب حالات شاہزادہ مراد کو لکھ دیئے تھے اس نے اپنے والد ماجد اکبر بادشاہ کو من و عن کیفیت بذریعہ عرض داشت لکھ بھیجی۔ اکبر بادشاہ نے اس عرض داشت کو شاہزادہ سلیم کے سامنے ڈال دیا (جو آگے چل کر جہاں گیر بادشاہ کے نام سے مشہور ہوا) اور کہا کہ دیکھو خداوند اکبر کی قدرت کہ جو کام لشکر سے نہیں ہو سکتا خود بخود ہو جاتا ہے۔

انہیں دنوں میں ایک دن بہادر شاہ کے محل کی کوئی عورت اوپر چڑھی تھی دیکھتی کیا ہے کہ فصیل کے تلے بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک ڈھیر روپیہ اور اشرفیوں کا سامنے دھرا ہے جسے آپس میں سب بانٹ رہے ہیں اس نے چاند بی بی کو خبر دی۔ چاند بی بی نے جستجو کی تو معلوم ہوا کہ آہنگ خان نے جمعیت احشام کو بہت کچھ روپیہ قلعہ کا دروازہ کھول دینے کے لیے دیا ہے۔ ان لوگوں کو بھی راز فاش ہو جانے کی خبر ملی اور آہنگ خاں کو کہلا بھیجا کہ چاند بی بی کو خبر ہو گئی ہے اب ہماری خیر نہیں بہتر یہ ہے کہ آپ اب پس و پیش نہ کریں جو ہونا تھا سو ہوا کل سویرے چلے آیئے ہم دروازہ قلعہ کا کھول دیں گے۔

حسب قرارداد آہنگ خاں آ پہنچا۔ دروازہ تو پوری طرح پتھروں سے ایسا چن دیا گیا تھا کہ کھل نہ سکا لیکن ایک کھڑکی کھول دی اور کہا کہ ادھر سے گھس آؤ۔ آہنگ خاں نے اپنے ایک غلام عنبر جلو کو کھڑکی میں سے گھسا دیا۔ چاند بی بی نے ہر چند چاہا کہ احشام کی جمعیت اب بھی اپنے اس ارادے سے باز آئے ان کو نہایت منت سماجت سے بلوایا بھی مگر کوئی نہ آیا لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ بہت ہی کم لوگ چاند بی بی کی طلب پر حاضر ہوئے اور ان دونوں کے خوب لڑائی ہوئی اور تیر برسنے لگے پھر بھی چاند بی بی کے مٹھی بھر لوگوں نے ان بلوائیوں کو بھگا دیا اور قلعہ کی فصیل پر ملک صندل بریدی جس کا خطاب مسند عالی تھا دو سو حشم خاصہ کے ساتھ کھڑا ہوا بارود کے حقے کبھی آہنگ خاں کے لشکر پر پھینکتا تھا اور کبھی باغیوں پر۔ عنبر

Marfat.com

بے طور پھنس گیا نہ آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے آخر کار الٹے پاؤں پھرا۔ آہنگ خاں قلعہ کے دروازے کے پاس پہنچا اور قریب تھا کہ دروازہ توڑ کر اندر گھس آئے کہ اس پر بھی بارود کا مینہ برسنے لگا کئی لوگ اس کے مارے گئے اور وہ بھی پسپا ہوا۔ کچھ لوگ احشام کے نکل بھاگے اور جو بچ رہے وہ کچھ مارے گئے کچھ پکڑ کر قید کر دیے گئے۔ خلاصہ یہ کہ خداوند تعالیٰ کو جو منظور ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ "تدبیر کند بندہ و تقدیر کند خندہ"۔ رفیع الدین چودہ مہینے تک پڑا رہا اور تین چار مرتبہ اس نے شورش ٹھنڈی کی مگر جب دیکھو ہموں آتش در کاسہ، آخر کار بالکل عاجز آ گیا اسی اثناء میں سرحد پر سے خبر آئی کہ سلطان مراد کے امراء دیہات اور پرگنہ جات میں لوٹ مار کرتے ہوئے بڑھتے چلے آ رہے ہیں اور ان کے پیچھے اور ایک لشکر جرار اس کی مدد کو بھی آ رہا ہے لامحالہ احمد نگر کو آتے ہی فتح کر لیں گے۔ رفیع الدین نے یہ سب حال بادشاہ کی خدمت میں لکھا اور منتظر صدور حکم کار ہا کہ وہاں سے فرمان صادر ہوا کہ اب تمہارا وہاں زیادہ عرصہ تک ٹھہرنا بالکل بے سود ہے فوراً چلے آؤ۔ چاند بی بی سے جب رفیع الدین نے رخصت طلب کی تو چاند بی بی نے کہا کہ میں تمہاری از بس شکر گزار ہوں کہ تم نے اپنی طرف سے ہماری خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور دو تین مرتبہ شر و فساد کو رفع دفع کرادیا لیکن اب تم ہم کو کس پر چھوڑے جاتے ہو ہمارا یہاں ایسا کوئی خیر خواہ بیٹھا ہے جو ان موذیوں کے پنجے سے ہم کو چھڑائے گا۔ الغرض نہایت مجبوری اور آزردگی سے چاند بی بی نے رفیع الدین کو اجازت دی۔ رفیع الدین احمد نگر سے بیجاپور روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ بہت سے امراء مشایعت کو گئے اور اپنا رونا دکھ کہتے رہے۔ قریب بیس ہزار امراء و فضلاء و رعایا کے اسی وقت شہر سے نکل کھڑے ہوئے اور رفیع الدین کے ساتھ ساتھ بیجاپور تک آئے وہاں سے جدھر جس کے سینگ سمائے چلے گئے۔ چاند بی بی بے چاری قلعہ میں محصور ہو گئی تھی نجات کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ابراہیم عادل شاہ کا ایک سہارا تھا وہ بھی نہ رہا تو بحالت مجبوری مغلوں سے مصالحت کر لی اور ملک براڑ ان کے تفویض کر دیا۔

شہر بیجاپور میں موئے مبارک کا ورود مسعود ۱۰۰۵ھ

غرہ محرم الحرام ۱۰۰۵ھ میں امیر محمد صالح ہمدانی چند موئے مبارک حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر عازم بیجاپور ہوئے۔ بادشاہ کو جب یہ مژدۂ جان بخش ملا تو سر کے بل چل کر زیارت سے مشرف ہوا اور اپنی دارالسلطنت میں یہ نعمت عظمیٰ آ جانے سے بے حد مسرور ہوا۔ ما یفتح اللہ للناس

Marfat.com

مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا (اللہ اپنی رحمت کا لنگر جو لوگوں کے لیے کھولے تو کوئی اس کا بند کرنے والا نہیں) محمد صالح ہمدانی کو انعامات بے شمار دیئے گئے اور اسی سال بادشاہ نے محمد صالح ہمدانی سے خواہش کی کہ قلعہ میں اس تبرک کو لائیں چنانچہ سید موصوف بمصداق اِذَا دُعِیْتُمْ فَاسْتَجِیْبُوا (جب کوئی بلائے تو خوشی سے چلا جانا چاہیے) قلعہ ارک میں تشریف لائے۔ بادشاہ خود استقبال کو گیا اور بہت کچھ نقد و جواہرات ان کی نذر کر کے اس گنج شایگاں کو سر آنکھوں پر رکھا۔ بعد ختم ماہ مبارک محرم الحرام کے حضرت موصوف نے قصد سفر حجاز کا فرمایا۔ اس وقت پھر بارہ ہزار ہن نقد اور بہت تحفے اور ہدایا اور اقمشہ قیمتی نذر دیئے تب حضرت نے دو موئے مبارک جو چاندی کی نلی میں بند ہیں بادشاہ کو دیئے جن کی زیارت اب تک ایام متبرکہ میں ہوتی ہے اور آثار محل میں موجود ہیں جس کا تفصیلی حال بہ ضمن عمارات آئے گا۔

نورس پور کی بنا ۱۰۰۸ھ م ۱۵۹۹ء

۱۰۰۸ھ م ۱۵۹۹ء میں عادل شاہ نے بیجاپور سے دار السلطنت چار میل کے فاصلہ سے بجانب مغرب ایک پر فضا مقام پر منتقل کرنا چاہی۔ اس مقام پر ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی اور تمامی امرائے سلطنت اور تجار کو حکم دیا کہ اپنے اپنے مکانات وہاں بنائیں۔ تعمیر محلات و امکنہ شاہی و حصار شہر کا کام بالکلیہ شہنواز خاں کے سپرد کیا جو منصب شریف ”کار ملکی“ پر سرفراز تھا کہ جس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ نہ تھا۔ شہنواز خاں نے ملکوں ملکوں سے مشہور کاریگر اور صناعوں کو جمع کر کے نہایت اہتمام سے کام تعمیر کا شروع کیا۔ روایت کی جاتی ہے کہ آٹھ ہزار کاریگر اور مزدور صرف بادشاہ کے محلات پر لگے ہوئے تھے دوسرے امراء اور ذی مقدرت لوگوں اور تاجروں کے ہاں جو کام کرتے تھے ان کا تو کچھ شمار ہی نہ تھا۔ بادشاہ کا ارادہ یہ تھا کہ ایسا شہر بنے کہ جس کا جواب تمام ملک ہندوستان میں نہ ہو۔ خزانہ شاہی سے ہر طرح کی کمک اور امداد مالی ان لوگوں کو دی گئی جو اس خطے پر اپنے اپنے مکانات بنانے چاہتے تھے اور جب خزانہ شاہی کا دروازہ ان لوگوں پر نہایت سیر چشمی اور فراغت سے کھل گیا تو پھر کیا دیکھنا تھا ہر شخص ایک دوسرے سے تعمیر امکنہ میں سبقت لے جانا چاہتا تھا۔ شہر کی بنا نہایت عمدہ نقشہ پر بہت ہی مرغوب اور دلکش ڈالی گئی محلے اور پورے اور بازار فراخ و کشادہ سڑکیں۔ محلات عالی شان، دیوان خانے، بالا خانے، دکانیں، باغ، باغیچہ، حوض، نہریں، سب تھوڑے ہی عرصہ میں بن کر تیار ہو گئے جنگل میں منگل ہو گیا۔ بادشاہ کا

Marfat.com

ایک عظیم الشان محل نہایت تکلیف اور اہتمام اور انواع واقسام کی سنہری اور لاجوردی رنگ آمیزی کا کہ جس کے دیکھنے سے دل کا کنول کھل جاتا تھا اور انسان محو حیرت رہ جاتا تھا بنوایا اور ہر طرح کے اعلیٰ درجے کے سامان فرش فروش ہانڈی لنتر جھاڑ فانوس سے سجایا گیا۔ محل کے سامنے ایک وسیع میدان بطور صحن کے رکھا گیا علاوہ اس کے چاروں طرف مطبخ اور خدمت گاروں اور پہرے والوں اور نوبتیوں کے رہنے کے مکانات طویلے اصطبل سب ہی کچھ بنائے۔ محل شاہی کے عقب میں کئی زنانے محل مطلا اور لاجوردی محلات شاہی کے واسطے اسی خوبی اور آراستگی کے تیار کیے۔ دربار کے سامنے سے بیجاپور تک ایک نہایت چوڑی سڑک ڈالی جس کی دونوں جانب دو منزلہ دکانیں تھیں۔ بیچ میں ایک نہایت خوب صورت چوک تھی جس کا نام "نانک چوک" تھا جس کے چاروں طرف سے سڑکیں نکال کر مشین و مزین دکانیں بنائی تھیں۔ امراء، ارکان دولت، تاجروں اور متمولوں کے محلات کے علاوہ بے شمار مکانات بن گئے تھے۔ جابجا بڑے بڑے حوض تھے جن سے انسان و حیوان سیراب ہوتے تھے چاروں طرف آب شیریں کی نہریں دوڑتی تھیں جن میں انواع واقسام کے فوارے لگے ہوئے تھے۔ شہنواز خاں نے خود اپنے لیے ایک نئی طرز کا عجیب خوش قطع محل بنایا تھا کہ جس کی خوبی کا حد و حصر نہ تھا۔ جس میں وسیع دالان، بالا خانے اور متعدد حجرے تھے۔ سب اپنی اپنی طرز پر نرالے۔ ہر ہر میں قابل دید صنعت نقاشی اور گلکاری اور طرح بہ طرح کی رنگ آمیزی طلائی اور لاجوردی، چاروں طرف چمن بندی جس میں نہایت خوش نما پھول کھلے ہوئے، لال بجری کی سڑکیں، سنگ مرمر کے حوض اور فوارے اچھلتے ہوئے۔ غرض ایسا محل بنایا کہ دید نہ شنید جو دیکھتا تھا محو حیرت رہ جاتا تھا اور اس کے بانی کی خوش سلیقگی پر عش عش کرتا تھا۔ اگرچہ اس شہر میں بھانت بھانت کے لوگ تھے کوئی رومی، کوئی ترکی، کوئی ایرانی، کوئی تورانی، کوئی عربستانی مگر سب اس شہر کو دیکھ کر بے اختیار صدائے احسنت بلند کرتے تھے اور بے اختیار کہہ اٹھتے تھے کہ روئے زمین پر اس شہر مینو سواد کی نظیر نہیں ہے۔

اگر فردوس بر روئے زمین ست   ہمیں ست و ہمیں ست و ہمیں ست

جب اس شہر کی بنیاد رکھی گئی اس کا نام نورس تھا یہیں کا ایک شخص ایک شیشہ شراب خوش گوار بادشاہ کے حضور میں لایا جس کے شغل سے بادشاہ بے حد مسرور ہوا اور ایک تازہ کیفیت مشاہدہ کی۔ علاوہ بے انتہا نفاست اور خوش ذائقگی کے اس سے ذرا بھی خمار یا سرگرانی نہ ہوئی بلکہ تفریح بے اندازہ ہوئی۔ دماغ تمام معطر ہو گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ شراب کہاں کی ہے۔ عرض کیا کہ اسی گاؤں کی کشید کی ہوئی ہے

Marfat.com

بادشاہ نے کہا "امروز مرا کیفے تورسیدہ" اس کو تفاول نیک سمجھ کر اس شہر کا نام نورس پور رکھ دیا اور نورس (اب بھی ساورن کو گنی اور نورس کہتے ہیں) کے لفظ کو لوگوں نے ایسا لیا کہ سکہ کا نام بھی نورس رکھ دیا اور تمام ملک میں سکہ نورس جاری ہو گیا۔ بادشاہ کا نام بھی نورس اور بادشاہ کی مہر پر بھی نورس کندہ کیا گیا۔ عادل شاہیوں کا جو زرد نشان ہے اس کا نام بھی نشان نورس رکھا گیا۔ بادشاہ کا وہ محل جس میں ہمیشہ رہتا تھا نورس محل کے نام سے نامزد ہوا۔ فن موسیقی میں ایک کتاب بھی نورس کے نام سے لکھی گئی۔ اور جب نویں تاریخ یوم جمعہ کو آپڑتی تھی تو عید نورس منائی جاتی تھی۔ بمصداق اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوکِھِم نورس کے لفظ کی ایسی قدر ہوئی کہ ظہوری نے اپنے دیباچہ کا نام بھی دیباچہ نورس رکھا اور محمد قاسم فرشتہ مؤرخ نے نورس نامہ لکھا۔ عبدالقادر جو ایک شاعر فصیح تھا وہ اپنا تخلص نورسی کرنے لگا۔

عید نورس

ابراہیم عادل شاہ بڑا رنگیلا بادشاہ تھا اس نے ایک نئی عید نورس کی نکالی یعنی جس چاند میں نویں تاریخ جمعہ کو آپڑتی عید منائی جاتی تھی۔ اور تمامی بڑے بڑے امراء مجلس رقص و سرود میں شریک ہوتے تھے اور چوں کہ بادشاہ کو خود فن موسیقی کا بہت شوق تھا، سب گاتے بجاتے تھے۔ اس دن دربار عام ہوتا تھا۔ اور سارے شہر کے امراء اور شوقین جمع ہوتے تھے۔ شہر کے تمام نامی گرامی قوال، گویے، کتھک، طوائف سب ہی آتے تھے۔ مشک و گلاب و عنبر، انواع واقسام کے عطریات اور خوشبوئیں لنڈھائی جاتی تھیں۔ ہر قسم کے فواکہ نادر اور انواع واقسام کے لذیذ اور پُر لطف کھانے پکتے تھے جن سے تمام لوگ دستر خوان شاہی سے بہرہ اندوز ہوتے تھے۔ خدمتگار، شاگرد پیشہ اور فقراء اور مساکین اور عامۂ خلائق کو بھی کھانا کھلایا جاتا تھا۔ جتنے امراء کو سرفرازیاں ہوتی تھیں نورس کی عید میں ہوتی تھیں۔ بادشاہ خود بھی نہایت خوش آواز تھا اور گانے کا شیدائی تھا۔ بچپنے سے اسے فن موسیقی کا شوق تھا جس کی وجہ سے اس فن کا استاد ہو گیا تھا۔ قریب چار ہزار گویوں کے دربار میں حاضر رہتے تھے جن میں سے بیشتر اپنے فن کی معراج الکمال پر پہنچے ہوئے اور مشہور زمانہ نامور استاد تھے۔

ان کے تین فرقے تھے۔ حضوری، درباری اور شہری۔ حضوری وہ تھے جو اپنے فن میں اعلیٰ درجے کی دست گاہ رکھتے تھے ایسے لوگ رات دن حاضر باش رہتے تھے۔ درباری وہ تھے جو سراپردے کے باہر شبانہ روز نشست رکھتے تھے۔ جو لوگ نورس پور میں رہتے تھے گانے بجانے کے شوقین تھے اور فن موسیقی کا

Marfat.com

اکتساب کرتے تھے۔ ان سب کے نام درج سیاہہ تھے اور سب کو ماہ بہ ماہ خزانہ عامرہ سے تنخواہ ملتی تھی۔ بعض بڑے بڑے گویوں کو بیش قرار جاگیریں تھیں، غرض ہر شخص خوش حال و فارغ البال تھا اور دن عید اور رات شب برات تھی۔ نورس پور کی تعمیر کا تفصیلی حال بہ ضمن عمارات آئے گا۔

اس شہر کی تیاری میں یکایک ڈھیل اس وجہ سے پڑ گئی کہ نجومیوں نے بادشاہ سلامت سے عرض کی کہ اگر دار السلطنت بیجاپور سے اٹھایا گیا تو یہ کچھ سازگار نہ ہوگا اور ضرور کوئی آفت عظیم نازل ہوگی۔ دوسری روایت اس کے خلاف ہے کہا جاتا ہے کہ شہر روز بروز زیادہ تر آباد ہوتا جاتا تھا اور عمارات اور عالی شان محلات کثرت سے بنتے جاتے تھے اس طرح ۱۰۳۴ھ م ۱۶۲۴ء تک برابر ہر اعتبار سے شہر کی ترقی دن دونی رات چوگنی ہوتی گئی کہ ملک عنبر ساٹھ ہزار فوج لے کر ٹوٹ پڑا اور شہر کو لوٹ کر تباہ و برباد کر دیا۔ شہر کی فصیلوں اور مورچوں وغیرہ کی ابھی تکمیل نہ ہونے پائی تھی کہ یہ آفت نازل ہوئی۔ بادشاہ کو اپنی کی کرائی محنت اس طرح غارت ہو جانے کا سخت قلق ہوا اور دل کھٹا ہو جانے سے نیا دار السلطنت بنانے کا خیال چھوڑ دیا۔

شاہزادہ مراد کا انتقال ۱۰۰۷ھ م ۱۵۹۸ء۔ شاہزادہ دانیال کا ملک دکن میں آنا اور اس کے بعد اکبر بادشاہ کا بہ نفس نفیس تشریف لانا۔ قلعہ اسیر گڈھ کا فتح کرنا اور ابراہیم عادل شاہ سے پیش کش طلب کرنا ۱۰۰۹ھ م ۱۶۰۰ء

اکبر بادشاہ نے شہزادہ مراد کو خان خاناں کے ساتھ بہت بڑا لشکر دے کر ملک دکن کے انتظام کے لیے متعین فرمادیا تھا۔ خان خاناں نے ہر چند چاہا کہ دکن کے لوگوں کو راستے پر لائے اور اس معاملے میں عادل شاہ سے بھی مدد چاہی لیکن کچھ بھی کامیابی نہ ہوئی اور نظام شاہ کا ملک بھی نہ لے سکے جس کے لیے خاص کر کے دکن میں آئے تھے۔ بلکہ وہ لوگ بدستور خود مختار رہے۔ اکبر بادشاہ کو ان ناکامیوں کی خبر وقتاً فوقتاً پہنچتی رہتی تھی جس کے سبب سے وہ برآشفتہ تھا۔ مزید برآں ۱۰۰۷ھ میں شاہزادہ مراد نے انتقال کیا۔ اکبر بادشاہ کو اپنے جوان بیٹے کی موت سے صدمہ عظیم ہوا۔ مگر اپنے دوسرے بیٹے شاہزادہ دانیال کو مع خان خاناں کے اور تازہ دم فوج دے کر اپنے سے پیشتر بھیج دیا اور خود بھی ۱۰۰۹ھ میں ملک دکن کی طرف روانہ ہوا اور قلعہ اسیر گڈھ (قلعہ اسیر گڈھ جی آئی پی کے ریلوے اسٹیشن چاندنی سے چھ میل ہے جو بمبئی سے ۳۲۲ میل پر ایک چھوٹا سا اسٹیشن ہے۔ اس قلعہ کو آسا اہیر نے ۱۳۰۷ء میں بنایا تھا

Marfat.com

جس کے نام سے یہ موسوم ہے۔ یعنی آسا اہیر گڈھ جو کثرت استعمال سے اسیر گڈھ ہو گیا۔ یہ قلعہ ۱۴۰۰ء میں شاہزادگان خاندیس کے قبضہ میں تھا۔ بادشاہ اکبر نے برہان پور کے ساتھ ۱۶۰۰ء میں اسے بھی فتح کر لیا۔ ۱۷۶۰ء میں باجی راؤ پیشوا کا قبضہ ہوا اور ۱۷۷۸ء میں مہاراجہ سیندھیا کا۔ ۱۸۰۳ء میں جنرل ویلزلی نے فتح کیا اور دوسرے سال حسب صلح نامہ سورج انجن گاؤں مہاراجہ سیندھیا کے تفویض کر دیا۔ آپا صاحب معزول راجہ ناگپور کو اس قلعہ میں پناہ دینے کی وجہ سے دوبارہ انگریزوں نے ۱۸۱۹ء میں محاصرہ کر لیا جب سے اب تک یہ قلعہ ایک بلند پہاڑ پر صاف دکھلائی دیتا ہے۔ یہ پہاڑ ۵۰ فٹ بلند ہے اور سطح سمندر سے بارہ تیرہ سو فٹ مرتفع ہے۔ شہر اب ویران ہے۔ قلعہ کی فصیل کے اندر اسی ایکڑ زمین ہے۔ قلعہ میں داخل ہونے کے صرف دو رستے ہیں باقی ہر طرف ۸۰ فٹ سے ۱۵۰ فٹ تک گہری خندق ہے۔ اس پہاڑ پر کثرت سے پانی کے چشمے ہیں۔ پہاڑ کے دامن میں جو گاؤں ہے اس میں عمدہ انگور پیدا ہوتے ہیں اور ہمہ اقسام کا چھوٹا بڑا شکار ملتا ہے۔) کا جہاں خضر خاں پسر راجے علی خاں باغی ہو گیا تھا محاصرہ کر کے فتح کیا۔ ادھر شاہزادہ دانیال اور خان خاناں نے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ان ہی دنوں میں اکبر شاہ نے شریف سرمدی کو ابراہیم عادل شاہ کے پاس بیجاپور روانہ کیا اور پیش کش کا سختی سے مطالبہ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے غور کیا تو اپنے میں طاقت و مقاومت کی نہ پائی لہذا پیش کش گزرانے پر بادل ناخواستہ آمادہ ہو گیا اور دونوں بادشاہوں میں رشتہ اتحاد و یگانگت مستحکم ہو جانے سے بات دب دبا گئی۔

ابراہیم عادل شاہ کی صاحب زادی سلطان بیگم کی شادی شاہزادہ دانیال سے ٹھہرنا اور شہزادہ دانیال کا اسی سال ۱۰۱۳ھ میں انتقال کرنا اور ۱۰۱۴ھ م ۱۶۰۵ء میں اکبر بادشاہ کا انتقال

شریف سرمدی کو بیجاپور بھیجنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد اکبر بادشاہ نے سید جمال الدین حسین انجو کو جو مقربان بارگاہ سے تھا عادل شاہ کے پاس سلطان بیگم کی شادی شہزادہ دانیال سے ٹھہرانے کے لیے بھیجا۔ ابراہیم عادل شاہ نے مصلحت اسی میں دیکھی اور بخوشی منظور کر لیا۔ دونوں طرف سے تیاریاں شروع ہو گئیں۔ مگر کُلُّ اَمرٍ مَرهُونٌ بِاَوْقَاتِهَا پانچ سال بات کی بات میں گزر گئے۔ آخر کار یہ قرار پایا کہ شاہزادہ دانیال برہان پورے سے احمد نگر تشریف لا کر عقد کر لیں اور اسی غرض سے شاہزادی سلطان

Marfat.com

بیگم کو مع سامان واسباب جہیز جس کا اندازہ اسی پر سے کیا جاسکتا ہے کہ کس کی بیٹی اور کس کا بیٹا تھا بہ معیت امرائے عظام کے اوائل ۱۰۱۳ھ میں احمد نگر (بمبئی سے ۲۵۷ میل براہ منماڑ ہے اور براہ ڈھونڈ ۲۱۸ میل۔ یہ شہر ایک بہت بڑا سول اور ملٹری اسٹیشن ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے شہر تقریباً تین میل ہے اور چھاؤنی پانچ میل۔ مسلمان بادشاہوں کا بنایا ہوا قلعہ موجود ہے جس کے اطراف ایک گہری خندق ہے جس پر ایک پل ایسا بنا ہوا ہے کہ جب چاہا کھینچ لیا اور جب چاہا لگادیا۔ اب اس قلعہ میں توپ خانہ اور کتب خانہ ہے۔ شہر سے چھ میل ایک بلند پہاڑی پر صلابت خاں کا مقبرہ ہے جو اب بطور تفرج گاہ کے استعمال کیا جاتا ہے۔ ٹرینسوال کی لڑائی کے بعد جو ۱۸۹۹ء میں ہوئی تھی بوئر قیدی یہیں رکھے گئے تھے جو آگے چل کر اطاعت قبول کرنے سے چھوڑ دیے گئے جن کی یادگار میں دو کتبے بھی انگریزی اور ڈچ میں لگائے گئے ہیں۔) روانہ کر دیا۔ شہزادہ دانیال نے جب خبر پائی کہ سارا بیجاپور احمد نگر پر امنڈ پڑا ہے تو متردد ہوا کہ اتنے بڑے لشکر کا آنا خالی از علت نہیں ایسا نہ ہو کہ درپردہ کچھ اور منصوبہ ہو۔ آخر کار خان خاناں نے اس وسوسہ کو رفع کیا اور شہزادہ دانیال احمد نگر میں رونق بخش ہوا لیکن بزم شادی شہر پٹن (ضلع اورنگ آباد میں ایک تحصیل ہے جہاں اہل ہنود کے بہت سے مندر ہیں اور بڑی پرانی بستی ہے بڑے بڑے عالی شان محل اب بھی موجود ہیں جن کا تعلق دیکھنے سے ہے۔ پٹن دریائے گوداوری پر واقع ہے) میں قرار دی جو احمد نگر سے بیس کوس دریائے گوداوری پر واقع ہے۔ دلہن کو میر حسین انجو اور میرزا ایرج فرزند خان خاناں کے ساتھ پٹن روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ پٹن میں جشن شادی کے بعد برہان پور (بمبئی سے ۳۱۰ میل اور دہلی سے ۶۴۷ میل ہے۔ بمبئی پریزیڈنسی ختم ہو کر ممالک متوسط کا شروع ہے۔ شہر اسٹیشن ریلوے سے تین میل ہے۔ ۱۴۰۰ء میں ناصر خاں ملک خاندیس کے پہلے خود مختار شاہ اور نے جو تارک خاندان کا تھا اس شہر کو بسایا دو سو برس بعد شہنشاہ اکبر نے برہان پور فتح کر لیا۔ ۱۷۲۰ء میں نواب آصف جاہ نظام الملک قابض ہوئے اور یہیں رہنے لگے جن کا انتقال ۱۷۴۸ء میں ہوا۔ ۱۷۶۰ء میں پیشواؤں کا قبضہ ہوا جنہوں نے ۱۷۷۸ء میں مہاراجہ سیندھیا کو دے دیا۔ ۱۸۰۳ء میں انگریزوں نے شہر نے جو جنرل ولزلی (جو آگے چل کر ڈیوک آف ونگٹن کے نام سے مشہور ہوا) کی ماتحتی میں تھا فتح کیا اور دوسرے ہی برس بروئے صلح نامہ سورج انجن گاؤں پھر مہاراجہ سیندھیا کو واپس دے دیا۔ پھر ۱۸۶۰ء میں شمول وخروج علاقہ جات کے سبب برہان پور انگریزوں کے قبضے میں آگیا اس وقت سے ممالک متوسط کے ضلع نماڑ میں شریک ہے۔ ۱۶۱۴ء میں جیمس اول بادشاہ انگلینڈ کا ایلچی سر ٹامس رو شہنشاہ اکبر کے دربار

Marfat.com

میں حاضر ہوا اور شاہزادہ پرویز پسر بادشاہ جہاں گیر سے جو یہاں کا گورنر تھا برہان پور میں آ کر ملا۔ ٹیورنیر Tavernier سیاح ہندوستان میں دو مرتبہ ۱۶۴۱ء و ۵۸ء میں آیا وہ برہان پور کی نسبت لکھتا ہے کہ یہ ایک بہت بڑا شہر ہے مگر ویران۔ اکثر مکانات چھپر کے نظر آتے ہیں البتہ کم خواب کی تجارت بہت کثرت سے ہے جو یہاں سے فارس، ترکی، مسکویا، پولینڈ، عرب، مصر، وغیرہ کو برآمد کی جاتی ہے۔ تمام شہر میں پانی کے نل دوڑتے تھے اور پانی کی افراط تھی۔ پانی کے نل لگانے میں بے نظیر انجینئرنگ، دانش مندی پائی جاتی ہے۔ اب بھی آٹھ نہروں کا پتہ لگتا ہے۔ شہر میں دو نہایت بڑی اور خوبصورت مسجدیں ہیں جن کی جھلک اسٹیشن سے درختوں کے اوپر نظر آتی ہے۔ شہر کے اطراف ایک مستحکم سنگین فصیل ہے جو ڈیڑھ مربع میل رقبہ گھیرے ہوئے ہے۔ قلعہ اب ویران ہے اس میں صرف اب زنانہ ٹرکش حمام باقی ہے۔ جس کی گنبد نما لداؤ کی چھتیں جن میں سے پانی رستا تھا اور سنگ مرمر کا مصفی اور مجلا فرش دیکھنے کے قابل ہے۔ دریائے تاپتی اس کے نیچے ہی بہتا ہے۔ ایک وسیع چبوترے پر سے جو ۸۰ فٹ بلند ہے دریا کا نظارہ عجیب لطف دیتا ہے۔ قلعہ اسیر گڈھ اس کے عقب میں ہے۔ برہان پور کی مصنوعات میں سنہری اور روپہلی تار کا کام اور پارچہ ہائے ریشمیں وزردوزی اب بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔ نوابان برہان پور کی تفرج گاہ لال باغ ریلوے اسٹیشن سے بالکل قریب ہے۔ ماہ جنوری سے اپریل تک اور اگست سے اکتوبر تک بہت سے اعراس اور میلے ہوا کرتے ہیں جس میں حضرت شاہ بھکاری کا عرس بہت مرجع خلائق ہے اور قریب قریب دس ہزار زائرین کے جمع ہوتے ہیں۔ برہان پور کے متصل اب بھی دو مواضع حضور پرنور سرکار عالی نظام دام اقبالھم کے قبضے میں ہیں جو تحصیل کنڑ ضلع اورنگ آباد کے تحت اور ایک کارپرداز کی زیر نگرانی ہیں جو اس بات کی یادگار ہیں کہ کسی زمانے میں یہ حصہ ملک بھی مملکت سرکار نظام میں شامل تھا۔) تک پہنچا کر بیجاپور واپس جائیں۔ امراء نے عرض کی کہ بادشاہ سلامت کا حکم صرف احمد نگر تک مشایعت کا ہے، پس خلاف حکم شاہی ہم آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اور خواہان معافی ہیں۔ اس لیے وہیں سے پلٹ گئے۔ شاہزادہ مع اپنی دلہن کے پٹن پہنچا اور بہت بڑا شاہی جشن کر کے برہان پور کو روانہ ہوا۔ قضارا اسی سال اوائل ماہ ذی الحجہ میں شاہزادہ نے کثرت شراب خواری کی وجہ سے انتقال کیا۔ اکبر شاہ کو یہ دوسرا داغ پہنچا۔

یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر دہد   ہر دم زمانہ داغ دگر گونہ می دہد

اس دہرے صدمے سے کمر جھک گئی اور دوسرے ہی سال ۱۰۱۴ھ م ۱۶۰۵ء میں دنیا سے رخصت ہوا

Marfat.com

تاریخ وفات اس مصرع میں ہے "اسف کشید ملائک زفوت اکبر شاہ"۔

اکبر کی وفات کے بعد شاہزادہ سلیم ملقب بہ جہانگیر بادشاہ تخت نشین ہوا۔

فاطمہ سلطان دختر ابراہیم عادل شاہ کی شادی سید شاہ حبیب اللہ حسینی سے ۱۰۱۴ھ

مسماۃ فاطمہ سلطان المعروف بہ بادشاہ صاحبہ کی شادی سید حبیب اللہ حسینی بن شاہ ید اللہ حسینی (جو حضرت سید محمد گیسو دراز المعروف بہ خواجہ بندہ نواز حسینی کی اولاد میں سے تھے) نہایت تزک و احتشام سے ۱۰۱۴ھ میں ہوئی۔ نکاح فاضل کامل نقی شاہ محمد بیگی جو سلطنت میں ایک بلند پایہ امیر تھے، نے باندھا اور خطبہ نکاح خود حسب ذیل لکھا۔

بَعْدَ التَّحْمِيدِ وَالتَّمْهِيدِ وَالْخُطْبَةِ وَ كَانَ مَنْ رَغِبَتْ فِي هٰذَا الْاَمْرِ الْخَطِيرِ السَّيِّدَ الْحَسَبِ وَ النَّسَبِ النَّسَابِ الْعَاقِلِ الْبَالِغِ الْمُسَمّٰى شَاه حَبِيبُ اللّٰهِ بْنِ شَاه يَدُ اللّٰه مِن اَوْلَادِ السَّيِّدِ مُحَمَّدِ الشَّهِيرِ بِهٖ گيسُو دَرَاز وَهُوَ فِي سَنَة سَبْع عشر فَتزَوّج الْحرَّةَ الْمُخَدَّرَةَ الْبَالِغَةَ الْعَاقِلَةَ زُبْدَةَ اَقْرَانِهَا وَ بِلْقِيْسِ زَمَانِهَا الْمُسَمَّاة فَاطِمَة سُلْطَان الْمَشْهُورَة بِبَادشَاه صَاحِبَه بِنْتِ سُلْطَانِ الْاَعْظَمِ وَالْخَاقَانِ الْمُكَرَّمِ مَالِكِ الرِّقَابِ الْاُمَمِ السُّلْطَان ابن السُّلْطَانِ اِبْرَاهِيم عَادِل شَاه خَلَّدَ اللّٰهُ مُلْكَهُ وَ اَجْرَى السَّعَادَة فَلَكَهُ وَ كَانَ دَارُ السَّلْطَنَة بِيجَافُورَ الشَّهِيرَةِ بِدَيَاپُور فَزَوَّجَهَا بِدَارِ السَّعَادَةِ الشَّهِير بِه سَبْز محل الْكَائنة بِدَار السَّلْطَنَةِ الْمَذْكُور بِاِيجَابِ قُبُولٍ وَ سَمَاعِ الشُّهُودِ الْاِيجَاب وَ الْقَبُول مَعًا مِن الْمُوجِب وَ الْقَابِلِ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ بَعْدَ مَا تَرَاضَوا عَلَى مَهْرٍ قَدْرُهُ اَرْبَع آلَاس فَرَسٍ وَ خَمْسمائة مِن ذَهَبٍ وَ اَلْفَ كَنْدِى حَرِيرٍ وَالْفَ رَاس جَمَلٍ وَ الف كندى لارى فِضَّةٍ وَ وَاحِد لَك دِينَار وَ وَاحِدِ فِيلِ اَبْيَضٍ وَ خَمْسمائَةِ عَبْدٍ حَبْشِي وَ خَمْسمائة عَبْدٍ تُرْكِيٍّ وَ خَمْسمائة عَبْد دَكهنِي وَ خَمْسمائة جَارِيَةٍ وَ الَّذِى زَوَّجَهَا وَكِيلُ اِلَيْهَا الْمُقرّى اِلَيْه وَ هُوَ الْفَاضِلُ الْكَامِلُ الْوَرِعِ الزَّاهِد الْمُسَمّٰى شَاه مُحَمَّدِ بْنِ السَّيِّد نُورُ الدِّين السَّيِّد مُحَمَّد الشَّهِير بِالْمَلَكِى الْمَجَالِسِ يَقُولُ مُخَاطِبًا بِوَكِيلِ الزَّوْجِ الْمَذْكُور الْمُسَمّٰى خَلِيل اللّٰه زَوَّجْتُ مُوكّلى فَاطِمَة سُلْطَانُ الْمَدْعُوَّة بَادشَاه صَاحِبَهُ بِنْت اِبْرَاهِيم عَادِل شَاه بِمُوَكّلك شَاه حَبِيب اللّٰه بْن شَاه يَدُ اللّٰهِ وَ قُبِل الْقَاضِى خَلِيلُ اللّٰهِ وَكِيلُ الزَّوج الْمَذْكُور وَ قُبِل تَزْوِيجَهَا شَاه

Marfat.com

حَبِیبُ اللّٰہِ بن شَاہ یَدُ اللّٰہِ الْمُشَارُ اِلَیہِ وَھُوَ حَاضِرٌ فِی مَجْلِسِ الْعَقْدِ وَ سَمِعَ الْاِیجَابَ وَ الْقُبُولَ حُضَّارِ الْمَجلِسِ وَھُم اِخلاص خَان وَ شَھنَوَاز خَان وَ شُجَاعَت خَان وَ رُومِی خَان وَمُلَّا یُوسُف خَان وَ کَشفدارخَان حُضَارَۃِ الْمُخدَّرَۃِ الْمَذکُورِ زَوجَہُ کِتَابَ الْمَذْکُورِ بِالْمَھْرِ الْمَسطُورِ فَلَھَا الْوَسطُ مِنَ الْعَبْدِ وَالْجَوَارِی وَالْخیلِ وَالْجمَالِ وَ اَنشاءَ فِی مِنْھَا عَلٰی اَنْ لَا تَزَوَّجَ عَلَیھَا وَلَا یَسْتَرِی عَلَیھَا فَاِنْ وَفٰی بِذٰلِكَ وَ اِلَّا یُوَدِّی لَھَا مَھْرَ مِثْلِھَا. بَارَكَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَھَا وَ جَمِیعَ شَمْلِھَا وَ رَزَقَ مِنْھَا کَثِیراً طَیِّباً فَتَزَوَّجَ نِکَاحاً صَحِیحاً سَرِیعاً نَافِذاً لَا رَجَبَۃُ فِیہِ وَ لَا فَسَادَ وَ زَوجھَا ھٰذَا کُفُوھَا وَلَیسَ مِنْھَا سَبَبٌ یُوَدِّی اِلٰی نَقْضِ النِّکَاحِ اَو فَسَادِہٖ وَھِیَ اِمرَاَۃٌ لِھٰذَا النِّکَاحِ الْمَوصُوفِ وَ ھٰذَا الصِّدَاقُ لَھَا وَ عَلَیہِ وَ حُرِّرَ ذٰلِكَ فِی تَارِیخِ اَربَعَ عَشَرَ وَ اَلْفِ مِنَ الْھِجْرَۃِ النَّبَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَاَکْمَلِھَا۔

احمد نگر میں امراء کی کٹا چھنی ملک عنبر کا خان خاناں کو پس پا کرنا ۱۰۱۰ھ

سلطنت نظام شاہی کے امراء میں روز بروز مخالفت بڑھتی جاتی تھی اور اگرچہ کئی بڑے بڑے لوگ بیچ بچاؤ کرنے کو آئے لیکن نتیجہ کچھ نہ ہوا اور آئے دن کی جنگ و جدال سے ہزارہا آدمی مارے گئے خان خاناں جو رکن السلطنت ہند تھا اور ایک مدت سے ملک دکن میں رہ کر رعایا کو ہمیشہ ہموار کرتا رہتا تھا آخر کار قلعہ احمد نگر اور مضافات پر قابض ہو گیا باقی ملک وسیع امرائے نظام شاہیوں کے قبضے میں بدستور رہا۔ ملک عنبر حبشی جو خاندان نظام شاہیہ کا ایک غلام تھا اور بہت عقل مند اور بہادر تھا اس نے ایک دوسرے حبشی غلام راجو منانامی کی شرکت سے قلعہ دولت آباد پر قبضہ کر لیا تھا وہ احمد نگر چلا آیا اور مرتضیٰ نظام شاہ کو تخت پر بٹھا دیا اور خان خاناں یعنی مغلوں کی فوج سے سخت مقابلہ کیا اور ان کو پسپا کیا۔ یہ خبر جہانگیر بادشاہ کو پہنچی تو خان خاناں کی کم ہمتی اور نالائقی سے سخت ناراض ہوا اور سمجھ گیا کہ اس نے دکھنیوں سے سازش کر لی۔ خان خاناں کے دشمنوں کو اچھا موقع ملا انہوں نے اور بات پکی کر دی آخر کار بادشاہ نے خان خاناں کو واپس طلب کر لیا جو ۱۰۲۰ھ میں دہلی پہنچ گیا اور اس کے بعد خود بادشاہ دکن کو روانہ ہوا۔

Marfat.com

جہانگیر بادشاہ کا عزم دکن۔ ماں کے مانع ہونے پر فسخ عزیمت اور دوبارہ خان خاناں کو روانہ کرنا

جہانگیر کی والدہ نے جب سنا کہ بادشاہ دکن جا رہا ہے تو محبت مادری کے جوش میں مانع ہوئی کہ دو بھائی تمہارے جوان مارے گئے ملک دکن کا سفر ہم کو ساز گار نہیں ہے میں تمہیں ہرگز جانے نہ دوں گی اور رونے لگی کہ تم کو دکن جانے کی ایسی کیا ضرورت ہے خداوند تعالیٰ نے سارے ملک ہندوستان کی بادشاہت دے رکھی ہے اب اس سے زیادہ اور کیا چاہئے خدا کا شکر کرو اور قانع رہو اور اگر ملک دکن کے فتح کرنے کا شوق ہی ہے تو خود جانے کی کیا ضرورت ہے خان خاناں کو کیوں نہیں بھیجتے وہ تمہارے باپ کے وقت کا قدیم نمک خوار وفادار ہے اس سے ناحق خود غرضوں نے تم کو بدظن کر دیا ہے ورنہ در حقیقت خان خاناں اور اس کے بیٹوں کے کارنامے اس قابل نہیں کہ چشم پوشی کی جا سکے کیا سندھ اور گجرات اور بعض حصص ملک دکن کا فتح کرنا کوئی منہ کا نوالا تھا پھر دیکھو انہوں نے جان لڑا دی اب بھی اگر اس مہم پر انہیں کو بھیج دو تو مجھے یقین کامل ہے کہ جہاں تمہارا پسینہ گرے گا وہ اپنا خون بہائیں گے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور کامیابی ہوگی۔ بادشاہ نے اپنی پیاری ماں کا کہنا ٹالنا مناسب نہ جانا اور ارادہ فسخ کر کے خان خاناں کو بلایا اور اس کو بہت کچھ تسلی و تشفی دے کر دکن کی مہم پر جانے کا حکم دیا۔

ملک عنبر کا عادل شاہ سے مدد لینا۔ عادل شاہ کا قلعہ قندھار دے دینا اور عنبر کے ایک لڑکے کی شادی بیجاپور کے ایک امیر سے

خان خاناں جب دہلی چلا گیا تھا تو ملک عنبر عادل شاہ کی طرف رجوع ہوا اور عرض کی کہ میں سلطنت نظام شاہی کا قدیم نمک خوار ہوں اور حضرت ہی کا دست گرفتہ ہوں اور ان دونوں سلطنتوں کا ہمیشہ سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے پس بدون حضرت کی امداد و دستگیری کے ہماری کلو خلاصی ناممکن ہے اب خان خاناں دہلی گیا ہے ضرور وہاں سے بہت بڑا لشکر لے کر چڑھائی کرے گا میرے اکیلے کی کیا تاب و طاقت ہے کہ اس کا مقابلہ کر سکوں۔ لامحالہ حضور کی امداد کے سوائے ہمارا ٹھکانا نہیں ہے۔ قلعہ احمد نگر پر غنیم نے قبضہ کر ہی لیا ہے، اب ہمارے لیے کوئی ٹھکانے کی جگہ نہ رہی کہ جہاں ذخیرہ اور خزانہ رکھ سکیں اگر قلعہ قندھار جو ابراہیم نظام شاہ کے بعد حضور کے قبضہ میں آ گیا ہے، ہم کو بخش دیا جائے تو خاطر جمعی سے

Marfat.com

وہاں بیٹھ کر میں بہت کچھ بندوبست کر سکوں گا۔ علاوہ اس کے میں آپ کو بھی اپنا مالک سمجھتا ہوں ا
اقدام مبارک سے جدا نہیں ہوں اور چاہتا ہوں کہ میرے تعلقات سلطنت بیجاپور سے قوی اور مستحک
ہو جائیں اور ہم چشموں میں خانہ زاد کی آبرو بڑھے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگر حضور پر نور غلام زاد
کا عقد کسی خانہ زاد درگاہ کی لڑکی سے فرمادیں تو ہر آئینہ موجب عزت افزائی و تقویت تعلقات ہے۔
ابراہیم عادل شاہ کو دل سے بقائے خاندان نظام شاہی مرکوز خاطر تھی، تینوں درخواستوں کو بخوشی منظور
کیا۔ قندھار کا قلعہ واگزاشت کر دیا اور دس ہزار سواران منتخب کا لشکر دیا۔ اور تین لاکھ ہن سالانہ اس لشکر
کی نعل بندی کے لیے علاحدہ مقرر کیے اور بیجاپور کے ایک غلام مخصوص بارگاہ یاقوت خاں کی لڑکی کا عقد
عزیز الملک سدی عنبر کے بڑے لڑکے سے ٹھہرا دیا۔ جب سب کچھ تیاری ہو چکی تو مولانا سید حبیب اللہ
کو جنیر جو تخت گاہ نظام شاہیاں تھا عزیز الملک کے لانے کے لیے بھیجا۔ صاحب موصوف عزیز الملک کو
بیجاپور لے آکر اور بڑی دھوم دھام سے شادی ہو گئی اور مع الخیر جنیر کو وداع کر کے واپس گئے۔ جنیر میں
سدی عنبر نے بڑا جشن کیا اور تمامی امرائے عادل شاہی کی آؤ بھگت کی اور بہت کچھ تحفہ تحائف دیئے۔ اسی
عرصہ میں خان خاناں دہلی سے برہان پور واپس آیا اور عادل شاہ اور سدی عنبر کو اپنے آنے کی اطلاع دی
سدی عنبر نے ظاہر داری برتی اور خود خان خاناںؒ کی ملاقات کو گیا۔

شاہزادہ پرویز اور مان سنگھ کا دکن میں آنا ۱۰۱۷ھ

خان خاناں کے دکن میں پہنچ جانے کے چھ مہینے بعد ۱۰۱۷ھ میں جہانگیر نے اپنے منجھلے بیٹے
شاہزادے پرویز کو راجہ مان سنگھ کے ساتھ جو ایک بڑا رکن ریاست تھا ملک دکن کی مہم پر روانہ کیا جب یہ
لوگ برہان پور پہنچے تو ملک عنبر نے بھی اپنا لشکر ان کے مقابلے کو بھیج دیا۔ مان سنگھ کو اپنی بہادری کا بڑا
غرہ تھا اس نے کہا کہ دکھنی سوائے لوٹ مار اور قزاقی کے باقاعدہ جنگ کیا جانیں اب ذرا میدان میں تو
آئیں میں ان کے ختنے درست کر دوں گا۔ اور ایسا سبق دوں گا جو مدت العمر یاد رہے۔ نظام شاہی فوج راجہ
مان سنگھ کی تعلی اور اس کی بے شمار فوج دیکھ کر گھبرا گئی اور ابراہیم عادل شاہ سے اور مدد طلب کی۔ عادل
شاہ کی فوج چوطرف بٹی ہوئی تھی کچھ کرناٹک میں مفسدہ پردازوں کی سرکوبی کر رہی تھی کچھ ادھونی کے
قلعہ کے محاصرے میں تھی اور کچھ پہلے ہی احمد نگر آچکی تھی۔ بریں ہم چار ہزار سوار جرار اور بھیجے لیکن
احمد نگر کی مرہٹہ فوج جو تتر بتر ہو گئی تھی وہ بھی قریب دس ہزار کے سمت آئی۔ یہ مرہٹے لوٹ مار کے

Marfat.com

ڑے عادی تھے انہوں نے مغلیہ لشکر کے اطراف بارہ بارہ کوس تک زراعت کو تلف کر کے چٹیل میدان کر دیا کہیں گھانس کا تنکا تک باقی نہ رہا۔ اور خوب جان توڑ کر لڑتے اور مقابلہ کرتے تھے کہ کھنیوں کا نام رکھ لیا اور مغلوں کے چھکے چھوڑا دیئے۔ ہزار ہا آدمی دونوں طرف کے مارے گئے۔ راجہ ان سنگھ کا برادر نسبتی اور چند امرائے نامور بھی مارے گئے۔ الغرض روز بروز مشکلات بڑھتی جاتی تھیں ور پھر قحط کی مصیبت جدا۔ مویشی کو دانہ چارہ ندارد گھوڑے اونٹ سب بن موت کثرت سے مرنے لگے ور چاروں طرف ان کی نعشیں سڑنے لگیں اور مرہٹے اپنے مزے میں تازہ دم تھے روز دھاوے مارتے ور لوٹ مار کرتے تھے آخر کار شاہ زادے پرویز نے صلاح کی کہ یہاں سے اٹھ کر ملک کے اندرونی حصے یں چلیں کہ وہاں غلہ تو ملے گا۔ خان خاناں کو اس ارادے کی خبر ملی تو اس نے شاہزادے کو لکھا کہ ہرگز آگے بڑھنے کا قصد نہ فرمایئے کہ اس موسم گرما میں سب جگہ یہی حال ہے بہتر یہ ہے کہ برہان پور تشریف لایئے۔ چندے یہاں ستا کر پھر حسب اقتضائے وقت جیسا مناسب ہو گا کیا جائے گا۔

مغلوں کے لشکر کی شکست اور قلعہ احمد نگر پر دکھنیوں کا قبضہ

امرائے دہلی نے خان خاناں کی صلاح کو نہ سنا اور اسے خود غرض اور دکھنیوں کی پاس داری پر محمول کیا اور احمد نگر کی طرف چل نکلے۔ مرہٹوں کے لشکر نے چاروں طرف سے روک تھام کی۔ بہ ہزار مشکل لڑتے مرتے عادل آباد (عادل آباد مملکت نظام کا ایک ضلع ہے جو چاندہ کے ہم سرحد جی۔ آئی۔ پی ریلوے کی شاخ وردا بلھار شاہ کے متصل ہے) تک پہنچے آخر کار ایسی جگہ اترے کہ جو بالکل کوہستان اور سنگلاخ تھا اور پہاڑوں کی بڑی بڑی گھاٹیاں تھیں۔ دکھنیوں نے ان کو گھیر لیا اور بہت سے لوگوں کو مار ڈالا۔ شاہزادہ پرویز گھبرا گیا اور پھر خان خاناں کو لکھا کہ تمہاری صلاح پر عمل نہ کرنے سے ہم پر یہ مصیبت پڑی ہے اب تم کسی تدبیر سے ہم کو اس بلا سے نکالو۔ خان خاناں نے فوراً امرائے دکن کے نام متعدد خطوط لکھے کہ اس لشکر میں جہانگیر بادشاہ کا صاحبزادہ ہے ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ اسے کوئی نقصان پہنچے تو دکھنیوں کے منہ کو کالک لگ جائے گی اور تمہارا جن بچہ کولھو میں پلوا دیا جائے گا اس لیے مناسب یہ ہے کہ تم ان کی راہ چھوڑ دو۔ امرائے نظام شاہی اور عادل شاہی نے کہا کہ دشمن تو بالکل عاجز آ گئے ہیں اب ہم کو ان کے مارنے کی کیا ضرورت وہ خود پانچ چھ روز میں اس مصیبت سے ہلاک ہو جائیں گے اس لیے مفت کرم داشتن خان خاناں کی نیک صلاح پر کاربند ہوئے اور بہ ہزار خرابی وجاں کاہی مغلوں کا لشکر

Marfat.com

نہایت خستہ اور تباہ حال ہو کر برہان پور پہنچا لیکن امرائے دہلی سب کا یہی خیال تھا کہ یہ ساری مصیبت پر خان خاناں کے سبب سے آئی ہے اور ایک ایک کی دس دس لگا کر بادشاہ کو خبر دی بادشاہ پھر برہم ہو گیا۔ نظام شاہی اور عادل شاہی لشکر مغلوں کے لشکر کو برہان پور تک نکال کر پلٹا تو قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ کے لوگ اس آس پر دن کاٹ رہے تھے کہ اب شاہزادہ پرویز ہماری مدد کو آتا ہے مگر جب سنا کہ وہ برہان پور چلا گیا تو ان کے ہاتھ کے طوطے اڑ گئے اور سوائے قلعہ کو حوالہ کر دینے کے اور کوئی مفر نہ تھا اس کے بعد سب کے سب گرتے پڑتے برہان پور پہنچے اور اس طرح قلعہ احمد نگر پھر دکھنیوں کے ہاتھ آ گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور ملک عنبر کی ناچاقی اور ابراہیم عادل شاہ کے سمجھانے بجھانے سے مل جانا ۱۰۱۹ھ

۱۰۱۹ھ میں نظام شاہ جنیر سے آکر دولت آباد میں رہ پڑا تھا۔ اتفاقاً اس زمانے میں ملک عنبر اور مرتضیٰ نظام شاہ کے ناچاقی ہو کر خصومت بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ پہلے بھی ۱۰۱۶ھ میں دونوں کے ان بن ہو گئی تھی تو ابراہیم عادل شاہ نے ملا دیا تھا اب بھی وہی بیچ میں پڑا اور کہا کہ تم دونوں ایک طباق میں کھاتے ہو اور دونوں کے دل مکدر۔ ایسا نہ ہو کہ تیسرا اچک لے جائے اور بہت کچھ زجر و توبیخ کی اور اونچ نیچ سمجھا کر دونوں کو گلے ملوا دیا۔

خان اعظم کی دکن پر چڑھائی اس کے بعد عبداللہ خاں حاکم گجرات کا محاصرہ قلعہ دولت آباد میں شکست پانا ۱۰۲۰ھ

شاہزادہ پرویز کو جب شکست ہوئی تو ملک عنبر کے مقابلے کے لیے جہانگیر بادشاہ نے ۱۰۲۰ھ میں خان اعظم کی سرکردگی میں ایک بہت بڑا لشکر بھیجا اور عبداللہ خاں حاکم گجرات کو بھی اپنی فوج لے کر دکن جانے کا حکم دیا چنانچہ دولت آباد کا محاصرہ کر لیا ملک عنبر نے مرتضیٰ نظام شاہ کو قلعہ میں چھوڑ کر موضع کھڑکی کے چٹیل میدان میں جو دولت آباد سے پانچ کوس پر ہے لشکر ڈال دیا۔ کھڑک دکھنی زبان میں سنگلاخ کو کہتے ہیں اسی وجہ سے اس موضع کا نام کھڑکی تھا۔ ملک عنبر کو بڑی بھاری لڑائی کے بعد فتح کامل نصیب ہوئی عبداللہ خاں شکست کھا کر گجرات واپس گیا۔ ملک عنبر نے اس جگہ کا نام فتح نگر رکھ دیا

Marfat.com

جسے آگے چل کر اورنگ زیب نے آباد کیا اور اورنگ آباد (منماڑ جنکشن سے ۷۱ اور حیدر آباد سے ۳۰۹ میل مستقر صوبہ داری ہے) نام رکھا۔

شاہزادہ خرم کا ملک دکن کو فتح کرنا ۱۰۲۴ھ

شاہزادہ پرویز اور راجہ مان سنگھ دونوں مدتوں تک دکن میں رہے مگر فتح نہ کر سکے آخر کار بادشاہ نے ان کو واپس بلا کر ۱۰۲۴ھ میں شہزادہ خرم کو جو آگے چل کر شاہ جہاں کے لقب سے بادشاہ ہوا دکن کی مہم سر کرنے کے لیے بھیجا۔ پہلے پہل تو ملک عنبر نے مقابلہ کیا مگر پھر آگے چل کر بہ مصلحت وقت سارا ملک نظام شاہی سوائے قلعہ دولت آباد کے صلح کر کے حوالہ کر دیا اس از غیبی فتح سے بادشاہ بے انتہا خوش ہوا۔ اور اس فتح کی خوشی میں شاہ جہاں کا خطاب سرفراز فرمایا اور ایک الماس جس کی قیمت ایک لاکھ روپئے تھی جو شاہ عباس بادشاہ خراسان نے جہانگیر بادشاہ کو بطور تحفہ دیا تھا وہ بھی سرفراز فرمایا۔

ابراہیم عادل شاہ کا قلعہ بیدر پر قبضہ کرنا ۱۰۲۹ھ سلطان خسرو کی وفات ۱۰۳۰ھ قلعہ کرنول کی فتح ۱۰۳۱ھ

۱۰۲۹ھ میں ابراہیم عادل شاہ نے بیدر پر لشکر کشی کی اور برید یہ خاندان کے آخر امیر برید کو مع اس کے فرزندوں کے قید کر کے بیجاپور لے آئے اور اسی سال سے قلعہ بیدر عادل شاہیوں کے قبضے میں آگیا۔ ملک عنبر کو فرصت ملی اس نے جھر جھری لی اور جو ملک دفعتہ مغلوں کو دے دیا تھا پھر دبا بیٹھا۔ شاہ جہاں کو ملک نکل جانے کا سخت قلق ہوا اور شاہزادہ خرم عرف شاہ جہاں کو پھر دکن پر بھیجا۔ اور اس کے ساتھ ہی جہانگیر کا بڑا لڑکا سلطان خسرو جو نظر بند تھا وہ بھی آیا اور یہاں آکر ۱۰۳۰ھ میں بمقام برہان پور مر گیا اور ۱۰۳۱ھ میں اس فوج نے جو قلعہ ادھونی پر متعین تھی قلعہ کرنول فتح کر لیا اور "ابراہیم بت شکن" اس فتح کی تاریخ ہے۔

ملک عنبر کا بیجاپور کو لوٹنا اور نورس پور کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا ۱۰۳۴ھ م ۱۶۲۴ء اور ملک عنبر کی وفات ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء

دیکھئے دنیا کی حالت یہی ملک عنبر عادل شاہ کی جوتیاں اٹھاتا تھا اور عادل شاہ کا بڑا دم مارتا تھا۔ گزشتہ واقعات ان متواتر احسانات کو بتلا رہے ہیں جو ابراہیم عادل شاہ نے ملک عنبر کے ساتھ کیے اور ہر دفعہ اس

Marfat.com

کو کمک دی اور عادل شاہ ہی کی بدولت ملک عنبر کامیاب و فائز المرام رہا۔ ملک عنبر کا دماغ فلک ہفتم پر تھا
وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا اور اپنے جامے سے باہر ہو گیا تھا اور بات بات پر ابراہیم کے سر چڑھنے اور
گستاخی کرنے لگا۔ ابراہیم عادل شاہ نے جب دیکھا کہ یہ کسی طرح راہ راست پر نہیں آتا تو ۱۰۳۳ھ
۱۶۲۳ء ایک بڑا لشکر اس کی سرکوبی کو بھیجا اور مقام بھنوری پر ایک عظیم الشان لڑائی ہوئی مگر افسوس کہ
اس میں عادل شاہ کو شکست ہوئی۔ ملک عنبر کا اب کیا پوچھنا تھا اور کھل کھیلا اور اگلے ہی برس ۱۰۳۴ھ م
۱۶۲۴ء میں ساٹھ ہزار سوار لے کر بیجاپور پر چڑھ آیا اور آتے آتے تمامی علاقہ جات میں لوٹ مار کر کے تباہ
و ویران کر دیا اور اس طرح ملک کو برباد کرتے کرتے عین قلعہ بیجاپور کی فصیل تک پہنچ گیا۔ نورس پور
جس کو بادشاہ نے کس شوق سے بنایا تھا اور ابھی کار تعمیر جاری ہی تھا شہر پناہ مکمل ہونے نہ پائی تھی کہ اس
کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور بالکل مسمار کر دیا لیکن ملک عنبر اس مہم کے دوسرے ہی سال ۱۰۳۵ھ م
۱۶۲۵ء میں مر گیا اور اس کی موت نے اس کا پردہ ڈھک لیا اور اس وجہ سے ابراہیم عادل شاہ کو اس کے سر
چڑھ کر آنے کا بدلہ لینے کا موقع نہ ملا۔

ابراہیم عادل شاہ کی نسبت مذہبی بدگمانی

ابراہیم عادل شاہ خود ذی علم سنی اور موحد تھا لیکن فن موسیقی کی ایسی لت پڑ گئی تھی کہ بس راگ کا
دیوانہ تھا اور اکثر گویئے چوں کہ ہندو تھے ان کی صحبت کا اثر اس کی طبیعت پر بھی پڑا تھا۔ اور سرسوتی جو علم
کی دیوی جو طنبورہ ہاتھ میں لیے مور پر سوار رہتی ہے اس کی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ خوش گلوئی اور راگ
داری کا شیفتہ و فریفتہ تھا اس وجہ سے دیوی کی طرف تھوڑا سا میلان ضرور تھا جس پر لوگوں نے حاشیہ
چڑھا دیا کہ اکبر بادشاہ کی طرح یہ بھی مذہب اسلام سے منحرف ہو گیا ہے ورنہ درحقیقت یہ بات نہ تھی
صرف گانے کے شوق سے میل خاطر ہنود کی طرف ضرور تھا۔

شاہ صبغۃ اللہ صاحب کا مدینہ منورہ سے بیجاپور تشریف لانا ۱۰۰۰ھ

حضرت شاہ صبغۃ اللہ صاحب الحسینی جو حضرت شیخ الاسلام شاہ وجیہ الدین علوی الحسینی الاحمد آبادیؒ
کے خلیفہ ہیں اور ایک مدت سے ملازم حرم نبوی کے تھے آپ کو بشارت ملک دکن جانے کی ہوئی اور
آپ ۱۰۰۰ھ میں رونق افروز بیجاپور ہوئے چند ہی دن میں حضرت کے گوش مبارک تک بھی بادشاہ کے
ہنود کی طرف میلان کا غلغلہ پہنچا آپ نے امر معروف پہنچانے کی نیت سے بادشاہ سے کہا کہ تم اپنے اس

Marfat.com

عقیدے سے توبہ کرو بادشاہ نے کہا کہ نعوذ باللہ میرا کوئی عقیدہ مذہب اسلام کے خلاف نہیں ہے البتہ میں راگ کو از بس پسند کرتا ہوں اور اس طرف میرا دلی میلان ہے۔ حضرت نے فرمایا مضائقہ نہیں تم توبہ کرو خداوند تعالیٰ خود اس ولولہ شیطانی کو دور فرمادے گا چنانچہ بادشاہ نے توبہ کی اور اس سبب سے بادشاہ کے روضہ پر یہ آیت کلام مجید کی ثبت ہے۔ (ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ ہماری ایک سرکار کے بندۂ فرماں بردار تھے)۔ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا۔ بادشاہ کی طرف سے یہ آیت ہی کھلا ہوا جواب ہے۔ صرف استقامت دین ہی کے لیے حضرت کو دکن جانے کا حکم ہوا تھا۔ آپ نے بادشاہ کو تین نصیحتیں فرمائیں ایک یہ کہ شراب کی سب دکانیں بند کر دی جائیں، دوسرے فاحشہ عورتوں کا نکاح کرا دیا جائے اور تیسرے یہ کہ کسی شیعہ کو حاکم مقرر نہ کرے۔ ان تینوں باتوں کے عوض خدا سلطنت میں توفیر کرے گا اور اس کے معاوضہ میں اور تین ملک قبضہ میں آجائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے قصد مراجعت فرمایا تو بادشاہ مانع ہوا اور چاہتا تھا کہ ایسے بزرگ کا رہنا بڑا موجب برکت ہے چندے یہیں رہیں۔ لیکن آپ کے اصرار پر بعد زیارت آثار مبارک کے آپ کو چار لاکھ ہن دے کر رخصت کیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا جگت گرو کے نام سے مشہور ہونا

ابراہیم عادل شاہ ثانی جگت گرو کے نام سے مشہور ہے پبلک نے اس کو یہ خطاب دیا تھا جگت کے معنی عالم اور گرو کے معنی استاد یعنی "استاد جہاں" یا پیشوائے جہاں اور ابراہیم عادل شاہ اول سے رفع التباس کے لیے بھی جگت گرو کا لقب استعمال کیا جاتا تھا۔ بعض جگت گیر بھی کہتے ہیں جیسے عالم گیر، یعنی دنیا کا فتح کرنے والا۔ دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔

بادشاہ کی بیماری اور وفات ۱۰۳۷ھ م ۱۶۲۷ء

ہر آنکس را کہ عمر آید بپایاں — خورد از نوش دارو نیش بر جاں
شود ہر دم فزوں در دش ز پرہیز — بتاثیر آتش تپ رانند تیز
دماغش از گلاب آتش فروزد — اگر صندل بہ تن مالد بسوزد
چو خواہد جاں وداع تن نماید — ز حکمت ہیچ کارے بر نیاید

بادشاہ کو بھگندر ہو گیا تھا، بڑے بڑے حاذق حکیم بھی اس کے علاج سے عاری تھے۔ یونانی علاج سے

Marfat.com

جب کچھ فائدہ نہ ہوا تو بیجاپور میں ایک فرنچ ڈاکٹر فارنالُپ Farna Lup نامی تھا اس کی یاد ہوئی مگر اس کے علاج سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ بدرجہا اور تکلیف بڑھ گئی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا دوا دی تھی جو مرض میں اس قدر اشتداد ہو گیا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ مجھے اس مرض کا تجربہ نہ تھا بطور آزمائش میں نے دوا دی۔ بادشاہ بڑا خلیق اور رحم دل تھا کہا کہ تم نے تو میرا کام تمام کر دیا۔ خیر، مگر میرے بعد تمہاری جان کی بھی خیر نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جب تک میرے دم میں دم ہے شہر چھوڑ کر نکل جاؤ ورنہ میرے بعد یہ لوگ تم کو یقیناً مار ڈالیں گے اور اس وقت تم سے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑے گی لیکن ڈاکٹر نے نہ سنا۔ بادشاہ نے ۱۱ر محرم الحرام ۱۰۳۷ھ م ۱۶۲۷ء کو انتقال کیا۔ تاریخ وفات یہ ہے "ابراہیم عادل شاہاں بادا و شد" (۱۰۳۷ھ)۔

بادشاہ کا دم نکلنا تھا کہ لوگ ڈاکٹر پر ٹوٹ پڑے کہ اسی نے ہمارے بادشاہ کو مار ڈالا۔ خواص خاں نے ڈاکٹر کی ناک اور لب زیریں کاٹ لیے۔ فارنالوپ نے ناک اور ہونٹ چپکے سے اٹھا لیے اور اس عمدگی سے ٹانکے دے کر جوڑ لیے کہ جوں کا توں چنگا ہو گیا یہ دیکھ کر لوگ ہکا بکا رہ گئے اور اس کے عمل جراحی کے آگے سب نے کان پکڑے اور لوگ پھر ڈاکٹر کی طرف رجوع ہونے لگے چنانچہ چند ہی دنوں میں پھر اس کی پہلی سی شہرت اور قدر ہونے لگی۔

ابراہیم عادل شاہ کی اولاد

بادشاہ کے چار فرزند اور دو لڑکیاں تھیں

(۱) درویش بادشاہ، از بطن ملکہ جہاں

(۲) سلطان سلیمان، از بطن کمال خاتون

(۳) سلطان محمد، از بطن تاج سلطانہ

(۴) کم سن شیر خوار بچہ از بطن سندر محل

(۵) سلطان بیگم، (۶) فاطمہ سلطان عرف بادشاہ صاحبہ

اخلاص خاں حبشی جو بڑے خاں کے نام سے مشہور تھا اور وزیر اعظم اور بادشاہ کے مزاج سے ایسا دخیل تھا کہ بلا اس کی مشورت کے تنکا ادھر کا ادھر نہ ہو سکتا تھا اور دیانت الملک شیرازی جو شہنواز خاں کا داماد تھا منصب کار ملکی سے سرفراز تھا اور امین الملک آقا رضا شیرازی جو مہمات مالی و ملکی کی خدمت سرخیلی

Marfat.com

رکھتا تھااور جسے بادشاہ بہت چاہتا تھااور ''نواب خاں بھائی'' پکارتا تھااور بہت سے ارکان واعیان سلطنت و برہمنان سب کے سب درویش بادشاہ کی طرف تھے لیکن بادشاہ اس کی ماں سے کسی بات پر ناراض ہو گیا تھااور اس وجہ سے درویش بادشاہ نظر سے گر گیا جب بادشاہ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اس نے مرزا محمد امین لاری کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ اخلاص خاں تو جو میں کہوں گا وہ کرے گا لیکن دیانت الملک وغیرہ میرے بعد درویش بادشاہ کو تخت پر بٹھلانا چاہتے ہیں میں تم سے بار بار کہہ چکا ہوں کہ اگر ایسا ہو گا تو قطب شاہ کا سا حال ہو جائے گا کہ تمام پردیسی اور شیعہ بھر جائیں گے اور ملک برباد ہو جائے گا۔ میں کسی حالت میں اس بات پر راضی نہیں ہوں میری اولاد میں ہر اعتبار سے سلطان محمد لائق و فائق ہے میں نے میرے بعد تم کو مختار کیا ہے تم سر مو میرے حکم کے خلاف نہ کرنا۔ میرزا محمد امین نے بادشاہ کے ارشاد کو بسر و چشم قبول کیا۔ لیکن عرض کی کہ میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں حضور انور میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک فرمادیں۔ ارشاد ہوا کہ جس پر تم کو بھروسہ ہو اس کا نام لو، محمد امین نے دولت خاں کا نام لیا بادشاہ نے کہا کہ تم کو اختیار ہے مگر مجھے اس پر بھروسہ نہیں کہ وہ کمینہ ہے جو دراصل مرہٹہ تھا جس کا نام اصلی دولیتا تھا جس کو ہم ہی نے دولت خاں بنایا۔ ایک دفعہ بادشاہ شکار سے شب کے وقت واپس آیا تو دولت خاں نے فوج کے لیے دروازہ نہ کھولا اور کہا کہ جب تک باشادہ کو میں نہ دیکھ لوں دروازہ نہ کھولوں گا۔ بادشاہ نے آتے ہی اس نے دروازہ کھول دیا مگر یہ امر ناگوار خاطر عاطر ہوااور اسی وقت دولت خاں کو خدمت حوالداری سے معزول کر کے قید کر دیا لیکن پھر محمد امین کی سفارش سے اسے خدمت حوالداری پر بحال کر دیا اس خیال سے بادشاہ کو دولت خاں پر بھروسہ نہ تھا۔

ابراہیم عادل شاہ کا کیرکٹر

ابراہیم عادل شاہ نے ۴۹ سال سلطنت کی۔ بادشاہ صورت اور سیرت دونوں میں ممتاز تھا۔ نہایت شکیل، حد درجے کا رعیت پرور اپنی رعایا کی فلاح و بہبودی کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ علم کا بڑا قدردان تھا۔ ..... فضلاء اور ذی علم لوگوں کی بڑی جگہ اس کے دل میں تھی اکثر بزرگان دین اسی کی سلطنت میں بیجاپور آئے۔ شعرائے نامور بھی اسی کے زمانے میں آئے۔ ملا ظہوری وغیرہ جو فن کے صاحب کمال اور ہر ہنر کے استاد اور کامل اس کے وقت میں جمع تھے۔ محمد قاسم فرشتہ مشہور مورخ، میر رفیع الدین شیرازی جامع تذکرۃ الملوک بھی اسی کے دور میں تھے۔ بڑا منصف مزاج، شجیع اور رحم دل تھا۔ صنعت اور دست کاری کا بڑا قدردان تھا خود باشادہ کو خطاطی، نقاشی اور مصوری میں کمال تھا۔ خط ثلث اور نسخ اور نستعلیق

Marfat.com

وغیرہ بہت خوب لکھتا تھا۔ اور اسی طرح فن موسیقی اور نغمہ پردازی میں ایسی دست گاہ رکھتا تھا کہ دور دور سے لوگ سمٹ آئے تھے۔ اس جانب اس قدر رجحان طبع تھا کہ ہندو گوئیوں کی توقیر بہت کچھ بڑھ گئی تھی جس سے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اہل ہنود اور ان کے دیوتاؤں سے حسن عقیدت رکھتا ہے۔

ابراہیم عادل شاہ کے وقت کی عمارات وغیرہ

۹۹۰ھ م ۱۵۸۳ء میں سات کھم کا محل بنوایا جو اب "سات منزلی" کے نام سے مشہور ہے۔ دل کشا محل، حیدر برج جو عوام میں اُپری برج مشہور ہے۔ ۹۹۶ھ م ۱۵۸۷ء مسجد ملکہ جہاں۔ ۹۹۸ھ م ۱۵۸۹ء آنند محل۔ بنائے شہر نورس پور ۱۰۰۸ھ سے ۱۰۱۴ھ تک۔ ۱۰۰۹ھ سنگت محل عرف نورس محل۔ ۱۰۳۴ھ تباہی نورس پور۔

تعداد لشکر: سوار ۵۲ ہزار، احشام ایک لاکھ، فیلان ۹۵۵، مطربان ومغنیان وسازندگان ۱۴۴۵ جن کے شاگرد وغیرہ ملا کر تین چار ہزار کی تعداد تھی۔

Marfat.com

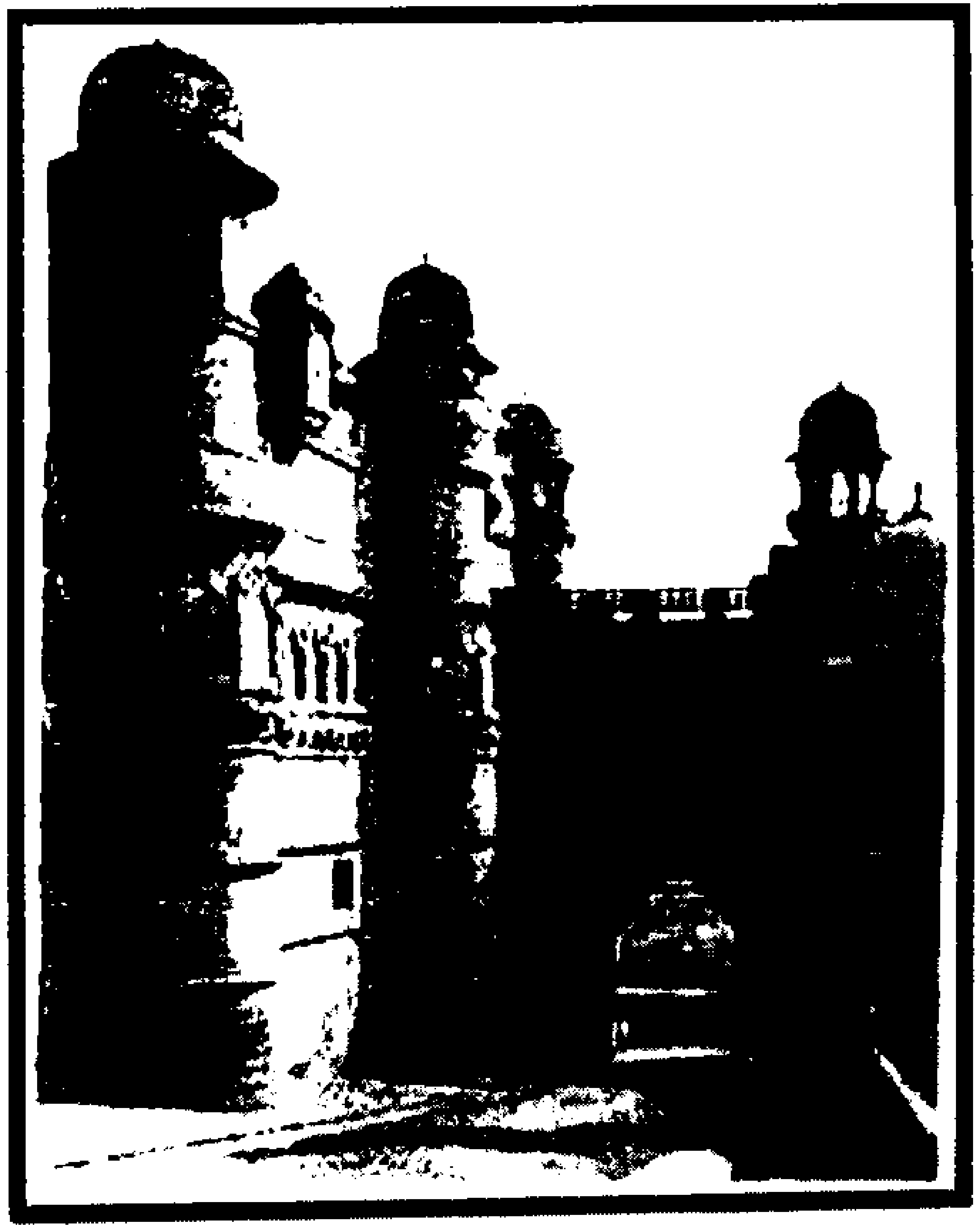

ہاتھی دروازہ قلعہ گوالیار

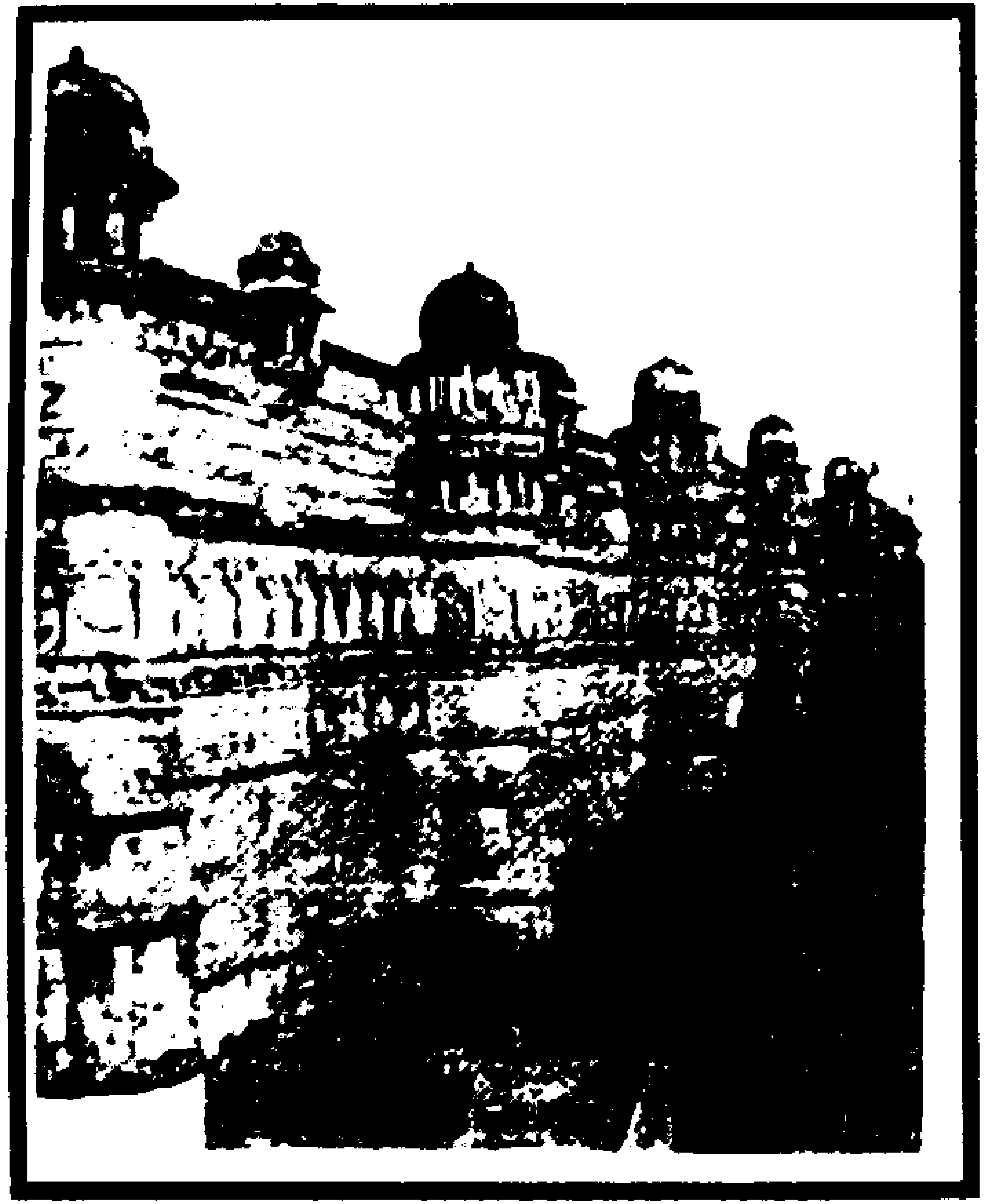

مان سنگھ کا محل قلعہ گوالیار

Marfat.com

ساتواں باب

سلطان محمد عادل شاہ ۵۵۔۷ ۱۶۲ء

که شاہا بقائے تو جاوید باد
لوائے تو برتر زخور شید باد

سزد تخت گاہت قضائے سپر
منور به انوار رخسار مہر

ہماں به که سیر مہ و خور مدام
موافق به حکمت شود صبح و شام

سزد گرز ملک یمن تاز چیں
سلاطین ایران و توراں زمیں

به خدمت بہ بندند پشت و کمر
نہ پیچد کس از طوق فرمانت سر

سلطان محمد عادل شاہ کی تخت نشینی ۷ ۱۰۳ھ م ۷ ۱۶۲ء

ابراہیم عادل شاہ کی خبر مرگ کو مرزا محمد امین اور دولت خاں نے مخفی رکھ کر شہر کے دروازے بند کر دیئے۔ صرف کھڑکیاں کاروبار کے لیے کھلی رکھیں۔ اخلاص خاں، یادنت الملک، آقا رضا، متصدیان مہام کو بلا کر دیوان خانے میں بٹھلایا اور خواجہ سراؤں نے آ کر بادشاہ کی طرف سے اخلاص خاں کو کہلا بھیجا کہ حضرت جہاں پناہ کا حکم ہے کہ سلطان محمد کو تخت پر بٹھلایا جائے۔ دیانت الملک نے کہا کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ بڑے کو چھوڑ کر چھوٹے کو مالک تخت و تاج کیا جائے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ سر کو چھوڑ کر گھٹنے پر سہرا باندھا جائے۔ دولت خاں بہت تیز مزاج تھا اس نے دیانت الملک کو ڈانٹا کہ آپ سے کون پوچھ رہا ہے خواہ مخواہ دخل در معقولات دیتے ہو آپ خاموش رہیے۔ دولت خاں نے اخلاص خاں سے پوچھا کہ آپ فرمایئے کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ اخلاص خاں نے کہا کہ بڑی صاحبہ سے پوچھو میں بادشاہ کے بعد خود کنارہ کش ہونے والا ہوں۔ درویش بادشاہ اور سلطان محمد میں کچھ نہیں جانتا کہ دونوں میرے مالک ہیں میں کس کو ترجیح دوں جس کو بڑی صاحبہ فرمائیں اسی کو تخت نشین کرو۔ دولت خاں اٹھ کر بڑی صاحبہ کے دربار میں گیا اور عرض کیا جواب ملا کہ جس کو بادشاہ نے کہا ہے اسی کو بٹھلاؤ۔ پس مرزا محمد امین اور دولت خاں نے بتاریخ ۱۱ر محرم الحرام ۷ ۱۰۳ھ ڈہائی بجے دن کے شاہزادہ سلطان محمد کو جس کی عمر پندرہ سال کی تھی تخت پر بٹھلا دیا اور اخلاص خاں کو رخصت کر کے دیانت الملک اور آقا رضا اور

Marfat.com

برہمنان وغیرہ کو محل میں قید کر دیا۔ بادشاہ کو تجہیز و تکفین کے بعد روضہ پر نور زہرہ پور میں جو اس نے خود زہرہ سلطان کے واسطے بنوایا تھا دفن کیا اس کے بعد درویش بادشاہ کو مکحول کر دیا سلیمان کی چھنگلی کاٹ دی اور چھوٹے بچے کو بھی ناقص کر دیا۔ دیانت الملک اور آقا رضا اور برہمنوں کو قید سے چھوڑ کر دوسرے دن دربار ہوا اور نذریں ہوئیں۔ تاریخ جلوس "کشورستاں" ہے آقا رضا کو کار ملکی اور دیانت الملک کو سرخیلی کی خدمات سرفراز ہوئیں مرزا محمد امین لاری کو مصطفیٰ خاں اور دولت خاں کو خواص خاں کے خطابات سرفراز ہوئے۔

برہان نظام شاہ کی چڑھائی کیج دہارور پر اور شکست ۱۰۳۷ھ

برہان نظام شاہ نے اپنے قدیم مقبوضات پر عمل دخل حاصل کرنے کے لیے سلطان محمد کے جلوس کے سال اول ہی میں کیج دہارور پر چڑھائی کر دی۔ عادل شاہیوں کا لشکر ان کے مقابلے پر پہنچا اور ایک خوں ریز لڑائی کے بعد نظام شاہ کو شکست دے کر وہیں آرام لینے کو چندے ٹھہر گئے۔ نظام شاہیوں نے ان کو غفلت دے کر سعادت خاں اور اعتبار خاں کو پکڑ لیا لیکن نظام شاہ نے ان سے کچھ بدسلوکی نہیں کی بلکہ گھوڑے اور خلعت دے کر اجازت دی، تب عادل شاہیوں کی فوج وہاں سے اٹھ کر دریائے کرشنا کے کنارے آن پڑی۔

برہان نظام شاہ کی دوبارہ چڑھائی بیجاپور اور پھر شکست پانا

اس کے کچھ دنوں بعد حمید خاں کے اغوا سے نظام شاہ نے بیجاپور پر دوبارہ لشکر کشی کی اور لوٹتا مارتا شہر بیجاپور تک پہنچ گیا عادل شاہ نے نواب خاں بابا، اخلاص خاں، اعتماد خاں سر نوبت اور دوسرے امراء کے ساتھ مقابلے کے لیے فوج بھیجی اور گدری کنور پر دونوں عساکر کی مٹ بھیڑ ہوئی اور بڑی گھنگھور لڑائی کے بعد حمید خاں سر لشکر پس پا ہوا اور لشکر عادل شاہی فتح یاب ہو کر داخل بیجاپور ہوا۔

کدم راؤ گورنر بنکاپور کی بغاوت اور اس کا قتل

اس کے بعد ہی کدم راؤ حاکم قلعہ بنکاپور کی بغاوت کی خبر ملی کہ اس نے گرد و نواح میں اودھم مچا رکھی ہے۔ عادل شاہ نے اس کی سرکوبی کے لیے میر علی رضا کو بھیجا۔ علی رضا جوں ہی قلعہ بنکاپور کے پاس پہنچا دیکھا تو کدم راؤ مقابلے کیلئے بالکل تیار بیٹھا تھا اور ایک سال تک برابر اس سے جھڑپ ہوتی رہی اور آخر کار بہت سی لڑائیوں کے بعد کدم راؤ گرفتار کیا گیا اور قتل بھی کیا گیا اس کے بعد رضا ملی بیجاپور واپس آیا۔

Marfat.com

امرائے نظام شاہی کی باہمی مخالفت سے زوال سلطنت اور برہان نظام شاہ کی وفات

حمید خاں جو وکیل السلطنت تھا اس سے اور ملک عنبر کے بیٹے فتح خاں سے ناچاقی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حمید خاں نے برہان نظام شاہ کو فتح خاں کی طرف سے خوب بھرا اور آخر کار اسے ایک قلعہ میں قید کرا دیا یہ حالت دیکھ کر دوسرے امراء کو اپنی اپنی پڑ گئی نہیں معلوم کہ ہماری کیا گت بنے سب نے یہاں سے بھاگ کر مغلوں کی پناہ میں جانے کا ارادہ کر لیا۔ برہان نظام شاہ کو بھی امراء کی بد دلی کا حال معلوم ہو گیا۔ اخلاص خاں اور حمید خاں سے بادشاہ نے کہا کہ جادو راؤ بھی بدل کر بیٹھا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ مغلوں سے جا ملے تو بڑی خرابی ہو جائے گی کہ وہ ہمارے کچے چھٹے سے واقف ہے۔ اخلاص خاں اور حمید خاں نے کہا کہ بہتر یہی ہے کہ جادو راؤ کو قید کر کے اس کے بیٹے اچلوجی کو کسی قلعہ کا حاکم مقرر کر کے بھیج دیا جائے۔ بادشاہ نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا اور فرہاد خاں اور صفدر خاں کو حکم دیا کہ موتی خاں کھنالہ کی مدد سے جادو راؤ کو قید کر لیا جائے۔ چنانچہ جادو راؤ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ دربار سے اٹھ کر خلوت خانے میں چلا گیا فرہاد خاں، صفدر خاں اور موتی خاں تینوں جادو راؤ اور اس کے بیٹے اچلوجی پر جا گرے اور ان کی تلواریں چھین لیں۔ یہ دونوں بھی بہادر تھے مجلس کا رنگ بے رنگ دیکھ کر کٹاریں نکال کر مقابلے پر آمادہ ہو گئے۔ صفدر خاں کے ہاتھ سے جادو راؤ مارا گیا اور اچلوجی گرفتار ہو گیا۔ بھنوجی جادوجی کا بھائی تھا۔ قتلغ خاں کے حوض کے پاس اترا ہوا تھا یہ خبر سنتے ہی بھاگا اور سیدھا مغلوں کی پناہ میں جا گھسا۔ شاہ جی بھونسلے جو جادو راؤ کا داماد تھا وہ قلعہ پر ینڈہ کے حوالی میں تھا وہ بھی اس خبر کے سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور لوٹتا مارتا پونے (بمبئی سے ۱۱۹ میل ہے جی آئی پی اور سدرن مرہٹہ ریلوے کا جنکشن ہے۔ ملک دکن کا ایک بڑا شہر ہے جس کی آب و ہوا نہایت خوش گوار اور معتدل ہے خصوصاً ماہ جون سے ستمبر تک بہت اچھا موسم رہتا ہے۔ بارش کا اوسط ۲۹ انچ ہے۔ موسم میں بارش میں گورنر بمبئی پونے میں رہتے ہیں۔ بمبئی پریزیڈنسی کی فوج کا مستقر ہے۔ آبادی ایک لاکھ نفوس کی ہے جس میں زیادہ تر ہنود ہیں۔ پونے کی شہرت ملک دکن میں زیادہ تر اس سبب سے ہے کہ مدتوں تک پیشواؤں کا دار السلطنت رہا ہے۔ یہاں کی مشہور مصنوعات مٹی اور کٹی کی پتلیاں اور مورتیں۔ ظروف مسی و برنجی پارچہ ریشمی و زریں ہیں۔ یہ شہر مولا ندی کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ تھوڑی دور آگے چل کر مولا اور موٹھا دونوں ندیوں کا سنگم ہو گیا ہے۔ پارتبی کا دیول بہت مشہور ہے جو اسی نام کے پہاڑ پر شہر کے

Marfat.com

جنوب و مغربی گوشہ میں واقع ہے۔ یہ مقام قابل دید ہے۔ اس پہاڑ کے دامن میں ہیرا باغ ہے جو پیشواؤں کا تفرج گاہ تھا اور اب اس میں ٹاؤن ہال ہے۔ پونے میں عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے بڑے بڑے گرجا ہیں۔ مشہور عمارات کونسل ہال، دکن کالج، سیول انجینئرنگ کالج، یروڈا سنٹرل جیل، محکمہ فائنانس، ڈیوڈ ساسون ہاسپٹل، ڈاک خانہ، گورنمنٹ ہاؤس اور بوٹنیکل گارڈن پونے سے چار میل کے فاصلے پر گنیش کھنڈ میں ہے۔ کھڑکی جہاں بہت بڑی فوجی چھاؤنی ہے پونے سے چار میل ہے جہاں بڑا بھاری کارخانہ بارود اور ہتھیار بنانے کا ہے جس کی یہیں سے تمام ممبئی پریزیڈنسی میں تقسیم کی جاتی ہے۔ مولانا اور موٹھا پر ایک بہت بڑا بندھ باندھا گیا ہے جس کا آبشار بہت دلکش اور خوش نما ہے۔ پل بھی بہت خوش نما ہے اس مقام پر ایک نہایت نفیس باغ ہے۔ غرض یہ مقام بلحاظ بے نظیر منظر کے قابل دید ہے۔ آب رسانی کا بڑا کارخانہ پونے سے دس میل کڑک واسلے میں ہے جہاں سے نہ صرف سارے شہر اور چھاؤنی میں پانی پہنچتا ہے۔ بلکہ اس سے بہت سی زراعت تری کی بھی ہوتی ہے۔ سنگرھ اور پورندھر کے مشہور قلعہ پونے سے دس اور بیس میل علی الترتیب ہیں یہ مقامات اب بطور صحت گاہ کے استعمال کیے جاتے ہیں۔ کوہ مہابلیشور، سدرن مرہٹہ ریلوے کے واتھر سٹیشن سے ۴۰ میل ہے۔ گرمیوں میں گورنر اسی پہاڑ پر رہتے ہیں۔ سطح سمندر سے ساڑھے چار ہزار فٹ بلند ہے۔ واتھر ٹانگہ پر پانچ گھنٹے میں بہ آسانی پہنچ جاتے ہیں۔ پانچ گنی کا پہاڑ بھی واتھر سے ۲۹ میل مہابلیشور کی سڑک پر ہے جہاں بارہ مہینے لوگ رہتے ہیں۔ یہاں یورپین لڑکوں کا اسکول اور رومن کیتھولک کانونٹ بھی ہے) پہنچ کر ایک شورش عظیم برپا کر دی اور اطراف واکناف کے ملک نظام شاہ اور عادل شاہ دونوں میں بلکم مچا دی۔ خواص خاں کو جب اس لوٹ مار کی خبر پہنچی تو اس نے بیجاپور سے مراری پنڈت نے پونا اور راندا پور (ضلع پونا کا ایک تعلقہ ہے) وغیرہ مقامات مقبوضہ شاہ جی کو خوب لوٹا اور جلا کر خاکستر کر دیا اور وہاں سے بھولیشور کے پہاڑ کی طرف چلا گیا جو پونے سے سولہ کوس ہے اور وہاں ایک قلعہ بنانا شروع کیا۔ آبا راؤ کو دو ہزار سوار دے کر قلعہ کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور راجہ چندر راؤ اور باجی دلوے وغیرہ سرداروں کو فوج دے کر ملک کوکن کی طرف بندر دابل کو روانہ کیا اور خود بیجاپور کو چلا آیا۔ شاہ جی جو قلعہ جنیر میں سرینواس کی پناہ میں تھا اس کے رہنے سہنے کا ٹھکانا کہیں نہ تھا اس نے بیم گڑھ میں ایک پرانے افتادہ قلعہ کو جو مدتوں سے ویران پڑا تھا از سر نو تعمیر کرایا اور شاہ گڑھ نام رکھا اور رفتہ رفتہ چھ ہزار سوار جمع کر کے ملک بالا گھاٹ میں جنیر اور سنگمنیر سے لے کر احمد نگر اور دولت آباد تک فتح کر لیا اور اپنے قدم خوب جما لیے۔ ادھر باجی

Marfat.com

دلوے نے دابل سے پہلٹ کر مہار، کورے گاؤں، نظام پور اور بہت سا سیر حاصل ملک دبالیا۔ سدی مرجان نے جو برہان نظام شاہ کی طرف سے ملک کوکن کا گورنر تھا ان کا بہت کچھ مقابلہ کیا لیکن خود مارا گیا۔ یوں نظام شاہیوں کا بہت سا ملک نکل گیا اور عادل شاہیوں نے بندر چیول تک سارا ملک اپنے قبضے میں کر لیا۔ برہان نظام شاہ نے جب سدی مرجان کی شکست کی خبر سنی تو سدی سابا عنبر خانی کو اخلاص خاں کی فوج دے کر عادل شاہیوں کے مقابلے کو بھیجا۔ سدی سابا پونے اور جنیر کا گھاٹ اتر کر چیول کے بندر میں جہاں عادل شاہی فوج پڑی ہوئی تھی پہنچا اور دونوں کا مقابلہ کولار (اسٹیشن بورنگ پیٹ مدراس سے ۱۷۶ میل ہے۔ یہاں سے کولار کے معدن طلا کو ایک شاخ گئی ہے جس کا فصل آٹھ میل ہے۔ تمام دنیا میں سب سے مشہور معدن طلا یہی ہے جس کا تعلق ریاست میسور سے ہے۔ اس معدن میں تیس ہزار آدمی، جن میں یوروپین اور مکینیکل انجینئر وغیرہ ماہر فن بھی ہیں شبانہ روز کام کرتے ہیں۔ اس مقام پر سائنس کی بے انتہا قوت اور انواع واقسام کے اختراعات اور زمانہ حال کی نو ایجاد کلیں دیکھ کر انسان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں) مقام پر ہوا اور بہت بڑی لڑائی ہوئی اس میں باجی دلوے مارا گیا اور باقی لوگ بھاگ گئے اس لڑائی میں نظام شاہ کو فتح ہوئی۔ سدی بابا نے پھر چیول وغیرہ مقامات پر قبضہ کر لیا اور دو ہاتھی جو نظام شاہ کے ان کے پاس تھے وہ بھی واپس لے لیے اور کلیان (بمبئی سے ۲۴ میل جی آئی پی ریل کی شمال ومشرقی اور جنوب ومشرقی لینوں کا جنکشن ہے۔ مئی کے مہینے میں یہاں مسلمانوں کا ایک بہت بھاری میلا "بندر میلا" ہوتا ہے۔ اینٹ اور کھپریل کی بھٹیاں یہاں کثرت سے ہیں۔ کلیان سے چار میل کے فاصلے پر انبرناتھ کا مشہور مندر ہے۔ اسٹیشن سے ملی ہوئی رکمی بائی کی اسپتال زیر نگرانی گورنمنٹ ہے۔ کلیان ایک بہتر پرانا بندرگاہ ہے) میں مقام کیا۔ یاقوت خاں اور داجی رام نے برہان نظام شاہ کی خدمت میں معروضہ لکھا کہ ایسے وقت میں مغلوں کی فوج ہمارے سر پر پڑی ہوئی ہے ملک میں اس طرح کے اندرونی فسادات بہت خطرناک ہیں۔ جادو جی اس سلطنت کا قدیم امیر ہے اس سے بگاڑنا اور اس کو دشمن بنانا بالکل خلاف مصلحت ہے جس کی وجہ سے سارے ملک میں شورش بپا ہو گئی ہے اب آپ کے پاس ایسا کون رہ گیا ہے جو مہام سلطنت کو انجام دے سکے اور مغلوں جیسے قوی دشمنوں سے مقابلہ کر سکے اس لیے ہم خیر خواہان سلطنت کی صلاح یہ ہے کہ فتح خاں کو (جو صاحب شمشیر اور مدبر دونوں ہے اور جس کے باپ سدی عنبر نے ساری عمر آپ کی خیر خواہی اور نمک حلالی میں گزار دی ہے اور بڑی بڑی قابل قدر خدمات کی ہیں) قید سے آزاد فرما کر اس کی کامل تشفی اور دل جوئی کی جائے اور اس سے ایسے

Marfat.com

ک وقت میں کام لیا جائے۔ بادشاہ نے امرائے دربار سے مشورہ کیا امراء نے کہا کہ فتح خاں ایسا کون سا
سورما ہے اور پھر اس کا دل کب صاف ہو سکتا ہے۔ وہ نہایت خود رائے اور فتنہ انگیز ہے، بگڑا نوکر
شمن برابر، ایسا نہ ہو کہ وہ برسر اقتدار ہوتے ہی کھل کھیلے اور کی کرائی محنت سب اکارت جائے۔ بادشاہ
نے کہا کہ نہیں ایسا کبھی نہ ہوگا میں اس سے اچھی طرح پکی کرلوں گا اور قرآن پر قسم کھلواؤں گا۔ امراء
نے کہا کہ بہت خوب جو حضرت کی مرضی مبارک ہو ہم بھی راضی ہیں ہم تو صرف ملک و دولت کی
بہتری کے خواہاں ہیں۔ الغرض بادشاہ نے اخلاص خاں، فرہاد خاں اور صفدر خاں کو بھیج کر قلعہ سے
طلب کیا۔ فتح خاں پالکی میں بیٹھ کر نکلا لوگوں نے پردہ ڈال دیا فتح خاں نے کہا کہ پردہ کیوں ڈالتے ہو اور
پردہ الٹ دیا تمام لوگ فرحاں و شاداں سلام کرتے تھے اور جو دیکھتا تھا باچھیں کھل جاتی تھیں اور کہتا تھا کہ
عنبر کا چراغ ہے۔ فتح خاں خیرات بکھیرتا ہوا دربار میں پہنچا بادشاہ نے بہت عزت و توقیر سے لیا اور قول و
قرار واثق لے کر خلعت سرفراز کیا اور کہا کہ اپنے باپ کی طرح بادشاہ و ملک کی خیر خواہی میں سر مو فرق
نہ کرنا۔ فتح خاں کی اقامت کے لیے صلابت خاں کا محل ملا اور ملک کا نظم و نسق چند روز بہت عمدگی سے
چلتا رہا کہ یکایک برہان نظام شاہ کو جنون ہو گیا۔ فتح خاں نے بہت کچھ علاج معالجہ کیا بادشاہ کو محل شاہی
سے اپنے محل میں لے آیا اور خود دوسری جگہ جا ٹھہرا دو مہینے تک برابر علاج ہوتا رہا آخر کار انتقال کیا۔
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فتح خاں کی سازش سے ایسا ہوا واللہ اعلم بالصواب۔

زوال سلطنت نظام شاہی کے دوسرے اسباب، شاہ جہاں بادشاہ کے ایلچی کا بیجاپور آنا اور سلطنت نظامی شاہی کی نصفا نصف تقسیم کا معاہدہ ۱۰۳۸ھ

ناظرین سے مخفی نہ ہوگا کہ سلطان غفران پناہ ابراہیم عادل شاہ کو سلوک نظام شاہیوں سے پرانا رہا
ہے اور جب جب ضرورت ہوئی ہر طرح کی مدد دی اور ان کی عزت کی بمصداق حق الجار مقدم
بڑھاتا ہی رہا لیکن نظام شاہیوں کی ناشکر جماعت نے نیکی کا بدلا بدی ہی دیا اور جب دیکھو سلطنت عادل
شاہی پر ہی چڑھ چڑھ کر آتے تھے جس ہانڈی میں کھائیں اسی میں چھید کریں لیکن باایں ہمہ ابراہیم عادل
شاہ کے دل میں ذرا ہراس نہ آیا اور مغلوں کے حملے میں اگر وہ مدد نہ کرتا تو کبھی کے یہ خاک میں مل چکے
ہوتے مگر ابراہیم عادل شاہ کی پالیسی یہ تھی کہ نیکی کن و بدریا انداز، وزیر الہند خان خاناں بار ہا اکبر اور جہاں
گیر سے ابراہیم کے متعلق کہا کرتا تھا کہ وہ ایسا زبردست شخص ہے کہ اگر کسی کمزوری طرف ہو جائے تو

Marfat.com

کاہ کو کوہ بنادے اور اگر دشمن کوہ ہو تو اس کے دبدبہ اور جبروت سے دم میں کاہ ہو جائے۔ الغرض ابراہیم کا دلی مقصد یہ تھا کہ Buffer State ہے یعنی سرحدی ملک ہے اس کی دولت وثروت قائم رہے۔ اسی وجہ سے سدی عنبر پر عنایت بے غایت تھی اور ابراہیم ہی کی پشتی لینے سے وہ کیا سے کیا ہو گیا لیکن بہ مصداق "اصل بد از خطا خطا نہ کند"

سدی عنبر اپنی اصالت پر گیا اور جھتوڑی کی جنگ میں اور علی الخصوص نورس پور کی تباہی میں جو حرکات گستاخانہ اور ناشائستہ سدی عنبر سے ظہور میں آئے ابراہیم کو از حد ناگوار ہوئیں۔

آزار از جراحت بیگا نگاں رسد　　　مرہم منہ کہ زخم دل از آشنا رسد

ابراہیم عادل شاہ گو کوہ تمکنت تھا اور اس کے دل میں مادہ درگزر کا تھا مگر پھر بھی "دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ"۔ أعوذُ باللهِ مِن غَضبِ الحَلِیم بادشاہ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب کی دفعہ نظام شاہیوں کا نام ونشان مٹادوں گا لیکن من درچہ خیالیم وفلک درچہ خیال۔ ابراہیم عادل شاہ کی حیات مستعار نے وفا نہ کی ورنہ وہ نورس پور جیسے بنے بنائے شہر کو اس بے دردی سے تباہ کرنے کا بدلہ گن گن کر لیتا۔ یہی وجہ تھی کہ مصطفیٰ خاں دانت پیس رہا تھا اور چاہتا تھا کہ اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند اب ان کا کھوج مٹادوں وہ خود بھی نظام شاہیوں کا جانی دشمن تھا کہ سدی عنبرؔ نے ملا بابا کا سر کاٹ لیا تھا جو مصطفیٰ خاں کا خسر تھا ان ہی دو وجہ سے مصطفیٰ خاں کی دلی خواہش تھی کہ مغلوں کا ساتھ دے کر نظام شاہیوں کی بیخ کنی کی جائے۔ اتفاقاً ۱۰۳۸ھ میں شیخ معین الدین شاہ جہاں بادشاہ کا ایلچی دہلی سے تہنیت نامہ جلوس کا لے کر بیجاپور پہنچا۔ مصطفیٰ خاں نے یہ موقع غنیمت جان کر ارادہ کیا کہ ان سے مل کر نظام شاہیوں کا قلع قمع کر دیں اور آدھا ملک ہم مغلوں کو دے کر بقیہ نصف خود لے کر نورس پور کی ویرانی اور بربادی کا معاوضہ لے کر دل ٹھنڈا کریں۔ مصطفیٰ خاں نے اس معاملہ اہم دسترگ میں خواص خاں سے مشورت کی۔ خواص خاں بڑا جہاں دیدہ شخص تھا اس نے صاف کہہ دیا کہ خدارا کہیں ایسا غضب نہ کرنا ورنہ الٹے لینے کے دینے پڑ جائیں گے ایسا نہ ہو کہ نیکی برباد گناہ لازم مغل ہم ہی پر ہاتھ صاف کریں اور ہمارا دم مفت ہی نکل جائے مگر اس کی صلاح مصطفیٰ خاں ماننے والا نہ تھا ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ بہت سے امراء خاندان نظام شاہی کی بربادی کے خلاف تھے چنانچہ قاضی سعید جورندولہ خاں کا وکیل اور ایک بڑے پایہ کا امیر تھا اس نے جرأت کر کے سخت اختلاف کیا اور عرض کی کہ بجائے اس کے کہ ہم نظام شاہی سلطنت کے مٹانے کی کوشش کریں ہم کو اپنے مصالح کے لحاظ سے اس خاندان کی پرداخت اور تقویت کی کوشش کرنی

Marfat.com

چاہیئے۔ علاقہ نظام شاہ ہمارے اور مغلوں کے درمیان ایک بڑی حد فاصل ہے اگر وہ نہ رہے تو براہ راست ہم کو مغلوں سے سابقہ پڑے گا اب تو بندر کی بلا طویلے کے سر نظام شاہی سب بلا جھیل لیتے ہیں اور جب یہ آڑ اٹھ گئی تو ہم کو سخت مشکل کا سامنا ہوگا۔ اس معاملے میں مصطفیٰ خاں اور سعید خاں کے باہم سخت جھگڑا ہو گیا۔ خواص خاں بے چارہ سخت مشکل میں پڑ گیا اور سمجھ گیا کہ چلے گی مصطفیٰ خاں ہی کی ناچار اس کے ہم زبان ہونا پڑا پھر دیر کیا تھی فوراً لشکر جمع کیا گیا اور رندولہ خاں کی سرکردگی میں ایک بڑی فوج مغلوں کی مدد کو بھیجنا قرار پایا اور مغلوں اور عادل شاہیوں میں عہد و پیماں واثق نظام شاہی سلطنت کی نصفا نصف تقسیم کا ٹھہر گیا۔ سلطان محمد نے شیخ معین الدین ایلچی کو خلعت وغیرہ دے کر رخصت کیا لیکن امراء میں سخت ناچاقی ہو گئی اور بیشتر امراء مصطفیٰ خاں سے بد ظن ہو گئے کہ "اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست"۔ تھوڑے ہی دنوں میں مصطفیٰ خاں اور خواص خاں کے آپس میں سخت مخالفت اور دشمنی ہو گئی دہلی کے ایلچی کی واپسی کے چند روز بعد خبر ملی کہ مغلوں ہی کی طرف سے عہد شکنی ہوئی اور مغلوں کی فوج چڑھی چلی آ رہی ہے اور قلعہ کیسوار تک پہنچ گئی ہے۔ سلطان نے فوراً ملک مرجان کے پاس قاصد دوڑایا اور شیخ معینا (معین الدین) کو راستے میں پکڑوا کر قید کر دیا۔

بیجاپور پر شاہ جہاں کے لشکر کی چڑھائی اور مغلوں کی غیر معمولی شکست

شاہ جہاں کی طرف سے خواجہ ابوالحسن دیوان بخشی پہلے ہی سے ملک دکن میں نظام شاہ کے ملک کی تسخیر کے لیے برہان پور میں مقیم تھا اس نے ارادت خاں کو نظام شاہ کی طرف بھیجا اور نصرت خاں کو قندھار، نصرت خاں نے قلعہ قندھار کا فتح کر لیا اور ارادت خاں نے قلعہ پرینڈہ کا رخ کیا لیکن وہاں کامیابی کی امید نہ ہونے سے قلعہ دہارور کو فتح کیا۔ اسی اثناء میں شاہ جہاں کو شیخ معین الدین کے قید ہو جانے کی خبر ملی۔ بادشاہ نے نور جہاں بیگم کے بھائی آصف خاں کو جو ایک بڑا امیر تھا مع دیگر امرائے عظام کے بیجاپور بھیجا۔ آصف خاں برہان پور آ کر ابوالحسن اور ارادت خاں کو ساتھ لے لوٹتا مارتا کلبرگہ تک آیا اور وہاں سے سیدھا بیجاپور کے قلعہ کی فصیل تک پہنچا اور اپنا لشکر جرار رنگریزوں کے تالاب کے پائین میں ڈال دیا اور روزانہ چھوٹی موٹی لڑائیاں ہونے لگیں مگر ایک دن بہت بڑی لڑائی ہوئی جس میں سکندر علی خاں ایک نامور سردار دہلی کا مارا گیا اس کے بعد پانچ چھ دن تک مغل بیجاپور کا محاصرہ کیے پڑے رہے اور طرح طرح کے مظالم کرنے لگے۔ امرائے دکن ان کی شورہ پشتی کی تاب نہ لا سکے۔ ان کی رگ

Marfat.com

حمیت جوش میں آئی اور دلاوری اور شجاعت کی خوب داد دی اور ایسی جان توڑ کر لڑے کہ مغلوں کو
شکست ہوئی اور دکھنیوں نے ان کا تعاقب کیا۔ مراری پنڈت مغلوں کی فوج اپنی سرحد سے باہر کر کے
قلعہ پرینڈہ میں آبیٹھا۔

توپ ملک میدان قلعۂ پرینڈہ سے بیجاپور پہنچی ۱۰۴۰ھ م ۱۶۳۲ء

برہان نظام شاہ کی طرف سے آقا رضوان پرینڈہ کا قلعہ دار تھا اسی نے قلعہ مذکور عادل شاہیوں کے
سپرد کر دیا تھا۔ آصف خاں کے تعاقب کے بعد مراری پنڈت پرینڈہ کے قلعہ میں آ گیا تھا۔ بادشاہ نے
کہ توپ ملک میدان بیجاپور طلب کی۔ یہ توپ اتنی بھاری تھی کہ آج سارے ہندوستان میں ایسی گراں
ڈیل دوسری توپ نہیں مگر بادشاہ کا حکم قضا شیم سر آنکھوں پر تھا خدا جانے کیا کیا مشکلات پیش آئیں مگر
بھجوا تو دی جو ۱۵ ربیع صفر ۱۰۴۰ھ کو اس برج پر چڑھا دی گئی جو مابین مکہ دروازہ اور شاہ پور دروازے کے
ہے۔ اس توپ کا تفصیلی بیان عمارات بیجاپور کے ضمیمہ میں آئے گا۔

حسین نظام شاہ کی تخت نشینی مہابت خاں کا قلعۂ دولت آباد کا محاصرہ کرنا

جب آصف خاں کی شکست کی خبر شاہ جہاں بادشاہ کو پہنچی تو بادشاہ کو سخت قلق ہوا۔ بادشاہ نے فوراً
مہابت خاں صوبہ دار لاہور کو طلب کیا اور خاندیس کا گورنر مقرر کر کے ملک دکن کی تسخیر کے لیے
روانہ کیا۔ مہابت خاں ایک بہت بڑا لشکر لے کر برہان پور پہنچا۔ اس کے پہلے ہی برہان نظام شاہ مر چکا تھا
اور فتح خاں نے حسین نظام شاہ پسر برہان شاہ کو جو صرف سات سال کی عمر کا تھا تخت پر بٹھا دیا تھا اور مہام
سلطنت خود انجام دیتا تھا سابا جی آنند جو ملک عنبر کا بڑا معتمد تھا اور شیوا جی پنڈت متصدی اور سکورام مکاس
نویس جو ارکین سلطنت تھے فتح خاں کی دار و گیر سے گھبرا کر شاہ جہاں کے دامن میں جا چھپے باقی لوگ جلا
وطن ہو گئے اور جہاں سینگ سمائے چلے گئے اور تمام سلطنت میں زیادہ سے زیادہ ایک ہزار سوار اور چند
امراء اپنی جان مٹھی میں لیے ہوئے باقی رہ گئے اور اس زمانے میں قحط بھی ایسا سخت پڑا کہ غلہ کا دانہ نہ رہا
آدمی آدمی کا گوشت کھانے لگا۔ لیکن قلعہ دولت آباد میں کچھ ذخیرہ غلہ کا جمع تھا فتح خاں نے ہر گھوڑے
کے لیے سیر بھر دانہ مقرر کیا اور لوگوں کو بھی بہت تنگی ترشی سے غلہ دیا جاتا تھا اس طرح بہ مشکل ایک
سال تک گزر ہوئی۔ مہابت خاں کو جب امراء کے منتشر ہو جانے اور اس قحط کی خبر ملی تو اس نے ان
سب بکھرے ہوئے امراء کو جمع کیا اور چالیس ہزار سوار جمع کر کے رندولہ خاں کی سرکردگی میں عادل شاہ

Marfat.com

فوج پہنچنے کے اول ہی قصبہ دولت آباد میں جا پہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور افواج عادل شاہی و نظام شاہی قلعہ کے باہر پڑی ہوئی تھیں روزانہ چھوٹی موٹی لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ فتح خاں مع حسین نظام شاہ کے قلعہ کے اندر مورچہ بندی کیے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ یاقوت خاں احمد نگر سے جا کر پہلے ہی مغلوں کی فوج میں ملازم ہو گیا تھا وہ اس وقت فتح خاں کو درپردہ خبریں پہنچاتا رہتا تھا۔ مہابت خاں کو اس سازش کی بھنک پہنچ گئی اور یاقوت خاں پر بہت خفا ہوا۔ یاقوت خاں فوراً بدل گیا اور کھلے خزانے اپنے چار ہزار سوار لے کر دکھنی لشکر میں جا ملا۔ فتح خاں کو یاقوت خاں کا ایسے نازک وقت میں آ جانا بس غنیمت ہوا۔ ان لوگوں نے چاروں طرف سے لشکر مغلیہ میں رسد آنی بند کر دی اور غلہ کا ایسا توڑا پڑ گیا کہ ایک پائلی (تین سیر) اناج ایک ہن کو بدقت ملتا تھا۔ سارا لشکر بھوکوں مرنے لگا۔ مہابت خاں نے تنگ آ کر محاصرہ اٹھا دیا اور دو منزل گیا تھا کہ دکھنیوں نے پیچھا کیا اور لڑائی پھر ہونے لگی۔ ایک معرکہ میں بائیس زخم کھا کر یاقوت خاں بے چارہ جاں بحق ہوا۔ یاقوت خاں کا مرنا مہابت خاں کے لیے فال نیک تھا وہ وہیں سے پھر پلٹا اور دوبارہ دولت آباد پہنچ کر از سر نو لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ فتح خاں سخت مصیبت میں گھر گیا ادھر تو قلعہ میں رسد تھڑ گئی ادھر غنیم از سر نو آمادۂ جنگ و جدال ہوا۔ ناچار سلطان محمد کی خدمت میں امداد کی درخواست کی کہ اگر اس وقت آپ امداد کریں تو میں مغلوں کو پسپا کر کے قلعہ دولت آباد آپ کے حوالے کر دوں گا۔

نظام شاہیوں کی مدد کے لیے مراری پنڈت کا دولت آباد پہنچنا

سلطان محمد پہلے ہی رندولہ خاں کی سرکردگی میں لشکر بھیج چکا تھا اب دوسرا لشکر مع کافی رسد جنس وغلہ کے جمع کرنے کے لیے خواص خاں کو تاکید بلیغ کی عرصہ قلیل میں ادھر ادھر سے سب فوج سمیٹ کر یکجا کی گئی اور مراری پنڈت کے ساتھ فوراً دولت آباد روانہ کی گئی اور سخت تاکید کر دی کہ یلغار پہنچ کر تم فوج سابق وحال کے ساتھ فتح خاں کی مدد کرو اور قلعہ کو مغلوں کے لشکر سے چھڑانے میں پوری کوشش اور ہمت صرف کر کے ان کو پسپا کرو ہرگز اس میں فرق نہ آنے پائے۔ مراری کے پہنچنے سے پہلے لشکر کا جی چھوٹ گیا یہ لوگ مراری سے خوش نہ تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ فتح کا سہرا اس کے سر رہے اسی لیے ان لوگوں نے ایک دم لڑائی بند کر دی۔ فتح خاں نے ہر چند مراری سے منت سماجت کی کہلا بھیجا کہ بادشاہ نے تمہارے ساتھ رسد جو ہمارے لیے بھیجی ہے خدا کے لیے جلد بھیجو کہ یہاں ایک دانہ

Marfat.com

کھانے کو نہیں ہے اور لوگ الجوع الجوع پکار رہے ہیں اور جاں بلب ہیں مگر مراری اس کان سنتا تھا۔ اس کان اڑا دیتا تھا۔ جب فتح خاں نے کئی بار بہ اصرار تقاضا کیا تو مراری پنڈت نے بہت استغنا سے جواب دیا کہ رسد کا تقاضا کیوں کر رہے ہو تم کو رسد سے کیا غرض تم قلعہ خالی کر دو کنجیاں میرے حوالے کر دو میں جانوں۔ اگر سیدھی طرح تم قلعہ میرے حوالے کر دو تو تمہاری خیر ہے ورنہ یاد رکھو کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں باندھ کر قلعہ کے برج پر سے خندق میں ایسا دھکا دوں گا کہ تمہاری ہڈی پسلیاں چورا چورا ہو جائیں گی۔ مراری پنڈت اوندھی مت کا آدمی تھا، نہ اس نے خواص خاں کے کہنے پر عمل کیا نہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی خلاصہ یہ کہ سامان رسد فتح خاں کو نہ دینا تھا نہ دیا۔

مغلوں کا قلعہ دولت آباد کو فتح کر لینا

فتح خاں نے جب دیکھا کہ مراری پنڈت کا یہ حال ہے کہ وہ میری کچھ سنتا ہی نہیں اور بجائے امداد کے الٹی کاٹ کر رہا ہے اس سے بہتر یہی ہے کہ مغلوں ہی سے کیوں نہ مصالحت کر لی جائے۔ ملک قطب محمد گجراتی اور بھاسکر راؤ اپنے دونوں معتمدوں کو صلح کے لیے مہابت خاں کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ قلعہ دولت آباد کو میں شاہ جہاں بادشاہ کے سپرد کرنے کے لیے اس شرط پر آمادہ ہوں کہ آپ بھی میری چند شرائط قبول فرمائیں۔ مہابت خاں نے جب معتمدین کی گفتگو سنی تو اس کی باچھیں کھل گئیں فوراً حسب خواہش فتح خاں کے عہد نامہ جو معاہدات موثق اور قسم ہائے شرعیہ و مغلظہ سے مستحکم تھا لکھ دیا کہ میں تم کو اور حسین نظام شاہ دونوں کو نہایت عزت و احترام سے بادشاہ کی حضور میں پہنچ کر مورد عنایت شاہی کراؤں گا اور حسین نظام شاہ کی بادشاہت اور تمہاری وکالت اور وزارت بدستور برقرار رہے گی اور ہر طرح تمہارا بہی خواہ اور مدد و معاون رہوں گا۔ اور نیز چالیس ہزار اشرفیاں قلعہ سپرد کرنے پر آپ کو دوں گا۔ اور یہ عہد نامہ اپنے فرزند ارادت خاں کے ساتھ بھیجا اور ساتھ ہی اس کے بہت سامان رسد بھی بھیج دیا۔ فتح خاں کا جب ہر طرح اطمینان ہو گیا اور چالیس ہزار اشرفیاں بھی مل گئیں تو قلعہ مہابت خاں کے سپرد کر دیا اور پانچ ہزار سوار لے کر برہان پور روانہ ہوا اور خان زماں خاں کو فتح خاں کے پیچھے لگا دیا کہ وہ ایک دم نظر سے اوجھل نہ ہونے دیتا تھا گویا فتح خاں نظر بند تھا۔ اسی طرح منزل بہ منزل جعفر آباد مالیگاؤں تک پہنچے۔ ایک مقام پر کیمپ میں حسب معمول خیام اور سراپردہ کھڑے کیے گئے لیکن مہابت خاں نے سراپردے کے پیچھے چند راجپوتوں کو بٹھلا دیا اور فتح خاں کو بلوا بھیجا فتح خاں

Marfat.com

آتے ہی ذیرے کے پردے چھوڑ دیئے۔ اور فتح خاں کو مع حسین نظام شاہ کے قید کر کے ماہی مراتب آفتاب گیری وغیرہ چھین لی۔ فتح خاں نے جب مہابت خاں کی یہ دغا بازی دیکھی تو بہ مصداق ہر کہ دست از جاں بشوید ہر چہ در دل آید بگوید مہابت خاں کو کھلی کھلی سنانے لگا لیکن اسی طرح بہ حالت قید ان دونوں کو دہلی تک لے گیا۔ شاہ جہاں کو جب خبر فتح قلعہ دولت آباد معلوم ہوئی (جو بہت مشہور اور مستحکم قلعہ مشہور آفاق ہے) تو مہابت خاں کو بہت کچھ سر فراز کیا اور حسین نظام شاہ کو قلعہ گوالیار (بمبئی سے ۷۶۳ اور دلی سے ۱۹۵ میل ہے۔ گوالیار مہاراجہ سیندھیا کا دار الخلافہ ہے۔ گوالیار تین باتوں کے اعتبار سے دیکھنے کے قابل ہے۔ (۱) جینیوں کی ایک قدیم پرستش گاہ ہونے کی وجہ سے (۲) ہندوؤں کے عروج وکمال کے زمانہ ۱۵۱۶ـ۱۴۸۶ کے فن تعمیر محلات کی بہترین یادگار۔ (۳) بوجہ اس کے بے نظیر قلعہ اور رئیس کے جو آج باعتبار اپنی وسیع مملکت اور ذاتی روشن خیالی کے ہندوستان کے بہترین فرماں رواؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہاں کے قلعہ کی تعریف ''تاج المآثر'' میں بالکل ٹھیک لکھی ہے کہ ''اس کی شان وشوکت اور ارتفاع عمارت و مورچہ جات کی وجہ سے ہوا بھی یہاں دبے پاؤں چلتی ہے اس کی پرواز اس کی بلندی کے مقابلے میں ہیچ ہے اور جس کے مرتفع برجوں پر بادل کا سایہ بھی مشکل سے پڑ سکتا ہے'' ایک دوسرا مورخ لکھتا ہے کہ ''بت پرست ہندوؤں نے بے نظیر ناقابل التسخیر قلعہ بنایا ہے''۔ اس قدیم قلعہ کے ساتھ بہت سے تاریخی واقعات متعلق ہیں کیوں کہ یہ قلعہ کیا بلحاظ اپنی ساخت اور کیا بلحاظ اپنے بے نظیر اور دل چسپ موقع و منظر کے اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اس قلعہ کے تاریخی واقعات جو ہم کو دستیاب ہوئے ہیں اگر چہ کچھ بہت پرانے نہیں ہیں تاہم موقعی حالات دیکھ کر ہر شخص کو ماننا پڑے گا کہ یہ قلعہ صدہا سال پیشتر بھی ایک قابل قدر اور فخر چیز رہا ہے اور افواج کے لیے ایک بہترین حصن حصین تھا۔ قلعہ ایک مرتفع پہاڑی پر جس کی بلندی تین سو فٹ ہے بنایا گیا ہے جو چاروں طرف سے الگ تھلگ ہے۔ قلعہ کا طول پونے دو میل اور ۲۸۰۰ فٹ عرض ہے۔ پہاڑ کے اوپر فصیل کی بلندی ۳۰ فٹ ہے۔ نیچے سے اوپر جانے کے لیے بڑی بڑی سیڑھیاں تراشی گئی ہیں۔ مشہور روایت یہ ہے کہ کچھ اقوام کا سردار سورج سین اس قلعہ کا بانی ہے جو مجذوم تھا۔ ایک دن شکار کھیلتے کھیلتے اپنے ہمراہیوں سے بھٹک کر اس جگہ گوپا گیری کے پہاڑ پر آ پہنچا جہاں اب قلعہ ہے۔ سورج سین کو شدت سے پیاس لگی ادھر ادھر پانی تلاش کیا کہیں نہ ملا ایک گوسائیں نے جس کا نام گوالپا تھا تھوڑا سا پانی پلایا جس سے سورج سین کا مرض جذام کافور ہو گیا۔ اس واقعہ عظمیٰ کی یادگار میں سورج سین نے

Marfat.com

اس تالاب کو جس کا پانی پیا تھا وسعت دے کر بنوایا اور قلعہ بھی تعمیر کیا اور گوسائیں کے نام پر قلعہ کا گوالیا دار نام رکھا گیا جو رفتہ رفتہ گوالیار کے نام سے مشہور ہو گیا۔ راجہ نے ایک نیا لقب سوہن پال کا لیا اور گوسائیں نے کہہ دیا کہ جب تک تیری نسل میں پال کا لقب رہے گا تیری حکومت قائم رہے گی چنانچہ ۸۳ راجہ اس خاندان کے حکمران رہے سلسلے کے نمبر ۸۴ کے راجہ نے تیج کرا کا لقب لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد سات راجہ پریا خاندان کے ہوئے جن سے ۱۲۳۲ء میں سلطان التمش نے ملک لے لیا اور اسی طرح سلسلہ یہ سلسلہ ۱۳۷۵ء میں تیموریہ خاندان کا تسلط بزمانۂ راجہ بیر سنگھ کے ہوا۔ راجہ مان سنگھ اسی خاندان کا ایک بڑا نامور راجہ تھا جس کی عہد حکومت میں اس قلعہ کی بڑی رونق اور متعدد جدید تعمیرات ہوئیں چنانچہ اس کا قابل دید محل اب تک موجود ہے۔ یہ راجہ بڑا شوقین تھا اس کو عمارات بنانے کا بڑا مذاق تھا۔ مان سنگھ کی وفات کے بعد بابر نے قلعہ فتح کر لیا۔ آگے چل کر انگریزوں کے قبضے میں آ گیا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں مہاراجہ سیندھیا کے پاس جو ایک مرہٹہ رئیس تھا بڑی بھاری فوج تھی جس کے افسر انگریز تھے۔ مہاراجہ خود بڑا جری اور شجیع تھا اگر وہ باغیوں کا ساتھ دیتا تو یقیناً بڑی خوں ریزی ہوتی اور انگریزوں کو بڑی مشکل کا سامنا ہوتا۔ لیکن اس کے وزیر باتدبیر نے راجہ کو عمدہ اور بہترین مشورت دی جس پر وہ کاربند ہوا۔ تاہم کچھ انگریزی عہدہ دار مارے گئے پھر بھی مہاراج نے بہت سے انگریزوں اور ان کے بال بچوں کو بچالیا اور بہ حفاظت تمام آگرہ بھیج دیا۔ ۱۸۵۸ء میں باغیوں کو جو بسر کردگی تانتیا ٹوپی کے تھے انگریزوں نے شکست دی وہ قلعہ گوالیار میں جا گھسے۔ مہاراجہ نے ہر چند ان کا مقابلہ کیا مگر شکست پائی۔ میلیسن نے اس لڑائی کا حال لکھا ہے کہ "جب باغیوں کی فوج پہنچی تو مہاراجہ کے آٹھ توپوں نے گولہ باری شروع کی لیکن ابھی ان توپوں کا دھواں فرو نہ ہوا تھا کہ باغیوں کے دو ہزار سوار ایک دم آن پڑے اور توپیں چھین لیں۔ باغیوں نے تب باڈی گارڈ پر حملہ کیا انہوں نے مردانگی سے اپنا بچاؤ کیا مگر کدھر یہ اور کدھر وہ، ان کی تعداد میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ مہاراجہ سیندھیا کو پسپا ہونا پڑا اور بہت تھوڑے بچے کچے لوگوں کے ساتھ بھاگا اور آگرہ پہنچنے تک دم نہ لیا۔ اس فتح کے بعد نانا صاحب گوالیار کا پیشوا بن گیا کہ انگریز آن گھسے اور بڑی شدید جنگ کے بعد شہر گوالیار کو فتح کر لیا۔ اس معرکہ کے اواخر میں جھانسی کی رانی کو ایک سولجر نے مار ڈالا اسے خبر نہ تھی کہ یہ عورت کون تھی کیوں کہ رانی بھیس بدل کر آئی تھی۔ اب انگریزوں کے لیے قلعہ کا فتح کرنا باقی رہا۔ لفٹنٹ روز اور والس دو سردار فوج لے کر قلعہ پر چڑھ آئے ان کے ساتھ ایک لوہار بھی تھا۔ یہ ڈرتے

Marfat.com

گھسے اور یکے بعد دیگرے دروازے توڑتے ہوئے جھپٹے یعنی آخری دروازے پر پہنچ گئے۔ تب گڑ بڑ مچی قلعہ کے اندر کی فوج نکلی اور دوبدو کی لڑائی ہونے لگی اور طرفین کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ آخر کار قلعہ والے بھاگے مگر افسوس کے لفٹنٹ والس عین قلعہ کی فتح کے وقت مارا گیا اس زمانے سے ۱۸۸۴ء تک قلعہ انگریزوں کے قبضہ میں رہا۔ ۱۸۸۵ء میں سرکار انگریزی نے جھانسی لے کر قلعہ پھر مہاراجہ سیندھیا کے سپرد کر دیا۔ قلعہ کے مشرق میں گوالیار کا وسیع اور پرانا شہر واقع ہے۔ پہلے دروازے میں داخل ہوتے ہی اس سے ملی ہوئی حضرت محمد غوث کی درگاہ ہے جو اکبر بادشاہ کے اوائل زمانہ سلطنت میں بنی تھی۔ اس کے بعد اونچی سڑک پر چڑھتے چلے جاؤ تو یکے بعد دیگرے پانچ دروازے ملتے ہیں۔ ہمارے ایک ہاتھ کی جانب تو فصیل ہے اور دوسری طرف بہت بڑے بڑے پہاڑی گنبد ہیں جو عین سر پر جھکے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ جوں جوں ہم بلندی پر چڑھتے جاتے ہیں نیچے کا حصہ صاف نظر آتا جاتا ہے۔ اور وہ میدان جس میں بڑی بڑی جنگیں ہوئی ہیں اور ہزاروں لاکھوں آدمی مارے گئے ہیں ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ موسم بارش میں تو چو طرف سبزہ نظر آتا ہے باقی خالی دنوں میں چٹیل میدان ہی میدان دور تک دکھلائی دیتا ہے پہلا دروازہ موسوم بہ عالمگیری دروازہ ۱۶۶۰ء کا بنا ہوا ہے۔ بادل گڑھ دروازہ بادل سنگھ کا بنایا ہوا بلحاظ نفاست تعمیر قابل دید ہے۔ تیسرا دروازہ بنسور دروازہ ہے جو ۱۴۴۵ء میں تعمیر ہوا۔ ان کے بعد گنیش دروازہ اور لچھمن دروازہ ہیں اور آخری ہاتھی دروازہ خود مان سنگھ کا بنایا ہوا ہے۔ دوسرے دروازے کے اوپر دارمان سنگھ کی بیوی کا دو منزلہ محل بے جواب بالکل کھنڈر ہے۔ چوتھے اور پانچویں دروازوں کے درمیان بہت سے پتھروں پر تصاویر نہایت نزاکت اور عمدگی سے کندہ ہیں اور قلعہ کی یہ صناعی بھی بہت مشہور ہے۔ یہیں اوپر وار کو مان سنگھ کے مشہور محل کی دیواریں سر بفلک کھڑی ہیں۔ درحقیقت ایسے قلعہ کے واسطے ایسا ہی وسیع اور پر از شان و شوکت محل چاہیے تھا جو افسوس کہ اب بالکل ویرانہ ہے۔ یہ محل ۱۵۱۶۔۱۵۸۶ء کے مابین بنائے۔ اس کا طول و عرض بیرونی رخ سے ۳۰۰×۱۶۰ فٹ ہے اور مشرقی رخ سے اس محل کی بلندی سو فٹ ہے اور شمالی رخ کے چٹان ۳۴۲ فٹ بلند ہے اور اسی طرح بڑی بڑی جنگی تراشی ہوئی مورتیں اور بت کھڑے ہوئے ہیں۔ محل کی چار دیواری میں پانچ کھلی ہوئی برجیاں مناسب فاصلے سے ہیں جن کو نہایت خوش نما فصیل سے ملا دیا گیا ہے جو نہایت سڈول اور خوش نما پتھروں کی بنائی گئی ہے۔ اگرچہ یہ محل بہت بڑا ہے اور بڑی عمارت کا خوش نما ہونا ذرا مشکل بات ہے لیکن بنانے والے نے کوئی دقیقہ اس کی آراستگی میں اٹھا نہیں رکھا اور لکھو کھا روپیہ پانی کی طرح

Marfat.com

بہادیا۔ اس کی تمام اینٹیں میناکاری کی ہیں جو لاجوروی سبز اور سنہری رنگ کی بڑی جگمگا رہی ہیں اور اس ترکیب سے جوڑی گئی ہیں کہ ہاتھی، مور اور دوسرے انواع واقسام کے چرند و پرند کی تصاویر دل کو لبھاتی ہیں اور بے اختیار صناعوں کی داد زبان سے نکل جاتی ہے اسی وجہ سے اس محل کو عموماً رنگین محل کہتے ہیں۔ اس محل کے نیچے دہرا تہہ خانہ بھی ہے جو گرمیوں میں بہت ٹھنڈا رہتا ہے۔ چھٹا اور آخری دروازہ پار ہونے کے بعد ہم قلعہ کی بلندی پر پہنچ کر جو نیچے دیکھتے ہیں تو قلعہ کی مضبوط فصیل بھاری بھاری مستحکم اور شان دار برج اور انواع واقسام کی رنگ آمیزی سب پیش نظر ہوتی ہے اور انسان محو حیرت رہ جاتا ہے۔ ۱۵۲۷ء میں شاہنشاہ بابر اس قلعہ میں آیا تھا لیکن کچھ پسند نہ آیا اور اس نے ریمارک کیا کہ "یوں تو اہل ہند بڑے فریس ہیں مگر بکار آمد عمارات بنانے کا انہیں سلیقہ نہیں"۔ قلعہ کے بعض بعض مقامات محفوظ ہیں جہاں ہر شخص نہیں جا سکتا۔ ان میں یا تو کوئی عہدہ دار رہتے ہیں یا یہ کہ جنگی سامان کا ذخیرہ ہے۔

گوالیار میں ہنود کے مندر کثرت سے ہیں جن میں ساس بہو کے دو مندر، جینوں کے بہت مشہور ہیں۔ ایک کتبہ سے جو برآمدے میں ہے معلوم ہوتا ہے، ۱۰۹۳ء میں بنے ہیں۔ یہ مندر وشنو کے ہیں جو پدم ناتھ تر تھانکر اششم کے نام پر بنائے گئے ہیں جو اب بالکل تباہ حالت میں ہیں۔ اب صرف ایک منڈپ باقی ہے جو ۱۰۰×۶۳ فٹ طول و عرض میں ہے۔ برآمدہ سہ منزلہ ہے اور فی الجملہ درست حالت میں ہے مگر چھت اس کی بھی شکستہ ہے۔ دونوں مندر اندر باہر تمام مورتوں اور مختلف تصاویر سے منقش ہیں۔ بڑے مندر کی بھاری چھت معلوم ہوتی ہے کہ جو چار بڑے ستونوں پر کھڑی تھی۔ مندر بارہ فٹ بلند چبوترے پر واقع ہے اور مندر کے کئی منزلہ ہونے کی علامتیں اب بھی برآمدوں کے ستونوں سے معلوم ہوتی ہیں۔ چھوٹا مندر ایک منزلہ ہے اور چاروں جانب سے کھلا ہوا ہے۔ اس کے ستون گول ہیں جن کا نیچے کا حصہ مثمن ہے اور مندروں کے اندر تمام دیواروں کی کڑیوں پر نقش و نگار اور تصاویر نہایت نفاست سے بنائی گئی ہیں۔ دوسرا مشہور مندر تیلی کا مندر ہے جس کو کسی تیلی نے گیارھویں صدی عیسوی میں بنایا تھا اب ۱۸۸۱ء میں برٹش گورنمنٹ نے اس کی دل کھول کر مرمت کی ہے۔ یہ عمارت ساٹھ فٹ مربع اور ۱۱۰ فٹ بلند ہے۔ اس مندر کی چھت کی صناعی قابل دید ہے۔ دروازہ ۳۵ فٹ بلند ہے جس کی پیشانی پر عقاب کی تصویر ہے۔ پہلے یہ مندر وشنو کا تھا مگر پندرھویں صدی سے شیو کا ہو گیا ہے۔ اس قسم کی پرانی عمارات کی سنبھال بدون اڑواڑیں اور سہارے لگانے کے ہو نہیں سکتی اور جا بجا اس طرح کھمبے لگانے سے لامحالہ مکان کی خوب صورتی میں فرق آ ہی جاتا ہے۔ میجر کیتھ انجینئر کے اہتمام سے اس کی

Marfat.com

ترمیم ہوئی ہے صاحب موصوف نے تمام گرے پڑے پتھر اور کھم سمیٹ کر مندر کے سامنے جمع کر دیئے ہیں۔ سیاح کو چاہیئے کہ جس راستہ سے قلعہ میں داخل ہوا ہے ادھر سے نہ پلٹے بلکہ ارواہی ویلی کے دوسرے راستے سے پلٹے تو راستے میں اسے بہت سی بے نظیر بت تراشی اور قابل دید نقاشی جا بجا پتھروں پر ملے گی۔ گوالیار اور دریائے چنبل کے درمیان کثرت سے شکار ہے مگر وہ سب مہاراجہ کی شکار گاہ محفوظ ہے اور بدون اجازت کے شکار ممنوع ہے۔ اسٹیشن کے قریب گھوڑ دوڑ کا وسیع میدان ہے۔ یہاں مارچ اور نومبر کے مہینوں میں گھوڑ دوڑ ہوتی ہے۔ کیشور کا بہت بڑا میلا آخری ماہ نومبر سے وسط دسمبر تک ہوتا ہے جس میں چاروں طرف سے کثرت سے تاجر آتے ہیں اور اسی میں گھوڑوں اور مویشی کا بھی بیوپار ہوتا ہے۔ محل کے پائیں باغ میں عجائب خانہ بھی ہے۔ شہر گوالیار کے علاوہ گوالیار سے ملی ہوئی بستی لشکر کہلاتی ہے۔ مرار کی چھاؤنی گوالیار کے قریب ہی ہے جو جھانسی جانے سے پہلے یوروپین فوج کی چھاؤنی تھی اب یہاں رزیڈنٹ اور دوسرے یوروپین عہدہ دار سبسنیٹ کے رہتے ہیں۔ مرار کا نام اس ندی پر سے پڑا ہے جو اس نام کی اس جگہ ہے۔ قلعہ سے مرار تک دو میل کا فاصلہ ہے اور ایک نہایت اچھی سڑک جس کی دونوں جانب گھنے سایہ دار درخت ہیں دونوں مقامات کو ملاتی ہے۔ یہ سڑک آگے چل کر شمال رخ آگرہ کو پھٹ جاتی ہے اور جنوب میں شہر گوالیار کو جہاں مہاراجہ صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ مرار میں فوج کے رہنے کی بہت ساری بارکیں گوالیار کے سنگ سرخ کی صرف زر کثیر سے بنائی گئی ہیں جو ہر طرح بلحاظ گنجائش و حفظان صحت کے پسندیدہ ہیں۔ بمبئی کی طرف سے جب ہم گوالیار کے قریب آتے ہیں تو ریل بہت سی سنگ سرخ کی پہاڑیوں میں سے گزرتی ہے۔ مہاراجہ کی سیٹ ریلوے گوالیار سیپری، گوالیار بھنڈ، گوالیار شیوپور کلاں اسٹیشن سے دکھلائی دیتی ہے۔ مہاراجہ نے اپنے شوق سے یہ ننھی منی ریل بنوائی ہے) میں قید کر دیا اور اس کے بعد سے ہی نظام شاہی خاندان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔ احمد نظام شاہی بحری سے لے کر حسین نظام شاہ تک ایک سو تیس سال کی مدت میں اس سلسلے میں گیارہ بادشاہ ہوئے۔ اس کے بعد بھی شاہ جی بھونسلہ نے خواص خاں اور مراری سے اتفاق سے نظام شاہ کی اولاد میں سے مرتضیٰ نظام شاہ ثانی کو قلعہ بیم گڑھ عرف شاہ گڑھ میں تخت پر بٹھا کر دو تین سال تک کام چلایا لیکن خواص خاں اور مراری دونوں مارے گئے۔ ان کے بعد مصطفیٰ خاں نے کام سنبھالا وہ شاہ جہاں سے مل گیا اور مرتضیٰ نظام شاہ کو شاہ جی سے لے کر شاہ جہاں کے حوالے کر دیا رہا سہا نام بھی اس خاندان کا مٹ گیا۔ مصطفیٰ خاں کو نظام شاہیوں سے ملا بابا کے قتل کی عداوت تھی۔ جس زمانے میں

Marfat.com

مہابت خاں دولت آباد سے برہان پور جا رہا تھا اور بوجہ قحط کے اس کا سارا لشکر تباہ حال تھا حتی کہ اپنے جانور اونٹ وغیرہ کاٹ کاٹ کر کھاتے تھے اور پاؤں میں طاقت چلنے کی نہ تھی دو دو تین تین کوس چل کر پڑ جاتے تھے۔ مراری اور دوسرے عادل شاہی امراء نے مغلوں کے لشکر کا تعاقب کیا اور ہاتھی گھوڑے اونٹ جو ملتے پکڑ لیتے اور جو ملتا مار ڈالتے۔ مہابت خاں امرائے عادل شاہیوں کو خوشامد درآمد کچھ نقد و جنس دے دلا کر آرام کرتا تھا غرض ہزار خرابیوں سے گرتا پڑتا برہان پور پہنچا اور مراری اور رندولہ خاں اور شاہ جی اپنی سرحد سے انہیں نکال کر ستارے پہنچے وہاں سے شاہ جی بھیم گڑھ اور رندولہ خاں اور مراری بیجاپور کو چلے گئے۔ خواص خاں نے مراری کی خبر لی کہ تیری ہی شرارت سے فتح خاں نے قلعہ دولت آباد مہابت خاں کے حوالے کر دیا اور تیری ہی نالائقی سے سارا کام بگڑا اور اتنا لشکر اور اتنا بہت سا روپیہ برباد گیا۔ مراری کے پاس اس کا کیا جواب تھا شرمساری اور ندامت سے سر جھکا کر خاموش بیٹھ گیا۔

سلطان محمد اور شاہ جہاں کی باہمی ناچاقی اور مخالفت

مراری پنڈت کی شرارت سے دولت آباد جیسا مشہور قلعہ ہمیشہ کے لیے نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں دونوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ سلطان محمد اور شاہ جہاں کی اس معاملہ پر ناچاقی بڑھ گئی سلطان محمد نے دو سال سے خراج بھیجنا روک دیا دونوں طرف سے سخت تحریریں ہونے لگیں شاہ جہاں دباؤ ڈالتا تھا اور سلطان محمد کلہ بہ کلہ جواب دیتا تھا چنانچہ ذیل کی دو مراسلتیں نمونتاً درج کی جاتی ہیں۔

(۱) نقل مکتوب شاہ جہاں: ”سپاس و ستائش مر او را را کہ بہ قدرت کاملہ خود از قطرہ آب در رحم نقش بستہ از نابود بہ بود آوردہ ما را بادشاہ جہاں گردانید پس ضرور افتاد کہ در اطراف و اکناف گیتی خصوصاً در ملک بیجاپور و گلکنڈہ و بھاگ نگر (حیدر آباد) بلکہ لنکہا و پر لنکہا خطبہ و سکہ و درعہ شاہ جہانی اجرا نمائیم شایاں کہ در آں دیار مانند ہدہد ہر یک بادشاہ می گویانند انسب و اولی آں ست کہ حبل الاطاعت در رقبۂ جاں خود انداختہ در آں شہر ہا خطبہ و سکہ و درعہ شاہ جہانی نمایند دگرنہ از چنگل باز منقار قہر گوشت از پوست کشیدہ بہ غلیو از اں جہاں بغما خواہم نمود۔ ایں سخن را از گوش ہوش بشنوند بتغافلی خواب خرگوش نہ کنند کہ عقاب در تجسس است بنا بریں زبدۃ الامرائے وفا کیش خلاصہ نوابان اور اک اندیش ہم جلیس مجلس خاں مکرمت خاں را فرستادہ شد انچہ بہبود خود دانند دران کوشند۔“

(۲) جواب سلطان محمد عادل شاہ: ”منت ایزد را ست کہ در جہاں تکبر و منی ہیچ کس را نگزاشت بلکہ

Marfat.com

کنندہ نخوت را با خاک برابر ساخت"۔

مرا ور ارسد کبریا و منی — کہ ملکش قدیم ست و ذاتش غنی

مراسلہ کہ از و بیران خام طبع نگاشتہ ترسیل دادہ بودند ظاہر و باہر گردید و اظہر من الشمس است کہ بدر اتاج شاہی و افسر بادشاہی از روز ازل دادہ اند چہ شد کہ مہتر سلیمان علیہ السلام چند روز باز را سر فراز فرمودہ بودند باز راچہ یارا کہ چنگل زند و اساس قدیم را منہدم ساختہ بدعت نو نہد، خرگوش ہر چند بہ خواب رود بوقت کار چناں دود کہ عقب گرفتہ را ہلاک می سازد و عقاب ہر چند در تجسس است فاما از شوم طبعی بہ طمع گوشت خرگوش در مطرح قیدی افتد ایں سخن را از بطون راہ بہ ظہور نہ دہند بلکہ در خیال ہم نگزارند انچہ پیشکش دادہ ام خواہم داد الصُّلحُ خَیرٌ واقع است۔

توہم گردن از حکم دا و رمپیچ — کہ گردن نہ پیچید از حکم تو ہیچ

مملکت نظام شاہیہ کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا

مملکت نظام شاہ کا اب کوئی سر دھرانہ رہا۔ ملک میں ایک اودھم مچ گئی۔ ضلع دار قلعہ دار امرائے نظام شاہی جو جہاں تھا جتنا قابو چلا ملک دبا بیٹھا۔ سدی ریحان نے شولاپور، شاہ جی نے پیم گڑھ، سرینواس راؤ نے جنیر، سدی سابا اور آصف خاں نے ملک کوکن، سدی عنبر نے جزیرہ راجپوری دوسرے قلعہ دار اور زمیندار جاگیر دار جو جہاں تھے ملک دبا بیٹھے اور اپنی اپنی جگہ پھیل پھیل کر بیٹھ گئے اور اس طرح چوطرف طوائف الملوکی ہو گئی۔ سدی ریحان نے تھوڑی سی فوج کے ساتھ مہابت خاں کو نیچا دکھا دیا تھا اس نے چار پانچ ہزار سوار اپنے جمع کر لیے اور اس کا نام بہادری میں نکل گیا۔ خواص خاں سے اس سے دوستی تھی۔ خواص خاں نے حافظ نصر اللہ کو اس کے پاس بھیج کر بادشاہ کی طرف سے پیغام دیا کہ تم سے بادشاہ بہت خوش ہے کہ تم نے مردانگی کا کام کیا اور تم کو سرفراز کرنا چاہتا ہے۔ سدی ریحان نے سدی فولاد، دولت خاں اور نعمت خاں کو بھجوایا۔ بادشاہ نے سدی ریحان کو کولاپور (پونے سے ۱۸۹ میل ہے۔ اور سطح سمندر سے سوفٹ بلند۔ یہ ایک ہندو سٹیٹ ہے۔ یہ مقام بہت قدیم مندروں کی وجہ سے ہمیشہ متبرک رہا ہے۔ مہالکشمی کا ایک بہت بڑا دیول یہاں ہے جس کے متعدد حجرے اب تک زیر زمین دب ہوئے ہیں۔ ۱۸۸۰ء میں ایک بلوری صندوقچی مندر کے قبضے میں سے نکلی تھی جس کے ڈھکنے پر تیسری صدی قبل مسیح اسوکا کے زمانے کا کتبہ تھا۔ بہت سے چھوٹے مندر زیرِ زمین ہیں جو برابر نکلتے چلے آتے ہیں۔

Marfat.com

کوٹھالور سے پانچ میل ایک پہاڑی پر چیتر ماس (مارچ) میں جٹیا (کدار سنگ) کی جاترا ہوتی ہے۔ مہاراج سیندھیار کا یہی گرو ہے جو شیو کا اوتار سمجھا جاتا ہے۔ یہاں دوسرے مشہور مقامات یہ ہیں۔ (۱) پراونشیل کالج جو ۱۸۸۰ء میں بنا۔ (۲) ایلبرٹ ایڈورڈ ہاسپٹل۔ (۳) مہاراجہ کا نیا محل۔ (۴) ٹاؤن ہال۔ (۵) مدرسہ حرفت وصنعت۔ (۶) رنکلا اور کلمبا تالاب۔ ۱۲) خاناپور وغیرہ جاگیرات محاصلی ایک لاکھ ہن کی سرفراز کیں اور سرحدی ملک کی حفاظت اس کے سپرد کی اور فولاد خاں اور نعمت خاں کو اپنے دربار میں رکھ لیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کو برائے نام تخت پر بٹھلا کر شاہ جی بھوسلے کا اکثر حصہ ملک نظام شاہیہ پر تسلط

شاہ جی بھوسلے نے میدان خالی پا کر پیم گڑھ پر قبضہ کر ہی لیا تھا اور جہاں جہاں موقع ملا بہت سا ملک دبا لیا۔ پونے سے بالا گھاٹ تک اور حوائی جنیر اور سنگمیز اور ناسک غرض اس طرف کا سارا ملک شاہ جی ہی کے قبضے میں آ گیا اور سات آٹھ سو سواروں کی فوج بھی جمع کر لی۔ ارادت خاں جو قلعہ دولت آباد میں تھا اس نے بابو جی بھوسلے کے ذریعہ سے شاہ جی سے دوستی گانٹھ لی اور وعدہ کیا کہ میں تمہیں شاہ جہاں بادشاہ کے حضور میں پہنچا دوں گا اور سفارش لکھ کر امرائے شاہ جہانی میں اسے شریک کرا کے گراں بہا خلعت بھی سرفراز فرمایا اور ہمیشہ اس کی خاطر مدارات اس غرض سے کرتا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو مملکت نظام شاہیہ پر قبضہ کرتا چلا جائے لیکن شاہ جی بڑا پولیٹیشین تھا۔ "مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست"۔

درپردہ مراری پنڈت کے ذریعے سے خواص خاں سے ساخت باخت رکھتا تھا اور کہلا بھیجا کہ اگر نظام شاہ کے چونتیس قلعوں میں سے صرف ایک قلعہ دولت آباد نکل گیا تو کیا مضائقہ ہے۔ آپ کا ہاتھ میرے سر پر رہے تو میں پھر نظام شاہ کا جھنڈا گاڑ دوں گا۔ خواص خاں کا دلی منشا بھی تھا مگر مصطفیٰ خاں اس کے خلاف تھا۔ خواص خاں کو دولت آباد کے نکل جانے سے تلملی پڑ گئی تھی۔ بادشاہ سے عرض معروض کر کے مراری پنڈت کو کافی لشکر دے کر شاہ جی کی مدد کو بھیج دیا۔ شاہ جی نے مرتضیٰ نظام شاہ کو جو قلعہ جودھن میں مقید تھا (جنیر سے آٹھ کوس ہے) اور نظام شاہی خاندان کا ایک لڑکا گیارہ سال کی عمر کا تھا چھڑا کر قلعہ پیم گڑھ میں تخت پر بٹھلا دیا اور فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کے لیے لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ سدی سابا، سیف خاں ملک کوکن پر قابض ہو کر کلیان میں بیٹھا ہوا تھا مراری نے اس کو لکھا کہ مرتضیٰ نظام شاہ کی اطاعت قبول کرو لیکن سیف خاں راضی نہ ہوا اور ملک کوکن کو خالی کر کے دو ہزار سوار لے کر

Marfat.com

راری کے پاس چلا آیا۔ اس طرح کوکن کا تمام ملک شاہ جی کے قبضے میں آگیا۔ مراری نے شاہ جی کو تضیٰ نظام شاہ کی جگہ اصلی بادشاہ بنادیا اور مزید بر آں عنبر خاں کو پانچ چھ ہزار سوار دے کر شاہ جی کی اور تقویت کر کے خود بیجاپور کو واپس آیا۔ شاہ جی جب دریائے بھنورہ اور ایدرامنی کے سنگم پر پہنچا تو ادائے سوم مذہبی اشنان وغیرہ کی غرض سے ٹھہر گیا اور اپنے کو ساتوں دھاتوں میں تول کر خیرات کی۔ سیف خاں کوکن سے چلا آرہا تھا۔ شاہ جی سیف خاں سے بوجہ عدم قبول اطاعت ناراض تھا۔ جنگ میں کچھ ہاتھی پکڑے جانے کا جھگڑا نکال کر کھیر مقام پر جو بابل سے چھ کوس ہے ایک سخت لڑائی ان دونوں میں ہوئی بہت سے لوگ مارے گئے اور مجروح ہوئے۔ سدی عنبر آتش خانی کہ سیف خاں کا سپہ دار تھا مجروح ہو کر شاہ جی کی قید میں آگیا اور دو روز تک کھیر میں قید رہا۔ مراری نے اپنی فوج بھیج کر اسے چھڑایا اور بیجاپور میں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ بادشاہ نے دو لاکھ ہن انعام دیئے اور اس کو ہرپن ہلی کے نائک کی بغاوت فرو کرنے کو مامور کیا جو اس معرکہ میں گولی لگ کر مارا گیا۔ مراری کے بیجاپور آجانے کے بعد شاہ جی نے سرینواس راؤ حاکم قلعہ جنیر کی لڑکی کی اپنے بڑے لڑکے سنبھاجی سے خواستگاری کی لیکن دغا و فریب سے قید کر کے قلعہ جات جنیر، جودھن، سونڈا، بھوکر، پرس کھیڑ، ماہول، کھونج پر قبضہ کر لیا اور بہت سامال و متاع ہاتھ آیا اور اس طرح نظام شاہ کا پراگندہ لشکر پھر اکٹھا ہو کر بارہ ہزار سوار جمع ہو گئے۔ مہابت خاں نے جب شاہ جی کا عروج اور نئے سرے سے نظام شاہ کا اٹھ کھڑا ہونا سنا تو بہت پریشان ہو کر حسب الحکم شاہ جہاں کے شاہزادہ دارا شکوہ کو برہان پور سے لے کر قلعہ پرینڈہ کا محاصرہ کر لیا جس کا وزیر اس زمانے میں رندولہ خاں تھا اور ایک بڑی نقب لگائی۔ عادل شاہی فوج کے سردار رندولہ خاں، پیش جنگ خاں، فرہاد خاں، آنکس خاں وغیرہ قلعہ کے سامنے پڑے ہوئے تھے قلعہ والوں سے روزانہ لڑائی چلتی رہتی تھی۔ اس طرح چار مہینے تک برابر قتال و جدال جاری رہا جب معلوم ہوا کہ قلعہ کسی طرح فتح نہیں ہوتا اور نقب لگانا بے سود ہوا تو مہابت خاں نے بے زار ہو کر محاصرہ اٹھالیا اور برہان پور واپس چلا گیا۔

خواص خاں کا مصطفیٰ خاں کو قلعہ بلگاؤں میں قید کر دینا اور مصطفیٰ خاں کی بغاوت

اس زمانے میں خواص خاں کا طوطی بول رہا تھا مصطفیٰ خاں وزیر اعظم سے وہ کبیدہ خاطر تو پہلے ہی سے تھا موقع پاتے ہی اسے قلعہ بلگاؤں میں قید کر دیا۔ اب اس کے عروج کا کیا پوچھنا تھا اور اس کی طاقت کا

Marfat.com

کون اندازہ کر سکتا تھا۔ ابراہیم عادل شاہ نے وقت ولی عہدی سلطان محمد کے جو پیشن گوئی دولت خاں
بے وفائی کی نسبت کی تھی وہ اب برسوں کے بعد صحیح ہوئی چنانچہ جب دیکھو وہ اپنے ہی استحکام کی تدا
میں لگا رہتا تھا اس نے رفتہ رفتہ قدیم ملازموں کو نکال باہر کیا اور اپنے آوردوں کو جا بجا بھر دیا اور رعایا پر
پر من مانی حکومت اور طرح بہ طرح کے مظالم کرنے لگا۔ سلطان محمد شروع ہی سے اس سے ناراض تھ
اب جب کہ اس نے مصطفیٰ خاں جیسے جلیل القدر رکن سلطنت کے ساتھ ایسی غدارانہ کارروائی کی تو
بادشاہ اور بھی رنجیدہ خاطر ہوا۔ چنانچہ بادشاہ نے باوسطہ ایک معتمد خاں کے رندولہ خاں کو اپنے دلی منش
سے آگاہ کیا دوسرے امراء تو اشارے کے منتظر تھے سب کے سب متفق ہو گئے انہوں نے ایک چھیڑ نکال
کہ مراری پنڈت کا طرز عمل اچھا نہیں ہے آپ اسے نکلوایئے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ خواص
خاں نے سختی سے جواب دیا کہ چہ خوب ایں رنگ دیگر شگفت آج آپ لوگ مراری پنڈت سے ناراض
ہو گئے اور اسے بے قصور نکلوانا چاہتے ہیں کل کو آپ مجھ سے بلاوجہ ناراض ہو جائیں گے اور میرے
ساتھ بھی یہی سلوک کریں گے۔ خواص خاں نے یہ جواب تو دے دیا مگر دل ہی دل میں پریشان ہوا اور
بہ مصداق گربہ کشتن روز اول شیخ محی الدین اپنے دبیر کو شاہ جہاں بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا اور کہلا
بھیجا کہ یہ موقع بہت اچھا ہے اگر آپ کی طرف سے اس وقت لشکر کی امداد آجائے تو میں بلا غل و غش
شہر بیجاپور آپ کے حوالے کر دوں گا۔ امرائے سلطنت کو بھی خواص خاں کی اس مفسدہ پردازی کی خبر
مل گئی اور روز بروز عداوت بڑھنے لگی ناچار علی فرہاد خاں، حیرت خاں، علی خداوندان، محمد یاقوت، راگھو
پنڈت، کھیلوجی بھوسلہ، شرزہ راؤ کھاٹکہ وغیرہ بہت سے امراء جو سرحدات پر مامور تھے سب رندولہ
خاں سے اتفاق کر کے گلبرگہ میں جمع ہوئے۔ امام خاں حوالدار نے کھلم کھلا خواص خاں سے سرتابی کی
خواص خاں کو امام خاں کی سرکوبی کا اچھا بہانہ ملا اس نے مراری پنڈت کو لشکر دے کر آنکس خاں، چاند
خاں، درویش محمد مصطفیٰ خاں نظام شاہی کو مع دس ہزار سواروں کے بیتگیر (جو غالباً زمانہ حال کا یادگیر
ہوگا) کی طرف امرائے باغی شدہ کے مقابلے کے لیے بھیج دیا۔ ادھر رندولہ خاں جب پوری طرح تیار
ہو چکا تو خواص خاں کی خبر لینے کو گلبرگہ سے نکلا اور بیجاپور کی راہ لی۔ کملاپور کے پاس ملک ریحان بھی
شولاپور سے چل کر ایک جماعت کثیر کے ساتھ امراء سے آن ملا۔ رندولہ خاں نے ملک ریحان اور
راگھو پنڈت دونوں کو مقدمۃ الجیش قرار دے کر حکم دیا کہ بھونرہ ندی پور جا رہی ہے آگے بڑھ کر تم پار
اترو ہم سب بھی تمہارے پیچھے آتے ہیں۔ راگھو پنڈت بھاگیواڑی میں اور ملک ریحان ٹاکلی میں پہنچے اور

Marfat.com

پار ہونے کا انتظام کرنے لگے۔ خواص خاں نے خفیہ طور پر ملک ریحان کو کہلا بھیجا کہ رندولہ خاں نے محض مراری پنڈت کی عداوت سے مفت کا فتنہ و فساد برپا کر رکھا اور ناحق بدخواہ سلطنت ہو گیا ہے عنقریب اس کا قلع قمع ہوا چاہتا ہے تم بادشاہ کے جاں نثار اور میرے خیر خواہ قدیم ہو ہرگز اس کے کہنے میں نہ آؤ۔ ملک ریحان ٹاکلی سے پلٹ کر علاقہ شولاپور میں موضع مندروپ پہنچ کر ندی کے کنارے رک گیا۔ راگھو پنڈت دیون گاؤں کے مقدم کو ہموار کر کے پانچ چھ ہزار کی جمعیت لے کر بھونزہ ندی کے پار اتر کر دیون گاؤں سے ایک کوس کے فاصلے پر ٹھہر گیا۔ مراری خواص خاں کے حکم کی تعمیل میں یادگیر پر ایک مہینے تک بے فائدہ پڑا رہا۔ جب اس نے سنا کہ راگھو پنڈت دیون گاؤں میں اکیلا پڑا ہوا ہے اور رندولہ خاں کا لشکر اس کے پاس اب تک نہیں پہنچا اور بلا انتظار کسی قسم کی امداد کے جنگ شروع کر دی۔ اوائل جنگ میں ہی مراری کی طرف کا ایک مشہور سردار عثمان شیر کوئی مارا گیا اور راگھو پنڈت کی فتح ہوئی۔ مراری بھاگا سارا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ مراری صرف پندرہ سواروں کے ساتھ قلعہ شاہ نور پہنچا وہاں اس سے مصطفیٰ خاں نظام شاہی آملا دونوں مل کر موضع بارکندی کو گئے وہاں کے مقدم کو قتل کیا وہاں سے دیودوار پہنچے وہاں سے ایک موضع جو رندولہ خاں کی جاگیر تھا لوٹا، وہاں سے دریائے کرشنا کے کنارے موضع چملگہ میں آکر چھ دن مقام کیا۔ ہرچند لوگوں نے سمجھایا کہ یہ لوٹ مار اچھی نہیں خواص خاں مزے میں بیٹھا ہوا تم کو کنوا رہا ہے۔ مگر ان لوگوں نے ایک نہ سنی دریائے کرشنا پار ہو کر اسمد میں ٹھہرے۔ خواص خاں نے جب مراری کے بھاگ جانے اور امراء کے لشکر کی آمد کا حال سنا تو شہر پناہ کے دروازے بند کر لیے اور بیٹھ گیا۔ رندولہ خاں نے ہرچند سمجھایا کہ فساد بڑھانے سے کیا فائدہ دروازے کھول دو مگر اس نے نہ مانا۔

بادشاہ کے اشارے سے خواص خاں کا قتل کیا جانا ۱۰۴۵ھ

سلطان محمد کو جب موقع ملا اس نے سدی ریحان رقعہ رساں (رقعہ رساں اس کو کہتے تھے جو خلوت میں بادشاہ کے حضور میں ارباب حاجات کے معروضے پیش کیا کرتا تھا) کو جو بادشاہ کا محرم راز تھا خلوت میں یاد فرما کر اشارہ کر دیا کہ یہ وقت غنیمت ہے خواص خاں کا کام تمام کر دیا جائے۔ سدی ریحان نے اپنے دوست کریم شرزہ محل دار اور کریم حسین خاں پسر میاں جی سر سلک کو پکے مواثیق کے بعد اس کام پر آمادہ کیا چنانچہ دونوں آخر الذکر اشخاص چہار شنبہ کے دن ۱۰۴۵ھ میں تیار ہو کر دربار میں آئے خواص

Marfat.com

خاں دربار سے اٹھ کر اپنے گھر چلا تھا کہ کریم شرزہ نے ایک وار خنجر کا خواص خاں کے سینہ پر لگا
لیکن خواص خاں گرا نہیں، تب حسین خان نے دوسری ضرب ماری لیکن جب بھی خواص خاں نکل
بھاگا۔ سدی ریحان نے دیکھا کہ اگر یہ بچ گیا تو خدا جانے کیا کیا بلا لائے، فوراً خندق میں سے نکل کر باہر
نکلا اور خاصہ خیل کے چند لوگوں کو لے کر تعاقب کیا لیکن جب تک کہ سدی ریحان پہنچے پہنچے خواص
خاں نے اپنے محل میں داخل ہو کر دروازے بند کر لیے کہ بادشاہ نے دوبارہ تاکیدی حکم بھیجا کہ خبر دار
جانے نہ پائے سدی ریحان دیوار توڑ کر گھر میں جا گھسا اور خواص خاں کا سر کاٹ لیا۔ حسین خاں جو خواص
خاں کا بڑا دم بھرتا تھا ہاتھی پر سوار ہو کر خندق تک پہنچا ہی تھا کہ اسے بھی ٹھنڈا کر دیا۔ حسین خاں کا بھائی
داؤد خاں البتہ بچ رہا کہ وہ ہمیشہ سے خواص خاں سے الگ اور بادشاہ کی طرف تھا۔ رندولہ خاں اور
دوسرے امراء شاہ پور دروازے کے حوض کے پاس آ اترے ان کے پاس خواص خاں اور مبارک خاں
کے سر بھیج دیے گئے۔ خدا کی شان دیکھیے کہ یا تو بارش کی اس قدر کشش تھی کہ تمام رعایا کی نگاہ آسمان کی
طرف لگی ہوئی تھی یا اسی شب ایسا موسلا دھار مینہ برسا کہ جل تھل بھر گیا اور لوگوں نے قحط اور اس ظالم
دونوں کے ہاتھوں سے نجات پائی۔ دوسرے دن بادشاہ نے دربار عام کیا اور بہت سے امراء کی سرفرازی
ہوئی اور ملک ریحان کو مندروپ میں خلعت بھیجا گیا اور اسی دن سدی ریحان کو خطاب اخلاص خاں اور
منصب وزارت پر سرفراز ہوا اور کار ملکی کا منصب نواب خاں کو اور سر نوبتی کی خدمت احمد خاں فرزند
خداوند خاں کو سرفراز ہوئی۔ خواص خاں کا کانٹا نکل گیا اور سلطنت کا کاروبار بلا غل و غش باحسن الوجوہ
چلنے لگا۔ خواص خاں نے آٹھ سال خدمت پیشوائی اور مدار المہامی کی انجام دی۔ "ریحان سرش بریدہ"
قتل کی تاریخ ہے۔

سدی ریحان کا حال ۱۰۵۰ھ

سدی ریحان جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے حبشی تھا۔ اس کی سات سال کی عمر تھی جب اس کو مع
اس کی ماں کے نورس پور میں فروخت کرنے لائے تھے۔ ابراہیم عادل شاہ نے اسے بچہ دیکھ کر خرید لیا اور
شاہزادہ سلطان محمد کے پاس بھیج دیا اور اس کی ماں کو علی خاں آثاری نے خریدا۔ چوں کہ سدی ریحان
شاہزادہ محمد کا ہم سن تھا ساتھ کھیلنے لگا اور شاہزادہ اسے بہت چاہنے لگا ایک دن کا ذکر ہے کہ دونوں کھیل
رہے تھے بادشاہ دور سے دیکھ رہا تھا کہ شاہزادے نے ریحان کی ٹوپی اتار کر حوض میں پھینک دی۔ یہ لو

Marfat.com

ہونے لگا اور باشاہ سے شکایت کی۔ بادشاہ نے ٹوپی دلوادی اور کہا کہ ان شاء اللہ ایک دن وہ آئے گا کہ شاہزادہ تو بہ فضل خدا بادشاہ ہوگا اور یہی لونڈا اس کا معتمد علیہ اور مدار المہام ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔

مصطفیٰ خاں کا قید سے چھوٹنا

سلطان محمد جب خود امور سلطنت انجام دینے لگا تو اس نے سید شاہ حسن فرخ آبادی کو قلعہ بنکاپور بھیجا جہاں مصطفیٰ خاں قید تھا اسے چھڑا کر نویں دن شاہ حسن بلگاؤں سے شہر بیجاپور میں بہ عزت و اکرام لایا اور بادشاہ نے کار ملکی کی معزز خدمت سر فراز فرما کر پہلے سے بھی زیادہ اس کے مراتب و مناصب میں افزونی فرمائی۔

مراری پنڈت کا انجام

مراری پنڈت شکست پا کر پانچ سواروں کے ساتھ دھارواڑ (بمبئی پریزیڈنسی کا ضلع ہے۔ سطح سمندر سے ۲۴۲۰ فٹ بلند ہے۔ یہاں کی آب و ہوا خوش گوار اور معتدل ہے۔ شہر بڑا اور تجارت کی منڈی ہے) چلا گیا تھا۔ وہاں لوگوں نے اسے حصار شہر میں گھسنے نہ دیا لیکن دلپت راؤ اور سوریا راؤ وغیرہ نائک واڑیوں نے قلعہ سے باہر نکل کر ملاقات کی۔ مراری نے ان کو قید کر لیا اور احشام کے چند لوگوں کو سزا بھی دی کہ شہر کے اندر انہوں نے ہی گھسنے نہ دیا تھا۔ مراری چار روز دھارواڑ میں تھا کہ خواص خاں کے مارے جانے کی خبر سنی۔ سنتے ہی اس کے ہوش و حواس پراں ہو گئے۔ راتوں رات ایک گھوڑے پر سوار ہو کر بلیمال کے قلعہ میں پہنچا وہاں پہنچنے کی دیر تھی کہ عامل شہر نے اسے قید کر کے بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ بادشاہ کے سامنے بھی یہ اپنے پاجی پنے سے نہ چوکا اور گستاخانہ لہجے میں گفتگو کرنے لگا۔ بادشاہ نے اس ہرزہ سرائی کی یہ سزا دی کہ فوراً اس کی زبان گدی سے کھنچوالی اور سارے شہر میں اس کے ایک ایک عضو کو جدا کر کے گشت کرایا۔ خواص خاں کے قتل کے ایک مہینے کے بعد مراری پنڈت کا یہ واقعہ ہوا۔

شاہ جہاں اور سلطان محمد کے درمیان صلح ۱۰۴۵ھ

شیخ محی الدین دبیر کو خواص خاں نے شاہ جہاں کے حضور میں آگرہ روانہ کیا تھا۔ شاہ جہاں پہلے ہی سے دکن جانے کا متمنی تھا فوراً تیار ہو گیا اور عجالۃً دولت آباد پہنچا۔ خواص خاں جن کی بدولت یہ سب فتنہ پردازی ہوئی تھی وہ تو چل بسے تھے۔ شاہ جہاں حیران ہو گیا کہ اب کیا کرنا ہوگا۔ شاہ جہاں نے اپنے لشکر

Marfat.com

کی دو تفریق کی ایک تو شاہ جی کے مقابلے پر بسر کردگی خان زماں بھیجا اور دوسرا بیجاپور کی طرف۔ بہر حال
عادل شاہ سے نظام شاہ کے ملک کا تقاضا شروع کیا اور چاروں طرف مملکت نظام شاہی میں اپنے سرداروں
کو متعین کر دیا۔ سید خاں جہاں کو پرینڈہ کی طرف رندولہ خاں کے مقابلے پر بھیج دیا اور خان دورہ خاں
بیدر اور پنچولی (ضلع گلبرگہ کی تحصیل ہے) پر بہ مقابلہ بھلول خاں، مکھیڑ (ضلع ناندیڑ کی تحصیل ہے) کی
طرف عنبر خاں اور شاہ جی کو۔ اس طرح چو طرف اپنے آدمی پھیلا دئے اور جدھر دیکھو میدان کارزار
گرم ہو گیا۔ امرائے عادل شاہیہ دہلی کے سرداروں کے مقابلے پر تیار ہو گئے۔ سلطان محمد بے چارہ تنہا
بادشاہ دہلی کا کیا مقابلہ کر سکتا قلعہ کے اندر جا بیٹھا اور بیجاپور کے اطراف واکناف میں بیس بیس میل تک
تمام چارہ کٹوا دیا اور جتنا غلہ تھا سب تلف کروا دیا کیوں کہ شہر کے اندر لا نہیں سکتے تھے۔ تالابوں کا پانی
نکلوا دیا اور سارے ملک کو ویران اور لق ودق میدان کر دیا۔ جہاں ایک تنکا گھاس کا اور ایک دانہ اناج کا نہ رہا
ہو تو پھر بتلایئے بادشاہ دہلی کا اتنا بڑا لشکر کیوں کر ٹھہر سکتا تھا۔ عساکر سلطانی کو جب قدم قدم پر دقتیں
پیش آنے لگیں تو ناچار صلح پر آمادہ ہو گئے۔ شاہ جہاں نے گو بظاہر لڑائی چھیڑ دی تھی مگر ان مصائب اور
تکالیف کے لحاظ سے دل سے یہی چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح صلح ہو جائے تو اچھا ہے کہ یہ جھگڑا مٹے اور
عادل شاہ کو ایسی بری آبنی تھی کہ چاروں طرف ملک میں لوٹ مار ہو رہی تھی وہ بھی صلح کو بدرجہ اولیٰ
پسند کرتا تھا۔ مصطفیٰ خاں رکن السلطنت عادل شاہی پہلے ہی سے مغلوں سے صلح کرنے کا کوشاں تھا۔ اس
نے شاہ داؤد ولد وفا خاں، شاہ ابوالحسن کمونہ، قاضی سعید کو دولت آباد بھیج دیا۔ رندولہ خاں صلح کے سخت
خلاف تھا اور ہمیشہ کہتا تھا کہ جو کچھ بھی ہو مغلوں سے ہمت ہارنا مناسب نہیں، لڑنا شیوۂ مردانگی ہے دب
کر صلح کرنا کیا معنی۔ سعید خاں نے کہلا بھیجا کہ اب وقت لڑائی کا ہرگز نہیں ہے ہم سب صلح پر آمادہ ہیں
تم بھی چلے آؤ اور مصطفیٰ خاں کے ہم خیال ہو جاؤ۔ رندولہ خاں آیا، مصطفیٰ خاں نے رندولہ خاں کو اپنا
مہمان کیا اور پندرہ دن تک برابر سمجھا بجھا کر صلح پر راضی کر لیا۔ الغرض صلح اس شرط پر ہوئی کہ رود
کرشنا کے اس طرف کا تمام ملک شاہ جہاں کے قبضے میں رہے اور اس طرف کے تمام ملک پر عادل شاہ
بدستور قابض رہے۔ شاہ جہاں نے کہا اچھا عہد نامہ لوح طلا پر کندہ کیا جائے۔ چوں کہ عرصے سے لشکر
پڑے پڑے تنگ آ گیا تھا۔ رسد کی بندش قحط سالی اور گرانی نے اور بھی پریشان کر رکھا تھا بادشاہ کو از حد
جلدی تھی کہ کہیں صلح ہو جائے کہ میں جاؤں۔ طہماسپ نامی قاصد کو جو بڑا چلنے والا مشہور تھا بیجاپور اس
قرار سے بھیجا کہ پانچ دن میں واپس آ جائے۔ طہماسپ دولت آباد سے بیجاپور برابر ڈھائی دن میں پہنچا اور

Marfat.com

یسے ہی الٹے پاؤں جواب لے کر پلٹا۔ شاہ جہاں نے اس کی واپسی کا بھی انتظار نہ کیا خیمے وغیرہ روانہ
کر کے خود پابہ رکاب بیٹھا تھا کہ پانچویں دن سات آٹھ بجے دن کے طہماسپ حسب وعدہ خود آ گیا اس
کے آتے ہی بادشاہ دہلی روانہ ہوا۔ عہد نامہ ماہ ذالحجہ ۱۰۴۵ھ میں ہوا اور حسب قرار داد باہمی سلطان محمد
نے بیس لاکھ روپے سالانہ خراج دینا قبول کیا اور قلعہ شولاپور، پرینڈہ اور کچھ حصہ ملک احمد نگر جو مابین
دریائے بھیما اور نیرا کے ہے اور تمام حصہ ملک کوکن عادل شاہ کے پاس چھوڑ کر باقی سارا ملک دریائے
کرشنا کے اس جانب کا شاہ جہاں نے لے لیا اور یہ بھی شرط ہوئی کہ شاہ جی کو کسی قسم کی مدد نہ دی جائے۔
خاں فرمان خاں اگرچہ شاہ جی کے مقابلے پر گیا تھا لیکن شاہ جی اس کے اکیلے کے بس کا نہ تھا۔ لہذا سلطان
محمد کی طرف سے رندولہ خاں مدد کو دیا گیا اور ملک ریحان بہ معیت سدی مرجان ایک ہزار چالیس سوار
لے کر رندولہ خاں کی مدد کو پہنچا۔ خاں زماں اور رندولہ خاں دونوں نے قلعہ ماہولی پر پہنچ کر محاصرہ کیا
اور شاہ جی کو گھیر لیا۔ شاہ جی نے بہت کچھ کوشش مقابلے کی کی۔ لیکن کوئی صورت بن نہ پڑی ناچار صلح
کر لی۔ مرتضٰی نظام شاہ کو خان زماں کے سپرد کر دیا اور قلعہ ماہولی عادل شاہ کے حوالہ کیا۔ خاں زماں خاں
نظام شاہ کو لے کر دولت آباد چلا گیا شاہ جی جس نے سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ رندولہ خاں
کے ساتھ بیجاپور چلا گیا اور وہاں پہنچتے لشکر عادل شاہی میں ایک بڑے عہدے پر مامور کر لیا گیا۔ اس کے
بعد ۱۶۳۶ء سے تاوفات محمد شاہ جو ۱۶۵۶ء میں ہوئی بیجاپور کی مملکت میں اندرونی اور بیرونی فسادات اور
حملوں سے کامل سکون رہا اور اس زمانے میں بادشاہ اپنے عظیم الشان اور لاجواب مقبرے اور بہت سی
دوسری عمارات کی تیاری میں مصروف رہا۔

قلعہ اکیری پر سلطان محمد عادل شاہ کی چڑھائی

جب اس بڑے دغدغے سے بادشاہ کو نجات ملی تو بادشاہ نے ملک کرناٹک کی تسخیر کا ارادہ کیا اس لڑائی
کا رنگ مذہبی تھا چنانچہ بادشاہ نے مجاہد اور غازی کا لقب بھی لیا۔ سپہ سالار رندولہ خاں اور ملک ریحان کی
سرکردگی میں پہلے اکیری پر چڑھائی ہوئی۔ ملک ریحان سدی عنبر کالہ کو قلعہ شولاپور میں چھوڑ کر چار
ہزار سوار لے کر رندولہ خاں سے جا ملا۔ اکیری میں راجہ ایربھدرا تھا وہ مسلمانوں کا ٹڈی دل لشکر دیکھ کر
گھبرا گیا اور تیس لاکھ ہن دے کر صلح کر لی جس میں سولہ لاکھ تو نقد دیا اور باقی چودہ لاکھ تین سال کی
اقساط میں ادا کرنے کا معاہدہ ہوا۔ اور رندولہ خاں بیجاپور واپس آ کر نورس پور میں ٹھہر گیا۔

Marfat.com

قلعہ شولاپور پر قبضہ

ملک ریحان ابکیری سے شولاپور (بمبئی سے ۲۸۳ میل ہے۔ مستقر ضلع ہے۔ تجارت کی بہت بڑی منڈی اور گنجان بسا ہوا شہر ہے۔ سٹیشن عین وسط آبادی میں ہے۔ عادل شاہیوں کا بنایا ہوا۔ چار سو برس پیشتر کا قلعہ سٹیشن کے نزدیک ہے۔ اس کے اطراف ایک عمیق اور وسیع خندق ہے۔ یہاں پارچہ بانی کی کئی گھرنیاں ہیں۔ روئی کا بیوپار کثرت سے ہوتا ہے۔ شہر سے تین میل کے فاصلے سے ایک بہت بڑا تالاب جس کو جھیل کہا جاسکتا ہے سات میل دور کا جو نہایت عمیق بھی ہے موسوم بہ "ایک رخ" یا ہپر گہ تالاب" موجود ہے جس سے علاوہ آب رسانی شہر کے بہت سی زراعت تری بھی کی جاتی ہے) چلا گیا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ بادشاہ نے ملک ریحان کو پانچ لاکھ ہن اس صلہ میں انعام دیئے۔ اب حسن رومی خاں شولاپور کا قلعہ دار مقرر ہوا۔

قلعہ ابکیری کی فتح ۱۰۴۷ھ

رندولہ خاں فتح قلعہ شولاپور کے بعد اپنی جاگیرات ہوکیری اور رائے پاک چلا گیا۔ راجہ بھدرانے باوجود وعدہ کے دو سال تک قسط مقررہ نہ بھیجی تو پھر دوبارہ چڑھائی کرنی پڑی اور قلعہ کو راجہ کے قبضے سے لے لیا۔

ملک کرناٹک پر چڑھائی

اس کے چند دنوں بعد بادشاہ نے رندولہ خاں کو کرناٹک کی مہم پر بھیجا اور بہت سے امراء بھی ساتھ تھے جن میں ملک ریحان بھی تھا۔ سدی عنبر سدھور میں دو ہزار سوار لے کر جا بیٹھا تھا۔ رندولہ خاں نے افضل خاں کو پانچ ہزار سوار دے کر سدی عنبر کو قید کرنے کا حکم دیا۔ افضل خاں کے سدھور آنے کی خبر سنتے ہی سدی عنبر نے جانا کہ اب خیر نہیں ہے خود اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال پالکی میں سوار ہو کر افضل خاں کے استقبال کو آگے بڑھا اور عرض کی کہ بادشاہ کا فرمان سر آنکھوں پر ہے۔ قبل ازیں ملک عنبر کے زمانے میں جب خیریت خاں اور عنبر خاں کالاکوٹ قلعہ دولت آباد میں قید ہوئے تھے ملک ریحان قلعہ دار تھا اور سلوک سے پیش آیا تھا۔ اسی تعارف سے ملک ریحان اور خیریت خاں دونوں نے بیچ میں پڑ کر رندولہ خاں سے قصور معاف کرادیا اور اس کی دولت اور جاگیر بدستور بحال رہی۔ اس کے بعد رندولہ خاں چوبیس ہزار سواروں کا لشکر لیے ہوئے عرصہ تک ملک کرناٹک کے مختلف مقامات اور قلعوں کو فتح

Marfat.com

کرتا رہا۔ مسلسل سفر اور مختلف مقامات کے پانی سے لشکری بہت سے بیمار ہوگئے۔ بادشاہ نے ان کو واپس بلا لیا اور تھوڑے دنوں بعد خاں محمد اور ملک ریحان کو گنجی کوٹے کی فتح کو روانہ کیا۔

ملک کرناٹک میں رائلوں سے لڑائی ۱۰۵۷ھ

ملک کرناٹک میں اس زمانے میں راجہ رائل کا بڑا زور شور تھا اور وہ کسی دوسرے کی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا۔ سلطان محمد نے جب اس کا زور زورہ سنا تو ایک بہت بڑا لشکر جمع کر کے نواب مصطفیٰ خاں کو اس کے مقابلے پر روانہ کیا۔ نواب مصطفیٰ خاں نے اپنے جانے سے پہلے شاہ جی بھونسلے اور اسد خاں کو تھوڑی فوج دے کر آگے بھیج دیا تھا بعد خود چلا۔ شاہ جی اور اسد خاں جب قریب سرحد ملک رائلان کے پہنچے تو ان کے نامور سردار ایلوار اور کرشنا اور دوسرے امراء مقابلے پر آ گئے۔ اور لڑائی شروع ہوگئی۔ شاہ جی کی سواری کا ہاتھی اور بہت سامال و اسباب لوٹ کر لے گئے اور غلبہ رائلوں کا رہا۔ مصطفیٰ خاں ابھی سات آٹھ منزل ادھر ہی تھا کہ شاہ جی کی شکست کی خبر پہنچی۔ مصطفیٰ خاں نے بھاری بھرکم سامان بنگلور کو روانہ کر دیا اور خود مع ہلکے پھلکے سامان کے رائلوں کی طرف متوجہ ہوا اور سلطان محمد کو اس شکست کی خبر دے کر امداد طلب کی۔ بادشاہ نے خان محمد اور ملک ریحان کو مدد دینے اور مہم پر جانے کا حکم دیا اور خان محمد کو لکھا کہ بالفعل گنجی کوٹہ کی مہم کو ملتوی رکھو یہ کام ضروری ہے۔ پہلے اسے نبٹاؤ۔ ملک ریحان نے معروضہ لکھا کہ ہم کو جانے میں عذر نہیں مگر عرصے سے لشکر اس مہم پر پڑا ہوا ہے اور بہت تھکان ہو گیا ہے اور عرصے سے حضرت کے قدم نہیں دیکھے پہلے وہاں آ کر پھر جہاں حکم ہو جانے کو تیار ہیں۔ اسی اثناء میں بادشاہ کو خبر ملی کہ رائل تازہ دم ہو کر بہت بڑی فوج کے ساتھ ماتحت علاقے پر چڑھ آیا ہے۔ بادشاہ نے اس وجہ سے ملک ریحان کو عجالۃً اپنی تصویر بھیج دی کہ یہ موقع یہاں آنے کا نہیں ہے ہماری تصویر دیکھ کر اطمینان خاطر حاصل کرو اور روانہ یہاں کھاؤ تو پانی وہاں پیو۔ ملک ریحان حکم پہنچتے ہی خیریت خاں اور مرتضیٰ خداوند خاں وغیرہ دوسرے سرداروں کو لے کر منزل بہ منزل کوچ مقام کرتا ہوا درمیان میں نلور اور ماتحت سے مصطفیٰ خاں سے جا ملا اور وہاں سے دونوں رائلوں کی جنگ پر روانہ ہوئے اور رائیور (مدراس ریلوے کی شمالی مشرقی لین کا اسٹیشن ہے جو ضلع گوداوری کا بڑا قصبہ ہے۔ بلحاظ تاریخی حالات کے یہ مقام اس سبب سے مشہور ہے کہ ملک مشرقی سرکار کا قدیم دار السلطنت تھا جس میں زمانہ حال کے اضلاع گنجام، وزیگاپٹم، گوداوری، کسٹنا اور ایک حصہ نلور کا شامل تھا۔ قصبے سے جانب شمال آٹھ میل کے فاصلے پر قلعہ کی پرانی

Marfat.com

عمارت نظر آتی ہے، چالو کیا خاندان کی پرانی دار السلطنت جو مقام دنگی میں تھی وہ دراصل بودہ قوم کی بنائی ہوئی تھی اس کی ویرانی کے بعد یہ قلعہ بنا) مقام پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ اور دونوں طرف سے بڑی بھاری لڑائی ہوئی کبھی ہندو غالب آتے تھے کبھی مسلمان کہ ناگاہ وملواڑ جو ایک بڑا مشہور بہادر تھا آ پہنچا اور اسد خاں اور شاہ جی کی فوج پر گرا۔ اسد خاں زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ بابا علی لاری اور خواجہ حسین چنجبی دونوں پاس کھڑے تھے بابا علی نے اپنا گھوڑا پیش کیا لیکن وہ اپنے ہی گھوڑے پر پھر سوار ہوا اس کے سوار ہوتے ہی واملواڑ جھپٹا ملک ریحان نے دیکھا کہ معاملہ نازک ہے وہ پیچھے سے دوڑا لیکن جب تک واملواڑ مصطفیٰ خاں کے قریب پہنچ گیا تھا۔ نواب تالاب کے بند پر کھڑا ہوا جنگ کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ اسی وقت ملک ریحان کا علم واملواڑ کے پیچھے دکھلائی دیا۔ مصطفیٰ خاں نیچے اترنا چاہتا تھا کہ تمباجی صاحب نے کہا کہ اس وقت آپ کا یہاں سے ہٹنا مناسب نہیں ہے آپ ہٹے اور لشکر کے پاؤں اکھڑے یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ واملواڑ ہاتھی پر بیٹھا ہوا چاروں طرف نگاہ کرتا ہو آتا ہوا نظر آیا کہ ملک ریحان بھی اسی کے ساتھ آ پہنچا۔ واملواڑ وہیں سے اس کے مقابلے کو پلٹا۔ اور دونوں کی افواج گتھ گئیں۔ واملواڑ کی شکست ہوئی۔ مصطفیٰ خاں تالاب کے بند پر سے ملک ریحان کی دلیری اور شجاعت کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ ہندوؤں کی فوج بھاگی اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا سارا میدان نعشوں سے پٹ گیا اور سامان واسلحہ بے تعداد ہاتھ لگا دو ہاتھی خاصہ کے جس میں سے ایک کا نام رنجیت اور دوسرے کا واملواڑ تھا مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ مصطفیٰ خاں سے کسی نے کہہ دیا تھا کہ اسد خاں مارا گیا اور ملک ریحان گھر گیا کہ اتنے میں ملک ریحان چار سواروں کے ساتھ آ پہنچا۔ مصطفیٰ خاں بہت خوش ہوا اور ملک ریحان کے بازو کو بوسہ دیا اور جو تلوار خود لگائے ہوئے تھا کھول کر ملک ریحان کے باندھ دی اور جس گھوڑے پر خود سوار تھا ملک ریحان کو اس پر بٹھلایا اور کہا کہ آج صرف تمہاری ہی بہادری اور جرأت اور استقلال کی بدولت ہم سب کی عزت بچی اور لشکر اسلام کی فتح ہوئی اور بہت کچھ اس کی عزت اور توقیر کی۔

نواب مصطفیٰ خاں اور ملک ریحان کی ناچاقی

جب کسی شخص کو رسوخ حاصل ہوتا ہے دنیا کا قاعدہ ہے کہ حاسدین رخنہ اندازی شروع کرتے ہیں۔ مصطفیٰ خاں اور ملک ریحان میں گاڑھی دوستی تھی خدا جانے حاسدوں نے کیا جوڑ چلا کہ اوپر جوذکر آیا اس سرفرازی کے دوسرے ہی دن شب نویس کے کہنے پر اعتبار کر لیا کہ راکلوں پر فتح جو ہوئی وہ سب

Marfat.com

کیادھر اسد خاں کا تھانہ کہ ملک ریحان کا۔ اس پر ملک ریحان کو کہلا بھیجا کہ ہاتھی جو کل تم لے گئے ہو فوراً واپس کرو۔ ملک ریحان نے کہلا بھیجا کہ اسد خاں کا اور میرا حال اظہر من الشمس ہے کسی پر مخفی نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف شب نویس کی بادہوائی باتوں پر کان دھرا ہے خیر آپ کو اختیار ہے لیکن میں ہاتھی ہرگز واپس نہ کروں گا اگر ایسا ہی ہے تو میں خود بادشاہ کے حضور میں داخل کردوں گا اور آگے کو ہمارے آپ کے قطع تعلق ہے۔ آپ نے خود اپنے خاصہ کا ہاتھی گم کر دیا تھا اور بے یارو مددگار تھے اور قریب تھا کہ شکست ہو یہ خاکسار ہی کا جگر تھا کہ وقت پر پہنچ کر فتح حاصل کی۔ نواب اس جواب سے بہت منفعل ہوا لیکن اس وقت مصلحتاً خاموش رہ گیا بعد میں عذر معذرت بھی کی لیکن دلوں میں بل پڑ چکا تھا نہ نکلنا تھا نہ نکلا۔ بادشاہ کو جب اس جھگڑے کی خبر ملی تو اس نے نواب کو لکھا کہ جنگ اور فتح کا معاملہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے

زبان خلق کو نقارہ خدا کہیئے ۔۔۔ بجا کہے جسے عالم اسے بجا کہیئے

ملک ریحان نے جو قابل قدر کام کیا ہے وہ ہم کو معلوم ہے۔ ہاتھیوں کے ذرا سے معاملے پر ملک ریحان کی دل شکنی کرنا مناسب نہیں ہے وہ جب ہمارے حضور میں حاضر ہو گا خود بخود گزران دے گا۔ بہر حال اب تلافی مافات کیجئے اور جس طرح ممکن ہو ملک ریحان سے مل جایئے دلوں میں کدورت رہنا اچھا نہیں ہے۔ بادشاہ نے سارے امراء کے لیے خلعت اور تلواریں بھجوائیں اور سب سے بڑھ کر خلعت ملک ریحان کو بھیجا اور بہت کچھ حوصلہ افزا کلمات تحریر فرمائے ملک ریحان کی اس قدر خاطر تواضع نواب کو ناگوار ہوئی اور سب امراء جدھر کے ادھر متفرق ہو گئے مصطفی خاں قلعہ جنجی کی تسخیر کو چلا گیا اور ملک ریحان چتر کل کے قلعہ کے فتح کر کے سرا کو چلا گیا اور وہیں اپنی دونوں لڑکیوں کی شادی نکار خاں اور سید عبدالرحمن سے کر کے قلعہ جنجی کے محاصرہ میں جا کر مصطفی خاں کا شریک ہو گیا۔

شاہ جی بھونسلے کا قید ہونا

ملک کرناٹک میں بیجاپور کی طرف سے شاہ جی بطور گورنر کے مقرر تھا۔ شاہ جی کا آبائی علاقہ وہاں سے قریب پونے میں تھا جہاں وہ اپنی نہایت عاقلہ و فرزانہ، عالی حوصلہ بیوی جی جی بائی اور اپنے لڑکے سیوا جی کو چھوڑ آیا تھا۔ سیوا جی نے ایک بے چین طبیعت پائی تھی اور نہایت اولوالعزم اور جری آدمی تھا۔ جب وہ جوان ہو گیا تو اس کی خداداد قابلیت اور بلند نظری نے اس کو مرہٹوں کی ایک جداگانہ سلطنت قائم کرنے

Marfat.com

کی ہمت دلائی اس غرض کی تکمیل کے لیے اس نے چھانٹ چھانٹ کر بڑے بڑے نامور اور بہادر لوگوں کو جمع کیا اور رفتہ رفتہ اس کی طاقت نے ایسی مضبوط جڑ پکڑی کہ گھاٹوں کے بہت سے قلعوں پر وہ بادشاہ بیجاپور کے معتمد ہونے کی آڑ میں قابض ہو گیا اور اس کی جرات ایسی بڑھ گئی کہ چند ہی دنوں میں شاہی خزانے کو روک لیا۔ بادشاہ کو جب خبر ملی تو اس نے شیواجی کی بغاوت کا اعلان کر دیا اور اس کے باپ شاہ جی کے گرفتار کرنے کا حکم دیا کیوں کہ عام خیال یہ تھا کہ شیواجی کی اتنی جرات نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے باپ نے اسے آنکھ نہ دی ہو۔ مصطفیٰ خاں شاہ جی کے قید کرنے کی فکر کرنے لگا۔ ایک دن باباجی، ایشونت راؤ اور اسد خاں کو شاہ جی پر چڑھا دیا۔ شاہ جی اتفاق سے اس شب میں تمام رات جلسہ میں جاگ کر صبح کو سو گیا تھا، جوں ہی اسے ان لوگوں کے چڑھ آنے کی خبر ملی گھبرا کر اٹھا اور ایک گھوڑے پر سوار ہو کر اکیلا نکل بھاگا۔ باباجی نے تعاقب کیا اور پکڑ لیا اور مصطفیٰ خاں کے سامنے لایا مصطفیٰ خاں نے اسے قید کر لیا۔ شاہ جی کے ہمراہی کے تین ہزار سوار چو طرف بکھر کر لوٹ مار کرنے لگے۔ اسی اثناء میں خیرت خاں مر گیا۔ نواب اور ملک ریحان کے درمیان جو ناچاقی ہو گئی تھی وہ باوجود بادشاہ کی فہمائش کے بھی روز افزوں تھی دونوں ایک دوسرے کی کاٹ پر تلے ہوئے تھے۔ جب کبھی ملک ریحان ملاقات کو جاتا تھا تو بہت سنبھل کے جاتا تھا اب جو شاہ جی کے قید ہو جانے کی خبر سنی اور زیادہ پریشان ہو گیا کہ خدا جانے میری کیا گت بنتی ہے اس لیے احتیاطاً اور دو ہزار سوار بھرتی کر لیے۔ مصطفیٰ خاں نے اعتراض کیا کہ تم نے دو ہزار کی نئی جمعیت کیوں بھرتی کی ہے۔ ملک ریحان نے جواب دیا کہ آپ کو تو بہت سی مہموں کا سامنا ہے جس کی وجہ سے جنگل جنگل پھر رہے ہیں ادھر قلعہ چنجی کا محاصرہ آپ کے سر ہے ادھر آپ نے شاہ جی کو قید کر لیا ہے اور دشمنوں کا یہ حال ہے کہ ہر طرف سے نرغہ کیے ہوئے ہیں اگر خدانخواستہ کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو بادشاہ تو مجھ سے مواخذہ کرے گا آپ الگ رہ جائیں گے اس لیے سلطنت اور خود آپ کی نگہبانی کے واسطے میں نے جدید سوار رکھے ہیں۔ ملک ریحان نے اپنے حسن سلوک سے دوسرے امرا کو اپنی طرف کر لیا تھا اس سبب سے اکیلے مصطفیٰ خاں کی کچھ چلتی نہ تھی۔ بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ مصطفیٰ خاں کا ارادہ ملک کرناٹک میں رہ پڑنے کا ہے بادشاہ ان دونوں امراء کی باہمی رنجش سے نہایت کبیدہ خاطر تھا پھر دوبارہ مصطفیٰ خاں کو لکھا کہ ملک ریحان ایک اعلیٰ مرتبہ کا وزیر ہے اور بڑا صاحب جمعیت و سپاہ ہے اور ہمارا دلی خیر خواہ ہے اس سے بگاڑ کرنے میں ملک کی تباہی ہے میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب پھر لکھتا ہوں کہ تم دونوں آپس میں مل جاؤ۔ اور ملک ریحان کو لکھا کہ میں نے مصطفیٰ خاں کو بھی

Marfat.com

کچھ لکھ دیا ہے اب وہ تم سے پرخاش نہ کرے گا۔ اگر اب بھی تم کو اس پر بھروسہ نہیں ہے تو خیر تم اپنی احتیاط کر سکتے ہو لیکن ما بدولت کی طرف سے اطمینان کلی رکھو کہ میں تم سے بالکل راضی اور خوش ہوں اسی پر ایک دن مصطفیٰ خاں نے اچانک ملک ریحان کو بلا بھیجا کہ کچھ ضروری کام ہے ابھی آؤ۔ ملک ریحان چند لوگوں کے ساتھ خالی الذہن آ گیا کہ ایشونت راؤ اور اسد خاں نے اسے گھیر لینا چاہا لیکن ریحان کے لشکر میں بھی یہ خبر پھیل گئی اور سب سمٹ آئے معاملہ رفت گزشت ہو گیا دستر خوان بچھایا گیا اور دونوں نے مل کر کھانا کھایا بعد کھانے کے مصطفیٰ خاں اپنے خیمہ سے نکل کر دور تک اکیلا ملک ریحان کو پہنچانے آیا اور بہت کچھ للو پتو کی باتیں بنائیں۔

نواب مصطفیٰ خاں کی وفات اور قلعہ جنجی کی فتح ۱۰۵۸ھ

جنجی (صوبہ مدراس میں سب سے مشہور قلعہ گنجی کا ہے جسے جنجی بھی کہتے ہیں اور جو اسٹیشن تنڈی وانم سے ۱۶ اور مدراس سے ۹۷ میل ہے۔ لیکن بہت سے لوگوں نے اس قلعہ کا نام بھی نہ سنا ہو گا حالانکہ بلحاظ اس کے مضبوط اور عالی شان دار فصیل اور برجوں کے اب بھی قابل دید ہے کیوں کہ گورنمنٹ کی طرف سے اس کی نگہداشت ہوتی رہتی ہے۔ اس مقام پر پہنچنے کا بہترین راستہ ریل کا ہے ریل سے اتر کر پانچ چھ گھنٹے میں گنجی پہنچ جاتے ہیں۔ راستہ میں بھی کئی عمدہ عمدہ مندر اور سنگ مرمر کی مورتیاں ملتی ہیں۔ سڑک کا راستہ بھی ہے لیکن پل وغیرہ ناقص ہونے سے خراب ہے۔ قلعہ کا منظر دور سے کچھ سہانا نہیں ہے۔ پہاڑ پر بڑے بڑے گنبد دیکھ کر وحشت ہوتی ہے۔ یہ قلعہ سولہویں صدی میں راجگان بیجانگر کا سب سے مضبوط اور نامور قلعہ تھا جن کا دار السلطنت ضلع بلہاری میں بمقام ہمپی تھا لیکن اس سے پیشتر کے حالات کہیں دستیاب نہیں ہوتے۔ ۱۶۷۴ء میں ڈچوں نے فرانسیسیوں کو پانڈی چری سے بے دخل کر دیا تھا لیکن چھ سال کے بعد پھر انہیں کا قبضہ ہو گیا۔ اس واقعہ کے چند سال پیشتر انگریز فورٹ سینٹ جارج بنا چکے تھے۔ بادشاہ بیجاپور کی جانب سے ۱۶۷۴ء میں گنجی کا قلعہ دار اور حاکم محمد خاں تھا اس کی خواہش تھی کہ انگریز اس نواح میں اپنے کارخانے قائم کریں جس پر سے ۱۶۹۰ء میں مدراس کے برٹش عہدہ داروں نے اس قطعہ زمین کے خریدنے کی کارروائی کی جہاں پہلے زمانہ کا ایک مشہور قلعہ تھا اور اب فورٹ سینٹ ڈیوڈ ہے۔ ۱۷۵۰ء میں فرانسیسیوں نے گنجی کے قلعہ کو فتح کر لیا ۱۰ سال کے بعد انگریزوں نے حملہ کیا مگر ناکامیاب رہے لیکن آگے چل کر ناکہ بندی کر لی اور آخر کار محصورین نے قلعہ

Marfat.com

BRIDGE TO CITADEL, GINGEE.قلعہ جنجی کا پل

BY Permission of the G.T.M., S.I.Ry., Trichy.

Marfat.com

حوالہ کر دیا۔ اس کے بعد حیدر علی کے ملک کرناٹک پر حملہ (۱۷۸۰ء) کرنے تک کوئی تازہ واقعہ پیش نہیں آیا۔ قلعہ کے دو عظیم الشان دروازے ہیں (۱) پھلچری (پانڈی چری) دروازہ (۲) آرکٹ یا ویلور دروازہ۔ یہ دونوں دروازے قدیم ہیں لیکن اب تو فصیل توڑ کر سڑک ڈال دی گئی ہے۔ قلعہ کی تین طرف پہاڑ ہیں جن کو فصیل اور برجوں سے محصور کر لیا ہے اور جا بجا برجوں پر توپیں چڑھی ہوئی تھیں اور بندوقوں کے سر کرنے کے روزن بنے ہوئے ہیں۔ قلعہ کی بلندی پانچ سو سے چھ سو فٹ تک ہے فصیل کا عرض ۶۰ فٹ اور خندق کا ۸۰ فٹ ہے۔ یہ پہاڑیاں کرشنا گری شمال میں۔ چندراین جنوب میں اور راجہ گری مغرب میں ہیں۔ کرشنا گری سے فصیل اور برجوں اور وسیع خندق کا سلسلہ اس طرح شروع ہوا ہے کہ بقیہ دونوں پہاڑیاں بھی گھر گئی ہیں جس سے ایک مثلث نما محاط ہو گیا ہے جس کا دور قریب تین میل کے ہے۔ یہ قلعہ کا حصہ زیرین ہے علاوہ اس کے تینوں مرتفع پہاڑیاں بجائے خود ایک ایک قلعہ ہیں۔ علاوہ اس فصیل کے جو اطراف دوڑی ہوئی ہے، ہر پہاڑی کی جدا جدا حفاظت کی گئی ہے۔ خصوصاً راجگری کی جس پر تہری فصیل یکے بعد دیگرے ہے قلعہ کا نظارہ اچھی طرح کرنے کے لیے مناسب یہ ہے کہ شارع عام پر سے ہم فصیل پر چڑھ کر پھلچری دروازے کا راستہ لیں جس کے بلند برج پر سے سارا قلعہ کٹورے میں معلوم دیتا ہے ویسے ہی چندراین کی طرف اور آگے بڑھ جائیں اور سیڑھیوں پر چڑھ کر دیکھیں تو راجہ گری سامنے ہی ہے سب سے نمایاں ونکٹ رمنا کا مندر ہے اس سے آگے بڑھ کر کلیان محل، غلہ کا کوٹھا اور پھر قلعہ کے اندرونی حصہ میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ ونکٹ رمنا کے دیول کے اندر بے شمار ستون اور بہت سے حجرے ہیں۔ قلعہ کا اندرونی دروازہ تہری پردے کی دیواروں سے محفوظ ہے۔ دروازے کے اندر جانے کے بعد سیدھی جانب کلیان محل ہے اور بائیں طرف نہایت خوب صورت زنانے حمام کی دلکش عمارت ہے اس سے اور آگے بڑھ کر ایک بہت بڑا سنگ بست تالاب ہے جس کی ایک جانب پختہ گھاٹ بنا ہوا ہے یہاں بھی غلہ کا گودام ہے اور یہ تمام حصہ قلعہ کا پوری طرح محفوظ و محصور ہے اور اسی طرح راجہ گری جو راجہ کے رہنے کا مقام تھا خاص طور پر مستحکم و محفوظ بنایا گیا ہے۔ کرشنا گری میں کوئی خاص چیز دیکھنے کی نہیں ہے مگر پہاڑوں کے کندوں میں جو چکر دار سیڑھیاں تراشی ہیں وہ بجائے خود ایک عمدہ پناہ گاہ ہیں اس پہاڑی کی چوٹی پر بھی ایک چھوٹا سا مندر ہے۔ کچھ گرا پڑا حصہ دربار ہال کا باقی ہے۔ جس کی محرابیں اور کھڑکیاں اب تک موجود ہیں۔ اغلب ہے کہ یہ قلعہ راجگان بیجانگر کا بنایا ہوا ہے۔ اور پھر جس جس کا قبضہ رہا وہ اپنے حوصلہ اور ضرورت کے موافق ترمیم

Marfat.com

و تعمیر کر تا گیا۔ اس قلعہ کے استحکام کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ ذوالفقار خاں کو (جو اورنگ زیب کا وزیر تھا) پورے سات برس اس کے سر کرنے میں لگے) کے محاصرے میں مصطفیٰ خاں کو پورا ایک برس لگ گیا۔ اس اثناء میں مصطفیٰ خاں سخت بیمار پڑ گیا کوئی علاج کارگر نہ ہوتا تھا آخر کار اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ ملک ریحان نے مصطفیٰ خاں کی خطرناک حالت سے اطلاع دی اور لکھا کہ خان محمد کو یہاں بھیج دیا جائے۔ بادشاہ نے خان محمد کو جو نندی ہال میں سات ہزار سواروں کے ساتھ متعین تھا، مصطفیٰ خاں کی جگہ فوراً پہنچ جانے کا حکم دیا اور افضل خاں کو شاہ جی کے لشکر کو گرفتار کرنے کے لیے اور خواجہ سرا اعتبار خاں کو خیریت خاں متوفی کے مال و اسباب ضبط کرنے کے لیے بھیج دیا۔ یہ لوگ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ ۲۳/ ذی قعدہ ۱۰۵۸ھ روز پنج شنبہ کو مصطفیٰ خاں نے انتقال کیا۔ مصطفیٰ خاں نے اپنے مرنے سے پہلے ہی ملک ریحان کو بلا کر اعتبار خاں خواجہ سرا کے سامنے جو کچھ نقد و جنس سرکاری اور نیز اپنی سب چیز بست حوالہ کر دی اور تاکید کی کہ خاں محمد کے آنے تک شاہ جی کی حراست اور محاصرہ قلعہ جنجی کا پورا اہتمام رکھیں۔ مصطفیٰ خاں کی وفات کے بعد ملک ریحان نے ایشونت راؤ اور اسد خاں کی طمانیت خاطر کر کے نواب کے علاقہ کے لوگوں کو سارا اثاثہ تفویض کر دیا اور ڈھائی ہزار ہن دے کر نعش کو بڑے تزک و احتشام سے بیجاپور روانہ کر دیا۔ اعتبار خاں نے شاہ جی اور خیریت خاں کی جائداد اور کارخانجات کو ضبط کر لیا اور مہر بادشاہی لے کر کام چلانے لگا۔ خان محمد بھی حکم پہنچنے کے ساتھ ہی نندی ہال سے چل کر جنجی پہنچ گیا۔ ملک ریحان نے مصطفیٰ خاں کی وفات کے بعد بے سردار کے لشکر کی سنبھال اچھی طرح کی پچیس ہزار ہن فوج کی تنخواہ چڑھی ہوئی تھی وہ شاہی خزانہ سے دلوا دی اور قلعہ کا محاصرہ اور سختی سے کر لیا۔ اس طرف کے ملک کے کچھ حصہ پر قطب شاہیوں کا قبضہ بھی تھا، جس پر (میر جملہ متعین تھا میر جملہ کنتھا مضافات ایلور میں جو جنجی سے پانچ کوس تھا رہتا تھا) مصطفیٰ خاں کی زندگی میں ان دونوں میں یہ طے پا چکا تھا کہ نواب قلعہ جنجی میں رہیں اور میر جملہ گنجی کوٹے میں اور دونوں ایک دوسرے کی امداد کریں۔ مصطفیٰ خاں کی وفات کے بعد میر جملہ نے دیکھا کہ اس کا لشکر منتشر ہو گیا۔ خیریت خاں کا مال و اسباب ضبط ہو گیا اور شاہ جی مقید ہے اب ملک ریحان اکیلے سے قلعہ جنجی کا محاصرہ کیا سنبھلے گا آخر کار ناچار ہو کر محاصرہ اٹھانا ہی پڑے گا تو میں ہی قلعہ جنجی پر قبضہ کیوں نہ کر لوں۔ لہٰذا کھلم کھلا ملک ریحان سے کہلا بھیجا کہ آپ کا یہاں ٹھہرنا ہمارے مقاصد کے مخل ہے قلعہ کے لوگ آپ کی پناہ دہی میں ہیں آئندہ اگر کچھ الٹ پلٹ ہو جائے تو مجھ پر کچھ الزام نہیں ہے اگر مصطفیٰ خاں مر گیا تو میں تو زندہ ہوں اور میں

Marfat.com

Marfat.com

بادشاہ (عادل شاہ) کے احکام کی تعلیم کو حاضر ہوں۔ ملک ریحان نے دیکھا تو بے یار و مددگار تھا مجبوراً قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر مقام وسواتی میں جو ایلور سے سات کوس ہے جا کر ٹھہر گیا کہ اتنے میں خان محمد خان مع لشکر کے آ پہنچا اور پھر دونوں نے مل کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ راجہ روپ نائک کے آباواجداد قلعہ جنجی کی حکومت سات سو برس سے کر رہے تھے اور آج تک کسی نے ان کو چھیڑا نہ تھا اور قلعہ بہت مرفہ الحال اور آباد تھا لیکن روپ نائک خلاف راجگان سابق کے لہو و لعب اور عیش و عشرت پر پڑ گیا اور کاروبار ریاست سے بالکل بے خبر ہو گیا بہت سے امراء اور راجگان اس کے خلاف ہو گئے چنانچہ پنچاوڑ کے راجہ نے سرتابی کی اور محاصرے کے وقت ذرا بھی مدد نہ دی۔ آخر طوالت مدت محاصرہ اور بندش رسد سے عاجز آ کر قلعہ جنجی ۲ رذی الحجہ ۱۰۵۸ھ میں عادل شاہ کے حوالہ کر دیا گیا اور سوائے اس دولت کے جو دوران محاصرہ میں لوٹی گئی تھی جواہرات اور نقدیات ملا کر چار کروڑ ہن کی دولت ملی اور اس کے بعد بہت سے قلعہ جات ملک کرناٹک مقبوضہ ہنود مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔

حضرت ہاشم علوی کا اپنی عمر میں سے دس سال بادشاہ کو بخش دینا

سکندر عادل شاہ کے مرشد شاہ نعیم اللہ گنج الاسرار میں لکھتے ہیں کہ ایک دن قطب الاقطاب حضرت سید شاہ ہاشم الحسینی العلوی شاہ پور کی جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے کہ سلطان محمد کی طرف سے ایک خادم نے حاضر ہو کر معروضہ کیا کہ بادشاہ کا مزاج بالکل نادرست ہے اطباء علاج سے معذور ہیں مجھے حضرت اقدس کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ دعا فرمائیں آپ نے خادم سے کہا کہ ایک رومال لاؤ اور رومال پر کچھ دم فرما کر دیا کہ مقام ماؤف پر باندھو اللہ تعالیٰ فضل کرے گا لیکن عجب اتفاق ہوا کہ مرض میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ گو بیجاپور میں بہت سے بزرگ تھے لیکن بادشاہ کو حضرت ہی سے زیادہ اعتقاد تھا۔ اس لیے دوبارہ پھر التماس کرایا۔ آپ نے فرمایا کہ بادشاہ کے باپ ابراہیم عادل شاہ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے کہ مجھے قید فرنگ سے چھڑایا جس کا معاوضہ ضرور ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ بادشاہ کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور جب تک جان کے بدلے جان نہ دی جائے کچھ ہو نہیں سکتا لہٰذا میری زندگی کے دس سال باقی ہیں وہ میں بہ خوشی بادشاہ کو بخشتا ہوں اور یہ کہتے ہی بادشاہ کی بیماری آپ کو لاحق ہو گئی۔ اور فریش ہو گئے۔ فرماتے تھے کہ عاشق صادق کو خود موت کی تمنا رہتی ہے۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ (موت ایک پل ہے جو دوست سے دوست کو ملا دیتا ہے) اس واقعہ کے تیسرے دن آپ نے رحلت فرمائی اور بادشاہ چنگا ہو گیا۔

Marfat.com

حضرت کے محروس ہو جانے کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ جس وقت آپ حج بیت اللہ سے واپس تشریف لائے تھے تو بندر گوا میں کشتیوں کا داخلہ ممنوع تھا آپ کو معلوم نہ تھا آپ کی کشتی چلی آئی گورنر گوا نے آپ کو مع جملہ سواران کشتی کے قید کر لیا۔ ادھر یہ واقعہ گزرا ادھر بیجاپور میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ سے خواب میں ارشاد فرمایا کہ ہمارا ایک فرزند سید ہاشم قید فرنگ میں گھر گیا ہے اسے چھڑا دے۔ بادشاہ نے امراء کے سامنے اس خواب کا ذکر کیا جو لوگ اس امر سے واقف تھے کہا کہ بندر گوا میں کچھ لوگ قید ہو گئے ہیں ممکن ہے کہ ان میں کوئی سید صحیح النسب ہو۔ بادشاہ نے اسی وقت حاکم بندر گوا کو اشفاق نامہ لکھا۔ گورنر نے فوراً جیل پر حکم رہائی سید ہاشم کا بھیج دیا وہاں پوچھا کہ اس نام کا کوئی شخص ہے تو حضرت خاموش ہو رہے اور دوسروں سے کہا کہ تم اپنا نام بتا کر نکل جاؤ چنانچہ جتنے آدمی اس نام کے تھے سب چھوڑ دیے گئے۔ لیکن دوسری مرتبہ پھر بشارت ہوئی کہ تو نے ہمارے کہنے پر اب تک عمل نہیں کیا اور ہمارے فرزند کو نہ چھڑایا۔ بادشاہ بہت گھبرایا اور دوبارہ گورنر کو لکھا گورنر نے اور تیس شخص جو اپنا یہی نام بتلاتے تھے چھڑا دیے۔ لیکن بار سوم بشارت ہوئی تب بادشاہ سے لوگوں نے کہا غالباً ایسا ہو گا کہ جن سید کی نسبت ارشاد ہوا ہے وہ اب تک رہا نہ ہوئے ہوں گے اور وہ نہ چاہتے ہوں گے کہ اکیلے رہا ہوں ان کی آڑ میں دوسرے لوگ چھوٹ گئے ہیں اور شاید ان بزرگ کا منشا یہ ہو گا کہ جتنے لوگ پکڑے گئے ہیں جب تک سب نہ چھوٹ لیں میں اکیلا رہا ہونا پسند نہیں کرتا تب بادشاہ نے سہ بارہ لکھا اور بادشاہ کے لکھنے پر جتنے قیدی گرفتار کیے گئے تھے سب کے سب چھوڑ دیے گئے۔

سلطان محمد کے عہد کے علماء و شعراء

ملا ظہوری مشہور شاعر لکھتا ہے کہ ۱۰۵۱ھ میں نواب خاں بابا نے بہ حکم شاہ ذی جاہ حکم فرمایا کہ تدوین تاریخ کا کام میرے سپرد کیا جائے اور احوال سلاطین دکن جو رفیع الدین ابراہیم شیرازی قلم بند کر رہا تھا میں نے اس کی تکمیل کی ابراہیم خاں یہ شخص بڑا ذی علم اور چوٹی کا شاعر بے بدل تھا۔ سید نور اللہ بڑا بھاری منشی اور نثار تھا۔ حکیم آتشی بڑا مشہور اور حاذق حکیم تھا۔ مرزا مقیم، مرزا دولت شاہ یہ دونوں بھی شاعران بلند پایہ تھے۔

سلطنت عادل شاہیہ کی توسیع بعہد سلطان محمد

اس بادشاہ کے عہد میں سلطنت عادل شاہیہ کی بڑی توسیع ہوئی۔ خاندان عادل شاہیہ میں یہی پہلا

Marfat.com

شخص ہے جسے شاہ کا خطاب ملا اور اسی کے عہد میں شرفائے مکہ و والیان کشور عرب اور شاہ صفی اور شاہ عباس ثانی نے اپنے اپنے ایلچی تحفے اور ہدایا کے ساتھ بھیجے۔ قطب شاہ اور تمام امراء و سر برآرائے دکن اور انگریز اور راجہ ملیبار اور کرناٹک اور تمامی امراء اور روسا نے چاروں طرف سے نذریں اور پیشکش اور باج و خراج دینا قبول کیا۔ جب بادشاہ نے تاج جہاں بیگم سے عقد کیا جو عبدالرحمن کی لڑکی اور بادشاہ کی ماموزاد بہن تھیں تو کلامی صاحب قرآن ثانی اور شاہ عباس ثانی اور جملہ بادشاہان اور راجگان نے اپنے اپنی طرف سے علاوہ تحف اور ہدایا کہ ایلچی بھیجے۔ فتوحات بھی اس کے عہد میں بے شمار ہوئیں چنانچہ قلعہ شولاپور جو بڑا مشہور اور مستحکم قلعہ تھا تھوڑی سی فوج سے اسی نے فتح کیا۔ سدی ریحان قلعہ دار نے شکست پائی اور قلعہ سپرد کر کے خود اسی بادشاہ کے امراء میں داخل ہو گیا۔ نقل ہے کہ ایک شب ماہ میں بادشاہ عدالت محل کی چھت پر بر آمد تھا اور خاص طور پر اہتمام کر کے تمام فرش سفید کیا گیا تھا۔ اور تمام امراء بھی لباس سفید میں حاضر تھے۔ اس سادگی میں عجیب لطف تھا۔ محل بقعہ نور بنا ہوا تھا اور مجلس رقص و سرود و جشن شاہی کی برپا تھی۔ آدھی رات کے وقت بادشاہ نے کھڑے ہو کر شہر کی حالت دیکھی تو ہر طرف سے سوائے نائے سوار اور صدائے سرود اور آواز چنگ و رباب اور طنطنۂ شادی و نشاط کے کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر بادشاہ تھوڑی دیر کے لیے نیچے اتر گیا اور دوگانہ شکریہ اور سجدہ شکر درگاہ رب العزت میں ادا کیا کہ الحمد للہ والمنۃ کہ میرے زمانے میں رعایا فارغ البال رنج والم سے آزاد ہے۔ کسی بادشاہ کے لیے اس سے بڑھ کر کیا مسرت ہو سکتی ہے کہ اس کی رعایا اس کے سایۂ عاطفت میں امن چین کی زندگی بسر کرتی ہو۔ افضل خاں سراپردے کے پاس کھڑا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ افضل خاں جی! شہر کیا کہتا ہے۔ افضل خاں آداب بجالایا اور عرض کی کہ سارا شہر اپنے پیارے بادشاہ کے حق میں دعائے خیر کرتا ہے اور دن عید اور رات شب برات ہے۔ حضرت کے عدل و انصاف سے شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ بادشاہ یہ سن کر خوش ہوا لیکن ساتھ ہی ذرا سوچ میں گیا اور تھوڑی دیر کے بعد افضل خاں سے دوبارہ مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ تو کہو کہ اگر شاہ جہاں سے ہم سے چھڑ جائے تو ہمارے ملک کا کیا حال ہوگا افضل خاں نے کہا جہاں پناہ یہ تو دنیا کا قاعدہ ہی ہے سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا اور یہ پھلا پھولا چمن بگڑ جائے گا۔ بجائے سور و سرور کے نالہ ہائے واویلا بلند ہوں گے (بادشاہ جب کسی شہر کو بزور فتح کر کے اس میں داخل ہوا کرتے ہیں تو ان کا دستور ہے کہ اس کو خراب اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے تھے)۔ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔

Marfat.com

سلطان محمد کے عہد میں شاہان مغلیہ کے ایلچی کا آنا

بادشاہ سے اور افضل خاں سے جو گفتگو ہوئی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک ہفتہ پیشتر بادشاہ دہلی کا فرمان عتاب آموز صادر ہوا تھا جس میں تین اعتراض تھے۔

(۱) ہمیشہ سے عدالت گاہ اندرون قلعہ ارک تھی خلاف عمل درآمد سابقہ بیرون قلعہ داد محل بنانے کی کیا وجہ ہے سلطان محمد نے ایک قصر عالی شان بیرون قلعہ بنایا تھا، جس کا نام داد محل رکھا جواب آثار محل کے نام سے مشہور ہے۔

(۲) پہلے بادشاہوں نے قلعہ میں ہی ایک وسیع میدان فوج کے ملاحظہ اور ہاتھیوں کی جنگ کے واسطے رکھا تھا لیکن تم نے قلعہ کے باہر ایک دوسرا وسیع میدان محاذی برج شرف جواب اٹ کے نام سے مشہور ہے بلا وجہ مقرر کیا۔

(۳) اپنے وزیر کو بطور خود خلاف عمل درآمد سابق بدون ہماری استرضاء کے "خان خاناں" کا خطاب دیا۔ حالاں کہ بادشاہان مغلیہ سلاطین دکن کو اپنا مطیع اور باج گزار سمجھتے ہیں اور سلاطین دکن میں سے کسی کو 'شاہ' نہیں لکھتے لیکن ہم نے ہی (شاہ جہاں) نے ۱۰۵۸ھ میں خطاب شاہی سے مخاطب فرمایا۔ ان تین امور کے متعلق اعتراض ہوا تھا کہ خلاف عمل درآمد سابق آپ نے جدت کی ہے اور یہ امور شاہاں خود مختار کے شایان ہیں نہ کہ آپ کے۔ لہٰذا ان کی فوراً اصلاح کیجئے ورنہ جنگ کی تیاری کیجئے۔ بادشاہ نے مجلس شوریٰ منعقد کر کے مشورت کی سب نے یہی کہا کہ دبنا ٹھیک نہیں ہم مقابلے کے لیے تیار ہیں اور جواب دیا گیا کہ بسم اللہ ہم بھی مقابلے کے لیے حاضر ہیں اور چاہتے ہیں کہ شمشیر زہر آب دکھنی اور تیغ فولاد ہندی کا مقابلہ ہو جائے اور ہم بالکل تیار ہیں کہ کنار رود نربدا آپ کی ہماری افواج کے جوہر جواں مردی کھل جائیں۔ یہی جواب لکھ کر ایلچی کو رخصت کیا اور اسی رات وہ بادشاہ عدالت محل پر چاندنی کی سیر کو برآمد ہوا اور اس بارے میں جو گفتگو بادشاہ اور افضل خاں سے ہوئی ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ بادشاہ نے افضل خاں سے پوچھا کہ اب تمہاری صلاح کیا ہے؟۔ افضل خاں نے عرض کیا کہ اگرچہ بفضل الٰہی و باقبال سرکار ہم ہر طرح بادشاہان مغلیہ کے مقابلے کی طاقت رکھتے ہیں اور ممکن ہے کہ ہم ان کو نربدا کے اس پار نہ اترنے دیں لیکن اس میں ہزارہا جانیں ضائع ہوں گی اور کتنے بچے یتیم اور کتنی عورتیں بیوہ ہو جائیں گی۔ اور ملک تباہ ہوگا سو الگ۔ فدوی کی رائے میں اگر یہ نوبت ہی نہ آنے تو اولیٰ اور انسب

Marfat.com

ہے۔ بادشاہ نے افضل خاں کی رائے پسند کی اور ایلچی کو تین منزل سے واپس بلالیا اور جواب صلح آمیز او مطیعانہ لکھا اور عدالت گاہ اور جنگ فیلاں دونوں موقوف کر کے پھر قلعہ کے اندر لے گیا اور خطاب خاں خاناں کے واسطے معذرت کی اور اس طرح بڑی خوں ریزی سے ملک کو بچایا۔ یوں برابر ۳۲ سال تک رعایا اس بادشاہ کے عہد میں میٹھی نیند آرام سے سوتی رہی۔ ناظرین پر مخفی نہ ہوگا کہ سلطنت عادل شاہیہ کا دور دورہ یوسف عادل شاہ کے زمانے سے لے کر سکندر عادل شاہ تک دو سو سال رہا لیکن بمصداق خَيْرُ الْأُمُورِ اَوْسَطُهَا (درمیانی روش سب سے اچھی ہوتی ہے) سلاطین عادل شاہیہ کی معراج الکمال کا زمانہ اگر پوچھئے تو سلطان محمد اور اس کے والد امجد ابراہیم عادل شاہ کا تھا۔ دونوں کو ملالو تو صرف ۸۰ برس ایسے گزرے کہ جس میں رعایا برایا مرفہ الحال افواج و لشکر بہمہ جہت آراستہ و پیراستہ تھا یا یوں کہئیے کہ یوسف کے وقت میں آفتاب سلطنت کا طلوع ہوا اور ان دو بادشاہوں کے زمانے میں نصف النہار تھا اور اس کے بعد زوال شروع ہوا اور رفتہ رفتہ سکندر کے زمانے میں غروب ہو گیا۔

شاہزادہ اورنگ زیب کا دکن میں آنا ۱۶۵۰ء

شاہزادہ اورنگ زیب پھر ملک دکن میں ۱۶۵۰ء میں آیا اور آتے ہی بادشاہان گولکنڈہ سے چھڑ گئی جس کی وجہ سے اورنگ زیب کو فوج کشی کرنی پڑی جس کے واقعات ہم نے اس وجہ سے نظر انداز کیے کہ ہماری اس تاریخ سے اس کو تعلق نہیں ہے اس کے لیے جداگانہ کتاب درکار ہے۔

سلطان محمد عادل شاہ کی وفات ۱۰۶۷ھ م ۱۶۵۶ء

سلطان محمد عادل شاہ نے ۲۸ ر محرم ۱۰۶۷ھ روز سہ شنبہ کو نو بجے دن کے انتقال کیا اور اپنے بنائے ہوئے مشہور گول گنبد میں جسے بولی گنبد بھی کہتے ہیں جو بہترین عمارات بیجاپور ہے مدفون ہوا۔ یہ گنبد نہایت عظیم الشان اور قابل دید ہے جس کا مفصل ذکر عمارات کے ذیل میں آئے گا۔ مدت سلطنت اکتیس سال ہے۔ گنبد میں وفات کے تاریخ کے کتبے جنوب رخ دروازے کے اندرونی جانب تین رواقوں میں جدا جدا لگے ہوئے ہیں یہ ہیں۔

عاقبت محمد محمود شد	سلطان محمد جنت آشیانی	محمد شہ دار السلام شد
۱۰۶۷ھ	۱۰۶۷ھ	۱۰۶۷ھ

Marfat.com

سلطان محمد کا کیریکٹر

یہ بادشاہ بڑا رعایا پرور اور رحم دل تھا چنانچہ نقل ہے ایک دن ایک معزز مہاجن مع چند اپنے رفقاء اور لوگوں کے کسی کام پر جا رہا تھا اور دروازہ آللہ پور سے باہر نکلا۔ دروازے میں نانگواڑیوں کا مہتر بیٹھا ہوا تھا اس کو مہاجن نے سلام کیا۔ اس نے ویسے ہی بیٹھے بیٹھے دو انگلیاں ماتھے پر رکھ لیں ذرا تعظیم نہ دی۔ یہ بات مہاجن کو سخت ناگوار ہوئی کہ دیکھو اس کا غرور ہم رعایائے بادشاہ ہیں بادشاہ تو ہماری خاطر کرتا ہے اور اس نفرے نے ذرا پروانہ کی اب نانگواڑیوں کی نظر میں ہماری کیا وقعت رہے گی آج کو یہ کل کو ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی ہماری بے وقعتی کرنے لگیں گے اور رفتہ رفتہ بادشاہ بھی ہم کو حقارت سے دیکھے گا چلو اس شہر کو ہی خیر باد کہیں۔ مردن بعلت بہ از زندگانی بذلت۔ غرض سب کے سب جلاوطن ہو گئے اور رات کو اپنے اپنے گھروں میں نہ آئے۔ بادشاہ ذی جاہ کو جب یہ خبر ملی تو بہتر متاثر ہوا اور فوراً سزا و لان قہرناک کو نانگواڑیوں کی سزا دہی کے لیے مقرر کیا اور اپنے خاص لوگوں کو مہاجنوں کی دل جوئی اور استمالت کے لیے بھجوا کر بہ فہمائش تمام ان کو واپس بلوایا۔ مہاجنوں نے ارض کی کہ اب ہم اس دروازے سے تو شہر میں کبھی نہ گھسیں گے جہاں ہماری اس طرح تذلیل ہوئی ہے۔ بادشاہ کو اس قدر رعایا کی خاطر عزیز تھی کہ ان کی ہٹ کو قبول کیا اور فوراً میر معمار کو حکم دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو فصیل توڑ کر نئے دروازے سے ان سب کو شہر میں لاؤ چنانچہ راتوں رات دروازہ بن گیا اور یہی وہ دروازہ ہے جو بادشاہ دروازے کے نام سے مشہور ہے۔ نقل ہے کہ ایک دن بادشاہ جہاں پناہ ایک بلند محل کے اوپر برآمد تھے اور آبادی کا نظارہ فرما رہے تھے۔ دیکھا کہ جو محلے آباد ہیں وہاں سے کھانا پکانے کا دھواں اٹھ رہا ہے لیکن دیانت پور کی طرف سے جسے بہمن پلی بھی کہتے ہیں اور مضافات شہر میں خاص برہمنوں کی آبادی ہے کہیں دھوئیں کا پتہ نہیں۔ مصاحبین سے ان کا سبب پوچھا عرض کی کہ یہ آبادی برہمنوں کی ہے وہ ایک ہی وقت پکاتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھاتے ہیں۔ رحم دل بادشاہ نے خیال کیا کہ غالباً مفلسی اور تنگ دستی کی وجہ سے ان لوگوں کو دو وقت روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اسی وقت حکم دیا کہ ان کی معاش دو چند کر دی جائے کہ پیٹ بھر کے دو وقت کھائیں۔ بادشاہ کو یہ معلوم نہ تھا کہ غریب ہوں یا امیر برہمنوں کی عادت ہی ایک وقت کھانے کی ہے۔ مصاحبین جانتے تھے مگر مصلحتاً خاموش رہے اور اسی دن سے جتنے برہمن تھے سب کی معاش دو چند ہو گئی۔

Marfat.com

سلطان محمد شاہ کے وقت کی عمارات اور مشہور تاریخی واقعات

دولت خاں کو خواص خاں کا خطاب ملا۔ ۱۰۳۶ھ میں دولت پور المشہور بہ رسول پور کی بنیاد پڑی ۱۰۳۷ھ میں آقا رضوان سے قلعہ پرینڈہ کو فتح کیا۔ اسی سال ملک میدان مشہور توپ کو پرینڈہ سے مراری پنڈت بیجاپور لایا۔ ۱۰۴۲ھ میں مراری پنڈت کے اہتمام سے کمٹگی میں چوکھنڈی بنائی گئی۔ ۱۰۴۵ھ میں نواب مصطفیٰ خاں اور دولت خاں کے آپس میں نفاق ہو کر جنگ ہوئی۔ اسی جنگ میں حضرت شاہ مرتضیٰ (فرزند حضرت شاہ ہاشم چشتی العلوی و پدر شاہ برہان الدین قدس اللہ سرہ) مصطفیٰ خاں کے پاس بیٹھے تھے کہ تیر لگا اور وفات پائی۔ اسی سال خواص خاں نے نواب کو دھوکا دے کر قلعہ بلگاؤں میں قید کر دیا۔ اسی سال خواص خاں مارا گیا اور نواب قید سے چھوٹا۔ شاہ جہاں دولت آباد کو آیا اور عادل شاہ سے صلح ہو گئی۔ ۱۰۴۷ھ میں شہزادہ علی عادل شاہ پیدا ہوا۔ ۱۰۴۸ھ میں نیلکور اور سرا دونوں فتح ہوئے۔ ۱۰۴۹ھ میں رندولہ خاں کے اہتمام سے بسواپٹن فتح ہوا۔ جس کی تاریخ یہ ہے مصرع ''کند رندولہ فتح از لطف دیاں''

۱۰۵۶ھ گگن محل جل گیا اسی سال داد محل نہایت مطلا مذہب اور رنگ آمیز بنوایا گیا، جواب آثار محل کے نام سے مشہور ہے۔ محرم ۱۰۵۸ھ میں شہنواز خاں کا انتقال ہوا۔ اسی سال رجب کے مہینے میں شاہ جی کو قید کیا۔ ذی قعدہ میں نواب مصطفیٰ خاں کی وفات ہوئی ذی الحجہ میں قلعہ جنجی فتح ہوا۔ ۱۰۶۱ھ شاہ جہاں کی طرف سے سلطان محمد کو محمد عادل شاہ کا خطاب ملا۔ ۱۰۶۳ھ خاں محمد نے قلعہ پلکنڈہ فتح کیا۔ ۱۰۶۴ھ بیگم تالاب سے قلعہ کے اندر پانی لایا گیا جس کا نام ''آب افضل ندا'' ہے۔ اسی سال ایک بڑا زلزلہ آیا اور اسی سال ایلور فتح ہوا۔

تعداد لشکر: سوار ساڑھے تین لاکھ، احشام دو لاکھ، ہاتھی ڈیڑھ ہزار، پیادگان بے شمار۔

سلطنت بیجاپور کی وسعت اور آمدنی

چوں کہ اس ملک کی اصل زبان کنڑی ہے اس واسطے کرناٹک کہلاتا ہے۔ یہاں کے اصل باشندے نہایت جری محنت کش ہیں۔ یہ ملک گویا دکن کا بڑا حصہ ہے جنوبی سرحد بدنور ہے۔ مشرقی حیدر آباد دکن شمالی اور غربی تابہ ساحل سمندر۔ یہ ملک تمامی اقالیم ہند میں بڑا زرخیز ہے۔ چنانچہ زباں زد خاص و عام ہے کہ دکن میں ہن برستے ہیں۔ مشہور ہے کہ ایک سلطنت بیجانگر ہی کی آمدنی بیس کروڑ ہن تھی اور پھر ا

Marfat.com

کے سواء اور بہت سے بڑے بڑے راجہ بھی تھے ان کا شمار نہیں۔ اس ملک کا سکہ مروجہ ہن، مہر، پرتاب، دھرن، پگوڑا تھا۔ صرف عالم گیر کے وقت سے روپیہ چلا۔ سلسلہ عادل شاہیہ کا آغاز یوسف بیگ ساوی سے ہوا اس نے ہی قلعہ ارک کی بنیاد ڈالی اور بیجاپور کو پایہ تخت بنایا۔ اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ کی دونوں فصیلیں پختہ و سنگ بست از سر نو تعمیر کرائیں اس کے بعد اس کے بیٹے علی عادل شاہ نے شہر کا حصار بنوایا۔ سرکار بیجاپور میں ۲۸۱ محال یعنی پرگنہ تھے اور کل محاصل صوبہ بیجاپور کے بروے دفتر آصف جاہی سات کروڑ چوراسی لاکھ اکسٹھ ہزار سترہ روپے ڈیڑھ آنہ تھا اور یہ تعداد عالم گیر کی مقرر کی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف بندرگاہیں قبض و تصرف میں تھیں۔ بندر دابل، سات ہزار، بندر کیل سات ہزار، بندر جیول پندرہ ہزار، بندر سنکر دس ہزار، بندر گوا سینتیس ہزار پانچ سو جو آگے چل کر پرتگالیوں کے قبضے میں آ گیا۔ اسلام بندر عرف راجہ پور چوبیس ہزار، بندر ساہتی دس ہزار، بندر کھاڑی پانچ ہزار، بندر پھلچری (پانڈیچری) پانچ ہزار، بندر ساتولی تین ہزار پانچ سو، بندر محمد آباد عرف سدھوٹ پانچ ہزار، بندر کیرا پانچ ہزار، مختلف مقامات سے حسب ذیل پیش کش آتا تھا جو پچھلے حساب کے علاوہ ہے اور جس کی میزان پانچ لاکھ اکسٹھ ہزار چھ سو انتالیس روپے اس تفصیل سے ہے۔

(۱) زمینداران سرنگ پٹن۔ (۲) دوسرا زمیندار اسی نواح کا۔ (۳) زمیندار سوندہ۔

Marfat.com

[illegible]

زمین وار [illegible]

زمین وار [illegible]

زمین وار [illegible]

زمین وار [illegible]

زمین وار [illegible]

زمین وار [illegible]

Marfat.com

مختصر دستورالعمل و ضوابط بادشاہان عادل شاہیہ

بادشاہ کو چاہئیے کہ سب سے اول منصف و عادل ہو

شاہ را بہ بود از طاعت صد سالہ زاہد قدر یک ساعت عمرے کہ درو داد کند

سب سے پہلا کلام بادشاہ کا یہی ہے کہ اپنے ملک کی آبادی اور رعایا کی فلاح و بہبودی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھے۔ جری اور بہادر اور جنگ آزمودہ لوگوں کی فوج جمع کرے جو ہر طرح آراستہ اور پیراستہ ہو اور ہمیشہ ان کی اصلاح حالت میں کوشاں اور ان کی ضروریات کا قرار واقعی بندوبست کرے۔ وزیر صاحب الرائے مدبر شائستہ اور نمک حلال جس پر کامل بھروسہ ہو مقرر کرے۔ فوج کی تقسیم دو حصوں پر ہو۔ (۱) وزراء، جماعت خاص امراء۔ (۲) خاصہ فیل کہ جس میں اچھے اچھے لوگوں کی گنجائش ہو۔ پایہ تخت اور قلعہ جات کا کافی انتظام کر کے ہمیشہ غنیم کی مدافعت پر مستعد رہے۔ جو زمیندار خودسر اور خودمختار ہوں ان کا زور توڑ کر ان کو تابع فرماں کرے اور جو بغاوت کرے اس کا ملک چھین لے۔ جو نیا ملک فتح ہو وہاں کے لوگوں سے نرمی اور آشتی سے پیش آئے۔ ان کی معاش ہائے سابقہ تنخواہ و جاگیر و انعام وغیرہ بدستور جاری رکھے ورنہ یہی لوگ چوطرف پھیل کر فتنہ و فساد پھیلائیں گے اور ایک عام شکایت پیدا ہو جائے گی۔ اپنی قلمرو میں احکام اہل اسلام کے جاری کرے۔ غیر قوم کے لوگوں کو بڑی بڑی حکومتیں دینا خطرناک ہے۔ ملک مفتوحہ کے کسی وارث کو جگہ نہ رہنے دے بلکہ کسی دوسری جگہ معقول وظیفہ دے کر رکھے اور اس کی خاطر داری اور دلجوئی اس طرح کرے کہ بھول کر بھی اس کو اپنی موجودہ حالت پر افسوس نہ ہو۔ بہت سے غلام و حبشی، ترکی، ہندی جمع کرے ان کو تعلیم دلائے اور حسب حوصلہ ان کو خدمات دے اور اپنے گردو پیش حاضر باش رکھے ان میں جو نالائق اور شریر ہوں فوراً ان کو نکال دے۔ محض سنی سنائی باتوں پر بلا ثبوت کے مواخذہ نہ کرے۔ ثبوت ملے تو سزا دیے بغیر نہ چھوڑے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ فریقین مقدمہ کی پوری تحقیقات کرے جو اس میں جھوٹا ہو اسے سخت سزا دے تاکہ جھوٹے استغاثوں کا سدباب ہو۔ قلعوں اور سرحدی مقامات پر سوائے معتبر اور اپنے بھروسے کے آدمیوں کے دوسروں کو نہ رکھے اور ہر تین سال کو ان کا تبادلہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کرتا رہے۔ جس قلعہ کے تحت میں بہت سا ملک ہو وہاں ایک نائب غیبت بھی مقرر کرے۔ قاضی اور خطیب اور سب حاکموں کو انصاف رسانی اور دادرسی مظلوماں اور رعایا سے بہترین سلوک کرنے اور احکام شرعیہ سے

Marfat.com

مطابق عمل رکھنے کی سخت تاکید کرے۔ ملک کی تقسیم صوبوں میں کی جائے اور بڑے بڑے مقامات کو محصور کیا جائے۔ رشوت ستانی کی تا بہ امکان روک تھام کی جائے دیانت داروں کی قدر کریں۔ تمام ملک میں یکساں اوزاں ہوں نہ رتی بھر زیادہ نہ کم، جس حصۂ ملک کے جو قدیم اوزان ہوں وہ قائم رہیں مگر یہ نہ ہو کہ لینے کے ایک وزن ہوں اور دینے کے دوسرے یا کسی کو ایک ماپ سے دیں اور کسی کو دوسرے سے ان میں یکسانیت ضرور ہے۔ نماز جمعہ اور خطبہ کا انتظام رکھیں۔ سب لوگوں کو جامع مسجد میں نماز ادا کرنے کی تاکید کریں اگر جامع مسجد کافی نہ ہو تو البتہ دوسری مسجدوں میں لوگ جاسکتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے لوگوں کے تہوار مثلاً ہولی، دیوالی، دسہرہ ودیگر رسوم میں معترض نہ ہوں۔ مقامات متبرکہ جامع مسجد، آثار مبارک، روضہ ہائے اولیائے کرام میں جہاں جہاں لنگر اور جو معاش جاری ہے بدستور بحال رکھیں مگر ادائے شرط خدمت کی نگرانی کریں کہ طعام و آش لنگر مستحقین اور مساکین و محتاجین کو ملے۔ کسی قسم کی ملونی لنگر میں نہ ہو جو تیار ہو اچھا ہو۔ صفائی رہے یہ نہیں کہ کتے بلی منہ ڈالیں۔ غیر مستحقین کو ہرگز نہ دیں نہ ایک دانہ بیجا صرف ہو۔ آثار شریف میں دو مدرس ہمیشہ مقرر رہ کر حدیث شریف اور فقہ کی دینی تعلیم دیں۔ طالب العلموں کو صبح کو آش و نان بریانی اور مزعفر دی جائے۔ شام کو گیہوں کی روٹی اور کھچڑی اور متفرق خرچ کو ایک ہن ماہانہ، تمامی قسم کی کتب عربی و فارسی سرکار سے ملتی تھیں۔ ہر سال امتحان ہوتا تھا اور ہن انعام میں تقسیم ہوتے تھے۔ جامع مسجد میں دو ملا بچوں کو پڑھاتے تھے اور دو مدرسے عربی کے اور ایک فارسی کا تھا۔ طلباء جو مفلس اور غریب ہوتے تھے ان کو صبح کو دو روٹیاں گیہوں کی اور کھچڑی اور شام کو بریانی مزعفر اور کچھ میٹھا دیا جاتا تھا اور ہر مہینے ایک ہن اور کتابیں مفت ملتی تھیں۔ سالانہ ماہ ذی الحجہ میں امتحان ہو کر نقدی انعام ملتا تھا اور جو لائق نکلتا تھا اسے معقول خدمت دی جاتی تھی۔ تمامی مسجدوں میں پیش امام مؤذن چراغ بتی کے لیے معاشیں جاری تھیں۔ داروغہ کے متعلق اہتمام جاروب کشی، بوریہ، جانماز، شطرنجی وغیرہ کا تھا۔ رمضان شریف میں ختم کلام مجید ہوتے تھے۔ کوئی شخص جا بے جا بلا اجازت مسجد نہ بنا سکتا تھا کہ مسجد ثواب کے واسطے بنواتے ہیں بے موقع مساجد بنانے سے بوجہ بے اہتمامی و بے حرمتی ہوتی ہے اور بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہوتا ہے۔ اگر محض ثواب مقصود ہے تو مسافر خانے، سرا، پل اور کنوئیں جو چاہے اور جہاں چاہے بنا سکتا ہے۔ یوں تو تمام مساجد معمور تھیں مگر خاص کر رمضان شریف میں بڑا اہتمام ہوتا تھا اور سرکار سے حفاظ، قاری و سامع مقرر ہو کر نماز تراویح ادا ہوتی تھی۔ اور ایسی طرح بزرگان دین کے اعراس، قبروں کے غلاف

Marfat.com

وغیرہ کا اہتمام تھا۔ تکیہ داروں اور سبیل داروں کو بھی معاشیں تھیں ہر جگہ لنگر خانے جاری تھے جس میں پختہ غذا ملتی تھی اور محتاج ہنود کو سیدھا آٹا اور چاول دیا جاتا تھا۔ ہندو مسافر کو فی کس سوا سیر آٹا اور آدھ سیر چاول اور پاؤ سیر دال ارہر یا مونگ کی اور چار چھٹانک گھی اور تین جیتل (پیسے) مسالے اور لکڑی وغیرہ کے واسطے ملتے تھے۔ مال غنیمت اور زکوۃ اور خمس وغیرہ سب جامع مسجد اور آثار محل میں جمع رہتا تھا اور حسب احکام شرع اس کا مصرف ہوتا تھا۔ دو قاضی، دو مفتی، دو مشائخ، دو صدر الصدور اور ایک خطیب مسجد جامع اور خطیب عید گاہ اور ایک امین اور ایک کوتوال ان کی کمیٹی مصارف بالائی ذمہ داری تھی۔ مشائخ اور علماء کو وظائف اور یومیہ اور انعام حسب حیثیت مقرر تھے۔ سالانہ آثار محل میں ماہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو ایک ہزار ہن، دوسری کو دو ہزار وقس علی ھذا۔ تا دوازدہم شریف جملہ اٹھتر ہزار ہن اور اسی طرح عشرہ محرم میں پچپن ہزار ہن اور علاوہ انعامات و وظائف کے چار مواضع مصارف کے لیے خدام کو جاگیر بھی تھے۔ چنانچہ سکندر شاہ کا فرمان اسی مضمون کا کاغذ مطلا پر نہایت تکلف سے لکھا ہوا متولی کے پاس اس وقت تک موجود ہے۔ قلعہ دار کے پاس پانچ سو سوار رہتے تھے تاکہ وقت ضرورت کام آئیں اس کے علاوہ پانچ ہزار برق انداز جنگی بھی مقرر تھے۔ توپ انداز، بان انداز ہمیشہ معتبر ہوں۔ شہر میں جا بجا سواروں اور احشام کی نشست تھی۔ شہر کے دروازوں پر واقعہ نویس اور اخبار نویس معتبر اور چند سوار رہا کرتے تھے جن کی نشست باری باری سے مقرر تھی اور احتیاط اس امر کی تھی کہ کوئی اجنبی شخص بلا اجازت بواب کے نہ شہر کے اندر آسکے نہ شہر سے باہر جاسکے۔ اور نیز اس امر کی تحقیقات کے بدوں کوئی شہر میں نہ آنے پائے کہ کہاں سے آیا ہے کہاں جانے کا کتنے دن کہاں ٹھہرے گا۔ اس کام کو [illegible] دار الضرب میں سکہ ہائے طلائی و نقرئی و مسی و ہن و نیم ہن و ربع ہن روپیہ اٹھنی چونی شش جیتل، سہ جیتل، دو جیتل، یک جیتل مسی موجود رہتے تھے جو وزن میں بالکل یکساں تھے اور زر و نقرہ [illegible] سے مسکوک ہوتے تھے عیار نہیں ملایا جاتا تھا اور بہت نگرانی رہتی تھی کہ کوئی کھوٹ نہ ملایا جائے۔ شہر میں باغات کثرت سے تھے اور بازاروں میں غلے کے انبار ہر طرف لگے رہتے تھے۔ چوڑے چوڑے کشادہ راستے اور سڑکیں تھیں۔ دربار شاہی سے دونوں دروازوں تک بڑی بڑی سڑکیں تھیں جن کے دونوں طرف دکانیں تھیں جن کے سامنے سائبان یا چھپہ ڈالنے کی اجازت نہ تھی کہ علاوہ بے رونقی کے راستے تنگ ہو جاتے ہیں۔ کوتوال شہر رات دن شہر کی حفاظت کا ذمہ دار تھا۔ چوروں اچکوں اور [illegible] بروں سب پر اس کی نگاہ رہتی تھی۔ جہاں کہیں چھوٹی یا بڑی چوری ہوئی اس کا سراغ مدعی سے لگا کر

Marfat.com

سارقین کو حسب احکام شرع شریف سزادی جاتی تھی۔ قیدیوں کو خوراک سرکار سے دی جاتی تھی۔ امراءوشاہزادگان کے ملازمین، غلام وغیرہ کسی پر زیادتی نہ کرنے پائیں اگر احیاناً ایسا ہو جاتا تو پہلے ان کے مالک کو اطلاع کر کے ان لوگوں کو سزادی جاتی تھی۔ بادشاہ نے داد محل اور سات محل پر ایک ایک گھنٹی لگا کر رسی باہر چھوڑ دی تھی کہ جس کسی کی داد فریاد کو حکام نہ پہنچیں وہ گھنٹی ہلا کر پیشگاہ حضوری میں داد خواہ ہو اور سخت تاکید تھی کہ کوئی داد خواہوں کو نہ روکے۔ لیکن شرط یہ تھی کہ پہلے حاکم مجاز کے پاس اپنی فریاد لے جائے اگر وہاں دادرسی نہ ہو تو ہم تک پہنچے۔ داد فریاد کے لیے کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ صبح سے شام تک جس کسی کو ضرورت ہو بلا تامل جا کر گھنٹی ہلادیتا تھااور بادشاہ اس کی داد کو پہنچتا تھا۔ شہر، گلی، کوچہ سب میں صفائی کا پورا انتظام تھا۔ شارع عام پر کبھی کوڑا کرکٹ پڑا نہ رہتا تھا۔ راستہ کی دکانیں ہمیشہ آباد بجی سجائی اور درست حالت میں رکھی جاتی تھیں۔ کفار سے حسب ذیل جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ کافر مالدار سے جو بے کسب کے گزران کرتا ہے ایک تولہ چاندی۔ ماہانہ کافر مالدار جو کسب کر کے جیتا ہو نصف تولہ چاندی۔ عام پیشہ ور لوگوں سے جن کو اپنے اہل وعیال کے مصارف سے کچھ بچ رہتا ہو پاؤ تولہ چاندی۔ ذیل کے لوگ ادائے جزیہ سے مستثنیٰ تھے، عورتیں نابالغ بچے جو پندرہ برس سے کم ہوں، غلام، اندھے، بیمار جو سال بھر یا چھ مہینے سے علیل ہوں۔ وہ شخص جو قبل از ادائے جزیہ مر گیا ہو، مفلوج، بڈھے، فقراء جن کے پاس کچھ مال نہ ہو۔ جو کافر مسلمان ہو جائے ایسا شخص جو نصف سال متمول رہا ہو اور بقیہ نصف سال میں مفلس جزیہ متوسط وصول ہو۔ بھٹ اور جنگموں سے حسب حیثیت جزیہ بیت المال جمع ہو کر اس کے مصارف حسب احکام شرعیہ ہوتے تھے۔ جاگیرات جو بہ معاوضہ جمعیت دی جائیں جمعیت کی تعداد دیکھ کر گھوڑوں پر داغ کر دیں۔ خزانہ کو کبھی کبھی شمار کر لیں۔ ملازمین حاضر باش کی حاضری لی جائے اگر غیر حاضر ہوں پہلے تاکید کی جائے بعد تنخواہ وضع کی جائے۔ دیہات کی سالانہ جمع بندی کی جائے۔ بادشاہ کو چاہئے کہ صبح سے نو بجے تک علماء اور فضلاء اور شعراء کو باریابی دے اور ملک کے اخبار سنے اور حکم احکام نافذ فرمائے۔ دس سے بارہ تک دربار عام میں برآمد ہو اور امرائے سلطنت اور سپاہ کا مجرئی سلام لے۔ بعد خلوت میں جا کر ضروری کام انجام دے اور آرام لے۔ تیسرے پہر سے شام تک جو ضروری کام ہو تنہا بیٹھ کر انجام دے اور رات اپنے اختیار میں ہے۔ اس پابندی سے روزانہ کام کرے، کسی دن اوقات مقررہ میں ایک منٹ کا فرق نہ آئے۔ عیدین اور شب برات اور سالگرہ میں شہر آراستہ ہوتا تھا۔ جشن کیا جاتا تھا لوگوں کی نذریں قبول ہوتی تھیں۔ نوروز میں بیرون شہر کسی عمدہ مقام پر جشن

Marfat.com

ہوتا تھا اور وہاں بازارات لگائے جاتے تھے اور بڑا بھاری جشن ہوتا تھا۔ مشہور مشہور گویئے اور طوائف حاضر دربار ہوتے تھے۔ ماہ ربیع الاول میں بارہ دن مجالس میلاد شریف ہوتی تھیں اور روزانہ بڑے سکیل پر امراء و فضلاء و عمائدین اور غربا کی باری باری دعوتیں ہوتی تھیں۔ بادشاہ روزانہ سویرے ہی داد محل میں بر آمد ہوتا تھا۔ بازار میں ہر قسم کے پیشہ ور اور کاریگر کثرت سے تھے تل دھرنے کی جگہ باقی نہ تھی۔ تمام سڑکوں پر دورویہ سایہ دار درخت تھے۔ جابجا بڑے بڑے حوض ستھرے پانی سے بلب تھے۔ روزانہ سڑکوں پر چھڑکاؤ ہوتا تھا۔ جو شخص معمر و مسن ہو جاتا تھا اس کی اولاد اس کی جگہ مقرر کی جاتی تھی اگر لاولد ہو تو تادم زیست پوری ماہواری جاری رہتی تھی۔

Marfat.com

آٹھواں باب

علی عادل شاہ ثانی بن سلطان محمد عادل شاہ غازی

۱۶۵۶ء تا ۱۶۷۲ء

مراد خلق خدا آں چناں کہ باید داد گل امید شگفت ودزید باد مراد
کہ بادشاہ جہاں پائے بہ سریر نہاد زدست فتنہ دوراں جہاں بشد ایمن

علی عادل شاہ ثانی کا تولد اور شاہزادگی کے حالات ۱۰۴۸ھ

مخفی مباد کہ سلطان محمد عادل شاہ کی تمامی مرادات و مقاصد دلی بہ افضال الٰہی بدرجہ اتم حاصل تھیں اور جو صفات اور خصائل حسنہ (کرامت، سخاوت، شجاعت، نصفت و عدالت، دور بینی، مآل اندیشی، رعیت پروری، غربانوازی، حق شناسی، خدا ترسی، پرہیزگاری، صفائی اعتقاد، نصرت دین و تقویت اسلام) جو ایک بہترین بادشاہ میں ہونے چاہئیں اللہ تعالیٰ نے کوٹ کوٹ کر اس ذات مستجمع الصفات میں بھر دی تھیں جس کی تمنا باقی تھی جس کے لیے وہ شب و روز درگاہ رب العزت میں دست بدعا تھا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ دعا بھی مستجاب ہوئی اور ملک میں جو اس طرف سے مایوسی تھی مبدل بخوشی و شادمانی ہوگئی کہ ۱۶ر ربیع الثانی ۱۰۴۸ھ کو شاہزادہ بلند اقبال مشکوے معلیٰ میں تولد ہوا۔ داد و دہش کا دروازہ، خاص و عام پر کھل گیا۔ شاہزادہ نو مولود کی پرورش حاجی بڑی صاحبہ نے اپنے ذمے لی جو محمد قطب شاہ کی صاحبزادی اور حرم معلیٰ سلطان محمد عادل شاہ کی تھیں۔ آنند محل میں شاہزادے کو لاکر وہ نہایت حزم و احتیاط اور شفقت مادرانہ سے پرورش کرنے لگیں۔ خواجہ آقا جو ایک نامور شاعر دربار کا تھا اس نے شاہزادہ کے تولد میں ذیل کا قطعہ لکھ کر گزرانا جس کے صلے میں وہ مالا مال ہوگیا۔

آں کہ پے بندگیش قامت گردوں خمید شاہ عدالت پناہ خسرو شاہنشاں
کرد عطا از کرم خالق عرش مجید تو گل بستان عدل نخل شہنشاہ را
مولد شہزادہ گفت کوکب شوکت رسید ہاتفے از نہ فلک از سر ذوق نشاط

Marfat.com

جب شاہزادے کی عمر چار سال چار مہینے چار دن کی ہوئی حسب سنت نبوی ۲۰ر شعبان روز جمعہ ۱۰۵۲ھ میں تقریب بسم اللہ خوانی کی نہایت دھوم دھام تزک و احتشام سے ہوئی اور نہایت اہتمام سے تعلیم شروع ہوگئی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں نوشت و خواند و آداب سلطانی، ورزش پہلوانی، سواری اسپ، شمشیر و نیزہ بازی و تیر اندازی اور جمیع فنون سپہ گری جو بادشاہوں کو آنے چاہئیں۔ سب میں دستگاہ کامل حاصل کی۔ جب سات سال کی عمر ہوئی تو شب جمعہ ماہ رجب ۱۰۵۴ھ میں رسم گل پوشی (ختنہ) ہوئی اور شہر میں بڑی کروفر اور زیب و زینت سے گشت کرایا گیا۔

تخت نشینی علی عادل شاہ ثانی ۱۰۶۷ھ

بعد وفات سلطان محمد عادل شاہ کے علیا حضرت حاجی بڑی صاحبہ اور وزیر مملکت خاں محمد اور دیگر ارکان و امرائے سلطنت نے بالاتفاق بہ تاریخ ۲۸ر محرم روز سہ شنبہ ۱۰۶۷ھ نو بجے دن کے شاہزادہ جوان بخت اور جواں سال کو انیسویں سال تخت سلطنت پر بٹھلایا۔ کسی شاعر نے مولانا ہلالی کے مصرع سے تاریخ جلوس اس قطعہ میں نکالی ہے۔

بہر سال جلوس شاہ دکن   گفت ہاتف سحر بصوت جلی
نیست آخر دریں سخن حرفے   جانشیں محمد است علی

عبدالنبی شاعر نے یہ مصرع تاریخی کہا ہے۔ "نوبت شاہی زدہ بعد محمد علی"

ملا محمد قلی نے یہ قطعہ کہا ہے

منت ایزد راکہ بر تخت خلافت جلوہ کرد   آفتاب کز طلوعش گشت عالم منجلی
درمیاں شہر یاراں افتخار او رانہ زد   زاں کہ شد ہم چو علی ملک محمد را ولی
سال تاریخ جلوسش خواستم از عقل کل   گفت امیر المومنین بعد از محمد شد علی

شعراء کو کافی صلہ ان قطعات پر سرفراز ہوا۔ اوائل زماں سلطنت میں محمد خاں المخاطب بہ خان خاناں وزیر مملکت تھا اس کے قتل کے بعد ابراہیم خاں وزیر ہوا۔ جب وہ حضرت بڑی صاحبہ کے ساتھ حج کو چلا گیا تو اس کے بیٹے میاں عبدالمحمد کو خدمت وزارت اور مدار المہامی ملی جو آخر عہد سلطان علی عادل شاہ مامور بہ کار رہا۔

Marfat.com

شاہان مغلیہ اور شاہان عادل شاہیہ کے تعلقات

چوں کہ شاہنشاہ دہلی اور بیجاپور کے فیمابین تہ نامہ سالانہ خراج دینے کا پہلے ہی ہو چکا تھا اس لیے شاہ جہاں

(شہاب الدین محمد شاہ جہاں بادشاہ نے ۵۸۔۷ ۱۶۲ء تک سلطنت کی ہے۔ شب پنجشنبہ یکم رماہ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ میں بمقام لاہور پیدا ہوا۔ ۸رجمادی الثانی ۷ ۱۰۳ھ کو اکبر آباد (آگرہ) میں تخت نشین ہوا۔ ۳۱ برس چار مہینے ۲۲ دن حکم رانی کر کے فروری ۱۰۷۶ھ م ۱۶۶۶ء کو اکبر آباد میں ۷۴ سال کی عمر میں رحلت کی اور تاج گنج میں مدفون ہوئے۔ جہانگیر بادشاہ کے دو بڑے صاحب زادے باپ کی حیات میں ہی وفات پا چکے تھے اس لیے شاہزادہ خرم شاہ جہاں کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے اپنے بھائی شہریار کو قتل کروادیا۔ اس کی حکومت میں سوائے ملک دکن کے ہر طرف امن وامان رہا۔ اس نے بادشاہ بیجاپور سے خراج وصول کیا اور احمد نگر کی سلطنت کا خاتمہ کردیا۔ آگرہ کی بے نظیر موتی مسجد اور تاج گنج جو بادشاہ کی پیاری بیوی ممتاز محل کا مقبرہ ہے اسی کی بنائی ہوئی عمارتیں ہیں۔ تاج گنج کے روضہ کی تعمیر کے لیے دور دور سے کاریگر بلائے گئے اور لاکھوں روپئے کے صرفہ سے ایک ایسی بے نظیر عمارت بنائی گئی جس کی نظیر آج صفحہ دنیا پر نہیں ہے۔ اس کی تعمیر مسلسل بائیس برس تک ہوتی رہی جس پر بیس ہزار آدمی ہمیشہ لگے رہتے تھے۔ خدا جانے اس زمانے میں دولت کیسی چھپی پڑتی تھی کہ باوجود یہ کہ بے گنتی روپیہ اس پر صرف ہوا تب بھی خزانہ جوں کا توں معمور تھا اور طرفہ یہ کہ کسی سے ایک دمڑی ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا۔ آگرہ چھوڑ کر دہلی کو اسی نے پائے تخت بنایا اور شاہ جہاں آباد نام رکھا۔ دہلی کی مشہور جامع مسجد اور دیوان خاص اور موتی مسجد لاہور کا مشہور باغ شالامار سب شاہ جہاں ہی کے بنوائے ہوئے ہیں۔ شاہ جہاں کے عہد میں سلطنت مغلیہ ہر اعتبار سے معراج الکمال پر تھی۔ امن عام، حسن انتظام اور قومی گورنمنٹ کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ مشہور تخت طاؤسی بھی اسی کا تھا۔ جون ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب نے اپنی بہن روشن آرا کی سازش سے اپنے باپ کو قلعہ میں قید کردیا جہاں وہ اپنی بیٹی جہاں آرا کے ساتھ رہتا تھا اگرچہ شاہ جہاں نظر بند تھا اور باہر کہیں نہیں جاسکتا تھا مگر ہر طرح کا آرام اسے پہنچایا جاتا تھا اور کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی۔ جولائی ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب نے سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی مگر باقاعدہ طور پر جشن تخت نشینی مئی ۱۶۵۹ء میں ہوا۔

Marfat.com

تاریخیں:

سالِ تاریخ فوت شاہ جہاں "رضی اللہ" گفت اشرف خاں
شاہ ولا مالک اقلیم ہند آں شہاب الدین شہ دور زماں
اہل دل رستم قوی دل گفتہ ام سال تولیدش بقول صالحاں

۱۰۰۰

رحلت آں بادشاہ اہل جاہ شد عیاں مشکل کشا شاہ جہاں
باز گو سال وصال آں جناب نور اہل دیں شہنشاہ جہاں

۱۰۷۶ء

بہ تقدیر آن قادر ذوالجلال چو رفت از جہاں آہ شاہ جہاں
رقم کرد سرور بتاریخ او شہ اہل دیں شاہ شاہ جہاں

(۱۰۷۶ھ)

مملکت بیجاپور کو بالکل اپنا باج گزار اور تابع فرمان سمجھتا تھا اور اسی بنا پر اندرونی معاملات میں دخل بھی شروع کر دی۔ اکبر بادشاہ سے لے کر اب تک سب کا دانت ملک دکن پر رہا اور ہمیشہ دکن پر حملے کرتے رہے یہاں تک کہ بہ تدریج کچھ ملک بھی دبا لیا۔ پہلے خاندیس لیا پھر برار پھر ولایت نظام شاہیوں پر بار بار چڑھائی کی۔ آخر کار شاہ جہاں اور سلطان محمد کا صلح نامہ ہو کر نصف ملک نظام شاہیوں کا مغلوں کو دیا اور بقیہ نصف ان کے پاس رہا لیکن سلطان محمد کا مرنا تھا کہ اورنگ زیب نے سارے معاہدوں کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اب جو شاہ جہاں نے سنا کہ بلا ماہد ولت کی منظوری کے بدون علی عادل شاہ کو تخت پر بٹھا دیا تو مداخلت کے لیے اچھا خاصہ بہانہ ہاتھ آیا۔ شاہ جہاں نے سرے سے علی عادل شاہ کو سلطان محمد کا وارث جائز ہی تسلیم کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ سلطان محمد کو کوئی اولاد نرینہ تھی ہی نہیں۔ علی کو محمد شاہ کی بیگم نے جو بادشاہ گولکنڈہ کی بہن تھی متبنیٰ لیا تھا اور ظاہر ہے کہ متبنیٰ کا کوئی حق مذہب اسلام میں نہیں ہے۔ علی عادل شاہ گو کم سن تھا مگر جل کر اس نے ان پادر ہوا غتہ اضات کا سختی سے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

اورنگ زیب کا قلعہ جات بیدر اور کلیانی کو فتح کرنا ۱۰۶۷ھ

اورنگ زیب کا دانت پہلے ہی سے بیجاپور پر تھا اور دل ہی دل میں مہم جملہ صلاح سے منصوبہ کا نٹھ

Marfat.com

رہا تھا کہ ذرا موقع ملے اور میں آن دباؤں۔ سب سے پہلے گولکنڈہ سے بیدر کا رخ کیا اور قلعہ کا محا
کر لیا۔ عادل شاہ ابھی تو تخت پر بیٹھا تھا ہنوز پاؤں بھی نہ جمے تھے کہ یہ آفت آئی۔ افضل خاں اور ملا
ریحاں کو بیدر بھیجا۔ ملک مرجان قلعہ دار بیدر نے چھ سال تک مقابلہ کیا اور ہمیشہ خوں ریزی ہوتی ر
کبھی یہ غالب آتے تھے کبھی وہ آخر کار ۲۵/ جمادی الثانی روز سہ شنبہ ۱۰۶۷ھ کو اورنگ زیب نے قلعہ
بیدر فتح کر لیا اور اس کے بعد ہی قلعہ کلیانی کا محاصرہ کیا اور تین مہینے کے بعد ۲۷/ شوال کو اس پر
قابض ہو گیا۔

اورنگ زیب کی بیجاپور پر چڑھائی ۱۰۶۷ھ

فتح کے بعد اورنگ زیب نے بیجاپور پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بیجاپور کی افواج جو بیدر وغیرہ مقامات
مقابلے کو آئی تھیں ان کو اورنگ زیب نے حکمت عملی سے طمع دے دلا کر ملا لیا اور اس وجہ سے وہ
روک ٹوک دار السلطنت تک آ پہنچا۔ یہاں شہر کے اندر امراء میں ایسی کھچڑی پک رہی تھی کہ ایک
ایک جانی دشمن اور خون کا پیاسا تھا اور آپس میں ہی کٹے مرتے تھے لیکن ان لوگوں نے جب دیکھا
اورنگ زیب سر پر آ پہنچا اور شہر کا محاصرہ کر لیا تو چند دنوں کے واسطے ان باہمی جھگڑوں کو تہ کر دیا اور
کے سب یک زبان اور ایک دل ہو کر افواج مغلیہ کے مقابلے پر تل گئے۔ اورنگ زیب کا دلی منشا یہ تھا
سلطنت بیجاپور کو صفحۂ دنیا سے اسی طرح نیست و نابود کر دے جیسے نظام شاہیوں کا کھوج مٹا چکا تھا۔ ایسی
حالت میں اس نے علی عادل شاہ کے پیغامات صلح پر کان نہ دھرا اور کہا کہ بجز اس کے کہ تم بلا کسی قسم
شرائط کے ہماری اطاعت قبول کرو اور کوئی راستہ صلح کا نہیں ہے۔ روز بروز محاصرہ کی شدت سے شہر
لوگ پکار اٹھے تھے ان کے دل ناامیدی سے بیٹھ گئے تھے کہ ایسے وقت میں شاہ جہاں کی سخت علالت
خبر دہلی سے آئی۔ اورنگ زیب سنتے ہی محاصرہ چھوڑ چھاڑ عادل شاہ سے دوبارہ صلح کر کے یلغار دہلی
کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شاہ جہاں کی آنکھ بند ہو جائے اور تخت دہلی کا اور کوئی مالک بن بیٹھے۔

خان محمد خان خاناں کا قتل ۱۰۶۸ھ

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ خان خاناں مغلوں کے مقابلے پر بھیجا گیا تھا چنانچہ وہ سرحد پر پڑا تھا کہ ایک
دن اسے خبر ملی کہ مغلوں کا لشکر دو تین منزل کے فاصلے پر پہاڑوں میں پڑا ہوا ہے۔ خان خاناں فوراً
اور گھاٹی کو اس طرح روکا کہ مغل کسی طرح باہر نہ نکل سکتے تھے۔ مغلوں کے لشکر کو بڑی مشکل آپڑی

Marfat.com

ند بند ہو گئی، جان کے لالے پڑ گئے گویا ایک پنجرے میں پھنس گئے۔ ناچار اورنگ زیب نے خان خاناں
شقہ لکھا کہ اس نازک وقت میں ہماری خاطر سے راستہ چھوڑ دیں تو ہم مدت العمر آپ کے ممنون رہیں
ے اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ جب تک مدار المہام رہیں گے مغلوں کی طرف سے کبھی بیجاپور پر پھر
ھائی نہ ہو گی۔ کہتے ہیں کہ خان خاناں نماز عصر پڑھ کر مصلے پر بیٹھا ہوا تھا کہ اورنگ زیب کا یہ رقعہ پہنچا
یکھتے ہی خان خاناں بول اٹھا کہ یہ رقعہ کیا ہے گویا میری موت کا پیغام ہے بہت دیر سوچنے کے بعد جواب
ہ دیا کہ اچھا خیر آپ تیاری کر لیجئے اور اپنے لشکر سمیت راتوں رات جھپٹ کر نکل جائیے اور اپنے لشکر
بھی ایما کر دیا کہ کوئی مانع و مزاحم نہ ہو الغرض مغلوں کا لشکر جان بچا کر نکل بھاگا۔ گویا پنجرے کی کھڑکی
ول کر شکار کو اڑا دیا۔ دوسرے امراء نے یہ خیال کیا کہ شبخوں مار کر نکل گئے ہیں۔ سب دوڑے ہوئے
ن خاناں کے پاس آئے کہ یہ کیا غضب ہوا کہ سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل گئی خیر اب بھی کچھ نہیں گیا
ر اتعاقب کر کے ان کو گرفتار کر لینا ممکن ہے کیوں کہ پھر ایسا موقع ہم کو کہاں ملے گا لیکن خان خاناں
نے کہا کہ اب کیا ہو سکتا ہے بہتر یہی ہے کہ خاموش رہو یہ بھی ہمارا سلوک ان کو مدتوں یاد رہے گا اور
رے منت کش رہیں گے امراء نے جب خود خان خاناں کی ڈھیل دیکھی تو وہ بھی ساکت رہے لیکن
فضل خاں بگڑا اور اس نے کہا کہ چہ خوش اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ آپ نے دیدہ و دانستہ ان کو چھوڑ دیا
ہے۔ یہ آپ نے کیا غضب کیا کہیں ایسا موقع بار بار آ سکتا ہے۔ آل تیمور میں سے اگر کسی سے ہم کو گزند
پہنچنے کا اندیشہ ہے تو وہ یہی اورنگ زیب ہے اگر ہم اسے پکڑ لیں تو پھر کیا مجال ہے کہ کوئی اور دکن کا رخ
بھی کر سکے۔ خان خاناں نے کہا ہاں جی ہاں جو تم کہتے ہو وہ تو سب ٹھیک ہے مگر جانتے بھی ہو کہ وہ کون
ہے، مملکت ہندوستان کا شاہزادہ ہے اس کو لطف و مدارات سے چھوڑ دینا اچھا ہے یا پکڑ کر قید کر لینا۔ تم عقل
کے ناخن لو اگر ہم اسے قید کر لیں تو شاہ جہاں ہمارا بچہ بچہ کولھو میں پلوا دے گا۔ افضل خاں نے تن کر
کہا کہ بس بس آپ کی مردانگی معلوم ہوئی، ناؤ کس نے ڈبوئی، خواجہ خضر نے۔ ان کے لیے تو میں اکیلا ہی
بس ہوں۔ آسمان سر پر آن پڑے تو ہاتھ سے تھام لوں۔ ہمت مرداں مدد خدا۔ افضل خاں نے خان
خاناں کو بہت ڈانٹا مگر بلا اس کی رائے کے یہ اکیلا خود کیا کر سکتا تھا اسی وقت نقارہ کوچ کا بجایا اور بیجاپور کو
چل دیا جس دن بیجاپور پہنچا ہے دونوں ہاتھوں میں دو پٹے لے کر دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ بادشاہ سے
عرض کی گئی کہ افضل خاں بہت بدلا ہوا ہے اور دونوں ہاتھوں میں پٹے لے کر آیا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ
کچھ مضائقہ نہیں جس طرح وہ چاہتا ہے بے تامل آنے دو۔ افضل خاں نے آتے ہی دونوں پٹے زمین پر

Marfat.com

پٹک دیئے اور کہا کہ آپ کے غلام کی کی کرائی ساری محنت برباد ہو گئی۔ باشاہ نے جب تفصیلی واقعا
سنے تو خان خاناں پر بہت ناراض ہوا اور فوراً طلب کیا خان خاناں کی طلبی کا حکم پہنچتے ہی وہ سمجھ گیا کہ
خالی طلبی نہیں ہے بلکہ موت کا پیغام ہے۔ خان خاناں ڈھیل دیتا ہوا جا بجا دو دو تین تین دن مقام کر
کراتا آخر کار جس دن مکہ دروازے سے شہر بیجاپور میں داخل ہوا دروازے سے لگے ہوئے دونوں طرف
دو مغل خونخوار کھڑے ہوئے تھے جوں ہی خان خاناں کی پالکی داخل ہوئی کہ دونوں جانب سے دونوں
مغلوں نے حربہ آبدار بھونک دیئے اور وہیں ان کا ڈھیر کر دیا۔ قتل کی تاریخ ''آہ خان محمد شہید'' اور ''د
داد ند'' ہے۔ خان خاناں کی تدفین کے بعد خان خاناں نے اسی رات ایک اپنے دوست کے خواب میں
آکر کہا کہ دیکھو میری چھنگلی رہ گئی ہے دفن نہیں ہوئی صبح جا کر دیکھا تو واقعی مکہ دروازے کے پاس چھنگلی
پڑی ہوئی تھی جسے اٹھا کر دوبارہ دفن کیا۔ بیجاپور سے جو سالانہ پیشکش شاہان مغلیہ کو جاتا تھا اس سال
بادشاہ نے معاف کر دیا اور حکم دیا کہ خان خاناں کے مقبرہ کی تیاری میں صرف کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا

شیوا جی کی بغاوت

(مرہٹے نہایت جفاکش اور جری قوم ہے جو مغربی گھاٹوں میں رہتے تھے جو اب بمبئی پریزیڈنسی میں
ہے، ان کی جدا جدا ٹکڑیاں تھیں جو مختلف مقامات میں اپنے اپنے سرداروں کے ساتھ رہا کرتی تھیں۔ ان
کے سردار کسی نہ کسی قلعہ میں رہتے تھے جن کے پاس تھوڑے بہت گاؤں ہوتے تھے۔ یہ لوگ عمو
زراعت کرتے تھے اور جب زراعت سے فارغ ہو جاتے تھے تو بہت سے لوگ بادشاہان احمد نگر اور بیجاپور
کی فوج میں بھرتی ہو جاتے تھے۔ یہ لوگ ہمیشہ اچھی نسل کے میانہ قد کے یابوؤں پر سوار ہوتے تھے او
تلوار اور برچھے باندھتے تھے بادشاہ احمد نگر کے لشکر میں ایک شخص مالوجی نامی تھا جس کے ایک چھوٹا
لڑکا شاہ جی تھا (مالوجی کو ایک مقدس بزرگ سے بہت عقیدت تھی اس لیے اس نے اپنے بیٹے کا نام شاہ جی
رکھا) ایک دن مالوجی لوک جی جادھوراؤ ایک مرہٹہ سردار کے ہاں دعوت میں گیا۔ شام کے وقت لوک
جی اپنی سہ سالہ لڑکی جی جی بائی کو گھٹنے پر لیے بیٹھا تھا اور دوسرے گھٹنے پر اس نے شاہ جی کو بٹھالیا اس طرح
دونوں کو کھلا رہا تھا اور مذاقیہ طور پر بے اختیار اس کے منہ سے نکلا کہ دیکھو ان دونوں کا کیسا انمول جوڑ
ہے اتنی بات کہہ کر وہ چور ہو گیا۔ شاہ جی کا باپ اڑ گیا کہ لڑکی میری ہو چکی تم عام مجمع میں قول ہار چکے
ہو۔ لوک جی یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور کہا کہ چہ خوش مجھ کو دیکھو کہ یہ دیوگیری کے یادو راجاؤں

Marfat.com

نسل سے ہوں اور شاہ جی کا باپ تو معمولی مرہٹہ ہے میرا اس کا کیا جوڑ با ایں ہمہ وہ بات سچ ہوئی کہ ہر شخص کا جوڑا عرش پر سے اترتا ہے آگے چل کر شاہ جی کی شادی جی جی بائی سے ہو کر رہی اور ۱۶۲۷ء میں سیوا جی پیدا ہوا۔ اورنگ زیب کے زمانے میں سلطنت مغلیہ کا زوال شروع ہوا اور مرہٹوں کی طاقت بڑھنے لگی۔ یہ لوگ جم کر لڑنے کے عادی نہ تھے بلکہ بوریوں کی طرح لٹیرے تھے۔ رسد روک دینا۔ چھوٹے موٹے فوج کے دستہ کو راستے میں لوٹ لینا گاؤں میں گھس پڑنا لوٹنا اور جلانا۔ آج یہاں کل وہاں غرض چاروں طرف ان کی لوٹ مار آئے دن رہتی تھی۔ ان کے پاس تازہ دم گھوڑے رہتے تھے آناً فاناً منزلوں نکل جاتے تھے مغلوں کا لشکر کسی طرح ان کو پکڑ نہ سکتا تھا۔ جس سپاہی کو دیکھو اس کا کھانا خورجی میں موجود۔ ضروری کپڑے بھی ساتھ نہ ان کو رسد کی ضرورت تھی نہ کسی اور سامان کی بیک بینی دو گوش چھڑے چھانٹ تھے۔ مغلوں کا لشکر بھاری بھرکم۔ سامان جنگ سے آراستہ ان کی نقل و حرکت کچھ آسان کام نہ تھا۔ شاہی قیام گاہ ہی کا دور صرف تین میل کا ہوتا تھا اور سارے لشکر کو دیکھو تو ٹڈی دل جہاں تک نظر کام کرتی تھی سپاہیوں اور گھوڑوں سے پٹا پڑا تھا جن کی تعداد دس دس لاکھ تک پہنچتی تھی۔ امرا آرام طلب عیش و نشاط میں منہمک بھلا ان سے کب ہو سکتا تھا کہ مرہٹوں کی طرح چھلاوا بن جائیں کہ ابھی یہاں تھے ابھی دیکھوں تو پچاس کوس کے فاصلے پر لوٹ رہے ہیں۔ مغلوں کے زوال کے ساتھ مرہٹوں کا عروج پورے سو برس رہا ان کا ملک شمال میں سورت سے لے کر جنوب میں کاویری اور مشرق میں ناگپور اور حیدر آباد سے مغرب میں بحیرۂ عرب تک تھا۔ ان کی قوم میں سیوا جی ایک بڑا نامی گرامی سردار نکلا۔ سیوا جی اسی زمانے میں پیدا ہوا جب کہ شاہ جہاں تخت پر بیٹھا۔ یہ ذات کا چھتری تھا۔ اس کے باپ شاہ جی کی جاگیرات احمد نگر کے علاقہ میں تھیں جس کا صدر مقام پونا تھا۔

ملک دکن کے مسلمان بادشاہ مذہبی تعصب سے بالکل مبرا تھے وہ نہ صرف اپنی ہندو رعایا کو انعامات جاگیرات مناصب فراخ دلی سے دیتے تھے بلکہ اہل سیف اور اہل قلم کے مراتب جلیلہ پر بھی ممتاز کرتے تھے۔ شاہ جہاں نے احمد نگر فتح کر لیا تھا اس وجہ سے شاہ جی کا تعلق بیجاپور سے ہو گیا تھا۔ بادشاہ بیجاپور نے شاہ جی کو ملک کرناٹک کی مہم سر کرنے کے لیے متعین کیا اور اس کے صلے میں تانجور میں ایک جاگیر دی اس وجہ سے شاہ جی کو پونا چھوڑنا پڑا۔ شاہ جی نے اپنے صغیر سن بیٹے سیوا جی کو اور اپنی جاگیر کو دادا جی کونڈ دیو برہمن کے سپرد کیا اور خود تانجور میں جا کر رہنے لگا۔ دادا جی نے سیوا جی کو بجز تعلیم مذہبی اور فن سپاہ گری کی دلائی۔ سیوا جی کا اعتقاد زیادہ تر بھوانی دیوی پر جم گیا۔ سیوا جی کی ماں بھی اپنے بیٹے سے

Marfat.com

ساتھ ہی رہتی تھی اور چوں کہ وہ بڑی دانش مند تھی اور یہ ظاہر ہے کہ بچوں کی پہلی تعلیم گاہ ماں ہی کی گود ہوتی ہے وہ ہمیشہ اپنے بچے کو بڑے بڑے بہادروں کے نمایاں کارناموں کی کہانیاں سنایا کرتی تھی۔ مغل عرصہ دراز سے ملک دکن پر دانت لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہندو اس کے نتیجہ سے ناواقف نہ تھے کہ اگر ایسا ہوا تو ان کی مذہبی آزادی میں بڑا فرق آجائے گا۔ سیواجی کے کان لڑائی اور فتوحات کے قصے سن سن کر بھر گئے تھے جس کا گہرا نقش بچپنے سے اس کے دل پر جم گیا تھا چوں کہ وہ بڑا اولوالعزم تھا ابھی وہ انیس ہی برس کا تھا کہ ۱۶۶۴ء میں اس نے ایک چھوٹی سی فوج پیدل اور سواروں کی اکھٹی کر کے اطراف کے کئی قلعہ فتح کر لیے اور خود بھی چند قلعوں کی تعمیر کی۔ سیواجی نے بیجاپور کے علاقہ کے دو قلعے تورنا اور پورندھر فتح کر لیے اور رائے گیر میں اپنے رہنے کے لیے ایک قلعہ بنایا۔ بادشاہ بیجاپور کا بہت سا خزانہ اس نے لوٹ لیا تھا۔ بادشاہ نے اس کے مقابلے کے لیے افضل خاں سپہ سالار کو مقرر کیا اس نے وعدہ کیا کہ اس پہاڑی چوہے کو زندہ یا مردہ جس طرح بن پڑے گا پکڑ لاؤں گا۔ سیواجی ایسی کچی گولیاں کھیلے ہوئے نہ تھا وہ خوب جانتا تھا کہ باقاعدہ جنگ میں وہ کبھی سر بر ہو نہیں سکتا۔ سیواجی ایک پولیٹیکل چال چلا۔ افضل خاں کے آنے کی خبر سن کر اس نے پیغام سلام صلح کا شروع کیا اور کہا کہ میری کیا طاقت ہے جو بادشاہ بیجاپور کا مقابلہ کر سکوں اور افضل خاں سے کہلا بھیجا کہ آپ قلعہ پرتاب گڑھ میں مجھ سے تنہا مل کر بات چیت کریں۔ افضل خاں دام میں آگیا ادھر سے افضل خاں پہنچا ادھر سے سیواجی آتا ہوا نظر آیا۔ دیکھا تو نہتا تھا۔ لیکن سفید جامہ نیمہ کے اندر زرہ پہنے ہوا تھا اور تلوار بھی دبی ہوئی تھی اور بائیں ہاتھ پر پنجہ فولادی ''شیر پنجہ'' چڑھا ہوا تھا۔ سیواجی آتے ہی افضل خاں کے قدم چومنے کو جھکا۔ افضل خاں اسے اٹھانے اور بغل گیر ہونے کی غرض سے جھکا۔ سیواجی کو موقع ملا اس نے شیر پنجہ افضل خاں کے پیٹ میں بھونک دیا جس سے وہ وہیں ڈھیر ہو گیا ادھر افضل خاں کا کام تمام ہوا ادھر سیواجی کی فوج جو ادھر ادھر چھپی ہوئی تھی عادل شاہی لشکر پر ٹوٹ پڑی جن کو بھاگتے ہی بنی اور میدان سیواجی کے ہاتھ رہا۔ اب سیواجی کے واسطے میدان صاف تھا بے کھٹکے لوٹ مار کرنے لگا۔ عادل شاہیوں نے ناچار سیواجی سے صلح کر لی اور تمام دکن کا ملک پونے سے لے کر دریائے کرشنا تک اس کو چھوڑ دیا اور پھر اس سے معترض نہ ہوئے۔ سیواجی کی جرأت اب بہت بڑھ گئی اور اس کی اولوالعزمی کی کوئی حد نہ رہی اب اس نے مغلوں کے مقبوضات پر یورش کرنے کا مصمم قصد کر لیا۔ اورنگ زیب سے اسے سخت نفرت تھی اس نے مسلمانوں کے تعصب کی مہیب شکل پیش کر کے تمام مرہٹوں کے دلوں میں تازہ روح پھونک دی۔

Marfat.com

اورنگ زیب نے سیواجی کی روک تھام کے لیے اپنے چچا شائستہ خاں کو دکن بھیجا۔ ایک دن سیواجی چند چیدہ لوگوں کے ساتھ پونے میں اس طرح داخل ہوا جیسے کہ کوئی بارات آتی ہے۔ کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی۔ رات ہوتے ہی یہ سارے کا سارا دھاڑا مغل کیمپ میں باورچی خانے کی طرف سے جا گھسا۔ شائستہ خاں بے خبر پڑا سو رہا تھا گڑبڑ سن کر سٹپٹا گیا اور بھاگنا چاہا کھڑکی میں سے رسی ڈال کر نیچے اتر ہی رہا تھا کہ کسی نے ایسی تلوار ماری کہ شائستہ خاں کے ہاتھ کی دو انگلیاں اڑ گئیں مگر جان بچ گئی تب سیواجی کے لوگ مشعلیں روشن کر کے باہر نکلے اور دراتے اپنے قلعہ رائے گیر میں جو پونے کے قریب ہے جا داخل ہوئے۔ اورنگ زیب نے دوبارہ راجہ جے سنگھ کے ساتھ فوج بھیجی۔ جے سنگھ نے سیواجی کو کسی نہ کسی طرح قابو میں کر لیا اور دہلی بھجوایا۔ لیکن جب سیواجی مع اپنے پنج سالہ لڑکے کے دہلی پہنچا تو بادشاہ نے سخت غلطی کی کہ اس سے کشادہ پیشانی سے پیش نہ آیا اور دونوں کو نظر بند کر دیا لیکن سیواجی بھلا کب پھنس سکتا تھا۔ ایک رات جب چاندنی چھٹکی ہوئی تھی سیواجی اور اس کا بیٹا دونوں مٹھائی کے ٹوکروں میں بیٹھ کر نکل گئے اور سیدھے متھرا پہنچے۔ سیواجی سنیاسی کا بھیس بدل کر منزل بہ منزل چلتا ہوا اپنے ملک میں آ پہنچا اور تازہ دم ہو کر دوبارہ سر اٹھایا۔ جتنے قلعے اس کے قبضے سے اس اثناء میں نکل گئے تھے سب ایک ایک کر کے واپس لیے۔ اورنگ زیب نے اب تیسری مرتبہ سیواجی کے مقابلے پر لشکر کشی کی لیکن کچھ بن نہ پڑا اور اورنگ زیب کی ایما سے مغلوں کے سپہ سالار نے صلح کر لی اور راجہ کا خطاب بھی دیا گیا۔ چند سالوں بعد بیجاپور اور گولکنڈہ بھی دب گئے اور اسے چوتھ دینی قبول کی۔ جب کہ سیواجی چاروں طرف سے فتح یاب ہوا تو ۱۶۷۴ء میں اس نے بہ مقام رائے گیر تاج شاہی زیب سر کیا اور اپنے نام کا سکہ بھی جاری کیا۔ سیواجی کا انتظام ملک داری بتلا رہا ہے کہ وہ ایک بڑا دانش مند مدبر تھا۔ سیواجی کی فوج معمولی نمائشی اور آخور کی بھرتی نہ تھی بلکہ معقول تنخواہ یاب باقاعدہ سواروں کا لشکر تھا۔ اس کی بحری طاقت بھی کم نہ تھی اس کے پاس ایک بیڑہ جہازوں کا تھا جس کے ذریعہ سے وہ چار بز ار سپاہیوں کو لے جا سکتا تھا۔ سلطنت کا سب سے بڑا حکم راں حاکم وقت وہ خود تھا۔ اس کے بعد وزیر تھا جو پیشوا کہلاتا تھا۔ راجہ کا پراویٹ سکریٹری "منتری، سپہ سالار، سیناپتی" تھا۔ خزانہ پر دو عہدہ دار تھے ایک فنانس اور دوسرا محاسب۔ پنڈت راؤ امور مذہبی کا اعلیٰ عہدہ دار تھا۔ عدالتی اعلیٰ عہدہ دار 'نیایادیش' کہلاتا تھا۔ سب ملا کر آٹھ وزیر تھے جو 'اشٹ پردھان' کہلاتے تھے۔ نظام دیہی، پٹیل مالی عہدہ دار کلکرنی یا پٹواری (متصدی حسابی) تھے۔ ان کے اوپر یکے بعد دیگرے دیسائی دار۔ تعلقہ دار اور صوبہ دار تھے۔ تصفیہ قضایا

Marfat.com

حسب احکام دھرم شاستر پنچایت کے ذریعہ سے ہوا کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ سیوا جی کی عمر نے وفا نہ کی اس نے ۵۳ برس کی عمر میں ۱۶۸۰ء میں رائے گیر میں انتقال کیا۔ سیوا جی میں در حقیقت بہت سی خوبیاں تھیں۔ مسلمان مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کا بڑا پاس ادب اور مساجد کا احترام ہمیشہ مد نظر رکھتا تھا۔ اس کا سلوک عورتوں اور بچوں کی ضعیف صنف سے ہمیشہ قابل تعریف رہا ہے اس کا نام ابد الآباد تک تاریخ ہند میں نمایاں رہے گا کہ یہ بانی مبانی مرہٹوں کی سلطنت کا تھا۔ سیوا جی کی غیر معلمولی ذہانت اور جرأت کے حالات سن کر دل میں ایک جوش آفرین موجزن ہوتا ہے۔ سیوا جی سے پہلے مرہٹوں کا کوئی جتھانہ تھا اور جو جہاں چیدہ چیدہ تھا وہ آپس میں ہی لڑے مرتے تھے۔ سیوا جی نے ان کو مسلح کیا اور ان میں مردانگی کی تازہ روح پھونکی اور ایسی قلب ماہیت کر دی کہ تمام ہندوستان مرہٹوں کے نام سے لرز جاتا تھا۔ ہندو مسلمانوں سے مغلوب تھے حتی کہ راجپوت بھی ان کے دبیل تھے ان کے دلوں میں سے بھی جوش مردانگی جاتا رہا تھا۔ سیوا جی گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کی قوم مسلمانوں کی غلام بنی رہے۔ ایسی مردہ حالت میں سیوا جی کا ان کو ابھارنا ایک ایسی مثال ہے جس کی نظیر تاریخ میں مل نہیں سکتی۔ سیوا جی میں جہاں ساری خوبیاں تھیں ایک عیب بھی تھا کہ" وہ بڑا چال باز اور عیار تھا۔" "لیکن ہمارے خیال میں سیوا جی کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ (لڑائی ایک چھل بٹے بازی کا نام ہے)" یہی اس کا جواب ہے۔ اس کے علاوہ اس کا سختی سے چوتھ وصول کرنا بھی اس کے کیرکٹر پر ایک دھبہ ہے۔ جس مقام سے اس کا لشکر گزرتا تھا جبراً چوتھ وصول کر کے اس کو تباہ کر دیتا تھا۔ یہ طرز عمل دوسرے الفاظ میں لٹیروں کی حالت سے کچھ بہتر نہیں کہا جا سکتا۔ سیوا جی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سنبھا جی راجہ ہوا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس نے سیوا جی کا نام ڈبو دیا۔ ایسے نامور باپ کا ایسا نااہل بیٹا۔ سنبھا جی اپنے وزیر کالو شاہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ناچتا تھا۔ سوائے عیش و عشرت لہو و لعب کے اسے خبر نہ تھی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ اورنگ زیب نے سنبھا جی کو قید کر لیا اور بہت تکلیف دے دے کر ۱۶۸۹ء میں قتل کر دیا۔ اس کے بعد سنبھا جی کا شیر خوار بچہ سیوا جی خورد (جسے عموماً ساہو کہتے تھے) برائے نام راجہ ہوا اس نابالغ کی پرورش اس کا چچا راجہ رام کرتا تھا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد اورنگ زیب نے ساہو اور اس کی ماں دونوں کو قید کر لیا۔ ساہو کے چلے جانے کے بعد راجہ رام نے حکومت شروع کی۔ اس زمانے میں وہ ستارے میں رہتا تھا۔ اس نے کھنبا راؤ دہابوری کو گجرات اور پرا سادا جی بھونسلے کو براڑ میں چوتھ وصول کرنے کو بھیجا۔ یہی دونوں مورث اعلیٰ خاندان گانگواڑ کے ہیں جو اب بڑودہ میں حکمراں ہیں اور بھونسلے

Marfat.com

خاندان کی حکومت ناگپور میں ہے۔ راجہ رام کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا سیواجی سوم راجہ ہوا جس کی ریجنٹ اس کی ماں تارا بائی تھی یہ عورت بلا کی شیر دل تھی۔ اس نے مرہٹوں کی کمزور حالت کو پھر سنبھال دیا اور اس طرح جرأت اور استقلال سے لوٹ مار شروع کر دی کہ شہنشاہ دہلی انگشت بدنداں رہ گیا۔ ایک مرتبہ بلا مبالغہ اس نے بادشاہ کو اس کے کیمپ میں گھیر کر اس کی آنکھوں کے سامنے خزانہ شاہی لوٹ لیا اور بادشاہ سے کچھ بن نہ پڑی۔ آخر کار اورنگ زیب نے زچ ہو کر ساہو کو قید سے چھوڑ دیا جو پھر ستارے میں حکومت کرنے لگا۔ تارا بائی اس بات سے راضی نہ ہوئی اور ساہو سے کشت و خون پر آمادہ ہوگئی ساہو کے ساتھ سب کوئی تھے اور تارا بائی بچاری کا اکیلے رہ جانے سے کچھ چل نہ سکا۔ مرہٹوں کی سلطنت کے ٹکڑے ہو گئے ساہو ستارے میں رہنے لگا اور سیواجی سوم کولھا پور میں (۱۷۰۸ء) سیواجی کے بعد مرہٹوں کی روح رواں چلی گئی۔ ساہو نے بالاجی وشوانا تھ کو جو ایک باخبر آدمی تھا اپنا وزیر پیشوا مقرر کیا۔ سیواجی کا خاندان روز بروز گرتا چلا جاتا تھا اور پیشواؤں کی جڑ مضبوط پکڑتی جاتی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ سیواجی کا خاندان معدوم ہو گیا اور پیشواؤں کا دور دورہ شروع ہوا۔ اگرچہ ساہو نے چالیس برس سلطنت کی (۱۷۰۸۔۴۸) تک، لیکن برائے نام۔ دراصل پیشواؤں ہی کی گورنمنٹ تھی جن میں سے تین پہلے پیشوایان ذیل بڑے مشہور اور نامی گرامی ہو گزرے ہیں۔ (۱) بالاجی وشوانا تھ ۱۷۰۰۔۲۰ء۔ (۲) باجی راؤ ۱۷۲۰۔۴۰ء۔ (۳) بالاجی راؤ ۱۷۴۰۔۶۱ء۔)

ملک کوکن ایک زرخیز ملک ہے جو سمندر سے جا ملا ہے جس میں بہت سے بندر مثل دابل چیول، وینگولہ، شامستی وغیرہ اور قلعہ جات مستحکم ہیں علاوہ اس کے بڑے بڑے پہاڑ اور گھنے جنگل ہیں۔ اس ملک میں ناریل اور سیاہ مرچ وغیرہ کی کثرت سے پیداوار ہوتی ہے اور بیشتر اجناس کرانہ یہیں سے آتی ہیں۔ پہلے یہ ملک نظام شاہ کا تھا جب نظام شاہ کے ملک کو شاہ جہاں اور عادل شاہ نے نصفا نصف بانٹ لیا تو ملک کوکن عادل شاہیوں کے حصے میں آگیا جس پر سلطان محمد نے ملا احمد کو گورنر مقرر کیا مگر دو پرگنے پونے اور صوبہ شاہ جی کو جاگیر دے دیئے وہیں سیواجی رہا کرتا تھا اور جس کی وجہ سے سیواجی نے باقاعدہ اطاعت قبول کرلی۔ کرناٹک کی مہم پر شاہ جی بھی بھیجا گیا۔ شاہ جی کا بیٹا سیواجی پونے میں رہا۔ جب سلطان محمد سخت بیمار ہوا تو ملا محمد کو کوکن سے بلا لیا۔ سیواجی نے میدان خالی پایا اور ایک اودھم مچا دی۔ اس کے ساتھ اسی کی ذات والے اور بہت سے اشرار اس سے جا ملے اور قلعہ جنیر پر قبضہ کر لیا اور چاروں طرف غارت گری اور لوٹ مار سے ادھر ملکیوں کا ادھر دکھنیوں کا اُدھر مغلوں کا دم ناک میں کر دیا۔ اس کا دلی منشاء یہ تھا

Marfat.com

کہ ملچھ مسلمانوں کو نیست و نابود کر کے مرہٹوں کی مستقل سلطنت قائم کرے کہ عین ایسے نازک وقت میں سلطان محمد کا انتقال کیا ہوا، سیواجی کی منہ مانگی مراد ملی۔ یہ خبر سنتے ہی درّانہ ملک کوکن اور تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا اور کھلا باغی ہو گیا۔

سیواجی کے ہاتھ سے افضل خاں کا قتل ۱۰۷۰ھ م ۱۶۴۶ء

جب سیواجی کی تمردی حد سے بڑھ گئی تو یہ صلاح ٹھہری کہ افضل خاں کو اس کی گوشمالی کو بھیجا جائے کہ سوائے افضل خاں کے دوسرا کوئی اس کا ہم پلہ نہ تھا اور افضل خاں کے نام سے یہ بھی کان پکڑتا تھا۔ خان محمد کی جگہ افضل خاں کو سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ افضل خاں تمام فوج کو درست کر کے اس عظیم الشان مہم پر روانہ ہوا۔ لیکن افضل خاں کے جاتے وقت منجموں نے پیشن گوئی کی تھی کہ اس مہم میں افضل خاں کی جان کی خیر نہیں ہے۔ افضل خاں کو اس پیشن گوئی کا کچھ ایسا یقین کامل ہو گیا کہ اس نے اپنے جانے سے پہلے ہی اپنی چونسٹھ بیویوں کو باؤلی میں میں ڈبو کر ہلاک کر دیا چنانچہ تاروہ کہ سڑک سے تھوڑی دور جانب شمالی اور شہر بیجاپور کے باہر جانب مغرب میں سات قطاریں زنانی قبروں کی ایک ہی چبوترے پر بنی ہوئی ہیں۔ اور یہی افضل خاں کی سب بیویوں کا مدفن ہے اور وہیں ایک بڑی باؤلی بھی ہے جس میں ان سب کو ڈبویا گیا تھا۔ اس مقام سے اور تھوڑی دور آگے شمال کی طرف خود افضل خاں کا مقبرہ ہے جو اس کی زندگی میں تیار ہوا تھا لیکن اس میں وہ دفن نہ ہو سکا کیوں کہ اس کی مٹی قلعہ جاؤلی عرف پرتاپ گڑھ کی تھی۔ وہیں اس کو سپرد خاک کیا۔ اب ہم پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ افضل خاں فوج لے کر قلعہ پرتاب گڑھ کی طرف بڑھا جہاں سیواجی موجود تھا۔ افضل خاں کے آنے کی خبر سن کر سیواجی نے دو چار آدمی بغرض معذرت افضل خاں کے پاس پہلے ہی سے بھجوا دیئے تھے انہوں نے کھلے الفاظ میں کہا کہ سیواجی آپ سے لڑنا نہیں چاہتا بلکہ آپ کا ہر طرح مطیع و فرماں بردار ہے اور اپنے قصور کا معترف اور خواہان معافی ہے یہ کچھ ایسی بات نہیں بالمشافہ ملاقات میں بات کی بات میں یہ معاملہ بہ احسن الوجوہ طے ہو جائے گا۔ ان لوگوں نے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے افضل خاں کو آمادہ کر لیا کہ وہ اپنی فوج قلعہ کے نیچے جو ناہموار و غیر مسطح درہ ہے وہاں لے جائے اور ایک ایسی جگہ ملاقات کے لیے مقرر کی جو دامن کوہ میں تھی اور آپس میں یہ طے ہوا کہ افضل خاں اور سیواجی دونوں صرف ایک ایک مسلح ہمراہی کے ساتھ آئیں زیادہ بھیڑ بھاڑ کی ضرورت نہیں۔ یہاں تو یہ سبز باغ دکھلایا جا رہا تھا اور

Marfat.com

دھر چپکے چپکے سیواجی کی فوج نے بادشاہی فوج پر گھیرا ڈال دیا۔ الغرض ملاقات کے لیے جو جگہ مقرر ہوئی تھی افضل خاں پہنچا ہی تھا کہ سیواجی بھی ادھر سے آ گیا۔ سیواجی معانقہ کو بڑھا اور چشم زدن میں شیر پنجہ جو اس نے چھپا رکھا تھا افضل خاں کے پیٹ میں بھونک دیا۔ افضل خاں نے پھر بھی بڑی ہمت اور جرأت سے وار کرنا چاہا لیکن سیواجی اور اس کے مصاحب تاناجی ملوسرا اس پر پل پڑے اور وہیں ٹھنڈا کر دیا۔ ادھر افضل خاں تڑپ رہا تھا ادھر اشارہ کرتے ہی سیواجی کی ساری فوج جو دروں میں چھپی ہوئی تھی ٹوٹ پڑی اور بیجاپور کے سارے لشکر کی تکا بوٹی کر ڈالی صرف معدودے چند جان بچا کر بھاگے۔

سیواجی کے مقابلے پر جوہر صلابت خاں کا جانا اور اس سے مل جانا

علی عادل شاہ نے جب اپنے جاں نثار افضل خاں کے مارے جانے کی خبر سنی تو بہت آزردہ ہوا اور فکر میں تھا کہ کس کو بھیجوں کہ اتنے میں سدی جوہر جو محمد نگر عرف کرنول میں جا بیٹھا تھا اس کا معروضہ بادشاہ کی خدمت میں آیا کہ خانہ زاد اپنی سرکشی کی سزا اقرار واقعی پا چکا اور اب خواہاں عفو تقصیر ہے اگر حکم ہو تو اقدام مبارک میں حاضر ہو کر حق نمک ادا کرے۔ رحم دل بادشاہ نے اس کا قصور معاف فرمایا اور اسے ہی صلابت خاں کا خطاب دے کر اس مہم پر روانہ کیا وہاں پہنچتے ہی اتنا بڑا لشکر دیکھ کر سیواجی کے چھکے چھوٹ گئے نائک واڑیوں کی پناہ میں قلعہ پنالہ میں جو ایک مشہور مستحکم پہاڑی قلعہ ہے جا بیٹھا جہاں پرندہ پر نہ مار سکتا تھا۔ اور وہیں سے گولی بارود تیر تفنگ چلانے لگا۔ صلابت خاں کو بڑی مشکل کا سامنا پڑا۔ سیواجی کا یہ حال تھا کہ کہیں اسے قرار نہ تھا آج اس قلعے میں ہے تو کل اس میں۔ آخر کار قلعہ پنالہ میں وہ گھر گیا۔ سیواجی نے جب دیکھا کہ اب بری طرح پھنس گیا تو اپنا پرانا جال ڈالا اور بہت لجاجت سے کہلا بھیجا پیغام دیا کہ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر میں از حد مسرور ہوا اور چاہتا تھا کہ آپ کی پیشوائی کو حاضر ہوں مگر کیا کروں کہ خوف و ہراس کی زنجیر پاؤں میں تھی۔ آپ کے سوائے میرا کون ہے اگر آپ براہ بزرگانہ میری خطا کو معاف فرمائیں اور جاں بخشی فرما کے اجازت حضوری دیں تو بندہ سر کے بل چل کر حاضر ہوتا ہے۔ صلابت خاں خود غلام تھا الجنس یمیل الی الجنس

کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

پھسل گیا اور اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر نرم پڑ گیا اور بادشاہ کے کہنے کی مطلق پروا نہ کی کہ بھیجا تو مجھے بادشاہ نے اس کی نیست و نابود کرنے کو اور سخت تاکید بھی کر دی مگر میں یہ کیا کر رہا ہوں اور

Marfat.com

جواب کہلا بھیجا کہ اچھا تم پکا عہد وفاداری کا کرلو تو میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گا اور تا بہ امکان تمہارا ساتھ دوں گا۔ سیواجی آگیا اور صلابت خاں نے اس کو بڑی قدر و منزلت سے لیا اور بڑا جشن کیا اور دونوں شیر و شکر ہو گئے۔ سیواجی مل جل کر اسی شب کو قلعہ میں واپس چلا گیا۔ مخبروں نے یہ خبر بادشاہ کو دی بادشاہ آگ بگولہ ہو گیا اور خود بہ نفس نفیس اس مہم پر چلا۔

سیواجی اور صلابت خاں کے مقابلے پر علی عادل شاہ کا جانا اور قلعہ پنالہ کو فتح کرنا

علی عادل شاہ خود لشکر لے کر یلغار چلا اور منزل بہ منزل قلعہ مرج کو پہنچا۔ سیواجی نے جو خبر سنی تو ساری چوکڑی بھول گیا اور ابھی بادشاہ مرج سے آگے نہ بڑھا تھا کہ سیواجی قلعہ پنالہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور بلا کسی قسم کی زحمت کے بادشاہ کا قبضہ ہو گیا اس زمانے کی دکھنی اردو میں میاں نصرتی نے فتح کی تاریخ میں یہ مصرعہ کہا ہے "علی نے پل میں پنالہ لیا صلابت سوں" ہر چند فوج کو سیواجی کے پیچھے دوڑایا مگر خدا جانے کس پہاڑ میں جا چھپا کہ کہیں اس کا پتہ نہ لگا اور بادشاہ بیجاپور واپس آگیا۔

جوہر صلابت خاں کی بغاوت

علی عادل شاہ کو خبر ملی کہ ملناز میندار نے براہ سرکشی پیشکش داخل کرنے سے انکار کر دیا ہے اس غرض سے اس پر چڑھائی کا عزم تھا کہ صلابت خاں کی بغاوت کی خبر آئی۔ بادشاہ کو بہت رنج ہوا کہ ہم نے اس کا قصور معاف کر کے اسے مراتب علیا پر پہنچایا بریں ہم اس بد اصل نے پاؤں نکالے "اصل بد از خطا خطا نکند"۔ جس وقت ابراہیم خاں اور ملا احمد بیجاپور واپس آرہے تھے تو صلابت خاں نے پانچ ہزار سواروں سے انہیں گھیر لینا چاہا اور ممکن تھا کہ وہیں صلابت خاں کو مزہ چکھا دیا جاتا لیکن بادشاہ کی اجازت نہ تھی طرح دے کر بیجاپور آگئے بادشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو پیچ و تاب کھانے لگا لیکن ان لوگوں نے ٹھنڈا کیا اور صلاح دی کہ ہم اسے سمجھا بجھا کر قدموں میں لا کر ڈال دیں گے۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک خط نصیحت آمیز ایسے حرکات ناشائستہ سے باز آنے کا بہ صحابت ابراہیم خاں، ملا احمد اور شاہ ابوالحسن کے روانہ کیا۔ ان تینوں صاحبوں نے جا کر صلابت خان کو بہت کچھ لعنت ملامت کی کبھی نرم ہوئے کبھی گرم اور جہاں تک ممکن تھا اسے سمجھایا بجھایا اور راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر

پند بر دیوار است نوشت چوں وعظ گفتن سود چہ دل باسیہ

بیجاپور جانے سے صاف انکار کر دیا تو جب اس نے بدرجہ آخر اسے تسلی دلاسہ دے کر کہا کہ خیر

Marfat.com

بیجاپور تک نہ چلو مگر بادشاہ سلامت رود کرشنا پر بمقام چملگہ رونق افروز ہونے والے ہیں وہیں چل کر قدم بوسی سے مشرف ہو۔ بلحاظ دفع الوقتی اس نے ہامی بھرلی اور یہ تینوں حضرات بیجاپور واپس گئے اور جو گزرا تھا وہ بادشاہ کے گوش گزار کردیا۔ چند دنوں کے بعد سدی مسعود جوہر خاں کا داماد اور شرزہ خاں دونوں صلابت خاں کی طرف سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوکر عذر خواہ ہوئے اور عرض کی کہ حضور کی ذرہ نوازی اور بندہ پروری میں کچھ شک نہیں وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (اور غصے کو روکتے اور لوگوں (کے قصور کو) درگزر کرتے ہیں۔ اور اللہ ان کے ساتھ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) خانہ زادوں کو ہر طرح اطمینان خاطر ہے لیکن بعض مفتریوں نے اس کے دل میں وہم ڈال دیا ہے اگر ایک دو سطریں امان جان کی سرفراز ہو جائیں تو اس کی جان میں جان آجائے۔ بادشاہ نے یہ درخواست منظور کی اور دونوں خوش خوش تحریر شاہی لے کر پہنچے جس سے جوہر صلابت خاں کے حواس ٹھکانے لگے اور بمقام چملگہ حاضر ہوا بادشاہ نے خلعت خاصہ سرفراز کیا اور منصب اور جاگیرات سب بحال کردیں۔ بادشاہ نے نواب عبدالرحیم خاں بہلول کو مہم کرناٹک پر بھجوایا اور اس کے ساتھ جوہر صلابت خاں کو بھی دیا۔ صلابت خاں دل سے صاف نہ تھا جو اسے گھسیٹ کر لائے تھے اجازت ملتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ بادشاہ سلامت چند روز دریائے کرشنا پر سیر و شکار میں مصروف تھا۔

قلعہ تورگل پر عادل شاہ ثانی کا ورود

بعض مصاحبین نے معروضہ کیا کہ قلعہ تورگل یہاں سے قریب دو منزل پر ہے اگر سواری مبارک وہاں رونق افروز ہو تو قلعہ کا ملاحظہ بھی ہو جاتا ہے اور قلعہ دار کی تنبیہ بھی۔ بادشاہ نے حسب تورگل کا رخ کیا۔ سدی یاقوت قلعہ دار بادشاہ کا پرورش یافتہ غلام تھا۔ چند حرکات ناشائستہ اس سے سرزد ہوئی تھیں۔ بادشاہ کے آمد کی خبر سن کر گھبرا گیا اور سمجھا کہ یہ تشریف آوری ضرور میرے ہی لیے ہے اور یہاں آنے کے بعد جو حالات معلوم ہوں گے ان سے بادشاہ اور زیادہ برہم ہوگا اور کسی صاحب نے یہ بھی اڑا دی کہ نواب بہلول خاں اس قلعہ کو لینا چاہتے ہیں اور اسی لیے بادشاہ آرہا ہے کہ تم کو بدر کرکے قلعہ اس کے حوالے کرے۔ یاقوت جواب تک در پردہ شرارتیں کرتا تھا اب کھلا باغی ہوگیا اور پیش خانہ بادشاہی پر گولہ باری شروع کردی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ فوراً قلعہ کو مسمار کردیا جائے۔ امرا نے عرض

Marfat.com

کی کہ یہ تو بالکل آسانی سے ممکن ہے۔ لیکن اس میں دوسرے قلعہ داروں کی دل شکنی ہو گی اور اعتبار اٹھ جائے گا اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم قلعہ کا محاصرہ کر لیں۔ محاصرہ کرتے ہی یاقوت نے پھر سلسلہ جنگ کا شروع کیا۔ بادشاہ کو خفیہ خبر لگی کہ یاقوت میں اتنا دم نہیں ہے جو ہمارا مقابلہ اس بے باکی سے کر سکے بلکہ ضرور جوہر بے وفا ہرپن ہلی میں بیٹھ کر درپردہ مدد دے رہا ہے۔ بادشاہ کو جوہر کی اس تمردی پر سخت غصہ آیا کہ ہم تو بار بار اس کے حرکات سے چشم پوشی کرتے جاتے ہیں اور وہ الٹا جب دیکھو ہماری مخالفت کرتا ہے اس دفعہ ضرور اس کا خاتمہ کر دینے کے سوائے چارہ کار نہیں۔ اصل سے خطا نہیں اور کم اصل سے وفا نہیں مگر میاں عبدالمحمد نے بادشاہ کے غصے کو دھیما کیا اور کہا کہ یہ شخص کبھی راہ راست پر نہ آئے گا۔

درختے کہ تلخ ست او را سرشت گرش در نشانی بہ باغ بہشت
و راز جوئے خلدش در ہنگام آب بہ بیخ انگبیں ریزی و شہد و ناب
سر انجام گوہر بہ کار آورد ہماں میوۂ تلخ بار آورد

جب تک قلعہ تور گل اس سے چھین نہ لیا جائے گا یہ کبھی راہ راست پر آنے والا نہیں۔ بادشاہ نے قلعہ تور گل کا محاصرہ اٹھا دیا اور ہرپن ہلی کی طرف بڑھا۔ یہ سنتے ہی جوہر واں سے بھاگا۔ اور قلعہ دار مدگل کو جو بادشاہ کے سر راہ تھا بھڑکا دیا کہ خبردار ہمت نہ ہارنا دیکھو تور گل کے حبشی نے آخر قلعہ نہ دیا بادشاہ کے دانت کھٹے کر ہی دیے۔ میں تمہاری مدد کو موجود ہوں لیکن مدگل کا قلعہ دار وفادار تھا وہ جوہر کے جل میں نہ آیا۔ بادشاہ کے آتے ہی قلعہ کی کنجیاں خوشی سے حاضر کر دیں۔ بادشاہ قلعہ میں داخل ہوا اور دو تین روز ٹھہرنے کے بعد خبر ملی کہ قلعہ بھنو میں (قدیم نام بھنو ہے جس کی وجہ تسمیہ کچھ معلوم نہیں دیتی۔ یہ مقام رائچوز کے مغرب میں ۲۶ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس تعلقہ میں بارہ میل تک دریائے تنگ بھدرا رواں ہے اور گوشہ جنوب و مشرق میں سرکار عالی نظام اور برٹش گورنمنٹ میں حد فاصل ہے۔ ۱۲۶۲ف مطابق ۱۲۶۹ھ میں یہ تعلقہ بروئے عہد نامہ ۱۸۵۲ء برٹش گورنمنٹ کے تفویض کیا گیا اور اسی سال سے عمل کمشنری جاری ہوا۔ اس وقت اس تعلقہ کی دو تقسیمیں تھیں۔ مانوی اور کوتال، اسی زمانے میں بھنو سے بدل کر اس کا نام مانوی پڑا۔ تیس برس تک مانوی اور کوتال جدا جدا رہے مگر ۱۲۶۶ف میں دونوں ضم ہو کر مانوی مستقر تحصیل ہوا۔ عمل کمشنری سات سال رہا اس زمانے میں موضع باگل واڑ مستقر تحصیل تھا من بعد مانوی مستقر ہوا۔ ۱۲۷۰ف م ۱۲۷۷ھ عمل کمشنری برخاست

Marfat.com

اور ضلع رائچور سرکار عالی کو مسترد ہوا۔ چھ مہینے تک بزمانہ تعلقداری نصرت جنگ بہادر یہ تعلقہ صرف خاص میں رہا۔ ذی الحجہ ۱۲۷۰ھ میں علاقہ دیوانی میں شریک ہوا۔ مانوی میں ایک قدیم قلعہ بنا ہوا ہے جو اب بالکل شکستہ ہے مگر فصیل اور برج قائم ہیں۔ فصیل کا ارتفاع ۲۲ فٹ ہے۔ قلعہ کا صدر دروازہ جیبی دروازے کے نام سے مشہور ہے اور بارہ کھڑکیاں تھیں۔ یہ دروازہ ۱۶ فٹ بلند اور ۶۔۶ فٹ عریض ہے۔ پہلے زیادہ تر آبادی قلعہ ہی میں تھی اب اندر ویرانہ ہے۔ اور اب صرف ایک قدیم مسجد اور حجرہ آثار شریف اور وینکٹیش کا دیول باقی ہیں۔ ایک بزرگ پیر غیب کا مزار بھی ہے جن کے حالات کچھ معلوم نہیں ہوتے اسی طرح قلعہ کے اندر جیبی دروازے سے ملا ہوا حضرت مستان شاہ مجذوب کا مزار ہے جن کا حال بھی معلوم نہیں۔ مسجد پر کتبہ ذیل ہے

ھوالعلام

بحمد اللہ از حکم پروردگار   ز بتخانہ شد مسجد دیں شعار

بہ عصر شہنشاہ کشور کشائے   شہ دیں پنہ خسرو تاجدار

جواں ملک فیروز شہ بہمنی   بیک عزم در فتح کرد ایں حصار

پس از فتح شاہنشہ ایں قلعہ یافت   بسر سروراں صفدر روزگار

بنا ساز ایں سجدہ گاہ شریف   محمد ظہیر اوچی دیں ملار

بہ فصد نناد از ہجرت مصطفیٰ   بنا کرد چوں کعبہ ایں یادگار

۷۹۰ھ

بالائے کوہ مانوی حضرت شاہ سبز علی صاحب قدس سرہ العزیز کا مزار ہے آپ بغداد شریف سے تشریف لائے تھے۔ آپ کے ہمراہ چار فقراء تھے جن میں تین صاحبوں کا انتقال یہیں ہوا۔ تینوں کی قبریں حضرت کے مزار کے متصل ہیں۔ حضرت کے پاس ایک طوطا تھا اس کی بھی قبر ہے۔ پہاڑ کی چوٹی پر حضرت کا چلا ہے جہاں حضرت معتکف ہوتے تھے۔ چلے کے پاس ہی ایک باؤلی ہے جو ۲۰۰۰ برس پرانی ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں بیٹھ کر تھوڑی دیر درود شریف پڑھا جائے تو باؤلی سے خوشبو آنے لگتی ہے۔ حضرت کی تاریخ وصال "تالاب لبریز" ۶۸۳ھ ہے یعنی آپ کو انتقال فرمائے پورے ساڑھے چھ سو برس ہوئے۔ اس پہاڑ کے دامن میں جانب مغرب حضرت تاج الدین علیہ الرحمۃ کا مزار

Marfat.com

ہے۔ مزار کے قریب ایک درخت نیم کا ہے جس کی ایک ڈالی حضرت کے مزار مبارک پر سایہ فگن ہے۔ اس ڈالی کے پتے میٹھے ہیں اور باقی کے کڑوے اور یہ بھی عجیب ہے کہ وہیں مزار پر بیٹھ کر پتہ چباؤ تو تلخی محسوس نہیں ہوتی اگر آبادی میں لاکر کھاؤ تو وہی کڑواہٹ ہوتی ہے جو نیم کے پتے میں ہونی چاہئے۔) جوہر حبشی آن کر جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔

قلعہ بھنو پر عادل شاہ اور جوہر کا مقابلہ اور جوہر کی شکست

بادشاہ سنتے ہی پہنچا اور لشکر ظفر پیکر کو نواب بہلول خاں نے آراستہ کیا۔ میمنہ پر ملا احمد اور شریف خاں، میسرہ پر محمد اخلاص خاں اور خواص خاں اور قلب لشکر پر خود بادشاہ اور ساقہ پر عزیز خاں اور دوسرے امراء تھے اور بڑی بھاری اور خوں ریز لڑائی ہوئی جس میں ہزاروں آدمی عین میدان جنگ میں مارے گئے۔ ہاتھیوں کی روندن اور گھوڑوں کے ٹاپوں سے جوہر صلابت خاں گھوڑے پر سے گرا اور ویسے ہی ایک سپاہی کے گھوڑے پر سوار ہو جان بچا کر نکل بھاگا اور قلعہ راپچور میں جا کر دم لیا۔ اس طرح بال بال بچ گیا۔ دو تین دن قلعہ راپچور میں رہ کر دم لیا لیکن دہشت کے مارے وہاں ٹھہر نہ سکا اور محمد نگر کرنول میں جا کر قلعہ میں بیٹھ کر اپنا علاج معالجہ کرنے لگا کہ اس دوادوش اور میدان کارزار میں چور چور ہو گیا تھا اور بخار آنے لگا۔

علی عادل شاہ کا قلعہ راپچور کو فتح کرنا

بھنو سے بادشاہ قلعہ راپچور پر پہنچا۔ وہاں کا قلعہ دار سدی جوہر کا متوسل تھا غالباً سدی جوہر کچھ پٹی پڑھا گیا ہوگا۔ بادشاہ کے مقابلے کی تیاری کرنے لگا لیکن جمعیت احشام بادشاہ کا نمک کھائی ہوئی تھی ایک دم قلعہ دار سے منحرف ہو گئی اور قلعہ دار کو قید کر کے بادشاہ کے حضور میں قلعہ کی کنجیاں گزران دیں۔ بادشاہ ان کی فرماں برداری اور اطاعت سے بہت خوش ہوا اور آقا خسرو ایک کم سن شخص کو جو بادشاہ کا معتمد علیہ تھا قلعہ دار مقرر کیا اور پھر جوہر کے تعاقب میں کنار دریائے تنگ بھدرا پر مقام کیا اور موسیٰ خاں اور جھجار اؤ وغیرہ کو دریا کے پار جوہر کی گرفتاری کو روانہ کیا۔

سدی مسعود کا لشکر عادل شاہی سے شکست پانا اور جوہر صلابت خاں کی وفات

سدی مسعود جو جوہر کا داماد تھا اس نے جب سنا کہ تھوڑی سی فوج دریائے تنگ بھدرا کے اس طرف اتر آئی ہے تو اپنے غرور میں کچھ خاطر تلے نہ لایا اور تین ہزار سوار لے کر موسیٰ خاں اور جھجار اؤ پر شبخون

Marfat.com

مارا لیکن بہت سے لوگ مارے گئے اور لشکر ادھیا گیا۔ ناچار سدی مسعود بچا کھچا لشکر لے کر بھاگا۔ پہلے ہی شکست سے جوہر ایسا بدحواس ہو گیا تھا کہ بیمار پڑ گیا اب اس دوسری شکست کے سنتے ہی رہی سہی ہمت بھی جاتی رہی اور مرض میں زیادتی ہو کر مر گیا۔ جوہر کا بیٹا عبدالعزیز اور داماد سدی مسعود دونوں بے سہارے رہ گئے بچھڑا کودتا ہے کھونٹے کے بل۔ ان دونوں نے عبدالمحمد اور سدی بہلول کو اپنی عفو، تقصیر کے لیے معذرت نامے لکھے یہ دونوں موقع مناسب کے متلاشی تھے ایک دن بادشاہ کا مزاج بہت بشاش تھا بہت کچھ سعی و سفارش کی جوہر نے جیسا کیا ویسا پایا۔ جَزَاءُ سَیِّئَۃٍ لیکن اس کے بیٹے اور داماد دونوں متوقع مراحم خسروانہ اور عفو، تقصیر کے ہیں

گنہ بود مرد ستم گار را چہ تاواں زن و طفل بے چارہ را

بادشاہ نے ان دونوں سے درگزر کی اور حضوری دربار کی اجازت دی اور خلعت سرفراز کر کے منصب و جاگیر آبائی بحال کر کے بادشاہ بیجاپور کو واپس آیا۔ جوہر جس نے بادشاہ کو اس قدر دق کیا اصل میں وہ ملک عبدالوہاب بن ملک ریحان ثانی کا غلام تھا۔ ملک عبدالوہاب کی وفات کے بعد جوہر نے ملک ریحان کو قید کر دیا اور کرنول میں رہنے لگا اور خود امیر بن بیٹھا۔ سدی مسعود بھی ملک عبدالوہاب کا غلام تھا اس سے اپنی بیٹی بیاہ دی سدی جوہر کو آگے چل کر خطاب صلابت خاں کا ملا اور سدی مسعود کو خانی کا۔

ملیبار اور بدنور

(ملیبار ہندوستان کا مغربی کنارہ جو اب ساحل ملیبار کے نام سے مشہور ہے جس میں بندر بنا ور، کنڈاپور، منگلور، کنانور، بے پور، کالی کوٹ وغیرہ مقامات شامل ہیں)

(بدنور: یہ بھی ساحل ملیبار سے ملا ہوا ہے اب میسور کے علاقہ میں ہے اور عموماً نگر کے نام سے مشہور ہے یہ حصہ کلادی کے نائک واڑیوں کا ملک تھا کلادی میسور کے شمال و مغرب میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ ۱۵۶۰ء میں یہاں دو بھائی رہا کرتے تھے جن کے ہاتھ بہت سا خزانہ لگ گیا تھا اور راجہ کان بیجانگر نے بھی ان کو کچھ ملک دے رکھا تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے خزانہ ملنے کی خوشی میں اس زمانے کے رسم و رواج کے موافق ایک انسان کو بلی چڑھا دیا تھا۔ نائک واڑیوں کی اولاد نے یہاں سے نقل مقام کر کے دس میل جانب جنوب پرے ہٹ کر اکیری میں سکونت اختیار کی تھی۔ جس کا ذکر پیڑو ڈیلا والی اٹیلین سیاح نے ۱۶۲۳ء میں اپنے سفر نامہ میں کیا ہے کہ یہاں کا راجہ وینکٹاپا نائک قوم لنگایت سے تھا۔ الیری میں ایک

Marfat.com

مندر دیکھنے کے قابل ہے جس میں عجیب و غریب مورتیں بنی ہوئی ہیں چنانچہ ایک نائک کا بت ایسا بنا ہے جس کے ہاتھ پاؤں ہتکڑی اور بیڑیوں سے جکڑے ہوئے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ نائک مجنون تھا۔ نواب حیدر علی خاں بہادر والی میسور نے پہلے بدنور کو اپنا دار السلطنت مقرر کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اسی وجہ سے حیدر نگر نام بھی رکھ دیا تھا اور شاہی محل، سلاح خانہ، دار الضرب اور جہازوں کی گودی بنانے کی سب کچھ تیاری کر لی تھی مگر کچھ نواب کی بیماری اور کچھ وہاں کے لوگوں کی گہری سازش کی وجہ سے سارے منصوبے اینڈرہ گئے) ملیبار کا زمیندار راجہ بھدر پانائک ایک بہت بڑا رئیس تھا۔

سونڈے پر علی عادل شاہ کی چڑھائی ۱۰۷۳ھ

(سونڈے بدنور کے شمال رخ ایک چھوٹی سی ریاست تھی) جو بدنور میں رہا کرتا تھا علی عادل شاہ نے پہلے اسے مطیع کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ صلابت خاں کی مہم پیش آئی لہٰذا یہ ارادہ ملتوی رہا اب صلابت خاں کی طرف سے اطمینان خاطر ہوا تو کچھ دنوں رائچور میں رونق بخش رہ کر چندے بیجاپور میں دم لیا اور جشن فتح و نصرت کے بعد بھدر پانائک کی طرف رخ کیا کہ اس نے خراج دبا رکھا تھا اور علاوہ اس کے چند متصل قلعوں پر بھی ناجائز قبضہ کر لیا تھا۔ ملا خرم کو اس کی افہام و تفہیم کو روانہ کیا لیکن لات کا بھوت بات سے کہاں مانتا ہے اس کو نشہ دولت چڑھا ہوا تھا راستی کی بات اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ ملا خرم ناکام واپس آیا۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ گئی تو بادشاہ نے شرزہ خاں کو آگے بھجوایا اور خود بھی غرہ شعبان ۱۰۷۳ھ میں بہت بڑا لشکر لے کر روانہ ہوا اور قلعہ بنکاپور پر پہنچ کر ملک کرناٹک سے نواب عبد الرحیم بہلول خاں کو طلب فرمالیا۔ بہلول خاں مع شاہ جی بھونسلے کے کنار دریائے تنگ بھدرا حاضر ہو کر بادشاہ کے قدم بوس ہوا۔ بادشاہ نے بہلول خاں، شاہ جی، عبد المحمد، ملا احمد، شرزہ خاں کو آگے روانہ کیا اور بعد خود بھی جا پہنچا۔ شرزہ خان بڑا بہادر اور نامور سردار تھا راستے میں لڑتا بھڑتا قلعوں کو فتح کرتا ہوا قلعہ سونڈہ تک پہنچا جو ایک بہت زرخیز ملک ہے اور فتح کر لیا۔ بادشاہ کو اس مقام کی آب و ہوا پسند آئی چند دن مقام کیا لشکر نے دم لیا اور پھر بدنور کی طرف قدم بڑھایا۔ بھدر پانائک فوج شاہی کے آنے کی خبر سن کر بھاگا اور قلعہ کویل درگ میں پناہ لی لشکر اسلام نے قلعہ بدنور بھی فتح کر لیا اور چند روز ٹھہرے رہے بعد قلعہ کویل درگ پر پہنچے۔ بھدر پانائک نے دیکھا کہ ان لوگوں نے بری طرح پیچھا لیا ہے ناچار نواب بہلول خاں کی خدمت میں اطاعت و فرماں برداری اور عفو و تقصیرات کا معروضہ لکھا اور خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

Marfat.com

بہلول خاں نے بارگاہ خسروی میں سفارش کی جس پر سے قصور معاف ہوا اور اس کا ملک اسے سپرد کر دیا گیا اور خراج وغیرہ کی ادائی کا پکا وعدہ لے کر غرہ جمادی الاول ۱۰۰۷ھ میں مظفر و منصور بیجاپور کو واپس رونق افروز ہوئے۔

اسباب زوال سلطنت عادل شاہی و تسلط سلاطین مغلیہ

آل تیمور کو ہمیشہ سے ملک دکن کی تمنا تھی۔ خصوصاً اکبر (۱۴ر شعبان ۹۴۹ھ شب شنبہ مطابق ۲۳ر نومبر ۱۵۴۲ء کو لاہور کے مضافات امرکوٹ میں پیدا ہوا۔ ۲ر ربیع الثانی ۹۶۳ھ کو چودہ سال کی عمر میں بمقام عیدگاہ کلانور صوبہ لاہور جلوس فرمایا۔ ۱۵۵۲ء تا ۱۶۰۵ء سلطنت کی۔

تاریخ جلوس

از خطبہ شاہ رفعت منبر شد   و ز سکۂ حال کارہا چوں زر شد

بہ نشست بہ تخت سلطنت اکبر شاہ   تاریخ جلوس نصرت اکبر شد

۵۱ برس، دو مہینے، گیارہ دن حکم رانی فرما کر ۱۳ر جمادی الثانیہ ۱۰۱۴ھ اکتوبر ۱۶۰۵ء یوم چہار شنبہ بمقام اکبر آباد (آگرہ) وفات پائی۔

تاریخ وفات

فوت اکبر شہ از قضائے الہ   گشت تاریخ فوت اکبر شاہ

یہ بادشاہ نہایت نامور اور دلیر اور عادل تھا۔ اس کے عہد میں سلطنت مغلیہ معراج الکمال پر پہنچی۔ اس نے ممالک ذیل فتح کیے مالوہ، کشمیر، گجرات، اڑیسہ، ٹھٹھہ، بھکر، قندھار، برہان پور، بنگالہ، خاندیس، براڑ، احمد نگر۔ عمر شریف ۶۴ برس، گیارہ مہینے، آٹھ روز تھی۔

تاریخ ولادت و وفات

آں جلال الدین اکبر بادشاہ   سرور عالم شہ برنا و پیر

سال تولیدش چو جستم از خرد   شد عیاں منصور حق اکبر بپیر

۹۴۹

حامی فیض آمدہ تولید او   باز شاہنشاہ دیں اکبر بپیر

۹۴۹   ۹۴۹

Marfat.com

میر دیں رستم بخواں ترحیل او　　فضل عدل آمد عیاں باز از ضمیر

۱۰۱۴　　۱۰۱۴

چو اکبر شہ اعظم ملک ہند　　ز دنیا بہ عقبیٰ شدہ جائے گیر

بہ تاریخ ترحیل آں شاہ دہر　　بخواں تاج اجلال مہر منیر

۱۰۱۴

چوں جلال الدین اکبر شاہ ہند　　رفت از دنیا بہ عقبیٰ جست راہ

زینت تاج دلوا اہل جلال　　گو وصال آں شہ عالم پناہ

۱۰۱۴

پس شہنشاہ مکمل اکبر است　　ہم جلال تاج اکبر بادشاہ

۱۰۱۴　　۱۰۱۴

اکبر آں اہل دولت اکبر،　　شد ز دار الفنا بہ حسرت و آہ

سال تاریخ رحلتش سرؔور　　گو شہنشاہ شاہ والا جاہ

(۱۰۱۴

بادشاہ اور اس کی اولاد نے متواتر کوششیں ملک دکن کو مسخر کرنے کی کیں اور بہ تدریج ملک خاندیس اور براڑ پر قابض ہو گئے۔ ولایت نظام شاہی کو ملیامیٹ کر دیا۔ اور نصفا نصف شاہ جہاں اور سلطان محمد نے تقسیم کر لی جس کا صلح نامہ لوح طلا پر منقش کیا گیا اور کچھ دنوں طرفین سے اسی پر عمل در آمد رہا لیکن سیواجی بھونسلے کی آئے دن کی لوٹ مار اور تمردی نے ایک ہل چل مچا دی۔ اگرچہ اس کا باپ شاہ جی بھی بڑا لڑاکو تھا لیکن پھر بھی مرد جہاں دیدہ تھا فی الجملہ اس کے مزاج میں سلامت روی تھی کبھی لڑتا تھا کبھی آ کر مل بھی جاتا تھا لیکن سیواجی کسی طرح قابو میں نہ آتا تھا پہاڑی قلعوں میں بجلی کی طرح کوندتا رہتا تھا آج یہاں تو کل وہاں ادھر عادل شاہیوں کے ملک کو لوٹتا تھا ادھر مغلوں کو دونوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اسی کی وجہ سے خاندان عادل شاہیہ اور مغلیہ میں اَن بن ہو گئی جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ تمام ملک دکن مغلوں کے قبضے میں آ گیا اور سلاطین عادل شاہیہ کا نام صفحۂ دنیا سے مٹ گیا۔

Marfat.com

سیواجی کا صلح نامہ عادل شاہ سے ۱۶۶۲ء

عادل شاہیوں نے آئے دن کے جھگڑوں سے بے زار ہو کر ۱۶۶۲ء میں سیواجی سے صلح کر لی اور ایک عہد نامہ پر دستخط ہو گئے جس کی رو سے کوکن کا تمام ملک اور ملک دکن کی ایک لمبی پٹی سیواجی کو دینی پڑی۔ سیواجی کی چلبلی طبیعت بھلا اسے نچلا کب بیٹھنے دے سکتی تھی۔ بیجاپور کی طرف اب وہ رخ نہ کر سکتا تھا کہ عہد نامے نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے مجبور تھا اس نے کہا خالی بے کار بیٹھنے سے کیا فائدہ لاؤ مغلوں ہی کی خبر کیوں نہ لوں یہ مفت میں ملک دبا بیٹھے ہیں۔ جہاں تک بن سکے ان سے چھین جھپٹ لوں۔

سیواجی کا شائستہ خاں (۱۶۶۳ء) کو قید کر لینا اور پھر اورنگ زیب کا راجہ جسونت سنگھ (۱۶۶۵ء) کو بھیجنا

جب کہ علی عادل شاہ تھوڑے دن قلعہ بنکاپور میں ٹھہر کر کرناٹک کے ملک میں مختلف لڑائیاں کر رہا تھا اور سارا لشکر ادھر گتھا ہوا تھا۔ سیواجی کو میدان خالی ملا اور نکلا۔ پہلا شکار اسے شائستہ خاں ملا جو سپہ سالار مغلیہ تھا اور اورنگ زیب کے عہد میں دکن کا قلعہ دار تھا جو بڑھتے بڑھتے سیواجی کی سرحد پر آ گیا تھا۔ سیواجی اچانک ان پر شبخون جا پڑا اور لشکر کا ستھراؤ کر دیا اور جتنا مال و اسباب تھا لوٹ لیا۔ شائستہ خاں بھی زخمی ہو کر سیواجی کی قید میں آ گیا۔ یہ خبر اورنگ زیب کو پہنچی۔ سیواجی کی اس درجہ بیباکی سن کر آگ بگولا ہو گیا اور فوراً راجہ جسونت سنگھ کو لشکر دے کر بھیجا کہ اس لٹیرے کا قلع قمع کیا جائے۔ جسونت سنگھ نے آتے ہی سیواجی کو ایک قلعہ میں گھیر لیا۔ سیواجی غضب کا من چلا آدمی تھا اس نے یہ چال کی کہ اپنی فوج میں سے چند قزاقوں کو سامنے کر دیا اور خود باقی لشکر لے کر بندر سورت پر دوڑ گیا اور آناً فاناً میں بھرے پڑے شہر کو لوٹ لاٹ کر جیسا گیا تھا ویسے ہی واپس آ گیا کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی کہ کب گیا اور کب آیا لیکن واپس آنے کے بعد جب لوگوں نے سنا تو سخت تعجب کیا کہ یہ انسان ہے یا چھلاوا۔ سیواجی نے واپس آ کر اسی طرح راجہ جسونت سنگھ کو روز کی لوٹ مار سے دق کر دیا اورنگ زیب کو جب سیواجی کے کرتوتوں کی خبر ملی تو وہ دیر تک غوط میں گیا اور آخر کار یہ فیصلہ کیا کہ سیواجی اکیلے ہمارے بس کا نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ ہم علی عادل شاہ سے مدد لیں۔

Marfat.com

سیواجی کے مقابلے میں علی عادل شاہ کا مغلوں کو مدد دینا

اورنگ زیب نے اپنے ایلچی علی عادل شاہ کے پاس بھیجے کہ سیواجی نے چو طرف لوٹ مار مچار کھی ہے ہمارا اور آپ کا کھلا دشمن ہے اس کے سبب سے تمام ملک دکن میں بدامنی پھیلی ہوئی ہے جب تک اس کا قلع قمع نہ کیا جائے گا کبھی ہم کو چین سے بیٹھنے نہ دے گا لہٰذا از بس بہتر و ضرور ہے کہ آپ اپنی فوج تیار کریں میں بھی لشکر بھیجتا ہوں ہم دونوں مل کر اس کا خاتمہ کر دیں اس کے بعد پھر ہم آپ اطمینان خاطر سے رہیں گے۔ علی عادل شاہ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور ایلچیوں کو جواب شافی اور خلعت ہائے فاخرہ دے کر رخصت کیا اورنگ زیب نے جواب ملتے ہی راجہ جسونت سنگھ کو مغلوں اور افغانوں کا بے شمار لشکر دے کر سیواجی کے مقابلے پر روانہ کیا اور ادھر عادل شاہ نے سب امراء کو جمع کیا اور حکم دیا کہ کون ایسا بہادر ہے جو اس معرکہ میں جائے اور نہ صرف سیواجی کو پامال کرے بلکہ اپنی بہادری کے جوہر لشکر مغلیہ کو بھی بتلائے اور ہمارا نام رکھ لے۔ خواص خاں نے اٹھ کر بیڑا اٹھالیا اور کہا کہ یہ خدمت خاص اس جاں نثار کی ہے اور آمادہ سفر ہو کر دوبارہ حضور میں حاضر ہو کر عرض کی کہ بادشاہ دہلی کے لشکر کے آنے کا انتظار بے سود ہے۔

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است رفتن بہ پائے مردئ ہمسایہ در بہشت

دوسروں کے بل پر لڑنا بہادروں کا شیوہ نہیں ہے۔ یہ فدوی صغر سن سے اب تک آپ کی زیر پرورش رہا ہے رگ و ریشہ میں حضور کا نمک پیوست ہو گیا ہے اس وقت اگر میں کام نہ آؤں گا تو کس دن کے لیے پیدا ہوا بادشاہ بہت خوش ہوا اور شمشیر خاص سرفراز فرما کر مہم پر جانے کی اجازت دی۔

خواص خاں اور سیواجی کی لڑائی اور سیواجی کی شکست

خواص خاں کوچ مقام کرتا ہوا ندی کے گھاٹ پر پہنچا جو بہت دشوار گزار تھا اور دوسرے طرف ندی کے صرف کوہستان ہی کوہستان تھا لہٰذا خواص خاں نے اپنی فوج کو جھٹ پٹ پار اُتار دیا سیواجی کو دیر سے خبر ملی اور ایسے وقت ملی کہ مسلمانوں کا لشکر عبور کر چکا تھا اس خبر کے سنتے ہی کف حسرت وافسوس ملنے لگا۔ لیکن اپنے دل کو اس امر سے تسلی دی کہ بجائے دو کے ایک سے مقابلہ رہا مغلوں کے لشکر کے آنے میں تو ابھی دیر ہے لاؤ پہلے ان کا تو نوالہ کر لوں دہلی کا لشکر جب آئے گا تب تک ان کی خبر لینے کو بھی درست ہو جاؤں گا۔ سیواجی نے (جو مغلوں کے مقابلے کے لیے پہلے ہی سے تیاری کر چکا تھا) ایسا اچانک

Marfat.com

خواص خاں پر شب خوں مارا کہ وہ سدھر نے نہ پایا۔ خواص خاں کو خبر نہ تھی کہ آتے ہی یہ معاملہ پیش آئے گا۔ ابھی تو وہ سیواجی کی ٹوہ لے رہا تھا لیکن صحیح پتہ نہ ملا تھا کہ وہ اس وقت ہے کہاں کہ یکایک سیواجی کی فوج نے پہاڑیوں کے درمیان گھیر اڈال دیا اور خواص خاں کا لشکر ایک تنگ مقام میں بے طور پھنس گیا ان کو صفیں جمانے اور لشکر کو باہر نکالنے کی جگہ نہ تھی یہ لوگ لاکھ بہادر ہوں مگر ایسے قلب مقام پر کر کیا سکتے تھے۔ خواص خاں کی فوج گھبر اگئی لیکن خواص خاں نے بہت کچھ ان کی ہمت بندھائی اور ان کو دم دلاسہ دے کر مقابلہ کے لیے آمادہ کر ہی رہا تھا کہ یکایک گولے برسنے لگے اور عین وسط لشکر میں گر گر کر تھراؤ کرنے لگے اور بہت سے لوگ مارے گئے چنانچہ سدی درگاہ اور شیخ میراں جیسے نامور سردار کام آئے قریب تھا کہ خواص خاں کے لشکر کے پاؤں اکھڑ جائیں کہ یکایک خواص خاں خود تلوار لے کر میدان جنگ میں کودا۔ اس کا پہنچنا تھا کہ لشکر میں جان پڑ گئی۔ سب نے ہمت کر حملہ کیا اور مرہٹوں کے ہزار ہا آدمی آن واحد میں دریائے خون میں لوٹنے لگے اور گھبرا کر سب چھوڑ چھاڑ بھاگے اور اس طرح خواص خاں کی کھلی فتح ہوئی۔

جے سنگھ اور سیواجی کی ملی بھگت

جے سنگھ ابھی راستہ میں ہی تھا کہ سیواجی کی اور خواص خاں کی مٹ بھیڑ ہو گئی جس میں سیواجی کو شکست ہوئی اور اس کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ سیواجی پونے کے قلعہ میں جس کو اس نے ہر طرح مستحکم کر لیا تھا جا بیٹھا جے سنگھ وہیں پہنچا معلوم ہوا کہ قلعہ ایک کونے میں الگ تھلگ ہے کہیں باہر سے مدد نہیں پہنچ سکتی۔ ایک دم محاصرہ کر لیا اور اگرچہ سیواجی اس وقت قلعہ میں نہ تھا لیکن جو لوگ قلعہ میں تھے ان کو گولہ باری سے تنگ کر دیا۔ سیواجی کو صلابت خاں نے ایسا جھکولا دیا تھا کہ وہ اب اتنے بڑے مقابلے سے پس و پیش کرتا تھا۔ سیواجی کا منہ نہ تھا کہ عادل شاہ سے عذر خواہی کرتا۔ مغل بھی اس سے بھرے بیٹھے تھے اور اب تو اس کے گھر پر ہی چڑھ آئے تھے دیر سویر پونے کا قلعہ لیں گے پر لیں گے اور نہ صرف قلعہ لے کر بس کریں گے بلکہ میری جان کے بھی درپے ہو جائیں گے اب کوئی تدبیر ایسی کرنی چاہیے کہ بلا سے قلعہ جائے تو جائے مگر جان تو بچے۔ جان بچی لاکھوں پائے۔ سر سلامت رہے پگڑیاں بہت۔ یہ سوچ کر جے سنگھ سے صلح کا پیغام دیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج تک ملک دکن پر کئی حملے ہوئے مگر سب میں سوائے ناکامیابی کے کچھ ثمرہ نہ ملا اب اگر آپ میرے سر پر ہاتھ دھریں اور میری تقصیرات کو

Marfat.com

معاف فرمائیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سارے ملک دکن پر اورنگ زیب بادشاہ کا قبضہ کرادینے کا میرا ذمہ ہے اور جتنے بڑے بڑے قلعے ملک دکن کے اس وقت میرے قبضے میں ہیں وہ تو میں ابھی آپ کو دے دیتا ہوں اور یہ کہہ قلعوں کی کنجیاں بھی جے سنگھ کے پاس بھیج دیں۔ جے سنگھ کو خوب سبز باغ دکھلایا۔ جے سنگھ سمجھا کہ واقعی ملک دکن اگر فتح ہوگا تو اسی کی مدد سے ہوگا کہ اس سے بہتر ذی اثر اور مقامی حالات سے واقف کون ہے۔ سارے مرہٹے اس کے ساتھ ہیں ٹھیٹرے ٹھیٹرے بدلائی تھی دونوں گھل مل گئے اور سلطنت عادل شاہیہ کی بربادی کا بیڑا اٹھایا۔

جے سنگھ اور سیواجی کے یک دل ہو جانے کی خبر پا کر عادل شاہ کا قصد مصالحت

جب علی عادل شاہ کو معلوم ہوا کہ جے سنگھ اور سیواجی دونوں نے ہماری بربادی کا بیڑا اٹھالیا ہے تو بادشاہ کو از حد فکر ہوئی کہ دشمن بغلی اور دشمن بیرونی دونوں ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں تو بڑی مشکل کا سامنا ہے۔ کسی اکیلے ایک کو تو میں بھی بہت تھا مگر سیواجی گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے اس کا ہم راز ہو جانا البتہ تشویش ناک ہے۔ عادل شاہ کا دلی منشا یہ تھا کہ جب ہمارا اور بادشاہ دہلی کا صلح نامہ ہو چکا ہے تو بلاوجہ یہ لڑائی کیوں؟ پہلے ملا خرم اور ملا احمد دونوں کو عنایت نامے لکھے کہ تم دونوں جاکر جے سنگھ کو سمجھاؤ کہ ناحق کی خوں ریزی کا وبال کیوں لیتے ہو۔ ان دونوں نے جاکر جے سنگھ کو بہت کچھ سمجھایا مگر اس نے مطلق پرواہ نہ کی اس کو اپنے اسی ہزار سواروں کا غرور تھا وہ ایسی زبانی باتوں کو کیا ماننے والا تھا۔ ٹرے پن کی باتیں کرنے لگا۔ ناچار ملا خرم اور ملا احمد نے عرضی پیش کی کہ لات کا بھوت باتوں سے نہیں مانتا اب سوائے اس کے علاج نہیں کہ اس سے جی توڑ کر لڑا جائے۔ بادشاہ کو اور زیادہ فکر ہوگئی۔ عبدالحمد کو خلوت میں طلب فرما کر عرضی دکھلائی اور کہا کہ کہو اب کیا کرنا چاہیے میں نے بہت کچھ لڑائی کو ٹالنا چاہا مگر اب میں کیا کروں۔ عبدالحمد نے عرض کی کہ آخِرُ الدَّوَاءُ الْکَیُّ (سب سے آخری علاج داغ دینا ہے) ہم کو ان سے دبنے کی کچھ ضرورت نہیں فوراً ان پر لشکر کشی کرنی چاہئے۔

جے سنگھ کے مقابلے کے لیے عادل شاہ کی تیاری

علی عادل شاہ نے اپنے تمامی امراء اور جاگیرداروں اور قلعہ داروں کو چوطرف احکام بھیج دیئے کہ فوراً اپنی اپنی جمعیت لے کر حاضر ہو جائیں۔ اور یہ بھی پیش بندی کی کہ مرزا یوسف نے بیجاپور کے اطراف دور دور چوپٹ میدان کر دیا۔ گھانس اور چارے کا نام نہ رکھا۔ پانی کا پتہ نہیں۔ شہر میں جتنے حوض

Marfat.com

تھے سب توڑوادیئے کنوؤں میں زہر ملوادیا۔ اب فرمایئے کہ مغلوں کا ٹڈی دل لشکر بلا آب ودانہ کے کیسے ٹھہر سکتا تھا۔ خواص خاں نے قلعہ کی فصیلوں اور مورچوں کو از سر نو درست کر کے توپیں چڑھادیں اور قلعہ میں کافی ذخیرہ گولی بارود کا مہیا کیا۔ غرض ہر طرح مغلوں کے مقابلے کے لیے تیار ہو بیٹھے۔

سرفراز خاں سردار مغلیہ اور شرزہ خاں سردار عادل شاہیہ کی لڑائی قلعہ منگل بیڑے پر

وزراء وامرائے نامدار سلطنت مملکت مدار عبدالمحمد نواب عبدالکریم خاں، نواب بہلول خاں، محمد اخلاص خاں، شرزہ خاں اور بہت سے زمیندار ناگواڑی اور مینوار بے شمار لشکر لے کر جے سنگھ کے مقابلے کو بڑھے۔ جے سنگھ کو سیواجی کا بڑا بھروسہ تھا جب یہ ساتھ تھا تو اس کو کسی اور کی کیا پرواہ تھی انہوں نے بھی مملکت عادل شاہیہ پر دست درازی اور لوٹ مار شروع کر دی اور جدھر قابو بن پڑا ملک دبالیا جن میں ایک مقام منگل بیڑہ تھا جہاں سرفراز خاں نے مع پانچ ہزار سواروں کے آکر قلعہ پر قبضہ کر کے اپنے قدم جمالیے تھے۔ شرزہ خاں نے جب یہ خبر سنی تو پہنچا اور کہا کہ چہ خوش کیا بادشاہ کے مکان کو خالہ جی کا گھر سمجھا کہ آئے اور دبا بیٹھے۔ غرض دکھنیوں اور دہلویوں میں بڑی کٹا چھنی ہوئی۔ سرفراز خاں مع اپنے بیٹے اور داماد کے مارا گیا اور شرزہ خاں نے قلعہ پر قبضہ کیا۔ اسی وقت عبدالمحمد اور اخلاص خاں کا حکم پہنچا کہ غنیم چڑھ آیا ہے دو تین دن میں جنگ برپا ہونے والی ہے تم فوراً چلے آؤ۔ شرزہ خاں راتوں رات چل کر یلغار پہنچا اور لشکر عادل شاہی میں جاملا۔

جے سنگھ اور اخلاص خاں کی لڑائی اور اخلاص خاں کی فتح

راجہ جے سنگھ بہمہ جہت جنگ کے لیے تیار ہو گیا پہل اسی کی طرف سے ہوئی اور بڑی زور شور کی لڑائی ہوئی۔ راجہ جے سنگھ کے دانت کھٹے ہو گئے اور پیچھے ہٹنا پڑا۔ سپاہ عادل شاہی نے کہا چلو آج اتنا ہی بس ہے آئندہ دیکھا جائے گا لیکن راجہ جے سنگھ پھر تازہ دم ہو کر آیا۔ ہر چند لوگوں نے منع بھی کیا مگر اس نے ایک نہ مانی اور پھر بہت سخت لڑائی ہوئی دونوں طرف کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ شمشیر زنی اور نیزہ بازی اور تیر اندازی کی کوئی حد نہ رہی میدان جنگ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ خواص خاں پانچ ہزار سوار خاصہ خیل کے لے کر خود میدان جنگ میں اترا اور اس قدر جی توڑ کر یہ لوگ لڑے کہ غنیم کو ناک چنے چبوادیئے۔ آخر کار جے سنگھ کو شکست فاش ہوئی۔

Marfat.com

شرزہ خاں عادل شاہی اور صلابت خاں مغلیہ کی جنگ اور اول الذکر کی فتح

جاسوسوں نے آکر خبر دی کہ ہندوستان سے ایک بڑا بہادر و شجیع پانچ ہزار چیدہ سواروں کا لشکر لیے ہوئے بڑے کروفر سے جھپٹا چلا آرہا ہے اور صرف یہاں سے پانچ منزل رہ گیا ہے اگر وہ راجہ جے سنگھ سے آملا تو بس خیر نہیں بہتر یہ ہے کہ راستے ہی میں اسے روک لیں۔ سید الیاس المخاطب بہ شرزہ خاں اس مہم پر آگے بڑھا اور پانچ روز کی راہ دو دن میں طے کر کے پہنچا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ اس لڑائی کا کیا دیکھنا تھا دونوں طرف کے بہادر مصروف کارزار تھے ان میں سے اکثر قادر تیر انداز تھے پہلے تو تیروں کا مینہ برسا اور ہزاروں ہی آدمی مارے گئے تب صلابت خاں گھوڑے پر سے اتر پڑا اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر اپنے جوہر دکھانے لگا اس کے ساتھ ہی سارا لشکر پاپیادہ ہو گیا ادھر شرزہ خاں بھی گھوڑے پر سے کود پڑا اور طرفین سے تیر چلنے لگے۔ صلابت خاں نے دیکھا کہ تیر کمان سے اب کچھ کام نہیں چلتا تو تلوار نکال لی اور دست بدست تلوار چلنے لگی اس کے بعد خنجر و کٹار پر نوبت آئی آخر کار پنجہ کشی اور مکہ زنی ہونے لگی۔ شرزہ خاں اور صلابت خاں کے پنجہ گتھا لیکن شرزہ خاں بازی لے گیا۔ پھر کیا تھا مغلوں کا لشکر چیں بول گیا اور بھاگا۔ شرزہ خاں کے ہاتھ بے شمار دولت مال و اسباب لگا اور بڑی معرکۃ الآرا فتح ہوئی جس سے جامے میں نہ سما سکا۔ دہلی میں جب صلابت خاں کی شکست کی خبر پہنچی تو ایک زلزلہ پڑ گیا۔

عادل شاہ کی امداد کے لیے عبداللہ قطب شاہ کا بسرکردگی نیک نام خاں لشکر بھیجنا

سلطان عبداللہ قطب شاہ نے علی عادل شاہ کو اخلاص نامہ لکھا کہ ہمارے آپ کے درمیان بزرگوں کے وقت سے قدیم دوستی و اتحاد ہے میں نہایت افسوس سے سنتا ہوں کہ آپ پر مغلوں اور مرہٹوں نے مل کر چڑھائی کی ہے پھر ہمارا وجود کس دن کے لیے ہے اگر اجازت ہو تو میں بھی آپ کی رفاقت کے لیے جو کچھ لشکر میرے پاس ہے بھیجوں۔ بادشاہ نے شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ ہمارے امراء اور ہمارا لشکر خود اپنا بہادر اور جاں نثار ہے کہ مجھے ان کی وفاداری سے قوی امید ہے کہ فتح ہوگی اور کسی قسم کی امداد کی مجھے ضرورت نہیں لیکن آپ ہم جدا نہیں ہیں اتحاد، دوستانہ اور یک جہتی کے لحاظ سے آپ نے پیش قدمی کی ہے تو بسم اللہ لشکر بھجوا دیجئے۔ عبداللہ قطب شاہ نے فوراً بارہ ہزار سوار اور چالیس ہزار پیدل بہ سرکردگی نیک نام خاں کے جو ایک مشہور بہادر تھا روانہ کیے۔ جب یہ لوگ قریب بیجاپور کے پہنچے تو بادشاہ نے عبدالمحمد کو حکم دیا کہ جاؤ بہت عزت و احترام سے استقبال کر کے لاؤ۔ عبدالمحمد نے اپنی تمام فوج آراستہ کی اور

Marfat.com

دونوں لشکر بیرون شہر ملاقی ہوئے۔ عبدالمحمد نے نیک نام خاں اور دوسرے امراء کو خلعت ہائے فاخرہ دیئے اور بڑے تزک واحتشام سے عساکر قطب شاہیہ کو شہر میں لایا۔ بادشاہ خود دونوں لشکروں کا تماشہ دیکھنے کے لیے علی برج پر برآمد تھا دونوں لشکر بطور مارچ پاسٹ کے بادشاہ ذی جاہ کے سامنے سے گزرے امراء مجرئی وآداب بجالائے بادشاہ نے عبدالمحمد کو حکم دیا کہ نیک نام خاں کو دربار میں حاضر کیا جائے اور بہت کچھ خلعت وانعامات دے کر سرفراز فرمایا۔

شرزہ خاں اور خواص خاں کا مقابلہ جے سنگھ سے ۱۶۶۶ء

اب دونوں لشکر راجہ جے سنگھ کے مقابلے پر چلے دو لشکر کیا تھے گویا دو بحر ذخار تھے جنہوں نے غنیم کی کشتی طوفان زدہ کو گرداب بلا میں گھیر لیا تھا۔ عادل شاہ کی طرف عبدالمحمد، خواص خاص، شرزہ خاں، بہلول خاں، راجہ ایکوجی وغیرہ نام آور دلاور تھے۔ جے سنگھ کے پاس بھی کچھ کم فوج نہ تھی۔ ایک لاکھ اسی ہزار مغل، افغان، قزلباش، راجپوت اور مرہٹے تھے یہاں تو یہ کچھ تیاریاں ہو رہی تھیں ادھر اورنگ زیب مثل ماہی بے آب تڑپ رہا تھا۔ جے سنگھ کو بار بار لکھتا تھا کہ تم کیا کر رہے ہو تم نے اب تک کچھ بھی نہ کیا جب سنتا ہوں شکست کی ہی خبر سنتا ہوں، کیا میں نے تم کو اس بھروسے پر بھیجا تھا کیا، تم کو خیال نہیں کہ ضَرْبُ الْغُلَامِ اھَانَۃُ الْمَولیٰ (غلام کی مار، عین مالک کی تذلیل ہے) تمہارے آثار مجھے اچھے نہیں معلوم ہوتے مجھے کیا منہ دکھاؤ گے۔ الغرض شاہ جی لشکر جرار لے کر سرحد عادل شاہی پر آ پہنچا۔ ادھر بھی فوج کا میمنہ، میسرہ تقسیم ہو گیا ایک طرف شرزہ خاں اور خواص خاں اور دوسری جانب بہلول خاں اور دوسرے امرائے نامدار۔ جب مغلوں کا لشکر عین شہر بیجاپور کے نزدیک آ گیا تو ان کو خبر ملی کہ قطب شاہیوں کا ایک بڑا لشکر بھی آ پہنچا ہے دانہ چارہ کی قلت پانی کی کشش سے فوج جاں بلب تھی ان کے ہوش وحواس پہلے ہی گم تھے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑتی تھی آنے کو تو مقابلے پر آ گئے مگر ہمت آگے بڑھنے کی نہ پڑی۔ گو کہ لشکر عادل شاہی سامنے آ کر ڈٹ گیا تھا مگر ادھر سے کوئی میدان میں نہ آتا تھا۔ کئی روز بالکل خاموشی ہی خاموشی رہی شرزہ خاں اور خواص نے کہا کہ یہ لوگ تو بالکل جنگی سادھ گئے ہیں کسی نہ کسی طرح ان کو کھدیڑ کے میدان جنگ میں باہر لانا چاہئے دونوں سوار ہو کر نکلے دیکھا تو پہاڑوں کی آڑ میں ان کا لشکر پڑا ہوا ہے، جاسوسوں نے خبر دی کہ دانہ اور چارہ اور پانی کی قلت سے بارہ ہزار سواروں کا لشکر پہلے ہی جے سنگھ نے واپس کر دیا ہے اور وہ ابھی یہاں سے قریب ہی ہیں دور نہیں

Marfat.com

گئے ہیں کہ دونوں بہادر کچھ لشکر لے کران کے تعاقب کو پونااور جنیر کی طرف چلے، ناگاہ راستہ میں ایک گھاٹی میں ان کا نشان دکھلائی دیا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا گولے اور بان چلنے لگے ادھر سے بھی مقابلہ ہوااور بڑا کشت وخون ہوا۔ سارا میدان نعشوں سے پٹ گیا۔ اب تلوار چلنے لگی ہزاروں سوار گھوڑوں پر سے گر گر کر زمین میں خاک وخون میں لوٹنے لگے۔ من بعد دست بدست کی نوبت آئی مغلوں کا جب فیصلہ ہو گیا تو مرہٹوں اور راجپوتوں سے مقابلہ ہوا۔ جادوراؤاور کیسر سنگ مارے گئے۔ مغلوں کے لشکر تاب مقاومت نہ لاسکا اور بے طور بھاگا۔ علی عادل شاہ کو جب اس فتح کی خبر پہنچی سجدہ شکر بارگاہ ایزدی میں ادا کیا۔

نواب بہلول خاں اور راجہ جے سنگھ کا مقابلہ، شرزہ خاں کی مرگ مفاجات

جے سنگھ ناکامیاب ہو کر اپنی سرحد میں جا بیٹھا۔ عادل شاہی امراء متردد تھے کہ کس طرح پر اسے میدان میں لائیں مگر اس نے کروٹ نہ لی۔ لیکن اس مہلت میں لشکر عادل شاہی اور قطب شاہی دونوں نے جنگ کی تیاریاں اچھی طرح کیں۔ سید الیاس المخاطب بہ شرزہ خاں، خواص خاں ایک طرف اور بہلول خاں اور دوسرے امراء دوسری طرف۔ نیک نام خاں الگ بہلول خاں جو قلب لشکر میں تھا پہلے اس نے غنیم سے مقابلہ کیا۔ اور فتح پائی۔ بعد شرزہ خاں اور خواص خاص میدان میں آیا مگر جے سنگھ کا لشکر نہ نکلا آخر کار دونوں سردار گھوڑوں پر سوار برابر چلے آتے تھے راستے میں جہاں جھاڑی واڑی آجاتی تھی پھٹ جاتے تھے اتفاقاً ایک جگہ تنگ راستہ آگیا اور دونوں لشکر الگ الگ ہو گئے اور شرزہ خاں ایک طرف جارہا تھا کہ اتفاقاً ایک چھوٹی سی ٹکڑی غنیم کی نظر پڑی۔ شرزہ خاں کا چھوٹا لڑکا ان پر جا پڑا اور تلوار چلنے لگی لیکن غنیم کی ٹکڑی نے کم سن بچے کو گھیر لیا وہ وہاں سے چلایا۔ شرزہ خاں بیٹے کی چیخ وپکار سنتے ہی بے قابو ہو گیا اور گھوڑے کو ڈپٹا کر پہنچا اور آناً فاناً میں ان کو بھگا دیا اور اپنے کیمپ کو شاداں وفرحاں چلا آرہا تھا کہ ناگاہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور شرزہ خاں زمین پر آرہا اور گرتے ہی مر گیا۔ ہر شخص عالم تحیر میں رہ گیا۔ حیلے روزی بہانے موت۔ دنیا میں موت ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔

نہ زخم ظاہر و نے قاتلش ہویدا شد   اجل چگونہ رسید از کجاش پیدا شد

خواص خاں نے جب شرزہ خاں کے دفعۃً انتقال کی خبر سنی تو ایک کہرام مچ گیا۔ اور سارے لشکر میں سنسنی پھیل گئی کہ ایسے وقت میں ایسے نامور بہادر کی موت ایک صدمۂ عظیم اور ناقابل تلافی نقصان

Marfat.com

تھا۔ شرزہ خاں کی تجہیز و تکفین کے بعد اس کے دونوں لڑکے سید مخدوم اور سید حبیب جو مصداق اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ (جیسا باپ ہوتا ہے ویسا ہی بیٹا بھی ہوتا ہے) تھے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ کو شرزہ خاں جیسے وفادار اور بہادر امیر کی وفات کا سخت صدمہ ہوا دونوں لڑکوں کو خطاب شرزہ خانی اور مناصب آبائی سرفراز ہوئے اور بادشاہ ان کی پرورش باپ سے بہتر کرنے لگا۔

جے سنگھ کی عادل شاہیوں سے اخیر لڑائی ۱۰۷۷ھ

جے سنگھ اس قدر دل شکستہ ہو گیا کہ کبھی کا دہلی کو چلا گیا ہوتا مگر ڈر یہ تھا کہ کیا منہ لے کر جاؤں ناچار ایک کونے میں جا بیٹھا تھا۔ جے سنگھ کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ اس کا بڑا حریف شرزہ خاں چل بسا جس سے جے سنگھ کے قالب مردہ میں جان تازہ آگئی اور مصمم ارادہ از سر نو جنگ کا کر لیا لیکن امراء نے مخالفت کی اور کہا کہ کس خواب خرگوش میں ہو ایک شرزہ خاں مر گیا تو مر گیا وہاں ایسے بیس موجود ہیں۔ اب تک جو ہماری ذلت ہوئی ہے کیا وہ کافی نہیں ہے۔ ہم آگے قدم کس طرح بڑھا سکتے ہیں نہ چارہ ہے نہ پانی۔ کیا وہاں جا کر جان دیں ہم اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں نے ہمارا پیچھا نہ کیا اور ہم یہاں ٹھکانے سے بیٹھے تو ہیں، ورنہ خدا جانے کیا گت بنتی لیکن جے سنگھ نے نہ مانا اور چند لوگوں کو انعام و اکرام دے کر اپنا ہم خیال کر لیا۔ ادھر عبدالمحمد بھی اپنی فوج تیار کرنے لگا نصف لشکر بہلول خاں کے سپرد ہوا اور نصف خواص خاں کے جے سنگھ کے لشکر کا پہلے بہلول خاں سے مقابلہ ہوا۔ جے سنگھ نے توپ خانہ لگا دیا اور ایسی گھمسان لڑائی ہوئی کہ ہزاروں آدمی طرفین کے مارے گئے۔ مغل، قزلباش، راجپوت، مرہٹے ایسے لڑے تھے کہ کچھ اٹھا نہ رکھا۔ مگر مقابلہ بھی زبردست سے تھا ادھر بھی شجاعت اور دلیری کی کچھ کمی نہ تھی۔ ایک ایک رستم دوراں تھا ہنوز کچھ تصفیہ نہ ہوا تھا کہ خواص خاں اپنی فوج لے کر پہنچا اور رہا سہا کام تمام کر دیا۔ مغلوں کے لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی، خواص خاں نے کہا کہ اس سے کیا فائدہ اصل کو ہی لو۔ جے سنگھ کے خیام گاہ کی طرف رخ کیا۔ جے سنگھ نے جب سنا کہ خواص خاں اس کے خون کا پیاسا چھپٹا چلا آرہا ہے تو لشکر چھوڑ چھاڑ بیک بینی دو گوش جان بچا کر نکل بھاگا اس کا نکلنا تھا کہ خود میدان ہو گیا۔ اگر رہ گئے تو مردوں کی نعشیں اور مال و اسباب بے شمار۔ اب فتح کے متعلق کیا کہنے کی ضرورت ہے کہ کس کی ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ راجہ جے سنگھ بہادر ۱۰۷۵ھ میں دکن میں تشریف لائے اور ۱۰۷۷ھ میں اس ذلت و خواری سے ہندوستان کو واپس تشریف لے گئے۔

Marfat.com

سیواجی کا اورنگ زیب کے پاس جانا اور پھر دکن میں آکر از سر نو شورش بپا کرنا

۱۶۷۴ء

سیواجی کے شر و فتن کا مفصل حال ہم لکھ چکے ہیں۔ ان ہی کے دم قدم کی برکت تھی جو بادشاہان دہلی اور عادل شاہیوں کو لڑا کر آپ تماشہ دیکھتا تھا۔ دو کی لڑائی میں تیسرے کا فائدہ۔ جے سنگھ نے وعدہ کیا تھا کہ بادشاہ دہلی سے منصب پنج ہزاری دلواؤں گا اس بھڑ بے میں آگیا اور عادل شاہ کو اتنا دق کیا کہ در حقیقت سلطنت عادل شاہیہ کو بیخ و بنیاد سے ہلا دیا۔ جے سنگھ نے اورنگ زیب کو لکھا کہ سیواجی ملک دکن کی کنجی ہے اگر وہ ہمارے قابو میں آجائے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم نے یقیناً ملک دکن لے لیا اورنگ زیب نے جے سنگھ کی سفارش قبول کی اور سیواجی کو طلب فرمایا۔ سیواجی ایسا کم عقل نہ تھا کہ معرض ہلاکت میں جاتا مگر بے طور پھنس گیا تھا۔ نہ پائے رفتن و نہ جائے ماندن، بادل ناخواستہ بادشاہ کی دعوت قبول کرنی پڑی۔ اپنے بیٹے سنبھاجی سمیت دہلی گیا اور بادشاہ نے اگرچہ دربار میں اس کی بڑی عزت اور احترام کیا اور بہت کچھ تشفی خاطر اور دلجوئی کی اور منصب پنج ہزاری باپ بیٹے دونوں کو سرفراز فرمایا۔ لیکن پھر بھی بادشاہ کے دل میں غبار تھا رکار ہا۔ سیواجی بڑا عالی دماغ شخص تھا پہلے ہی دربار میں کھٹک گیا اور اس کو اورنگ زیب کا یہ طرز سخت ناگوار گزرا کہ بیٹھنے تک کی اجازت نہ دی۔ اس غصے میں پھر دوبارہ دربار میں نہ گیا۔ اورنگ زیب بھی سیواجی سے کسی طرح کم نہ تھا۔ سانپ اور نیولے کی لڑائی تھی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ ہوشیار۔ سیواجی کے دوبارہ دربار میں نہ آنے سے اورنگ زیب تاڑ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ سیواجی کی نقل و حرکت پر خفیہ نگرانی کرنے لگا۔ سیواجی نے جے سنگھ کو بادشاہ کے طرز عمل کی شکایت لکھی جس کا الٹا اثر یہ ہوا کہ باپ بیٹے نظر بند کر دیئے گئے۔ سیواجی سمجھ گیا کہ ہماری جان کی خیر نہیں۔ سیواجی کا قید کر لینا کچھ آسان کام نہ تھا اور قید سے نکل جانا سیواجی کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ کیسی نظر بندی اور کہاں کی قید۔ خدا جانے کہ کس بلا کا آدمی تھا اپنے بیٹے کو ساتھ لے تنہا دہلی سے بیک بینی دو گوش نکل کھڑا ہوا اور معمولی راستے سے کترا کر ٹیڑھی میڑھی راہ سے دکن پہنچ گیا۔ جیسی کچھ توقعات اورنگ زیب کو جے سنگھ سے تھیں وہ سب غلط نکلیں۔ بادشاہ نے دہلی کے مشہور نامی گرامی امیر بہادر خاں کوکلتاش کو دکن کا صوبہ دار مقرر کر کے بھیجا اور جے سنگھ کو واپس طلب کر لیا۔ جے سنگھ شکست خوردہ سخت ندامت و انفعال سے کشاں کشاں دہلی آرہا تھا کہ ادھر سے جاتا ہوا سیواجی رستے میں ملا۔

Marfat.com

بہادر خاں دکن میں پہنچ کر اپنے قدم ابھی جمانے بھی نہ پایا تھا کہ سیواجی نے سرزمین دکن پر قدم دھرتے ہی ایک زلزلہ ڈال دیا۔ نہ صرف چند دنوں میں اپنے قلعوں کو پھر لے لیا بلکہ مغلوں کے مقبوضہ قلعوں کو بھی داب لیا۔

علی عادل شاہ کی اورنگ زیب اور سیواجی دونوں سے مصالحت

علی عادل شاہ اس آئے دن کی لڑائیوں، ملک کی تباہی اور بربادی سے تنگ آگیا، ناچار اس نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ بادشاہ دہلی سے صلح کی جائے کہ کسی طرح جھگڑا تو مٹے۔ خراج کی رقم بروقت ادا نہ ہو سکی اور بقایا بڑھتا چلا جا رہا تھا اور اسی عذر پر اورنگ زیب کو بار بار چڑھائی کرنے کا موقع ملتا تھا۔ پھر دوبارہ دونوں میں ایک صلح نامہ ہوا۔ جس کی رو سے سلطنت بیجاپور کا بہت بڑا ملک جو شمال میں واقع تھا نکل گیا اور اسی کے ساتھ قلعہ شولاپور بھی گیا۔ سیواجی سے بھی صلح ہو گئی۔ سیواجی سختی سے چوتھ کا مطالبہ کر رہا تھا مر تا کیا نہ کرتا تین لاکھ روپے دے کر اس کی جابرانہ لوٹ مار کا سدباب کیا گیا۔

علی عادل شاہ کے ذاتی حالات

علی عادل شاہ بادشاہ دادگستر، منصف مزاج، رعیت پرور اور سپاہ نواز تھا۔ علماء، فضلاء اور اہل کمال کی بڑی قدر کرتا تھا۔ نصیب یاور تھا ہمیشہ مظفر و منصور رہتا تھا چنانچہ راجہ جے سنگھ جیسے مشہور جنرل کے مقابلے میں فتح یاب رہا۔ شجاعت اور سخاوت کی صفات حسنہ کا منبع تھا۔ نہایت خوش مزاج اور رنگین طبع تھا لطیفہ گو اور بذلہ سنج اور خوش گفتار تھا۔ شعر شاعری کا بھی مذاق سلیم رکھتا تھا۔ اس کے زمانے میں چند سخن دان پارس بھی موجود تھے۔ دکھنی زبان میں اکثر کلام کہتا تھا۔ بمصداق الناس علی دین ملوکھم (ساری خدائی اپنے بادشاہ کی روش پر چلنے لگتی ہے حتی کہ "ہر عیب کہ سلطان بپسندد ہنر است") ہر جگہ شاعری کا چرچا تھا۔ خاک بیجاپور سے بھی بہت سے شاعر پیدا ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک ملا نصرتی ہیں جو ملک الشعراء کے بلند پایہ پر پہنچ گئے تھے۔ گلشن عشق داستان تعشق مظہر کنور بامد مالتی اسی کی تیغ زبان جودت کا نمونہ ہے۔ علی نامہ جو فتوحات زمان عہد علی عادل شاہ کا کارنامہ ہے وہ بھی اسی کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ قصائد اور ایک دیوان بھی ہے۔ اگرچہ اس زمانے کی اردو پر آج لوگ ہنستے ہیں لیکن جو زبان جس وقت میں مروج تھی اس کے لحاظ سے دیکھنا چاہئے اور جو لوگ قدر شناس سخن ہیں وہ ان کی معرکہ بندی، طرز بیان کے معترف ہوں گے۔ یہ شخص خاقانی مشہور شاعر زبان فارسی کا ہم پلہ تھا۔ "چہ شد کہ

Marfat.com

بعضے دشمناں حاسد خود فراموشان عیب جوئے ایں عصر کہ در ضیق زنداں قشہ وصورت محبوس اند طع
رکاکت زبان و دنائت لغت بر او ثابت کردہ نامقبول گردانیدہ اندو او خود بیشتر ازیں حال بے انصافی و ہٹ
پوشی ایں قوم خبر دادہ وجواب تخطیۂ ایشاں باز گفتہ است در جائے کہ گفتہ است"

خریدار کون خوب سودے سے کام — نہ دکاں کا دیکھنا سقف و بام
کو اچھے

ولہ

مضامین سوں جا بجا بات بول — دکھایا سکت فیض کا حق کے کھول
سے — طاقت

یلک فن میں کی سحر کی بہت چھند — خبیثاں کی جیاں کو کینا ہوں بند
ایک ایک — بات — خبیثوں جیبوں کیا

کہا ہوں سخن مختصر بے گماں — کہ یو شاہ نامہ دکن کا توجان
یہ

حقیقت میں جو ہوویں کوتہ نظر — زبان پر رکھیں عیب ست سب ہنر
مٹا

کہ ہر ایک زباں حضرتِ غیب داں — سکھایا سب آدم کو تھے سونہاں
ہوئے تسپہ جو نسل آدم کی. اصل — کلا ماں انھن کے ہوئے فصل فصل
کلام ان کے جدا جدا

انو میں جو تھے شہر کے اوستاد — گیا وہ زمانہ رہے شعر یاد
ان

سخن بن نزاکت کے نا دیکھ بھول — کہ خوش باس سوں قدر پاتا ہے پھول
خوشبو — سے

نہ کہتا ہوں میں بے وقوفوں کی بات — نہ کم ہو مثالیں تو حاسد نے ہات

Marfat.com

ولے جو سخنداں ہیں صاحب تمیز   کہ ریجھ اس ہنر کو رکھیں نت عزیز

ہمیشہ   پسندیدگی

نظارے میں عارف نظر باز کوں   دسیں ہر طرف تیری قدرت کاموں

منہ   دکھلائی دے   کو

سکت تجھ ہی دریا کوں مائی میں داب   یوں وہ پرنہ پایا کللکن کا حباب

(کللکن اس لفظ کے معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ بعض اشعار ناموزوں بھی ہیں جس کو میں شاعر کی طرف منسوب نہیں کر سکتا بلکہ ناقل کی طرف۔ کیوں کہ کتابت کی غلطی زیادہ تر قرین قیاس ہے)

سبھوں کا سمجھ تھک رہا ہے یہاں   کہ یک بُز بُزے میں بسایا جہاں

بلبلے

دیکھت مکھ پو حضرت کے اُت آب و تاب   لکھا اس نے چشمہ آفتاب

مسیحا کے پر گھر کا چراغ اس پچھان   پھر اس کا اسی پر رکھا بادبان

اس کو پہچان

نقل ہے کہ ایک دن بادشاہ محل خاص میں سیر کر رہا تھا فوارہ مثل درخت کے چھوٹ رہا تھا اور پانی کے قطرے موتی معلوم دیتے تھے بادشاہ نے یہ مصرع ارشاد کیا۔

"اُبراسو یو فوارہ پانی پے کیا نچھل ہے (ابھرا یہ فوراہ پانی پے کیا صاف ہے)

ملا نصرتی نے فی البدیہ کہا "تجھ شہ اُبراڑانے کا ایک مور چھل ہے" ملا نصرتی کے اشعار ذیل اسپ برق رفتار کی شان میں کہے ہیں

نہ ہو رخش کا نقش سنگ میں بحال   اگر من میں چابک کا گزرے خیال

وصل کا کی ہے سوں لک الف   کرے طے زمیں تمام جانے میں جہاں

ایک اور شاعر ہندی ہاشمی تھے جن کو حضرت سید ہاشم قدس سرہ سے حسن عقیدت تھی اور ان سے ہی فیض سے زبان شیریں اور کلام برجستہ کی برکت ملی تھی۔ اسی نے یوسف زلیخا کا قصہ اردو میں نظم کیا ہے اور دیوان بھی ہے۔ اگرچہ مادرزاد نابینا تھا مگر چشم بصیرت وا تھی۔ ایک روز بادشاہ محل میں برآمد تھا۔ ہاشمی کو بلوایا۔ ہاشمی نے جاتے ہی اشعار آبدار شکل و شمائل محلات اور رنگ ولباس کے ایسے برجستہ پڑھے

Marfat.com

کہ بیگمات نے سمجھا کہ یہ اندھا نہیں ہے بلکہ ہم کو دیکھ رہا ہے اور بیگمات فوراً پردے میں ہٹ گئیں۔ یہ بات شعراء سے کچھ بعید نہیں کہ ان کی قوت تخیل بہت قوی ہوتی ہے اور بعض وقت غیب کی باتیں بے ساختہ ان کے منہ سے نکل جاتی ہیں اور پھر نابینا کی قوائے عقلی اور ادراکی بہت زبردست ہوتی ہیں۔ بصارت گم کرنے سے دوسرے قویٰ سے اس نقصان کا بدل ہو جاتا ہے۔ نابیناؤں کی قوائے سماعت وشامہ وادراک از بس قوی ہوتی ہیں چنانچہ حیدر آباد ہی میں حکیم عبدالوہاب صاحب نابینا علاوہ ایک بڑے عالم وفاضل محدث وفقیہ ہونے کے طبیب حاذق بھی ہیں اور ان کا ملکہ اس درجے بڑھا ہوا ہے کہ بیشتر نبض دیکھ کر مریض کے من وعن حالات بیان کر دیتے ہیں اور نہ صرف یہ بلکہ راقم کو خود تجربہ ہوا ہے کہ ایک عرصہ کے بعد میں گیا، میری نبض دیکھی اور میرا ہاتھ دیکھتے ہی صرف نبض سے مجھے پہچان لیا۔ جو ایک غیر معمولی ملکہ قوت ادراک کا ہے۔ ایک مشہور شاعر مرزا نامی تھے جو سوائے نعت ومراثی کے کبھی کسی دوسرے قسم کا شعر نہ کہتے تھے۔ ایک دن عادل شاہ نے ان کی یاد کی اور فرمائش کی کہ مدح بادشاہ میں کچھ کہیں آپ نے کہا زبان میری حمد ونعت کے لیے مخصوص ہو چکی ہے اب میرے حکم میں نہیں رہی۔ بادشاہ نے بہت اصرار کیا تو دو ایک مرثیہ بادشاہ کی طرف سے کہے اور تخلص بادشاہ کا ڈال دیا۔ مرزا کی حالت یہ تھی کہ مجلس میں بیٹھے بیٹھے مرثیہ کہہ دیتے تھے اور وہیں پڑھ بھی دیتے تھے۔ لوگ از بس ان کے کلام کو پسند کرتے اور سننے کے مشتاق رہتے تھے۔ مجالس میں ان مرثیوں پر شور شیون وبکا برپا ہوتا تھا۔ ایک دن کسی مجلس میں میرزا کی زبان سے یہ مصرع بے اختیار نکلا "دلاں پھانکاں اناراں کر رکھوں سینہ طبق میانے" لیکن مصرع ثانی باوجود کوشش کے بھی بن نہ پڑا۔ اسی دن عالم استغراق میں دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے مصرع ثانی ارشاد فرمایا "نبی آویں گے محشر کوں یو تحفہ کرلے جانا ہے"۔ مرزا عاشق صادق رسول مقبول اور اہل بیت تھے آپ کی مقبولیت ہی کی وجہ تھی کہ آپ شب شہادت میں شہید ہوئے۔ کسی نابکار دشمن نے آپ کو جب آپ سحر کے وقت وضو کرنے گئے خنجر سے ہلاک کیا۔ بادشاہ نے حکم خاص دیا کہ تمام تعزیے اور علم ابراہیم پور دروازے سے (جو اب فتح دروازے کے نام سے مشہور ہے) باہر جائیں اور اسی کے ساتھ مرزا صاحب کی میت بھی رہے آپ حضرت مرتضیٰ قادری کی درگاہ میں مدفون ہوئے۔ علاوہ ان شعراء کے ابو المعانی، ملا عبد الرزاق، رفعت، عبد القادر، عبد اللطیف، اویس، عبد الغنی اور بہت سے شعرائے ہندی اور نیز اہل ایران اور عجم کے بھی کئی شاعر موجود تھے۔

Marfat.com

علی عادل شاہ ثانی کی وفات ۱۰۸۳ھ ۱۶۷۲ء

علی عادل شاہ بہت عیاش تھا اس لیے کچھ ادویہ مقوی استعمال کرتا تھا جس کے سبب سے مزاج میں ایسی غیر معمولی حدت ہو گئی تھی کہ کسی طرح پیاس نہ بجھتی تھی۔ بار بار ٹھنڈا پانی پیتا رہتا تھا۔ ۴؍ ربیع الاول کو مظفر خاں کے لیے جو بدنور کی مہم سے مظفر و منصور آ رہا تھا بادشاہ خدیجہ پور تک استقبال کو گیا راستے میں سرد ہوا لگی طبیعت کسل مند ہو گئی واپس آ کر بے ہوش ہو گیا۔ دوسرے دن ذرا ہوش آیا اور نصف جسم پر فالج گر کر بے حس و حرکت ہو گیا۔ عبدالمحمد اور خواص خاں خبر سن کر دوڑے آئے اور دفعۃً یہ حالت دیکھ کر نہایت مغموم ہوئے اور دیکھ بھال کر گھر چلے گئے۔ مظفر خاں، مرزا علی، محب علی، دھرماجی پنڈت جو ملازم خاص خلوت سرا کے تھے حاضر باش رہے۔ دروازے شہر کے بند کر دیئے گئے صرف چند کھڑکیاں کھلی رہیں۔ حکیم شمس الدین خاں معالج تھے۔ تین چار دن کے بعد بادشاہ کو ہوش آیا۔ اگرچہ طبیعت درست نہ تھی مگر عبدالمحمد اور خواص خاں آ کر روزانہ حکم احکام لے جاتے تھے اور بعض حضوری لوگ باریاب بھی ہوتے تھے۔ امراء میں آپس میں کھلبلی مچی ہوئی تھی دیانت راؤ عبد المحمد سے ملا ہوا تھا اور مرزا یوسف خاں خواص خاں کا طرف دار تھا اور دھرماجی پنڈت اپنی گھس پیٹ کی فکر میں تھا۔ بادشاہ جانتا تھا کہ عبدالمحمد کے مقابلے میں کوئی ایک شخص بھی نہ تھا متواتر بارہ سال پہلے وہ کاروبار سلطنت کا بلا شکایت کرتا تھا سیواجی، بہلول خاں، عبدالکریم سب اس کے پارٹی کے لوگ تھے۔ بادشاہ کو معلوم تھا کہ وہ اس مرض سے جاں بر نہ ہو گا اس نے عبدالمحمد سے کہا مغل اور سیواجی دونوں میرے بغلی دشمن تاک میں لگے بیٹھے ہیں خدا جانے میرے بعد کیا کچھ خرابی پڑے اس لیے مناسب یہ ہے کہ میری حیات ہی میں شاہزادہ کو تخت پر بٹھلا دو اور تم مہام سلطنت بدستور انجام دیتے رہو لیکن عبد المحمد کو یہ منظور نہ تھا وہ ٹالتا رہا جب بادشاہ نے بہت اصرار کیا تو خواص خاں کو حکم دیا کہ شاہزادے کو تخت پر بٹھلا کر تم خود کام کرو اور قلعہ شاہ درگ، گلبرگہ اور سگر لے کر مغلوں کی روک تھام کا انتظام کرو۔ اور اسی طرح عبدالکریم خاں اور بہلول خاں کو مرج اور پنالہ میں متعین کیا اور سیواجی کے پیچھے لگا دیا اور مظفر خاں کو بدنور دیا اور اپنے واسطے یہ تجویز کی کہ خواص خاں کو امور اہم میں صلاح مشورہ دیا کروں گا۔ بادشاہ کا مزاج روز بروز بگڑنے لگا اور مرنے سے پیشتر برابر پندرہ دن تک بادشاہ بے ہوش رہا۔ مرزا یوسف خاں نے بادشاہ کے پلنگ کی پٹی نہ چھوڑی، رات دن وہیں رہتا تھا۔ خواص خاں کام چلا رہا تھا کہ تیرھویں

Marfat.com

شعبان ۱۰۸۳ھ اتوار کے دن پانچ بجے صبح کے بادشاہ دنیا سے رخصت ہوا۔ قاضی نوراللہ شاہ ابراہیم، عل محب خاں، میر نعمت اللہ، ملک مسعود، ملک اکبر دبیر، میر علی رضا وغیرہ فضلاء نے تجہیز و تکفین کی اور شا پیٹ کے اسی مقبرے میں جو بادشاہ بنوا رہا تھا اور ناتمام رہا دفن کیا جہاں بادشاہ کی بی بی اور خاندان شاہی کے اور چند لوگوں کی قبریں بھی ہیں۔ عمر شریف ۳۵ سال، مدت سلطنت سولھا برس سات مہینے تھے۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے۔

بادشاہ دیں پناہ خسرو عادل علی — تخت نشینِ جہاں گشت ز تخت جناں
جان و دل موماں زا تش ہجرش بسوخت — در دہن مرد و زن شعلہ صفت شہ زبان
سال وفاتش بگفت از سر الہام غیب — بادشاہ دیں علی کرد وطن برجناں

۱۰۸۲ھ

مشہور تاریخی واقعات و عمارات

حسینی محل اور مسجد ۱۰۶۷ھ۔ بنائے علی محل، فتح قلعہ جنجی بہ سعی ملا احمد ۱۰۶۹ھ فتح قلعہ پنالہ، قلعہ پرینڈہ پر مغلوں کا قبضہ۔ والدہ بادشاہ حضرت بڑی صاحبہ کا سفر حجاز ۱۰۷۱ھ فتح قلعہ جات رائچور، ادھونی، کرنول، وفات سدی جوہر صلابت خاں، بنائے عرش محل ۱۰۷۲ھ۔ بنائے تین پیٹ، راجہ ملیبار سے جنگ ۱۰۷۳ھ۔ تولد شاہزادہ حسین و وفات عبدالرحیم بہلول خاں ۱۰۷۵ھ تولد شاہزادہ سکندر و وفات اخلاص خاں ۱۰۸۰ھ۔ وفات ابراہیم خاں ۱۰۸۱ھ۔

Marfat.com

نواں باب

سلطان سکندر ۱۶۷۲ء تا ۱۶۸۶ء

زہے شہ سکندر ز فضل خدا　　خداوند دیہیم و افسر شدہ
ہمائے ہمایوں بروز سعید　　فرید جہاں سایہ گستر شدہ
برا ورنگ شاہی جو نبشست شاہ　　صدائے کرم از فلک بر شدہ
ہمیں گفت سال جلوسش اویس　　جہاں گیر سلطاں سکندر شدہ

تخت نشینی ۱۰۸۳ھ م ۱۶۷۲ء

خواص خاں نے شاہزادہ سکندر کو جس کی عمر کا پانچواں سال شروع تھا ۱۳ر شعبان ۱۰۸۳ھ کو تخت پر بٹھلایا۔ شخصی سلطنتوں میں جب کبھی ملک کی بد نصیبی سے بادشاہ کم سن ہوا اور حکومت کی باگ ناتجربہ کار اور خود غرض لوگوں کے ہاتھ میں رہے تو تخت مجھلے پڑ جاتے ہیں۔ عبد المحمد جیسے دیرینہ تجربہ کار کا وزارت سے الگ ہو جانا ہی ایک بڑی بد امنی تھی۔ تاریخ بیجاپور میں زمانہ نہایت پر خطر اور بڑا نازک تھا ادھر بادشاہ کم سن ادھر ایک طرف اورنگ زیب کا دہاکا بیٹھا ہوا اور دوسری طرف سیواجی جیسا بغلی دشمن تاک میں لگا ہوا، چو طرف ملک کو لوٹ مار سے تہ و بالا کر رہا تھا۔ سلطنت کا سارا کاروبار خواص خاں کے ہاتھ میں تھا جو اسی دغا باز خاں محمد کا بیٹا تھا جو مکہ دروازہ پر مارا گیا۔ خواص خاں کا ریجنٹ ہونا تھا کہ سارے شہر میں ایک کھلبلی مچ گئی اور امراء اور اراکین سلطنت کی باہمی خانہ جنگیوں نے سارے ملک میں تزلزل ڈال دیا اور تھوڑا تھوڑا کر کے ملک ہاتھ سے نکلتا گیا۔ سیواجی کو اچھا موقع ملا اس نے قلعہ پنالہ پر قبضہ کر لیا اور چاروں طرف یورش کرنے لگا۔

سیواجی سے پہلی لڑائی زمیران پر ۱۰۸۳ھ م ۱۶۷۲ء

خواص خاں نے سیواجی کے مقابلے کے لیے بہلول خاں کو روانہ کیا کہ پنالہ کے قریب جا کر مقابلہ کر لے۔ بہلول خاں جب قریب پہنچا تو سیواجی دس ہزار سواروں کو لے کر مقابلے پر آیا اور زور شور سے لڑائی ہونے لگی دونوں طرف کے لوگ کثرت سے مارے گئے ادھر کے ملا خشان اور ملا منصور دونوں قتل

Marfat.com

ہوئے لیکن غلبہ عادل شاہیوں کو رہا۔ سیواجی کا لشکر منتشر ہو گیا۔ بہلول خاں پلٹ کر تیکوٹہ آیا وہاں سے اور امداد لے کر پھر غنیم کی طرف بڑھا۔ سیواجی اپنے سرداروں سے سخت برہم ہوا کہ تمہاری غفلت سے مسلمان بازی لے گئے۔ جب ان کا بچا کھچا لشکر چلا تو تم تو بہت لوگ تھے کیوں ان کا تعاقب نہیں کیا۔ عرصہ میں سیواجی نے آن کر بہت مجروح اور نیم جانوں کو ایک ویران احاطے میں ڈال کر زندہ جلا دیا۔

سیواجی کا مہاراجہ کا خطاب لینا اور صاحبان انگریزی کو ممبئی فیکٹری بنانے کی اجازت دینا ۱۶۷۴ء

سیواجی کے قدم اب ہر طرح جم گئے تھے ایسی چھوٹی موٹی جھڑپ کی وہ پرواہ بھی نہ کرتا تھا۔ ۱۶۷۴ء میں اس نے مہاراجہ کا خطاب لیا اور انگریزوں سے ممبئی کی فیکڑی (کارخانہ) کے متعلق اس نے اپنے نام سے عہد نامہ کیا اور صاحبان انگریز نے بھی اسے مہاراجہ تسلیم کیا۔

خواص خاں کا مغلوں سے از سر نو صلح کرنا

ناظرین پر مخفی نہیں ہے کہ بادشاہان مغلیہ مدت سے ملک دکن کی تسخیر کا بیڑا اٹھائے ہوئے تھے کتنے سردار اور کتنے شاہزادے اسی میں مرکھپ گئے لیکن فضل خدا شامل حال تھا کہ ایسے زبردست غنیم سے بھی آج تک یہ مملکت سر بر ہوتی چلی آئی اور بڑی بڑی معرکۃ الآرا لڑائیوں میں مغلوں کو نیچا دکھایا سکندر بادشاہ بالکل بچہ تھا وہ بے چارہ دنیا کی اونچ نیچ کو کیا جانے اس کو دوست دشمن میں تمیز نہ تھی۔ پچھلے کار آزمودہ لوگ ایک ایک کر کے چھنٹ گئے تھے۔ ادھر مغلوں کے پاس ایک سے ایک بڑھ کر عقل و فریس موجود تھے جنہوں نے ساری عمر میدان جنگ میں کاٹی تھی اور نگ زیب نے مرزا راجہ جے سنگھ کو دکن سے بلا کر خان جہاں کا خطاب دے کر دوبارہ ملک دکن پر متعین کیا تھا ان وجوہ سے سلطنت عادل شاہی ایسی نظروں سے گر گئی کہ بار بار راجہ کے نام حکم آتا تھا کہ بلدہ بیجاپور پر قبضہ کرو۔ اورنگ زیب کے بار بار کے تقاضوں سے مجبور ہو کر راجہ جے سنگھ دولت آباد چل کر بہادر گڑھ عرف پیڑ گاؤں میں پہنچ گیا اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگا اور بیجاپور کے پاس ہی نورس پور میں مع ملک برخوردار نامی مغلوں کے ایک مشہور سردار کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ بیجاپور کے لوگ گھبرا گئے اور خواص خاں نے سب کی صلاح سے حکیم شمس الدین کو جو اندھوں میں کانا راجا تھا بیچ میں ڈالا کہ کسی طرح صلح کر لی جائے حکیم جی سے خواجہ محمد امین کشمیری سے دوستی تھی جو نواب بہادر خاں کا خانساماں اور معتمد علیہ تھا اسی کے ذریعہ سے خواص

Marfat.com

خاں کے روابط نواب بہادر خاں سے بڑھ گئے۔ خواص خاں درپردہ مغلوں سے مل گیا اور شہر بیجاپور حوالہ کر دینے کا وعدہ کر لیا اور اس پر یہ طرہ مزید براں ہوا کہ علی عادل شاہ کی بہن شہر بانو بیگم عرف بادشاہ بی کو اورنگ زیب کے صاحبزادے سے منسوب کرنے کا بھی قول قرار کر لیا مگر جے سنگھ نے خواص خاں کے ذمے سیواجی کے مستاصل کرنے کی بڑی پخ لگا دی۔ اورنگ زیب نے سکندر کے ساتھ یہ بڑی رعایت کی کہ پیشکش سالانہ معاف کر دیا اور سکندر کو سلطان کا خطاب بھی دے دیا۔ جب یہ شرائط طے ہو گئے اور قول و قرار پکے ہو گئے تو بہادر خاں نے عالم گیر کے سب شرائط منظور کر لیے اور اورنگ زیب نے خواص خاں کو خطاب نوازش خانی اور خلعت سے سرفراز کیا اور کچھ دنوں کے لیے یہ فساد دب گیا اور کاروبار مملکت کا درستی سے چلنے لگے۔

صلح میں کھنڈت

حکیم شمس الدین کی سعی سے مصالحت تو ہو گئی لیکن لوگوں نے کہا کہ اس صلح کا سہرا حکیم جی کے سر رہے گا لہذا رخنہ اندازی شروع کی۔ حکیم جی کے بھائی میر باقر کو بھڑکایا اس نے خواص خاں کو الٹی سیدھی پٹی پڑھا کر برہم کر دیا جس کے سبب سے خواص خاں نے حکیم شمس الدین میر باقر اور جعفر خاں تینوں کو معزول کر دیا اور شام راؤ کے ذریعہ سے بات چیت ہونے لگی۔ افغانوں نے اپنی تنخواہ کے لیے ہوہ مچار کھا تھا خواص خاں نے شام راؤ کے ذریعہ سے بہادر خاں کو کہلا بھیجا۔ بہادر خاں نے دیکھا کہ خواص خاں عجیب متلون المزاج ہے کہ حکیم شمس الدین جیسے تجربہ کار شخص کو بلاوجہ ہٹا کر ایک معمولی برہمن کو اس اہم کام پر مقرر کیا۔ بہادر خاں ناراض ہو گیا اور شام راؤ کی جانب بالکل ملتفت نہ ہوا۔

سیواجی کا بہادر خاں کو دھوکا دینا ۱۰۸۶ھ

سیواجی نے پانچ محل کی تسخیر کے لیے لشکر بھیج دیا تھا اور خود پھونده کا محاصرہ کر لیا۔ سیواجی کو تردد تھا مبادا بہادر خاں کہیں ان فتوحات کی خبر پا کر ادھر نہ الٹ پڑے حکمت عملی سے اس کے ہموار کرنے کا سلسلہ جنبانی کرنے لگا کہ اگر میرا قصور معاف کر دیا جائے اور مجھے دکن کی مہم سپرد کی جائے اور میرے لڑکے کا منصب برقرار رکھا جائے تو جو قلعے میرے قبضے میں ہیں اور جو جنگ میں لے چکا ہوں سب کے سب آپ کے تفویض کر دیتا ہوں بہادر خاں اس پیغام سے خوش ہو گیا اور دہلی کو لکھ کر فرمان خوشنودی منگا دیا اور بادشاہ بھی بہادر خاں کی کارگزاری سے خوش ہوا اور ظفر جنگ کو کلتاش کا خطاب

Marfat.com

سرفراز کیا اور بہادر خاں اور سعید خاں دو شخصوں کو بھیج دیا۔ سیواجی نچنت ہو گیا اور پھوندہ اور اس طرف کے دیگر مقامات فتح کر لیے اور پندرہ بیس ہزار ہن کے مقدار میں رسد بھی جمع کر لی اور جب ہر طرف مطمئن ہو گیا تو سعید خاں کے سر چڑھ کر جا کر کہا کہ بہادر خاں کو میں کیا سمجھتا ہوں مجھے کیا ضرورت کہ اس کے توسط سے صلح کروں اگر بہادر خاں کا ایسا خیال ہے تو خیال خام ہے۔ بہادر خاں نے جب سیواجی کی یہ ہرزہ درائی سنی تو حیران رہ گیا کہ یا بہ آن شوراشوری یا بہ ایں بے نمکی اور ڈرا کہ اگر بادشاہ کے کان تک یہ بات پہنچی تو بادشاہ سمجھے گا کہ میں نے اپنی طرف سے سعی و سفارش کی تھی اور دھوکا دیا پھر میرا کیا انجام ہو گا اب تدبیر صرف یہی ہے کہ خواص خاں کو ملا کر کسی طرح سیواجی کا زور توڑنا چاہیے۔

نواب بہادر خاں اور خواص خاں کی ملاقات دریائے بھنورے کے کنارے ۱۰۸۶ھ

پہلے دن تو شام راؤ کو بہادر خاں نے دھتکار دیا تھا پھر دوبارہ بلوایا اور خواص خاں سے مصالحت کی بات چیت کرنے لگا۔ شام راؤ نے افغانوں کی تمردی اور سرکشی کی شکایت کی اور بہادر خاں کو آمادہ کیا خضر خاں جو بانی مبانی اس فساد کا ہے اس کو جھڑک دیا جائے اور ان کی پشتی نہ لی جائے اور ساتھ ہی اس کے خواص خاں کی لڑائی کی نسبت بھی بہادر خاں کے بیچ سے ٹھہرا دی۔ یہ خبر سن کر خواص خاں کی جان میں جان آئی اور دریائے بھنورہ کے کنارے ملاقات کی ٹھہری۔ نواب بہادر خاں نے پہلے ہی اپنے آنے کی اطلاع کے لیے خواجہ محمد امین کو بھیجا اور خود پیڑ گاؤں سے چل کھڑا ہوا۔ خواجہ محمد امین کے آنے سے پہلے ہی خواص خاں ۱۰ رجب ۱۰۸۶ھ منگل کے دن بیجاپور سے نکل چکا تھا۔ خواجہ امین راستہ میں خواص خاں سے ملا اور نواب بہادر خاں کا خط پہنچایا۔ ۱۹ شعبان کو دونوں کی ملاقات ہوئی اور ۲۰ کو دونوں کی ملاقات ہوئی اور ۲۰ کو خواص خاں بیجاپور واپس آ گیا۔

خواص خاں کا قلعہ بنکاپور میں مقید اور قتل کیا جانا ۱۰۸۶ھ

نواب عبدالکریم بہلول خاں سپہ سالار بہت طاقتور شخص تھا۔ خواص خاں سے اس سے پہلے ہی سے ان بن تھی بہلول خاں خواص خاں کی کاٹ پر تھا اب جب کہ بہادر خاں کی دوستی سے خواص خاں کا پلہ بھاری ہو گیا تو خواص خاں بہلول خاں کے درپے ہو گیا۔ لیکن بہلول خاں بڑا گہرا آدمی تھا بظاہر اس نے خواص خاں سے کچھ مخالفت نہیں کی تھی۔ خواص خاں کو دعوت کے لیے ۳ رمضان کو بلایا۔ خواص خاں خالی الذہن بہلول خاں کے مکان پر چلا گیا۔ بہلول خاں نے پہلے ہی سے پوشیدہ طور پر گھر میں فو

Marfat.com

ٹھار کھی تھی راستے میں بھی جا بجا ناکہ بندی کر دی تھی آتے ہی خواص خاں کو قید کر لیا اور ۴ر رمضان کو نکاپور کے قلعہ میں بھیج دیا اور خود مختار بن بیٹھا اکھاڑ پچھاڑ شروع کر دی اور چن چن کر خواص خاں کے لوگوں کو نکالا۔ خضر خاں کو مدار المہام مقرر کیا۔ شہر میں گڑ بڑ مچ گئی ہر شخص اپنی اپنی جگہ خائف ہو گیا۔ خواص خاں نے صرف تین سال حکومت کی لیکن اس کی کمزوری اور نا تجربہ کاری سے کبھی اس کا عروج نہ ہوا وہ خود بے کار محض تھا جو کچھ کرتی دھرتی تھی اس کی بیوی حبیبہ سلطان کرتی تھی مگر آخر عورت ذات تھی ایسی حالت کب تک سنبھال سکتی تھی۔ خواص خاں کو عیاشی سے فرصت نہ تھی نوکر چاکر سب پہلے ہی فرنٹ ہو گئے تھے۔ اس بے خبری کا نتیجہ یہی ہونا تھا جو ہوا۔ خضر خاں جو اب مدار المہام ہو گیا تھا بیجاپور سے نکل کر شاہ درگ پر آ گیا اور وہاں کا عمدہ قلعہ دیکھ کر اپنے اہل و عیال کو وہیں چھوڑ کر بلگاؤں (بلگام) کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں سانکولہ اور کھیرڑی کے درمیان شیخ منہاج چند، دل جلے دکھنیوں کے ملا۔ دکھنیوں کو خواص خاں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا اس کا بہت غصہ تھا۔ خواص خاں کے قید ہو جانے سے مغلوں نے سر اٹھا رکھا تھا اور دکھنیوں کا پوچھنے والا کوئی نہ رہا تھا سب نے مل کر صلاح کی کہ کسی طرح خضر خاں کا کام تمام کر دیا جائے تو سارا انتظام مٹ جاتا ہے۔ خضر خاں کو اس درپردہ کدورت کی خبر نہ تھی اس نے خیال کیا کہ ان کی دل جوئی کی جائے تو بہتر ہے فتح جنگ خاں کو بھیج کر شیخ منہاج اور اس کے ساتھیوں کو دعوت کے لیے بلا لیا۔ شیخ منہاج چند آزمودہ کار دکھنیوں کو لے کر گیا۔ خضر خاں پیشوائی کو آیا مصافحہ کو ہاتھ بڑھایا۔ شیخ منہاج نے دونوں ہاتھ ایک ہاتھ میں داب کر دوسرے ہاتھ سے خنجر اس کے پیٹ میں بھونک دیا فوراً انتڑیاں نکل پڑیں اور دم کے دم میں خضر خاں کا کام تمام ہو گیا۔ وہیں تلوار چلی جس میں سو افغان مارے گئے۔ اگرچہ چھ ہزار افغان خضر خاں کے لشکر میں تھے مگر یہ حالت دیکھ کر سب بھاگے۔ عبدالمجید خاں جو خضر خاں کا سوار تھا فوراً سانڈنی پر سوار ہو کر بھاگا اور بہلول خاں کو اس واقعہ کی خبر دی۔ بہلول خاں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ لوگوں نے کہا کہ جزع و فزع سے کیا فائدہ آئندہ کی خبر لیجئے ایسا نہ ہو کہ دکھنی آگے بڑھ کر خواص خاں کو قید سے چھوڑا لیں تو پھر کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑے گی بہتر یہ ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو خواص خاں کا کام تمام کیا جائے۔ بہلول خاں نے فوراً قلعہ دار بنکاپور کو حکم بھیجا۔ شیخ منہاج نے ۶ر ذی قعدہ ۱۰۸۶ھ کو خواص خاں کو قتل کیا اور بیسویں تاریخ جنازہ بیجاپور پہنچا۔

Marfat.com

امراء کی پھوٹ اور اس کے نتائج

خواص خاں کے مارے جانے کے بعد عبدالکریم خاں عرف نواب بہلول خاں ریجنٹ ہو گیا اور جی
کہ امراء کی عادت ہوتی ہے اپنے متوسلین کو بھرتی کرنے لگا اور بارہ ہزار افغان جمع کر لیے اور دکھنیوں کو
کونے میں ڈال دیا۔ ان کا کوئی پرسان حال ہی نہ رہا۔ سید مخدوم شرزہ خاں بھی بددل ہو گیا تھا۔ ۱۶ر محرم
کو دونوں میں مٹ بھیڑ ہو گئی اور بہت سے لوگ افغان اور دکھنی مارے گئے۔ سید اشرف اور کارساکون
اسی جنگ میں مارے گئے۔ شرزہ خاں نے جب دیکھا کہ یہاں اسے کوئی پوچھتا ہی نہیں سارا لشکر بددل ہو
کر نکلا چلا جارہا ہے تو سدلاپور میں جاکر نواب بہادر خاں سے ملا اور پندرہ ہزار نقد انعام دیا اور تجویز کی
بہلول خاں حکومت و مختاری بیجاپور سے سبکدوش کیا جائے اور دکھنیوں کے ہاتھ میں حکومت دے کر خود
مثل دوسرے امراء کے رہے۔ بھلا بہلول خاں اس بات کو کب چلنے دیتا تھا اس پر نواب بہادر خاں اور
نواب بہلول خاں میں ۸ر ربیع الاول کو ایک بڑی جنگ ہوئی۔ نواب بہادر خاں نے قطب الدین خاں
ایک دہلی کے امیر اور اسلام خاں رومی کی سرکردگی میں لشکر بھیج کر شہر بیجاپور کا محاصرہ کر لیا۔ بہلول خاں
بھی ان کی مدافعت کو نکلا اور علی آباد پر بڑی بھاری جنگ ہوئی۔ ہزاروں آدمی طرفین کے مارے گئے۔
اسلام خاں مع اپنے بیٹے کے ہاتھی پر سوار تھا۔ اتفاقاً ہاتھی بے قابو ہو کر بھاگا اور بہلول خاں کے لشکر میں
دونوں کو مثل قضائے مبرم کھینچ لایا۔ بہلول خاں کے لشکریوں نے عماری کی رسیاں کاٹ کر نیچے گرادیا
اور دونوں کو قتل کر ڈالا۔ یہ اسلام خاں سلطان روم کی طرف سے برسوں بصرہ کا حاکم رہا۔ جب حوادث
زمانہ سے ہندوستان آگیا تو عالمگیر نے اسے چھ ہزار منصب دے کر بہادر خاں کی مدد کو ملک دکن میں بھیج
دیا تھا۔ الغرض امرائے عادل شاہیہ میں ایسی ابتری اور بدنظمی پھیل گئی تھی کہ چاروں طرف فتنہ و فساد
برپا ہو گیا اور مغلوں نے من مانے جابجا اپنا قبضہ کر لیا۔ حسین خاں میانہ جو سرحد پر متعین تھا اسے دغا
سے مغلوں نے پکڑ کر قید کر لیا۔ بہادر خاں کو دکھنیوں سے کچھ ایسی مخالفت نہ تھی مگر وہ بہلول خاں کو
ضرور معزول کرنا چاہتا تھا لیکن دلیر خاں جو دہلی کا ایک بڑا امیر تھا بہلول خاں کا طرف دار تھا اس نے
بہلول خاں سے سیواجی کی بیخ کنی کا وعدہ لے کر بادشاہ عالمگیر کو معروضہ لکھا کہ بہلول خاں خواہان عفو
تقصیر ہے اس کا قصور معاف فرمایا جائے تو سیواجی کا استیصال بھی بہ آسانی ممکن ہے بادشاہ نے اس
سفارش کو منظور کیا لیکن بہلول خاں کو کسی طرح یہ بات منظور نہ تھی۔ حس حیص بیص میں ہی بہت

Marfat.com

مقامات مغلوں اور سیواجی کے قبضے میں چلے گئے اور قلعہ حسن آباد (۱۶ر جمادی الاول ۱۰۸۸ھ) قلعہ شاہ درگ (۱۲ر جمادی الآخر ۱۰۸۸ھ) جیسے دو بڑے بڑے قلعے بھی نکل گئے۔ ماہ رجب میں بہادر خاں بادشاہ کی حسب الطلب دہلی روانہ ہوا اور اس کے جاتے ہی ضلع داری پر بغرض تسخیر ملک دکن بہلول خاں مقرر ہوا۔

سیواجی کا گنجی اور ویلور پر قبضہ ۱۶۷۶ء

۱۶۷۶ء میں سیواجی نے اپنا رخ جنوبی ہندوستان کی طرف کیا اور لوٹ مار کرنے لگا اور قلعہ جات گنجی اور ویلور پر جن پر بیجاپور کی افواج متعین تھیں اپنا قبضہ کر لیا اور وہاں سے گولکنڈہ کی طرف بڑھا اور ابو الحسن قطب شاہ عرف تانا شاہ سے صلح نامہ کر لیا کہ ہم تم دونوں مل کر مملکت بیجاپور کے جنوبی حصے کو آدھا آدھا بانٹ لیں گے۔ اس خبر کے سنتے ہی عبد الکریم خاں اور دلیر خاں دونوں نے مل کر گولکنڈہ پر چڑھائی کرنے کا منصوبہ گانٹھ لیا۔ لیکن مہادونا پنت وزیر قطب شاہی نے ان دونوں کو آگے بڑھنے نہ دیا اور شکست دی اور ان دونوں کو ناکام واپس آنا پڑا۔

فوج کی تنخواہ چڑھ جانے سے تبدیل وزارت

خزانے میں کافی روپیہ نہ ہونے سے لشکر کی تنخواہیں ایک عرصہ سے نہیں ملی تھیں ہر شخص پریشان تھا جس کی وجہ سے عام بددلی اور ناراضگی پھیل گئی تھی اور ایک عام بدنظمی ہو رہی تھی۔ جب موجودہ لشکر ہی کی تنخواہیں چڑھ گئی تھیں تو ایسی حالت میں جدید فوج بھرتی کرنے کی کیا توقع کی جا سکتی تھی سوء اتفاق سے ایسے نازک اور پُر خطر زمانے میں بہلول خاں ایسا سخت بیمار پڑا کہ اس کے بچنے کی امید نہ رہی اور لامحالہ وزارت تبدیل کرنی پڑی۔

سدی مسعود خاں قلعہ دار ادھونی کا نائب السلطنت مقرر ہونا

سدی مسعود خاں قلعہ دار ادھونی جو جوہر صلابت خاں کا داماد اور قدیم نمک پروردہ خاندان عادل شاہی کا تھا اس نے سیواجی اور مغلوں کی اس قدر شورش اور سکندر کا یوں بے یار و مددگار رہ جانا جب دیکھا تو بہت ہی دل گیر ہوا اور بہ صلاح سید مخدوم شرزہ خاں وغیرہ قطب شاہ ابو الحسن تانا شاہ سے امداد چاہی خاندان قطب شاہیہ خود عادل شاہیوں کا ہمیشہ سے ممنون احسان چلا آتا تھا۔ تانا شاہ نے کہا کہ جب تک مسعود خاں جیسا خیر خواہ قدیم وزیر نہ ہو گا اس گھرانے کی سنبھال مشکل ہے۔ تانا شاہ نے ایک خط لکھ کر

Marfat.com

بہلول خاں کو بلوایا۔ بہلول خاں بیجاپور میں جمشید خاں کو چھوڑ کر فوراً حیدر آباد پہنچا۔ تاناشاہ نے بہت کچھ بہلول خاں کو سمجھایا کہ دیکھوں یہ وقت آپس کے لڑائی جھگڑوں کا نہیں ہے کہ مغل سر پر چڑھے بیٹھے ہیں بہتر یہ ہے کہ بہ اتفاق و یک جہتی کام کیا جائے اگر خدانخواستہ مغل قابض ہو گئے تو تم سب کا کیا حشر ہو گا بہتر یہ ہے کہ سر دست تم علاحدہ ہو کر زمام سلطنت مسعود خاں کے سپرد کر دو مگر ہر طرح اس کی امداد دیتے رہو۔ بہلول خاں نے تاناشاہ کے ارشاد کو بسر و چشم قبول کیا لیکن عذر یہ کیا کہ جمعیت کی چڑھی ہوئی تنخواہ کی ادائی کی کیا سبیل ہو گی خزانے میں تو پیسہ ہے نہیں تاناشاہ نے خود چھ لاکھ ہن دینے کا وعدہ کیا جس میں اس کی ذاتی غرض بھی مضمر تھی کہ بہلول خاں کے اور دلیر خاں کے بہت گاڑھی دوستی تھی آگے چل کر ہمارے اور مغلوں کے معاملات بھی سلجھ جائیں گے۔ تاناشاہ نے اپنے وکیل السلطنت اکنا برادر مادنا کو جو بڑا زیرک اور تجربہ کار تھا اپنی طرف سے ساتھ کر دیا تاکہ دربار میں حاضر رہ کر امور سترگ میں ہر طرح امداد دیتا رہے اور نیز سیواجی کی مداخلت کا انسداد کرے چنانچہ اسی قسم کا معاہدہ قلم بند ہو کر طرفین کے دستخط اور مہریں ہو گئیں بہلول خاں اور مسعود خاں دونوں روانہ ہوئے اور گلبرگہ مقام پر دلیر خاں سے بھی ملاقات ہو گئی۔ اور بہت سی باتیں خاطر خواہ طے ہو گئیں۔

بہلول خاں کا انتقال اور مسعود خاں کا داخلہ بیجاپور میں ۱۰۸۸ھ

گلبرگہ سے چل کر ہیرا پور (یہ موضع گلبرگہ سے صرف دو میل ہے جہاں اب محبوب شاہی ملز، پارچہ بانی کی دخانی گرنی ہے اور جو بمبئی جاتے ہوئے ریل پر سے سیدھے ہاتھ پر نظر آتی ہے) مقام ہوا کہ یکایک بہلول خاں کا مزاج نادرست ہوا اور باوجود علاج و معالجہ کے ۸ ر ذی قعدہ ۱۰۸۸ھ کو وہیں انتقال کیا مسعود خاں دو تین دن وہاں اور ٹھہر کر اہل و عیال و فرزندان مرحوم کو ساتھ لے بیجاپور روانہ ہوا کہ راستے میں جمشید خاں کا خط ملا کہ بہلول خاں کا تو انتقال ہو گیا ہے اور تم بیجاپور پر قبضہ کرنے کے لیے آرہے ہو لیکن پہلے چھ لاکھ ہن داخل کرو بعد شہر میں قدم دھرو ورنہ یاد رہے کہ میں تم کو گھسنے نہ دوں گا اور ناحق کی جنگ بپا ہو گی۔ مسعود خاں بڑے شش و پنج میں پڑ گیا کہ اب کیا کیا جائے آخر کار قطب شاہ کو من و عن حالات لکھے اور اکنا کو جمشید خاں کے پاس بھیجا تاکہ جس طرح بھی ہو سکے اس کی فہمائش کرے۔ اکنا نے جا کر افغانوں کی ادائی کا خود ذمہ لیا کچھ ان کو دیا اور کچھ ساہوکاروں کا حوالہ دیا اور بہ ہزار دقت و خرابی جمشید خاں کو راضی کیا۔ جب تک یہ معاملہ طے ہو مسعود خاں موضع تانبا میں جو بنی تھوڑ

Marfat.com

ندی (یہ ندی دودھنی اسٹیشن جی. آئی. پی. ریلوے کے پاس ہے) کے کنارے پر واقع ہے پڑا رہا۔ جب یہاں سے اطلاع پہنچی تو ۹ر محرم ۱۰۸۰ھ یوم پنجشنبہ کو مسعود خاں بیجاپور میں داخل ہوا لیکن تاناشاہ نے باوجود حتمی وعدہ کے بھی کچھ نہ دیا جس کے سبب سے مسعود خاں اور تاناشاہ میں سخت برہمی پیدا ہو گئی۔

جمعیت کی چڑھی ہوئی تنخواہ نہ ملنے سے بیجاپور میں شورش اور سخت بدامنی پھیلنا

روپے کا کام روپے ہی سے نکل سکتا ہے۔ مسعود خاں اکیلا کر کیا سکتا تھا فوج کی یہ حالت تھی کہ بہت سے تو چلے گئے اور جہاں سینگ سمائے جا گھسے۔ مغلوں اور مرہٹوں کے ہاں جہاں معقول تنخواہیں ملتی تھیں بھرتی ہو گئے جو رہ گئے وہ طرح طرح کے مظالم کرنے لگے۔ کبھی مسعود خاں کو گھیر لیتے تھے تو کبھی جمشید خاں اور بہلول خاں کے لڑکوں کو دباتے اور سخت بے حرمتی کرتے تھے۔ بہلول خاں کے گھر بار کو لوٹ لیا یہاں تک کہ باورچی خانے کے ظروف تک اٹھا لے گئے اور گھر کی ایک ایک اینٹ بکھیر دی اور جمشید خاں کے فرزند اور بہلول خاں کے بیٹوں اور متعلقین کو پکڑ کر بٹھلا لیا اور روز پانی میں ڈبوتے اور گرم چٹانوں پر بٹھلاتے اور طرح طرح کی ناگفتہ بہ اذیتیں اور تکلیفیں دیتے تھے اور کچھ اسی پر بس نہ کرتے تھے بلکہ ساہوکار اور سوداگر غرض جو چار پیسے رکھتا تھا من مانے اسے پکڑ لیتے تھے اور مار پیٹ کر استحصال بالجبر کرتے تھے اور دن دہاڑے لوگوں کے گھروں میں گھس کر دنگا فساد اور لوٹ مار کرتے لوگ ان کے ڈر سے اپنے اپنے گھر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے انہوں نے خالی مکان بھی نہ چھوڑا خانہ خالی را دیو می گیرد ایسے مکانوں کو گرا کر ان کا عملہ کوڑیوں کے مول بیچ ڈالتے تھے۔ ایک دن حکیم شمس الدین خاں جو ایک رئیس اور ذی وجاہت شخص تھے ملک برخوردار صاحب مغل کے گھر سے آرہے تھے کہ افغان ان پر دوڑ پڑے اور پالکی میں سے ان کو گھسیٹ کر اتار لیا پنچی دروازے تک ان کو گھسیٹ کر لائے۔ ان کے دیکھتے دیکھتے جان سے مار ڈالا اور ان کے بیٹوں اور ہمراہیوں کو لے جا کر بہلول خاں کی حویلی میں قید کر دیا۔ مسعود خاں یہ شور و غوغا سن کر شاہ پور برج پر آیا اور کہلا بھیجا کہ یہ کیا مظالم ہیں تمہاری سرکوبی کو لشکر بھیجتا ہوں افغانوں نے کہا کہ تم نے اگر لشکر بھیجا تو سب سے پہلے ہم حکیم صاحب اور ان کے ساتھیوں کو تہ تیغ کریں گے اور پھر ہم اپنے آپ کو مار لیں گے۔ ملک برخوردار نے بھی بہت کچھ سفارش کی لیکن ان مردودوں پر کچھ اثر نہ ہوا ہر روز حکیم صاحب ان کے فرزندوں اور دوسرے داماد وں کو ٹھنڈے پانی میں ڈبوتے تھے اور روپے طلب کرتے تھے۔ ایک دن افغانوں نے بہلول خاں کے بیٹے کو

Marfat.com

پکڑ لیا اور تخت پر کیلے گاڑ کر اس پر بٹھلاتے تھے اور بے حد تکلیف دیتے تھے مسعود خاں ساہو دروازے پر برآمد ہوا اور ملھاری پنڈت، حسن خاں روہیلہ اور عبدالکریم داؤد زئی کو ان لوگوں سے باز پرس کرنے کے لیے بہلول خاں کی حویلی میں بھیجا۔ افغانوں نے الٹا ملھاری پنڈت کو مار پیٹ کر کے پکڑ لیا باقی دونوں حکمت عملی سے نکل بھاگے اور مسعود خاں کو اس حال کی خبر دی۔ مسعود خاں نے ونکنا اور شرزہ خاں کو لشکر دے کر بھیج دیا جنہوں نے بہلول خاں کی حویلی کا محاصرہ کر لیا اور ۲ ربیع الاول کے سات بجے دن سے ۳ ربیع الاول کے نو بجے دن تک خوب لڑائی ہوئی جس میں پندرہ سولہ افغان اور بائیس شخص اس طرف کے مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے سوالگ تب کہیں افغان دبے اور صلح پر آمادہ ہوئے اور طے یہ پایا کہ افغانوں کا مطالبہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار ہن کا بروئے حساب نکلتا ہے جس میں سے تیس ہزار ہن تو دلیر خاں دے چکا ہے باقی مسعود خاں دے کر رؤف خاں اور حکیم جی وغیرہ کو چھوڑ لیں لیکن ونکنا اس پر راضی نہ ہوا شدہ شدہ فیصد چالیس ہن پر ٹھہری اس کو بھی ونکنا نے نہ مانا بالآخر فیصد پچاس ہن پر تصفیہ ہوا اور محبوسین کو چھوڑا کر خضر خاں کی حویلی میں لا کر چھوڑ دیا۔ مسعود خاں کو اس زمانے میں سوائے اندرون شہر کے باہر کا کچھ اختیار نہ تھا بے چارہ مجبوراً شہر کے دروازے بند کیے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ بیجاپور کے لوگ افغانوں کے مظالم سے نالاں تھے ہی اور مسعود خاں سے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑتی تھی کہ ونکنا سے مل ملا کر چنتو جمنا نامی ایک برہمن نے تحصیل وصول کا ذمہ لیا اور پرلے درجے کے مظالم کرنے لگا اور لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ پہلے حسن خاں پلنگ دار، نعمت اللہ و میر ابو القاسم ولد خواجہ محمد بیدری اور دھرما جی پنڈت اور بھوانی بزار کے فرزندوں کو پکڑ کر ایسے ناگفتہ مظالم کیے کہ الٰہی توبہ پھر شاہ پیٹ کے ایک تیلی کو جو بڑا مال دار تھا اور متولی کے نام سے مشہور تھا اس پر بہت سا مطالبہ قائم کر دیا اور اسی طرح تمام تاجر مسلمان اور ہندو اور ذی اثر آدمیوں کی عزت ریزی کرنے لگا نوبت بایں جا رسید کہ بازار میں جس سفید پوش کو دیکھا دھر لیا اور اس سے بے لیے چھوڑتے نہ تھے لوگوں کا گھر سے نکلنا مشکل ہو گیا حکیم شمس الدین کو ایسی سخت تکلیف دی کہ بلا پچھتر ہزار ہن دینے کے کسی طرح جان نہ بچی۔ ایک شخص بازار سے کچھ آم خرید لے جا رہا تھا اسے پکڑ لیا کہ تیرے پاس اتنے دام کہاں سے آئے جو اتنے آم خریدے بے چارے کو پچاس ہن لیے تک آگے بڑھنے نہ دیا ایک شخص ایک پلہ (ایک سو بیس سیر کا ایک پلہ ہوتا ہے) جوار لے جا رہا تھا اسے پکڑ لیا کہ تیرے گھر میں تو دو سیر کا بھی خرچ نہیں تو نے اتنی جوار کیوں لی اور چھ ہن اس سے جرمانہ لے کر چھوڑ دیا۔ چنتو جمنا کے لوگوں کا یہ ظلم ادھر لشکریوں کا وہ اندھیر

Marfat.com

لوگ از حد بے زار ہو گئے اور اپنے جورو بچے لے کر نکل گئے اس طرح آدھا شہر ویران ہو گیا۔ ۱۱۰۷ھ میں ایک شخص کرناٹک سے بطور سیر کے بیجاپور آیا تھا وہ کہتا تھا کہ اس کا دادا اس زمانہ شہر آشوب میں بیجاپور میں تھا جس کا کارخانہ زردوزی کا تھا اور اس طرح کے سات سو کارخانے صرف زردوزی کے شہر میں تھے۔ اسی کا بیان تھا کہ ان دنوں اس قدر ظلم لوگوں پر ہوتا تھا کہ جو کچھ تھا سب لٹ گیا نوبت بہ ایں جار سید کہ ایک دن میں سات سات مرتبے ڈنڈ وصول کیا گیا ان مظالم کی تاب نہ لا کر ناچار بہت سارے لوگ جلاوطن ہو گئے۔

مسعود خاں اور شرزہ خاں کی اَن بن اور مسعود خاں کے قتل کی سازش

بیجاپور کی تقدیر کی خوبی دیکھئے کہ ایک طرف سے نجات نہ ملی تھی کہ مسعود خاں اور سید مخدوم شرزہ خاں کے تناتنی ہو گئی اور مفسدوں نے آتش فساد کو بھڑکا دیا۔ شرزہ خاں کھلے خزانے مسعود خاں کے درپے آزار ہو گیا اور فوج جمع کر کے دریائے بی تھورا کے اس طرف کے ملک کو دبا بیٹھا۔ سیواجی کو بھی مع چند امرائے شہر کے ہموار کر لیا اور بیجاپور پر چڑھ آیا اور چو طرف لوٹ مار شروع کر دی اور ونکنا اور مراری کی قید کرنے یا ممکن ہو تو مار ڈالنے کی کوشش کرنے لگا۔ شرزہ خاں کا ایک مصاحب میٹھے شاہ تھا اس نے دونوں کو ملا دینے کی کوشش کی لیکن کچھ نیک نتیجہ نہ نکلا۔ ملک رائچور دوآبہ کے لوگ شرزہ خاں کے علاقہ کے تھے بگڑ کھڑے ہوئے اس طرح کئی بار بات دب دبا گئی لیکن پھر بگاڑ ہو گیا اور چاروں طرف فتنہ وفساد کھڑا ہو گیا۔ مسعود خاں کی جان عجب غضب میں تھی ایک طرف کا کچھ فتنہ فرو ہوتا تھا تو دوسری طرف فساد کھڑا ہو جاتا تھا۔ عزیز عنبر خاں دو تین ہزار سوار جمع کر کے سرسنور میں اٹھ کھڑا ہوا اور اطراف وجوانب کے ملک پر قابض ہو گیا۔ بلکہ مسعود خاں کے علاقہ جات میں بھی اودھم مچا دی۔ سیواجی نے الگ بلکی اور جمکھنڈی کے اطراف جبریہ تحصیل وصول شروع کر دی اور ادھونی پر جدا فوج کشی کر کے لوٹ ڈالا۔ غرض سلطنت عادل شاہیہ کا کوئی خطہ امن میں نہ تھا۔ شہر بیجاپور میں چند برہمن جانوانند اور دھرماجی جو تھے انہوں نے مسعود خاں اور ونکنا کے قتل کی سازش کی جس کی خبر ونکنا ہی نے مسعود خاں کو مطلع کیا مسعود خاں نے فوراً ان لوگوں کو قید کر دیا اور یہ فساد دب گیا۔

Marfat.com

شجرۂ خاندان آصفیہ حیدرآباد دکن

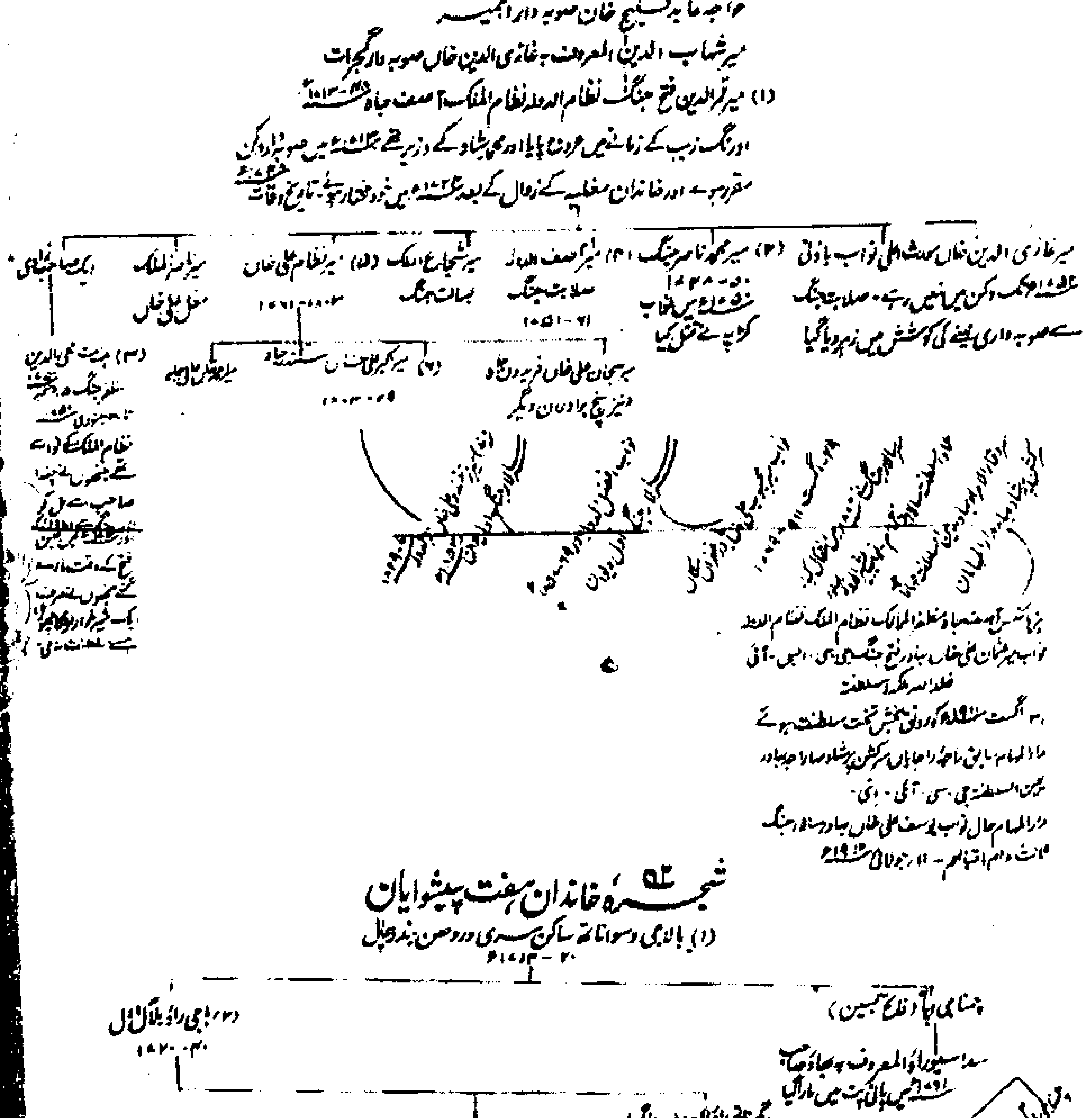

شجرۂ خاندان ہفت پیشوایان

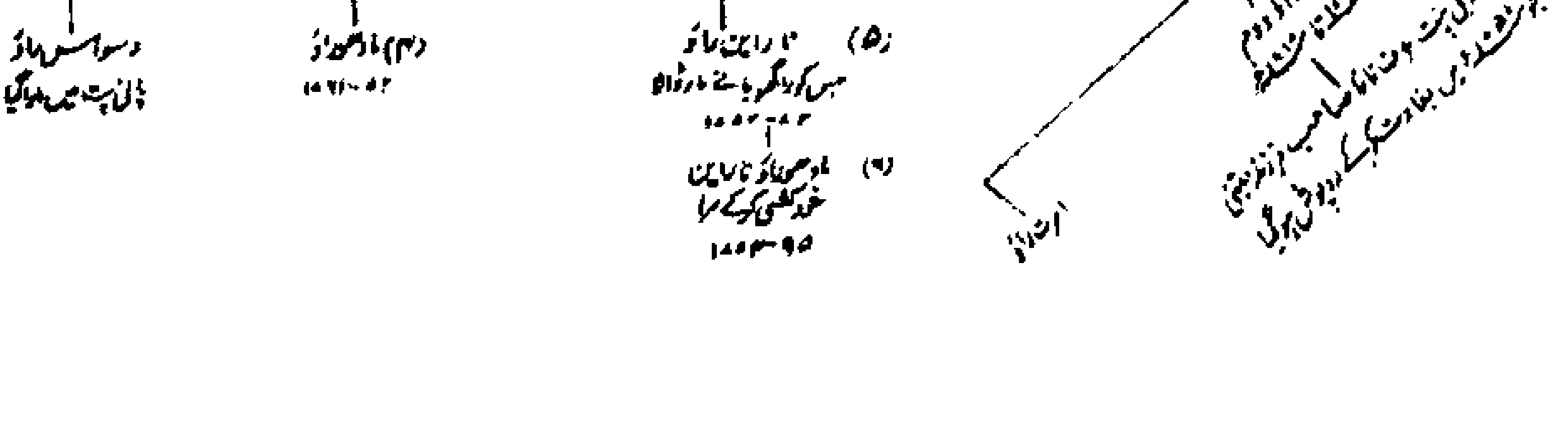

Marfat.com

مسعود خاں کے بال بچوں کا آقا خسرو قلعہ دار رائچور کی قید میں گھر جانا اور بادشاہ بی بی کی سفارش سے رستگاری پانا

سدی نصرت الملک سندر مسعود خاں کے بال بچوں کو ادھونی سے لے کر بیجاپور کو آرہا تھا راستے میں جب رائچور پہنچا تو آقا خسرو قلعہ دار نے سدی نصرت کو مار کر سب کو گرفتار کر لیا۔ مسعود خاں اپنے بال بچوں کے اس طرح بے موقع پھنس جانے کی خبر سن کر سخت پریشان ہوا اور کوئی تدبیر اس مصیبت سے ان کو نجات دلانے کی سمجھ میں نہ آتی تھی جب سب طرف سے ناامیدی ہوئی تو مسعود خاں مجبور ہو کر بادشاہ کی محل سرا میں سکندر بادشاہ کی بہن شہر بانو عرف بادشاہ بی بی کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوا جو نہایت صاحب عقل و ہوش تھی اور بہت سے امورات اہم دستر گ میں رائے صائب دیتی تھی۔ مسعود خاں نے عرض کی کہ غلام جب سے خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ پر مخفی نہیں ہے کہ ہمیشہ انواع واقسام کے تردد اور مصائب میں ایسا پھنسا رہا کہ سر کھجانے کی فرصت نہ ملی بریں ہم جہاں تک ممکن تھا خیر خواہی اور نمک حلالی سے اپنے فرائض کو انجام دیتا رہا لیکن اب نوبت بایں جا رسید کہ آب و خور حرام ہو گیا دن کا چین اور رات کی نیند اڑ گئی۔ نہ تو میرے پاس خزانہ ہی ہے کہ میں جمعیت کی تنخواہ دے کر اپنے گلے کی پھانسی نکال لوں گا نہ کوئی میرا یار و مددگار ہے کہ جن کے بل پر کچھ کام کر سکوں تن تنہا کیا کروں کیا نہ کروں عجب کشمکش میں ہوں مغلوں کا یہ حال ہے کہ ایک دم چین نہیں لینے دیتے جدھر دیکھوں لوٹ مار سارے ملک میں زلزلے ڈال دیا ہے اور تمامی امراء میں ایسا نفاق ڈالا ہے کہ ایک کے خون کا ایک پیاسا ہے میرے لیے ہر روز ایک تازہ بلا موجود ہے۔

ہر بلائے کز آسماں آید خانۂ انوری کجا باشد

سب نے مجھے نکو بنا دیا اور اس پر بھی صبر نہ آیا یہاں تک میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہیں کہ میرے بال بچوں کو ادھونی سے آتے ہوئے قلعہ رائچور میں بلاوجہ آقا خسرو نے قید کر دیا اور سدی نصرت الملک کو قتل کر ڈالا۔ اب میری تذلیل میں کیا باقی رہا ہے بس میرے لیے مر جانے کی جگہ ہے اب ایسے نازک وقت میں بجز ذات والا کے میرے سر پر ہاتھ دھرنے والا کون ہے آپ کوئی تدبیر فرمائیں اور کسی اپنے معتمد خاں کو بھیج کر میرے اہل و عیال کو اس قید سے نجات دلا دیں تو خانہ زاد مدت العمر رہن منت رہے گا اور آپ کے حق میں بقیۃ العمر دست بدعا رہے گا۔ اطمینان خاطر خدمت گزاری

Marfat.com

میں مصروف رہے گا۔ بادشاہ بی بی مسعود خاں کے مصائب کی داستان سن کر بہت متاثر ہوئی اور فوراً اپنی ایک نہایت معتبر اور سمجھ دار دایہ طاؤس ماما کو جو سب سے زیادہ عقل مند اور معاملہ فہم تھی ایک خط قلعہ دار رائچور کو دے کر بھیجا اور مردوں میں سے افضل خاں کے داماد سید عالم، سدی یاقوت سرپردہ دار اور سید عیدروس کو اس کے ساتھ کر دیا اور ماما کو خوب سمجھا دیا کہ جس طرح بھی ہو سکے تو یہ کام کر اور اگر دیکھے کہ کسی طرح قلعہ دار راہ راست پر نہیں آتا تو بدرجۂ آخر ہم اس پر بھی راضی ہیں کہ رائچور کا ملک سوائے رائچور خاص، لنگسگور (یہ رائچور سے ۵۵ میل مستقر ڈویژن و تحصیل ہے)، الپور (یہ رائچور سے تیس کوس اسی ضلع کی ایک تحصیل ہے جس کا نام الپور تھا لیکن اب عالم پور ہو گیا ہے۔ یہ مقام کرنول سے نو میل ہے اور دریائے تنگ بھدرا پر واقع ہے) کے باقی سب اس کے سپرد کر دیا جائے مگر کسی نہ کسی طرح مسعود خاں کے اہل و عیال کو قید سے چھوڑانا ضرور ہے۔ علاوہ اس کے بادشاہ بی بی نے ان حکام کو جو قرب و جوار میں تھے اور نیز شرزہ خاں اور سرفراز خاں کرنولی کو بھی خطوط لکھ دیئے اور ایک خط قطب شاہ کو بھی لکھ دیا۔ ماما طاؤس رائچور پہنچی اور اس کے پیچھے ہی شرزہ خاں کی طرف سے میٹھے شاہ اور قطب شاہ کی جانب سے انندراؤ اور سرفراز خاں دھرماجی پنڈت سرینواس راؤ بھی جا پہنچے۔ غرض بہ ہزار مشکل اونچ نیچ سمجھا بجھا کر ان لوگوں نے مسعود خاں کے بال بچوں کو قید سے چھڑوا کر بیجاپور روانہ کر دیا۔ طاؤس ماما خوشی خوشی آکر مراری باغ میں اتری دوسرے دن مسعود خاں جلوس کے ساتھ اپنے بال بچوں کو قلعہ میں لایا۔ جب جان میں جان آئی۔

مسعود خاں کی سیواجی سے ساخت باخت اور مغلوں سے پھر بگاڑ

سیواجی کی لوٹ مار کی شورش روز بروز بڑھتی چلی جا رہی تھی ساری خلقت اس کے مظالم سے تنگ تھی مسعود خاں کی مشکلات کا حال ہم پہلے ہی لکھ آئے ہیں جن کے سبب سے مسعود خاں کا ناک میں دم تھا۔ جب مسعود خاں نے دیکھا کہ اب کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتی تو مجبوراً مغلوں کی طرف سے رخ موڑا اور سیواجی سے میل ملاپ کی فکریں کرنے لگا۔ دلیر خاں کو بھی اس بات کی خبر لگ گئی اس نے بہت کچھ تو تھو کی اور سیواجی سے ملنے کی سخت مخالفت کی کہ دیکھو خبردار اس کا انجام بہت ہی برا ہو گا لیکن مسعود خاں نے ایک نہ سنی اور سیواجی کو لکھ بھیجا کہ ہم تم ایک ہی ملک کے ہیں مغلوں نے ناحق دست درازی کی ہے تم کو چاہیئے کہ میرا ساتھ دو اور میری مدد کرو اور جس طرح بن پڑے ان آفاقیوں

Marfat.com

کو نکال باہر کرو۔ سیواجی کے منہ میں پانی بھر آیا اور دونوں میں قسما قسمی ہوئی لیکن ساتھ ہی اس کے دلیر خاں بگڑ بیٹھا جواب تک مصالحت باہمی کی بنا پر الگ تھلگ بیٹھا تھا اب جو دیکھا کہ مسعود خاں ہی کی طرف سے عہد شکنی ہوئی ہے تو وہ بھی بیجاپور پر ہاتھ ڈالنے کے لیے تیار ہو گیا بیجاپور کے لوگوں کا ناک میں دم تھا طلب تنخواہ ندارد اور اس پر آئے دن کے مظالم ایک ایک کر کے سب دلیر خاں سے جا ملے۔ سنبھاجی کے اور اس کے باپ سیواجی کے سخت مخالفت ہو گئی تھی سنبھاجی شرح نویس کی لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا جس سے سیواجی بہت ناراض تھا اور یہاں تک برافروختہ ہو گیا تھا کہ کسی طور سے یا تو اسے قید کر لے یا مار ڈالے۔ وہ باپ کے ڈر سے بھاگ کر دلیر خاں سے مل جانے کو تیار ہوا۔ سیواجی کو خبر لگی اس نے سنبھاجی کو پکڑ لانے کے لیے ایک لشکر دوڑایا ادھر مسعود خاں نے جب سنا کہ سنبھاجی آرہا ہے تو بہت خوش ہوا اور سنبھاجی کے لانے کے لیے اخلاص خاں کو تین چار ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ اخلاص خاں راستے میں سنبھاجی سے جا ملا اس کے ساتھ صرف تین سو سوار تھے اخلاص خاں کا لشکر دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی سیواجی کا لشکر ناکامیاب واپس گیا۔ دلیر خاں سنبھاجی کی پیشوائی کو گیا اور بڑی آؤ بھگت سے اسے لایا اور عالم گیر بادشاہ نے اسے ایک ہاتھی تین گھوڑے اور خلعت شمشیر و کٹار و نقارہ اور فرمان منصب ہفت ہزاری سے سرفراز فرمایا۔

بغرض امداد سیواجی کے لشکر کا بیجاپور آنا اور مسعود خاں سے بگڑ کر واپس چلا جانا

مسعود خاں بالکل تنہا تھا۔ شرزہ خاں کی مخالفت سے اور بھی بے بس تھا۔ اب دیکھا کہ مغلوں کے لشکر میں ٹوٹ کر سب لوگ مل گئے تو ناچار سیواجی سے خواہاں امداد ہوا اس نے بیجاپور کی حفاظت کے لیے چھ سات ہزار سوار فوراً بھیج دیے۔ مسعود خاں نے ان لوگوں کو موضع اتھنی میں اترنے کا حکم دیا لیکن وہ لوگ شہر کے قریب خاناپور اور خسرپور میں خیمہ زن ہوئے اور کہلا بھیجا کہ ہم کو قلعہ کا ایک دروازہ اور ایک برج دے دو کہ ہم وہاں جا کر بہ اطمینان خاطر ٹھہر جائیں لیکن مسعود خاں ان کا اس قدر قریب آنا پسند نہ کرتا تھا۔ ادھر وہ لوگ مسعود خاں کی بدظنی سے کشیدہ تھے الغرض اور آگے بڑھ کر قلعہ کے قریب زہرہ پور میں آن کر ٹک گئے اور قلعہ کے اندر آنے کا اصرار کرنے لگے کہ بار بار ہم کو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ضرورت ہوتی ہے اور دروازوں پر آپ کے دربان مانع و مزاحم ہوتے ہیں ہم کو اس قلعہ کے اندر کوئی جگہ بتلاؤ جب دیکھا کہ کسی طرح دال نہیں گلتی تو ایک دن سیواجی نے

Marfat.com

لشکریوں نے ایک ٹانڈے کی صورت بنا کر غلہ فروخت کرنے کے بہانے سے اندر گھسنا چاہا مگر دروازے پر جب ان کو گونیاں کھولی گئیں تو ان میں ہتھیار پوشیدہ نکلے اور راز کھل گیا وہیں سے سب باہر نکالے گئے اب تو سیواجی کے لشکر سے اور مسعود خاں سے کھلی مخالفت ہو گئی کہ ہم کو خود ہی تو مدد کو بلایا اور اب قلعہ میں گھسنے نہیں دیتا تو کیا ہم باہر پڑے پڑے مفت میں اپنی جان دیں اگر مغلوں نے ہم پر حملہ کر دیا تو ہم کدھر کے رہے۔ ناچار ان لوگوں نے دولت پور، خسرو پور اور زہرہ پور کو لوٹ ڈالا اور شیخ احمد کے روضے تک پہنچ کر علی رضا خواص خانی کو مار ڈالا اور یاقوت حیرت خانی کو زخمی کیا اور بڑھتے بڑھتے ابراہیم روضہ تک آ پہنچے جو قلعہ سے ملا ہوا ہے۔ قلعہ سے بھی توپیں چل رہی تھیں ایک گولہ سیواجی کے سر لشکر پر گرا جس کے چیتھڑے اڑ گئے۔ جب سردار ہی نہ رہا تو لشکر کس کا سیواجی کا لشکر جیسا آیا تھا لوٹ مار کرتا ہوا واپس چلا گیا۔

مسعود خاں کا پھر مغلوں سے مل جانا اور شرزہ خاں سے بگاڑ

مسعود خاں بالکل موم کی ناک تھا کبھی سیواجی کا دم بھرنے لگتا تھا کبھی دلیر خاں سے مل جاتا تھا۔ اس کی دورخی چال نے سلطنت عادل شاہیہ کو سخت نقصان پہنچایا۔ اب سیواجی سے کھٹک گئی تو پھر دلیر خاں کی طرف جھکا اور اسی گلبرگہ کے صلح نامہ کی شرائط کی تجدید کی۔ دلیر خاں کی طرف سے تین چار سردار جو شرائط صلح مستحکم کرنے گئے تھے ان کی پیشوائی کر کے مسعود خاں قلعہ میں لے گیا اور ایک ہفتہ تک ٹھہرایا۔ بادشاہ کے حضور میں بھی باریاب کر کے خلعت وغیرہ دے کر رخصت کیا اور ونکنا اور چند دوسرے امراء کو مع لشکر ساتھ دیا تاکہ غنیم کی مدافعت کریں۔ یہ لوگ موضع تکوٹہ میں جا کر ٹھہرے وہاں خبر ملی کہ سیواجی ساٹھ یا آٹھ ہزار سوار لیے ہوئے سانگولہ میں اس ارادے سے پڑا ہوا ہے کہ مغل ہوں یا بیجاپوری جس کسی کا لشکر پہلے آئے اسی پر شب خون ماروں مسعود خاں نے شرزہ خاں کو عجالۃً طلب کیا کہ اپنی فوج لے کر ہماری مدد کو جلد پہنچو۔ شرزہ خاں شرزہ برج پر ٹھہرا ہوا تھا صاف جواب دے دیا کہ پندرہ ہزار ہن دینے کا وعدہ کر کے صرف چار ہزار دے کر ٹال گئے سپاہ کے پاس دمڑی خرچ کو نہیں دلیر خاں سے بھی لشکر کے نام سے رقم لے کر تم کھا گئے ایسی حالت میں میں کیسے آ سکتا ہوں کچھ روپے بھیجو تو پہلے لشکر میں تقسیم کر دوں جب قدم آگے بڑھاؤں، مسعود خاں نے کہلا بھیجا کہ سبحان اللہ کیا اچھا موقع آپ نے عذرات کا نکالا ہے میں نے جو کچھ کہا تھا سو کر بھی دیا جاگیرات اور محلات آپ

Marfat.com

کو دے چکا یہ عذرات آپ کے محض ٹالنے کے ہیں پھر شرزہ خاں نے کہا کہ تم تو ایمان نگلتے ہو اور میں خاموش بیٹھا تمہاری چال بازیاں خوب دیکھ رہا ہوں۔ پہلے تو قلعہ یادگیر مجھے دینے کا وعدہ کیا پھر پلٹ گئے اور میرے آدمیوں کو بہکا کر مجھ سے توڑ لیا دلاور خاں جھنڈے والے کو جو میرا آدمی تھا نوکر رکھ لیا خیر مضائقہ نہیں آئندہ دیکھا جائے گا۔ غرض شرزہ خاں کو نہ جانا تھا نہ گیا۔ ایک معاملہ ناچاقی کا اور پیش آیا کہ عبداللہ خاں قلعہ دار ویلور سے اور سیواجی سے بڑی جنگ رہی۔ سیواجی سات آٹھ مہینے تک قلعہ کا محاصرہ کیے پڑا رہا آخر کار عبداللہ خاں سیواجی سے مل گیا اور پچاس ہزار ہن لے کر قلعہ اس کے حوالے کر دیا اور خود بیجاپور آکر زہرہ پور میں ٹھہر گیا۔ جن دنوں سیواجی کا لشکر بیجاپور کے باہر پڑا ہوا لوٹ مار کر رہا تھا مسعود خاں نے عبداللہ خاں کو قلعہ کے اندر بلا لیا تھا اور لعن طعن کر رہا تھا کہ تو نے پچاس ہزار ہن لے کر قلعہ سیواجی کو دے دیا بہتر یہ ہے کہ وہ رقم داخل کر دو ورنہ تیری خیر نہیں۔ عبداللہ خاں نے جب دیکھا کہ اب کسی طرح جان نہیں بچتی تو ہزار ہن شرزہ خاں کو دے جھٹ اس کی پناہ میں چلا گیا اور باوجود یہ کہ مسعود خاں شرزہ خاں سے کہتا رہا کہ یہ پناہ دہی اچھی نہیں مگر شرزہ خاں نے کچھ پروانہ کی اس بات پر اور زیادہ بگاڑ ہو گیا۔

سیواجی کے قلعہ بھوپال گڑھ کو دلیر خاں کا مسمار کر ڈالنا

سیواجی نے ماجراندی کے کنارے پہاڑوں میں ایک نہایت مستحکم قلعہ بنا لیا تھا جس کا نام بھوپال گڑھ رکھا تھا اور اب جب کہ سیواجی کو مغلوں سے مقابلہ کرنا تھا تو ہر طرح قلعہ کی مضبوطی کر لی۔ رسد بھی خوب بھر لی اور فوج بھی بھرتی کی۔ دلیر خاں نے جو سیواجی کی تیاری کا حال سنا تو فوراً قلعہ پر دھاوا کیا اور بڑی بھاری لڑائی صبح سے دوپہر تک ہونے کے بعد آخر قلعہ کو فتح کر لیا اور سارا مال و متاع اپنے قبضہ میں کر کے سیواجی کے سات سو آدمیوں کو قید کر لیا اور سب کا ایک ایک ہاتھ کٹوا کر ناکارہ کر دیا سیواجی نہ تھا ورنہ اس آسانی سے قلعہ کبھی فتح نہ ہوتا اس نے سولہ ہزار سوار قلعہ کی حفاظت کے لیے بھیجے تھے ابھی راستے میں ہی تھے کہ یہاں یہ معاملہ پیش آیا۔ سیواجی کے سواروں نے چو طرف سے مغلوں کے لشکر کو گھیر لیا۔ ان کو خبر ملی کہ ایرج خاں اور باجی راؤ قلعہ پرینڈہ سے مغلوں کے لیے رسد لیے چلے آرہے ہیں۔ سیواجی کے لشکر نے ان کو روک لیا۔ دلیر خاں نے اخلاص خاں کو پندرہ سو سوار دے کر ایرج خاں کی مدد کو روانہ کیا اور قلعہ سے چھ کوس کے فاصلے پر دونوں کی مٹ بھیڑ ہوئی اور ایک ہزار آدمی سیواجی

Marfat.com

کے مارے گئے۔ دلیر خاں نے سرفراز خاں اور لطیف خاں کو اور لشکر دے کر مدد کو بھیجا آخر کار سیوا
کے لشکر کو شکست ہوئی اور بھاگنا پڑا۔ دلیر خاں نے کوس دو کوس تعاقب کیا پھر پلٹ کو بھوپال گڑھ آیا
قلعہ کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا۔

دلیر خاں کا مسعود خاں کو دھمکی دینا

دلیر خاں نے مسعود خاں کو کہلا بھیجا کہ تم بڑے دوغلے آدمی ہو تمہارے قول فعل کا اعتبار نہیں ہے
دراصل تمہارا منشا سیواجی کی طرف داری کا ہے اور ناحق ہم کو جل دے رکھا ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ تم
نے آج تک اپنی ایک شرط بھی پوری نہ کی۔ اس پیغام کے دو تین دن بعد دلیر خاں خود بڑھا اور بیجاپور سے
دس کوس ادھر موضع ہلسنگی میں قیام کیا۔ مسعود خاں دلیر خاں کے اچانک آجانے پر گھبرایا اور کہلا بھیجا
کہ میں ہرگز اپنے قول قرار سے نہیں پلٹا ان شاءاللہ عن قریب ان شرائط کو پورا کرتا ہوں اور بادشاہ بی بی
کو رخصت کراتا ہوں اور اپنے بیٹے کے ساتھ فوج بھی امداد کو بھیجتا ہوں جو تعویق ہوئی وہ محض شرزہ
خاں کی سرکشی سے ہوئی۔ اب ایسا ہرگز نہ ہوگا آپ بھونرہ ندی کے اس طرف اپنا لشکر نہ لائیں کہ ملک
تباہ ہوتا ہے۔ دلیر خاں فوراً واپس چلا گیا اور بھونرہ ندی کے اس طرف موضع ٹاکلی میں جا ٹھہرا۔

دلیر خاں کا مسعود خاں اور شرزہ خاں کا بیچ بچاؤ کرنے کے بہانے سے بیجاپور کے لشکریوں اور امراء کو توڑ کر اپنی طرف کر لینا

مسعود خاں اور شرزہ خاں کی عداوت روز بروز بڑھتی چلی جاتی تھی۔ شرزہ خاں تو اب کھلے خزانے
لڑنے مرنے پر تیار ہو گیا تھا اور بہلول پورہ اور مہدی واڑے کے بازار میں ہر روز اپنی جمعیت لے کر تیار
بیٹھا رہتا تھا۔ مسعود خاں میں خود کچھ دم نہ تھا دلیر خاں سے امداد چاہی۔ دلیر خاں ایسے ہی موقع کا متلاشی
تھا کہ اندرونی معاملات میں دخل دہی کا بہانہ ہاتھ آئے جھٹ دو تین ہزار سوار شرزہ خاں کے مقابلے
کے لیے بھیج دیے جو رنگریزوں کے حوض پر آکر ٹکے اور ادھر ونکٹادری لشکر لے کر مکہ دروازے سے
باہر نکل کر ابراہیم روضہ کے پاس جا پڑا اور قلعہ کی توپوں کا رخ شرزہ خاں کی حویلی کی طرف کر دیا اور عام
حکم دے دیا کہ لوٹ لو آج لوٹ مار معاف ہے۔ شرزہ خاں خود اپنا لشکر لیے ہوئے شرزہ پور میں بیٹھا ہوا
تھا لشکریوں نے شرزہ خاں کے گھر پر یورش کر دی اور اس کے ہمراہیوں میں سے جو ملا اس کی ناک کاٹ لی
اور خوب لوٹا ونکٹادری اور مغل دونوں منتظر تھے کہ شرزہ خاں سامنے آئے تو ہم دونوں اسے گھیر لیں

Marfat.com

لیکن ابھی اس کا موقع نہیں آیا۔ شرزہ خاں نے جب دیکھا کہ دلیر خاں اور ونکلادری دونوں کا وار مجھ پر ہے تو دلیر خاں سے خواہش کی کہ میں آپ کے پاس آتا ہوں آپ ہی میرے اور مسعود خاں کے قضیہ کو چکا دیجئے۔ دلیر خاں کے وکیل عاشق محمد نے کہا کہ تم کو اگر دلیر خاں سے ملنا ہی ہے تو بسم اللہ پہلے اپنے حرم اور لڑکوں کو ہمارے سپرد کر دو تا کہ ہم کو اطمینان ہو اور پھر شوق سے چلو شرزہ خاں دلیر خاں کے فریب میں آ گیا اور آدھی رات کو اپنے حرم اور لڑکوں کو مغلوں کے سپرد کر دیا۔ مسعود خاں کو اب مصالحت کے لیے جانا ہی پڑا اور مغلوں کے لشکر کے ساتھ دھولگیر کو گیا۔ شرزہ خاں کے آنے کی خبر سن کر دلیر خاں خود پیشوائی کے لیے جا کر اسے بھونرہ ندی کے اس طرف بڑے اعزاز و اکرام سے اپنے لشکر میں لایا۔ شرزہ خاں کے آتے ہی دلیر خاں نے اس کے حرم اور لڑکوں کو مالا پور بھیج دیا اس بات سے شرزہ خاں کھٹکا کہ دال میں کچھ کالا ہے مگر اب کر کیا سکتا تھا۔ دلیر خاں سے کہلا بھیجا کہ میں تو آپ کے پاس محض اس غرض سے حاضر ہوا کہ آپ مسعود خاں سے میری صفائی کرا دیں گے اور آپ کی طمانیت کے لیے میں نے اپنے لڑکوں کو بھی بھیج دیا ایسی حالت میں آپ کو کسی قسم کا شر و فساد کرنا لازم نہیں ہے اور اگر آپ کا ارادہ کچھ اور ہے تو جھگڑے لڑائی سے کچھ فائدہ نہیں میں خود بیجاپور سے مکہ شریف چلا جاتا ہوں نہ میں رہوں گا نہ یہ جھگڑے بکھیڑے ہوں گے۔ دلیر خاں کو جب شرزہ خاں کی ناراضگی کا حال معلوم ہوا تو خود شرزہ خاں کے خیمہ میں چلا گیا اور چکنی چپڑی باتیں کر کے اسے شیشہ میں اتار لیا اور سید احمد عرف غالب خاں پسر شرزہ خاں کو شش ہزاری منصب دیا اور چند دن کے بعد شرزہ خاں کے حرم کو حسب الحکم شہزادہ معظم کے اورنگ آباد بھجوا دیا۔ مسعود خاں کے پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دلیر خاں شرزہ خاں کی طرف ہو جائے تو میں کہیں کا بھی نہ رہوں گا۔ دلیر خاں کے خوش کرنے کی مسعود خاں نے چھ ہزار سوار درویش خاں اپنے لڑکے اور ونکلادری کے ساتھ دلیر خاں کے پاس دھولگیر میں بھیج دئے۔ دلیر خاں جیسا چال باز تھا اس کی کرتوتوں سے ظاہر ہے دکھنی بھولے تھے جو اس کی ہر بات کا یقین کر لیتے تھے۔ بیجاپور کا اتنا بڑا لشکر جب دلیر خاں کے پاس پہنچ گیا تو اس کے ارادے ہی بدل گئے۔ جب اس نے دیکھا کہ بہت سے امرائے بیجاپور بھی میرے پاس آ گئے اور بیجاپور خالی رہ گیا تو اب اس سے بہتر اور کون سا موقع قلعہ پر قبضہ کرنے کا ہاتھ آئے گا اور دل ہی دل میں منصوبے گانٹھنے لگا۔ ابھی یہ بات پختہ نہیں ہونے پائی تھی کہ دکھنیوں کو بھی بھنک مل گئی۔ ایک دن شرزہ خاں مع اپنے چند ہمراہیوں کے بغرض شکار باہر نکلا تھا کہ دلیر خاں نے اس کے پیچھے اپنا بھی ایک گارڈ لگا دیا۔ شرزہ خاں

Marfat.com

کو اتنی تاب کہاں تھی شکار چھوڑ راستے ہی سے پلٹا۔ جنگ کا نقارہ بجادیا اور آمادۂ جنگ ہو گیا اور دلیر خاں سے کہلا بھیجا کہ آپ کو یہ کیا سوجھی تھی کہ میرے پیچھے اپنی چوکی لگادی میں کیا چور چکار تھا یا بھاگ جاتا تھا ایسی بزدلی کے حرکات سے کیا فائدہ اگر دل میں کچھ شوق ہے تو بسم اللہ اپنا تمام لشکر مغلوں اور دکھنیوں کا لے کر مردوں کی طرح میدان میں آیئے تاکہ ہماری آپ کی تلوار کے جوہر کھل جائیں اور آپ کے دل میں بھی کوئی ارمان نہ رہ جائے اور میں بھی آپ کو بتلادوں کہ لڑنا کس کو کہتے ہیں اور بہادر کیسے ہوتے ہیں۔ دلیر خاں جب کبھی اپنی بات گرتی دیکھتا تھا فوراً نرم پڑ جاتا تھا شرزہ خاں کے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر فوراً عذر معذرت کرنے لگا کہ میرا منشا یہ نہ تھا اور وہ نہ تھا ہم آپ تو ایک ہی ہیں اور سمجھ گیا کہ دکھنی اس کی گہری چال سے باخبر ہو گئے ہیں اب موقع بے ڈھب ہے۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن   کہ جاہا سپر باید انداختن

فوراً اپنی پالیسی کو نرم کر دیا اور خوشامد در آمد کرنے لگا۔ شرزہ خاں جب کبھی دلیر خاں کے پاس جاتا تو وہ بچھ جاتا اور اس قدر خاطر مدارات کرتا کہ شرزہ خاں کو لب کشائی کا موقع نہ دیتا اسی طرح مسعود خاں کے مدار المہام ونکٹادری کو روغن قاز مل کر اپنا گرویدہ کر لیا تھا جب کبھی خرچ کی تنگی سنتا تھا دو دہش میں دریغ نہ کرتا تھا قریب ایک لاکھ روپے کے تو اب تک دے چکا تھا اور یوں روزانہ ہزار روپے ونکٹادری کو دیا کرتا تھا سوا الگ "زر بر سر فولاد نہی نرم شود"۔

روزانہ امرائے بیجاپور کی دعوتیں کرتا رہتا تھا۔ ہنود کے پاس فواکہ اور جنس بھیجتا رہتا تھا۔ ونکٹادری کو تو ایسا گانٹھا کہ اپنا غلام بنالیا۔ اس کے بیٹے کو پرگنہ بالاپور جاگیر دے دی۔ شرزہ خاں کی ایسی آؤ بھگت تھی کہ جب وہ آتا دلیر خاں اپنی مسند چھوڑ کر اس کے سامنے مودب بیٹھ جاتا اور کبھی بلا کھانے کھلائے کے جانے نہ دیتا اور دوسرے امراء کو تلواریں اور کٹاریں اور مناصب دیتا اور نقدی امداد بھی دیتا۔ شرزہ خاں کو بھی ہزار روپے یومیہ کے علاوہ بہت کچھ دیتا رہتا تھا اور اس طرح سارے دکھنی دلیر خاں کے حسن سلوک سے رام ہو گئے تھے جو لوگ بیجاپور کی لوٹ مار سے گھبرا کر نکل کھڑے ہوتے تھے دلیر خاں کے پاس آکر امن میں آجاتے تھے اس طرح رفتہ رفتہ دلیر خاں نے سب کو سمیٹ لیا اور سب سے ایسا گھل مل گیا کہ جب دیکھو دلیر خاں کو بیجاپور کے لوگ صبح سے شام تک گھیرے رہتے تھے۔ بیجاپور میں صرف حیرت خاں رہ گیا تھا اسے بھی روزانہ مصارف کے لیے پرگنہ بارسی پہلے ہی دے دیا تھا اور ہزاری منصب دلانے کا وعدہ الگ تھا وہ بھی دلیر خاں کے دامن سے لگا ہوا تھا۔ اس طرح بیجاپور کے

Marfat.com

لوگوں میں سے دکھنی اور افغان اور مرہٹہ سب ملا کر دس ہزار لوگ دلیر خاں کے ہاں ملازم ہو گئے اور جو تین چار ہزار بھکڑ مسعود خاں کے پاس بیجاپور میں رہ گئے تھے ان کا یہ حال تھا کہ مغلوں کی فوج میں بھرتی ہونے کے مزے سن سن کر روزانہ گھٹتے چلے آتے تھے معدودے چند جو ابھی نہیں آسکے تھے وہ درپردہ دلیر خاں سے ملے ہوئے تھے اور قول قرار کر چکے تھے غرض اس طرح دلیر خاں نے بیجاپور کے سارے لوگوں کے دل اپنی مٹھی میں لے رکھے تھے اور وہاں صرف خالی میدان رہ گیا تھا۔

بادشاہ بی بی کی دہلی کی روانگی اور شاہزادہ محمد اعظم سے ۱۰۹۰ھ میں نکاح

عادل شاہ سے جو وعدے اور شرائط ہوئی تھیں ان کی تعمیل میں برسوں لگ گئے عالم گیر نے دلیر خاں پر پابندیٔ عہود کے لیے سختی کی۔ دلیر خاں بادشاہ بی بی کی شادی کے متعلق ونکتاوری کو دباتا تھا آخر کار ونکتاوری تقاضوں سے بے زار ہو گیا اور بیجاپور کو روانہ ہوا۔ دلیر خاں نے ملک زیرک خواجہ سرا اور ماما، اصلیوں اڑدا بکییوں کا ایک جم غفیر اس کے ساتھ کر دیا۔ ونکتاوری نے مسعود خاں سے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے دیر کیوں لگا رکھی ہے۔ مسعود خاں خود دو مرتبہ بات پکی کر چکا تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ یہ بات اس کے بس کی نہ تھی۔ بادشاہ بی بی کی عمر پندرہ سولہا سال کی تھی وہ خود عاقلہ بالغہ تھی اور بڑی صاحب عقل و ہوش امورات ملکی سے بخوبی واقف تھی سارے محل کے لوگ اس کے تابع فرمان تھے۔ مسعود خاں نے دبی زبان سے بہت کچھ کہا مگر بادشاہ بی بی کسی طرح مرضی نہ تھی۔ مسعود خاں نے ان ماماؤں اور دایہ کو جو مقربان شاہزادی تھیں اور ماما طاؤس کو جو سب محلات کی عورتوں کی سر خیل شہزادی کی خاص دایہ تھی اور چند بیگمات تجربہ کار اور معاملہ فہم کو بیچ میں ڈالا اور نشیب و فراز سمجھایا کہ جو زبان سے نکل گیا ہے اور دو بادشاہوں میں طے پا چکا ہے بھلا کہیں وہ بات پلٹ سکتی ہے اس میں بڑا تخریب ہوگا آپ کے بھائی کی سلطنت چھن جائے گی لوگ تباہ ہو جائیں گے۔ بے چاری شہزادی نے جب دیکھا کہ میرے سبب سے خواہ مخواہ کشت و خوں ہوگا۔ اور بھائی کی عزت اور ملک دونوں معرض خطر میں ہیں تو اس نے بڑا ایثار نفس کیا اور بادل ناخواستہ ایفائے وعدے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا جوں جوں دیر ہوتی جاتی تھی دلیر خاں بھڑکتا جاتا تھا۔ مسعود خاں نے اس بہانے سے روانگی کے لیے خرچ درکار ہے بہت سا روپیہ بھی اینٹھ لیا۔ بالآخر بہ مشکل تمام ۲/ جمادی الثانیہ ۱۰۹۰ھ کو بادشاہ بی بی محل سے برآمد ہو کر شہر دروازے کے باہر مقیم ہوئیں اور ماما ئیں اصلییں خواجہ سرا وغیرہ سب کو ساتھ لے کر ۵/ تاریخ بہ

Marfat.com

ہمراہی و نکتادری روانہ ہو کر ۲۰ر کو دھول کھیڑ میں پہنچیں۔ دلیر خاں استقبال کو آیا اور بڑی دھوم دھام سے سواری کو لے گیا۔ ۲۲ر کو بھنورہ ندی پار ہو کر لشکر کے قیام گاہ پر ٹاکلی پہنچے۔ دلیر خاں نے ہزار روپے پیش کش اور نذر گزرانی پھر باقی امراء نے نذریں پیش کیں اور بڑی بھاری شاہانہ دعوت ہوئی۔ نو دن تک اسی طرح جشن شاہانہ رہا اور ۱۴ر رجب کو دہلی کی طرف روانہ کیا۔ تمام قلعہ داروں ضلع داروں اور فوج داروں کے نام احکام جاری کیے کہ جن جن کی حدود میں سے پالکی مبارک کا گزر ہو شاہانہ استقبال کر کے نذریں پیش کریں اور ضیافت کا پورا اہتمام کر کے اپنی سرحد تک پابہ رکاب رہیں۔ جب سواری شاہ گڑھ کو پہنچی تو شاہزادہ سلطان معظم اورنگ آباد سے پیشوائی کے لیے آیا اور سات روز وہاں ٹھہر کر جشن شاہی کیا اور اسی طرح منزل بہ منزل ٹھہرتے ہوئے تین مہینے میں دہلی پہنچے۔ شاہزادہ محمد اعظم ابھی تعلیم پا رہا تھا اور بادشاہ بھی مہمات میں مصروف تھا شادی میں چندے توقف ہوا تھوڑے ہی عرصے میں سب تیار کر لی گئی اور سامان جشن کا بہمہ جہت مہیا کر کے بڑی دھوم دھام سے شادی ہو گئی۔

مسعود خاں اور دلیر خاں کی پھر ناچاقی، مسعود خاں کا و نکتادری کو قید کر لینا، دلیر خاں کی بیجاپور کے محاصرے کی تیاری

بادشاہ بی بی کا دلی پہنچ جانا دلیر خاں کی ایک بڑی کارگزاری تھی اب دلیر خاں کو دوسری بات یہ سوجھی کہ و نکتادری کو ملا کر کسی طرح مسعود خاں کو ادھونی واپس کیا جائے اور حکیم شمس الدین خاں کو تازمان بلوغ سلطان سکندر کے ریجنٹ مقرر کیا جائے۔ اپنے اس ارادے میں کامیاب ہونے کے لیے تین ہزار سوار ان بندیلہ حکیم جی کی مدد کو دینے اور اخلاص خاں کو تین ہزار سوار دے کر شہر بیجاپور میں بھیج کر بہلول خاں کی حویلی میں اتروا دیا اور دس بارہ ہزار کا لشکر جو خود جمع کر لیا تھا وہ سیواجی کے مقابلے کو تیار کیا۔ مسعود خاں کو جب یہ معلوم ہوا کہ و نکتادری اور حکیم جی دلیر خاں کے ہم زبان ہو گئے ہیں تو لوگوں نے مسعود خاں کو سمجھایا کہ تم ہرگز قلعہ نہ چھوڑنا اگر قلعہ چھوڑا تو یاد رکھو کہ سلطنت گئی۔ مسعود خاں نے و نکتادری کو بلا بھیجا۔ و نکتادری نے دلیر خاں سے یہ کہا کہ مجھے مسعود خاں نے بلا بھیجا ہے میں جاتا ہوں، دو چار دن میں کسی نہ کسی طرح مسعود خاں کو قلعہ سے باہر لا کر حکیم جی کو ریجنٹ بنا دیتا ہوں اور اس حیلہ سے دلیر خاں سے بہت کچھ روپیہ اینٹھا۔ دلیر خاں دو چار دن تک ایفائے وعدہ کا منتظر رہا اور طرح اپنی پخت و پز کر لی تھی مگر وہاں کچھ اور ہی گل کھلا۔ مسعود خاں کی نیت میں پہلے ہی سے فساد تھا

Marfat.com

ونکلادری کے آتے ہی اس کو مع ہمراہیان جا کو پنڈت، ملھاری، بہلول خاں، سرینواس راؤ وغیرہ کے قید کرلیا اور سید عبدالعزیز کو بھیج کر ان سب کا مال و متاع بھی ضبط کرلیا اور اپنے لڑکے سید درویش کو جو دھول گڑھ میں تھا چپکے سے کہلا بھیجا وہ باپ کے حکم پر مع اپنے لشکر کے فوراً بیجاپور آ پہنچا۔ یہ سنتے ہی دلیر خاں ایک دم بیجاپور پر لشکر کشی کرنے کو مستعد ہو گیا اور بھنورہ ندی سے اتر کر دھول گڑھ میں آ پہنچا کہ بیجاپور سے مرزا برادر حکیم جی اور شیخ ایوب آئے اور مسعود خاں کی طرف سے دلیر خاں سے ونکلادری کے قید کرنے کی عذر معذرت کرنے لگے۔ دلیر خاں نے کہا تم کو شرم نہیں آتی میں نے تم کو ونکلادری کی حفاظت کو بھیجا تھا اس لیے کہ تم منہ دیکھتے رہو اور اسے قید میں پھنسا دو، تف ہے تم پر کہ تم میرے سامنے کس منہ سے آئے تم کو وہیں مر جانا تھا۔ مسعود خاں اتنا بڑا کام کر تو بیٹھا مگر اپنی جگہ کانپ رہا تھا چند لوگوں کو بیچ میں ڈال کر پھر دلیر خاں سے مل جانا چاہا اور حکیم جی کو واسطہ قرار دیا۔ حکیم جی نے کہا کہ تمہاری بات کا کیا بھروسہ پہلے بھی تم نے آثار شریف میں قسم کھائی اور پچیس ہزار ہن دینے کا پختہ وعدہ کیا اور پلٹ گئے۔ مسعود خاں نے کہا میں نے کیا کیا جو کچھ کیا ونکلادری نے کیا اور جیسا کیا اس کی سزا بھی بھگت رہا ہے۔ الغرض حکیم جی کی بہت خوشامد کی اور وعدہ کیا کہ آپ ہی کل کاروبار کیجئے میں آپ کی تابعداری سے باہر نہیں اور آثار شریف میں جا کر دوبارہ قرآن شریف اٹھالیا حکیم جی نے بہت کچھ سعی و سفارش کی لیکن دلیر خاں نے ایک نہ سنی کہ کئی بار دھوکا کھا چکا تھا۔ دلیر خاں کبھی کا بیجاپور کا محاصرہ کرلیتا لیکن مشکل یہ آن پڑی کہ روپیہ تھڑ گیا لشکر کی تنخواہ بانٹنے کو پیسہ نہ تھا اور شاہزادہ معظم اس کی کاٹ پر تھا اس نے قلعہ داران بیدر، پرینڈہ، شولاپور، شہر سورت کو لکھ دیا تھا کہ دلیر خاں فضول خزانہ لٹا رہا ہے کام تو اس نے کچھ بھی نہیں کیا آئندہ سے اسے ایک حبہ نہ دیں اس مجبوری سے دلیر خاں آگے نہ بڑھ سکا ناچار شاہزادہ معظم کی خدمت میں معروضہ لکھا کہ اب خاطر خواہ کام بن گیا ہے اور پوری امید کامیابی کی ہے اس وقت اگر روپئے کی امداد نہ ہو تو سارا کیا دھرا اکارت جائے گا۔ شاہزادے نے نہایت مجبوری سے ساٹھ ہزار اشرفیاں اور دو ہزار برقند از امداداً بھیج دیئے اور تاکید کردی کہ جو کچھ کرنا دھرنا ہے اس میں کرلو آئندہ کچھ نہ ملے گا۔

مسعود خاں کا قلعہ کو مستحکم کرنا اور سیوا جی سے استمداد

دلیر خاں کو بروقت روپئے نہ ملنے سے بیجاپور کے محاصرے میں دیر لگی مسعود خاں کو اچھی خاصی

Marfat.com

مہلت مل گئی اس نے قلعہ کی مرمت کرا کر ہر طرح ٹھیک کر لیا اور تور گل، ادھونی اور پام نائک کے قلعہ جات سے فوج طلب کر لی۔ سدو (ایک مشہور امیر یہ وہی راگو سدو ہے جس کا کتبہ قلعہ مدگل کے گگن محل پر ہے) کو سیواجی کے پاس بھیجا کہ دیر کیوں لگا رکھی ہے جلد پہنچو کہ اب موقع تاخیر کا نہیں ہے۔ سیواجی تیار ہی تھا اس نے دس ہزار سوار بیجاپور کو بھیج دیئے اور دو ہزار لدو بیل غلے کے ویاجی نیلکنٹھ کو دے کر بھیج دیئے اور کہلا بھیجا کہ تم کچھ فکر نہ کرو میں خود آتا ہوں اور دلیر خاں کا سر کاٹ کر ہمیشہ کے لیے اس جھگڑے کو مٹا دوں گا۔ ویاجی سیواجی کی طرف سے بادشاہ کے لیے تحفے تحائف اور مسعود خاں کے لیے خلعت بھی لایا اور عرض کی کہ پانچ ہزار سوار عیناپور اور پانچ ہزار بھوپال گڑھ پر پہنچ گئے ہیں اور منتظر حکم ہیں اور سیواجی خود بھی پیچھے سے آتا ہے۔ مسعود خاں نے بھی ویاجی کو خلعت دیا اور مطمئن ہو کر تیاریاں کرنے لگا۔ حسن خاں روہیلہ جو عبدالکریم کا ملازم تھا یاقوت خاں اور حیرت خاں سب کو پھر بلا کر ہموار کر لیا اور سدی درویش کو صوبہ دار کر دیا۔ مسعود خاں کا ارادہ تھا کہ شرزہ خاں کی ٹکر کے لیے یاقوت خاں کو پیش پیش رکھوں۔ ادھر یہ ہو رہا تھا، ادھر مغلوں کے سردار حیرت خاں اور میاں خاں، دونوں منگل بیڑہ پر پہنچ کر سعید خاں سے گتھ گئے اور سعید خاں کو نکال باہر کیا۔ سعید خاں بے چارہ اکیلا ان دونوں کا کیا مقابلہ کر سکتا تھا بھاگ کر بیجاپور آیا اور منگل بیڑے پر مغلوں کا قبضہ ہو گیا اور اسی کے ساتھ مغلوں نے سالونگی اور کاسی گاؤں کو لوٹ ڈالا اور شرزہ خاں کے سوار الملیے پر چڑھ آئے۔ مسعود خاں نے سید شریف اور فرید خاں وغیرہ کو اس لوٹ مار کے فرو کرنے کو بھیجا اور سنبھاجی کھاٹکے کو بھی فوج دے کر دوسری طرف دوڑایا وہاں راستے میں سنبھاجی سے مقابلہ ہو پڑا دونوں طرف کے دس پندرہ ہزار آدمی مارے گئے۔ سنبھاجی تیر سے مجروح ہوا۔ انگلوج سے خبر ملی کہ وہاں بچاجی چڑھ آیا ہے۔ بہادر خاں سانگولہ سے اس کے مقابلے کو جھپٹا اور دونوں میں لڑائی ہوئی جس میں بچاجی مارا گیا۔

بیجاپور پر دلیر خاں کی چڑھائی سیواجی کا عادل شاہیوں کی مدد کو پہنچنا اور مغلوں کے مقبوضات میں لوٹ مار ۱۰۹۰ھ

۱۷ ر شعبان ۱۰۹۰ھ پیر کے دن دلیر خاں خود شرزہ خاں کے خیمہ میں آیا اور بیجاپور پر چڑھائی کرنے کی مشورت کرنے لگا اسی دن عالم گیر کی طرف سے شرزہ خاں کو خطاب رستم خانی اور خلعت بھی آیا۔ دلیر خاں ہولگیری میں بیٹھا ہوا گڑھی بنوا رہا تھا وہاں سے ۱۰ ر شعبان کو کوچ کر کے ہنگی آیا اور بائیس دن وہاں

Marfat.com

بنا کر ایک گڑھی تیار کرائی۔ ۱۱ر رمضان کو برہمن ہلی پہنچا۔ ۱۲ر رمضان کو طلابہ پہنچا یہاں بھی ایک وسیع گڑھی کی بنیاد ڈالی۔ ۱۶ر رمضان کو سید عالم اور یادگار علی دونوں بذریعہ اخلاص خاں کے حاضر ہوئے اور مسعود خاں کو ملا لینے کا وعدہ کر کے بیجاپور گئے۔ ۵ر شوال کو سیواجی دس بارہ ہزار سوار لے کر بہر سلگہ میں آ پہنچا۔ ۶ر شوال کو سیواجی کی فوج جو پہلے سے بیجاپور میں پڑی تھی سیواجی کی پیشوائی کو آئی۔ سیواجی نے خود پانچ ہزار سوار لے کر سلطان سکندر کی ملاقات کے لیے حاضر ہونے کی استجازت مسعود خاں سے کی مسعود خاں نے صرف پانچ سو سواروں کے ساتھ آنے کی پروانگی دی لیکن موروجی پنڈت نے سیواجی کو قلعہ میں جانے سے منع کیا کہ جب ہم تمام عادل شاہی مملکت پر قابض ہیں تو ہم کو خواہ مخواہ قلعہ میں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بھگوان جانے وہاں کیا معاملہ پیش آئے مسعود خاں کا کیا بھروسہ اگر وہ دغا کر بیٹھے تو کیا ہوگا۔ سیواجی اس بات کو مان گیا اور مسعود خاں کو کہلا بھیجا کہ میں جب تک مغلوں کی مہم سر نہ کرلوں اور دلیر خاں کو نوک دم دہلی تک نہ بھگادوں جب تک میرا حاضر ہونا بے سود ہے جب میرا مقصد حاصل ہو جائے گا تو بھگوان کی دیا سے سرخرو اور بامراد بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں گا۔

۱۰ر شوال کو سیواجی نے اپنی فوج کے دو حصے کیے آٹھ نو ہزار خود لے کر موسلا اور المکلے کی طرف گیا اور آنند راؤ کو دس ہزار سوار دے کر سانگولہ کی طرف بھیجا اور مغلوں کے مقبوضات میں لوٹ مار کرنے لگا۔ دلیر خاں کو تو بیجاپور کی لو لگی ہوئی تھی سنی ان سنی کر دی کہ یہ تو ہر سال کا کھڑاگ ہے اگر ہم بیجاپور لے لیں تو پھر سیواجی کو ملک بدر کرنا کون سا مشکل کام ہے الغرض دلیر خاں بیجاپور کی سرحد سے نہ ہٹا۔ شاہزادہ معظم ہمیشہ دلیر خاں کی کاٹ پر تھا اور بار بار اپنے باپ کو شکایت لکھتا تھا وہاں خاں جہاں کو کلتاش جز تار ہتا تھا لیکن ادھر سے ملک برخوردار اور حکیم شمس الدین برابر خبریں دیتے رہتے تھے کہ بیجاپور کا تمام کارخانہ ابتر ہے، مسعود خاں لاش محض ہے اب کوئی دم میں بیجاپور لیا۔ لیکن جب عالمگیر کو خبر ملی کہ مسعود خاں نے ونکاداری کو قید کر لیا تو ایک دم بھڑک اٹھا اور سمجھ گیا کہ یہ سب ڈھونگ ہے اتنے میں مسعود خاں نے سیواجی کو بلوالیا تب پھر شاہزادے نے عالمگیر کو لکھا کہ دلیر خاں سارا کام بگاڑ رہا ہے لکھوکھا روپیہ اس نے خزانہ کا لٹا دیا اور راڈھی کا فائدہ نہ ہوا چپہ بھر زمین فتح نہ کی۔ بادشاہ نے دلیر خاں کو بہت سختی سے لکھا اور ملک برخوردار اور حکیم جی کو حکم دیا کہ یہ دونوں فوراً ہمارے پاس حاضر ہوں یہ حکم آنا ہی تھا کہ دلیر خاں سے اور ان دونوں سے چل پڑی۔ دلیر خاں نے ملک برخوردار سے کہا کہ تو نے ہی مجھے جل دیا اب تو تو صاف نکل گیا اور ساری بلا میرے سر ڈال دی ملک برخوردار نے کہا کہ چہ خوش

کریں آپ اور الزام مجھ پر۔ میں تو برابر کہے چلا جارہا ہوں کہ مسعود خاں کے لیے ونکٹادری اور بہت سے امراء کو آپ کے پاس لاتا ہوں آپ ان کو قید کرلیں اور بیجاپور پر دھاوا بول دیں لیکن آپ کسی کی سنتے بھی ہیں آپ کی مت ہی الٹی ہے جب میرے کہے پر آپ نے عمل نہ کیا تو اب مجھ سے گلہ شکایت بے سود۔ بادشاہ کا حکم بھلا کب ٹل سکتا تھا۔ ۱۱ر رمضان کو حکیم جی دلی سدھارے ملک برخوردار حیلے حوالے کرنے لگا دلیر خاں نے اس کو بھی پکڑ کر ۱۰ر شوال کو بھجوادیا۔ ۱۸ر شوال کو خواجہ عبدالرزاق اور سید عالم مسعود خاں کی طرف سے صلح کا پیغام لائے دلیر خاں نے کہا کہ پہلے مسعود خاں اپنے بیٹے کو ہمارے سپرد کرے اور ہمارا قرض ادا کرے اور سیوا جی سے دوستی قطعاً توڑے جب بات سو بات، سید عالم پھر مسعود خاں کے پاس گیا اور یہ سب معاملہ دہرایا۔ مسعود خاں کا دل نہ ٹھکا اور اس نے اس بات کو وہیں دبادیا جواب تک نہ دیا۔

دلیر خاں کا صلح سے ناامید ہو کر سلطنت بیجاپور کے مختلف مقامات کو لوٹنا اور تباہ کرنا

دلیر خاں جب انتظار کرتے کرتے تھک گیا اور ادھر سے کوئی جواب نہ آیا تو سمجھ گیا کہ ہموں آش در کاسہ یہ معاملہ راستی سے طے نہ ہوا ہے نہ ہوگا جنگ کی تیاری شروع کی بڑی بڑی توپوں کو برہمن پلی میں چھوڑ کر ۲۰ر شوال کو ملکاپور، ۲۲ر کو جال گیری پہنچا۔ لیکن سیوا جی کے خوف سے آگے نہ بڑھ سکا اور سنابا جی جو نائک واڑیوں کا سرکردہ تھا اور پہلے کئی قلعہ فتح کرچکا تھا اس کے بھروسے پر یہ صلاح ٹھہری کہ مرج اور پنالہ کی طرف چلنا چاہیے کہ سیوا جی کو جب ہمارے ادھر جانے کی خبر ملے گی تو لامحالہ بیجاپور چھوڑ کر ادھر پلٹے گا۔ اور اسی ارادے سے جالگیری سے تکوٹہ گیا جو ایک بڑا آباد اور متمول قصبہ تھا۔ ان بے چاروں کو دلیر خاں کے آنے کی کچھ خبر نہ تھی کہ اخلاص خاں ہراول لشکر پہنچا اور لوٹ مار شروع کردی بہت سے ذی عزتوں نے ڈر کے مارے مع اپنے بال بچوں کے سرائے کے پاس ایک کنواں تھا۔ اس میں گر کر جان دے دی۔ دلیر خاں نے اس بستی کو ایسا تباہ کیا اور لوٹا کہ خدا کی پناہ آخر کار خواجہ عبدالرزاق نے ان غریبوں کی حالت زار پر ترس کھا کر دلیر خاں سے سفارش کی اور پانچ سو آدمیوں کو چھڑوادیا۔ ۲۴ر شوال کو ہونوار اور ٹیل سنگہ کو لوٹتے ہوئے اتھنی پہنچے۔ اور ۲۷ر کو عیناپور آئے وہاں خبر ملی کہ سنبھاجی لشکر سے بھاگ کر بیجاپور جاچکا ہے یہ سنتے ہی بیجاپور کا راستہ لیا۔

Marfat.com

سنبھاجی کا مغلوں کے لشکر سے بھاگ کر عادل شاہیوں سے جاملنا

سنبھاجی یوں بھاگا کہ عالم گیر نے اسے بلوایا تھا وہ ایک مرتبہ جا کر خوب مزہ چکھ چکا تھا اب کیا جاتا سیواجی آخر باپ تھا بیٹے کی پریشانی سن کر اسے بلوایا۔ سنبھا اپنی بیوی کو مردانہ لباس پہنا کر پانچ ہزار سوار سمیت اپنے باپ کے پاس سے چل دیا۔ ۲۸ر شوال کو سیدھا بیجاپور پہنچا۔ مسعود خاں نے بہت خوشی سے سنبھاجی کو لیا۔ دلیر خاں سنبھاجی کی آؤ بھگت سن کر سخت برہم ہوا اور فوراً خواجہ عبدالرزاق کو بھیجا کہ جاؤ مسعود خاں سے کہو کہ یہ تم کیا کر رہے ہو الٹی اپنے پاؤں میں کلہاڑی مار رہے ہو۔ ۵ر ذی قعدہ کو عبد الرزاق بیجاپور پہنچا۔ سنبھاجی نے جب عبدالرزاق کے آنے کی خبر سنی تو سمجھ گیا کہ یہ جو آیا ہے تو پھر کچھ گڑبڑ مچائے گا مصلحت اسی میں سمجھا کہ خود چل دے چنانچہ ۷ر ذی قعدہ کو بلا اطلاع پنالہ چلا گیا۔

دلیر خاں کی بیجاپور پر چڑھائی اور شکست ۱۰۹۰ھ

دلیر خاں عیناپور سے پلٹ کر سالونگی، کاکھنڈکی (یہ تعلقہ انڈی ضلع بیجاپور میں ہے)، اوکھلی، ہنگونی (یہ ضلع پربھنی میں حیدر آباد گوداوری ویلی ریلوے کا اسٹیشن ہے) وغیرہ دیہات کی زراعت اور باغات تلف کرتا ہے اور لوٹتا مارتا لوگوں کو قید کرتا ہوا ۱۰ر ذی قعدہ کو علی آباد پہنچ کر خیمہ زن ہوا اور وہاں سے توپ خانہ لے کر رسول پور اور مراری باغ پر آ کر گولہ باری کرنے لگا۔ ادھر قلعہ سے بھی توپیں چلنے لگیں اور تمام دن گھمسان لڑائی رہی اور قلعہ کی بندوقوں کی باڑ سے بہت سے لوگ مغلوں کے ضائع ہوئے اور اسی طرح روزانہ لڑائی ہوتی رہی دونوں طرف کے لوگ مرنے لگے۔ ۱۷ر ذی قعدہ کو مغل اور آگے بڑھ کر بیگم حوض کے پاس آگئے۔ ۲۴ر کو افضل خاں کے محلات کے پاس روضہ باغ میں پہنچ کر افضل پور اور شاہ پور کو لوٹ لاٹ کر جلا دیا۔ ۲۹ر کو اللہ پور دروازے کے سامنے آگئے اور بڑی بھاری لڑائی ہوئی جس میں ہزاروں آدمی طرفین کے مارے گئے لیکن فتح دکھنیوں ہی کی رہی۔ ۹ر ذی الحجہ کو پھر دلیر خاں ہٹ کر بیگم حوض پر آ گیا مگر کوئی دن ایسا نہ تھا جو لڑائی نہ ہو اس زمانے میں بیجاپور میں خود فوج کی قلت تھی صرف چند امراء اور پانچ ہزار فوج رہ گئی تھی وہ بھی بالکل تنگ حال، مسعود خاں سے بڑا اسوار خاصہ کے قلعہ کو سنبھالے ہوئے تھے۔ ادھونی سے جو دو ہزار کا لشکر آیا تھا وہ اور پام نائک کی فوج، برجوں اور خندق وغیرہ متفرق مقامات مکہ دروازہ، شاہ پور دروازہ، ابراہیم پور اور ابراہیم روضہ پر متعین تھی اور روز حسب حوصلہ مغلوں سے لڑ لیتے تھے سیواجی کے طرف سے غلہ برابر چلا آتا تھا لیکن مغلوں کے لشکر میں رسد کا سخت توڑا تھا۔

Marfat.com

مسعود خاں کا صلح سے انکار کرنا

شاہزادہ معظم برابر دلیر خاں کو تاکید کرتا جاتا تھا کہ خدا کے واسطے بیجاپور چھوڑو اور اپنے ملک کی خبر لو کہ سیواجی نے تباہ کر دیا ہے لیکن دلیر خاں کے کان پر جوں نہ چلتی تھی وہ اسی فکر میں تھا کہ مسعود خاں سے صلح کرلوں تو ہٹوں اور مسعود خاں سیواجی کے بھڑے پر مگن تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ شاہزادہ معظم کے ہاں دلیر خاں کی کچھ وقعت باقی نہ رہی تھی پھر کیوں جھکتا۔

سیواجی کا بھنورہ ندی سے نربدا تک مغلوں کی سلطنت کو لوٹنا اور ہلکم مچا دینا عالمگیر کا دلیر خاں پر عتاب

سیواجی کا لشکر روز بروز بڑھتا جاتا تھا اب وہ پینتیس ہزار سوار لے کر سارے ملک میں پھیل گیا تھا سرحد بھنورہ سے نربدا تک لوٹ رہا تھا اور براڑ، خاندیس، ماہور، بگلانہ کو بھی لوٹ لاٹ کر خاک سیاہ کر دیا تھا اور کروڑہا روپے کی دولت سمیٹ لی تھی۔ عالم گیر کو سب خبریں پہنچتی رہتی تھیں اور شاہزادہ معظم نے الگ واویلا مچا رکھی تھی۔ خان جہاں نے عالمگیر کو باور کرا دیا تھا کہ دلیر خاں محض لوٹنے کی غرض سے بیجاپور پر اڑا ہوا اور ناحق وناروا لاکھوں روپے سرکاری خزانے کے اس نے اپنی ضد میں برباد کر دیئے اور کسی کی سنتا نہیں۔ عالم گیر نے دلیر خاں کو لکھا کہ تو یہ کیا الٹی چال چل رہا ہے۔ پہلے اپنے ملک میں امن قائم کرنا تھا جب بیجاپور کا قصد کرتے تو ایک بات تھی خیر اب بھی کچھ نہیں گیا فوراً بیجاپور کا محاصرہ چھوڑ کر اپنے ملک کا انتظام کرو ورنہ یاد رکھو کہ تمہاری خبر نہیں۔ شاہزادہ معظم نے بھی صوبہ داران، مہتمم خزانہ اور توپ خانے پر حکم بھیج دیا کہ ہرگز دلیر خاں کا حکم نہ مانو اور محمد منیف کو بھیج کر دلاور خاں کو کہلا بھیجا کہ مسعود خاں سے آکر صلح کرنی ہوگی تو میں کروں گا تم کون؟ لہٰذا تم فوراً واپس آؤ۔

دلیر خاں کا بحکم بادشاہ بیجاپور کا محاصرہ چھوڑنا اور من مانے مختلف مقامات کو لوٹنا اور جلانا اور اسی حالت میں مر جانا ۱۰۹۱ھ

اب دلیر خاں کے ہاتھ پاؤں بندھ گئے ناچار غرۂ محرم ۱۰۹۱ھ کو شرزہ خاں اور حسین خاں میانہ کو توپ خانہ دے کر ادھونی پر بھیج دیا جو مسعود خاں کی جاگیر تھی کہ شاید اس دباؤ سے مسعود خاں صلح کر لے مگر اسے نہ ماننا تھا نہ مانا۔ ناچار ۷/ محرم کو بیگم حوض سے کوچ کر کے کاکھنڈیکی کو گیا اور قریب دو مہینے کے

Marfat.com

خاں خاموش بیٹھا رہا بعد زیناپور گیا وہاں کے دیسائی نے مقابلہ کیا اس دن دلیر خاں کا ہاتھی زخمی ہوا اور ڈیڑھ ستر آدمی مارے گئے لیکن آخر میں پھر ہلا کیا تو چالیس پچاس آدمی دیسائی کے بھی مارے گئے اور وہ خود بھی مارا گیا پھر کیا تھا گاؤں کو لوٹ لیا دوسرے دن غرۂ محرم کو بھی وہیں رہا۔ گیارہ کو تان گیری کو گیا، مسوتی (زیناپور، تان گیری اور مسوتی یہ تینوں مقامات تعلقہ باگلکوٹ ضلع بیجاپور میں ہیں) کے مقدم نے دو ہزار ہن اس شرط پر دینے کا وعدہ کیا کہ لوٹ مار نہ کریں لیکن دلیر خاں کے سر پر جن سوار تھا، نامنظور کیا۔ مقدم بے چارے کے پاس دس بیس مذکوری جو تھے ان کو لے کر مقابلے کرنے لگا مگر کیا تاب لا سکتا تھا۔ وہ سب کے سب مع مقدم (ہر گاؤں میں ایک پٹواری اور ایک ایک مالی اور پولیس پٹیل ہوتے ہیں اور یہی سرکار کی طرف سے گاؤں کا کل کاروبار کرتے ہیں۔ پٹواری گویا محاسب دیہی ہے اور پٹیل مالی موضع کی وصول واصلات اور دیگر امور مالی کا ذمہ دار ہے علیٰ ہذا پولیس پٹیل دیہی پولیس کا افسر ہے۔ پٹیل ہی کو مقدم گوڑا اور پٹواری کو کلکرنی بھی کہتے ہیں) کے مارے گئے دو تین ہزار مرد اور عورت قید کر لیے اور تین ہزار مویشی پکڑ کر تان گیری کو لے گئے۔ اخلاص خاں ہراول دریائے کرشنا کی طرف دیہات پرگنہ مدگل کو لوٹ رہا تھا اس نے خبر بھیجی کہ یہاں بہت سے لوگ جمع ہیں دلیر خاں خود ادھر چلا اور گرتھی میں پہنچا وہاں کے مقدم نے نو ہزار ہن کا وعدہ کر کے پانچ ہزار نقد دیئے اور چار ہزار دینے کا وعدہ کیا جس کے وصول کے لیے اخلاص خاں کو وہیں چھوڑ کر نالت واڑ (ضلع بیجاپور تعلقہ مدے بہال کا ایک بڑا موضع ہے جو دریائے کرشنا سے چار میل ہے) کو آیا وہاں کے دیسائی (ایک ایک پرگنہ میں ایک ایک دیسمکھ اور دیس پانڈے بطور زمیندار کے رہا کرتے ہیں پچھلے زمانے میں ان لوگوں کی کچھ خدمات مقرر تھیں اب محض معاش دار ہیں دیسائی اور ناڑگوڑا بھی مثل زمیندار کے ہوتے ہیں، نالت واڑ کا دیسائی اب بھی بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس نواح کا ایک معزز اور مشہور زمیندار ہے مجھ سے بھی ایک دفعہ ملاقات ہوئی تھی) سے بھی حسب معمول زر نقد وصول کیا اور ایک دن مقام کیا دوسرے دن اخلاص خاں نقد سونا زیور بہت سا، لے کر دلیر خاں سے نالت واڑ پر آملا۔ نالت واڑ کی دیسائی کے اشارے سے دلیر خاں کوڑیکل (تعلقہ شاہ پور ضلع گلبرگہ میں ہے) پہنچا۔ نالت واڑ کا دیسائی جسے نصرت آباد کی دیسمکھی دینے کا وعدہ کیا تھا ساتھ ہی ساتھ تھا اور وہاں سے کوس بھر پالا ہے (تعلقہ شاہ پور ضلع گلبرگہ میں ہے) جہاں پیڈ نائک اپنا لشکر لیے پڑا ہوا تھا پہنچا اور محاصرہ کر لیا اور پہاڑ پر جو مٹھ ہے پہنچ کر چالیس پیادوں کو قتل کیا اور پالے کے دو ہزار آدمی قید کر کے سارا مال و اسباب و مویشی لوٹ ڈالے اور

Marfat.com

اس قدر مال ملا کہ دوسرے دن بھی ٹھہر کر گڑھی کے حصار کو توڑ کر بستی کو جلا کر تالیکوٹہ کو روانہ ہوا
کے آگے ہی عبدالکریم خاں داد وزی کا بیٹا نظام خاں ستر سوار لے کر شکار کے بہانے سے پہنچ گیا تھا ان
دیکھ کر گاؤں کا مقدم بے چارہ حاضر ہو گیا مگر گڑھی میں کچھ جمعیت تھی۔ نظام خاں نے جاتے ہی تو
لگادی۔ گڑھی میں سے تین سوار دلیر خاں کے پاس مصالحت کے لیے آئے ان کو دلیر خاں نے فوراً گرفتار
کر لیا اور گڑھی کو گھیر کر گرا دیا اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا اسی معرکہ میں عبدالکریم خاں کا بھتیجا بھی ما
گیا اور قریب ہزار آدمیوں کے قید کر لیے جن کو مقدموں نے ڈھائی ہزار ہن دے کر چھڑا لیا۔ ایک د
دلیر خاں نے یہاں مقام کیا پھر یمنائی پہنچا اور پام نائک کو حکم دیا کہ ہم سے آکر ملو اس نے اپنے بیٹے ا
وکیل کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ میں تو نہیں آسکتا البتہ دس ہزار ہن نذر کرتا ہوں کہ آپ لوٹ مار
کریں۔ دلیر خاں نے محمد افضل دیوان گلبرگہ کو بھیجا کہ تو ہے کس گھمنڈ میں تین لاکھ ہن تجھ سے لی
تک میں کب چھوڑتا ہوں ورنہ جنگ کے لیے نکل اور میں بیجاپور جا رہا ہوں تیری جتنی فوج ہے وہ
ہمارے مدد کو دے ناچار اس نے تین لاکھ ہن دیئے اور فوج بھیجنے کا وعدہ کیا۔ وہاں سے مُرکی گیا وہاں
سب لوگ پہلے ہی گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے سارے گاؤں کو جلا کر درشناپور (تعلقہ شاہ پور ضلع گلبرگہ
میں ہے) پہنچا وہاں پام نائک کا بیٹا دو تین سو سوار لے کر حاضر ہو گیا۔ وہاں سے گوگی آیا سارا گاؤں خالی
تھا لوگ بھاگ گئے تھے لیکن صرف چند پیرزادے روضہ میں اور بعض گرے پڑے لوگ بستی میں باقی
گئے تھے ان سے دلیر خاں کچھ متعرض نہ ہوا اپنے خیمے ڈال کچھ اپنے آدمی حفاظت کے لیے چھوڑ خود
چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر تھوڑی فوج عبدالغفور کو دے کر سید محمد کے باغ کے پاس کھڑا کیا اور باقی فوج اخلاص
خاں کے ساتھ ملکیری کے باغ کے پاس چھوڑ کر خود شاہ پور کے حوض کے نزدیک جا کر بندوقیں اور با
چلانے لگا۔ صبح چاشت کے وقت سے شام تک یہی حال رہا۔ عصر کے وقت پام نائک کے لوگوں سے
الغفور کی کچھ چل گئی عبدالغفور وہاں سے بھاگ کر حوض کے پاس آکر چھپا۔ غرض شام کو دلیر خاں گو
واپس آیا اور ناراض ہو کر پام نائک کی فوج کو واپس کر دیا دوسرے دن سلخ محرم کو شاہ پور پہنچا۔ دروازوں
توپ کے گولوں سے توڑ کر قلعہ میں داخل ہونا چاہا مگر فیل بان روکے کھڑے ہوئے تھے راستہ نہ دیا۔
معمور قلعہ کی چاوڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اخلاص خاں پیٹ (بازار) میں گھس گیا۔ پام نائک مخالف ہو گیا
پہاڑوں پر چڑھا ہوا توپیں مار رہا تھا جس نے مغلوں کے بہت سے لوگوں کو تمام کیا۔ دلیر خاں کی طر
سے گیارہ وکیل آئے ہوئے تھے دو کو رکھ کر نو کو دار پر چڑھا دیا۔ صبح سے شام تک لڑائی رہی مگر قلعہ نہ

Marfat.com

۔دلیر خاں گوگی اور شیخاپور کے میدان میں تھا کہ بیڈروں (ملک دکن ایک لڑنے بھڑنے والی جری قوم ہے ان ہی کے نام سے بیڈر شوراپور مشہور ہے جیسے بھیل اور گونڈو غیرہ) کے لشکر نے آکر گھیر لیا اور ایسا ہے کہ مغلوں کا ستھراؤ کر دیا اور سترہ سو آدمی ان کے اس دن مارے گئے۔ دلیر خاں شکست پاکر گوگی اپس آیا اور بخشی الملک سے کہا کہ خزانہ میں روپیہ نہیں ہے تو نہ ہو تیس ہزار ہن میں اپنی ذات سے دیتا ہوں لیکن کسی نہ کسی طرح ان بیڈروں سے بدلا لینا چاہئے۔ شاہزادہ معظم کی طرف احدی اور گرز بردار ینا پور میں آگئے تھے اور دلیر خاں کو ایسا تنگ کیا کہ اس کے ڈیروں کی رسیاں کاٹ دیں اور باورچی خانہ غیرہ کو گرا دیا ناچار دلیر خاں کو ہٹنا پڑا مگر یہاں شاہ پور پر بھی وہی مسلط تھے اور دلیر خاں کو چین نہ لینے یتے تھے۔ بخشی اور متصدیوں نے دلیر خاں کی رفاقت نہ دی اور کہا کہ ہم تو جاتے ہیں تمہارا دل چاہے تو پنے خاصہ کی فوج لے کر پڑے رہو۔ ان لوگوں نے جب دیکھ لیا کہ دلیر خاں معزول ہو گیا تو ہر شخص س سے بدل گیا کوئی اس کی سنتا نہ تھا۔ دلیر خاں کو سب نے بوکھلا دیا تھا اور طعن تشنیع کرنے لگے ناچار لوگی سے درشنا پور کو چلا گیا راستے میں جو گاؤں ملے سب کو جلاتا ہوا مر کی پہنچا وہاں الملہ سے پہنچ کر توپیں گاڈیں اور بہت سے لوگوں کو قید کر لیا۔ الملہ شرزہ خاں کی جاگیر تھی۔ المللے کے دیسائی نے آٹھ ہزار ہن دے کر قیدیوں کو چھڑایا۔ دلیر خاں ایک دن وہاں رہ کر سندگی پہنچا، اس بستی کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ وہاں سے مسلہ کی گڑھی کو توڑ پھوڑ لوٹ کر ہیرگہ پہنچا دو تین دن یہاں رہا اور دلیر خاں ہمت اور اخلاص خاں کو کر بن ہلی سے توپیں اور سامان جو خود چھوڑ آیا تھا لانے کو بھیج کر آپ یمنال کو چلا گیا۔ دلیر خاں ہمت اور اخلاص خاں کر بن ہلی کی گڑھی کو برباد کر کے بستی کو لوٹ لاٹ کر سب اسباب لے آئے۔ سکندر عادل شاہ نے جب سنا کہ پام نائک اور بیڈروں نے مغلوں کو ایسی بھاری شکست دی تو بہت خوش ہوا اور پام نائک کو سبز چتر اور علم اور ماہی مراتب سر فراز کیے عالم گیر نے جب سنا کہ دلیر خاں کو بیڈروں نے مار بھگا دیا تو بے اختیار اس کی زبان سے نکلا "صد آفریں بیڈراں وہزار نفریں بر بہادراں"۔ الغرض دلیر خاں نے قزاقی کا پیشہ اختیار کیا اور جہاں گیا لوٹ مار کے سوائے اس کا اور پتھ کام نہ تھا۔ عالم گیر ہمیشہ اس پر اپنی ناخوشی کا اظہار کرتا تھا شاہزادہ معظم جدا اس کا دشمن تھا۔ جدھر دیکھو زمین آسمان مخالف تھا۔ آخر کار کب تک تاب لا سکتا تھا۔ ایک تو اپنی ناکامی کا افسوس دوسرے عالم گیر کے مواخذہ کا خوف تیسرے چاروں طرف سے نفرین و ملامت، گھل گھل کر بیمار ہوا اور گرتا پڑتا اورنگ آباد پہنچا اور وہاں مر گیا۔

Marfat.com

سیواجی کے مختصر حالات اور وفات ۱۰۹۱ھ م ۱۶۸۰ء

شاہ جی کے بیٹے سیواجی کے حالات جو ناظرین اب تک پڑھ چکے ہیں وہ خود سیواجی کی نسبت را
قائم کرنے کے لیے کافی مواد ہے کہ وہ کس بلا کا آدمی تھا۔ وہ بڑا بہادر، بڑا صاحب تدبیر تھا۔ مآل اندی
دور بینی، بلند حوصلگی، مردانگی، جرأت، ہمت، استقلال سب باتیں اس میں کوٹ کوٹ کر فطرت نے
بھر دی تھیں۔ اگرچہ لوگ اسے لٹیرا اور قزاق، فریبی اور دھوکا باز کہتے ہیں لیکن اس کے کارنامے کچھ ا
ہی کہتے ہیں۔ اس زمانے میں بستیوں کو لوٹ لینا اور جلا دینا ایک معمولی بات تھی پھر سیواجی ہی ک
خصوصیت کیا تھی وہ بھی زمانہ کی روش پر چلتا تھا۔ رہا فریب اور دھوکا سو معرکہ جنگ میں اس سے کون
ہے۔ اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ مشہور ہے اور مہذب پیرایہ میں اسی کو ڈپلومیسی کہتے ہیں۔ صد آفریں ہے اس ک
شجاعت پر کہ ایک معمولی اَن پڑھ آدمی نے مغلوں اور عادل شاہیوں جیسے اولوالعزم دو بادشاہوں کا ناک
میں دم کر رکھا تھا۔ کبھی عادل شاہیوں کا ساتھ دے کر مغلوں کے ملک کو لوٹتا تھا اور کبھی مغلوں میں
کر عادل شاہیوں کی خبر لیتا تھا۔ غرض جس طرف جھک جاتا تھا کوئی اس کی مقاومت کی تاب نہ لا سکتا تھ
پچیس برس برابر وہ تن تنہا مغلوں اور عادل شاہیوں سے لڑتا رہا آخر کار ۱۰۹۱ھ م ۱۶۸۰ء میں یہ بے
شخص بھی ان بہت سے بہادروں میں جا ملا جہاں

چو آہنگ مردن کند روح پاک چہ بر تخت مردن چہ بروئے خاک

اس کا بیٹا سنبھاجی گو باپ کے برابر نہ ہو مگر پھر بھی بابت پوت پتا پر گھوڑا، بہت نہیں تو تھوڑا ہی تھو
دس سال تک اپنے باپ کی داغ بیل پر چلتا رہا اور آخر کار ۱۱۰۱ھ م ۱۶۸۹ء میں وہ بھی اپنے باپ سے جا ملا

شاہزادہ معظم کا سکندر عادل شاہ کو نشان اور خلعت بھیجنا مسعود خاں اور شرزہ خاں کا ملاپ ۱۰۹۱ھ

شہزادہ معظم نے ۷؍ ربیع الاول کو ایک نشان سکندر عادل شاہ کے لیے بھیجا جسے بادشاہ اور مسعود خا
دونوں شاہ پور استقبال جا کر لائے۔ پھر ۱۱؍ کو محمد منیف دوسرا خلعت لایا جو شاہ پور دروازے کے حوض پ
کر لیا۔ ۲۲؍ کو مولود کی تقریب تھی بادشاہ مسعود خاں کے مکان ہی میں شب باش رہا۔ ۲۳؍ کو ایک ا
گھوڑا خلعت کا سکندر شاہ اور مسعود خاں کے واسطے آیا۔ ۲؍ ربیع الثانی کو ونکٹادری کو قید سے رہا کر

Marfat.com

شرزہ خاں کی طرف جانے کے لیے زمرہ میں مقرر کیا۔ ۲؍جمادی الاول کو ونکٹادری ادھونی کی طرف جانے کے لیے خسرو پور میں ٹھیرا۔ کلکوٹے مقام پر شرزہ خاں سے ملاقات ہوئی ونکٹادری نے بہت کچھ کہہ سن کر شرزہ خاں کو مسعود خاں کی طرف سے صاف کر دیا۔ مگر کب جب کہ سب کچھ غارت ہو چکا۔

مسعود خاں کا مستعفی ہو کر ادھونی چلا جانا۔ آقا خسرو کی چند روزہ مدار المہامی اور آخر کار شرزہ خاں کا مدار المہام ہونا ۱۰۹۴ و ۱۰۹۵ھ

جب مسعود خاں نے ونکٹادری کو قید سے چھوڑ دیا اور شرزہ خاں کے پاس بھیج دیا تو شرزہ خاں بھی مغلوں کا تعلق چھوڑ کر ادھونی سے بیجاپور چلا آیا۔ مسعود خاں جوگی مٹھ تک پیشوائی جا کر شرزہ خاں کو بیجاپور لایا اس وقت سکندر عادل شاہ زہرہ پور کے برج پر بر آمد تھا۔ وہیں شرزہ خاں باریاب ہوا اور خلعت سے سرفراز ہوا۔ مسعود خاں دل سے سلطنت کا خیر خواہ تھا، غم خوار اور دل سوز بھی تھا مگر تقدیر الٹی تھی جو کرتا تھا خلاف نتیجہ نکلتا تھا۔ اسی حالت اضطراب میں پانچ چھ برس کاٹے مگر صورت فلاح کی نظر نہ آئی مجبور ہو کر مدار المہامی سے مستعفی ہو کر ادھونی چلے جانے ہی میں اپنی سلامتی دیکھی۔ سکندر اس بات پر کسی طرح راضی نہ ہوتا تھا۔ بہت جد و کد کے بعد اس اقرار پر کہ ادھونی جا کر واپس آ جاؤں گا ۷؍رمضان ۱۰۹۴ھ کو اجازت ملی۔ ۱۲؍ربیع الثانی ۱۰۹۵ھ کو خلعت کار ملکی و مدار المہامی مع چار راس اسپ اور ایک زنجیر فیل کے آقا خسرو کو سرفراز ہوا مگر اس سے کچھ چلی نہیں اور ۱۲؍ذی قعدہ کو مستعفی ہو گیا اور مر بھی گیا۔ پھر شرزہ خاں مدار المہام ہوا۔

مسعود خاں کے مختصر حالات

مسعود خاں حبشی ملک عبد الوہاب بن ملک ریحان کا غلام تھا۔ ملک عبد الوہاب کی وفات کے بعد سدی جوہر جو خود بھی اسی کا غلام تھا ملک ریحان ثانی فرزند عبد الوہاب کو قید کر کے بمقام کرنول خود مختار بن بیٹھا اور سدی مسعود کو اپنی دامادی میں لیا اور تعلیم و تربیت کرنے لگا۔ جب سدی جوہر کو خطاب صلابت خاں کا ملا اور وہ قلعہ پنالہ کا محاصرہ کر کے سیواجی سے لڑا۔ اسی معرکہ میں سدی مسعود کو خطاب خانی اور امارت ملی۔ سدی جوہر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سدی عبد العزیز با اختیار ہوا تو مسعود خاں سے برسر خلاف ہوا اور اس کے قید کرنے کی تدابیر کرنے لگا۔ مسعود خاں یہ خبر سنتے ہی کرنول سے بھاگا اور شیخ عنایت اللہ عادل آبادی قلعہ دار ادھونی کے پاس پہنچا۔ شیخ عنایت اللہ نے مسعود خاں کی آؤ بھگت کی

Marfat.com

اور قلعہ میں جگہ دی۔ بعد چندے مسعود خاں کچھ ایسا جادو چلا کہ عنایت اللہ کو مٹھی میں لے لیا اور عنایت اللہ نے اپنی رضامندی سے مسعود خاں کو قلعہ دے دیا وہاں سے بڑھتے بڑھتے عادل شاہیوں کا وزیر ہو گیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ مسعود خاں بظاہر نہایت خلیق اور متواضع اور چرب زبان آدمی تھا اور جدال و قتال و تعمیر و حفاظت قلعہ کا بھی کچھ تجربہ رکھتا تھا لیکن بڑا ناحق شناس اور سفلہ پرور دنی الحرکات تھا۔ وہمی ایسا تھا کہ کسی پر اعتماد نہ تھا حتیٰ کہ اپنی بیوی بچوں سے بھی بدظن تھا۔ رعیت پروری اور سپاہ داری کیا چیز ہے اس کو معلوم نہ تھا۔ اس کے عہد میں کسی شریف یا اہل ہنر کی کبھی قدر نہ ہوئی۔ اہل سیف پر بھروسہ نہ تھا۔ جو منہ چڑھے تھے سب چھٹ بھیئے تھے۔ ایک تو عنبر تھا جو مسعود خاں کا غلام تھا اور جس کو ادھونی کا قلعہ سپرد کر کے یہ بیجاپور آیا تھا دوسرے ونکٹادری جو یک چشم اور موضع گارل دنی (تعلقہ رائچور میں ہے، مدراس ریلوے اسٹیشن مٹری سے چار میل مغرب کی طرف ہے) کا پٹواری تھا۔ (پہلے) وہ فارسی نویس تھا جو بڑھتے بڑھتے مدار المہام ہو گیا تھا اور فی الجملہ دیانت داری اور راست بازی میں مسعود خاں سے سیدھا ہاتھ تھا۔ (تیسرے) سدی عالم جو بڑا خود غرض اور طامع تھا۔ چوں کہ یہ مسعود خاں کا ہم زلف تھا پیش پیش تھا۔ (چوتھے) محمد جی سقہ جوان کا لنگوٹیا یار تھا اور آگے چل کر محمد خاں مشہور ہوا۔ "چوں غلہ ارزاں می شود امسال سیدی می شوم"۔ (پانچویں) ہیراجی بھلی بان جو بڑھتے بڑھتے جامہ دار ہو گیا تھا ناک کا بال تھا اس کے ذریعہ سے لوگوں کے بہت سے کام نکلتے تھے۔ (چھٹے): بڑے ذات شریف لونو نداف ساکن سرگپہ (ضلع بلہاری میں ایک تعلقہ ہے جو بالکل دریائے تنگ بھدرا کے کنارے ہے) جو اپنی چغل خوری اور لگائی بجھائی کی بدولت مقرب تھا۔ اس مردود نے ہزاروں ہی کے گلے کٹوائے اور سوائے برائی کرنے کے اس کا کچھ کام نہ تھا۔

نیش عقرب نہ از پی کین ست مقتضائے طبیعتش این ست

جس امیر کے ایسے مصاحب رہیں پھر اس کا کیا پوچھنا ہے۔

اورنگ زیب کی پیش قدمی

سیواجی کی موت نے اورنگ زیب کے لیے دکن کا راستہ کھول دیا۔ اورنگ زیب بڑا اولوالعزم بادشاہ تھا اس کو سخت ندامت تھی کہ بار بار لشکر کشی کرنے اور باوجود بڑے نامور امراء کے بھیجنے کے بھی ملک دکن قابو میں نہ آیا۔ یہ ساری کم ہمتی اور بزدلی ہمارے امراء کی تھی ورنہ کیا معنی کہ یہ مہم سر نہ ہوئی۔ اور

Marfat.com

اب جب تک مابدولت بہ نفس نفیس اس مہم پر نہ جائیں کبھی یہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہیں۔ چنانچہ حسب ذیل فرمان شرزہ خاں کے نام زیب فرمایا اور اسی کے ساتھ شہر بانو بیگم عرف بادشاہ بی بی نے بھی ایک پروانہ بھیجا، جن کی نقول ہم بجنسہ ذیل میں کرتے ہیں

نقل فرمان

سیادت و شجاعت پناہ شہامت و بسالت دستگاہ مورد مراحم بیکراں رستم دوراں بعنایات بادشاہی مباہی بودہ بدانند کہ چوں دریں ایام فیروزی آغاز نصرت انجام و ہمگی ہمت والا مصروف تنبیہ رانا بود و لشکر ظفر اثر از اطراف و جوانب بملک او در آمدہ او را در میان گرفتہ بودند اکثرے بے خبر از راہ بغاوت و سفاہت باغوای نادولت خواہان تیرہ رائے چشم از صلاح خویش پوشیدہ بہ تہیہ اسباب بغی و طغیان پرداخت و مصدر کردار ہائے ناہنجار شد آخر الامر گرفتار اعمال ناشائستہ و افعال قبیحہ خود گشت و طاقت مقاومت از حوصلہ خود فراتر دیدہ فرار گردید چندیں از نوکران راجہ جسونت سنگھ متوفی ہمراہ گرفتہ بکمال خواری و سراسیمگی دست ناکامی و ادبار پیمودہ بولائے رانا میرفت و ازیں جہت کہ او نیجانہ خرابی خود راضی شد آں راندہ درگاہ جہاں پناہ را در سرزمین خویش جا نداد۔ قرین خیریت و رخت عزیمت جانب دکن کردہ با سیر جہنمی نمک حرام خلق گشتہ و از انجا کہ فرزند برخوردار نامدار عالی تبار غرہ ناصیہ عظمت فرہ باصرہ خلافت فروغ دودمان ابہت و بختیاری چراغ خاندان شوکت و تاجداری اختر برج حشمت گوہر درج سلطنت نہال بوستان جاہ و جلال بہار چمن عز و اقبال والا نسبت سعادت قوام بادشاہزادہ جہاں و جہاں بانیاں محمد اعظم مرۃ بعد اخری بر سر رانا رفت بمقتضائے دوربینی و مآل اندیشی طریق عجز و انکسارش بملاقات فرزند اقبال مند آمد جمیع احکام پیشگاہ خلافت از جزیہ و جرمانہ قبول نمودہ تعہد نمود کہ باغی و نوکران راجہ متوفی را در تعلقہ خود راہ ندہد تقصیرات او بعفو و صفح مقرون گردید خاطر اولیائے دولت ابد مدت ازیں طرف بالکل جمع شدہ آں نامدار کامگار بافوج گراں و توپخانہ فراواں برائے استیصال آں خسران مآل دستوری یافت انشاءاللہ المستعان اوائل شعبان رایات عالیات نیز بآں سمت نہضت خواہد نمود حکم جہاں مطاع عالم مطیع شرف نفاذ یابد کہ چوں برائے استخلاص و تسخیر فلاں و بقاع متعلقہ بیجاپور کہ تصرف کافر حربی رفتہ و قابوئے بہتر ازیں دست بہم نخواہد داد خاطر خود را بہمہ جہت جمیع و مطمئن داشتہ باتفاق سیادت و ثقاہت پناہ شجاعت و شہامت دستگاہ خلاصہ فدویان باخلاص زبدہ دولتخواہان خاص عمدہ پیش قدمان ہر کہ رزو پرخاش خاں جہاں بہادر ظفر

Marfat.com

جنگ کوکلتاش شروع دریں کار نماید وکمر خدمت واجتہاد بر میان جاں بستہ در تقدیم ایں خدمت دقیقہ از دقائق دولتخواہی ودل سوزی مہمل ونامرعی نگذاشتہ این معنی موجب مجرای عظیم خودشناسید وفراخور فدویت وجاں فشانی میدانید مزید مراحم بادشاہانہ باشد ہفتم رجب سال بست وچہارم از جلوس والا نوشتہ شد ۱۰۹۳ھ۔

نقل پروانہ شہر بانو بیگم عرف بادشاہ بی

سیادت پناہ وشجاعت دستگاہ عمدہ مبارزاں رسم نشاں سید شرزہ خاں مشمول مراحم بودہ بداند کہ شکر مراحم بے منتہائی پیشگاہ خلافت کہ بمحض تفضل شامل حال ایں بیکس غریب ازدار ودیار دور افتادہ شدہ کہ سالہا بگوید یکے از ہزار نمی تواند گفت ازیں وجہ خاطر آن بسالت رتبت جمع باشد۔ درینولا کہ رانا مغلوب عساکر گردوں مآثر گشتہ بقدم عجز وزاری آمدہ ملازمت بادشاہ زادہ جہاں وجہاں بانیاں نور ناصیہ دولت ابد اقتراں فروغ جبہ مل وملت قرۃ العین خلافت ودولت محمد اعظم کردو جزیہ وجرمانہ وسائر احکام قدسی قبول نمود دریں طرف کارے نماند حکم جہاں مطاع صادر شد کہ باشد ہزاردہ مذکور متوجہ سمت دکن شوند ہمت والا مصمم شد کہ مرکب جہاں کشا نیز در اوائل بدالضوب نہفت فرماید تا بسزا دادن آن باغی رادر ملک خوددر کنار شقی نہادہ آید باید کہ ایں وقت راکہ بادشاہ روئے زمین بنفس نفیس خود متوجہ دفع کافر شدہ اند غنیمت دانستہ ومراسم خدمت اولیاء عظمت مغتنم انگاشتہ مراعات نمکخوارگی خانہ عادل شاہیہ نمودہ ومراسم اخلاص کہ از آں شہامت وعقیدت دستگاہ توقع است بعمل آدررہ برائے کارولی نعمت زادہ خود بہ ہر طریق کہ ممکن ومقدر باشد برفاقت سدی مسعود خاں ودیگر امراء وخواتین از صمیم قلب بتقدیم رسانیدہ نوعے بکوشند کہ کرناٹک ودیگر جاہا کہ از دست رفتہ باز تبصرف دودمان عادل شاہ درآید کہ ایں معنی پیش خلائق سبب ذکر جمیل ونزد خالق موجب اجر جزیل خواہد شد وباعث خوشنودی خاطر بادشاہ جمجاہ کہ بادنی توجہ ذات مقدسش کشورہا کشودہ می آید ووثوق براخلاص ایں خاندان بہم خواہد رسید وماجرائے آن خواہد شد کہ التماس امداد وعنایات توانیم کرد وتوہمات برطرف خواہد شد وبالتفات خدیو صورت ومعنی باز بیجاپور قرین امن ورفاہ خواہد شد مجملاً بتقاضائے نعمت پروردگی آنست کہ دریں ہنگام کہ کافر بخود خواہد درماند کوتاہی نورزیدہ جاہائے موروثی راگیر ندبہ تعلل وتغافل نگذارند وکوشش بفسوں وافسانہ باغی خسر الدنیا والآخرۃ وکافر فاجر نیداختہ بازی آنہاراخورند وداد مردی ومردانگی بستانند کہ الوقت سیف والفوت صیف دوازدہم رجب سنہ بست وچہار جلوس ۲۴۔ ۱۰۹۳ھ

Marfat.com

عالمگیر کا سکندر کو ایک اور خریطہ بھیجنا اور سکندر کا جواب ۱۰۹۵ھ

سکندر کو جب خبر ملی کہ عالمگیر بادشاہ کی طرف سے ایک اور خریطہ آیا تو وہ شاہ پور کے حوض تک پیشوائی جا کر ۱۵ / جمادی الثانیہ ۱۰۹۵ھ کو لایا اس فرمان میں حسب ذیل احکام تھے جن کے محاذی ہم نے سکندر عادل شاہ کے جواب بھی لکھ دیئے ہیں۔

(۱) ہماری فوج کو بلا کسی قسم کے پس و پیش کے کافی رسد بہم پہنچائی جائے	(۱) زر پیش کش اور دست گرداں جو زمانہ سابق میں دلیر خاں وغیرہ سے لیا گیا ہے معاف فرما دیا جائے۔
(۲) ہمارے لشکر کی آمد و رفت کے لیے کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہو جو راستے مسدود ہیں کھول دیئے جائیں۔	(۲) شرزہ خاں کو اگر میں آپ کے حکم کے موافق نکال دوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ سنبھاجی سے مل جائے اور تازہ فتنہ و فساد برپا کرے اس لیے متوقع ہوں کہ اس کے قصورات پر قلم عفو پھیر دیا جائے تاکہ اس کی مدد سے میں لشکر درست کر کے غنیم کا مقابلہ کر سکوں۔
(۳) وقت ضرورت ہمارے لشکر کی امداد میں پہلو تہی نہ کی جائے۔	(۳) شرزہ خاں کی جاگیرات منگل بیڑہ اور سانگولہ جس پر نواب عمدہ خاں نے قبضہ کر لیا ہے حسب دستور قدیم واگزاشت کی جائیں۔
(۴) شاہزادگان بلند اقبال (محمد معظم و محمد اعظم) کی ہمراہی میں پانچ چھ ہزار کا لشکر دیا جائے۔	(۴) حضور کے علاقہ کی افواج اور امراء میرے ملک میں آ کر تھانہ بندی اور لوٹ مار نہ کریں۔
(۵) سنبھاجی سے رابطۂ اتحاد فوراً منقطع کیا جائے اور اس کے قلع قمع میں کوشش کی جائے۔	(۵) جو ملک میرا آپ نے لے لیا ہے مجھے واپس دیا جائے۔

Marfat.com

(۶) شرزہ خاں کو فوراً اپنی ولایت سے نکال دو۔	(۶) آپ کا لشکر پونہ اور چاکنہ کی طرف سے غنیم پر یورش کرے اور میری فوج مرج اور لگدک کی طرف سے اس کا مقابلہ کرے۔
	(۷) مجھے جب ضرورت امداد کی پڑے آپ مدد دیں۔
	(۸) میرا جو ملک سنبھاجی کے قبضہ میں ہے خواہ وہ آپ کے لشکر کے ذریعہ سے مفتوح ہو یا میرے۔ میرے قبضہ میں دیا جائے۔
	(۹) اگر سنبھاجی مغلوب ہو کر خواہان صلح ہو تو پہلے میرا ملک اس سے چھڑا کر میرے قبضہ میں دے کر بعد صلح کی جائے۔
	(۱۰) سنبھاجی کی مہم کے طے ہونے کے بعد میرے ملک پر کسی قسم کی چڑھائی نہ کی جائے۔ المرقوم ۱۶ر جمادی الثانیہ ۱۰۹۵ھ۔

اورنگ زیب کا بیجاپور فتح کرنا ۱۰۷۹ھ م ۱۶۸۶ء

اورنگ زیب شاہزادہ محمد اعظم کی شادی شاہزادی بادشاہ بی سے کر کے ۱۲ر رجب ۱۰۹۲ھ کو فارغ ہو گیا اور ابھی چالے بھی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ۲۵ر ماہ مذکور کو شاہزادہ کو ملک دکن کی طرف روانہ کر دیا اور ۵ر رمضان المبارک کو خود اجمیر شریف گیا اور وہیں وہ فرمان شرزہ خاں کے نام بھیجا جس کی ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ بادشاہ بی بی نے بھی ایک پروانہ اسی مضمون کا لکھ دیا کہ سنبھاجی نے شرارت اور فساد سے چو طرف ملک میں خرابی ڈال رکھی ہے اور رعایا تباہ ہو رہی ہے جس سے سلطنت بیجاپور خود متزلزل ہو گئی ہے لہٰذا شاہزادہ محمد اعظم کو اس کی گوش مالی کو پہلے بھیجا جاتا ہے اور عنقریب بادشاہ سلامت بھی تشریف لائیں گے چاہیئے کہ ہر طرح شاہی لشکر کی امداد کر کے سنبھاجی کا قلع قمع کیا جائے اور جو ملک اس کے قبضے میں چلا گیا ہے فوراً چھڑا لیا جائے۔ لیکن عالم گیر کو معلوم ہو گیا کہ لکھا پڑھی سے

Marfat.com

کچھ ہوتا نہیں وہاں کے امراء کو آپس کی لڑائی سے کب فرصت ہے جو غنیم کی خبر رکھیں۔ اب سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں ہے کہ ایک بڑا لشکر لے کر میں ذات سے ملک دکن کی طرف متوجہ ہوں لہٰذا ایک ٹڈی دل لشکر لے کر ۱۲ر ذی قعدہ ۱۰۹۴ھ م ۱۶۸۳ء کو جانب اورنگ آباد روانہ ہوا۔ راہ میں چار مہینے تک برہان پور میں رونق افروز رہا اور وہاں سے اپنے دونوں بیٹوں شاہزادگان معظم و اعظم کو جدا جدا لشکر دے کر ملک دکن کے شمال و مغرب ان قلعوں پر جواب تک سر نہیں ہوئے تھے فتح کرنے کو بھیج کر خود اورنگ آباد میں تشریف فرما ہوا۔ اورنگ آباد میں سات آٹھ مہینے مقیم رہا اسی سال کے شروع میں مغلوں کے لشکر سے سنبھاجی نے سخت مقابلہ کیا جس میں بہت سے لوگ مارے گئے۔ حسن علی خاں عالم گیر شاہی زخمی ہوا اور فتح سنبھاجی کی ہوئی۔ ۳ر شوال کو شاہزادہ اعظم سنبھاجی کی خبر لینے کو ملک کوکن کی طرف چلا اور بہت سی مہمیں پیش آئیں۔ بندر گوا تک پہنچا لیکن سنبھاجی نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ رسد وقت پر پہنچنے نہ دیتا تھا بہت سے لوگ مارے گئے دانہ چارہ کی سخت دقت ہونے لگی پلٹتے ہوئے قلعہ دہارواڑ فتح کر کے واپس آئے اور ۱۶۸۵ء میں قلعہ شولاپور کا محاصرہ کر کے فتح کرنے کے بعد بیجاپور کی طرف رخ کیا۔ بیجاپور والوں کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ یوں تو آپس میں کٹے مرتے تھے مگر جب کوئی غنیم آجاتا تھا تو سب اپنی اپنی خانہ جنگیوں کو بند کر کے ایک دل ہو کر دشمن کے مقابلے پر تل جاتے تھے اسی طرح اب بھی شرزہ خاں نے کچھ دنوں تک مغلیہ فوج کو روکا اور مقابلہ کرتا رہا۔ اورنگ زیب سات آٹھ مہینے اورنگ آباد میں مقیم رہا۔ وہاں سے احمد نگر آیا اور احمد نگر سے غرہ رجب کو شولاپور۔ ختم سال کے قریب شاہزادہ اعظم پھر آگے بڑھا اور اس مرتبہ لشکر بیجاپور پسپا ہوتے ہوتے شہر بیجاپور کے پاس آن لگا۔ اس وقت بادشاہ اورنگ زیب شولاپور میں مقیم تھا جہاں سے برابر مغلیہ لشکر کو رسد پہنچتی رہتی تھی مگر اکثر اوقات بیجاپور کی افواج جنہوں نے چو طرف ناکہ بندی کر رکھی تھی راستہ ہی میں لوٹ مار کر رسد چھین لیتے تھے جب رسد ہی بروقت نہ پہنچ سکے تو لشکر کیا کر سکتا تھا اس آئے دن کی مصیبت سے مغلیہ لشکر نہایت درجہ حیران و پریشان ہو کر بھوکوں مرنے لگا اور قریب تھا کہ تباہ ہو جائے کہ عین وقت پر بہت بڑی زبردست فوج کے ساتھ ایک وافر مقدار رسد کی احمد نگر سے بیجاپور پہنچ گئی۔ اورنگ زیب بذات خود اس وقت قطب شاہیوں پر لشکر کشی کی تیاری میں مصروف تھا لیکن جب اس نے دیکھا کہ وقت واحد میں دو طرف لشکر کشی کرنا ناممکن ہے کہ آدھا لشکر ادھر جائے اور آدھا بیجاپور کی طرف تو قطب شاہیوں سے صلح کر لی اور تمام لشکر کو ایک جگہ سمیٹ کر سب کا سب بیجاپور کی طرف روانہ کیا اور خود گیا۔

Marfat.com

بیجاپور پہنچ کر دیکھا تو شاہزادہ اعظم بیجاپور کا محاصرہ کر چکا تھا اور خود بادشاہ کے ساتھ ایک عظیم الشان لشکر اور پہنچ گیا اس طرح تمام شہر کا پورا محاصرہ کر لیا گیا۔ بیجاپور والوں نے بھی شجاعت اور دلیری کے جوہر دکھلائے اور اس بڑے بھاری لشکر کا نہایت جرأت و استقلال سے مقابلہ کیا۔ اگرچہ مغلیہ لشکر کے توپ خانوں نے جابجا فصیل کو مسمار کر دیا تھا لیکن شاہنشاہ اورنگ زیب نے پیش قدمی مناسب نہ سمجھی یہ جان کر خاموش بیٹھا رہا کہ وہ وقت بہت قریب ہے کہ بیجاپوری مجبوراً خود بخود قلعہ حوالے کر دیں گے اور اورنگ زیب کا یہ خیال نہایت دور اندیشی پر مبنی تھا جو آگے چل کر بالکل صحیح ثابت ہوا۔ بے چارے قلعہ والوں نے گو بڑی مردانگی سے ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کیا مگر آخر کب تک۔ اس شدید محاصرے کی تاب نہ لا سکے اور آخر کار جب دیکھا کہ کسی طرح اس مصیبت سے چھٹکارے کی صورت نظر نہیں آتی تو سخت مجبور ہو کر ۲/ ذی قعدہ کو شرزہ خاں خود میر شہاب الدین خاں المخاطب بہ غازی الدین خاں داروغہ توپ خانے کے پاس گیا اور مصالحت کی بات چیت کر کے واپس ہوا اور سکندر بادشاہ سے قلعہ کے حوالے کر دینے کی گفتگو طے کر کے ۳/ ذی قعدہ کو پھر گیا اور غازی الدین خاں کے ذریعہ سے بادشاہ عالم پناہ عالم گیر کے حضور اقدس میں پیش ہوا۔ بادشاہ بہت خاطر تواضع سے ملا۔ ۴/ ذی قعدہ ۱۰۹۷ھ مطابق ۱۵/ اکتوبر ۱۶۸۶ء کو دس بجے دن کے سکندر بادشاہ قلعہ سے برآمد ہوا اور عالم گیر کے حضور میں جا کر مجرئی بجالایا اور قلعہ کی کنجیاں سپرد کر دیں۔ عالم گیر بڑی کشادہ پیشانی اور بہت عزت و احترام سے ملا اور کلمات شفقت و تسلی آمیز ارشاد فرمائے اور وہیں اپنے خیمے کے پاس سکندر کا خیمہ لگا کر مع اہل و عیال کے اتارا اور ایک لاکھ روپے سالانہ سکندر کے مصارف کے لیے مقرر کیا اور شرزہ خاں کو منصب ہفت ہزاری دے کر رستم خاں کا خطاب دیا اس کے بعد شاہنشاہ اورنگ زیب بڑے جلوس کے ساتھ شہر بیجاپور میں داخل ہوا اور قلعہ میں دربار عام کیا جس میں تمامی امراء نے نذریں گزرانیں اور کہا جاتا ہے کہ اس وقت سکندر عادل شاہ کو بھی نقرئی زنجیریں ڈال کر سر دربار حاضر لایا گیا تھا۔

سکندر عادل شاہ اور عالمگیر کے مابین اتمام حجت

بعد فتح بیجاپور کے چند شخصوں نے سکندر عادل شاہ کو صلاح دی کہ عالمگیر ایک دین دار اور متشرع بادشاہ ہے اتماماً للحجۃ مناسب ہے کہ اس سے اتنا تو پوچھا جائے کہ وہ کون سا حکم شرع شریف کا ہے کہ مسلمان کا ملک اس طرح ہزاروں آدمی مار کر چھین لینا روا ہے۔ چنانچہ ایک مولویوں کا ڈیپوٹیشن عالمگیر

Marfat.com

کے پاس گیااور یوں معاملے کو پیش کیا کہ الحمد للہ کہ آپ عادل و منصف، دلیر و شجاع، خلیق و شفیق، عالم باعمل، عابد، زاہد، پارسا، متقی، متدین اور متشرع ہیں کہ آپ کے عہد معدلت مہد میں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ جبر و تعدی، ظلم و ستم کافور ہو گیا لیکن اس کا کیا سبب ہے کہ یہاں کا بادشاہ موحد مسلمان، کلمہ گو، مسجدوں میں اذان و نماز، مدارس میں تعلیم شعائر اسلام جاری، بریں ہمہ آپ نے مسلمانوں پر چڑھائی کر دی۔ ہزاروں بے گناہ مارے گئے۔ حالاں کہ یہ امر شرعاً ممنوع و مکروہ ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی بلاد کفار پر تشریف فرما ہوتے تھے تو ارشاد فرماتے تھے کہ دیکھو اگر کہیں سے اذان کی آواز سنو تو ہرگز لوٹ مار نہ کرنا اور نہ مسلم کو کسی قسم کی ایذا دینا۔ ایسی صورت میں آپ جیسے پابند شرع مسلمان سے یہ امر جو ظہور پذیر ہوا بالکل بعید ہے۔ عالم گیر نے جواب دیا کہ جو کچھ تم کہتے ہو بالکل سچ ہے مجھے تم سے تمہارے ملک یا تمہارے شہر سے کچھ سروکار نہیں۔ نہ تم مسلمانوں سے کوئی لڑائی ہے بلکہ مجھے سنبھاجی کافر سے مقابلہ ہے جس کو تم نے اپنی بغل میں بٹھا رکھا ہے اور تمہاری پناہ وہی کی بدولت سارے ملک کو تابہ دہلی لوٹ رہا ہے۔ اور مسلمانوں کو اس کے پنجۂ ظلم سے نجات دلانا میرا فرض عین تھا۔ چوں کہ وہ تمہاری پناہ میں ہے تم سے میں مانگتا ہوں جس دن وہ میرے ہاتھ لگا اسی دن میں اپنا راستہ لوں گا اور تمہارا ملک تم کو مبارک رہے۔ علمائے بیجاپور عالمگیر کی زبان سے یہ جواب سن کر ساکت ہو گئے۔ اور اپنا سامنہ لے کر واپس چلے آئے۔

سکندر عادل شاہ کا مختصر حال اور وفات ۱۱۱۱ھ

بیجاپور اورنگ زیب کے قبضے میں چلے جانے کے بعد سکندر عادل شاہ بطور ایک پنشن خوار کے زندگی کے دن کاٹنے لگا۔ ہم کو نوجوان سکندر کے حال پر سخت افسوس آتا ہے۔ کچھ ایسی گھڑی کا پیدا ہوا کہ جب تک جیا ایک دن چین نصیب نہ ہوا۔ بادشاہت کا کچھ لطف نہ ملا۔ صرف نام کا سلطان تھا ورنہ در حقیقت جب سے تخت پر پاؤں دھرا چاروں طرف جنگ و جدال ہی رہی۔ بیجاپور کے امراء کی باہمی نااتفاقیوں نے ناک میں دم کر دیا۔ باہر کے حملوں کی کیا روک تھام کر سکتا تھا جب کہ گھر میں ہی یہ پھوٹ تھی۔ تخت پر بیٹھنے کے بعد برابر چودہ سال تک امراء اور وزراء نے اس کو مسلوب الاختیار رکھا اس کے بعد عالمگیر کی قید میں آ گیا اور چودہ سال اسی حال میں اور کاٹے اس طرح تینتیس سال کی عمر میں ۱۱۱۱ھ میں دنیا کے تمام جھگڑوں سے ابدی نجات پائی۔ تاریخ وفات یہ ہے۔

Marfat.com

رباعی

زدنیا چوں سکندر کرد رحلت غریواز سینہ غربت برآمد
معما طور گفتم سال رحلت سکندر زین کہن ظلمت برآمد

(کہن ۷۵۔ ظلمت ۱۳۷۰=۱۴۴۵۔ اس سے سکندر کے اعداد ۳۳۴ خارج کرنے سے ۱۱۱۱ باقی رہتے ہیں اور یہی سکندر عادل شاہ کا سال وفات ہے)

عالمگیر نے گو بیجاپور فتح کر لیا تھا مگر پھر بھی ہر طرف سے سرکشی اور بغاوت چلی جاتی تھی چنانچہ ایک چھوٹی سی گڑھی میں ایک شخص رہتا تھا۔ عالم گیر کے لشکر نے گڑھی کو گھیر لیا گڑھی والوں نے بھی گولیاں چلانی شروع کیں اور آسانی سے راہ راست پر نہ آئے عالم گیر کے سردار فوج نے گڑھی کے حاکم سے کہا کہ تو بھی عجب اوندھی سمجھ کا ہے۔ دار السلطنت گیا بادشاہ تمہارا قید ہو گیا اب باقی کیا رہا جس برتے پر تم کودتے ہو۔ قلعہ دار نے کہا کہ ہم سوائے اپنے بادشاہ کے کسی آئے گئے کو نہیں جانتے جب تک دم میں دم ہے وہی ہمارا بادشاہ ہے۔ جب یہ خبر عالمگیر تک پہنچی تو اس نے سوچا کہ سکندر کے قید رکھنے سے کچھ فائدہ نہیں جب تک وہ زندہ رہے گا آئے دن یہی فساد برپا رہے گا کچھ ایسی تدبیر کرنی چاہئے کہ سکندر دنیا ہی میں نہ رہے۔ کہتے ہیں کہ عالم گیر نے ایک خواجہ سرا کے ذریعہ سے سکندر کو ایک خربوزہ زہر آلود بھیجا جس کو سکندر نے کھالیا اور کھاتے ہی تڑپنے لگا۔ عالمگیر نے پھر خواجہ سرا کو بھجوایا اور پچھوایا کہ کہو اب تمہاری آخری آرزو کیا ہے؟ سکندر نے جواب دیا کہ آپ کے ظل عاطفت میں آجانے کے بعد اب سوائے اس کے کچھ آرزو نہ رہی کہ اس جسم خاکی کو پیر و مرشد کے قدموں میں دفن کر دیا جائے اسی دن سکندر کا خاتمہ ہوا اور حضرت شاہ نعیم اللہ قدس سرہ کے مزار کے پائیں میں دفن کیا گیا۔ آپ شاہ برہان کے خلیفہ تھے جو حضرت شاہ ہاشم علوی کے جانشین تھے۔ سکندر کی قبر مٹی کی ہے جس پر کوئی عمارت نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت سکندر کا جنازہ شہر میں لایا گیا شہر میں ایک کہرام تھا زن و مرد سب نوحہ کناں تھے ہزاروں عورتوں نے اپنی چوڑیاں توڑ ڈالیں۔ وہ دن بیجاپور والوں کے لیے قیامت کا دن تھا۔ سکندر کا مرنا کیا تھا گویا صفحہ دنیا سے سلطنت عادل شاہیہ کا نام ہمیشہ کے لیے مٹ گیا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن (ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور بے شک اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) اس خاندان کے بادشاہوں نے تقریباً دو سو سال تک نہایت الوالعزمی اور نام آوری سے سلطنت کی۔ من بعد یہ سلطنت شاہانہ مغلیہ دہلی میں ضم ہو گئی۔

Marfat.com

سکندر کی بیویاں اور اولاد

سکندر کی پہلی بیویاں کون تھیں، ہم کو پتہ نہ چلا مگر اورنگ زیب نے بعد فتح بیجاپور ابوالحسن تاناشاہ کی ایک لڑکی سے سکندر کی شادی کر دی تھی۔ جو لامحالہ ۱۰۹۷ھ کے بعد ہوئی۔ لیکن سکندر کو ۶/ ذی قعدہ ۱۰۹۵ھ میں ایک شاہزادی اور اسی سال غرہ ذی الحجہ کو ایک شاہزادہ جس کا نام سلطان محمد رکھا گیا پیدا ہو چکا تھا۔ بعد ان بچوں کا کیا حشر ہوا تاریخ سے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ جب باپ ہی مٹ گیا تو ان چینچلوں کو کون پوچھتا ہے۔

اورنگ زیب کا قلعہ گولکنڈہ وغیرہ دیگر مقامات کو فتح کرنا

بلد بیجاپور کی فتح کے بعد اورنگ زیب ڈیڑھ مہینے تک وہیں رہا۔ ۲/ ذی الحجہ ۱۰۹۷ھ کو بیجاپور سے برآمد ہو کر ۲۸/ کو شولاپور پہنچا۔ شولاپور میں ایک مہینہ رہ کر ۲۹/ محرم ۱۰۹۸ھ کو گلبرگہ پہنچا اور گلبرگہ سے بیدر ہوتا ہوا ۱۴/ ربیع الاول کو گولکنڈہ کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور آٹھ مہینے سے کچھ اوپر میں قلعہ گولکنڈہ ۲۴/ ذی قعدہ ۱۰۹۸ھ کو فتح ہوا اور ابوالحسن تاناشاہ کو قید کر کے دولت آباد بھیج دیا (اس واقعہ کی ایک بے نظیر تاریخ نعمت خان عالی نے کہی ہے۔

بو الحسن داشتہ جا بہ چار محل   بدرش کرد ازاں مکاں تقدیر

چوں بدرفت او بجاش نشست   شاہ اورنگ زیب عالمگیر

چار محل ۲۸۲ سے ابوالحسن ۱۵۷ کو بدر کیا یعنی نکالا ۲۸۲-۱۵۷=۱۲۵ باقی رہے۔ اس کی جگہ شاہ اورنگ زیب عالمگیر ۹۷۳)۔ ۲/ صفر کو پام نائک سے قلعہ سگر فتح کیا جو قوم کا بیدر تھا اور بارہ ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے رکھتا تھا اور قلعہ کا نام ''نصرت کدہ'' رکھا۔ ۱۴/ ربیع الاول کو بیدر پہنچا اور ۳/ جمادی الثانیہ کو گلبرگہ اور ۲۲/ کو پھر بیجاپور میں آ گیا۔ شاہزادہ اعظم نے انہیں ایام میں بلگاؤں کا قلعہ فتح کر لیا تھا جس کا نام ''اعظم نگر'' رکھا گیا۔ ۱۸/ شوال کو غازی الدین خاں نے قلعہ ادھونی فتح کر لیا۔ مسعود خان پہلے تو لڑا مگر آخر کار صلح کر لی اور قلعہ حوالے کر دیا جس کے صلے میں اسے خطاب خانی اور منصب ہفت ہزاری سرفراز ہوا اور قلعہ ادھونی کا نام ''امتیاز کدہ'' رکھا۔

Marfat.com

بیجاپور میں سخت طاعون ۱۱۰۰ھ

کہتے ہیں کہ جب مصیبت آتی ہے تو کبھی تنہا نہیں آتی۔ اہلیان بیجاپور کے لیے اورنگ زیب کی لڑائی ہی کیا کم تھی کہ ۱۱۰۰ھ محرم مہینے کے نصف آخری حصہ میں اس غضب کا طاعون شروع ہوا کہ ڈیڑھ لاکھ آدمی مرے جس میں بہت سے امراء بھی تھے۔ بعض لوگ اندھے بہرے اور گونگے ہو کے بچ گئے۔ خود عالم گیر کی حرم محترم جو اورنگ آبادی محل کے نام سے مشہور تھیں طاعون میں مبتلا ہو کر دنیا سے رخصت ہوئیں جو نوباغ کے بیگم روضہ میں آسودہ ہیں۔ فاضل خاں، محمد راج پسر، راجہ جسونت سنگھ وغیرہ بڑے بڑے لوگ مرے۔ مرض کا وہ اشتداد تھا کہ الامان، خواص خاں کی بیوی کا جنازہ لے جاتے لے جاتے سولھا آدمی گر پڑے اور مر گئے۔ اموات کی وہ کثرت تھی کہ تجہیز و تکفین سے لوگ عاجز آگئے تھے۔ صرف ایک دن میں اللہ پور دروازے سے ۷۷۷ مردے نکلے۔ اکثر مکان خالی ہو گئے۔ لوگ بھاگ گئے۔ حالت یہ تھی کہ رات کو گھر کے سارے لوگ سوئے کے سوئے رہ جاتے تھے صبح کو دروازہ کھولنے والا کوئی نہ رہتا تھا ہمسایوں کو اپنی اپنی پڑی تھی۔ دوسرے کی کیا خبر لیتے۔ وہ وقت خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے میدان حشر کا نمونہ تھا ہر شخص نفسی نفسی پکارتا تھا۔ جو لوگ بیمار پڑے تھے ان کی تیمارداری کرنے والا کوئی نہ تھا۔ جو مر جاتے تھے ان کا دفنانے والا کوئی نہ تھا اس قیامت صغریٰ کی یہ تاریخ ہے۔

"قیامت بود یا شور دبابود"۔

اورنگ زیب کا پھر بیجاپور سے نکلنا، سنبھاجی کی گرفتاری اور قتل ۱۱۰۰ھ م ۱۶۸۹ء

طاعون کی شورش روز بروز بڑھنے لگی۔ محلات شاہی میں سے کئی بیگمات اور بہت سی خواصین لونڈیاں، باندیاں، ملازمان بہت سے مرے۔ عالم گیر کا مقولہ تھا کہ موت سے بھاگ کہاں جائیں گے ایسی حالت میں شہر چھوڑ کر جانا منع ہے لیکن مفتیوں نے فتویٰ دیا کہ شہر خالی کر دیا جائے چنانچہ غرہ ربیع الاول کو بادشاہ آکلوج کی طرف چلا گیا۔ ہفتہ عشرہ کے بعد اموات میں کچھ تخفیف ہوئی لیکن سلسلہ برابر ایک برس تک جاری رہا۔ ہزاروں مکان اجڑ گئے، بیسوں محلے برباد ہو گئے۔ اندرون حصار جو قبریں اور مزارات اب نظر آتے ہیں وہ اسی زمانے کے ہیں۔ ۱۶ر ربیع الاول کو بادشاہ کورگاؤں سے کوچ کر کے بیجاپور کی طرف آیا۔ ۱۰ر جمادی الاول کو پھر کرشنا کے کنارے موضع بدری میں دو مہینے مقام کیا۔ ۱۹ر شعبان کو موضع گلا گلا پہنچے۔ اسی مہینے میں شیخ نظام دکھنی جو پہلے عادل شاہیوں کا اور پھر قطب

Marfat.com

شاہیوں کا ملازم تھا اور اب عالمگیر کا۔ عالمگیر نے اسے مقرب خاں کا خطاب دے کر قلعہ پنالہ کی فتح کے لیے بھیج دیا۔ سنبھاجی موضع راہیری تعلقہ کھلینہ سے سنگمنیر میں باغ اور حویلی بنا کر مزے سے رہنے لگا تھا۔ قبل ازیں خان فیروز جنگ سنبھاجی کے قلع قمع کو بھیجا گیا تھا لیکن طاعون میں اندھا ہو گیا جس کے بعد محمد اعظم شاہزادہ اس مہم پر مقرر ہوا وہ سنبھاجی کی تلاش میں تھا مگر کہیں ٹھیک پتہ نہ چلتا تھا کہ شیخ نظام کو پتہ ملا اور وہ چار ہزار سوار لے کر یلغار پہنچا اور ایک بڑی لڑائی کے بعد بہ ہزار مشکل سنبھاجی کو مع قبائل کے گرفتار کر کے ۵ر جمادی الاول کو بادشاہ کے حضور میں اسی حال سے حاضر کیا عالمگیر نے اسے قلعہ بہادر گڑھ میں قید کیا جو آخر کار ۲۹ر جمادی الاول ۱۱۰۰ھ م ۱۶۸۹ء کو موضع کورگاؤں (جس کا نام فتح آباد رکھا گیا تھا) قتل کیا گیا "جہنمی رفت" تاریخ وفات ہے۔

سنتاجی برادر سنبھاجی کا سر اٹھانا اور بالآخر مارا جانا مع دیگر فتوح ۱۱۰۰ھ م ۱۶۸۹ء تا ۱۱۱۷ھ م ۱۷۰۶ء

شیخ مقرب خاں کو اس صلے میں خطاب خان زماں فتح جنگ اور منصب ہفت ہزاری سرفراز ہوا اور اخلاص خاں اور شیخ میراں کے بیٹوں کو خان عالم اور منور خاں کے خطاب ملے۔ اس کے بعد سنبھاجی کے بھائی راما عرف سنتا نے سر اٹھایا۔ اعتقاد خاں اس کی سرکوبی کو مقرر ہوا۔ قلعہ راہیری کا محاصرہ کیا لیکن سنتاجی جوگی کا بھیس بدل کر ملک ملیبار کی طرف نکل گیا اور ہاتھ نہ لگا۔ عبداللہ خاں صوبہ دار بیجاپور نے اس کا پتہ اٹھایا اور دریائے تنگ بھدرا کے کنارے رانی بدنور پر پہنچ کر اس کے ہمراہی قریب سو آدمی کے گرفتار کیے مگر سنتا وہاں سے بھی کھسک گیا اس میں اورنگ زیب کو عبداللہ خاں کی سازش معلوم ہوئی لہذا اسے صوبہ داری سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ لشکر خاں صوبہ دار ہوا مگر وہ بھی چند مرہٹے قیدیوں کو بیجاپور سے بھگا دینے کے الزام میں معتوب ہوا۔ عبداللہ خاں نے دوبارہ کوشش کی اور ۵ر محرم ۱۱۰۱ھ کو قلعہ راہیری کو فتح کیا اور سنتا کے متعلقین کو گرفتار کیا مگر سنتا جب بھی نہ ملا اور مع اپنے چند رفقاء کے بیراگیوں کا بھیس بدل کر نکل بھاگا۔ آخر کار ۷ر محرم کو عبداللہ خاں بادشاہ کے حضور میں مع اشخاص گرفتار شدہ کے حاضر ہوا اس جلدو میں بادشاہ نے خطاب ذوالفقار خاں بہادر کا دیا۔ سنتا کے بیٹے ساہو عمر (۹) سال کو منصب ہفت ہزاری اور نو ہزاری سوار اور نوبت اور راجہ کا خطاب ملا اور سب کو وہیں ڈیوڑھی میں نظر بند رکھا۔ ۶ر صفر ۱۱۰۲ھ م ۱۶۹۱ء کو روح اللہ خاں نے رائچور کا قلعہ فتح کیا اور "فیروز گڑھ" نام

Marfat.com

رکھا گیا اس کے بعد عالمگیر بیجاپور واپس آیا۔ یہ چوتھا پھیرا تھا۔ ۹/ رمضان کو محمد کام بخش کو قلعہ جنجی کی
کو بھیجا اور یکم محرم ۱۱۰۳ھ م ۱۶۹۲ء کو جملۃ الملک کو ملک کرناٹک کے انتظام کو بھیجا۔ اسی سال دہلی سے
نواب بیگم والدہ شاہ عالم کے انتقال کی خبر آئی۔ عالمگیر مع زیب النساء بیگم کے تعزیت کے لیے شاہ عالم
کو ڈیرے میں گیا اور ۴/ ذی قعدہ کو شاہ عالم کو جو نظر بند تھا حکم ہوا کہ نماز ظہر ہمارے ساتھ پڑھو اور قید
سے آزاد کیا۔ بہادر شاہ مع اس کے دونوں بیٹوں کے برابر چھ سال سے خیمہ میں نظر بند تھا ایک حافظ
قاری خوش الحان بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اس کی قرأت سن کر بادشاہ کو بہادر شاہ کی قرأت یاد آئی
آپ آبدیدہ ہوئے اور فوراً سب کو رہا کر دیا۔

۶/ شعبان ۱۱۰۳ھ کو پھر بیجاپور سے کوچ کر کے گلا گلا (یہ مقام باگلکوٹ ضلع بیجاپور کے پاس ہے)
عرف قطب آباد میں مقام فرمایا وہیں روح اللہ خاں نے وفات پائی بادشاہ خود ان کی عیادت کو گیا تھا۔
۲۰/ شوال کو شاہزادہ معظم کو استسقاء ہو گیا جو بہ مشکل رو بہ صحت ہوا۔ شفایابی کی تاریخ "شفائے شب
دعائے بادشاہ بود" ہے۔ وہاں سے ۲۶/ شعبان کو پانچویں مرتبہ بیجاپور کو سواری آئی۔ شاہزادہ اعظم بہادر
گڑھ گیا اور شاہزادہ محمد معظم ۱۲/ ذی الحجہ ۱۱۰۶ھ کو ملتان گیا۔ ۱۱۰۷ھ میں قلیچ خاں فیروز جنگ اپنے باپ
سے ناراض ہو کر نکل کھڑا ہوا اور ہمت خاں پسر خاں جہاں بہادر پر جو بسواپٹن میں تھا جا پڑا جہاں بڑی
بھاری کشت و خون ہوا۔ دسویں محرم ۱۱۰۸ھ میں رود بھیما کو اس قدر طغیانی ہوئی کہ تمام اطراف کے
گاؤں اور ہزار ہا آدمی بہہ گئے جو امیر تھے وہ بہ مشکل کشتیوں میں سوار ہو کر بچ گئے۔ تیسرے دن دریا کی
طغیانی کم ہوئی۔ ۶/ شعبان ۱۱۰۸ھ میں ذوالفقار خاں نے قلعہ جنجی فتح کیا اور اس طرح تمام ملک کرناٹک پر
قبضہ ہو گیا۔ سنتا کے اہل و عیال کو قید کر لینے سے چند روز کے لیے چاروں طرف شورش رفع ہو گئی تھی
مگر پھر سنتا نے اپنے باپ اور بھائی کا طرز شروع کیا۔ بعض ایسے پہاڑی قلعوں کو جو قلب مقام پر تھے دبا
بیٹھا اور بہت سی فوج جمع کر کے چو طرف لوٹ مار کرنے لگا سنتا خود بھی ان ہی قلعوں میں سے کسی نہ کسی
ایک میں چھپا رہتا تھا۔ اس دفعہ بادشاہ نے خانہ زاد خاں، مراد خاں اور قاسم خاں تین شخصوں کو سنتاجی کی
گرفتاری کے لیے مامور کیا۔ ہر چند ان لوگوں نے دو داوش کی مقابلے ہوئے مگر وہ ہاتھ نہ لگا۔ بادشاہ نے
ناچار ہو کر فقراء اور مشائخ سے استمداد کی، بہت سے عمل پڑھے گئے، بہت سے چلے کھینچے گئے مگر کچھ نہ
ہوا۔ بادشاہ سخت پریشان تھا کہ ایک ذرا سا لٹیرا، ہاتھ نہیں آتا، کیسی شرم کی بات ہے۔ اس زمانے میں
بادشاہ کے لشکر میں ایک بسا بزرگ سید حسن خدانواز ولد قاضی برہان تھے وہ بھی ایک مشہور عامل تھے

Marfat.com

بادشاہ نے ان کو کہلا بھیجا آپ نے فرمایا کہ بہت سے لوگ دعا کر چکے اب فقیر کی کیا ضرورت باقی رہی اگر بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں کچھ کروں بھی تو نتیجہ کیا۔ یک در گیر و محکم گیر، اگر مجھے حکم ہوتا ہے تو میں حاضر ہوں مگر پہلے آپ ان سب علماء اور فقراء کو منع فرمادیں جو عملیات کر رہے ہیں، جب مجھ سے جو کچھ بن پڑے گا میں بھی کروں گا۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں ان کو کرنے دیجئے اس میں قباحت ہی کیا ہے آپ اپنا کام شروع کیجئے آج سے جو نتائج ظاہر ہوں گے وہ آپ ہی کی دعا کی برکت سے ہوں گے۔ آپ نے منظور فرمایا اور کچھ پڑھنے لگے۔ بادشاہ نے پھر کہلا بھیجا کہ عملیات کے لیے عود و گل و بخورات وغیرہ جو سامان ارشاد ہو حاضر کیا جائے آپ نے فرمایا کہ آہ سوزان سحری واشک غلطان جگری بس کافی ہے مجھے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ عالمگیر کو یہ جواب باصواب بہت پسند آیا چند ہی روز میں خدا کا کرنا ایسا ہے کہ چلہ پورا نہ ہونے پایا تھا کہ ۲۹/ ذی الحجہ ۱۱۱۰ھ کہ خان فیروز جنگ کے آدمیوں کی سعی سے سنتا کا سر کٹ کر سامنے آگیا۔ بادشاہ نے اس دن سے آپ کو "سید حسن خدانواز سنتا کش" کا لقب دیا۔ ذیل کے قلعہ جات اسی اثناء میں فتح ہوئے۔

قلعہ دیوگڑھ: خان فیروز جنگ نے فتح کیا اور اسلام گڑھ نام رکھا گیا۔

قلعہ بسنت گڑھ: جو رود کرشنا سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے تربیت خاں نے ایک ہفتہ محاصرہ کر کے ۱۲/ جمادی الآخر ۱۱۱۵ھ میں فتح کیا۔ "کوہ شکست" تاریخ فتح ہے اور "کلید فتح" نام رکھا گیا۔

قلعہ ستارا: ۲۵/ جمادی الثانی سے ۱۳/ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ چار ماہ اٹھارہ دن تک محاصرے کے بعد قلعہ ستارا کو شاہزادہ محمد اعظم نے فتح کیا اور قلعہ "اعظم تارہ" سے موسوم کیا۔ ہنگام محاصرے میں انواع واقسام کے مصائب پیش آئے۔ ۵/ ذی قعدہ کو ایک سرنگ اڑائی گئی جس سے ساری فصیل اڑ کر قلعہ کے اندر جا پڑی بہت سے آدمی جل کر اور دب کر مر گئے ایک دوسری سرنگ میں بھی بتی دی اس خیال سے کہ وہ بھی پہلی سرنگ کی طرح قلعہ کے اندر جا پڑے گی لیکن قضائے کردگار ساری دیوار دیوار باہر کے رخ گری اور دو ہزار آدمی مغلوں کے دب کر مر گئے۔ آخر کار راجہ ستارا جس کا نام ... تھا عالمگیر کے حضور میں حاضر ہوا اور منصب پنج ہزاری سے سرفراز ہوا اس فتح کی تاریخ سید عبد الجلیل بلگرامی نے بہ صنعت نادر و لاجواب کہی ہے

چو شہ ابہام زیر خضر آورد ‌ ‌ ‌ بہ ورد اسم اعظم در شمارہ
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال ‌ ‌ ‌ ز تیغ او عدو شد پارہ پارہ

Marfat.com

زانگشتان شه از مد ابہام برابر چار زلف کردم نظارہ
بعینہ بود شکل سال ہجری پئے تاریخ تسخیر ستارہ
چنیں تاریخ گفتن اختراعیت شد از عبد الجلیل ایں آشکارہ

قلعہ موگی: قلعہ موگی کا محاصرہ ۲۲ر ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ کو شروع ہوا عین موسم بارش میں محاصرہ ہونے سے ندی نالے چڑھے ہوئے تھے۔ رسد بند ہوگئی اور قحط پڑ گیا۔ ۳ر محرم ۱۱۱۲ھ کو شاہزادہ محمد اعظم نے فتح کیا اور ابراہیم عادل شاہ کی رعایت سے ''نورس تارہ'' نام رکھا اس کی فتح کی تاریخ ''ہذا نصر اللہ خاں'' ہے

قلعہ پنالہ: ۲ر محرم ۱۱۱۳ھ کو فتح ہوا۔

قلعہ وردھن گڑھ: جو موضع کھان سے دو کوس ہے۔ ۱۰ر محرم ۱۱۱۳ھ کو محاصرہ کیا، ۲۸ر ربیع الثانی کو ایسا موسلا دھار پانی برسا کہ دروازہ باون گڑھ پر بادشاہ کے قیام تھا سب بہہ گئے۔ آخر کار ۱۶ر جمادی الثانیہ کو فتح اللہ خاں نے فتح کیا جس کا اصلی نام محمد صادق تھا اسی پر سے ''صادق گڑھ'' نام رکھا گیا۔

قلعہ کھیلنا: ۱۶ر رجب ۱۱۱۳ھ کو شاہزادہ بیدار بخت جے سنگھ اور منعم خاں نے محاصرہ کیا اور ۲۲ر ذی الحجہ کو فتح ہوا'' قلعہ کھیلنا'' تاریخ ہے۔ بادشاہ نے قرآن مجید میں فال نکالی تو ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی سَخَّرَ لَنَا'' (شکر اس خدا کا جس نے ہمارے لیے (اس قلعہ کو) مسخر کر دیا) نکلا اور اسی پر سے ''سخر لنا'' نام رکھا۔ یہ قلعہ بالا گھاٹ اور پایان گھاٹ کے پاس واقع ہے۔

اسی اثناء میں دہلی سے زینت النساء بیگم کے انتقال کی خبر آئی۔ ۷ر محرم ۱۱۱۵ھ کو بادشاہ نے قلعہ کھیلنا سے کوچ کیا مگر بارش کی وجہ سے راستے بند تھے ندی نالے چڑھے ہوئے تھے۔ بار برداری کی بنڈیاں ملتی نہ تھیں غلہ اور دانہ چارہ کی دشواری عجیب مصیبت تھی۔ بہت سے آدمی بھیگ بھیگ کر بیمار پڑ گئے اور مر گئے۔ نوبت بایں جا رسید کہ ۱۲ر ربیع الاول کو یعنی ایک مہینہ سترہ دن میں صرف چودہ کوس کی منزل طے کر کے قلعہ نرنالہ کے پاس پہنچے جب کہیں آفتاب کی شکل دکھلائی دی۔ ۱۰ر جمادی الاولیٰ کو دریائے کرشنا پر پہنچے۔ اس کا پاٹ آسمان سے جا ملا تھا جنگلوں جنگلوں پانی ہی پانی نظر آتا تھا، جل تھل بھر گیا تھا کہیں ٹھکانا نہ تھا، بیس دن اس کنارے پڑے رہے اور بیس دن بعد دریا پار ہو کر اس کنارے بھی رکے

Marfat.com

ہے۔ ریگڑ کی زمین بیلوں کے پاؤں دھستے تھے بنڈیاں چل نہ سکتی تھیں۔ اسعد نگر پہنچے وہاں سے بہادر گڑھ اور پھر قلعہ کھنڈالہ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ ۱۸/ شعبان کو وہاں پہنچے اور ۱۷/ ذی الحجہ کو بعد فتح واپس ہوئے۔ ۲۵/ ذی الحجہ ۱۱۱۵ھ محی آباد (پونہ) میں ٹھہرے۔ ۲۱/ شوال ۱۱۱۵ھ کو فتح اللہ خاں نے قلعہ راج گڑھ فتح کیا اور بنی شاہ گڑھ نام رکھا۔ ۱۵/ محرم ۱۱۱۶ھ کو فتح اللہ خاں کا انتقال ہوا اس کی جگہ میر صدر الدین صدر بخشی مقرر ہوا جس نے موضع کھیر میں ساڑھے سات مہینے رہ کر ۲۳/ ذی قعدہ ۱۱۱۶ھ کو فتح کیا جس کا نام مسعود آباد رکھا گیا۔ ۲/ ذی الحجہ ۱۱۱۶ھ کو تربیت خاں نے قلعہ کھنڈالہ فتح کیا جس کا نام فتوح الغیب رکھا۔ جنیر کے اطراف کے قلعہ جات فتح کر کے کھیر سے واکن گیرہ کی طرف آئے جو رود کرشنا کے کنارے واقع ہے جس پر مرنانک پام نائک کے بھتیجے کا قبضہ تھا۔ قلیچ خاں اور محمد امین پہلے ہی سے وہاں متعین تھے مگر پیشکش برابر دیتا تھا لہٰذا خاموش رہے اب نصرت جنگ نے پہنچ کر دسویں محرم ۱۱۱۷ھ کو فتح کر لیا اور رحمٰن بخش نام رکھا۔ واکن گیرہ سے تین کوس پر دیوپور رہے وہاں بادشاہ کا مزاج ناساز ہو گیا جس سے بہت تشویش مگر جلد صحت ہو گئی۔ ۱۶/ رجب کو بہادر گڑھ کی طرف کوچ کر کے غرہ شعبان کو پہنچے۔

اورنگ زیب کی وفات ۱۱۱۸ھ م ۱۷۰۷ء

۱۶/ شوال ۱۱۱۷ھ کو اورنگ زیب احمد نگر پہنچا۔ بادشاہ کا مزاج ناساز ہو گیا مگر چند سے طبیعت ٹھہر گئی۔ اوائل ذی قعدہ میں پھر مرض کا اشتداد ہوا اور بادشاہ بار بار یہی کہتا تھا احمد نگر آخر سفر۔ روز جمعہ ۲۸/ ذی قعدہ روز یکشنبہ ۱۱۱۸ھ ایک بجے دن کے اکیاونویں سال جلوس میں پورے پچاس برس دو مہینے اٹھائیس دن سلطنت کر کے احمد نگر میں تاسکیر (ابوالمظفر اورنگ زیب بادشاہ غازی ۱۱/ ذی قعدہ ۱۰۲۸ھ میں بمقام گجرات پیدا ہوا۔ بہ تعلق سپہ سالاری دکن شاہزادگی کی حالت میں برہان پور اور خاندیس میں بہت رہا ہے خوش رو اور وجیہ ہوشیار و عقیل، شجاع، فن سپہ گری میں مشاق، مدبر اور بیدار مغز، متقی، پابند مذہب، عالم باعمل، عامل جید، ہمیشہ تلاوت کلام مجید میں مصروف رہتا تھا۔ خود کلام مجید نہایت خوش قلم لکھتا تھا۔ چنانچہ خلد آباد میں بادشاہ کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ مذہب اسلام کی ترویج واشاعت میں ہمیشہ سرگرم رہتا تھا۔ محتاط اتنا بڑا کہ ٹوپیاں کاڑھ کاڑھ کر اپنا ذاتی خرچ چلاتا تھا۔ بیت المال سے لینے کا روادار نہ تھا محنتی جفاکش بہت تھا۔ مسلمان بادشاہوں میں ایسا اولوالعزم کوئی بادشاہ نہیں گزرا۔ چونکہ مذہب کا سختی سے پابند تھا اس لیے لوگ متعصب کہتے ہیں۔ باپ کو قید میں رکھا تھا یہ بھی الزام ہے جس کی معافی

Marfat.com

شبلی اور دوسرے مؤرخین نے باحسن الوجوہ تردید کی ہے۔ اس میں خصوصیت اورنگ زیب ہی کی کیا پولیٹیکل مصلحتوں سے اس سے بڑھ بڑھ کر کام کر لیتے ہیں۔ اب رہا یہ کہ قید میں باپ پر سختی کرتا پر کاکوا بناتا ہے۔ اس وقت نہ شاہ جہاں ہے جو اپنی بپتی کہہ سکے نہ اورنگ زیب ہی ہے جو قائل معقول کر سکے۔ جس کے دل میں جو آئے سو کہہ لے زبان پکڑنے والا کون ہے۔ یکم ذی قعدہ ۱۰۶۸ھ ۱۲۰۷ میں چالیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا جس کی تاریخ "کل حق" ۱۰۶۸ھ اور اَطِیعُو اللّٰہَ وَ اَطِیعُو الرَّسُولَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنکُمْ ہے۔ احمد نگر میں وفات پائی مگر خلد آباد ضلع اورنگ آباد میں حضرت شاہ زین الحق والدین کے مزار مبارک کے پائیں میں آسودہ ہوا جو احمد نگر سے ۳۵ کوس ہے درمیان میں موضع کالے گاؤں ٹوکے پر گوداوری ندی ہے اور یہی ندی سلطنت سرکار عالی نظام اور برٹش گورنمنٹ میں حد فاصل ہے۔ مشہور ہے کہ شاہزادہ اعظم نے اپنے باپ کے کئی عرس خود کیے اور کئی سال تک نواب حمید الدین خاں قبر پر جاروب کشی کرتے رہے۔ گورنمنٹ نظام عالی مقام کی جانب سے کئی مواضع اخراجات عرس وغیرہ کے لیے وقف ہیں اور کثرت سے خدام اور چوب دار اب تک موجود ہیں۔ علاوہ اس کے لنگر بھی برابر جاری ہے جس پر ایک عہدہ دار امین بلغور کے نام سے مع عملہ مامور ہے۔ قبر بالکل خام ہے مگر اس کچی قبر میں وہ کشش ہے کہ لاکھ پکی قبریں اور مرتفع گنبد صدقے کیے تھے۔ اس سادگی میں جو بناؤ ہے وہ ظاہری ٹیم ٹام میں کب ہوتا ہے۔

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی ۔۔۔ کہ جیسے خوش نما لگتا ہے دیکھو چاند بن گہنے

قبر کے اطراف ایک چوبی جالی بنی ہوئی ہے اور ایک تخم ریحان کا درخت سرہانے ہے۔ وائسرائے تک جا کر وہاں اب بھی ادب سے ٹوپی اتار لیتے ہیں۔ کوئی بڑا آدمی آتا ہے تو قبر پر غلاف چڑھا دیا جاتا ہے اور چوبدار "نگاہ روبرو ادب سے آداب بجالاؤ"۔ حسب دستور پکارتے ہیں۔ مجھے خود اس بات کا تجربہ ہے کہ قبر پر جا کر دل پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ اورنگ زیب کی کچی قبر کی اس وقت تک جو عزت و توقیر ہے ہند کے کسی بادشاہ کو حاصل نہیں۔ ہمایوں کی قبر کو دلی میں دیکھیے اور اکبر کی قبر سکندرے میں۔ معلوم بھی نہیں ہوتا کہ کون تھے۔ سرکار عالی نظام کی طرف سے بزرگان دین کی درگاہوں کے لیے بیش قرار معاشیں مقرر ہیں۔ عرس ہوتے ہیں یہ تو بادشاہ کا مزار ہے جو نہ ہو کم ہے۔ خداوند کریم اس سلطنت کو ابدالآباد تک قائم و دائم رکھے جو پچھلوں کے نام کو زندہ کر رکھا ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ) بادشاہ نے نوے سال سترہ روز کی عمر میں انتقال کیا۔ وفات کی تاریخی مادے یہ ہیں "حکم عالم گیر رفت"۔ "عالم گیر از

Marfat.com

جہاں رفت"۔ "رُوحٌ وَ رَیحانٌ وَ جَنَّتُ نَعِیمٍ"۔ "آفتاب عالم تاب من"۔ "برفت از جہاں بادشاہ ہے ولی"۔ کسی دل جلے ہندو نے "مغلا موا" بھی تاریخ کہی ہے۔ قطعہ تاریخ وفات

عاقل و عادل خبر گیر اے خلق　　شاہ عالم گیر اہل عز وجاہ

فضل حسن و نیز مہتاب شرف　　سال تولیدش عیاں شد مثل ماہ

۱۰۲۸　　۱۰۲۸

رحلت او ہست غازی اہل دیں　　ہم امیر تاج سلطاں بادشاہ

۱۱۱۸　　۱۱۱۸

باز خواں سال وصال آں جناب　　شاہ با اسلام عالم گیر شاہ

۱۱۱۸

ذو الفقار آمد دگر و صلش عیاں　　از دل مسرور بصد افسوس و آہ

اورنگ زیب کا وصیت نامہ

اورنگ زیب نے وصیت نامہ لکھا تھا جس کا اقتباس یہ ہے کہ "بے کس آمدیم و بے کس رفتیم۔ سر برہنہ آمدیم و رفتیم۔ ہمرہ تابوت نشان و مورچال وغیرہ لوازمہ شاہانہ نماند۔ حمید الدین خاں کہ صادق الاعتقاد است تابوت را بدرگاہ شاہ برہان رساند و جائے قبر بدستور درویشان دفن کنند"۔ اس کے بعد اپنے فرزندوں کو کچھ نصائح ہیں اور آخر میں یہ ہے کہ اس وقت جیب خاص میں ---- ہیں اس میں سے پانچ ہزار تابوت پر خیرات کر دینا۔

اورنگ زیب کی ہوس ملک گیری کی تصویر کا دوسرا رخ

عالم گیر جیسا جلیل القدر بادشاہ جس کے ہاتھ ساری اقلیم ہند تھی مگر تسخیر دکن کی ہوس ایسی دامن گیر تھی کہ عالم شاہزادگی میں ہی خاندیس براڑ اور احمد نگر کو فتح کر لیا تھا اے کاش اسی پر اکتفا کرتا اور سکندر اور ابو الحسن ان دو مظلوموں کو اگر تابع فرمان بنا کر اپنے حال پر چھوڑ دیتا تو کیا قباحت تھی اور کون سی کمی ہو جاتی۔ سنبھاجی کے بیٹے ساہو کے ساتھ تو وہ رعایت کی منصب ہفت ہزاری اور نو ہزار سوار اور نوبت اور راجہ کا خطاب دیا حالاں کہ اس کے باپ دادا نے ناک چنے چبوا دیئے تھے لیکن ان دو غریب مسلمانوں

Marfat.com

کے ساتھ ذرا بھی اخوت اسلامی نہ برتی اور ان کو جڑ پیڑ سے ایسا اکھاڑ پھینکا کہ صفحۂ دنیا پر ان کا کوئی نام لیوا باقی نہ رہا پھر بھی طمع ملک گیری باقی رہی اور اپنے وطن مالوف کو نہ گیا پر نہ گیا اور عزیز و اقارب کو نہ اپنی صورت دکھائی نہ اس کا دیدار دیکھا بلکہ دوسرے قلعوں کے سر کرنے میں سرگرم رہا اور آخر یہیں پردیس میں جان دی۔ یہ حقیقت نفس الامر ہے اس کو شکایت پر محول نہ کیا جائے بلکہ جان لینا چاہیئے کہ اورنگ زیب سلاطین مغلیہ کی ناک تھا اور اپنے زہد و تقویٰ کے لحاظ سے درویش منش اور صاحب دل تھا۔ صرف ہم کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ طمع دنیاوی سے کوئی خالی نہیں۔ اب چاہے اسے الوالعزمی کہو یا ہوس ملک گیری یا طمع جاہ مرتبت اور حرص کیا خوب کسی نے کہا ہے۔ "بے عیب ذات خدا کی" وَلِلّٰهِ دَرُّ مَنْ قَالَ

قِيْلَ اِنَّ الْاِلٰهُ ذُوْ وَلَدِ   قِيْلَ اِنَّ الرَّسُوْلُ قَدْ كَهَنَا

مَانَجٰى اللّٰهُ وَالرَّسُوْلُ مَعًا   مِنْ لِسَانِ الْوَرٰى فَكَيْفَ اَنَا

(اور کہنے والے نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا صاحب اولاد ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول کاہن تھے۔ لوگوں کی زبان نے خدا اور رسول دونوں کو نہ چھوڑا تو بھلا میں بے چارہ کس شمار قطار میں ہوں)۔

اورنگ زیب کا سوال اور اس کی بیٹی زیب النساء کا برجستہ جواب

اورنگ زیب جب قطب شاہی اور عادل شاہی دونوں گھرانوں کا کھوج کھو چکا تو بہت ہی مسرور ہوا کہ پشتہا پشت سے ملک دکن پر دانت تھا اور خود بھی بارہا اپنی سعی میں ناکام رہا تھا۔ اب خدا نے یہ دن دکھایا جس کی خوشی میں بڑا بھاری جشن کیا۔ امراء و ارکان سلطنت کو سرفرازیاں ہوئیں۔ داد و دہش کا دروازہ کھل گیا۔ سب امراء نے مبارک باد کی نذریں دیں لیکن زیب النساء بیگم نے جو بادشاہ کی صاحبزادی تھی نذر نہیں دی۔ بادشاہ نے پچھوایا کہ آخر کیا سبب جو زیب النساء نے نذر نہ دی۔ تھی تو وہ عورت ذات مگر مردانہ وار جواب دیا کہ کون سی خوشی کی بات تھی جو میں نذر دیتی۔ آپ نے ایسا کون سا بڑا کام کیا ہے جو سزاوار شاہنشاہی ہو۔ حضرت پہلے شاہنشاہ تھے کہ آپ کے تابع فرمان کئی بادشاہ مثل ابوالحسن تاناشاہ اور سکندر عادل شاہ کے تھے وہ آپ کے مطیع و منقاد اور باج گزار تھے۔ لقب شاہنشاہی آپ پر بجتا تھا اور اب دیکھیے آپ نے سب کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال باہر کیا اور اب صرف حضرت کی ذات مقدس تن تنہا

Marfat.com

رہ گئی پس مرتبت شاہنشہی سے گھٹ کر بادشاہ رہ گئے۔ ملک الملوک کے رتبہ سے اتر کر ملک رہ گئے۔ پس یہ کون سی بات مبارک باد دینے کی ہے جہاں پناہ خود غور فرمائیں۔ بادشاہ یہ معقول جواب سن کر بہت متاثر ہوا اور کہا کہ فی الواقع زیب النساء جو کچھ کہتی ہے درست کہتی ہے۔

چورائے زن از رائے مرد اکمل است　　　تواں گفت زن را کہ او اکمل است

بیجاپور کیا تھا اور کیا ہو گیا

ایک زمانہ وہ تھا کہ شہر بیجاپور اس قدر آباد تھا کہ تل دھرنے کی جگہ باقی نہ تھی۔ بازاروں میں کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ کچھ عجب چہل پہل تھی۔ امراء کی ڈیوڑھیاں سر بہ فلک کھڑی تھیں جن کے دروازوں پر ہاتھی جھولتے اور نوبتیں بجتی تھیں۔ رعایا خوش حال اور فارغ البال تھی۔ جا بجا باغات تھے جن میں آب وہوا خوش آئند۔ لکھ پتی اور کروڑ پتی تاجر تھے ہر قسم کے بے شمار پیشہ ور جمع تھے۔ غلہ کی ارزانی، علماء وفضلاء اور مشائخین کی کثرت، افواج مسلح کے جھنڈ کے جھنڈ غرض ایک زندہ شہر معلوم دیتا تھا جو ہر طرح سے مالا مال سر سبز وشاداب اور دولت سے پھٹا پڑتا تھا چنانچہ پچھلی کتب تواریخ میں یہ حالات دیکھ کر اب ایک افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح یہ شہر مینو سواد معراج الکمال پر پہنچا تھا ویسے ہی ورطہ انحطاط میں گرا۔ ہر کمالے راز والے، ڈیڑھ سو سال تک یہ شہر یوماً فیوماً ترقی کرتا گیا۔ اسباب زوال سکندر عادل شاہ آخری بادشاہ کا خورد سالی میں تخت نشین ہونا ایسی حالت میں کہ کوئی سلطنت کا چلانے والا نہ تھا اور جو تھے ان میں آپس میں شکر رنجیاں ان کو آپس کی لڑائی ہی سے کب فرصت تھی جو غنیم بیرونی کی طرف رخ کرتے چنانچہ برابر چودہ سال یہی طوفان بے تمیزی برپا رہا جدھر دیکھو لوٹ مار کوئی شخص اپنے گھر میں چین سے بیٹھ نہ سکتا تھا۔ فوج کی تنخواہیں مہینوں کی چڑھ گئیں۔ جس کا جدھر منہ اٹھا نکل بھاگا۔ اس طرح بستی چھیجنے لگی۔ آبادی میں گھن لگ گیا۔ ۱۱۰۰ھ کے طاعون نے اور جھاڑو پھیر دی غضب خدا کا کہ گھر کے گھر بند ہوئے بازاروں میں ہو کا عالم تھا۔ گھر خالی پڑے پڑے بھائیں بھائیں کرتے تھے ایک ایک دن میں سات سات سو مردے نکلے۔ جدھر دیکھو ادھر سناٹا ہی سناٹا تھا۔ اس کے بعد ۱۱۳۰ھ میں ایسا سخت قحط پڑا کہ الامان الامان جو چھ برس مسلسل ۱۱۳۶ھ تک رہا۔ غرض چالیس پچاس برس تک لگاتار یہ شہر اجڑتا ہی رہا قحط اس بلا کا تھا کہ لوگوں کے گھروں میں ایک دانہ غلہ کا نہ رہا۔ جانوروں کا کیا ٹھکانا۔ آدمی درختوں کے پتے کھاتے تھے۔ کتے بلی تک نہ چھوڑے۔ پیٹ بری بلا ہے بعض

Marfat.com

اپنے بچے کاٹ کاٹ کر کھا گئے۔ اور اس طرح لاکھوں آدمی ضائع ہوئے۔ ہزاروں آدمی بے گور و کفن پڑے ہوئے زاغ و زغن کی خوراک تھے تمام شہر میں عفونت پھیل گئی تھی۔ جدھر دیکھو سوائے مردوں کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں کے کچھ نظر نہ آتا تھا کوسوں تک میدان انسانی ہڈیوں سے پٹا پڑا تھا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی ایک سفید تختہ ہڈیوں کا نظر آتا تھا۔ جہاں ہزاروں بیل غلہ کے روزانہ آتے تھے۔ وہاں ایک دانہ نظر آتا تھا۔ ریل اس زمانے میں تھی نہیں جو باہر سے غلہ آجاتا۔ برابر چھ برس تو یہ حال رہا بھی یہ قحط ختم نہ ہوا تھا کہ دوسرا قحط ۱۷۰۷ء میں پڑا یہ وہ زمانہ ہے کہ بیجاپور حیدر آباد کے صوبہ دار کے تحت تھا۔ پہلے قحط میں تو خیر کچھ بچا کچا اناج کچھ دنوں کسی نہ کسی طرح مہنگا ہی سہی مگر مل گیا اب تو ذخیرے بھی ختم ہو چکے تھے اب کیا دھرا تھا رہے سہے لوگ اس قحط میں مر گئے۔ غرض میدان صاف ہو گیا اور ایسا صاف ہوا کہ پھر آج تک پنپنا نصیب نہ ہوا ہر چند عالم گیر نے کوشش کی کہ اس شہر کو پھر آباد کرے مگر کچھ نہ چلی۔ عالمگیر نے اس ملک میں آکر کوئی سختی نہیں کی۔ تمامی امراء کے منصب اور جاگیریں بحال رکھیں بلکہ اور زیادہ کیں اور لشکر اور فوج بھی بدستور قائم رکھی۔ مشائخ اور فقراء اور اہل علم کے معاشیں اور وظائف اور یومیہ جوں کے توں برقرار رکھے۔ چنانچہ اب بھی صدہا فرمان عالمگیر کے عطیات اہل معاش کے پاس موجود ہیں۔ لیکن جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ خدا کی مرضی میں کس کو دخل جو گھن لگا تھا اور اندر ہی اندر بڑھتا چلا۔ ۱۷۰۷ء میں بیجاپور اورنگ زیب کے صوبہ دار کے تحت میں تھا جس کا مستقر حیدر آباد تھا۔ نواب آصف جاہ کی جب تک حکومت رہی شہر کی آبادی کی کوشش کی گئی اور جو عامل مقرر ہوتا تھا پہلا حکم اس کو یہی دیا جاتا تھا کہ شہر کو آباد کرو مگر بیجاپور کی ایسی کل بگڑی تھی کہ کسی کے سنوارے نہ سنوری۔

بیجاپور سرکار عالی نظام کے قبضہ میں ۱۰۷۳ھ م ۱۷۲۴ء

۱۰۷۳ھ م ۱۷۲۴ء میں جب نظام الملک نے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا تو بیجاپور سلطنت نظام میں داخل ہو گیا اور مرہٹوں سے صلح ہو گئی۔ اور ساٹھ لاکھ روپے کے معاوضہ میں بیجاپور ۱۷۶۰ء میں پیشواؤں کے قبضہ میں دے دیا گیا۔ جس زمانے میں بیجاپور پیشواؤں کی حکومت میں رہا تو سوائے بربادی اور تباہی کے اور کچھ نہ ہوا۔ ان کو سوائے اپنے ٹکے سیدھے کرنے کے اور کچھ کام نہ تھا اول ہی رعایا بے دم تھی مرتے کو مارے شاہ مدار اور ان کو دھر کر نچوڑ لیا۔ مرہٹوں نے دیکھا کہ بڑی بڑی عالی شان

Marfat.com

عمارات اور محلات میں بیش قیمت مال مسالا موجود ہے مکانوں کو توڑ پھوڑ کر زمین کے برابر کر دیا۔ اور مال مسالا جس کے ہاتھ لگا لے کر چلتا ہوا۔ محلات کا چوبینہ بالکل نکال لیا گیا۔ شہتریں، دروازے اور کھڑکیاں نکال کر چھکڑوں پر لاد کر لے گئے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب ہم ان اجڑی ہوئی عمارتوں کو آج دیکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کس ارمان اور کس شوق سے کروڑوں روپے لگا کر یہ دلکش اور پر فضا عمارات تیار ہوئے تھے اور کس بے دردی سے آن واحد میں ان کو یوں تباہ کیا تو ممکن نہیں ہے کہ ہمارا دل قابو میں رہ سکے اور ہم ان پر ایک دو آنسو نہ بہائیں۔ ایک انسان وہ تھے جنہوں نے زمین پر نمونہ بہشت بنایا اور ایک انسان یہ تھے جنہوں نے اسے خاک میں ملایا اور لوٹا لٹایا ورنہ صدیاں گزر جاتیں کہ یہ یادگاریں اپنے اولوالعزم بانیوں کی دائمی یادگار صفحۂ دنیا پر قائم رہتیں۔ یہ وہی شہر تھا کہ جب عالمگیر کے قبضے میں آیا تو صرف قلعہ میں نو لاکھ چوراسی ہزار مکان تھے اور یہ اس زمانے کی حالت ہے جب شہر اجڑ چکا تھا ورنہ محمد عادل شاہ کے عہد میں صرف ایک شاہ پور محلہ میں نو لاکھ مکان تھے۔ خاص شہر بیجاپور اور دوسرے پورہ جات وغیرہ کا تو کچھ شمار نہ تھا۔ ادھر شہر پر یہ غضب نازل ہوا کہ جہاں نوبت چھڑتی تھی وہاں الو بولتا تھا ادھر طاعون اور بار بار کے قحط نے شہر کو اور تباہ کر دیا۔ بستی ہر طرح اجڑنے لگی پہلے جو شہر نہایت درجہ آباد تھا اب وہ ویران ہونے لگا۔ لوگ بیجاپور چھوڑ چھوڑ کر دوسرے مقامات میں جہاں ان کے عزیز و اقارب رہتے تھے جا بسے اب اس ویرانہ میں دھرا ہی کیا تھا جو وہ رہتے اور کن آنکھوں سے بیجاپور کی ایسی بڑی گت دیکھتے اور کس کا پتھر کا کلیجا تھا جو اس کی تاب لا سکتا۔ سب جا جو کے بڑے بڑے لوگوں میں سے معدودے چند کہیں نہ جا سکے اور جہاں سینگ سمائے رہ پڑے، جن کی آل اولاد آج نان شبینہ کو محتاج ہے۔ ۱۸۱۸ء میں بیجاپور پر راجہ ستارا کا قبضہ ہوا اور اس کے بعد ۱۲۳۲ھ میں بیجاپور مملکت ستارا کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کے قبضہ میں آ گیا۔ چند سال تک بیجاپور ستارے کے کلکٹر کے حدود ارضی میں رہا پھر شولاپور کے ضلع میں شامل ہوا اور ایسے نصیب پھوٹے کہ دارالسلطنت سے جا کر ضلع کلادگی کا ایک تعلقہ بن گیا۔ آگے چل کر کلادگی سے مستقر ضلع اٹھا دیا گیا اور بیجاپور مستقر ضلع بنا اور جب سے صوبہ بمبئی کا ایک ضلع ہے اور دوسرے ضلعوں کی طرح یہاں بھی کلکٹر، جج اور دوسرے عہدہ داران ضلع رہتے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

قُلْ سِيْرُوا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ

کہوکہ روئے زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا کیسا انجام ہوا

از نقش ونگارِ درودیوار شکستہ　　　آثار پدیداست صنادید عجم را

واقعات مملکت بیجاپور ۱۳۳۲ھ

ایں "تاریخ ہمایوں" مشتمل است "براحوال خاندان شاہان بیجاپور"

۱۳۲۳ فصلی　　　مشتمل بر سہ حصص　　　۱۳۳۲ھ

حصہ دوم جس میں ۲۲ فوٹو ہیں

مصنف

خاکسار بشیر الدین احمد (دہلوی) اوّل تعلقہ دار (کلکٹر)

ضلع رائچور ابقاہ اللہ عزوجل بالعافیۃ والسرور

ممالک محروسہ سرکار عالی نظام

خلد اللہ ملکہ

طبع اول　جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں　۱۹۱۵ء　۵۰۷ جلد

در مطبع مفید عام، آگرہ باہتمام محمد قادر علی خاں صوفی طبع شد

Marfat.com

فہرست مضامین حصہ دوم واقعات مملکت بیجاپور

مضمون	صفحہ
شہر بیجاپور کے عام حالات	۷
برج اور فصیلیں	۱۴
شہر کے دروازے	۱۶
دروازوں اور برجوں کے کتبے	۱۷
کتبہ بروج	۱۷
ذرائع آب رسانی	۲۲
مبارک محل	۲۳
عمارات بیجاپور	۲۵
گول گنبد ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۶ء	۳۰
جامع مسجد ۹۸۵ھ	۳۶
مہتر محل ۱۶۲۰ء	۴۲
آثار محل ۱۶۶۴ء	۴۶
جہاز محل	۵۴
پانی محل	۵۵
گنبد حافظ حسینی وشاہ حمزہ حسینی	۵۵
کتبہ بر مدرسہ مسجد ملک یاقوت ۱۰۵۸ھ	۵۶
چاند باؤلی ۱۵۷۹ء۔	۵۶
مسجد چاند سلطان	۵۸
تاج باؤلی ۹۶۷ھ	۵۸
بیوی باندی کی باؤلی ۹۸۹ھ	۵۹
توپ ملک میدان ۹۵۶ھ ۱۵۴۹ء	۶۰
اور شرزہ برج ۱۰۶۹ھ ۱۶۵۸ء	
حیدر برج اور لم چھڑی توپ ۱۰۹۲ھ	۶۵
توپ دل کھنڈل ۱۰۹۲ھ	۶۶
توپ دروازہ امام ۹۸۵ھ	۶۷
علی عادل شاہ ثانی کا ناتمام مقبرہ ۱۶۵۶ـ۷۲ء	۶۸
ابراہیم روضہ ۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶ء	۶۹
عدالت محل وسراج محل	۸۲
آرائش محل	۸۲
کتبہ بیرون برج آرائش محل	۸۳
آنند محل ۱۵۸۹ء	۸۵
گگن محل ۱۵۶۱ء	۸۵

Marfat.com

سات منزلی ۱۵۸۳ء	۸۶
غلہ کا انبار خانہ اور چینی محل	۸۹
مکہ مسجد اور درگاہ حضرت کھنڈایت	۹۰
مسجد راکلاں ۷۱۶ھ ۱۳۲۰ء	۹۲
قلعہ کا دروازہ ۹۵۱ھ ۱۵۴۴ء	۹۴
گگن برج ۹۴۵ھ ۱۵۳۸ء	۹۴
آنڈو مسجد	۹۶
لنڈے قصاب کی توپ اور نعمت	۹۷
خاں کا برج	
درگاہ حضرت شاہ کریم اللہ	۹۸
قادری ۱۱۴۴ھ ۱۷۴۱ء	
مسجد مصطفیٰ خاں المعروف بہ	۱۰۰
ایک چیپ کی مسجد اور محل	
بڑی کمان	۱۰۰
مسجد حیدری ۹۹۱ھ	۱۰۰
علی شاہد پیر کی مسجد اور مقبرہ	۱۰۱
ابراہیم کی جامع مسجد	۱۰۱
مقبرہ علی عادل شاہ کلاں	۱۰۱
مقبرہ بڑے صاحب	۱۰۲

روضۂ پیر شیخ حمید و شیخ لطف اللہ	۱۰۴
قادری قدس سرہما مسجد و گمٹ	
باؤلی ۹۶۹ھ ۱۵۶۱ء	
ملکۂ جہاں بیگم کی مسجد عرف	۱۰۷
زنجیری مسجد	
جوڑ گنبد	۱۰۸
بخاری مسجد	۱۰۹
ملک صندل کی قبر مسجد اور مدرسہ	۱۱۰
کمر کی گنبد	۱۱۰
پیر بالے صاحب کا چلہ ۱۰۴۹ھ	۱۱۰
زمرد مسجد	۱۱۰
چج وڑی مسجد	۱۱۱
خواجہ سنبل کی جامع مسجد قدیم ۹۱۸ھ	۱۱۲
مسجد شمس الدین واقعہ خانہ پور ۹۲۵ھ	۱۱۲
کتبہ بر سنگ دروازہ مسجد متصل	۱۱۲
مکان قاضی صاحب ۹۴۳ھ	
مسجد چابک سواراں ۹۴۶ھ	۱۱۳
مسجد صالح بیگ ۱۱۵۴ھ	۱۱۳
مسجد خواص خاں عرف مسجد نہ گنبداں	۱۱۳

Marfat.com

رنگین مسجد	۱۱۵
مسجد اختیار خاں گجراتی	۱۱۶
چھوٹے آثار کی مسجد	۱۱۶
دکھنی عید گاہ	۱۱۶
مسجد و مقبرہ یاقوت	۱۱۷
یاقوت محل	۱۱۷
نواب مصطفیٰ خاں لاری کی سرائے ۱۰۵۰ھ	۱۱۷
مقبرہ شاہ نواز خاں اور بارہ پاؤں کی مسجد	۱۱۸
درگاہ حضرت خواجہ امین الدین اعلیٰ	۱۱۸
شیر خدا قدس سرہ ۱۰۸۶ھ ۱۶۶۴ء	۰
قولنامہ ۱۰۶۷ھ	۱۲۳
روضہ مولانا گنج العلم فتح دروازہ ۷۹۵ھ	۱۲۳
گنبد حضرت مولانا حبیب اللہ	۱۲۷
صبغۃ اللہی در زہراپور ۱۰۴۱ھ	
حضرت چنگی شاہ کی چوکھنڈی اور	۱۳۰
مسجد ۱۱۳۲ھ	
قولنامہ ۱۰۶۶ھ	۱۳۰
مسجد افضل خاں ۱۰۶۴ھ	۱۳۲
محل و مسجد و مقبرہ افضل خاں	۱۳۲
مقبرہ اعتبار خاں ۱۰۶۴ھ	۱۳۳
گنج سید حسن خدا نواز ۱۱۰۸ھ	۱۳۴
سرنگ باؤلی	۱۳۵
نورس پور ۱۵۹۹ء	۱۳۵
ذرائع آب رسانی تاردہ	۱۳۶
تالاب سلطان بیگم واقع	۱۳۷
محمد اپور ۱۰۴۳ھ	
بیگم تالاب و کتبہ جات گنج باسعد ۱۶۵۱ء	۱۳۷
مقبرہ حضرت سید جعفر سقاف ۱۰۵۷ھ	۱۳۸
مسجد ابراہیم ۱۵۲۶ء	۱۳۹
مقبرہ عین الملک ۱۵۵۶ء	۱۳۹
مقبرہ تاج جہاں بیگم	۱۳۹
تاج محل ۱۰۵۱ھ	۱۴۰
کمٹگی	۱۴۰
فرمان حجامان	۱۴۲

Marfat.com

فہرست تصاویر حصہ دوم واقعات مملکت بیجاپور

تعداد تصاویر	نام تصاویر	صفحہ
۱	قلعہ بیجاپور مع مضافات	٦
۱	قلعہ بیجاپور	۱۹
۳	گول گنبد۔ جامع مسجد۔ جوڑ گنبد	۲۹
۳	ایک مینار کی مسجد رائچور۔ مہتر محل۔ آنڈو مسجد	۴۳
۳	آثار محل۔ زنجیری یاملکہ جہاں بیگم کی مسجد۔ روضہ ناتمام علی عادل شاہ ثانی	۴۵
۳	مکہ مسجد۔ تاج باؤلی۔ زنجیری مسجد	۵۷
۱	ملک میدان توپ پر لارڈ کرزن	٦۰
۱	حیدر برج اُپلی یااُپری برج	٦۳
۲	کتبۂ بردروازۂ قلعہ پرینڈہ ضلع عثمان آباد۔ ابراہیم روضہ	۷۰
۲	شاہ نواز خان کا گنبد اور بارہ پاؤں کی مسجد۔ قلعہ رائچور (دیکھو حصہ سوم)۔	۱۱۹
۱	گنبد درگاہ حضرت خواجہ امین الدین اعلیٰ شیر خدا	۱۲۰
۱	دروازہ درگاہ موصوف	۱۲۱

Marfat.com

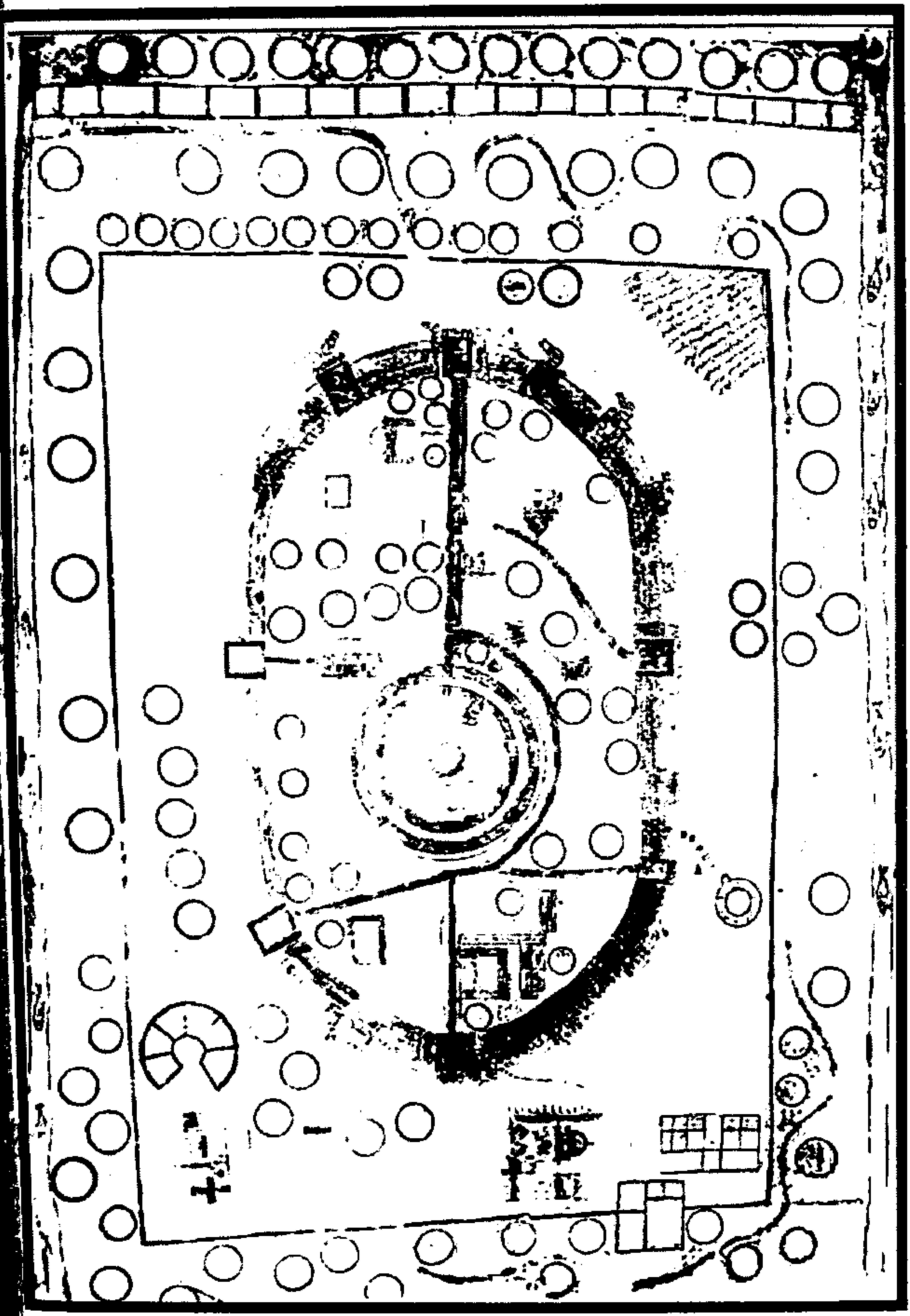

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حصہ دوم)

مشتمل بر حالات عمارات مشہور و اولیائے مغفور

بیجاپور

لَمَا مَلَكٌ يُنَادِى كُلَّ يَومٍ لِدُو اللَّموتِ وَابْنُو اللَّخرابِ

(دنیا میں ایک فرشتہ (ہمیشہ) منادی کرتا رہتا ہے کہ جو مرنے کے لیے یعنی پیدا ہوتا ہے وہ ایک نہ ایک دن ضرور مرے گا یایوں سمجھو کہ جس نے ماں کا پیٹ دیکھا ہے وہ قبر کا گڑھا بھی لامحالہ دیکھے گا اور اسی طرح عمارتیں کیسی بھی بناؤ مگر وہ بھی ایک نہ ایک دن خراب اور اجاڑ ہوں گی پر ہوں گی اور یہی معنی کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کے ہیں۔

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ آثار پدید است صنادید عجم را

شہر بیجاپور کے عام حالات

بلدۂ بیجاپور جو کسی زمانہ میں ملک دکن کا دارالسلطنت تھا بمبئی سے ناک کی سیدھ جنوب و مشرق میں بہ فاصلہ ۲۴۰ میل واقع ہے۔ گریٹ انڈین پنسولا ریلوے کے ہڈگی جنکشن سے (جو شولاپور سے صرف ۰۰ اسٹیشن آگے ہے اور بمبئی سے ۲۹۲ میل کے فاصلے پر واقع ہے) سدرن مرہٹہ ریلوے کی چھوٹی لین بدلنی پڑتی ہے اور یہاں سے بیجاپور ۵۹ میل ہے۔ اس طرح ریل کے راستے سے ۳۵۱ میل کا فاصلہ ہے۔ ہڈگی سے بیجاپور تک صاف چٹیل پہاڑی میدان ہے۔ زراعت بالکل ہی کم ہے بجز چند ندی نالوں کے جہاں البتہ کچھ سبزی نظر آتی ہے۔ چالیس میل کے بعد ریل دو چھوٹے پہاڑوں کے سلسلہ میں سے گزرتی ہے وہاں سے نکلتے ہی بیجاپور دکھلائی دینے لگتا ہے۔ بائیں ہاتھ کی طرف دور فاصلہ پر ایک چھوٹی سی

Marfat.com

کالی کالی چوکور چیز دور افق میں الگ تھلگ کھڑی ہوئی بہ سمت جنوب نظر آتی ہے یہ وہ عظیم الشان گول گنبد ہے جو سلطان محمد نے بنایا تھا اور جو ملک دکن میں سب سے بڑی اور مشہور عمارت ہے۔ یہ گنبد کے دونوں جانب سے میلوں سے دکھلائی دیتا ہے بلکہ باگل کوٹ (یہ مقام بیجاپور سے ہڈگی گڈگ سکشن سدرن مرہٹہ ریلوے پر واقع ہے ضلع بیجاپور کے سب ڈویژن کا مستقر گھاٹ پر بھاندی پر واقع ہے۔ باگل کوٹ میں کثرت سے روئی کا بیوپار ہوتا ہے اور کئی پیچ روئی صاف کرنے اور گٹھے باندھنے کے پریس ہیں۔ علاوہ دیگر محکمہ جات کے سب جج کی کچہری بھی یہاں ہے) سے بھی جو بیجاپور سے ۵۶ میل جنوب میں واقع ہے نظر آتا ہے، یہ کچھ عجب نہیں۔ بیدر کے مدرسہ کی مینار شکستہ ۲۴ میل کے فاصلہ سے نظر آتی ہے۔ اور اسی طرح تلجاپور سے شولاپور دکھلائی دیتا ہے جو ۲۴ میل ہے اور قلعہ میدک پر سے بھی قلعہ بیدر صبح سویرے مطلع صاف ہو تو دھندلا دھندلا دکھلائی دیتا ہے جو پچیس کوس کا فاصلہ ہے اور یہ میرا مشاہدہ ہے۔ ریل جب نشیب یا گھاٹیوں میں اتر جاتی ہے تو گنبد نگاہ سے غائب ہو جاتا ہے اور جب بلندی پر آتی ہے تو پھر نظر آنے لگتا ہے پہلے داہنے ہاتھ کی طرف دکھلائی دیتا ہے اور ریل کے پھیر کی وجہ سے آگے چل کر بائیں ہاتھ کی طرف آجاتا ہے۔ اور جوں جوں قریب آتے جاتے ہیں اتنا ہی زیادہ صاف اور بڑا نظر آنے لگتا ہے۔ رفتہ رفتہ اور دوسری بڑی عمارتیں جامع مسجد، سات منزلی جوڑ گنبد، حیدر برج وغیرہ بھی دکھلائی دینے لگتی ہیں اور شہر کے مغرب میں بیرون شہر ایک بلند مقام پر امین درگاہ کا سفید گنبد چمکنے لگتا ہے جس کے آس پاس موضع درگاہ پور کے مکانات بھی نظر آتے ہیں۔ گول گنبد کے نہایت مرتفع قبہ کے مشرق میں چھوٹی چھوٹی اجڑی ہوئی عمارتیں بیرون فصیل متفرق طور پر جا بجا واقع ہیں جن میں سب سے زیادہ نمایاں جہاں بیگم اور عین الملک کے مقابر ہیں جن کے گنبد انڈے کی طرح گول اور سڈول کیسے بھلے معلوم دیتے ہیں۔ جب شہر کے پاس پہنچ جاتے ہیں تو ساری بستی ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ شہر بیجاپور بسانے کے لیے ایسا مقام جو چو طرف سے کھلا ہوا ہے اور غنیم کا دخل بہ آسانی ہو سکتا ہے، کیوں منتخب کیا گیا؟ اور اس میں کیا مصالح مضمر تھے ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ اس سرزمین پر کوئی قدرتی آڑ نہیں ہے نہ کوئی ایسا دلچسپ موقع ہے جہاں اتنا بڑا شہر بسایا جاسکے۔ ہمارے خیال میں اس کی صرف ایک ہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ یوسف عادل خاں جب اس شہر میں بطور گورنر کے پہلے پہل آیا جب بھی یہ ایک بڑا فوجی مقام روز بروز برسر ترقی تھا غالباً ان ہی وقتوں سے ایک مرتبہ نورس پور میں جو بیجاپور کے مغرب میں چند میل کے فاصلے پر ہے دار السلطنت منتقل کرنے کا

Marfat.com

ادہ ہو گیا تھا اور ابراہیم عادل شاہ ثانی نے اس غرض سے اس مقام پر عمارات، محلات اور قلعہ بندی بھی شروع کر دی تھی لیکن اس زمانہ میں نجومیوں کا بڑا دور دورہ تھا ان کی بات پتھر کی لکیر ہو جاتی تھی ان لوگوں نے بہت کچھ ڈراوے دیے۔ ناچار اس طرف کا خیال چھوڑنا پڑا۔ بیجاپور کا تمام مشرقی میدان فصیل قلعہ تک اس طرح بلند ہے کہ سارا شہر ہتھیلی میں معلوم دیتا ہے اگر چند توپ خانے ان پہاڑیوں پر لگا دیے جائیں تو تھوڑی ہی دیر میں شہر کو مسمار کر سکتے ہیں اس لیے کہ توپ خانے والوں کو تو پہاڑیوں کے دامن کی آڑ پکرنا یا مورچہ بندی کر لینا اور اس طرح زد سے بچ جانا بالکل آسان ہے۔ بخلاف اس کے ان مقامات سے نہ صرف شہر کے سارے مکانات دکھلائی دیتے ہیں بلکہ طرفہ یہ کہ فصیل کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی دکھلائی دیتا ہے۔ بلحاظ ان حالات کے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جس زمانہ میں بعہد سلاطین بیدر بیجاپور صوبہ کا مستقر قرار دیا گیا تھا ان دنوں توپیں میدان جنگ میں لانے کا رواج نہ تھا اور نئی نئی اختراع ہونے سے زیادہ کار آمد بھی نہ تھیں ان وجوہ سے شہر بیجاپور کو زیادہ خدشہ نہ تھا لیکن جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا توپوں کی ساخت میں اصلاح ہونے لگی چنانچہ جب اورنگ زیب توپ خانے لے کر چڑھا تو بیجاپور کو فتح کر لینے میں کچھ زیادہ دقت پیش نہیں آئی۔ بیجاپور کا راستہ بھی لٹیرے مرہٹوں کی بدولت نہایت غیر مامون تھا اور اس زمانہ میں شہر بالکل اجڑا ہوا تھا۔ فصیل کے اندر بستی میں تو کوئی رہتا ہی نہ تھا۔ بیجاپور کے اطراف کی زمین ایسی پتھریلی اور ریتیلی ہے کہ اس میں ہمیشہ پیداوار کی قلت رہتی ہے خصوصاً شہر کے اطراف کے چٹیل بنجر میدانوں کو دیکھ کر ہم کو سخت حیرت ہوتی ہے کہ بیجاپور جیسا عظیم الشان شہر جس میں لاکھوں آدمی رہتے تھے ان کی کس طرح سے بسر ہوتی ہوگی اور کیوں کر اشیائے مایحتاج فراہم ہوتی ہوں گی۔ لیکن اس اشکال کے حل کے لیے کچھ زیادہ غور و خوض کی ضرورت نہیں ہے۔ بیجاپور سے چند میل کے فاصلہ پر جانب جنوب ڈھون (ڈھون ندی کرشنا کی معاون ہے جو جلدرگ مقام پر کرشنا میں مل جاتی ہے۔ جلدرگ تعلقہ لنگسکور ضلع رائچور میں ایک قدیم قلعہ ہے جو کرشنا کے دونوں پھاٹوں کے درمیان مرتفع میدان پر بنایا گیا ہے منظر اس کا قابل دید ہے اندر کے مکانات سب کے سب ٹوٹ ٹاٹ گئے ہیں۔ مگر برج اور فصیل اب بھی موجود ہے) کی ندی موجود ہے جس کی وادی ایسی سرسبز اور شاداب ہے کہ یہ مثل زبان زد خاص و عام ہو گئی ہے کہ اگر ڈھون کی فصل کا مقام اچھا ہو تو کھائے کھایا نہ جائے گا (یعنی زندگی کا دارومدار ڈھون کی آبیاری پر موقوف ہے اگر فصل اچھی ہوئی تو مالا مال ہیں ورنہ کال ہی کال ہے۔ دریائے ڈھون بیجاپور کے لیے سرمایہ آب حیات تھا اس

Marfat.com

لیے علاوہ دریائے کرشنا اور بھیما دونوں ملک کو سیراب کرتے تھے اور منوں غلہ بہ آسانی میسر آتا
کرنل میڈوز ٹیلر کس خوبی سے بیجاپور کی ویرانی کا حال بیان کرتے ہیں کہ مسافر جوں ہی شہر کے ا
داخل ہوتا ہے تو وہاں کی ویرانی اور تباہی دیکھ کر محو حیرت ہو جاتا ہے گو کہ یہ نظارہ نہایت الم ناک
لیکن خوب صورت اور دل کش عمارتوں کا خوشنما مجموعہ پرانے پرانے گھنے اور سایہ دار املی اور پیپل کے
درخت سفید براق کھنڈر اور دور سے ان بڑی بڑی عمارتوں کا دل خوش کن نظارہ، یہ ایک ایسا بے نظیر ا
قابل دید منظر ہے کہ جس نے دیکھا ہو وہی جان سکتا ہے اور ایک دفعہ دیکھنے کے بعد آنکھیں مدتوں ا
کو ڈھونڈتی رہتی ہیں اور کبھی ایسے حالات کو دل سے فراموش نہیں کر سکتے۔ سارے ملک دکن میں خواہ
بیدر ہو یا گلبرگہ یا قلعہ گولکنڈہ کہیں بھی ایسا لطف، ایسی شان و شوکت، عمارات، ایسے شوقین اور پر سلیقہ
دماغوں کا مادی ثبوت جس میں دل کھول کر بے شمار خزانہ بچھا دیا گیا ہو اس وقت بھی جو اس اجڑے ہو
بیجاپور میں دکھلائی دیتا ہے، دوسری جگہ اس کی کوئی نظیر ملنی ناممکن ہے۔ سیاح کئی کئی دن ان ویرانوں میں
پھرتے ہیں اور جوں جوں دیکھتے جاتے ہیں محو حیرت ہوتے جاتے ہیں اور کسی طرح دل نہیں بھرتا، ک
ہماری نگاہ سے یہ سین او جھل ہو۔ انسان کے دل میں محض اس بات سے عظمت اور پسندیدگی کا خیال
پیدا نہیں ہوتا کہ بیجاپور میں بڑی عالی شان قابل دید عمارتیں ہیں۔ نہیں نہیں اس ویرانے میں بھی
ناقابل بیان لطف ہے جو ہزار آبادی پر صدقے کرنے کے قابل ہے۔ ان کھنڈروں اور ویرانوں میں
شمار دلچسپ مناظر ایسے ہیں شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ (نہ آنکھ نے دیکھ
اور نہ کانوں نے سنا) محلات عالی شان، محرابیں اور کمانیں، مقابر و گنبد، حوض ہائے آب رسانی دروا
ہائے بلند و پر شوکت، مینارے اور برجیاں سب کالے پتھر کے بنے ہوئے ہیں جن میں طرح طرح
کاری گری اور ایسی عمدگی سے نقش و نگار تراش کر بنائے ہیں کہ پتھر کو موم کر دیا ہے۔ جس کی مثل آ
اس ترقی کے زمانہ میں بھی بنانا ناممکن ہے۔ ان بے نظیر عمارتوں کے گلے میں آج جنگلی بیلوں کے
پڑے ہیں ان کے سڈول گھڑے گھڑائے چکنے چمکدار اور شفاف پتھروں میں جا بجا پیپل اور بڑ کے درخت
پھوٹ نکلے ہیں جنہوں نے اور بھی ان کو کھنڈرا دیا اور بیخ و بنیاد سے ہلا دیا ہے۔ لیکن جس چیز کو دیکھو
جگہ لاجواب ہے۔ بے اختیار دل چاہتا ہے کہ ان صناعوں کے ہاتھ چوم لیں۔ یہ تمام اجڑا ہوا دیار ا
حالت میں بھی ہر ایک صناع کے لیے بیش قیمت اور لازوال خزانہ ہے۔ قلعہ کے اندر کے حالات نہای
افسوسناک اور ناقابل بیان ہیں۔ جدھر دیکھو سوائے بربادی اور تباہی اور مکانوں کے کھنڈر یا گر

Marfat.com

گرائے بڑے بڑے ڈھیروں کے کچھ باقی نہیں ہے۔ ان ٹیلوں ہی میں جا بجا کچھ کچھ عمارات بچ رہی ہیں جواب بھی دیکھنے کے قابل ہیں۔ جتنے مکان لداؤ کے تھے وہ تو دست برد زمانہ سے اب بھی محفوظ ہیں لیکن جن میں چوبینہ کی چھتیں تھیں وہ زمانہ ہوا کہ ٹوٹ پھوٹ گئے اور لاعلاج طور پر تباہ ہو گئے۔ ان کی اینٹ سے اینٹ بج گئی ہے۔ قلعہ کے اندر سیاحوں کے لیے جن کو تاریخ کا شوق ہے اب بھی بہت سی تاریخی دلچسپ مقامات موجود ہیں وہ جگہ اب تک موجود ہے جہاں جاں نثار دل شاد آغا اور یوسف عادل شاہ کی ملکہ پونجی خاتون نے بذات خود زرہ بکتر لگا کر اپنے سپاہیوں کے ساتھ دغا باز کمال خاں کا مقابلہ کیا اور کم سن بادشاہ اسمٰعیل کی جان بچائی۔ وہ جگہ بھی موجود ہے جہاں کمال خاں کا بیٹا دیوار کے نیچے کھڑا ہوا تھا اور کم سن بادشاہ نے دیوار پر چڑھ کر خود اس پر ایک پتھر تاک کر لڑھکا دیا جس سے اس کا کچلا ہو گیا۔ وہ کھڑکی موجود ہے جہاں کمال خاں کے مردے کو لوگوں کو زندہ باور کرانے اور محل شاہی پر وحشیانہ حملہ کرنے کی ہمت دلانے کے لیے ٹیکا لگا کر بٹھا دیا تھا۔ فصیل میں وہ جگہ بھی ہے جہاں سے دل شاد آغا نے رسے پھینک کر وفادار اور جاں باز مغلوں کو اندر اتار لیا تھا اور جنہوں نے اپنی نمک حلالی اور وفاداری سے ملکہ اور کم سن بادشاہ کی جان عزیز بچائی۔ یہ مقامات ہر گائیڈ آپ کو بتلا سکتا ہے اور بلحاظ موقع و محل دل خود بخود ان مقامات اور واقعات کی صحت اور تصدیق کرتا ہے۔ وہ کمرہ بھی موجود ہے جہاں سے کشور خاں شریف اور نیک دل ملکہ چاند بی بی کو گھسیٹتا ہوا لے گیا اور قید کر کے ستارا بھجوا دیا۔ ان غمزدہ مناظر کے سوا وہ دلچسپ مقام بھی قابل دید ہے جہاں زندہ دل بادشاہ محمود اپنی پری زاد معشوقہ رنبھا کے ساتھ عیش و عشرت کی گھڑیاں گزارتا تھا۔ گو کہ راجہ ستارا نے اس مقام کو بہت کچھ خراب کیا اور جا بجا تمام گل کاری اور نقاشیوں اور طلائی اور لاجوردی کام کو کھرچوا ڈالا لیکن پھر بھی یہ کمرہ بلحاظ نفاست نقش و نگار اور بے نظیر رنگ آمیزی اور گل کاری اور تصاویر اور سنہری کام کے رشک ارم ہے اور اب بھی غور سے دیکھا جائے تو جا بجا رنگیلے بادشاہ اور اس کی پیاری رانی کی تصویریں مدھم اور مٹی مٹائی دکھلائی دیتی ہیں۔ یہ اور اس قسم کے سینکڑوں حیرت خیز فسانے اور اصلی واقعات جو ان عمارات شاہی میں گزرے ہیں وہ آج بھی لوگوں کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں اور جس کسی کے دل میں درد اور شوق ہو تو اب بھی ان نامور لوگوں کی نسل مفقود نہیں ہے بچے کچھے بڈھے ٹھڈے اپنے بزرگوں کی پردرد رام کہانی دہرانے اور ہمارے زخمی دل پر نمک پاشی کرنے کو موجود ہیں۔

جن کی عمارتیں یہ فلک سر کشیدہ تھیں　　　نسلوں میں ان کے رہنے کا اب جھونپڑا نہیں

Marfat.com

جن کے گھروں میں مخمل رومی کے فرش تھے　　اب ان کے پاس بیٹھنے کو بوریا نہیں
تنور گرم رہتے تھے جن کے شبانہ روز　　نوبت یہ ہے کہ چولہے پہ ان کے توا نہیں
دادا کو دیکھا عالم و فاضل تھے مستند　　پوتے سے پوچھتے ہیں تو حرف آشنا نہیں
باوا فقیر تھے کہ انہیں پوجتے تھے لوگ　　بیٹا فقیر ہے کہ کوئی پوچھتا نہیں

ہم عموماً دیکھتے ہیں کہ پچھلے زمانہ کی عظمت و جبروت اور عظیم الشان اور خوشنما یادگاروں کی داستانیں سننے کے لیے سب کے کان لگے رہتے ہیں اور ہر شخص ہمہ تن متوجہ ہو کر گوش دل سے سنتا ہے لیکن سخت تعجب ہے کہ اس آفت رسیدہ اجڑے ہوئے شہر کی دردناک حالت کی کسی کے دل پر چوٹ نہیں اور جس قدر دلچسپ مناظر اور قابل دید یادگاریں یہاں کی چپے چپے زمین سے متعلق ہیں اسی قدر ان کی طرف سے بے اعتنائی اور سرد مہری دیکھی جا رہی ہے۔

پھوٹے وہ آنکھ جس سے کہ آنسو بہانہ ہو　　صد چاک ہو وہ دل جو الم آشنا نہ ہو

پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ان خوب صورت مگر اجڑے ہوئے سر بہ فلک مقابر اور کھنڈروں پر جب سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو محلات، مساجد، زنانی محل سرائیں، میدان کارزار کے برج اور مورچے، فصیلیں اور خندقیں سب آن واحد میں دھوپ کی تیز شعاعوں سے ایسی جگمگا اٹھتی ہیں کہ جس کا بیان زبان قلم سے ناممکن ہے اور دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ کوئی زبردست معرکہ نگار شاعر اپنی پرزور طبیعت سے ان مٹنے والی داستانوں اور معرکۃ الآرا حالات کا خاکہ کھینچ کر ان کو حیات جاوید بخشے جو آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یاد کو تازہ کر سکے۔ ماورا اس کے اس زمانے کے لوگوں کے لیے ان عمارات کا نظارہ زمانہ گزشتہ کے لوگوں کی اعلیٰ درجہ کی ہنرمندی و صناعی کی قدردانی کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے کہ اگلے زمانہ میں بھی کیسے کیسے باکمال ہنرمند سلیقہ شعار اور سلیم المذاق لوگ ہو گزرے ہیں ان یادگاروں کے دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اس زمانہ کے لوگ ہنر اور تہذیب میں کسی طرح کم تھے بلکہ ان کے کام صفحۂ دنیا پر ایسی مستحکم یادگاریں اور کھلے ہوئے ثبوت ہیں کہ جن کی نقل اتارنا بھی آج ایسے ترقی کے زمانے میں محالات سے ہے۔ اس زمانہ کے لوگ ضرور ہم سے اپنی خداداد قابلیت اعلیٰ درجہ کی ترقی اور تہذیب منوا کر چھوڑیں گے جو اب یوروپین اقوام کے لیے بھی باعث سرمایہ ناز ہے۔ کرنل میڈوز ٹیلر کی اس تحریر کے بعد بیجاپور کی حالت میں تغیر عظیم واقع ہو گیا ہے اب افسوس

Marfat.com

ہے کہ وہ حالت بھی باقی نہیں۔ روز بروز حالت بدلتی جارہی ہے اور اسی طرح بدلتی جائے گی اور جو لوگ
دس پندرہ برس کے بعد پھر اس شہر کو دیکھیں گے تو ہم کو اندیشہ ہے کہ وہ پہچان بھی نہ سکیں گے کہ کیا تھا
اور کیا ہو گیا۔ زمانہ حال کے ہاتھوں سے اس شہر کے حالات میں جو تبدیلیاں روز بروز ہو رہی ہیں اس کی
منطق کا فیصلہ ہم ناظرین کی عقل سلیم پر چھوڑتے ہیں جو لوگ رفاہ عام کے قائل ہیں وہ تو ان سب
تبدیلیوں کو ترقی سے تعبیر کر کے نظر استحسان سے دیکھتے ہیں لیکن دوسرے لوگ انسان کی اس دست
درازی کو جو محض خود غرضی اور نفع ذاتی پر مبنی ہے پسند نہ کریں گے۔ نئی روشنی کے لوگ اس میں شک
نہیں کہ اس طرز عمل کو از بس پسند کریں گے کہ بیکار چیزوں کو زمانۂ حال کے بکار آمد بنایا جاتا ہے اور اس
کے خلاف رائے قائم کرنے والوں کو محض دیوانہ سمجھیں گے لیکن دوسرا فریق دست تاسف ملتا ہے اور
افسوس کرتا ہے کہ تہذب و ترقی زمانۂ حال کی آڑ میں تمامی قدیم اور تاریخی نشانیوں اور یادگاروں کو
ناقابل تلافی طور پر ہماری نگاہوں سے دور کر دیا اور ہمارے دیکھتے دیکھتے ان کو کیسا نیست و نابود کیا۔ پرانے
سفید چمکتے ہوئے واجب التعظیم گرے ہوئے مکانات اپنی اس خستہ حالی میں کیسے خوش نما لباس سے
آراستہ تھے اب دیکھو تو ان کے یہ قدرتی لباس نوچے کھسوٹے جارہے ہیں اور ان کا حسن جو اس سبزہ
زار میں پوشیدہ تھا نہایت بدشکل ہیئت میں عریاں کیا جارہا ہے یا یہ کہ سرے سے قیدیوں کے ہاتھ سے ان
کو اس طرح صاف کیا جارہا ہے کہ نشان بھی باقی نہ رہے۔

لگا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی　　رُکے نہ ہاتھ ابھی ہے رگ گلو باقی

لیکن خدا کی شان، اس کو بیجاپور کی حالت زار پر رحم آگیا۔ شاہی بے زبان عمارتوں نے زبان حال سے
اس بے دردانہ سلوک سے جو شور و فغاں کیا وہ مقروں اجابت بارگاہ الٰہی ہو اور کوری کے دن پھر پھرے۔
لارڈ کرزن کو خدا خوش رکھے۔ ان لڑکھڑائی ہوئی عمارتوں کی داد و فریاد اس بیدار مغز وائسرائے کے
کانوں تک پہنچی کہ کہیں تو مسجد کچہری بنی ہوئی ہے، کہیں مسافر بنگلہ، کہیں محل شاہی جہاں جلوس شاہی
ہوتے تھے اور آئے دن دربار عام عدل و انصاف ہوتا تھا اور مجالس جشن و طرب سے گونجتا تھا وہاں
قیدیوں کی بیڑیوں کی جھنکار ہے۔ جہاں بادشاہان گیتی ستاں اور معشوقان گل رخاں خرام ناز کرتی تھیں
وہاں جرائم پیشہ ڈاکو، چور، قزاق اور خونی رہتے ہیں۔ گورنمنٹ نے آثار قدیمہ کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا
لاکھوں روپے سالانہ پچھلے زمانے کی یادگاریں سنبھالنے میں لگانا منظور فرمایا۔ جو چیز جس غرض سے بنائی
گئی تھی اس کے لیے مخصوص کر دی گئی اب مسجدوں میں کچہریاں نظر آتی ہیں نہ مسافر بنگلے نہ، جوتیاں

Marfat.com

پہن کر ان کی بے حرمتی کی جاتی ہے نہ ان میں شراب اڑتی ہے۔ نہ ریلوے کے آفس ہیں۔ اللہ اللہ حالت دیکھ کر بانیان، ان عمارات ہائے رشک ارم کے دلوں پر کیسا سانپ لوٹتا ہوگا اور ان کی روح پر فتوح پر کیسا صدمۂ عظیم ہوتا ہوگا، مگر خدا کا شکر ہے کہ ان کی مشت خاک سے بھی برٹش گورنمنٹ کے حق میں صدائے اَحسَنتْ و آفریں بلند ہو رہی ہے۔ ہندو اپنی جگہ اور مسلمان اپنی جگہ خوش ہیں۔ گورنمنٹ خود اس میں دلچسپی لے رہی ہے اور جتنی عمارات قدیم سلاطین زمن جو قابل فخر و یادگار ہیں ان کی حفاظت اور داغ دوزی کی جا رہی ہے اور اس طرح گرتی ہوئی عمارتوں کو تھام لیا اور اگرچہ جو کچھ زمانہ کے ہاتھ سے نقصان پہنچ چکا پہنچ چکا اب اس کی تلافی کیا ہو سکتی ہے لیکن ہم سب اب دیکھ رہے ہیں کہ زمانہ کی دست برد اور انسان کے بے رحم ہاتھوں سے جو کچھ اب بچ کچھ رہا ہے وہ برٹش گورنمنٹ کی مادرانہ آغوش میں پرورش پا رہا ہے۔ قلعہ کی حالت جو تیس سال پیشتر تھی آج دیکھو تو بالکل بدلی ہوئی ہے البتہ شہر میں بعض بعض مقامات اپنی قدیم حالت پر قائم ہیں۔ بڑا حصہ شہر کا ویران ہے سوائے گری ہوئی دیواروں، خالی میناروں اور کھنڈروں کے کچھ نظر نہیں آتا حالانکہ ایک ایک چپہ زمین کا آباد اور پر رونق اور عمدہ عمارات سے پٹا ہوا تھا۔ کھنڈروں اور گری ہوئی دیواروں کے ڈھیروں میں اب بھی اس زمانے کی گلیوں اور راستوں کا پتہ چلتا ہے۔ جہاں دیکھو ناگ پھنی اس کثرت سے پھیلی ہوئی ہے اور روز بروز بڑھتی جاتی ہے کہ گویا ساری بستی پر اسی کا قبض و تصرف ہے، جس گرے ہوئے مکان کو دیکھو یا جس پرانے راستہ پر جاؤ وہاں موجود۔ بعض بعض جائے اس قدر گھنی ہے کہ مکانوں کو نہ صرف گھیر لیا ہے بلکہ ڈھانک بھی لیا ہے۔ مقامی عہدہ داروں کے لیے یہ ایک سخت مصیبت کا سامنا تھا۔ بہت کچھ کٹوائی اور میدان صاف کیا مگر جہاں پھینکا یا کھود کر دبا دیا وہیں تھوڑے دنوں میں پھر نکل آئی۔ جب تک اسے خوب خشک کر کے اور گیاس کا تیل ڈال کر جلایا نہ جائے کبھی اس کی جڑ نہیں جاتی۔ شہر کی فصیل کے اندر اس زمانے میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی یا اب بجائے اس کے ہل چل رہا ہے اور کھیتی لہلہا رہی ہے۔ جدید آبادی شہر کے مغربی جانب جامع مسجد کے زیریں حصے میں بس گئی ہے اور قدیم شہر میں اکا دکا جھونپڑیوں کے سوائے اب کچھ باقی نہیں۔

برج اور فصیلیں

سارے شہر کے گرد ایک بہت بڑی فصیل ہے جس میں چھیانوے برج ہیں جن کے ساتھ برجوں کی

Marfat.com

گردش اور پردہ کی دیواریں بھی ہیں اور پانچ بڑے عظیم الشان دروازے ہیں جن کے دونوں طرف اسی شان و شوکت اور عظمت کے برج بنے ہوئے ہیں۔ فصیل پختہ چونے اور گارے اور بڑے بڑے پتھروں کی بنی ہوئی ہے۔ دونوں جانب اندر اور باہر پتھر کی چنائی ہے اور درمیانی بڑے وسیع عرض میں مٹی بھر کر ٹھوس کردی گئی ہے جس کے اوپر کشادہ راستے ایک برج سے دوسرے برج اور دروازوں تک موجود ہیں۔ ماسوا اس کے فصیل کے پیچھے بہت بھاری پشتہ اس سرے سے اس سرے تک بنایا گیا ہے۔ برج بالکل یکساں فاصلوں پر بنائے گئے ہیں جو نصف دائرہ کی شکل میں ہیں بعض بعض جگہ کثیر الزاویا ہیں مگر کہیں مربع شکل کے نہیں ہیں۔ ان سب پر توپیں چڑھی ہوئی تھیں جن کے چبوترے اب تک موجود ہیں۔ یہ تمام برج نہایت عالی شان اور مستحکم اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ توپوں کے برجوں کے بیچوں بیچ ایک مدوّر سوراخ بنا ہوا ہے جن پر توپوں کی گاڑیاں چکر کھاتی تھیں اور اس سے کچھ فاصلہ پر توپ کے طول کے اندازے سے ایک دوسرے کے بالمقابل دو حلقہ دار نالیاں بنی ہوئی ہیں جس میں توپ کے پھرانے کے وقت اس کے پہیے گردش کرتے تھے۔ اسی کے پاس توپ کے عقب میں ایک نصف دائرہ کی دیوار توپ کے دھکے کو روکنے کے لیے بنائی گئی ہے۔ جب توپ کو داغتے ہوں گے تو غالباً توپ کے کان اور اس دیوار کے درمیان بطور مضبوط پچر کے کچھ لگاتے ہوں گے جس سے توپ کے دھکا مارنے میں کمی ہوتی ہوگی اور دیوار اور چول دونوں اس کے صدمے سے محفوظ رہتی ہوں گی۔ ان برجوں پر گولہ اندازوں کے واسطے شروع شروع کوئی جائے پناہ کی نہیں بنائی گئی تھی لیکن آگے چل کر بعض بعض برجوں پر توپ سے ذرا ہٹ کر ایک پست جگہ گھیر اگھیر دیا گیا ہے جس میں جا بجا توپ داغنے کے جھروکے رکھ دیئے گئے ہیں جن میں سے اچھی طرح توپ داغی جا سکتی تھی۔ جہاں کہیں ایسی جگہ بنائی گئی ہے وہ بہت ہلکی اور کمزور بنائی گئی ہے جو معمولی بندوق کی گولی کی زد سے تو بچا سکتی ہے لیکن توپ کے گولے کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اگر کہیں توپ کا گولہ لگ جاتا تو فوراً ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی۔ فرنگی برج کی ساخت دوسرے برجوں سے جداگانہ ہے اس پر کئی توپوں کے رکھنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ ہر جھروکے کے سامنے ایک توپ رہتی تھی۔ توپوں کے لیے پختہ چبوترے علاحدہ علاحدہ بنے ہوئے ہیں اور اس ترکیب سے بنائے ہیں کہ جس رخ پر گولہ باری کی ضرورت ہو ادھر ہی توپوں کا رخ پلٹ سکتے ہیں۔ فصیل کے گرداگرد ایک بہت عمیق اور چوڑی خندق بنائی گئی ہے جس کے باہر چور راستے اب بھی موجود ہیں۔

Marfat.com

شہر کے دروازے

یوں تو بہت سے دروازے اور کھڑکیاں ہیں مگر بڑے بڑے دروازے پانچ ہیں جانب مغرب مکہ دروازہ شمال و مغرب کے گوشہ پر شاہ پور دروازہ، شمال میں بہمنی دروازہ، مشرق میں اللہ پور دروازہ اور جنوب و مشرق میں فتح دروازہ، ان سب دروازوں کی پوری حفاظت مورچوں اور زد روکنے کی دیواروں اور ڈیوڑھیوں سے لی گئی ہے۔ فتح دروازہ کا اصلی نام ہنگولی دروازہ تھا جو اسی کے نام کے قصبہ سے موسوم کیا گیا تھا۔ اس دروازے سے ایک سڑک گزرتی تھی جو بارہ میل تک جاتی تھی لیکن جب اورنگ زیب نے بیجاپور فتح کیا تو وہ اسی دروازے سے شہر میں داخل ہوا اور اس کا نام فتح دروازہ رکھ دیا۔

مکہ دروازے کو بعد پھر اندرداز کی طرف سے مستحکم اور محصور کیا گیا ہے اور وہ بجائے خود ایک چھوٹی سی گڑھی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو ہر طرح اندر اور باہر سے دشمنوں کے حملے سے محفوظ ہے۔ اس کے بعد پیشواؤں کے عہد میں ان کی فوج اور محکمہ جات مالی کی حفاظت کے لیے اس دروازے کی عمارات کی توسیع کی گئی۔ انگریزی عمل داری کے اوائل عہد میں کچہریاں اسی دروازے میں تھیں جو بعدہ قلعہ کی چند عمارات میں مناسب ردوبدل کر کے منتقل کی گئیں۔ اسی میں مدتوں مدرسہ رہا۔ یہ عالی شان عمارات اس قابل نہ تھی کہ بے کار چھوڑ دی جائے بلکہ اس کو اب بھی کسی مفید مصرف میں بہ آسانی لایا جاسکتا ہے۔ اس شہر کا سب سے بڑا دروازہ یہی ہے اور یہیں سے مشرق سے مغرب کو ایک بڑی سڑک جاتی ہے۔ یہ سڑک اب دروازے سے نکلتے ہی فصیل کی طرف پلٹا دی گئی ہے اور چار سو گز تک فصیل کے برابر بہ جانب شمال چلی گئی ہے۔ آخر پر جاکر زہرہ پور دروازے میں مل گئی ہے۔

علاوہ ان پانچ دروازوں کے اور چھوٹے دروازے بھی ہیں جس میں سے زہرا پور دروازہ اور مکہ دروازے اور شاہ پور دروازے کے درمیان واقع ہے۔ شاہ پور دروازہ جو اب بند ہے ریلوے اسٹیشن کے پاس مشرق میں ہے۔ اسی طرح بہت سی کھڑکیاں ہیں جن میں سے خندق میں گزر کر باہر جانے کا راستہ ہے۔ شہر پناہ کا کامل دور سوا چھ میل کا ہے اور اس کا اندرونی رقبہ تیرہ سو ایکڑ ڈھائی سو مربع میل ہے۔

قلعہ ارک کی فصیل کا دور ایک میل سے کچھ زیادہ ہے اور اس کی بناوٹ اسی قسم کی ہے جیسی کہ شہر پناہ کی اب تک نصف فصیل قلعہ کی گرا کر زمین کے برابر کر دی گئی ہے لیکن نشانات موجودہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی تین دروازے تھے۔ دو تو اب تک موجود ہیں، ایک سمت جنوب میں اور دوسرا جانب

Marfat.com

مغرب سات منزلی کے پاس، تیسرا البتہ باقی نہیں ہے جو شمال کے رخ پر تھا۔ ان کے سوا ایک چھوٹا سا دروازہ مشرق میں محاذی آثار محل کے ہے۔ آثار محل اور قلعہ دونوں کو ایک پل کے ذریعے سے ملایا گیا ہے۔ یہ پل اس زمانہ میں کام آتا تھا جب کہ آثار محل دیوان عام تھا۔

دروازوں اور برجوں کے کتبے

شہر بیجاپور کے مختلف دروازوں پر جو کتبے اس وقت موجود ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

کتبہ دریچہ سار واڑ دڑی ۹۷۶ھ

ایں عرابہ بدور شاہ علی عادل شاہ بست سنہ ستت و سبعین و تسعمائة (۹۷۶ھ)

کتبہ بر پیشانی شاہ پور دروازہ ۹۷۸ھ

فِی أَیَّامِ سَلْطَنَةُ سُلْطَانِ الْعَادِلِ ظِلُّ اللّٰهِ أبُو الْمُظَفَّرْ شاه عَلِی عادلشاه خلّد اللّٰهُ مُلْکُهٗ وَسُلْطَانُهٗ۔ امر سعی خان اعظم از جان جاری میر احمد ۹۷۸ھ

کتبہ بازوئے دیوار روشن دروازہ ۹۹۳ھ

ایں پنج دکان را وقف کردہ بولاد خاں در مصالح مسجد خود ہر کہ تغیر کند ملعون باد ۹۹۳ھ

کتبہ علی پور دروازہ ۱۰۷۲ھ و ۱۰۸۸ھ

(۱) در زمان بادشاہ سلیماں جاہ علی عادلشاہ غازی از سعی مقرب درگاہ منجلہ شاہ کار تھٹ باہتمام رسید سنہ شہور اثنی سبعین والف (۱۰۷۲ھ) (۲) بدور سکندر بتوفیق اللہ ۱۰۸۸ھ

کتبات بر فتح دروازہ ۹۹۴ھ و ۱۰۷۳ھ

(۱) اَلْوَاثِقُ بِعِنَایَتِ الْمَالِکِ الْمُلْکِ ایں بست شریف بغر شخان الملک الملک ۹۹۴ھ

کتبہ بروج

کتبہ بر بالائے برج چہارم قلعہ ارک ۹۲۸ھ

یہ برج قلعہ میں بطرف شمال واقع ہے۔

Marfat.com

سبب تحریر تاریخ ایں بود کہ کشتن رائے خاکسار در تاریخ بست و چہارم ماہ ربیع الآخر سنہ ثَمَانُوْنَ عِشْرِیْنَ تِسْعَمِائَۃً ھِجْرِیَّۃً بِجِھَۃِ مِحْصَادِہٖ حصار مذکور شدہ بود از یمن عنایت الٰہی و برکت قدم شریف اولیاء کشتن ملعون در روز چہارم از محاصرہ ہزیمت راغنیمت شمردہ انفرار نمودہ بناء الامراء علیٰ مجلس رفیع بہ قصر منیع عادلخاں ابن عادلخاں غازی خلد دولتہ بفرمائش حاکمان تعین برج و حصار بنانہادہ شد۔

کتبہ بر برج قلعہ ارک

یہ برج قلعہ میں شمال کی طرف ہے۔ بامر دولت شد ایں حصار و برج ہا مستحکم کند بنا بر آں پہلوان میر علی طراز خانہ بداں ایں مقیم بریں کونہ بنا نہاد عقب مسجد و چاہ ساخت تا ثواب آید۔

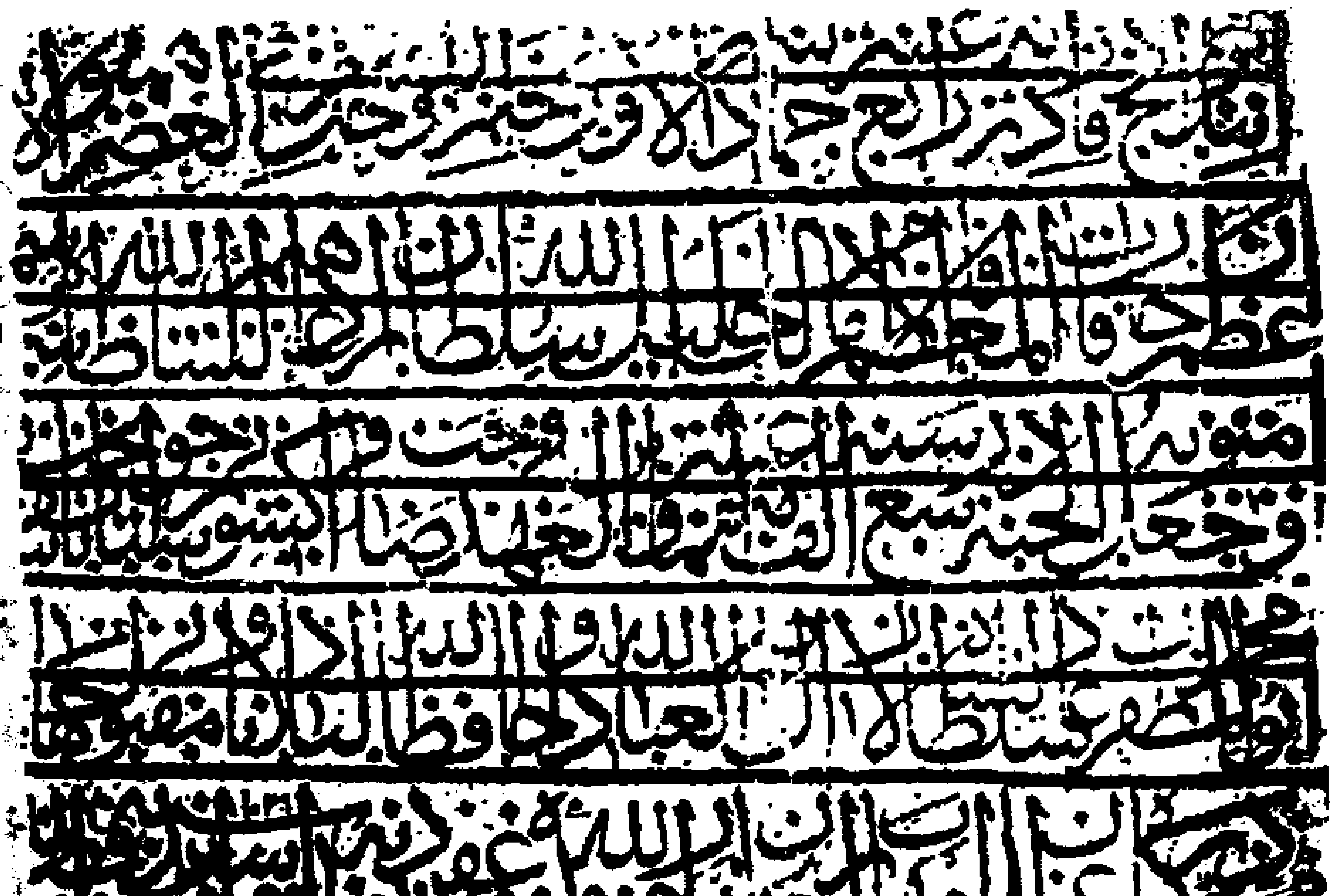

کتبہ بر برج قلعہ ارک

کڑک بجلی برج ۹۵۳ھ

لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہِ ابوالمظفر عادلشاہ معاملہ حصار بیجاپور بنا کردہ اعتبار خاں گجراتی بندہ عالی جاہ مترتب شد بہ سلخ ماہ ربیع الاول ۹۵۳ھ

Marfat.com

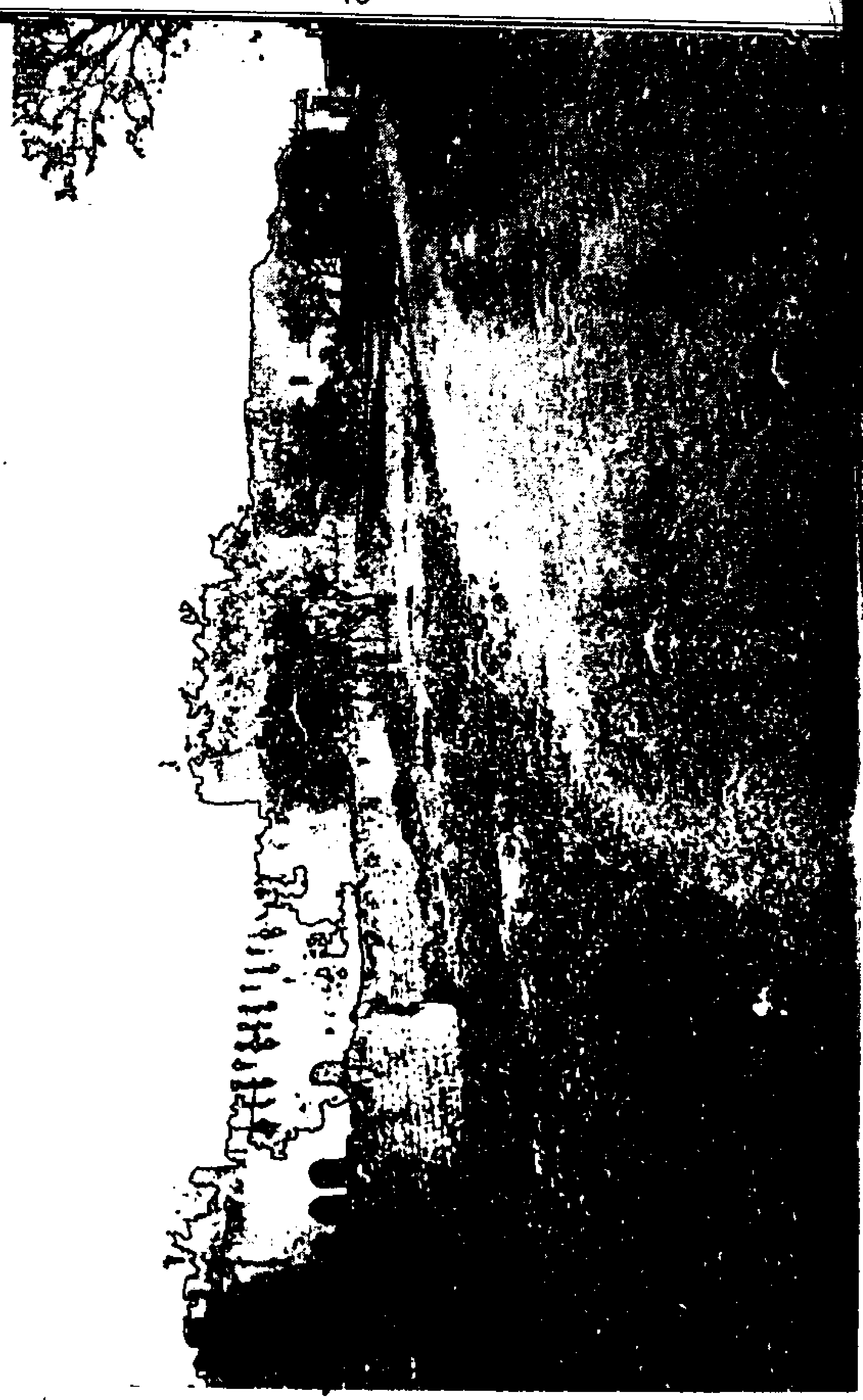

قلعہ بیجاپور

احمد برج ۱۰۵۳ھ: متصل شاہ پور دروازہ۔ از بخشش عنایت اللہ ملک الٰہی۔ بہ توجہ میر احمد و عاطفت شاہنشاہی ہمیشہ فتح فیروزی سلطان محمدؒ عادلشاہی یافت خطاب احمد برج بادشاہی بنا بر حکم اقدس بنا کردہ احمد خاں وحداوند خاں سر سر نوبت درگاہی ۱۰۵۳ھ

Marfat.com

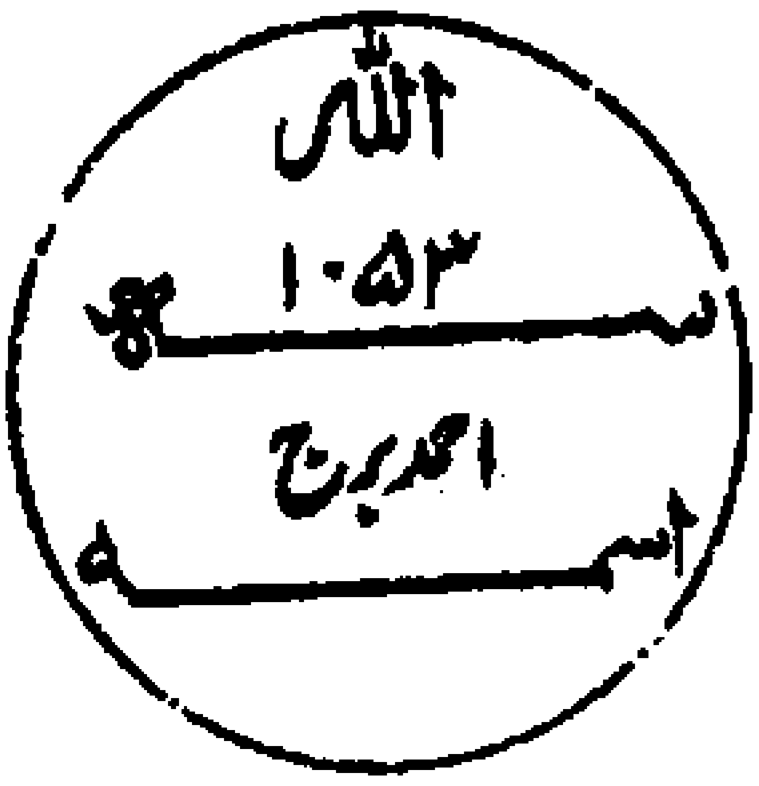

محمد برج ۱۰۵۳ھ

یہ کتبہ شرزہ برج کے متصل بطرف خندق قبلہ رو ہے۔

محمد شاہ عالم شاہ دوراں امیر شاہ افضل خاں ذیشاں
بنام شہ بنائے برج چوں کرد محمد برج نامش کرد سلطاں
چنیں اعظم بنائے ہمچو خیبر بنا سد سکندر شد ز خاقاں
محی الدین چوں تاریخ برداشت بنائے عہد افضل شد نمایاں

نعمت برج ۱۰۶۶ھ

بعہد شاہ عادلشاہ غازی محمد شاہ شاہ داد گستر
بحکم خان خاناں خاں محمد کہ شد حکمش رواں بر ہفت کشور
ملک سندر کہ ازد بوان اعلیٰ لقب نصرت شعارش شد مقرر
برائے دفع یاجوج مخالف فصیلے بست چوں سد سکندر
۱۰۶۶ھ

برج ہلالی باغ ۱۰۷۲ھ

درزمان بادشاہ سلیماں جاہ علی عادلشاہ غازی از سعی مقرب خاں درگاہ منجھلے شاہ کار تھٹ باہتمام رسید در شہور سنہ اثنی سبعین و الف (۱۰۷۲ھ)

تابوت برج ۱۰۹۷ھ

متصل علی پور دروازہ۔ لَا فَتیٰ اِلّا عَلیٰ لَا سَیفَ اِلاَّ ذُو الفِقَارِ۔ بنا بر حصار در عہد عادلشاہ

Marfat.com

جہاں بنا کردہ بندۂ درگاہ جگدیو ماہ من جمادی الاول ۱۰۹۷ھ

فرنگی برج ۹۸۴ھ

یہ برج مکہ دروازے کے حصار کی سیدھی جانب ہیر باؤلی کے پاس ہے۔

بستہ، این برج فرنگی شاہ، کاتبہ قاضی محمد اسمٰعیل ۹۸۵ھ، بغرشخاں غلام علی عادلشاہ، سنہ ۹۸، ہجریۃ

علی باغ برج

یہ برج قلعہ کی جنوبی فصیل کی طرف ہے۔ لَافَتیٰ اِلَّا عَلِی لا سَیفَ اِلَّا ذُو الْفِقَار۔ این حصار پناہ جہاں در عہد بادشاہی علی عالشاہ

سندر برج

یہ برج شاہ پور دروازے کی سیدھی جانب مغرب رخ پر ہے۔

چوں بحکم خان خانخاناں مفتخر صدر کبار — نائب دیوان اعلیٰ سندر نصرت شعار
بست سندر برج گفتندر از تعجب مرد ماں — در محمد پور شدہ الوند دیگر آشکار

شاہ برج ۱۰۵۱ھ

یہ برج اب گر گرا گیا، اس پر کا کتبہ عجائب خانہ بیجاپور میں رکھا ہوا ہے۔ قطعہ تاریخ جس کو بہت مشکل سے خاکسار نے بہ محنت شاقہ پڑھا بلحاظ کمال شاعری کے قابل قدر ہے۔

شمس حمل خسرو انجم سپاہ — غازی سلطان محمد خصال
آن کہ زتیغ اسد اللبیش — عقرب دشمن شدہ جوز امثال
تیر بروں نگزر داز قوس چرخ — گر سر خصمش نلند پامال
پاک خورد خرمن مہ گاؤ و ثور — پرور داز سنبلہ بد شکال
خانہ کیواں کہ بود دلو وجدی — کشور اور اشدہ ابقاں نعال
از نظر شاہ شدایں شاہ برج — منطقۃ البرج پیہ کمال
شاہ براہیم کہ بانی او ست — ہست ارسطوئے قلیدس خیال

Marfat.com

بہر د عادر دل نہ آسماں از پئے ایں برج سعادت مآل
نقش حجر گشت دو بیتے کزاں مصرعہ چارم شدہ تاریخ سال
تاشرف صاحب میزاں بحوت صاحب سرطاں مہ فرخندہ فال
برج مبارک بخدا وند برج برج شرف باد بری از وبال

۱۰۵۱ھ

وَكَانَ ذٰلِكَ فِي سَنَةِ الْاِحْدیٰ خَمْسِينَ بَعدَ اَلْفِ مِنْ هِجرَةِ النُّبُوَّتِ

ذرائع آب رسانی

شہر بیجاپور میں آب رسانی کا انتظام اسی طرح معقول اور عمدہ پیمانہ پر تھا جیسا کہ مسلمانوں کے دوسرے بڑے بڑے شہروں مثل اورنگ آباد وغیرہ میں دیکھا جاتا ہے۔ پانی وافر اور نہایت شیریں اور نفیس چھنا چھنایا ستھرا شہر میں آتا تھا۔ جس کے دو خزانے تھے ایک موضع تاروہ میں جو شہر سے چار میل بجانب مغرب ہے اور دوسرا بیگم تالاب جو جنوب میں واقع ہے، یہ خزانے شہر پناہ کے باہر ہیں۔ چوں کہ ذرائع آب پاشی بیرون شہر تھے دشمن بہ آسانی سلسلۂ آب رسانی کو منقطع کر سکتا تھا۔ لیکن اس کی پیش بندی اس طرح کی گئی تھی کہ اندرون آبادی متعدد وسیع حوض اور بڑی بڑی باولیاں موجود تھیں اور وہ ان ہی ذرائع سے بلب رہتی تھیں اور اس قدر پانی کی افراط تھی کہ اگر بیرونی سلسلہ کاٹ بھی دیا جائے تو بھی مہینوں تک بے فکری تھی۔ اس زمانے کے لوگوں کو پانی کے حوضوں اور نالیوں کا بہت شوق تھا جدھر دیکھو ادھر پانی دوڑ تا رہتا تھا۔ ہر گھر میں حوض موجود تھے۔ جس کی وجہ سے سبزی اور تر و تازگی اور خنکی رہتی تھی۔ محلات میں پختہ گچ یا سنگ مرمر کی چھوٹی چھوٹی نہریں دوڑتی تھیں چھتیں نہایت بلند اور پختہ اور بڑے بڑے آثار کی دیواریں، گرمی اور تمازت آفتاب کی ان سے بڑی روک تھام ہوتی تھی اور ہر طرح پر یہ عشرت کدے رشک ارم تھے۔ محلات کے علاوہ تہ خانوں تک میں حوض اور حمام موجود تھے جن میں فوارے چھوٹتے تھے سات منزلی میں ہر منزل پر ایک ایک حوض مثمن یا اور کسی خوش نما طرز کا حمام بنایا گیا تھا چنانچہ اب بھی ساتویں منزل پر حمام کی علامات موجود ہیں۔ ہر محل کے احاطے میں عموماً ایک بڑا حوض بطور خزانہ کے رہتا تھا چنانچہ اب یہی فتح خاں اور مصطفیٰ خاں کے شکستہ محلات میں حوض موجود ہیں۔ مصطفیٰ خاں کے محل کا حوض قریب کی باؤلی سے بھرا جاتا تھا۔ لاؤ (موٹ) کے ذریعہ

Marfat.com

سے پانی کھینچ کر باؤلی کے اوپر ایک ذرا اونچے چھوٹے سے حوض میں بھرا جاتا تھا وہاں سے بذریعہ مٹی کے نلوں کے جو چونے گچی سے جوڑے جاتے تھے جابجا پہنچایا جاتا تھا۔ اس طرح جب بڑا حوض لبریز ہو جاتا تھا تو اس کا پانی مختلف اسمات میں پختہ نالیوں کے ذریعہ سے خانہ باغ میں دوڑنے لگتا تھا اور آب رواں کو زیادہ لطف بنانے کے لیے نالیوں کو اس طرح ٹیڑھا میڑھا بناتے تھے کہ زور سے آتا ہوا پانی ٹکرا کر اچھلتا تھا اور اٹکھلیاں کرتا ہوا نہایت خوش نما لہریں مارتا ہوا بہتا تھا۔ پانی کی سیدھی سادی لہروں کو چکردار اور خوش نما بنانے کا خاص سلیقہ یہاں کے لوگوں میں تھا اور پتھر اس خوبی سے تراشتے تھے کہ پانی کی لہریں خود بخود مختلف اشکال پیدا کرتی تھیں اور دل کو لبھاتی تھیں چنانچہ ایسے ٹوٹے پھوٹے ترشے ہوئے جالیوں کے ٹکڑے آنند محل میں بھی جابجا پڑے ہوئے ہیں۔ ان پتھروں کی یہ کیفیت تھی کہ ان میں طرح بہ طرح کی خوش نما جالیاں کاٹی جاتی تھیں جو بھول بھلیوں کی طرح کی ہوتی تھیں ایک سرے سے ان میں پانی داخل ہوتا تھا اور صدہا طرح کے پیچ وخم کھا کر لہراتا ہوا اور دس دس دفعہ ہر پھر کر چکر مارتا ہوا نکل کر دوسرے اسی قسم کے پتھر میں جا گھستا تھا اور اسی طرح وہاں بھی لطف انگیز اور حیرت خیز تماشہ نظر آتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ پانی کی یہ خوش فعلیاں، صناعوں کی کاری گری قابل دید تھی کیوکہ ان پتھروں میں نہایت خوبصورت نقش و نگار اور باریک باریک ایسی جالیاں کاٹی جاتی تھیں کہ پانی متفرق حصوں میں پھٹ جاتا تھا اور سانپ کی طرح لہریں مارتا ہوا مختلف اسمات میں ادھر ادھر دوڑتا پھرتا تھا۔ پھر بعض نالیوں کی تہ میں بے شمار انواع واقسام کی رنگین مچھلیاں ایسی تراشی گئی تھیں کہ جب ان پر سے پانی گزرتا تھا تو عین مین زندہ مچھلیاں معلوم دیتی تھیں۔

مبارک محل

ایک نہایت عجیب وغریب قابل دید مختصر سی عمارت مبارک خاں کا محل ہے جو جنوب مغربی گوشہ شہر میں جامع مسجد کے واقع ہے یہ محل صرف آب رسانی کی صنائی کے بتلانے کے واسطے بنایا گیا تھا۔ یہ مکان سہ منزلہ ہے۔ پہلی منزل مربع ہے۔ بیچ کی مثمن اور بالائی حصہ ایک مختصر سا تب جس پر گنبد بنا ہوا ہے۔ اس تمام عمارت میں جابجا پانی نلوں کے ذریعہ سے پہنچایا گیا ہے جو دیواروں کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ چیل پایوں کی کرسیوں میں ایک قطار موروں کی بنائی گئی ہے جو اندر سے کھوکھلے ہیں ان کے پیچھے نل لگائے گئے ہیں جن میں سے پانی آکر موروں کی چونچوں سے نکلتا ہے۔ دوسری منزل میں بھی ایک

Marfat.com

کارنس بنائی تھی جس میں دیوار گیریوں میں سے پانی جھرتا تھا اور گنبد کے قبہ میں بھی جابجا سوراخ نظر آتے ہیں وہ نالیوں کے منہ ہیں ان میں سے پانی بہتا تھا۔ جب بڑا نل چھوڑا جاتا تھا تو ان سب منفذوں اور قبہ کی نالیوں سے پانی جاری ہو جاتا تھا اور ایک حوض میں گر کر جمع ہوتا تھا جس کے بیچوں بیچ میں یہ مکان بنا ہوا ہے۔ دوسری منزل میں ایک چھوٹا سا حوض تھا جس میں فوارہ لگا ہوا تھا جس کا تعلق نیچے کی منزل سے تھا۔ اس چھوٹی سی عمارت کی چھت پر علاوہ مذکورہ بالا صنعتوں کے ایک بڑا اتھلا حوض بطور ذخیرہ کے بنا ہوا تھا اس کی تہ میں چھت سے ملی ہوئی ایک بہت بڑی مدور چٹان مثل چھلنی کے سوراخ دار ہے اس سے پھوار پڑتی تھی جو نہانے میں عجب لطف اور فرحت دیتی تھی اس قسم کے اور بھی کئی حوض کمٹگی میں ہیں جو بیجاپور سے دس میل کے فاصلہ پر ہے جس کا بیان آگے آئے گا۔

(۱) تاروہ کی طرف سے ایک بہت بڑی زمین دوز سرنگ لگا کر شہر میں پانی لایا گیا ہے اس سرنگ میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ ایک ہی جانب پختہ سرنگ بنائی گئی ہے اور دوسری طرف صرف کچی مورم کی دیوار چھوڑ دی گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ سطح زمین جس میں سرنگ لگائی گئی ہے پتھریلی چٹانوں اور مورم کی ہے جس کا ڈھلاؤ جنوب سے شمال کو ہے اس میں جو پانی بچ رہتا ہے وہ تو سرنگ ہی میں جمع ہوتا ہے اور دوسری جانب جو پختہ دیوار ہے اس سے رک جاتا ہے اور باہر نہیں نکل سکتا۔ اس طرح شہر تک پہنچتے پہنچتے اس تحت الارض نالے میں علاوہ اس پانی کے جو تالاب سے لیا جاتا ہے پیجر کا پانی بھی کثرت سے مل کر ایک بہت بڑی نہر ہو جاتی ہے۔ اس پر جابجا ہوا کے بمبے لگے ہوئے ہیں جن کے دیکھنے سے وہ راستہ جدھر سے یہ نہر کاٹ کر شہر میں لائی گئی ہے صاف معلوم دیتا ہے۔

شہر میں مشہور تالاب اور باؤلیوں میں تاج باؤلی ہے جو سب سے بڑی ہے۔ شاہ پور دروازے کے پاس چاند باؤلی ہے مبارک خاں کی بڑی باؤلی جنوب و مشرق میں ہے۔ ماسا اور نیم کی باؤلیاں جنوب و مشرقی حصہ شہر میں ہیں اور جامع مسجد کی باؤلی جامع مسجد کے جنوب میں واقع ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی باؤلیاں تھیں جو سب ڈھ گئی ہیں اور بیٹھ جانے سے ان میں پانی باقی نہیں رہا اور اب بیکار محض ہیں۔

(۲) بیگم تالاب سے جو شہر کے جنوب میں ہے پانی مٹی کے نلوں کے ذریعہ سے لایا گیا ہے۔ یہ نل چھوٹے چھوٹے ہیں جن کے دونوں سروں پر قفلیاں بنا دی گئی ہیں ایک دوسرے پر چڑھ جاتی ہیں اور ایسی بیٹھ جاتی ہیں کہ یہاں سے وہاں تک ایک ہی نل ہو جاتا ہے۔ ان نلوں کو زمین کے اندر پختہ نالی میں دبا دیا ہے اور جابجا لمبے لمبے ستون پانی کے زور کم کرنے کے لیے اوپر کھڑے کیے گئے ہیں اگر یہ نہ ہوں تو نل پھٹ جائیں۔

Marfat.com

عمارات بیجاپور

(مسٹر احمدی جو بمبئی کے مشہور خاندان بدر الدین طیب جی کے نامور ممبر اور ولایت میں انجینئرنگ کی اعلیٰ درجے کی تعلیم پاچکے تھے حسن اتفاق سے بیجاپور کے ڈسٹرک انجینئر تھے۔ انہوں نے یہاں کی عمارات میں بے انتہا انٹرسٹ لیا۔ بہت سے گری پڑی عمارتوں کو درست کرایا۔ کئی مقامات کو جو بطور مسافر بنگلے اور کچہریوں کے استعمال کیے جاتے تھے خالی کرایا گو اب بھی کچہریاں وغیرہ بہت سے قدیم مکانوں میں ہیں مگر آخر ان عمارتوں کو کام میں نہ لایا جاتا تو بے کار رہتیں اور بے غوری کے سبب سے جلد گر جاتیں۔ خیر سرکاری تعلق سے ان کی نگہداشت تو ہوتی رہتی ہے۔ مسٹر احمدی مرحوم نے بیجاپور کی عمارات کے اکثر کتبے اکھٹے کیے تھے جن کا ایک قلمی نسخہ بڑی دقت سے ہم کو مل گیا اور ہم کو اس سے بے انتہا مدد ملی۔ بیجاپور کے لوگ مرحوم کی اس ہمدردی اور شاہی یادگاروں کو سنبھال کے بے انتہا مداح ہیں ان کے قیام نے بیجاپور کی اجاڑ بستی میں تازہ روح پھونک دی مگر کم بخت بے وقت موت نے "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" مہلت نہ دی اور سارے کام ادھورے رہ گئے)

ملک دکن میں جس طرح جلد بیجاپور نے ترقی کی اور اس خطہ کا سب سے بڑا شہر بن گیا اسی طرح جلد اسی کی تباہی بھی ہوئی۔ اس شہر کو دو سو سال تک سلاطین عادل شاہیہ کے دار السلطنت رہنے کا فخر حاصل رہا۔ اس کے بعد زوال شروع ہوا اور آخر کار سلطنت مغلیہ دہلی میں شامل ہو کر اپنی خود مختارانہ حیثیت سے ایک صوبہ کی حالت پر اتر آیا۔ اب ہم سلاطین عادل شاہیہ کی فہرست مع زبان سلطنت کے ناظرین کی آگاہی کے واسطے درج کرتے ہیں جس کے ساتھ ساتھ ان عمارات کی بھی توضیح کی گئی ہے جو جس کے عہد معدلت میں بنی ہیں۔

یوسف عادل شاہ: ۱۴۸۹ـ ۱۵۱۰ء قلعہ ارک کا پہلا حصار۔ دکھنی عید گاہ اور پرانی جامع مسجد جو حسن بیگ کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔

اسمٰعیل عادل شاہ: ۱۵۱۰ـ ۱۵۳۴ء چمپا محل ۱۵۲۱ء

ملو عادل شاہ: ۱۵۳۴ء معزول کیے جانے کی وجہ سے کوئی کام تعمیر کا نہیں ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ اول: ۱۵۳۴ـ ۱۵۵۷ء مسجد واقع ابراہیم پور ۱۵۲۶ء

سولہا کھمی محل ۱۵۲۸ء قلعہ کے فصیلوں کی ترمیم و استحکام۔ غالب مسجد پرانی جامع مسجد متصل درگاہ

Marfat.com

حضرت جعفر سقاف ۱۵۵۱ء

علی عادل شاہ اول: ۱۵۵۷ـ۱۵۸۰ء اپنا ذاتی مقبرہ جو شہر کے جنوب و مغرب میں واقع ہے۔ شہر اور قلعہ بندی ۱۵۶۵ء

گگن محل ۱۵۶۱ء چاندنی باؤلی۔ بڑی جامع مسجد کا آغاز کار تعمیر ۱۵۳۷ء شاہ درگ (نلدرگ) کی قلعہ بندی ۱۵۵۸ء اور قلعہ رائچور کی فصیل ۱۵۷۰ء

ابراہیم عادل شاہ ثانی: ۱۵۸۰ـ۱۶۲۶ء مقبرہ تاج سلطانہ جو ابراہیم روضہ کے نام سے مشہور ہے ۱۶۲۶ء سات منزلی یا سات کھن کا محل ۱۵۸۳ء۔ حیدر برج ۱۵۸۳ء مسجد ملکہ جہاں ۱۵۸۷ء۔ آنند محل ۱۵۸۹ء سنگت محل عرف نورس محل و دیگر عمارات نورس پور ۱۵۹۹ تا ۱۶۲۴ء تاج باؤلی ۱۶۲۰ء

محمد عادل شاہ ۱۶۲۶ـ۱۶۵۶ء اپنا ذاتی گنبد جو گول گنبد کے نام سے مشہور ہے۔ بیگم تالاب اور ذرائع آب رسانی ۱۶۵۱ء جامع مسجد کی محراب کی آراستگی۔ آثار محل۔

علی عادل شاہ ثانی: ۱۶۵۶ تا ۱۶۷۲ء قلعہ کے شمال میں اپنے مقبرے کی تیاری لنڈا (جسے یہاں کے لوگ لانڈے کہتے ہیں) قصاب کے برج کے پاس سے ترمیم و تعمیر شہر پناہ۔

سکندر عادل شاہ: ۱۶۷۲ـ۱۶۸۶ء کوئی کام تعمیر کا نہیں ہوا۔

تاریخ بیجاپور میں حقیقی زمانہ تعمیر کا علی عادل شاہ کی تخت نشینی کے بعد شروع ہوا ہے۔ یہ بادشاہ بڑا قدردان علم و فنون اور صنائع کا تھا اور اس کے عہد میں اطراف و اکناف سے بڑے بڑے جید اور نامور علماء و فضلاء دارالسلطنت بیجاپور میں جمع کیے گئے تھے۔ اس کے زمانے میں سب سے پہلا کام جامع مسجد کی تعمیر کا شروع ہوا۔ یہ جامع مسجد بالکل سیدھے سادھے نقشہ پر تعمیر کی گئی ہے۔ اس کی عالی شان عمارت نہایت دل کش ہے۔ اس کا حصہ وسطی جس میں جانمازیں بنی ہوئی ہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ انسان محو حیرت ہو جاتا ہے۔ اس مسجد کا جواب تمام ملک دکن میں نہیں ہے۔ اور شہر کی کوئی عمارت اس کی سڈول وضع متناسب قطع خراش اور تراش کے اعلیٰ نمونہ صناعی سے لگا نہیں کھا سکتی۔ جب علی عادل شاہ مشہور جنگ تالیکوٹہ کے بعد بیجانگر کے دولتمند اور زرخیز شہر کو تاخت و تاراج کر کے دولت و غنیمت سے مالامال ہو کر واپس آیا تو اس نے پہلے قلعہ کی حالت کو درست کیا مورچوں اور فصیلوں کی از سر نو درستی اور تعمیر کرائی اور ہر طرح اسے مکمل کر دیا۔ اس اہم کام کو بادشاہ نے اپنے ارکان و اعیان سلطنت میں تقسیم کر دیا اور ایک دم سے چاروں طرف سے مدد لگ گئی اور کام شروع ہو گیا، اسی وجہ سے مختلف

Marfat.com

مقامات پر مختلف طرز کی عمارات دکھلائی دیتی ہیں۔ ہر شخص نے جداگانہ طور پر اپنے اپنے مذاق کے موافق تیار کی ہیں۔ عدالت محل اور سونا محل بھی اسی کے عہد میں بنے ہیں اور سب سے پہلے شہر بیجاپور کی آب رسانی کا اسی نیک دل بادشاہ نے آغاز کیا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی بھی اپنے والد امجد کے قدم بہ قدم تھا۔ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ اور اس نے بھی شہر کی آراستگی اور ترقی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اس کے زمانہ میں بہت ہی پُر تکلف عمارتیں بنیں (مسٹر حیدری ہمارے ہر دل عزیز ہوم سکریٹری مسٹر احمد مرحوم ایگز کٹیو انجینئر ضلع بیجاپور سے جو صاحب موصوف کے ماموں تھے اور ولایت کے تعلیم یافتہ اور ایک نہایت مشہور انجینئر تھے، ناقل تھے کہ ان کا قول تھا کہ آگرہ کے تاج گنج سے یہ عمارت باعتبار انجینئرنگ شکل کے کسی طرح کم نہیں ہے۔ بلکہ صناعوں نے جو کاری گری اس کی تعمیر میں دکھلائی ہے وہ تاج گنج میں بھی نہیں ہے البتہ تاج گنج کی رونق زیادہ تر سنگ مرمر سے ہے) ابراہیم روضہ کی بہترین، پر فضا اور دلکش عمارت اسی نے بنوائی جو آج بیجاپور کی عمارتوں کی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کی عمارتوں کی ناک ہے۔ اس کے بعد محمد عادل شاہ تخت نشین ہوا وہ اپنا ایسا بے نظر گنبد صفحۂ دنیا پر چھوڑ گیا ہے جو گول گنبد کے نام سے مشہور ہے جو دنیا کی ایک عجائبات میں ہے اور گو وہ گنبد تمام دنیا میں سب سے بڑا نہ ہو مگر پھر بھی دنیا کے سب سے بڑے بڑے گنبدوں میں اس کا بھی شمار ہے اور یہ رفیع الشان عمارت دنیا کے لیے باعث فخر و ناز ہے۔

علی عادل شاہ ثانی کا جب دور دورہ ہوا تو اس نے دل میں ٹھانی کہ میں سب سے بڑھ جاؤں اور اپنے مقبرہ کو ایسے وسیع پیمانے پر بنوانے کی بنیاد ڈالی اور تعمیر شروع کی کہ اگر وہ بن جاتا تو اس کے ٹکے کی کوئی عمارت بیجاپور میں نہ ہوتی لیکن افسوس ہے کہ موت نے مہلت نہ دی اس کا مرنا تھا کہ مزدور اور کاریگر منتشر ہو گئے اور کام بند ہو گیا اور گنبد ادھورا رہ گیا مگر اب بھی جو نا تمام عمارت موجود ہے اسی سے دیکھنے والوں کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس اولوالعزم بادشاہ کا کیسا کچھ ارادہ تھا اور اگر موت مہلت دیتی تو وہ کیا کچھ کر دکھاتا۔ اس مقبرے کی دیواریں بلند ہو چکی تھیں صرف گنبد بنا باقی تھا اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ گول گنبد اس کے سامنے ایسا ہی معلوم دیتا جیسے کہ ایک انڈا۔ اس کے ساتھ ہی یوں سمجھئے کہ بیجاپور میں عمارات کی تعمیر کا دور دورہ ختم ہو گیا اور یوں سمجھئے کہ عمارات عظیم الشان بنانے کا سلسلہ تعمیر جامع مسجد سے ۱۵۳۷ء میں شروع ہو کر ۱۶۷۲ء میں علی عادل شاہ ثانی کی موت کے ساتھ ختم ہو گیا اور اس طرح ایک سو پینتیس برس تک مسلسل بے نظیر عمارات بنتی رہی ہیں۔

بیجاپور کی تمام عمارتوں میں جامع مسجد کی عمارت ایک خاص طرز کی ہے جو نہایت خوشنما سڈول

Marfat.com

پر شوکت اور ہر طرح سے فن انجینئری میں کانٹے کی تول پوری اترتی ہے۔ ہم کو اس کے نقشے کے طرز تعمیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معمولی نقشہ نہیں ہے نہ مقامی کاریگروں کی صناعی ہے اس کا نقشہ صاف پکار رہا ہے کہ کہیں اور سے لیا گیا ہے نیز معمار لوگ بھی مقامی نہ تھے بلکہ ضرور باہر سے بلائے گئے ہوں گے جنہوں نے اصل عمارت کی بناڈالی اور ان کے طرز کی پھر مقامی کاریگروں اور ان کی آل اولاد نے تقلید کی اور دوسری عمارتیں اسی ڈھنگ اور نمونہ پر بنائیں لیکن بریں ہمہ ہم کو کوئی بھی عمارت ایسی مکمل نظر نہیں آتی، جیسی کہ جامع مسجد ہے۔ جو سادگی اس میں ہے وہ آگے چل کر دوسری عمارات میں نمائش نقش ونگار اور تکلفات سے بدل گئی ہے۔ جتنے گنبد ہم بیجاپور میں دیکھتے ہیں سب کے اندر روشنی کی قلت ہے اور دھندلا نظر آتا ہے۔ جس سے عمارت کی شان وشوکت ماند پڑگئی ہے کسی میں روشن دان یا تابدان نہیں ہیں اور جہاں کہیں ہیں بھی وہ ایسے پست ہیں کہ بالکل بے کار مثلاً ابراہیم روضہ میں۔ احمد آباد میں جو مقابر میں معمولی چھتوں پر گنبد ستونوں پر ایستادہ ہیں اس واسطے روشنی اور ہوا دونوں کا گزر ہے یہاں کے بعض بعض عظیم الشان گنبدوں میں اس قدر اندھیرا ہے کہ اندر کچھ دکھلائی ہی نہیں دیتا در حقیقت یہ گنبد نہیں ہیں بلکہ ایک قسم کے تہ خانے ہیں اگر دہرے گنبد بنائے جاتے جیسا کہ ابراہیم روضہ میں ہیں تو یہ خرابی رفع ہو جاتی۔ صرف ابراہیم روضہ ہی میں نئی طرز کا گنبد بنایا گیا ہے جو دو منزلہ ہے ا[ور] بغداد کے گنبدوں میں عموماً یہی طرز پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان بادشاہ اس سے ناواقف نہ تھے۔ عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ گنبدوں کی بیرونی آراستگی کا زیادہ خیال مدنظر رہتا تھا اندرو[نی] نقص کی طرف توجہ نہیں کی جاتی تھی جہاں کہیں قبہ کا قطر ارتفاع سے زیادہ ہے جیسا کہ ہر بہترین او[ر] باقاعدہ بنے ہوئے گنبد میں ہے وہاں روشنی بخوبی آتی ہے اور چھت بخوبی نظر آتی ہے۔ لیکن ایسی بیسیو[ں] نظیریں ہیں جہاں مقبرے کی بلندی قبہ کی قطر سے دو چند سہ چند ہے جس کی وجہ سے روشنی بالکل کم آ[تی] ہے اور یہ گنبد نہیں ہیں بلکہ بڑے کوٹھے کہے جاسکتے ہیں۔

سب گنبدوں اور شاہی عمارات کے کلس پر ہلال لگایا گیا ہے جو مسلمانوں کا قومی نشان ہے اور عادل شاہیوں کا بھی یہی نشان تھا۔ کمانیں جتنی بنی ہوئی ہیں اکثر دہری ہیں اور بعض اکہری بھی ہیں جن پر گلکاری کی صناعی دکھلائی گئی ہے۔ مینار اور برجیاں تمام مساجد اور مقبروں میں ہیں اور اکثر دو دو ہیں جو محض زینت کے واسطے ہیں احمد آباد گجرات یا دہلی کی مسجدوں کے میناروں کی طرح نہیں ہیں جن میں اندر وار چکر دار زینہ رہتا ہے اور ہر کھن پر برآمدہ ہوتا ہے بلکہ اندر سے ٹھوس ہیں اور صرف ایک پلر (ستون) کی حیثیت رکھتی ہیں۔

Marfat.com

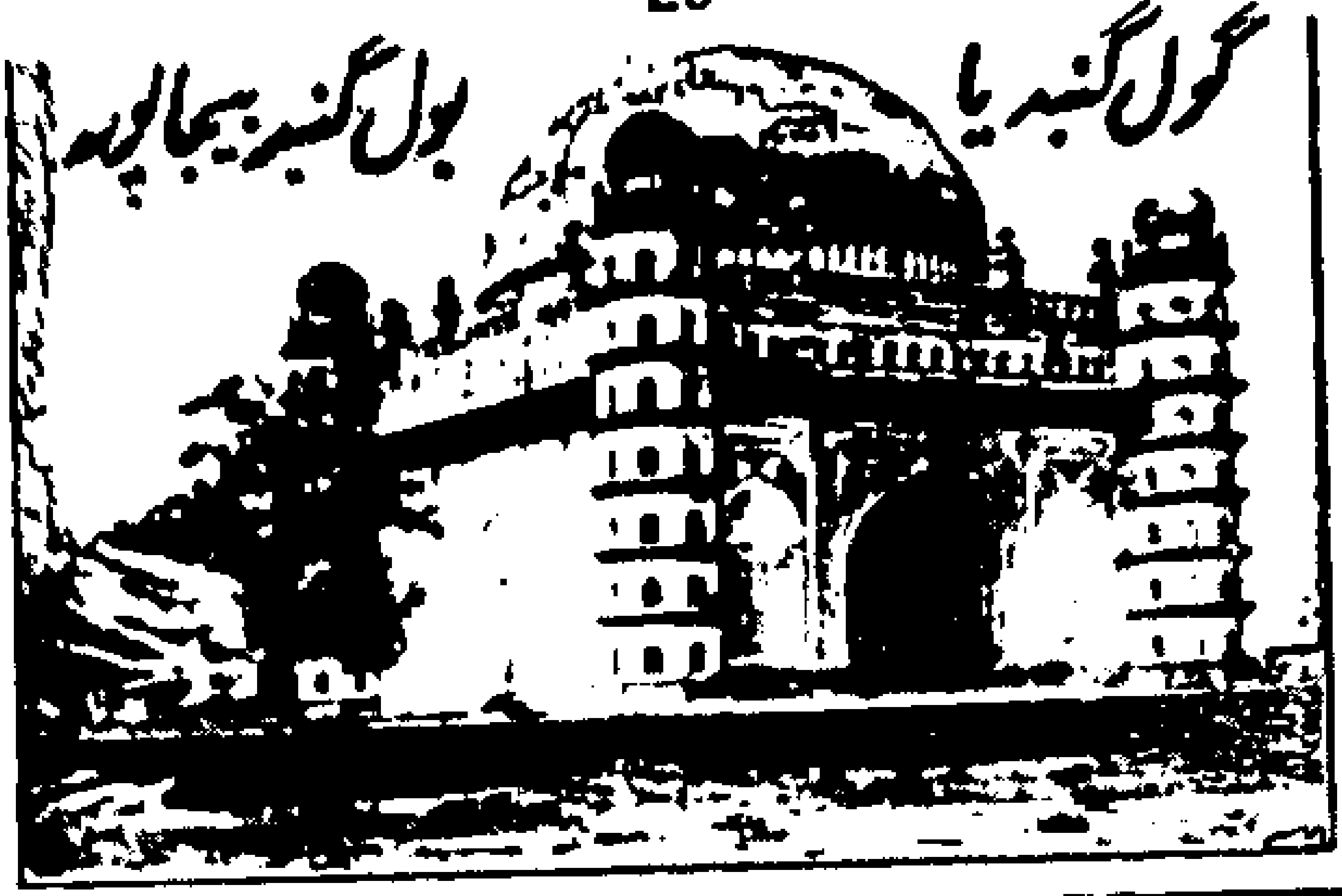

جامع مسجد

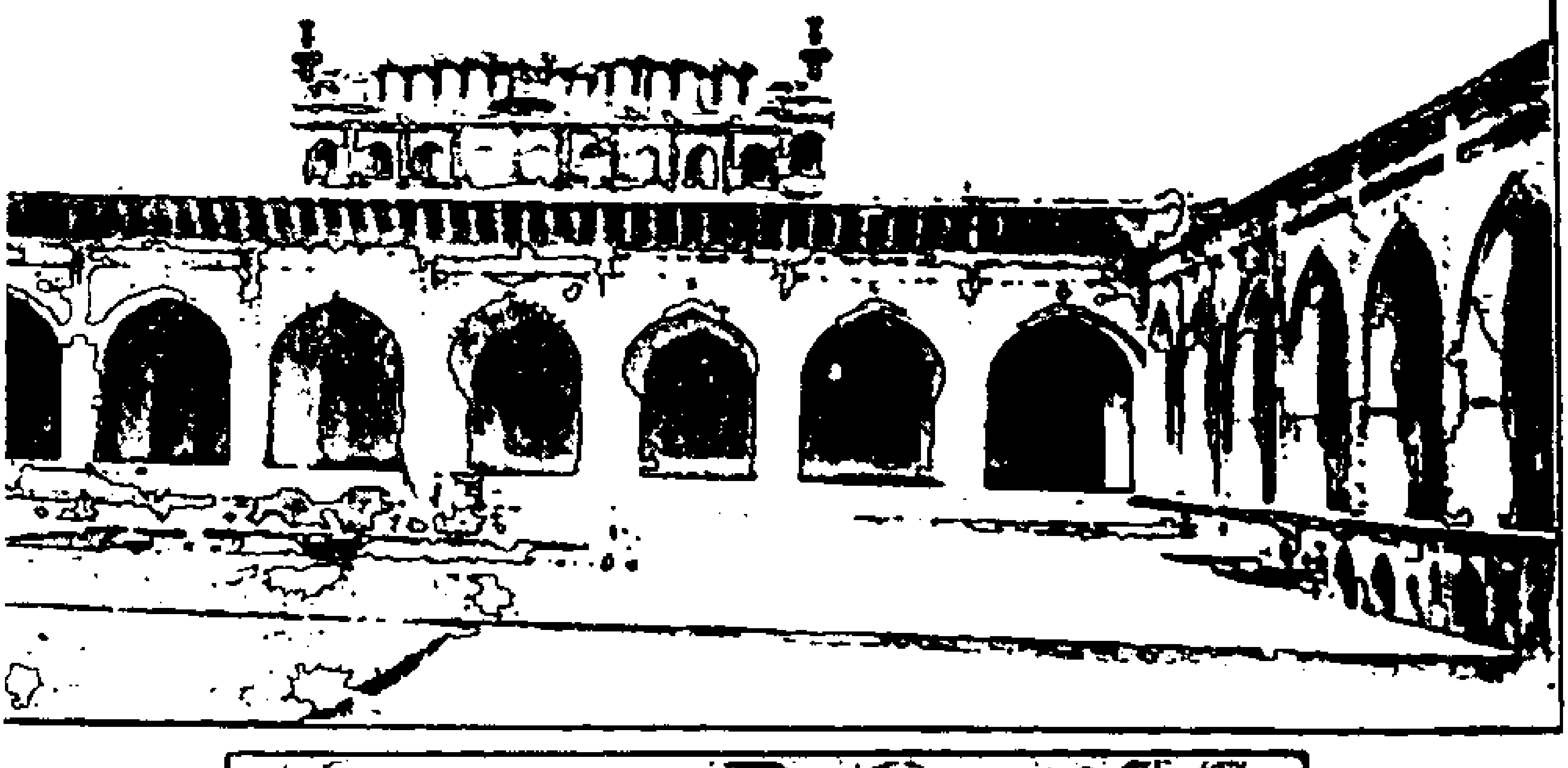

اجڑ گنبد

Marfat.com

گول گنبد ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۶ء

بسا کاخیکہ محمودش بنا کرد
کہ از رفعت تفاخر بر سما کرد

نہ بینی زاں ہمہ یک خشت بر جائے
بنائے عنصری ماندست برپائے

ایک دن شہر خموشاں میں ہوا میرا گزر
حسرت و عبرت کے ساماں چار سو آئے نظر

کھوپڑی بوسیدہ کہنہ ایک پڑی تھی خاک پر
میں نے پوچھا اس سے گزرا ماجرا باچشم تر

رو کے بولی میں حسین ماہ پیکر تھا کبھی
گل عذار و لالہ رو رشک و صنوبر تھا کبھی

سنبل پیچاں سے بہتر تھے مرے پر پیچ بال
رنگ و بو میں لالہ و گل سے فزوں تھے میرے گال

مشک چین و عنبر سارا سے بڑھ کر خط و خال
ماہ کامل لوح پیشانی تو ہر ناخن ہلال

شکل و صورت حسن رعنائی میں کامل فرد تھا
مرہم زخم جگر داروئے اہل درد تھا

ایک عالم حلقہ زلف دو تا میں تھا اسیر
آستاں پر جبہ سا دن رات سلطان و وزیر

ترکش چشم فسوں پرداز جادو کے تیر
ماہ کامل کوئی کہتا تھا کوئی بدر منیر

سیکڑوں مرتے تھے اعجاز لب جاں بخش پر
سینکڑوں جیتے تھے میری شکل و صورت دیکھ کر

ابرو خم دار تھی محراب یا بانکی کماں
موئے مژگان سیہ تھے نوک پیکان و سناں

تھیں نشیلی سرمگیں آنکھیں کہ تیغ اصفہان
موتیوں سے دانت پر برق درخشاں کا گماں

لعل لب سے حسرت لعل بدخشانی خجل
عارض تاباں سے نور ماہ کنعانی خجل

قامت موزوں جواب سرو و شمشاد جہاں
شوخی رفتار سے ہنگامہ محشر عیاں

ناز و انداز و ادا چھل بل پہ صدقے انس و جاں
حسن و رعنائی پہ قربان جان پاک قدسیاں

وہ حسیں تھا صانع قدرت کو جس پہ ناز تھا
حسن وزیبائی میں یکتا شاہد طناز تھا

سر سے پا تک مثل شمع طور بُکا نور کا
نور کے سانچے میں تھا سارا بدن میرا ڈھلا

خامہ قدرت نے کھینچا وہ پری نقشہ مرا
حسن و انداز و ادا و ناز میں بے مثل تھا

دیکھ کر صورت نہ اپنے ہوش میں مانی رہے
خامہ بہزاد کو تاحشر حیرانی رہے

بن سنور کر جب کسی جانب گزر اپنا ہوا
زیر پا عشاق نے رستے میں دیں آنکھیں بچھا

Marfat.com

کوئی صدقے چال پر گفتار پر کوئی فدا — طالبان دید کا تھا چار سو میلا لگا
سینکڑوں الجھے تھے دل گیسوئے عنبر فام میں — طائرین قدس پھنس جاتے تھے میرے دام میں
جب ہوئی دشمن زمین اپنی مخالف آسماں — آئیں پیہم صر صر فوت و فنا کی آندھیاں
گلشن حسن و جوانی ہوگیا وقف خزاں — لشکر غم نے کیا پامال ملک جسم و جاں
زور و قوت مال و دولت سب اکارت ہوگیا — کیا پھلا پھولا چمن دم بھر میں غارت ہوگیا
گلشن جنت کو مرغ جان روانہ ہوگیا — اڑگیا بلبل تو ویراں آشیانہ ہوگیا
درہم و برہم وہ سارا کارخانہ ہوگیا — اپنے بیگانے بنے دشمن زمانہ ہوگیا
عیب کی صورت چھپایا لا کے گنج خاک میں — رہ گئے ارمان لاکھوں خاطر غمناک میں
تیرہ و تاریک پست و تنگ وہ ویراں مکاں — روشنی کا اور ہوا کا دخل ناممکن جہاں
سینکڑوں کیڑے مکوڑے سانپ و بچھو جانستاں — ہیبت و دہشت سے جن کے کانپ جائے جسم و جاں
تھی سراپا ظلمت و وحشت شب تاریک گور — حسرت و عبرت جو مونس تھی تو ہمدم مار و مور
فاتحہ پڑھنے کو بھولے سے نہ آیا پھر کوئی — مٹ گئی مرتے ہی اپنے سب وہ رسم و دوستی
ہوگیا جھوٹا خانہ ذکر حسن و عاشقی — تیرگی چھائی مٹی وہ چار دن کی چاندنی
جز غم واندہ حسرت مونس و غم خوار کون — جز خدا کی ذات تھا اپنا رفیق و یار کون
زیست میں تھے سینکڑوں الفت جتانے کے لیے — ظلم و ایذا ناز اور غمزے اٹھانے کے لیے
کون لایا پھول تربت پر چڑھانے کے لیے — ایک بھی آیا نہ دو آنسو بہانے کے لیے
رشتہ مہر و محبت ہائے توڑا موت نے — چلتی گاڑی میں دیا اٹکا یہ روڑا موت نے
چشم و ابرو گوش و بینی فرق دو ندان و دہاں — صدر و ساعد دوش و بازو و عارض و کام و زباں
پنڈلیاں نازک بھری رانیں وہ پتلی انگلیاں — عقل و ہوش و حلم و تمکیں ہمت و تاب و تواں
کھالیا کیڑوں نے سب بے کار اعضا ہوگئے — نور کی مورت سے اب مٹی کا پتلا ہوگئے

کوثر خیر آبادی

سب سے بڑی اور عظیم الشان قابل دید عمارت بیجاپور میں محمد عادل شاہ (جس کو محمود شاہ بھی کہتے

Marfat.com

ہیں) کا عجیب و غریب گنبد ہے۔ اس بادشاہ کا زمانہ تعمیر عمارات کے واسطے اعلیٰ درجے کے کمال پر تھا چاروں طرف امن چین۔ رعایا خوش اور مرفہ الحال اور میٹھی نیند سوتی تھی۔ امارات دولت عیش عشرت کے سب سامان علی وجہ الکمال تھے۔ سب سے پہلے اس بادشاہ نے جلدی کر کے اپنا ہی مقبرہ بنوانا شروع کیا تاکہ اپنی ہی زندگی میں پورا ہو جائے اس معاملہ میں بادشاہوں میں باہمی منافشت بھی۔ ہر بادشاہ یہی چاہتا تھا کہ وہ اپنے زمانے کی بہترین یادگار چھوڑے پچھلے بادشاہوں سے سبقت لے جائے اور نیز ایسا کام کرے جس کی مثل آئندہ زمانے میں ہونا قریب قریب محال کے ہو اور اس طرح اپنی یادگار کا دوامی سکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے چھوڑا جائے اور اس میں شک نہیں کہ سلطان محمود اپنے اس ارادے میں کامیاب ہوا۔ اس نے اپنا مقبرہ ایسا بنایا کہ نہ پہلے کسی بادشاہ نے بنایا تھا نہ بعد میں کوئی بنا سکا۔ اس کا باپ ابراہیم ثانی بھی اپنے بنائے ہوئے ایک ایسے خوبصورت اور عظیم الشان مقبرے میں مدفون ہوا تھا جس کی نظیر اس زمانے میں تمامی ملک دکن میں موجود نہ تھی۔ اس مقبرہ کی نفاست، کاری گری، صناعی، گل کاری، پھول پتیاں، جالیوں کی تراش، جابجا طلائی اور لاجوردی کام، اس کے نازک چھریرے خوش نما منارے ان کی موزونیت اور تناسب اور اس کے چاروں طرف بے نظیر پر تکلف اور سرسبز باغ کے لحاظ سے اس سے بہتر عمارت بنانا تو دوسری بات اس بات کا خیال بھی آنا سخت مشکل تھا۔ محمد عادل شاہ سخت کشمکش میں تھا کہ کس طرح کا مقبرہ بناؤں جو کسی نہ کسی بات میں ابراہیم روضہ پر تفوق لے جائے۔ جن لوگوں نے ابراہیم عادل شاہ کا مقبرہ بنایا تھا سچ یہ ہے کہ ان کے ہاتھ چومنے کے قابل تھے اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس سے بہتر اور کسی قسم کی عمارت بنانا بالکل ناممکن تھا ان لوگوں نے کوئی بات اٹھا نہ رکھی تھی۔ یہ ممکن نہ تھا کہ ابراہیم روضہ کی نازک جالیوں سے جن میں کلام مجید کی سورتیں کی سورتیں بخط طغریٰ و ثلث تراشی گئی ہیں جس کی دہلیزوں پر نہایت خوش خط اور بے نظیر متعدد کتبے موجود ہیں اور جن میں پوری کاری گری خطاطی اور صنعت کی دکھلائی گئی ہر کوئی پڑھ سکتا۔ محمد شاہ کو اس طرف سے تو بالکل مایوسی تھی ہاں ابراہیم روضہ سے جتنا بڑا مقبرہ چاہو، بن سکتا تھا اور اسی بات میں سبقت لے جاسکتے تھے پس یہی بات ٹھہری کہ مقبرہ ایسا گراں ڈیل اور وسیع بنایا جائے کہ ابراہیم روضہ اس کے سامنے دب جائے اور شہر کی کوئی عمارت بھی اس کی ہم سری نہ کر سکے مقبرہ ایسی بلند جگہ بنایا جائے کہ شہر کے ہر طرف کوسوں سے نظر پڑے۔ ابراہیم روضہ اپنی جگہ عمارت بے نظیر ہے تو ہو مگر یہ گنبد اپنے ڈھنگ میں ایسا نرالا ہو کہ نسلاً بعد نسل اس کے بانی کا نام نامی زبان زد خلائق رہے۔ ہیئت کذائی

Marfat.com

اس عظیم الشان عمارت کی ہشت پہلو ہے جس کے اوپر ایک بہت بڑا گنبد ہے، جس کے چاروں طرف مثمن قبے ہیں جن کے اوپر چھوٹی چھوٹی برجیاں ہیں۔ اس عمارت کے چاروں طرف ایک بھاری چھجہ ہے۔ دروازے اور جالی دار کھڑکیاں کوئی خاص صنعت کی نہیں ہیں۔ قبہ کا قطر عمارت کے عرض سے کم ہے۔ چاروں طرف گنبد کے ایک چکردار زینہ ہے جس میں بھول بھلیاں بنی ہوئی ہیں۔ قبہ نصف دائرہ کی شکل کا ہے جس کا اندرونی عرض ۱۲۴ فٹ پانچ انچ ہے نیچے سے قبہ کا آثار دس فٹ ہے جو چوٹی پر پہنچ کر نو فٹ رہ جاتا ہے۔ اس طرح نیچے کے حصے سے اگر ناپا جائے تو قبہ کا قطر ۱۴۴ فٹ ہوتا ہے۔ نیچے کا ہال ۱۳۵ فٹ پانچ انچ مربع ہے جس کی رو سے ۱۸۳۳۷ء۶۷ مربع فٹ سطحی رقبہ ہوتا ہے اگر اس میں سے ہم آگے بڑھی ہوئی کمانوں کا حصہ ۲۲۸ء۳۲ مربع فٹ وضع کر دیں تو ۱۸۱۰۹ء۳۵ مربع فٹ ایسا رقبہ ہے جو بلا کسی قسم کے سہارے کے کھڑا ہے۔ تمام روئے زمین پر اتنا بڑا حصہ زمین کا مسقف نہیں ہے۔ روم میں پینتھین کے گنبد کی تحتانی زمین کا رقبہ ۱۵۸۳۳ مربع فٹ ہے جو گول گنبد سے درجہ دوم پر ٹھہرتا ہے۔ گول گنبد کا ارتفاع کرسی چھوڑ کر ۱۹۸ء۱ فٹ ہے جس میں کلس شامل نہیں ہے اور کلس اگر ملا لیا جائے تو آٹھ فٹ اور بڑھانے ہوں گے جس سے کل بلندی ۲۰۲ء۱ فٹ ہو گی۔ صحن گنبد سے قبہ کی اونچان ۱۷۸ فٹ ہے۔ گیلری (برآمدے) سے سطح زمین ۱۰۹ء۱ فٹ ہے۔ اتنے بڑے گنبد کا بنانا آسان کام نہ تھا وہ Pendentivs (قینچی) کے اصول پر بنایا گیا ہے اور یہی طریقہ بیجاپور کے دوسرے گنبدوں کی تعمیر میں بھی اختیار کیا گیا ہے جو از بس مفید ہے اس طریقے پر جتنا بڑا گنبد چاہو بنا سکتے ہیں لیکن مال مسالا جو بیجاپور میں فراہم ہو سکتا تھا اس کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو اس سے بڑا گنبد بنانے میں کسی بڑے حادثہ کے ہو جانے کا خطرہ ضرور تھا۔ اتنی بڑی بھاری عمارت کے لیے جو جگہ پسند کی گئی ہے وہ نہایت ہی موزوں بلند ٹیلہ ہے جس پر مستحکم بنیاد مل گئی ہے جہاں بلا کسی قسم کے خدشہ کے اتنی بڑی عمارت کھڑی ہوئی ہے گنبد کے اندر وسط میں ایک اونچے چبوترے پر سلطان محمد اس کے چھوٹے محل عروس بی بی اور بادشاہ کے پوتے اور رانی رنبھا کی قبروں کے تعویذ ہیں۔ بادشاہ کی خاص قبر پر ایک چوبی مجر اور کٹہرا بنایا گیا ہے۔ اصلی قبریں تہ خانہ میں ہیں جس میں جانے کا راستہ مغربی جانب کے زینے سے ہے۔ اس عمارت میں سب سے زیادہ تعجب خیز چیز Whishpering gallery (سرگوشی کی بالانشین) ہے جو گنبد کے چاروں جانب ہے اور گیارہ فٹ چوڑی ہے۔ اس گنبد کے اندر داخل ہوتے ہی انسان اپنے قدموں کی گونج سن کر سناٹے میں رہ جاتا ہے اور جب گیلری میں پہنچتا ہے تو گونج اضعافاً

Marfat.com

مضاعفہ ہو جاتی ہے۔ ایک آدمی کے قدموں کی آہٹ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک رجمنٹ کی رجمنٹ چلی آرہی ہے۔ اگر کوئی کھانسے یا کھنکارے یا ٹھٹھا مارے تو آواز ٹکرا ٹکرا کر ایک کی پندرہ بیس بلکہ چالیس پچاس آوازیں ہو جاتی ہیں۔ آہستہ سے آہستہ بات بھی دیوار کو منہ لگا کر کی جائے تو اپنے بالمقابل بیٹھے ہوئے آدمی کو صاف ایسی سنائی دیتی ہے جیسے کہ ٹیلی فون میں بات کی جاتی ہے۔ ایک تالی بجاؤ تو تڑا تڑا سینکڑوں تالیاں بج جاتی ہیں۔ یوں تو تھوڑی بہت گونج ہر گنبد میں ہوتی ہے مگر اس قسم کی گونج نہ کہیں دیکھی نہ سنی۔ آگرہ کے تاج گنج، دہلی میں ہمایوں اور صفدر جنگ کے مقبروں میں بھی آوازیں گونجتی ہیں پینتھین میں کوئی مصرع یا شعر پڑھو تو پورے کا پورا گونج میں دہرا جاتا ہے۔ سینٹ پال کی گرجا میں بھی آواز خوب گونجتی ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس میں کوئی خاص صنعت رکھی گئی ہے جو اس طرح آہستہ سے آہستہ آواز گونج اٹھتی ہے لیکن کچھ انوکھا نہیں ہے۔ بیجاپور میں جیسے اور گنبد ہیں یہ بھی ہے لیکن بات یہ ہے کہ معمولی گنبدوں میں صرف آواز گونجتی ہے ان گنبدوں کا قطر اتنا بڑا نہیں ہوتا اور نہ ایک سرے سے دوسرے کا فصل اتنا ہوتا ہے کہ آواز دہری تہری ہو جائے۔ اصولاً آواز پلٹنے کے لیے بولنے والے اور آواز ٹکرانے کے مقابل کی جگہ میں ۶۵ فٹ سے زیادہ فاصلہ ہونا ضروری ہے تاکہ پہلی آواز مقابل میں ٹکر کھا کر معدوم ہونے کے پیشتر الٹ کر قائل کے کان میں پھر پہنچ جائے۔ اور اسی کا نام دہری آواز یا گونجنا ہے۔ اگر درمیانی فاصلہ زیادہ حائل ہے تو آواز کی بازگشت زیادہ صاف ہوگی کیونکہ بوجہ زائد فصل کے منہ سے نکلی ہوئی آواز اور بازگشت کی آواز میں فصل ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے اگر فاصلہ کم ہے تو بازگشت کی آواز صاف نہ ہوگی۔ بلکہ مدھم ہوگی کیونکہ پہلی آواز اور گونج دونوں گڈمڈ ہو کر دہری آواز نہیں ہوتی بلکہ صرف گونج کر رہ جاتی ہے۔ گنبد کی چھت پر چڑھنے کے بعد چاروں طرف بہت دور کا منظر اور سارا شہر اچھی طرح نظر آتا ہے۔ جنوب مغرب کے رخ اطراف کی عمارات میں سب سے بلند جامع مسجد نظر آتی ہے۔ اسی کی سیدھ میں اور آگے مصطفیٰ خان کی مسجد آثار محل اور اس کا وسیع صحن اور قلعہ کی بہت سی عمارات آنند محل وغیرہ دکھلائی دیتی ہیں۔ جانب مغرب ناک کی سیدھ علی عادل شاہ ثانی کا نامکمل مقبرہ اور خالی کمانوں کی قطاریں ہیں اور ادھر ہی نہایت مرتفع حیدر برج اور اس سے ملی ہوئی دکھنی درگاہ نظر آتی ہے۔ فصیل کے باہر ابراہیم روضہ کا گنبد اور مناریں ہیں اور امین درگاہ کا سفید گنبد اور سرائے (جیل) اور بیسیوں عمارتیں دکھلائی دیتی ہیں۔ مشرق کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو تو جہاں بیگم کا ادھورا مقبرہ اور عین الملک کا گنبد صاف دکھلائی دیتا ہے۔ جنوبی

Marfat.com

دروازے کے اندرونی رخ پر تین کتبے نہایت خوشخط منبت ایک ایک کمان میں علیحدہ علیحدہ نصب ہیں جن کے ہر فقرے سے ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۶ء نکلتا ہے۔

(۱)عاقبت محمد محمود شد (۲) سلطان محمد جنت آشیانی (۳) محمد شہ دار السلام شد۔ گنبد کے عقب میں یعنی شمال رو ایک عمارت بعد میں بنائی گئی ہے وہ سلطان محمد شاہ کی بیوی جہاں بیگم کے لیے محل تیار کیا گیا تھا مگر نہ وہ مکمل ہونے پایا نہ اس میں کوئی آ کر رہا۔ طرز تعمیر صاف بتلا رہا ہے کہ یہ محل گنبد بنانے کے بعد بنایا گیا ہے۔ گنبد کے جنوب میں صدر دروازہ ہے جس پر نقار خانہ تھا اور نوبت جھڑتی تھی نقار خانے کی مناریں چھت تک پہنچ کر ادھوری رہ گئیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت بھی پوری نہ ہونے پائی اب اس میں عجائب خانہ ہے جس میں شہر بیجاپور اور مضافات کی زمانہ قدیم کی جو نادر چیزیں، کتبے، مختلف قسم کے ہتھیار، پرانے قالین، چلمنیں، سراپردے، جھرے جھڑائے رنگین اور چینی کے کام کے ٹھپرے غرض جو جو سامان دستیاب ہو سکا سلیقے سے سجائی گئی ہیں۔ جانب مغرب چبوترے کے سرے پر گنبد کے متعلق ایک نہایت سڈول مسجد بنی ہوئی ہے جو مدتوں تک مسافر بنگلہ کے کام میں لائی گئی اور مسافروں کی ضروریات کے موافق توڑ پھوڑ بھی کی گئی۔ اسی کو وَضعُ الشَّیٔ فِی غَیرِ مَحلِّه کہتے ہیں۔ جب مسجد میں جوتے پہنے جاتے ہوں گے اور شرابیں اڑتی ہوں گی اور ہمہ اقسام کے افعال قبیحہ ہوتی ہوں گی جو لا محالہ ایک مسافر خانے میں ہونے لازم ہیں تو مسلمانوں کے دلوں پر کیسی چھریاں چلتی ہوں گی لیکن خدا بھلا کرے لارڈ کرزن کا کہ اس کی ذات مستجمع الصفات نے مذہبی توہین کا خیال کیا اور نہ صرف اس خانہ خدا کو واگزاشت کیا بلکہ متعدد مقامات میں جو مساجد اور معابد اس طرح بے جا طور پر دبا لیے گئے تھے بلا لحاظ ضروریات سرکاری و مدت قبضہ ایک دم جس غرض سے تعمیر کیے تھے اسی مصرف میں لانے کا حکم دیا اور اس طرح تمام ہندوستان کے باشندوں کو گرویدہ احسان بنالیا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ یہ مسجد نہایت خوش نما ہے اس کی کارنس پر بہت کچھ کام کیا گیا ہے لیکن افسوس ہے کہ کارنس بہت مرمت طلب ہے۔ اس کے منارے نہایت خوبصورت اور موزوں ہیں۔ منارے اتنے بڑے نہیں ہیں کہ ان میں چڑھاؤ زینہ بن سکتا جیسا کہ عموماً احمد آباد اور دہلی وغیرہ کی مساجد میں ہے۔ بجائے اس کے مسجد کی ایک جانب سے اوپر چڑھنے کا زینہ نکالا گیا ہے۔ ہر مقبرہ کے ساتھ مسجد اور حوض ضرور ہوتے ہیں۔ ایک حوض تو صدر دروازے کے سامنے ہی بنا ہوا ہے۔ اور ایک صحن مسجد میں ہے کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ گول گنبد کے باہر خالی گچ کا پلاسٹر کر کے کیوں چھوڑ دیا گیا حالانکہ اتنی بڑی عمارت کو زیادہ دلچسپ بنانے کے لیے ممکن تھا

Marfat.com

کہ پتھر میں نقش و نگار یا جالیاں کاٹ کر لگاتے یا اور کسی قسم کی رنگ آمیزی یا آراستگی کرتے یہ بات تو تھی ہی نہیں کہ اس قسم کے کاریگروں کی اس زمانے میں کمی تھی کیوں کہ اس مقبرے کی مسجد کو دیکھئے کہ اس میں کیا کیا کچھ اظہار صنعت کیا گیا ہے اور خود اس گنبد کی چھوٹی برجیوں کو دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ نقاش یہاں بھی تعمیر کے وقت لگے ہوئے تھے مگر معلوم ہوتا ہے کہ فضول تکلف سے عمداً احتراز کیا گیا ہے ان کے نصب العین صرف یہی تھا کہ ایک ایسی بھاری عمارت بنائی جائے جس کے سامنے ساری موجود عمارتیں ماند پڑ جائیں اتنی بڑی بھاری عمارت کا سڈول بنانا تھا بھی دقت طلب، اس سبب سے اس گنبد میں نزاکت اور سڈول پنا نہیں ہے اور غیر معمولی جسامت کے سبب سے ذرا بھدا ہو گیا ہے۔

جامع مسجد ۹۸۵ھ

اے حرمت بت خانہ و غر حرم از تو | درد بر سزاوار ستائش صنم از تو

در اشک جگر گوں نہ اثر ماند نہ رنگے | اے آہ کجائی گنہ از من کرم از تو

مونس اگر از دام تعلق شود آزاد | در حلقہ تجرید شود محترم از تو

یہ سب سے بڑی مسجد ہے جو شہر کے جنوب و مشرق حصہ میں واقع ہے۔ یہ مسجد اس سڑک کے جنوبی جانب رخ پر ہے جو اللہ پور سے قلعہ کو جاتی ہے۔ اس کے ہر سہ جانب وسیع بر آمدوں کو اگر شامل کر لیا جائے تو اس سے بڑھ کر وسیع اور کوئی دوسری عمارت بیجاپور میں نہیں ہے۔ جس کا مجموعی رقبہ ۱۱۶۳۰۰ مربع فٹ ہوتا ہے۔ اس کے فیل پائے نہایت مضبوط، بھاری اور مستحکم ہیں۔ طول میں تو بلند، وسیع اور کشادہ در ہیں اور عرض میں پانچ۔ اس طرح کل پینتالیس فیل پائے ہو جاتے ہیں لیکن وسط مسجد میں چار پیل پائے نہ بنا کر ایک وسیع چوکون قطع چھوڑ دیا گیا ہے جس کا بوجھ اطراف کے بارہ کھمبوں پر ہے اور اسی پر گنبد بنایا گیا ہے۔ اور یہ عمارت بھی مثل گول گنبد کے قینچی کے اصول پر بنائی گئی ہے۔ بیجاپور میں متعدد گنبد ہیں مگر جیسا خوب صورت اور با قاعدہ گنبد اس کا ہے کسی کا بھی نہیں ہے مگر اس میں بھی یورپین صناع ذرا سا نقص نکالتے ہیں کہ چپٹا زیادہ ہے اگر چار پانچ فٹ اور بلند ہوتا تو یہ قسم نہ رہتا۔ عین الملک کا مقبرہ جو شہر کے مشرق میں ہے اس کا قبہ ان تمام نقائص سے پاک ہے اور اس کے بعد خواص خاں کا مقبرہ جو جوڑ گنبدوں میں کا ایک ہے بالکل سڈول ہے۔ اندرونی حصہ مسجد کا سوائے محراب کے نہایت سادہ ہے۔ اس سادگی کا عجب لطف ہے اور اس سے اور زیادہ دل کی کشش ہوتی ہے اور اس کی عظمت و

Marfat.com

شان نکل آئی ہے۔ ساری مسجد کے اندر ایسی عمدہ استر کاری کی گئی ہے کہ منہ دکھلائی دیتا ہے۔ عقب کی دیواروں میں بلندی پر پتھر کی صاف اور چکنی نفیس جالیاں بطور روشن دان کے لگائی گئی ہیں منبر کے پاس ایک عظیم الشان قابل دید محراب ہے جس پر ہمیشہ ایک دبیز پردہ پڑا رہتا ہے اس کے ہٹاتے ہی آنکھوں میں چکاچوند پیدا ہو جاتی ہے۔ تمام محراب اور اس کے اندرونی طاق میں میناکاری لاجوردی اور سنہری منبت کام کیا گیا ہے اس محراب میں چھوٹے چھوٹے طاق، گلدستے، پھول، پتیاں، مقبرے، منارے، کتابیں اور طرح طرح کے نقش و نگار بنائے گئے ہیں۔ اس محراب کے ناصیہ پر یہ رباعی کندہ ہے۔

برقصر عمر تکیہ مکن استوار نیست در دار بے قرار کسے را قرار نیست
خوش منزلیست رونق دنیا بچشم ما خوش دولت است عمر و بے پائدار نیست

مسجد کی تعمیر علی عادل شاہ اول کے عہد میں شروع ہوئی مگر محراب کی جو آراستگی کی گئی ہے وہ بعد کی ہے سلطان محمد کو نقاشی اور رنگ سازی کا بہت شوق تھا۔ اس محراب کی رنگائی سب اس نے کرائی ہے چنانچہ آثار محل اور کمٹگی کے پالی محل کی تمام رنگ سازی بھی اسی کے عہد میں ہوئی۔ سات منزلی جو رانی رنبھا کا محل تھا اس کی تمامی رنگ سازی اور مذہب کرنا بھی اسی کے وقت میں ہوا۔ علی عادل شاہ اول اور ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں صرف نقش و نگار کے سوائے اور کوئی کسی قسم کی تصویر سازی مذہبا ممنوع سمجھی جاتی تھی لیکن سلطان محمد نے اس قید کو اٹھا دیا اور فراغت سے دیواروں پر جابجا تصویریں بنوائیں۔ مسجد کی زمین پر بھی نہایت عمدہ گچ کی گئی ہے جس پر سیاہ حاشیہ دے کر جانمازیں علاحیدہ علاحیدہ بنائی گئی ہیں۔ اس طرح ۲۲۵۰ مصلے عین مسجد کی دالان میں ہیں اور اطراف کے برآمدوں میں ہزاروں آدمی اس کے سوا نماز پڑھ سکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مصلے اور مشرقی بڑا دروازہ بادشاہ اورنگ زیب نے بنوایا ہے۔ علاوہ اس رباعی کے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں اس مسجد میں جابجا بہت سے کتبے ہیں۔ کتبہ بالائے محراب از طرف شمال بطرف جنوب۔

عَنْ اَبی قَتَادَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ و سلم قال اذا دخل احدکم المسجد فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ۔

(ابی قتادہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے)

Marfat.com

قریب منبر

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ☆ وَ تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَیْنٰهَا اِبْرَاهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَشَاءُ وَكَذَالِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ☆ وَهَارُوْنَ وَ ذَكَرِیَّا وَ یَحْیٰی وَ اِلْیَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِیْنَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ الْیَسَعَ وَ یُوْنُسَ وَ لُوْطاً وَكُلاً فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ☆ رَبَّنَا لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً، اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ☆ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ☆ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْراً☆ سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِهِ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِی بٰرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِیَهُ مِنْ آیٰتِنَا اِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ☆ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ☆ وَ مَا تُنْفِقُوا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِیْمٌ☆ آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ تا آخر رکوع

بر محراب بالائے منبر

یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ فَلَا یَفُوْتُ شَیْءٌ مِّنْ عِلْمِهٖ یَااِلٰهَ الْآلِهَةِ الرَّفِیْعُ جَلَّ جَلَالُهُ یَا اللّٰهُ اِنَّ مَسْجِدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ غَیَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِیْهِ زِیَادَةً كَثِیْرَةً وَ بَنیٰ جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ وَجَعَلَ عَمَدَهُ مِنْ حِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ بِالسَّاجِ الْمُسَقَّفَةِ قَرَاراً رَبِّی بِالْقِسْطِ وَ اَقِیْمُوا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ☆ یٰبَنِیْ آدَمَ خُذُوا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَاَحْسَنَ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ☆ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ☆ تَبَارَكَ الَّذِی جَعَلَ فِی السَّمَاءِ بُرُوْجاً وَجَعَلَ فِیْهَا سِرَاجاً وَّ قَمَراً مُّنِیْراً۔

طغرا مشبک بالائے کمان محراب

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ، اَلْمِصْبَاحُ فِی زُجَاجَةٍ☆ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً یَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً سِیْمٰهُمْ فِی وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ☆ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ☆ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَ اَجْراً عَظِیْماً☆

Marfat.com

اِنَّ اللهَ وَ مَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً☆ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيءٍ عَلِيْماً☆ اِنَّ اللهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوْحاً وَّ آلَ اِبْرَاهِيْمَ وَ آلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ☆ تبارَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيءٍ قَدِيْر☆ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهِ.

بازوئے محراب بہ طرف جنوب

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِى اَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ، قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ...عَنْ عُبَيْدِ اللهِ الْخَوْلَانِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رضى اللهُ عَنْهُ يَقُولُ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيْهِ حِيْنَ بَنٰى مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَنٰى مَسْجِداً قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ يَبْتَغِى بِهِ وَجْهَ اللهِ لَهٗ مِثْلُهٗ فِي الْجَنَّةِ كَذَا فِي الْبُخَارِى.
كَتَبَهٗ سَيِّد شِهَابُ الدِّيْن.

يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ فَلَا يَفُوْتُ شَيٌ يَااِلٰهَ الْآلِهَةِ الرَّفِيْعِ جَلَّ جَلَالُهٗ

تعالیٰ الله زہے قیوم دانا توانائی دہ ہر ناتوان

کتبہ بر محراب از شمال گرداگرد تا آخر جنوب

بندۂ درگاہ وغلام سلطان محمد محمود شاہ خُلِّدَ ظِلَالُهٗ یاقوت ۔ دا یولی

بر قصر عمر تکیہ مکن استوار نیست در دار بے قرار کسے را قرار نیست

قَالَ مَثَلُ اُمَّتِى مِثْلُ الْمَطَرِ لَا يَدْرِى اَوَّلُهٗ خَيْرٌ اَمْ آخِرُهٗ. يا مُحَمَّدْ قال عليه السَّلَامْ اَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ. قَالَ النَّبِىُّ صلى اللهُ عليه وسلم الْحسنُ والْحسيْنُ سَيِّدىْ شَبَاب اَهْلِ الْجَنَّةِ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامْ الفاطمةُ بضعةٌ مِّنِّى من غضبها اَغْضَبَنِى. فَضْلُ عائشةَ على النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ على سائر الطَّعام. انّ من آمن النّاس على صُحْبَةِ مَالِهِ اَبَا بَكْرٍ. قَالَ وَ اِنَّ اللهَ جعلَ الْحَقَّ على لسان عُمرٍ و عليٍّ و مُحمّدٍ لا اله الا الله مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ عَلِيٌّ وَلِيُّ اللهِ قَالَ النَّبِىُّ صَلى اللهُ عَلَيْهِ وسلّم انا دارُ الْحِكْمة و بابُها عليٌّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيْقٌ وَ رَفِيْقِى فِى الْجنَّة عُثْمانُ. قال عليه السَّلام ابا بكرٍ فى الْجنَّةِ وَ فِى الْجَنَّةِ عُمَر. قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عُثْمانُ فى الْجنّة وفى الْجنّة عليٌّ. قال عليه

Marfat.com

السَّلَامُ فِی الجَنَّةِ طَلْحَةَ وَ زُبَیْرُ فِی الْجَنَّةِ. قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَلرَّحْمٰنُ فِی الْجَنَّةِ وَ سَعْدٌ فِی الْجَنَّةِ . قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ سَعِیْدٌ فِی الْجَنَّةِ وَ اَبُو عُبَیْدَةَ فِی الْجَنَّةِ. مَلِكُ یا قوت دابوئی مسجد راخاتم شد۔

کتبہ بر کمان دیگر

لَااِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ. اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَ یَدِهٖ. اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ. یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّیْرِ. مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ یُنْعِمُ وَلَا یَبَاسُ وَلَا یُبْلٰی ثِیَابُهٗ وَلَا یَفْنیٰ شَبَابُهٗ سُرَادِقُ النَّارِ مَسِیْرُهٗ اَرْبَعَة جِدَارٍ كُلُّ جِدَارٍ اَرْبَعِیْنَ سِنَةٌ اِنَّ فِی جَهَنَّمَ لَوَادِیاً یُقَالُ لَهٗ هَبْهَبٌ یَسْكُنُهٗ كُلُّ جَبَّارٍ.

کتبہ بر دوساق کمان

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ. پنج پنج کرت نوشتہ لَوْكَانَ لِاِبْنِ آدَمَ وَادِیَانِ لَایَبْتَغِی ثَالِثاً وَلَا یَمْلأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَ یَتُوبُ اللهُ عَلٰی مَنْ تَابَ. محمد . عَنْ اَبِی عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلّٰی اللهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِی فَقَالَ كُنْ فِی الدُّنْیَا كَاَنَّكَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرِ سَبِیْلٍ وُعِدَ نَفْسَكَ مِنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ یَا اللهُ اِنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّٰی اللهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمْرُهٗ وَحَسَنَ عَمَلُهٗ قَالَ فَاَیُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمْرُهٗ وَ سَاءَ عَمَلُهٗ (یَا مُحَمَّد) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلّٰی اللهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ اللهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِكُمْ وَ اَمْوَالِكُمْ وَ لٰكِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِكُمْ وَ اَعْمَالِكُمْ .

شہاب حسین

سُئِلَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ هٰذِهِ الْآیَةِ وَ اِذَا اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِی آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ اَلْآیَةِ. قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلّٰی اللّٰهُعَلَیْهِ وَسَلَّم یُسْاَلُ عَنْهَا فَقَالَ اِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِیَّتَهٗ فَقَالَ خَلَقْتُ لِهَاؤلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ یَعْمَلُوْنَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهٗ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِیَّتَهٗ فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤلَاءِ لِلنَّارِ وَ یَعْمَلُ اَهْلُ النَّارِ یَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَجُلٌ فَفِیْمَ الْعَمَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلّٰی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اللهَ اِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اِسْتَعْمَلَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰی یَمُوتُ عَلٰی عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

Marfat.com

فَيُدْخِلُهُ بِالْجَنَّةِ وَ اِذَا خَلَقَ الْعَبْدُ لِلنَّارِ اِسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلُهُ بِالنَّارِ.

عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَبْغُونِى فِى ضُعَفَائِكُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ. عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثٍ مَدْفُوعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَاَبَرَّهُ . شِعَارُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ. مَوْضَعُ سَوْطٍ فِى الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَافِيْهَا. اَحْمَدُ ، مُحَمَّدٌ، عَبْدُ اللهِ، رَسُوْلُ اللهِ، اَلرَّحِيْمُ، اَلْمُؤمِنُ، اَلْمُهَيْمِنُ، اَلعَزِيْزُ، اَلْجَبَّارُ، اَلرَّافِعُ، اَلْبَصِيْرُ، اَلْخَبِيْرُ، اَلْعَظِيْمُ، اَلْغَفُوْرُ، اَلشَّكُوْرُ، اَلْعَلِىُّ، اَلْحَبِيْبُ، اَلْوَاسِعُ، اَلْحَكِيْمُ، اَلشَّهِيْدُ، اَلْحَقُّ، اَلْقَوِىُّ، اَلْوَالِىُّ، اَلاَوَّلُ، اَلآخِرُ، اَلْبَرُّ، اَلْعَفُوُّ، اَلرَّؤُفُ، اَلْمُقْسِطُ، اَلْجَامِعُ، اَلْغَنِىُّ، اَلْمَانِعُ، اَلنُّوْرُ.

خوش منزلیست دنیا رونق بچشم — خوش دولتست عمر و بے پائدار نیست

اَلصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا كَلِيْمُ اللهِ — اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْلُ اللهِ

اَلصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ — اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِىَّ اللهِ

اَلصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ — اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّد

۲ بار

اَلصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ — اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عليك يا نبىَّ الله

اَلصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ — اَلصَّلوٰةُ والسَّلَامُ عليك يا خليلُ الله

اَلصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا كَلِيْمُ اللهِ — اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عليك يا خلق الله

اَلصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا كَلِيْمَ اللهِ — اَلصَّلوٰةُ والسَّلَامُ عليك يا خليل الله

اَلصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حُجَّةَ اللهِ — اَلصَّلوٰةُ و السَّلَامُ عليك يا من احبه الله

اَلصَّلوٰةُ و السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صِفْوَةَ اللهِ — اَلصَّلوٰةُ و السَّلَامُ عليك يا من ارسله الله

اَلصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مِنْ نُوْرِ اللهِ — اَلصَّلوٰةُ و السَّلَامُ عليك يا من ارشده الله

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ (دوبار)

Marfat.com

عَنْ اَبِی الْجَعْدَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم مَنْ تَرَکَ ثَلٰثَ جُمَعٍ مُتَھَاوِناً طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِہٖ. اِنَّ فِی الْجُمُعَۃِ سَاعَۃٌ لاَ یُوَافِقُھَا عَبْدٌ یَسْأَلُ اللّٰہَ فِیْھَا خَیْراً اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ.
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سَاعَۃُ الْجُمُعَۃِ ھِیَ مَا بَیْنَ اَنْ یَّجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰی اَنْ تَقْضیٰ الصَّلٰوۃَ فَتْویٰ اَکْثَرُ مَنْ کُتُبَ فِقْہِ حَنَفِی مُعْتَمَدٌ عَلَیْھَا. دریں زمانہ اینست کہ نقش مسجد آب طلا و ستاج ابتغاءً لوجہ اللہ مکروہ نیست

برکمان وسطی مسجد مذکور

اللّٰہ مُحَمَّدٌ نادعلی

ابوبکر و عمر و عثمان حیلہ

کتبہ بر تکیہ مسجد

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ

کتبہ بر پیشانی دروازہ اسفل مسجد بطرف شمال

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

کتبہ در کمان سنہری

سلطان محمد عادل شاہ در ۱۰۴۵ھ	بنائے مسجد علی عادل شاہ کلاں ۹۸۵ھ
باہتمام ملک یاقوت وابولی کارا گیر بود	بہ اہتمام کشور خان علی عادل شاہ کلان

مہتر محل ۱۶۲۰ء

جامع مسجد اور قلعہ کی درمیانی سڑک پر جنوبی سمت میں قلعہ سے قریب شہر بیجاپور کی سب سے خوبصورت اور دلکش مختصر عمارت مہتر محل کی ہے۔ اگرچہ یہ عمارت محل کے نام سے مشہور ہے مگر درحقیقت وہ صرف مسجد کے اندرونی صحن کے داخل ہونے کا دروازہ ہے جس پر کمرے اور برآمدے بنے ہوئے ہیں جو محض ایک نشست گاہ تھی جہاں سے سارے شہر کا تماشہ دیکھا کرتے تھے۔ اصلی عمارت مسجد ہے جو ایک نہایت عمدہ صاف ستھری عمارت ہے اگر مسجد کے سامنے ایسا عظیم الشان دروازہ نہ ہوتا تو پہلے مسجد ہی پر نظر پڑتی مگر اب اس کے سامنے مسجد گرد ہے۔ یہ دروازہ نہایت بلند اور عظیم الشان ہے جس کے اوپر کمرے اور برآمدے کھڑکیاں اور دونوں جانب دو پتلے پتلے مینار ہیں۔ اس عمارت

Marfat.com

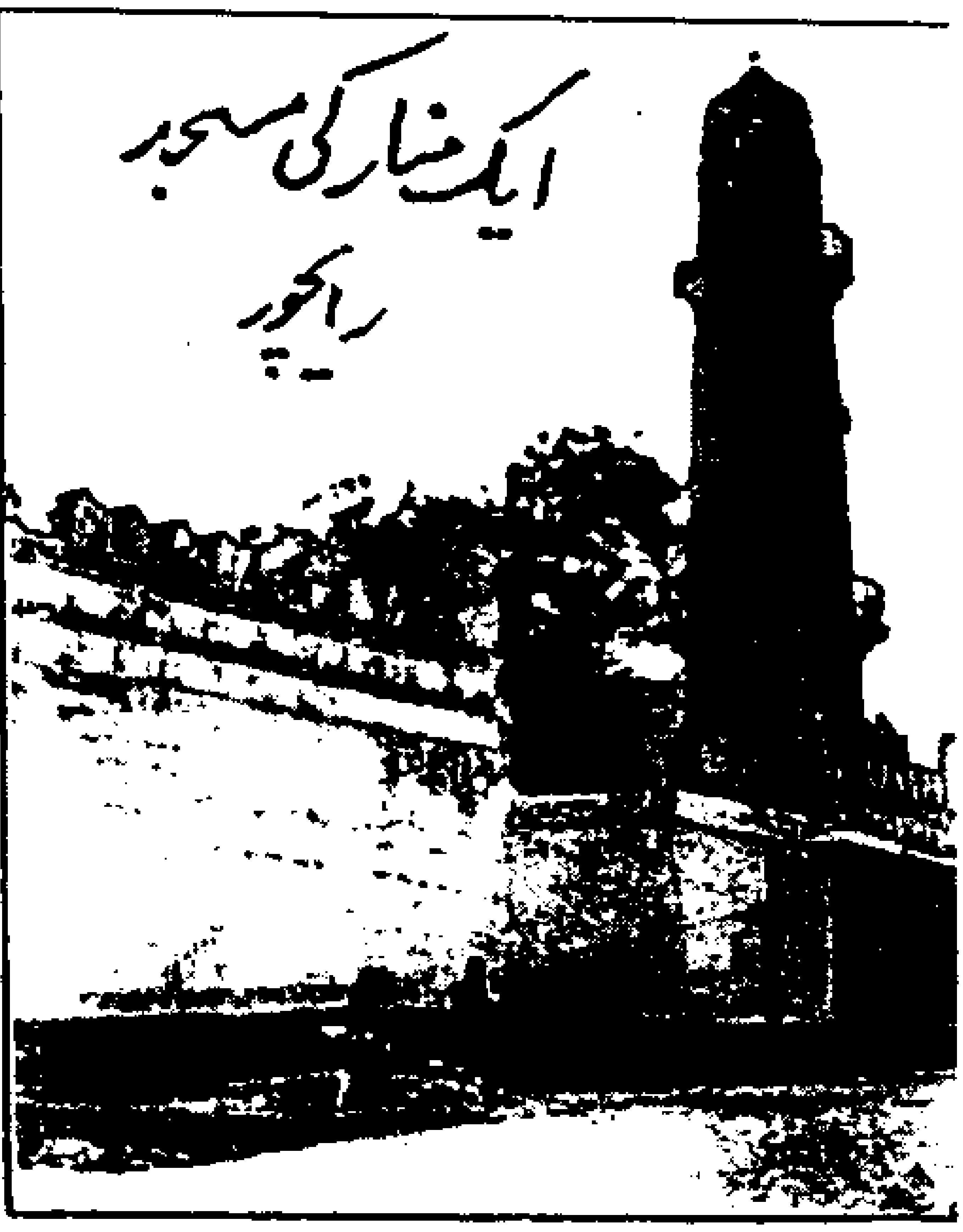

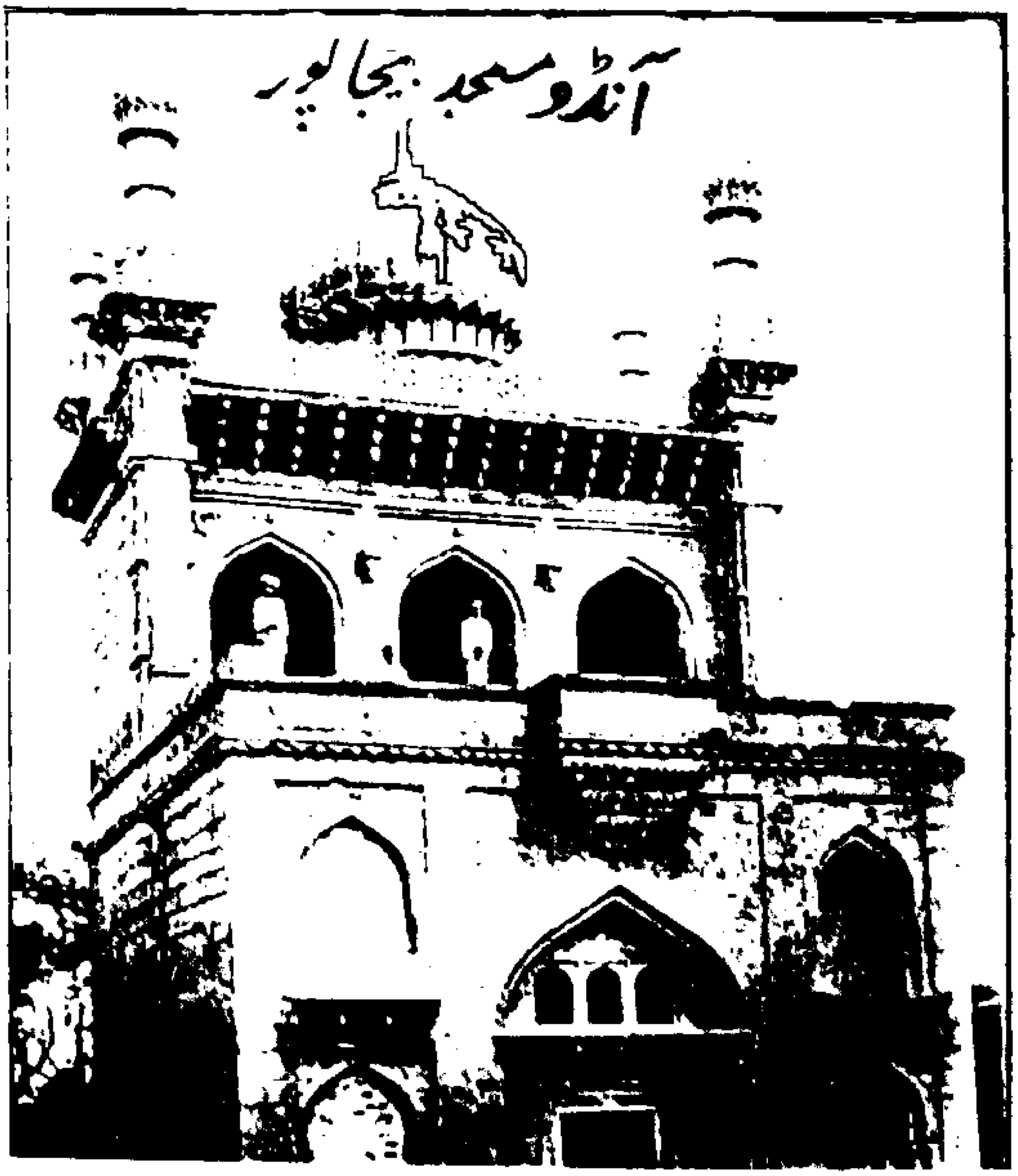

Marfat.com

کے دریچے قابل دید ہیں جن میں بے نظیر نقاشی اور کاریگری اور طرح طرح کے گچھے اور پھول تراشے ہوئے آویزاں ہیں اور جالیوں کی خراش تراش اور نقاشی نہایت نازک اور بالکل لاجواب ہے اس قسم کا کام لکڑی میں کیا جاسکتا ہے مگر پتھر جیسی سخت چیز میں ایسا کام کہیں دیکھنے میں نہیں آیا لیکن تعجب ہے کہ ایسا بے نظیر اور نازک کام اس قدر پائدار ہے کہ سوا تین سو برس سے جیسے کا ویسا اس کسمپرسی کی حالت میں بھی کھڑا ہے تھجے میں جو جھالر لگائی گئی ہے اگرچہ وہ جابجا گر گئی ہے مگر جس قدر اب باقی ہے اس سے بھی کاریگری اور عرق ریزی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس میں سے جابجا کے پتھر لوگوں نے اکھاڑ لیے ہیں۔ کیونکہ کوئی پوچھنے والا نہ تھا اور بہت سے لوگوں نے لے جا کر اپنے اپنے مکانوں میں لگا لیے ہیں کیونکہ سالہا سال تک شہر بیجاپور بالکل ویراں اور کسمپرسی کی حالت میں پڑا رہا تھا۔ اس دروازے کی چھت کا کام غور سے دیکھنے کے قابل ہے اور اسی طرز کا ہے جیسے کہ ابراہیم روضہ کا ہے۔ عظیم الشان چوبی پٹ اور اس پر لوہے کا کام اور کیلوں کا جڑنا دیکھنے کے قابل ہے۔ جس قسم کا کام اس دروازے پر ہے اسی طرح کا شاہ کریم صاحب کی درگاہ کے دروازے پر بھی ہے جو جامع مسجد کے پاس ہے۔ مہتر محل کی عمارت صرف ۲۴ فٹ مربع ہے اور منارے ملا کر بلندی ۶۶ فٹ ہے۔ مہتر محل کی متصل مسجد کی عمارت اس کے چھجے منڈیریاں گرد کی دیواریں سب باعتبار عمدگی ساخت کے خاص طور سے دیکھنے کے قابل ہیں جس سے اعلیٰ درجے کی صناعی اور نزاکت معلوم دیتی ہے البتہ اس کی مناریں بہ مقابلہ مہتر محل کے دروازے کی مناروں کے کچھ بے ہنگم سی ہیں اور جیسی خوبصورت اور دلکش مسجد ہے ویسی مناریں نہیں ہیں۔ چھت سے لے کر آدھے حصہ تک تو ان پر کوئی کام ہے ہی نہیں۔ بالکل سادی ہیں صرف معمولی سی بیل بنی ہوئی ہے۔ نہ ان پر کوئی برجی ہے بلکہ سرے پر گول کردی گئی ہیں۔ اس مسجد کا طرز تعمیر بالکل ملکہ جہاں بیگم کی مسجد سے ملتا جلتا ہے جو زنجیری مسجد کے نام سے مشہور ہے اور ظن غالب ہے کہ ان دونوں عمارتوں کے کاریگر ایک ہی ہوں گے۔ زنجیری مسجد کی تعمیر ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں ۱۵۸۷ء میں ہوئی ہے۔ مہتر محل کی وجہ تسمیہ کے متعلق مختلف روایات ہیں بہت ممکن ہے کہ اس عمارت کا اصلی نام یہ نہ ہو بلکہ بعد میں اس نام سے مشہور ہو گیا ہو اور بوجہ اس کی اعلیٰ درجہ کی عمارت کہ مہتر محل کا لقب دیا گیا ہو جس کے معنے بہترین اور اعلیٰ کے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نام بنانے والے کا ہو مسجد تو پھاٹک کے سامنے دب ہی گئی ہے۔ رہا مکان وہ جس کسی کا تھا اس کی ذاتی ملک ہوگا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ جلسوں اور مجلسوں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا اس واسطے محل کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ

Marfat.com

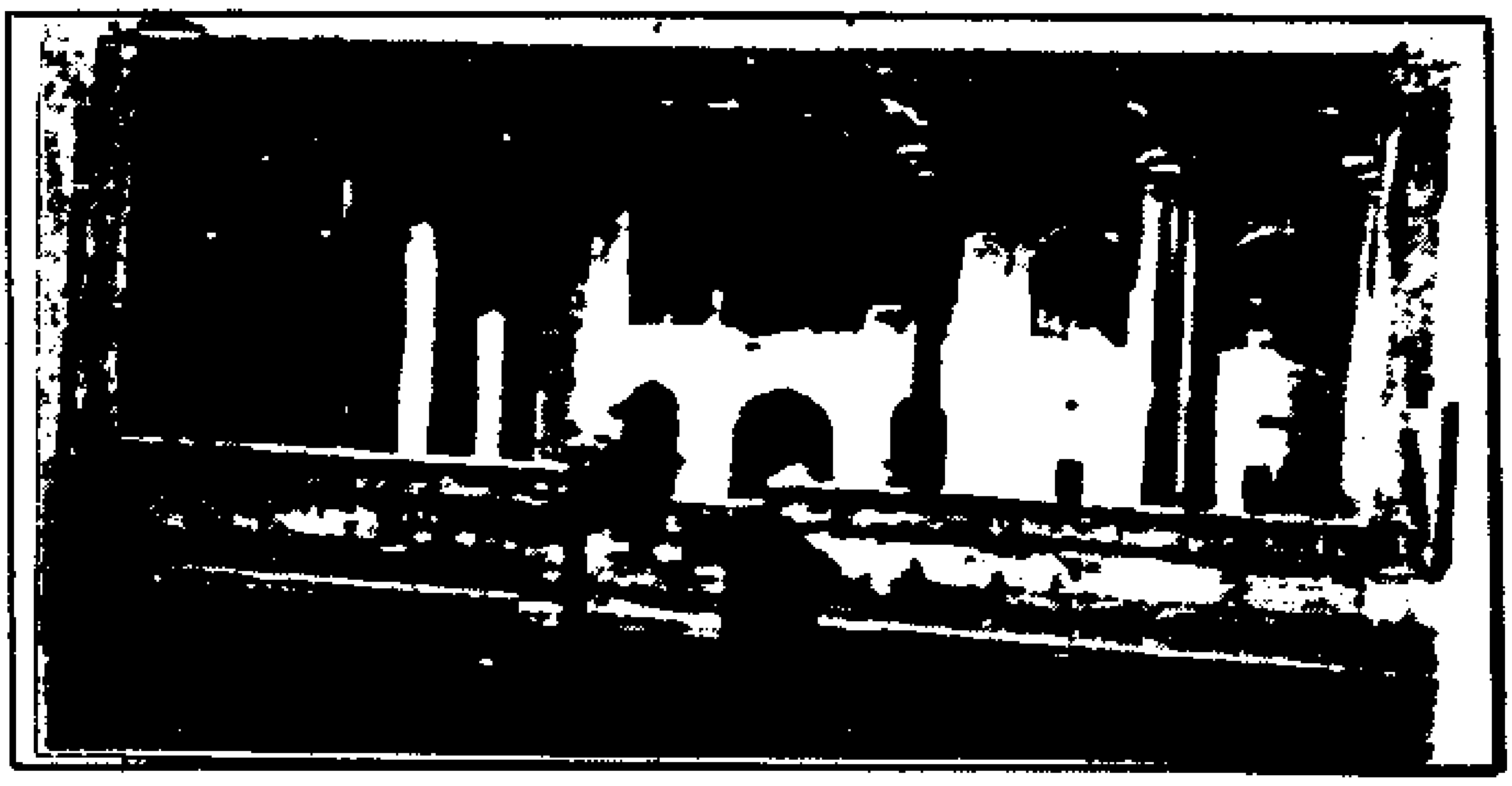

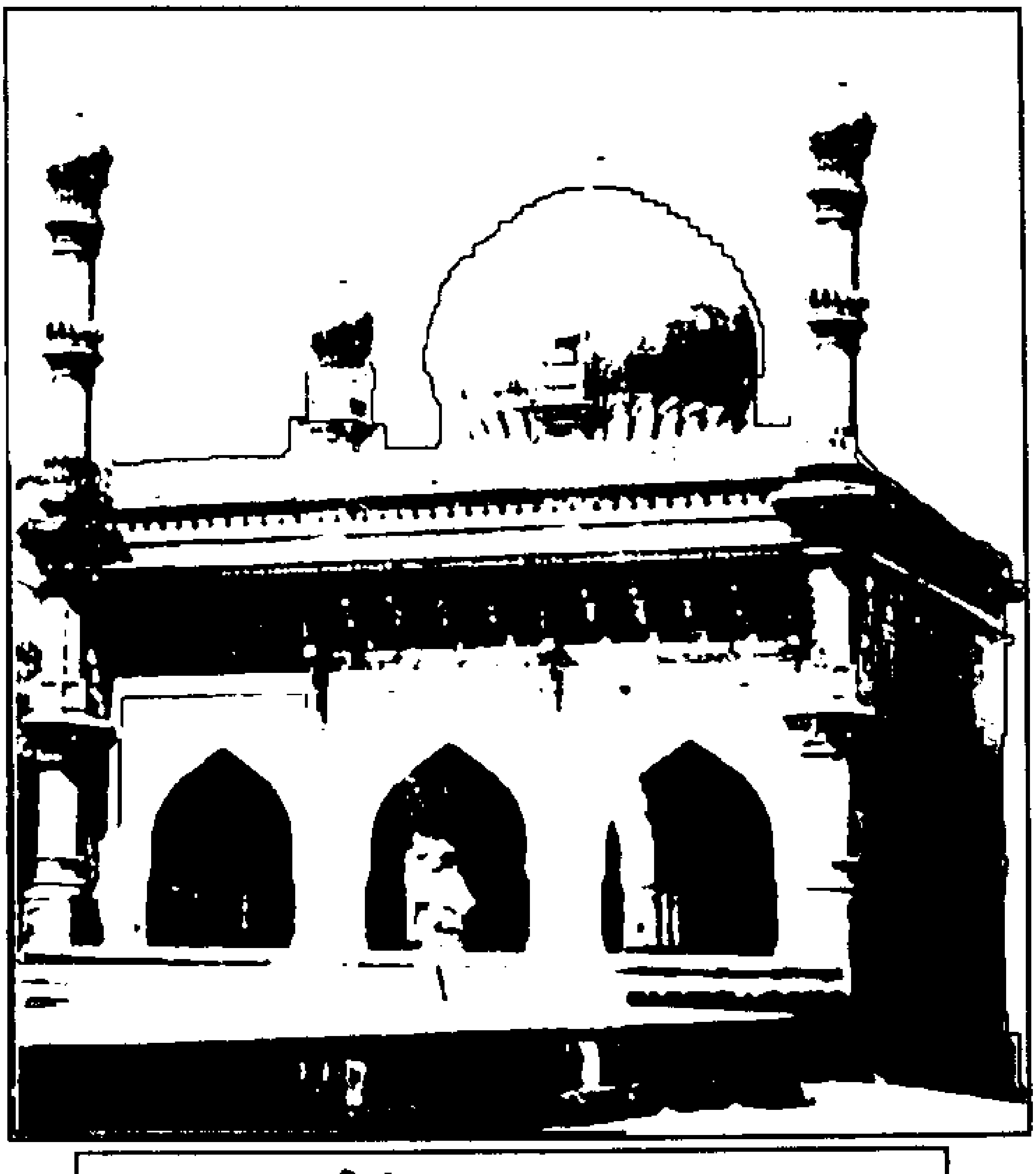

روز نا تمام علی عادل شاہ ثانی بیجاپور

Marfat.com

ایک مہتر یعنی حلال خور کا بنایا ہوا ہے جس کو بادشاہ نے کسی وجہ سے مالا مال کر دیا تھا اس نے جب دیکھا کہ بے طلب دولت مل گئی تو اس نے اسے یوں ٹھکانے لگایا کہ ایک تفریح گاہ بنوائی جسے اپنے نام سے مشہور کیا لیکن ہم کو اہل اسلام کی حسن عقیدت سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کسی مہتر کو مسجد جیسے متبرک مقام بنانے دیا ہو جو ایک نیچ قوم ہے۔ لیکن اس میں کلام نہیں ہو سکتا کہ جس نے مسجد بنوائی ہے دروازہ بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ توجیہ ہی من گھڑت ہے۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے زمانے میں ایک بزرگ مہتر گدا نامی تھے یہ مسجد اور دروازہ دونوں ان حضرت کے بنوائے ہوئے ہیں۔ اور یہی بات دل کو لگتی ہوئی ہے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللہِ۔ افسوس ہے کہ ایسی بے نظیر اور بہترین عمارت پر کہیں کوئی کتبہ یا سال تعمیر یا بانی کا نام درج نہیں ہے اور اس وجہ سے اس کے بانی کا صحیح نام معلوم نہیں ہو سکتا نہ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کس زمانے میں بنا، لیکن پھاٹک اور مسجد دونوں کی تعمیر ایک ہی وقت میں ہونے کی دلیل ہمارے پاس یہ ہے کہ ایک خاص قسم کا پتھر جو بیجاپور کی اور کسی عمارت میں نہیں لگایا گیا اور نہ بیجاپور میں ملتا ہے اس مسجد کی عقب کی دیوار اور پھاٹک دونوں میں یکساں لگا ہوا ہے۔ آنڈو مسجد کا ذکر آگے آئے گا۔ اس کا طرز عمارت ملتا جلتا ہے صرف فرق اتنا ہے کہ مہتر محل میں آراستگی، نقاشی اور نزاکت زیادہ ہے۔ آنڈو مسجد کا سال تعمیر ۱۶۰۸ء ہے اور آرائش محل کے سامنے کے منڈوے میں بھی بجنسہ اسی قسم کا کام کیا ہوا ہے جیسا کہ مہتر محل میں ہے اور اس کی تعمیر کا سال ۱۶۶۹ء دو جگہ درج ہے۔ مہتر محل اور اس کی مسجد کے چونے پتھر کا کام اور آنڈو مسجد کا بالکل ایک ہی قسم کا ہے اس سے یہ قیاس کرنا بے موقع نہ ہو گا کہ مہتر محل کی تعمیر ان دونوں عمارتوں کے درمیانی زمانے میں ہوئی ہو گی اور اس لحاظ سے مہتر محل کی تعمیر کا سال ۱۶۲۰ء قرار دیا جائے تو غالباً کچھ زیادہ بعید القیاس نہ ہو گا۔

آثار محل ۱۶۶۴ء

بادشاہ کشور دیں حضرت مرسل کہ است — جملہ موجودات از نور وجودش آشکار
گر نجاک تیرہ انداز و نگاہ فیض بخش — در بسنگ خارا بکشاید لب اعجاز بار
سنگ خارا گردد از اعجاز او دُرّ ثمیں — خاک تیرہ گردد از فیضش زر کامل عیار

یہ مقدس و متبرک عمارت قلعہ کی مشرق جانب ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش

Marfat.com

شریف کے موئے مبارک یہاں موجود ہیں جن کے اصلی ہونے کے متعدد اسناد ہیں چانچہ حضرت شاہ صبغۃ الحسینی البھروچی المدنی نے جب زیارت فرمائی تو آپ نے اپنے دستخط خاص سے سند لکھ دی کہ فقیر کو اشارت وبشارت سے تحقیق ہوا ہے کہ یہ موئے شریف حضرت سرور عالمؐ کی ریش مبارک کے ہیں اور یہ سند متولی آثار شریف مبارک کے پاس موجود ہے۔ ان موئے مبارک کو ابراہیم عادل شاہ ثانی نے بہ صرف زر کثیر کمال خواہش و آرزو سے میر صالح ہمدانی سے حاصل کر کے اس عالی شان محل میں رکھا اور خدمت گزاری کے آداب انتہائی درجے کے بجالاتا تھا۔ خدام و حفاظ و مدرسین و طلبا و لنگر وغیرہ کے اخراجات کے لیے ایک سرمایہ کثیر مقرر کیا اور آثار اہل بیت پاک دائمہ عظام سے چند تبرکات بھی بڑی کوشش سے حاصل کر کے اسی مکان میں رکھے۔ ابراہیم عادل شاہ کے بیٹے محمد شاہ نے بھی معمولات مستمرہ جاری رکھے اور اسی طرح سکندر عادل شاہ جو خاتم طبقہ سلاطین بیجاپور تھا اس کے عہد تک فرمان شاہی کی رو سے جو مطلا کاغذ پر کمال تکلف سے لکھا ہوا ہے یہ مصارف جاری تھے یعنی ہر سال ماہ مبارک ربیع الاول میں پہلی تاریخ سے بارہویں تک تاریخ وار ایک ایک ہزار ہن بڑھا کر ۷۸ ہزار ہن خرچ ہوتے تھے اور اسی طرح محرم شریف میں پچپن ہزار ہن صرف ہوتے تھے علاوہ اس کے خدام و ملازمین کے انعام و وظائف و جاگیر وقف کر دیئے تھے چنانچہ وہ فرمان سکندری بھی متولی کے پاس موجود ہے۔ جب تک سلطنت عادل شاہی کا قیام تھا یہ معمولات جاری رہے۔ اب معمولی آداب ولوازم خدمات و مولود خوانی و ختم فاتحہ خوانی و پخت طعام دوازدہم مبارک اور روشنی وغیرہ ضروری اخراجات چلتے ہیں اور زائرین کا گروہ کثیر دور دراز مقامات سے آکر مشرف بزیارت ہوتا ہے۔ گیارہویں شب کو حجرۂ خاص کا دروازہ کھولا جاتا ہے خاص وعام صندوق مبارک کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ صندوق جس میں موئے مبارک نئے کے اندر رکھا ہوا ہے کھولا نہیں جاتا۔ صحت اس موئے مبارک کی جمہور کے نزدیک ایسی تیقن ہے کہ شک و شبہ کا محل نہیں۔ محمد قاسم فرشتہ نے لکھا ہے کہ غرۂ محرم الحرام ۱۰۰۵ھ میں سیادت مرتبت رفیع الرتبت میر محمد صالح ہمدانی بیجاپور تشریف لائے آپ کے ساتھ چند موئے مبارک تھے یہ خبر سلطان ابراہیم عادل شاہ سن کر بہت خوش ہوا اور نہایت تعظیم و تکریم سے ان بزرگ سے ملاقات کر کے موئے مبارک کی زیارت سے مشرف ہوا اور میر محمد صالح کو بہت سا انعام و اکرام دیا۔ غرۂ محرم شریف میں بادشاہ مجالس عزاداری میں مشغول تھا میر محمد صالح کو کہلا بھیجا کہ آپ کے جد کا ماتم کرتا ہوں اگر دار الامارہ کو تشریف لا کر ممتاز و منور کریں تو موجب خوشنودی ہے آپ نے

Marfat.com

مصداق اِذَا دُعِیتُمْ فَاسْتَجِیبُوْا مع موئے مبارک قلعہ میں تشریف لائے اور لوگ زیارت سے مستفیض ہوئے۔ اسی طرح ماہ محرم ختم ہو کر ماہ صفر شروع ہوا میر صاحب نے قصد مراجعت وطن مالوف کا کیا بادشاہ نے دو ہزار ہن اور بہترین پشمینے کے چند بستے اور دوسرے نفیس تحائف وہدایا دے کر مرخص کیا میر صاحب نہایت رہین منت ہوئے اور دو موئے عنبر موئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بادشاہ کو عنایت کیے۔ اب ان موئے مبارک کو نقرئی نئے میں رکھ کر بند کر دیا ہے۔ شب جمعہ ایام متبرکہ میں زیارت کی جاتی ہے۔ حضرت شاہ صبغۃ اللہ الحسین المدنی البھروچی کے وقت ابراہیم عادل شاہ نے عرض کی کہ آثار معجز شعار حضرت رسالت پناہ کی زیارت کر کے تشریف فرما ہوں جب آپ آثار محل میں بغرض زیارت تشریف لائے تو بادشاہ کے اشارے پر خدام نے وہ روپہلی بند نئے لا کر سامنے رکھی آپ نے فرمایا کہ کھولو تاکہ دیکھ کر زیارت کروں عرض کی کہ نئے بند ہے اسے کھولتے نہیں تب آپ نے شریف کو دست مبارک میں لے کر درود شریف پڑھنے لگے مولانا حبیب اللہ بھی اس مسجد میں موجود تھے فرماتے ہیں کہ مجھ کو بلا کر ارشاد ہوا کہ آثار شریف پر غور سے نظر کرو دفعتاً دیکھا کہ نئے مبارک میں سوراخ ہو کر موئے مبارک نمودار ہوئے جو نہ بہت موٹے تھے نہ بہت باریک نہ بہت سیاہ نہ بہت سفید ایک انگلی لمبے تھے۔ یہ معتبر لوگوں سے منقول ہے۔ شروع شروع آثار مقدس گگن محل میں رکھے گئے جس کی بنا ۹۶۹ھ میں بعہد علی عادل شاہ کلاں ہوئی۔ یہ محل بہت بلند اور عالی شان تھا سقف وستون اور درودیوار پر طلا کاری کی گئی تھی جس میں زر خطیر صرف ہوا اور اس میں ہر قسم کے بادشاہی جواہرات و تحائف وغیرہ رکھے تھے اتفاقاً سلطان محمد عادل شاہ کے زمانہ میں گگن محل میں آگ لگ گئی ہر سمت سے شعلے بلند ہوئے اور درودیوار سارا مکان جلنے لگا بادشاہی خزانے اور توشک خانے کا حجرہ جس میں ہزاروں لاکھوں روپئے کا مال واسباب تھا جلنے لگا اور اسی محل کے ایک حجرے میں موئے مبارک بھی تھے بالآخر بادشاہ کو خبر لگی بادشاہ بہ نفس نفیس فوراً آیا اس وقت آگ ایسی تیز تھی کہ آدمی نزدیک نہ جا سکتا تھا ہر شخص حیران وپریشان تھا کوئی سبیل آتش کے فرو کرنے کی بن نہ پڑتی تھی۔ اور مال واسباب جلا چلا جا رہا تھا۔ بادشاہ نے مال واسباب کی کچھ پروا نہ کی لیکن آثار شریف کے لیے اشک بار ہوا۔ اور پیچ و تاب کھانے لگا پیچھے پلٹ کر دیکھا ایک شخص علی خان نامی کھڑا تھا باشاہ کے دیکھتے ہی وہ جوان مرد بلا خوف و خطر شعلہ ہائے آتش میں گھس گیا اور صندوق شریف سر پر اٹھا کر بسلامت باہر نکل آیا اور اس کو ببرکت آثار مبارک ذرا آنچ نہ لگی اور وہ شعلہ زن آتش اس پر حضرت ابراہیم کی مانند ٹھنڈی ہو گئی۔ محل تو جل کر

Marfat.com

خاک سیاہ ہو گیا۔ مگر آثار مبارک کی سلامتی پر بادشاہ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور داد محل میں جسے عدالت محل بھی کہتے ہیں جو ۱۰۵۳ھ میں بعہد محمد عادل شاہ قلعہ ارک کے باہر بنایا گیا تھا موئے مبارک کو رکھا اور علی خاں کو آثار مبارک کی حوالہ داری اور اس مکان کی تولیت و خدمت سے سرفراز کیا گیا۔ اس روز سے وہ علی خاں آثاری مشہور ہو گئے۔ سلطان محمد عادل شاہ نے اپنے وقت کے اولیاء اللہ سے التماس کی کہ بندہ ہمیشہ آثار شریف کی زیارت باسعادت سے بہرہ اندوز ہوتا ہے لیکن کمال تمنا اس بات کی ہے کہ ایک دفعہ شرف زیارت جمال آثار قدسی اسرار سے مشرف ہوں یہ مقصد بدون آپ بزرگوں کی امداد کے ناممکن الحصول ہے۔ آپ کی دستگیری ضرور ہے۔ حضرت شاہ ہاشم حسینی العلوی اور حضرت شاہ مرتضیٰ قادری قدس سرہما نے فرمایا کہ اچھا ہم بارگاہ رسالت مآب میں عرض کرتے ہیں اگر تمہاری تقدیر یاور ہے تو کیا عجب ہے کہ شرف قبولیت ہو جائے چنانچہ ایک دن یہ دونوں بزرگ حجرۂ شریف میں آئے اور صندوق کھول کر نئے مبارک کو باہر نکالا اور آپ حجرۂ خاص کے باہر آکے موقف عرض میں کھڑے ہو کر عرض کی بہ مصداق "کہ مقبول رار دنباشد سخن" ان دونوں بزرگوں کی درخواست قبول ہوئی سلطان محمد عادل شاہ اور چند اکابر اولیاء اللہ محل مطلا میں جو حجرہ خاص کے سامنے ہے کھڑے تھے اور چند خواص محل طلائی کی کھڑکی میں تھیں اور اعیان وارکان بڑے محل میں اور دوسرے سب لوگ حوض کے گرداگرد اپنے اپنے مرتبہ کے موافق کھڑے تھے اور سب تسبیح و تحلیل و تمجید و سلام و صلوٰت میں مشغول تھے کہ دفعتاً حجرہ مبارک سے مشک کی سی جان پرور خوشبو نکلی کہ جس سے دماغ معطر اور روح تازہ ہو گئی تھوڑی دیر میں حجرۂ منور سے ایک شعلۂ نور باہر آکے محل طلائی میں بھر گیا اور تمام حاضرین اور زائرین کو گھیر لیا اور اس نور کی شعاع و تجلی سے ہر ایک کی آنکھیں تاب نظارہ نہ لا کر بند ہو گئیں۔ اور ہر شخص پر حالت بے خودی مستولی ہو گئی سب کے سب سجدہ میں گر پڑے فلمّا تجلی ربّهٗ للجبل جعلهٗ دكًا وّخرّ مُوْسٰی صعقًا۔ کا مضمون حسب حال تھا وہ حالت بے خودی ایک دو گھڑی رہی بادشاہ و گدا سب نے زیارت واعجاز سے افتخار حاصل کیا۔ وہ خوشبو لوگوں کے کپڑوں میں کچھ ایسی بس گئی کہ تین چار شوب میں بھی نہ گئی۔ اس زمانے کے بعد سے پھر نئے نہیں کھولی گئی نہ نئے کی زیارت ہوئی۔ البتہ صندوق کی زیارت کرائی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ دونوں موئے مبارک دو جداگانہ نئے میں تھے ایک بلورین نئے میں تھا دوسری نقرئی نئے میں جب عالمگیر نے بیجاپور کو فتح کیا تو سکندر عادل شاہ کو خیال ہوا کہ اب ہم مغلوب ہو گئے۔ عالمگیر بادشاہ ہماری عزت و توقیر نہ کرے گا پس کیا تدبیر کرنی چاہئے ارکان

Marfat.com

سلطنت نے مشورہ دیا کہ صندوق آثار مبارک سر پر لے جایئے عالمگیر دین دار بادشاہ ہے خود اس کی تعظیم کو کھڑا ہو گا۔ سکندر نے خادم کو بلا کر کہا کہ ہم صندوق آثار مبارک کا عالمگیر کو ہدیہ دینا چاہتے ہیں جلد لا، تو خادم دیرینہ و تجربہ کار تھا بادشاہ کے حکم سے عدول نہ کر سکتا تھا مگر دل میں سوچا کہ بوجہ کم سنی و ناتجربہ کاری اپنا سارا ملک تو دے چکے اب چاہتے ہیں کہ یہ جو ایک تبرک رہ گیا ہے جس پر تمام عرب و عجم متفق ہیں اور جس کو ان ہی کے بزرگوں نے لاکھوں روپئے صرف کر کے کس آرزو اور تمنا سے حاصل کیا ہے جو اس شہر کے لیے باعث برکات دائمی ہے اس کو بھی دیدینا چاہتے ہیں بلوری نئے میں موئے مبارک تھا وہ زیادہ صحیح اور مشہور تھا خادم نے چالاکی کر کے نئے بدل دیا یعنی بلوری نئے کا چاندی کی نئے میں رکھ دیا اور چاندی کی نئے نکال کر بلوری نئے میں رکھ دیا اور چاندی کی نئے والا آثار محل میں رکھ کر بلوری کا نئے لے گیا۔ سکندر نئے مبارک سر پر لے کر چلا اخباریوں نے خبر دی عالمگیر نے حکم دیا کہ فوراً سکندر کے راستہ پر خیمہ و خرگاہ استادہ کریں اور اور حفاظ اور ذاکرین اور تمامی عہدہ داران حاضر رہ کر سکندر سے نئے مبارک لے کر ان خیموں میں رکھیں اور عنبر و عود اور اگر اور دوسری خوشبودار بخورات جلائیں اور تلاوت قرآن شریف اور درود و تسبیح میں مشغول رہیں۔ اسی وقت فراش و آبدار و عود سوز امین و مشرف وغیرہ مقرر کیے گئے۔ جب سکندر پہنچا تو اس سے نئے لے کر خیمہ میں رکھ دی آخر سکندر اپنی تعظیم سے مایوس ہو کر عالمگیر کے سامنے گیا۔ عالمگیر نے وہ موئے مبارک دہلی بھیج دیا۔ اب جو موئے مبارک نقرئی نئے میں آثار مبارک (موئے مبارک اور جبۂ مبارک ملک ہند میں اس کثرت سے پھیل گئے ہیں کہ ان سب کی اصلیت میں محل شک ضرور ہے۔ اسی ضلع راءچور میں قصبہ مانوی عرف بھنو میں موئے مبارک ہے جس کے لیے موضع نسلاپور جاگیر اب تک جاری ہے۔ اور آثار محل بھی اندرون قلعہ شکستہ موجود ہے۔ صرف راءچور ہی میں حسب ذیل مقامات پر موئے مبارک ہے۔ راءچور لنگسگور عالم پور پر اگنور مدگل، جلدرگ، آناہسور، سالکندہ، اس کے علاوہ یہیں قرب و جوار میں گلبرگہ، بیدر، نلنگہ، حیدر آباد، اورنگ آباد، خلد آباد، ورنگل، ادھونی اور خدا جانے کہاں کہاں موئے مبارک ہیں اور جس کو دیکھو صحیح السند ہونے کا دعویٰ دار ہے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قلمی کلام مجید جا بجا ہیں۔ یہ تو ممکن نہیں کہ یہ سب صحیح ہوں لوگوں نے پیٹ پالنے کا ذریعہ بنالیا ہے لیکن بیجاپور کے آثار مبارک فی الجملہ زیادہ قابل اعتبار ہیں کہ بادشاہان عادل شاہی نے لاکھوں روپئے صرف کر کے حاصل کیے ہیں بلا سند و اعتبار کامل کے اس قدر زر خطیر کیوں کر صرف کیا جا سکتا تھا پھر اس کے علاوہ

Marfat.com

مسلمانوں کا عقیدہ، حسن عقیدت اور ایمان بالغیب پر مبنی ہے۔ جہاں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آئے، فرط عقیدت سے ہم کو سر جھکانا ہی زیبا ہے۔

لب چمٹ جاتے ہیں کہتا ہے محمدؐ جو کوئی   اور اس نام سے بڑھ کر کہو میٹھا کیا ہے)

میں موجود ہے۔ اس کی زیارت چند بار ہوئی ہے چنانچہ معمور خاں ناظم بیجاپور نے عالمگیر کی اجازت سے حضرت سید شاہ مصطفیٰ قادری کو جو ایک واسطہ سے سید السادات قطب الخلائق حضرت شاہ مرتضیٰ قادری کے خلیفہ ہوتے ہیں زیارت کرائی بعد اس کے ثناء اللہ خاں نے اپنی صوبہ داری میں حضرت شاہ ہاشم حسینی علوی کے پوتے حضرت شاہ مرتضیٰ قادری کو زیارت کرائی اور آخر بار ۱۱۴۲ھ میں محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد میں قاضی سید عبداللہ مقبل کو نواب آصف جاہ کا حکم ہوا کہ آثار محل کی موجودات دیکھیں ان لوگوں نے تمام مشائخین اور اکابرین شہر کو جمع کیا اور موئے مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے اس وقت سے آج تک پھر کسی کو موئے مبارک کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔

نقل ہے کہ عالمگیر کے عہد میں کوئی سید صاحب خدمت صوبہ داری پر سرفراز ہوئے۔ محل آثار شریف میں پنجشنبہ کے دن اور دیگر ایام متبرک میں زیارت کے لیے ہجوم خلائق ہوتا تھا تو صوبہ دار صاحب نے بزعم حکومت فرمایا کہ ایک بال کی تو ایسی عزت و توقیر کرتے ہیں لیکن ہم کو دیکھو کہ خود آل رسول ہیں ہماری کچھ بھی تعظیم و توقیر کا لحاظ ان لوگوں کو نہیں ہے اس گستاخانہ کلمے کے زبان سے نکلنے کے ساتھ ہی حبس بول کی شکایت ہوئی اور تڑپ تڑپ کر چند ساعت میں مر گیا۔

بدر گستاخی کسوف آفتاب   شد عزازیلے ز جرأت رد باب

از ادب معصوم پاک آمد فلک   وز ادب پر نور گشتہ ایں فلک

ہنری کوزنز صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ بہت زمانہ گزرا کہ آثار محل میں ایک رات چور گھس پڑے تھے اور بہت کچھ مال و اسباب چوری گیا اور ممکن ہے کہ موئے مبارک بھی لے گئے ہوں لیکن ممکن تو سب کچھ ہے اور وہم کی دارو لقمان کے پاس بھی نہیں ہے جب صندوق مبارک موجود ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس میں موئے مبارک نہ ہو۔ یہ عمارت دو منزلہ ہے اور اس میں نہایت کشادہ مرتفع اور وسیع دالان اور بڑے بڑے کمرے ہیں۔ نیچے کا پیش دالان ساری عمارت کی لمبان چوڑان میں ہے اوپر علاوہ دالان کے دونوں جانب بڑے بڑے حجرے ہیں بیچ کا ہال ۸۱ فٹ طول اور ۲۷ فٹ چوڑا ہے بازو سے زینہ ہے جس پر سے گیلری میں آکر تمام نیچے کا دالان دکھلائی دیتا ہے اسی گیلری کے شمالی کمرے میں

Marfat.com

آثار مبارک ہیں۔ جنوبی رخ کے دو کمرے تہ در تہ اس عمارت کے بہترین آراستہ کمرے ہیں۔ گیلری کی چھت تمام مطلا و مذہب ہے اس واسطے وہ سنہری کمرے کے نام سے مشہور ہے اور سونے کی آب و تاب چمک دمک اب تک ایسی ہے کہ گویا تازہ بنا ہوا ہے اس عمارت میں اس زمانے کی قدیم نہایت بیش قیمت قالین اور دریاں بھی موجود ہیں جو کمروں کے ناپ کے برابر بنائی گئی ہیں جو اعراس وغیرہ میں بچھائی جاتی ہیں۔ چھتیں بھی اس مکان کی بلحاظ نقش و نگار و رنگ آمیزی و طلائی کام کے نہایت عجیب و غریب ہیں۔ تمام دروازوں کے دو دو پٹ ہیں جن میں زنجیر اور کنڈیاں لگی ہوئی ہیں ان تمام چوبی کواڑوں پر پچی کاری کا بے نظیر کام کیا گیا ہے اور اقلیدس کی شکلیں اور بہت عمدہ طرح بہ طرح کے نقش و نگار کھودے گئے ہیں اور چوبی تختوں کی جگہ ہاتھی دانت کے تختے جمائے گئے ہیں۔ افسوس ہے کہ لوگوں نے اس قابل قدر صناعی کو از حد برباد کیا ہے اور جابجا کھود اور کھرچ کر بدنما کر دیا ہے۔ جنوبی رخ کا کمرہ خاص توجہ کے قابل ہے جس میں خاص طور کی رنگ کاری اور نقاشی اعلیٰ پیمانہ پر کی گئی ہے اس کی دیواروں پر انواع و اقسام کی نقش و نگار، گلدستے، پھول، بیلیں، مختلف پائدار رنگوں میں بنائی گئی ہیں۔ طاقچوں میں گلدستے ایسے بنائے گئے ہیں جو سچ مچ کے پھول معلوم دیتے ہیں۔ چھت اور اس کی شہتریں تک سب منقش ہیں بہت سا حصہ طلائی کام کا دیواروں اور چھت پر اب بھی باقی ہے اور باوجود مرور زمانہ اور بے دردی کے آج بھی قابل دید ہے اور اپنا جواب نہیں رکھتا اور جگمگا رہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خالص سونا چڑھایا گیا تھا ورنہ اب تک کبھی کا ماند پڑ جاتا۔ اس سے ملا ہوا اندر وار کا دوسرا کمرہ بھی نقش و نگار سے نہایت مزین ہے مگر اس کے نقش و نگار جداگانہ طرز کے ہیں۔ اس کی دیواروں پر نہایت خوبصورت تصاویر بنائی گئی ہیں جن کو جابجا سے ایسا کھرچ کر خراب کر دیا ہے کہ اب نہیں معلوم ہو سکتا کہ کن واقعات کو یہ تصاویر بتلاتی تھیں لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب تصویریں سامان عیش و طرب کی تھیں اور بہترین نمونہ ہندوستانی فن مصوری اور نقاشی کا ہیں۔ بعض جگہ معشوقان پری پیکر مینا و ساغر بھی موجود ہے۔ یہ نقاشی ممکن ہے کہ ان یورپین صناعوں کی دست و قلم کی ہو جو سلطان محمد نے خاص اسی کام کے لیے بلوائے تھے۔ جن کو مقامی حالات یہاں کے لوگوں کی عادات طرز زندگی کی پوری واقفیت ہونے سے مغربی حصہ ملک کی تصاویر بنا کر ہندی لباس پہنا دیا ہے۔ عموماً تصاویر کا رکھنا مسلمانوں کے ہاں منع ہے اور کہا جاتا ہے کہ جب بادشاہ اورنگ زیب نے ایک مقدس اسلامی عمارت میں ان خلاف شرع تصاویر کو دیکھا تو بہت برہم ہو کر سب تصویروں کو کھرچوا کر بگڑوا دیا۔ دیواروں کے بالائی حصص پر اشجار آسمان اور بادلوں کے نقشے بنائے گئے ہیں۔ اسی کمرے میں دو بڑے بڑے صندوق بیش قیمت

Marfat.com

مغرق غلافوں، چادروں اور کمخواب کے پردوں سے بھرے پڑے ہیں جو نہایت بے احتیاطی سے گڈ مڈ کر کے صندوقوں میں ٹھونس دیئے گئے ہیں اور بے غوری کی وجہ سے بالکل خراب اور کرم خوردہ ہو گئی ہیں۔ نہایت نفیس اور عمدہ ایرانی قالین دریاں بھی اسی زمانے کی ان وسیع دالوں کے ناپ کی موجود ہیں وہ بھی اسی کمرے میں رہتی ہیں اور اکثر بچھائی جاتی ہیں خصوصاً عرس شریف میں ان کی ایسا بری گت بنتی ہے کہ ہزاروں آدمی ننگے اور کیچڑ کے لتھڑے ہوئے پاؤں ان پر رکھتے ہیں مشعلوں کا تیل علاحیدہ گرتا ہے جن کے دھبوں اور چکٹوں نے ان قابل قدر چیزوں کو غارت کر دیا ہے مگر خیر اب تک ہیں اور بچھانے کے کام آتی ہیں ان کی احتیاط از بس ضرور ہے کہ ہم کو اس کی امید نہ رکھنی چاہئے کہ اس فرش کے ضائع ہو جانے کے بعد اب کسی میں اتنی ہمت بھی ہے کہ ایرانی قالین اور ایسی نفیس دریاں تو اب کہاں میسر آسکتی ہیں کوئی بندہ خدا آگرے کی معمولی دریاں بھی بچھوا سکے گا۔ علاوہ ان کی پچھلے زمانے کے چینی کے برتن قدیم وضع کے بڑے بڑے شمعدان، پنج شاخے، بڑی بڑی تانبے کی دیگیں، کڑاہیاں، لگن وغیرہ ظروف مسی، پرانی چینی کے گلدان اور بوتلیں بھی موجود ہیں جو اس زمانے کی دستکاری کی یادگار ہیں۔ دو منزلہ کے اوپر کھڑکیوں میں جو علم ہیئت اور اقلیدس کے نقشے اور شکلیں بنائی گئیں ہیں وہ صاف طور پر نمایاں ہیں۔ اوپر کے دونوں کمروں میں جن کا ہم ذکر کر آئے ہیں کھڑکیوں میں لگے ہوئے زرد اور نیلے رنگ کے آئینے اب تک بھی بعض بعض موجود ہیں اور باقی سب جگہ کے تو مدتیں ہوئیں لوگوں نے توڑ پھوڑ ڈالے یا اکھیڑ لے گئے۔ مطلا ہال کے سامنے کا کٹہرا نہایت صاف ستھرا اور خوب صورت بنا ہوا ہے۔ ان کمروں کی دیواروں پر خاص کر اس رنگ آمیزی کو دیکھنا ہے جو موج دریا کی طرح لہریں مارتی ہے اور جب ان میں جھاڑ فانوس ہانڈیوں اور لنتروں کی روشنی کی چمک ہوتی ہو گی تو ان کے عکس سے عجب لطف آتا ہو گا اور بجنسہ آفتاب کی شفق کا سماں پیش نظر رہتا ہو گا۔ بالا خانے کی سیڑھیوں سے اتر کر جب ہم نیچے آتے ہیں تو بائیں طرف زینہ کے نیچے ایک چوبی بند دروازہ نظر پڑتا ہے یہ کتب خانہ تھا اس سارے کمرے میں کتابیں رکھنے کی الماریاں چاروں طرف بنی ہوئی ہیں۔ ساری کتابیں اورنگ زیب چھکڑوں پر لدوا کر لے گیا۔ تبرکات کے کمرے کے نیچے ایک کمرے میں جس کے سامنے پردہ پڑا رہتا ہے اور چوبی چبوترہ بنا ہوا ہے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے تابوت کا نمونہ ہے جو ایک صندوق کے اندر باحتیاط محفوظ ہے۔ آثار محل کے عظیم الشان اور وسیع دالانوں کی خوشنمائی کو بڑا دھبہ ان دو کمانوں سے لگ گیا ہے جو بعد میں اس عمارت میں چھت کی سنبھال کے لیے بطور ٹیکے کے بنا دی گئی ہیں۔ بیرونی دالان میں چار بڑی بڑی شہتیر کے ستون بطور سہارے کے لگائے گئے ہیں۔ چھت میں تمام تختہ بندی کا

Marfat.com

کام ہے جس پر اقلیدس کی اشکال کے نقش ونگار نہایت خوشنما صوفیانہ رنگ کاری سے بنائے گئے ہیں
عمارت کے محاذ میں ایک وسیع حوض ہے جو ہر وقت پانی سے بلب رہتا ہے اس میں تاردہ کے تالاب سے
پانی آتا ہے۔ اس تالاب کے تموج سے خوشنما منظر رہتا ہے اور اتنی بڑی عمارت کے لیے ایک حوض کا
ہونا بس غنیمت ہے محمد عادل شاہ نے ۱۶۶۴ء میں آثار محل کو بنوایا جس کے حجرہ سرانجام مبارک پر یہ
کتبہ ہے۔

درآن کشور کہ آثار تو باشد	جہاں را چشم دیدار تو باشد
برائے عاصیاں فضل تو وافیست	اگر موئے زلطف تست کافیست
مبارک منزلے خوش ترز بستان	بود خاکش شفائے دردمنداں
بود ایں کعبہ ثانی جہاں را	خدا آساں نمودہ عاصیاں را
زہے جائے کہ عرشش ہم قریں است	ستونش ہر یکے چوں رکن دیں است
برآورد آفریں دست دعا را	کہ روز حشر می یابی جزا را
بود آثار ہستی تا جہاں را	خدا پائندہ دارد ایں مکان را

بنا اس عمارت کی بغرض ایوان معدلت کے شروع کی گئی تھی اور پہلا نام اس کا داد محل تھا لیکن شاہ
جہاں بادشاہ نے اعتراض کیا کہ قلعہ کے باہر داد محل کیسا اور ناچار بادشاہ کو چھوڑنا پڑا اس کے بعد عمارت
کو تبرکات کے لیے مختص کر دیا گیا اور جو تبرکات میر محمد صالح ہمدانی مکہ معظمہ سے بیجاپور لائے تھے وہ
یہاں رکھے گئے۔ قلعہ سے اس محل تک راستہ نکالنے کے لیے خندق پر ایک پل باندھا گیا ہے جس میں
بڑے بڑے پیل پایے مختلف قد و قامت کے لگائے گئے ہیں جس پر سے دونوں منزلوں پر آدمی پہنچ سکتا
ہے۔ سڑک کے بیچوں بیچ میں جو اس پل پر سے گزرتی ہے فصیل کے اوپر ایک حوض بنا ہوا ہے جو غالباً
اس غرض سے بنایا گیا تھا کہ لوگ آثار محل میں داخل ہونے سے پہلے وضو کر لیں۔

جہاز محل

آثار محل سے ملا ہوا جانب شمال جہاز محل کا ٹوٹا پھوٹا حصہ موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس محل کی شکل
جہاز سے مشابہ تھی اس واسطے اس نام سے موسوم کیا گیا مگر درحقیقت جہاز سے اس کو کوئی مناسبت نہیں
ہے بلکہ دوسری روایت جو زبان زد خاص و عام ہے وہی صحیح معلوم دیتی ہے کہ اس محل میں بحری محکمہ

Marfat.com

قائم تھا اس واسطے جہاز محل کہلاتا تھا کیوں کہ ہم کو معلوم ہے کہ بادشاہ کے پاس بحری فوج اور جہازوں کا ایک معقول بیڑا تھا۔ اس وقت اس محل کی خالی چار دیواری کھڑی ہے۔ دروازے اور کھڑکیاں ہیں مگر پٹ ندارد، غرض چوبینے کا نام نہیں ہے چھت تک ندارد ہے۔ بالکل کھنڈر باقی رہ گیا ہے۔ دیواروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محل دو منزلہ تھا نیچے دالان در دالان تھے جن کے دونوں جانب بڑے بڑے کمرے تھے اور بیچ میں ایک بڑا پھاٹک تھا۔ محل کے بیرونی جانب بیوتات وغیرہ ہیں اور اندر روار کو بالائی منزل پر چڑھنے کا زینہ بنا ہوا ہے۔ بالائی منزل میں بھی کمرے تھے جن میں بہت سے طاق بنے ہوئے ہیں نیچے کے حصے میں ایک بڑا بھاری دروازہ اب بھی موجود ہے جس میں سے آثار محل کا راستہ ہے جس کے بڑے بھاری بھرکم پٹ اب بھی موجود ہیں جو اپنی مستحکم چوکھٹ کے سہارے کھڑے ہیں اور جن کے پیچھے ایک بڑی بھاری شہتیر بلی بطور اڑونڈے کے لگی ہوئی ہے جس کے لیے دیوار میں دونوں طرف بڑے بڑے سوراخ بنائے گئے ہیں اور جو گول بیلنوں کے ذریعہ سے بہ آسانی گھسٹ آتی ہے۔

پانی محل

آثار محل کے احاطے کے مشرقی جانب "پانی محل" کا کھنڈر موجود ہے جس کا صرف نام ہی نام باقی رہ گیا ہے۔

گنبد حافظ حسینی و شاہ حمزہ حسینی

یہ چھوٹا سا گنبد ابوالفضل شاہ حمزہ حسینی کا آثار مبارک کے پاس ہے۔ آپ بیجاپور کے بڑے اولیاء اور قدیم اکابر و مشائخین سے تھے اور مرید و خلیفۂ خاص اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ حافظ حسینی کے ہیں۔ آپ نے جادہ ارشاد و ہدایت اور مسند کرامت و ولایت پر بیٹھ کر اپنی اوقات شریفہ شرع کے مطابق خلائق کی رہنمائی اور طالبین اور مسترشدین کی تلقین میں مصروف رکھی۔ آپ کے بلند مدارج اور کرامات تعریف کے محتاج نہیں۔ آپ نے ۹ر شعبان المعظم کو وفات فرمائی سن معلوم نہیں ہوتا۔ نقل ہے کہ آپ کو آپ کے پدر بزرگوار کے بازو دفن کیا تھا شب کو آپ کی قبر شریف والد ماجد کی مزار سے ایک ہاتھ کے فاصلہ پر ہٹ گئی یہ فقط رعایت ادب تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ان دونوں مزاروں پر ایک چھوٹا سا قبہ بنایا گیا ہے۔ آپ کی اولاد میں پوری برکت ہوئی چنانچہ اب بھی آپ کی اولاد حیدرآباد دکن و رائچور و موضع بوری پرگنہ سمتان جت علاقہ بلگاؤں وغیرہ میں موجود

Marfat.com

ہیں۔ آپ کے مقبرہ میں صلحا اور اہل علم اور دوسرے لوگ بہت سے مدفون ہیں اور متاخرین سے محمد ابراہیم خطیب عید گاہ اور ان کے والد شیخ احمد وہیں مدفون ہیں۔ حیدر آباد میں سید غوث صاحب حسینی منصبدار و منتظم علاقہ صرف خاص اور سید غلام دستگیر صاحب حسینی ساکن صوبہ ضلع پربھنی آپ ہی کی اولاد سے ہیں اور علاقہ انگریزی موضع بوری میں صاحب حسینی صاحب اور موضع سیونگی میں سید عبد القادر صاحب موجود ہیں۔ اس گنبد پر یہ کتبہ ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتحاً مُّبِيْنا لِيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطاً مُّسْتَقِيْماً.

کتبہ بر مدرسہ مسجد ملک یاقوت ۱۰۵۸ھ

یہ مسجد آثار محل کے متصل ہے۔ غالباً یاقوت محل جس میں اب مسافر بنگلہ ہے۔ وہ بھی ان ہی کا بنایا ہوا ہے۔ کتبہ ذیل اب دستگیر کے جھنڈے میں لگا ہوا ہے۔

نگنجد در بیاں حمد خدائے خویش بے ہمتا — کہ از نام محمد کردہ قائم عز اعظم رائے
نبی ہاشمی الرسل کز ذات او ست — محمد شاہ غازی جاودان باشد جہاں آرائے
زہے شاہنشاہ غازی کہ در جنت شکوہ وے — نماید مرتبہ صاحبقراں با پایہ او نائے
بود قدر ملک یاقوت از لفظش فزوں دائم — کہ این مسجد از ودار و صفائے یثرب و بطحائے
۱۰۵۸ھ — ۱۰۵۰ فصلی

چاند باولی ۱۵۷۹ء

اس باولی کو علی عادل شاہ نے اپنی ملکہ چاند بی بی سلطان نظام شاہ کی دختر نیک اختر کی یادگار میں ۱۵۷۹ء میں بنوایا تھا جو شہر کے شمال مشرق کے گوشہ میں واقع ہے۔ یہ باولی کاہے کو ہے، اچھا خاصہ تالاب ہے۔ شاہی دروازہ سے قریب ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر ہے۔ باولی پر متعدد خوش نما سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں جن پر ایک بڑی بھاری کمان ہے اس کے جنوب رخ پر دالان وارد و صادر کی اقامت کے لیے بنے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

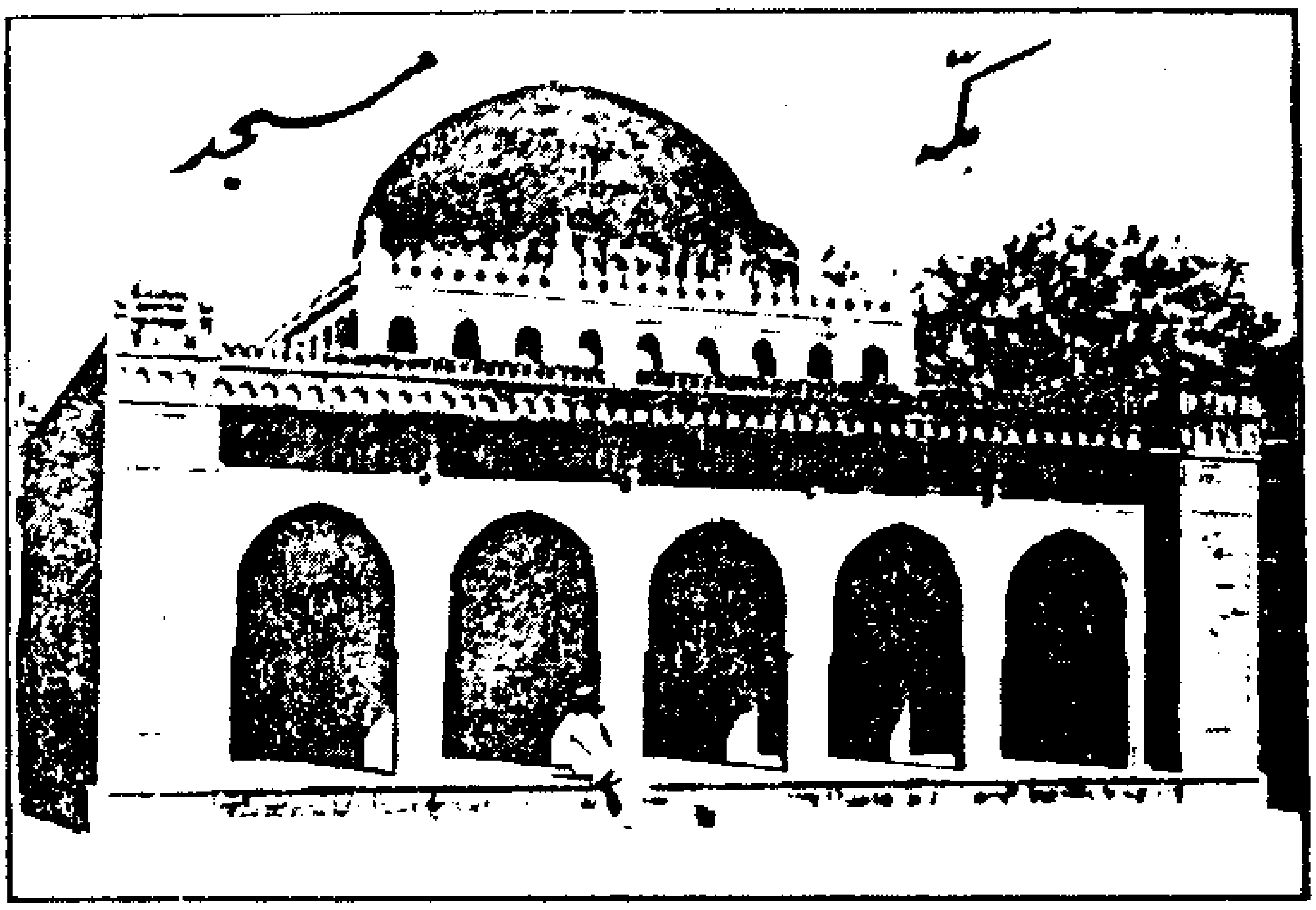

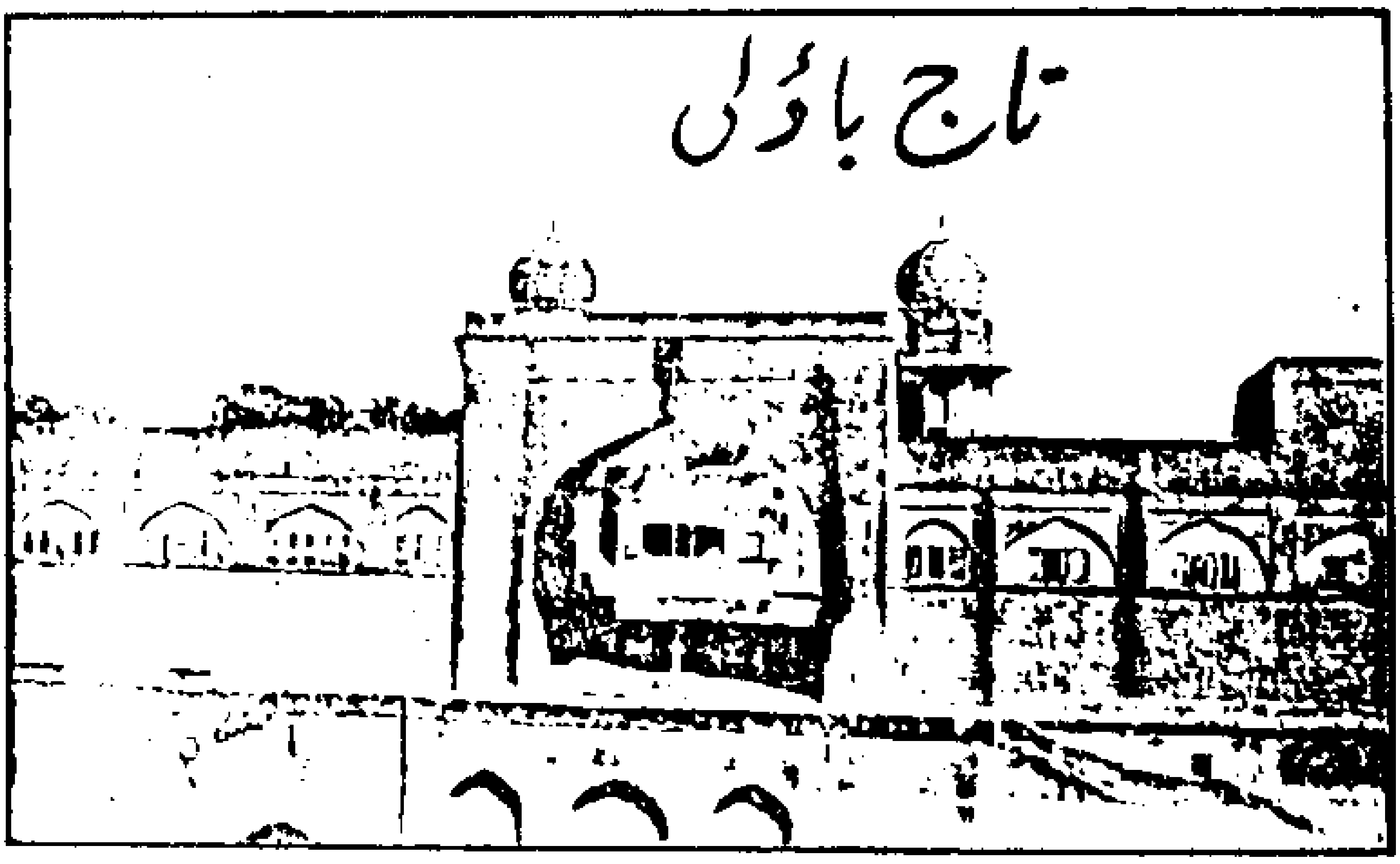

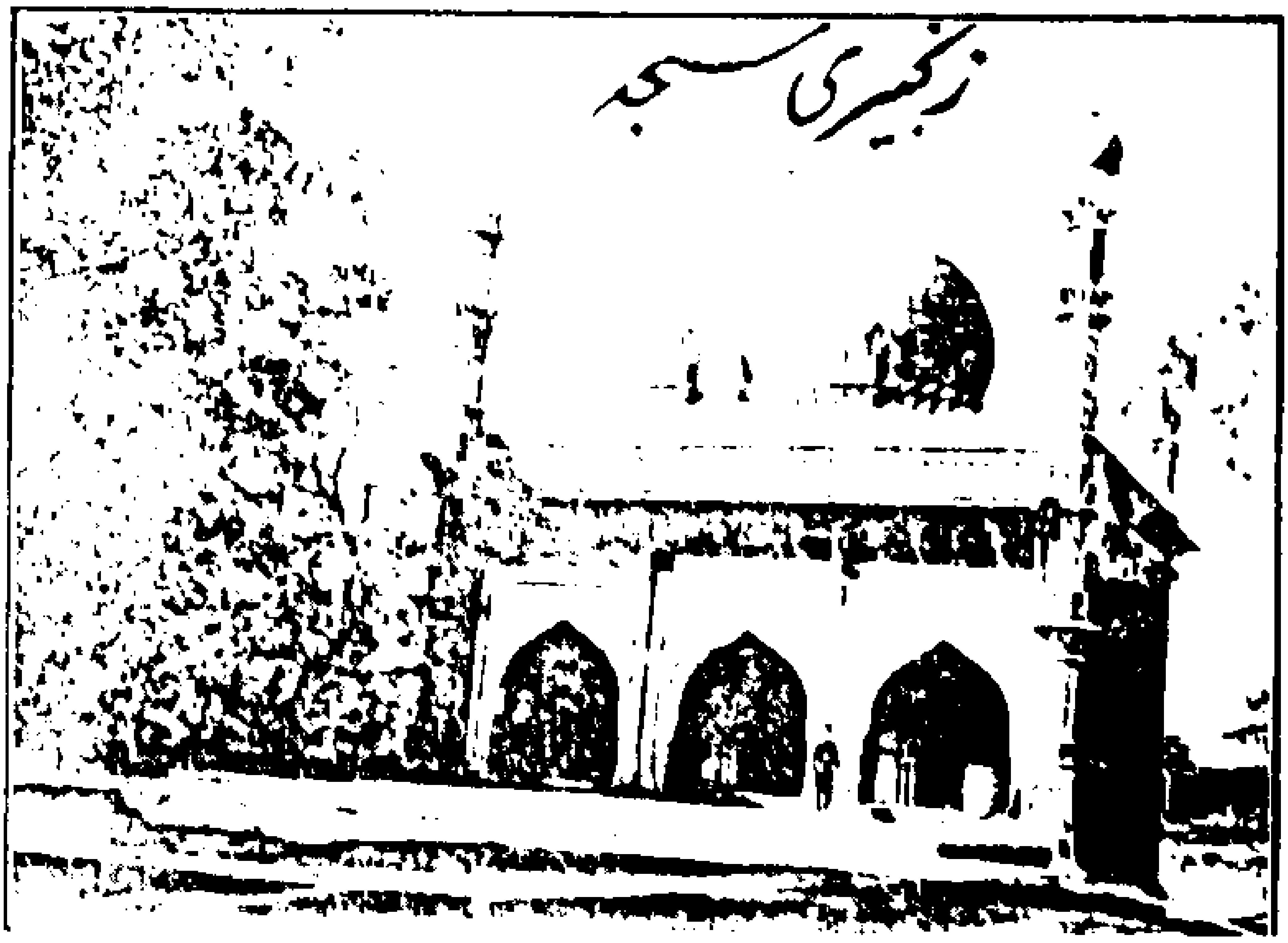

Marfat.com

مسجد چاند سلطان

مسجد چاند سلطان چاند باولی کے پاس ہی چاند بی بی کی بنوائی ہوئی ایک مسجد بھی ہے جس کی تینو کمانوں پر سنگ مرمر یا ہاتھی دانت کے حروف کاٹ کر نیلگوں پتھر پر بخط دلکش و طغرائے بے نظیر نعـ کیے ہیں۔

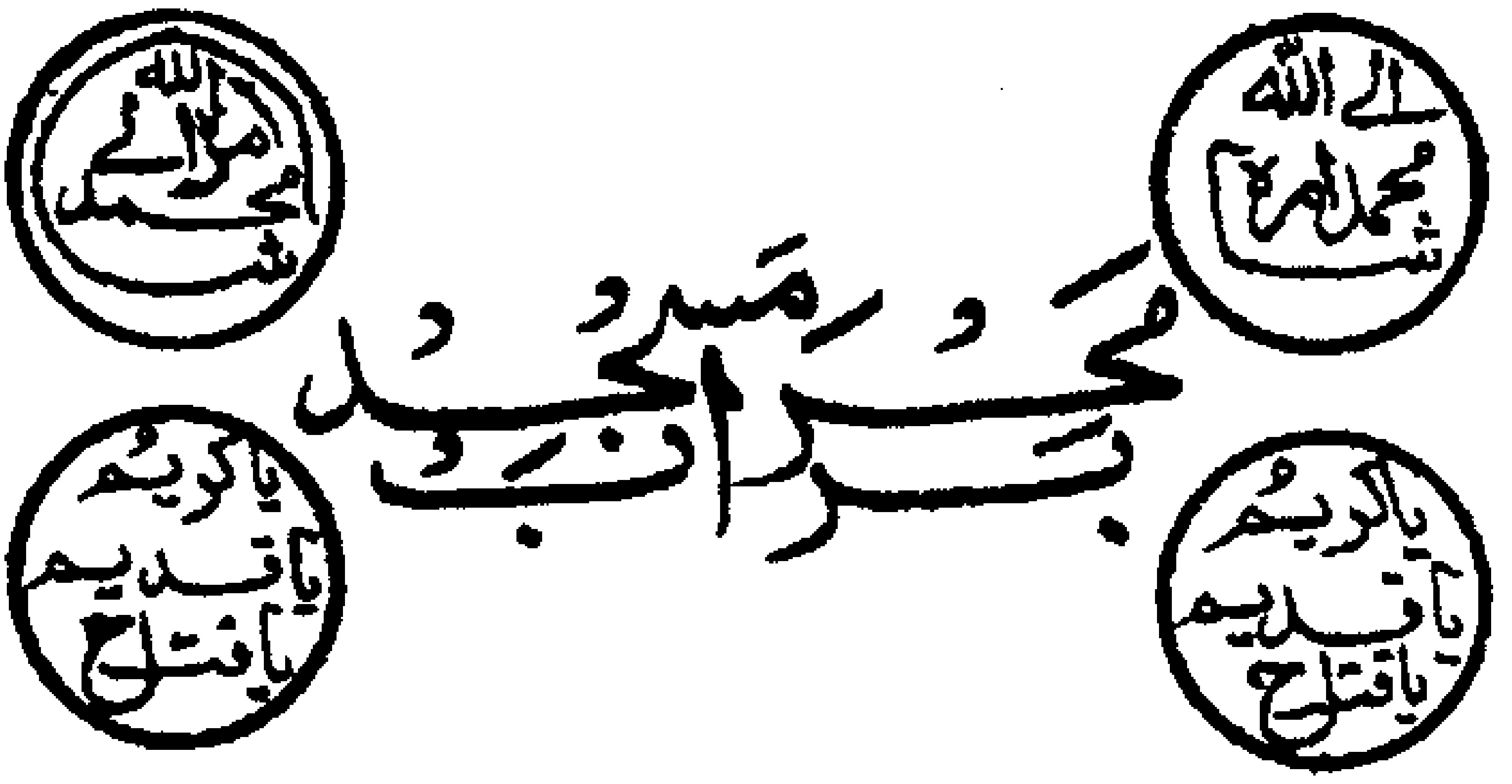

تاج باولی ۹۶۷ھ

مکہ دروازہ کے پاس شہر کے مغربی حصہ میں یہ باولی ہے جو سارے شہر میں سب سے بڑی باولی ہے اس کے شمالی جانب ایک بہت بڑی کمان ۳۵ فٹ عریض بطور دروازے کے بنائی گئی ہے۔ اس کمان کے دونوں طرف دو منزلہ مکانات بنے ہوئے ہیں جس کے وسط میں ایک عمدہ گنبد ہے۔ مشرق اور مغرب میں مسلسل برآمدے مسافروں کے اترنے کے واسطے بنے ہوئے ہیں۔ غرض باولی کے تینوں جانب عمارات کا سلسلہ ہے۔ بہت سی پختہ سیڑھیاں اتر کر ہم کمان میں سے اس چبوترے پر پہنچتے ہیں جو عین پانی کے اندر بنا ہوا ہے اور جس کے دونوں جانب پھر سیڑھیاں ہیں جو باؤلی کی تہ تک گئی ہیں۔ یہ باولی ۲۲۳ فٹ مربع ہے۔ باؤلی کے اندروار جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں برآمدے کی طرف لمبے لمبے ہال بنے ہوئے ہیں جن میں باؤلی کی طرف چھوٹی سی دیوار بنادی گئی ہے تاکہ کوئی گر نہ پڑے۔ ان میں سے جنوبی حصہ میں ہنود کے بالادیو کا مندر واقع ہے جہاں بیسیوں قسم کے دیوں کی برنجی مورتیں رکھی ہوئی ہیں جن میں وشنو اور شیو کی مورتیں بھی ہیں، جن کی خدمت ایک بیراگی کرتا ہے۔ باؤلی کے ہر طرف موٹیں لگی ہوئی ہیں جن سے پانی کھینچا جاتا تھا۔ چنانچہ جنوبی رخ کی موٹ سے اب بھی باغ میں پانی دیا جاتا ہے۔ اس باؤلی کی تعمیر کے متعلق مختلف روایات مشہور ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ باؤلی مشہور انجینئر ملک صندل نے

Marfat.com

(جو ابراہیم روضہ کا مشہور انجینئر ہے) بطور یادگار تاج سلطانہ ملکہ ابراہیم عادل شاہ ۹۶۷ھ مطابق ۱۶۲۰ء میں بنوائی تھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ سلطان محمد ملک صندل پر کسی وجہ سے سخت ناراض ہو گیا تھا بعد میں عفو قصور فرما کر ارشاد ہوا کہ مانگ کیا مانگتا ہے، ملک صندل لاولد تھا اور کوئی ذریعہ اس کے بقائے نام کا نہ تھا اس نے معروضہ کیا کہ اسے کسی ایسی تعمیر کی اجازت دی جائے جس سے اس کا نام نسلاً بعد نسل چلتا رہے۔ بادشاہ نے اس درخواست کو شرف قبول بخشا اور جیب خاص سے ایک معتدبہ رقم بھی مرحمت فرمائی جس سے اس نے یہ باؤلی بنوائی لیکن اگر ایسا ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ ملک صندل کے نام سے مشہور نہ ہوتی یا کم سے کم اس کے نام کا کتبہ نہ لگایا جاتا اس لحاظ سے وجہ اول ہی درست معلوم ہوتی ہے کیوں کہ چاند بی بی کے نام سے شہر میں ایک باؤلی موجود تھی اغلب ہے کہ تاج سلطانہ نے بھی خواہش کی ہو کہ اس کے نام سے بھی اک ایسی باؤلی بنائی جائے جو چاند باؤلی سے بڑھ چڑھ کر ہو۔ اور واقعی بہ مقابلہ چاند باؤلی کے یہ باؤلی ہر طرح تفوق لے گئی۔ "نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول۔

بیوی باندی کی باؤلی ۹۸۹ھ

یہ باؤلی مکہ دروازہ کے عقب میں محمد شاہ پیٹ میں کورٹ کچہری کے پیچھے ہے جس پر یہ کتبہ ہے۔

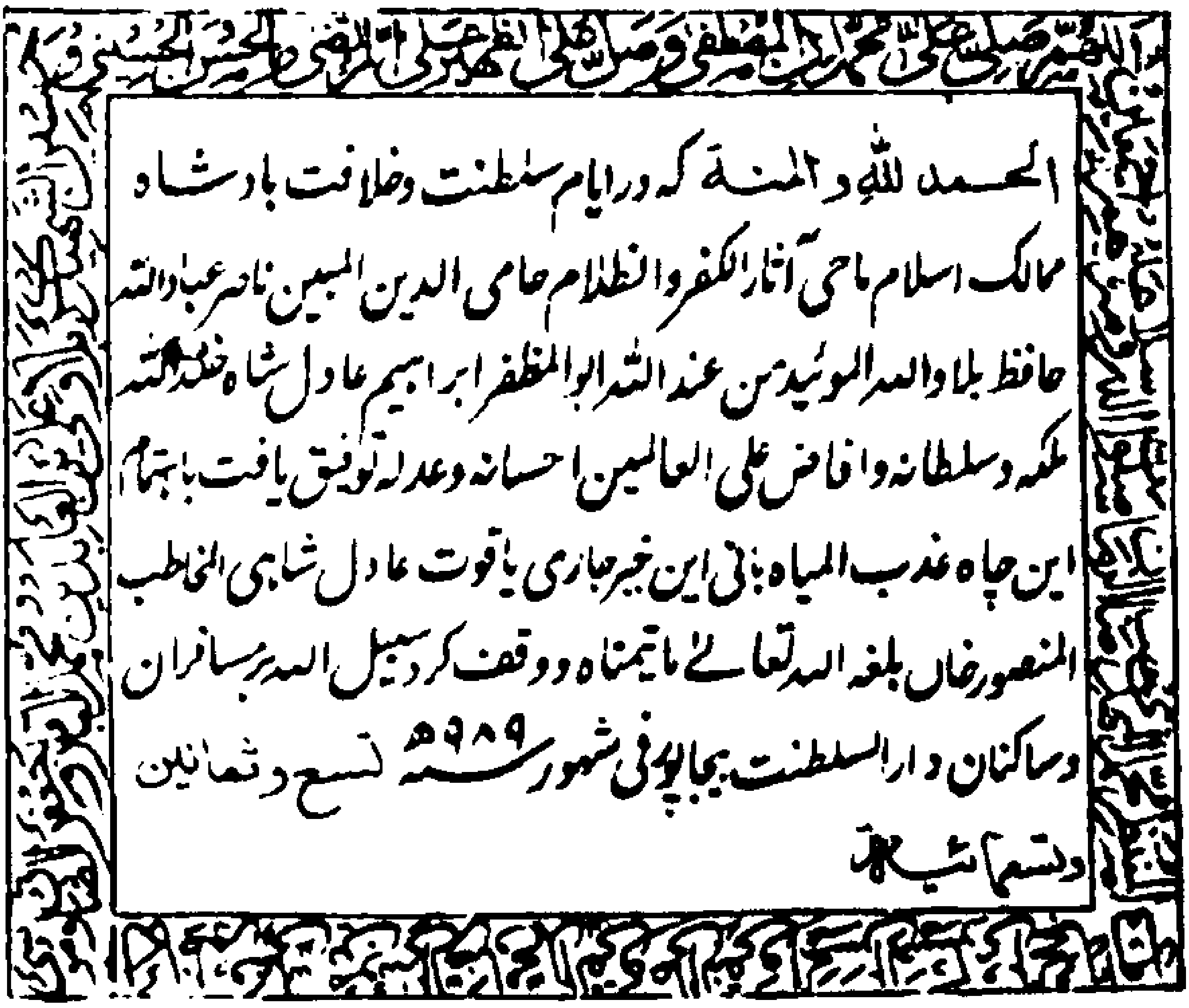

Marfat.com

کتبہ دیگر بر باؤلی مذکور

حوض منصور خاں سبیل بود منبع آں ز سلسبیل بود
حوض ہائے دگر کہ ساختہ اند در صفائی بداں عدیل بود
روح افزائے چشمہ شد طرح کہ مزاجش چو زنجبیل بود
گشتہ تاریخ شہر از کوثر چوں ہماں گوہرش عدیل بود

وکاتب المذنب ہدایت اللہ ۹۸۹ھ

توپ ملک میدان ۹۵۶ھ مطابق ۱۵۴۹ء اور شرزہ برج ۱۰۶۹ھ مطابق ۱۶۵۸ء

ملک میدان توپ بیجاپور پر لارڈ کرزن لٹھے پر بیٹھے ہیں ان کے بائیں طرف سر ڈبلیو لارنس ہیں اور دائیں طرف مسٹر احمدی مرحوم ڈسکرکٹ انجینئر بیجاپور عطیہ مسٹر حیدری ہوم سکریٹری (حیدر آباد دکن)

فصیل شہر کے مغربی جانب سے بڑے برج پر جو مکہ اور شاہ پور دروازوں کے درمیان شرزہ برج کے نام سے مشہور ہے سب سے مشہور توپ "ملک میدان" چڑھی ہوئی ہے۔ جو لنڈے قصاب کی توپ کے بعد شہر بیجاپور میں سب سے بڑی توپ ہے۔ یہ توپ دوسرے بڑی توپوں سے باعتبار ساخت کے بالکل نرالی ہے۔ یہ توپ پیچ رسی ڈھلی ہوئی ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ لمبان میں تو کم ہے مگر جوف اس کا بہت

Marfat.com

بڑا ہے اور دیکھنے میں ٹھنگی معلوم دیتی ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس کا نشانہ دور نہیں جاسکتا۔ اس کا دہانہ اژدہے کے سر کی شکل کا ہے جو جبڑا پھیلائے ہوئے ہے جس کے زبردست دانتوں کے درمیان چھوٹے چھوٹے دو ہاتھی دہانے کے دائیں اور بائیں طرف بنے ہوئے ہیں۔ اس توپ پر حسب ذیل کتبہ ہے۔

عمل محمد بن حسن رومی

ابو الغازی نظام شاہ خادم اہل بیت رسول اللہ

اللہ ولا سواہ فی ۳ جلوس والا مطابق ۱۰۹۷ھ

شاہ عالمگیر غازی بادشاہ دین پناہ	آں کہ داد عدل داد و ملک شاہاں را گرفت
فتح بیجاپور کرد و بہر تاریخ ظفر	رونمود اقبال گفتہ ملک میداں را گرفت

یہ توپ محمد حسن رومی نے ۹۵۶ھ مطابق ۱۵۴۹ء میں بعہد ابو الغازی نظام شاہ بنوائی تھی۔ اورنگ زیب بادشاہ نے جب بیجاپور ۱۰۹۷ھ ۸۶۔۱۶۸۵ء میں فتح کیا تو اشعار بالا کندہ کرادیے۔ اس کا طول ۱۴ فٹ چار انچ، دہانہ کا قطر دو فٹ چار انچ اور کان کے پاس کا قطر دو فٹ دو انچ ہے۔ دہانہ اور توپ کے آخری حصہ کی پیمائش سے معلوم ہوگا کہ دہانے کے پاس گولے کے علاوہ ہوا کے لیے قریب قریب ایک انچ کی گنجائش چھوڑی گئی ہے جس وجہ سے قریب میں نشانہ نہیں لگ سکتا لیکن بریں ہمہ اس توپ کا نشانہ ٹھیک بیٹھنے کے متعلق بہت سی روایتیں مشہور ہیں جن میں سب سے بہتر یہ روایت ہے کہ شہر بیجاپور کے محاصرے کے زمانے میں سکندر بادشاہ نے دیکھا کہ اورنگ زیب ابراہیم روضہ کے حوض پر بیٹھا ہوا وضو کر رہا ہے موقع اچھا تھا فوراً غلام داس گولنداز کو جو بڑا قادر نشانہ باز تھا حکم دیا کہ گرگولہ مارے۔ گولنداز کا دل نہ چاہا کہ شاہنشاہ کی جان اس طرح لے لیکن سکندر کو اطمینان دلانے کے لیے اس نے شست ٹھیک لگائی اور ایسا تاک کر گولہ مارا کہ بادشاہ کے ہاتھ کا لوٹا گر گیا اور بادشاہ بال بال بچ گیا۔ اس مقام سے ابراہیم روضہ پوری نصف میل ہے اس توپ سے اتنی دور ایسا ٹھیک نشانہ بیٹھنا بالکل بعید القیاس ہے اور اس وجہ سے ہم اس روایت کو محض من گھڑت سمجھتے ہیں یہ توپ گولہ مارنے کے کام کی تھی ہی نہیں بلکہ تھیلوں میں پیسے ڈال کر توپ میں بھر کر دشمن کی دوبدو آئی ہوئی فوج پر چلاتے تھے جس کی مار سے وہ چھلنی ہو جاتی تھی اور یہ بات بالکل قرین قیاس بھی ہے چنانچہ مشہور جنگ تالیکوٹہ میں نظام شاہ کے توپ خانے سے یہی توپ راجہ بیجانگر کی فوج متواتر چلائی گئی جس سے ایک ایک فیر میں صفوں کی صفوں کا ستھراؤ ہو گیا۔ ملک میدان (یعنی بادشاہ میدان) جس کو بعض لوگ ملک میدان بالضم بھی کہتے ہیں احمد نگر میں

Marfat.com

ڈھالی گئی تھی اور جس جگہ تیار کی گئی تھی وہ اب بھی موجود ہے۔ احمد نگر سے اس بھاری توپ کو لا کر قلعہ پرینڈہ پر چڑھایا تھا جو اس زمانے میں نظام شاہ کے قبضہ میں تھا۔ پرینڈہ شولاپور سے ۵۰ میل اور بیجاپور سے سو میل جانب شمال میں ہے اور جب ۱۶۳۲ء میں قلعہ پرینڈہ کو محمد عادل شاہ نے آقا رضوان قلعہ دار سے فتح کر لیا تو بادشاہ نے اس قلعہ کی فتح کی یادگار میں مرار راؤ کو حکم دیا کہ توپ بیجاپور پہنچادی جائے۔ بناء علیہ یہ گراں ڈیل توپ سو میل کا فاصلہ طے کر کے بیجاپور لائی گئی اور ۱۵ر صفر ۱۰۴۲ھ کو شرزہ برج پر چڑھائی گئی جہاں اب تک موجود ہے۔ سرسری طور پر نو ہاتھ طول ہے اور وزن چھ کھنڈی ہے (ایک کھنڈی بیس من کی ہوتی ہے) انگریزی حساب سے سولھا سو سیر وزن ہوتا ہے جس کے چار سو من ہوئے اور یہی بلحاظ جسامت صحیح معلوم دیتا ہے۔ اس کا جوف اس قدر وسیع ہے کہ آدمی اس کے اندر آلتی پالتی مار کے بیٹھ جاتا ہے۔ بلکہ بیٹھ کر پگڑی بھی باندھ سکتا ہے۔ اس لاجواب توپ کی ۱۸۵۴ء میں مٹی پلید ہوتے ہوتے رہ گئی۔ ستارے کے کمشنر صاحب نے حکم دیا تھا کہ تمام پرانا اور ناکارہ ذخیرہ جو بیجاپور میں جابجا منتشر پڑا ہوا ہے نیلام کر دیا جائے جس میں ملک میدان بے چاری بھی دھر لی گئی اور تحصیل دار نے باتباع حکم ڈیڑھ سو روپے پر اسے نیلام تو کر دیا لیکن اس خیال سے کہ کل کلاں کو مبادا باز پرس ہو کہ اتنی بڑی توپ اتنی تھوڑی رقم پر کیسے چھوڑ دی گئی اسشٹنٹ کمشنر کو رپورٹ کی کہ اس سے زیادہ کوئی دام نہیں لگاتا مگر اس توپ کا نیلام اس وجہ سے قابل غور مکرر ہے کہ اطراف و اکناف کے تمام لوگ اس کا بڑا احترام کرتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ایک پرانے زمانے کی قابل فخر یادگار جس میں صنعت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے یوں کوڑیوں کے مول ضائع کر دی جائے تب خدا خدا کر کے یہ بلا ٹلی اور خدا کے فضل سے وہ توپ اب تک صحیح سلامت جوں کی توں موجود ہے اور جو شخص بیجاپور جاتا ہے اس عجیب و غریب چیز کو دیکھ کر محو حیرت رہ جاتا ہے درمیان میں پھر ایک دفعہ ارادہ ہوا تھا کہ اس توپ کو کلکتہ کے برٹش میوزیم میں بھیج دیا جائے مگر یہ کام کچھ آسان نہ تھا اتنی بڑی بھاری توپ کو برج پر سے اتارنا ہی سخت مشکل تھا چہ جائیکہ کلکتہ بھیجی جائے لہذا اس خام خیال سے دست کش ہونا پڑا اور توپ نے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی جنبش نہ کی۔ ہم کو حیرت ہے کہ اس زمانے میں نہ جر ثقیل کے آلے تھے نہ بڑے بڑے کرین تو پھر اتنی بھاری توپ سینکڑوں کوس کچے راستوں ندی نالوں میں احمد نگر سے پرینڈہ اور پرینڈہ سے بیجاپور اور بیجاپور سے جنگ تالیکوٹہ میں ۱۵۶۵ء میں دریائے بھیما و کرشنا عبور کرے کیوں کر گئی ہوگی اور پھر کس وقت سے بیجاپور واپس لائی گئی ہوگی۔ قلعہ پرینڈہ کے عالی شان برج پر اس کا چڑھانا اور اتارنا

Marfat.com

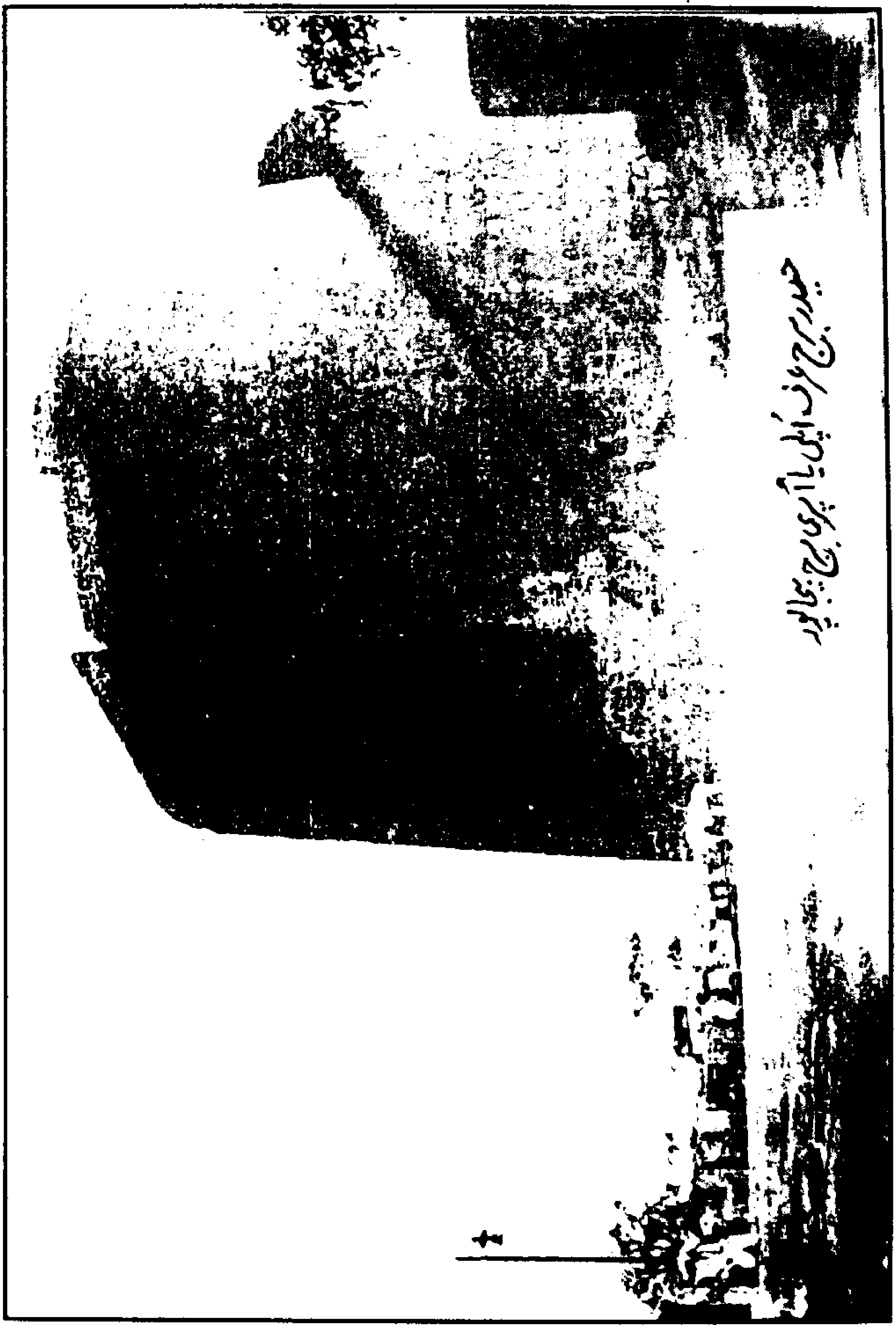

Marfat.com

اور نیز بیجاپور کے اس برج پر جو سب سے بلند ہے چڑھانا اتارنا اور پھر چڑھانا در حقیقت ان ہی کی ہمت اور حوصلہ کا اقتضا تھا۔ دوسری توپوں کی طرح یہ بھی چبوترے پر رکھی ہوئی ہے جس گاڑی پر توپ چڑھائی جاتی تھی اس کا اب پتا نہیں ہے گل سڑ گئی ہو گی بیچ میں آہنی چول اور وہ چاکاریاں بھی ہیں جن پر اس گاڑی کے پہیئے چکر کھاتے تھے توپ کے پیچھے ایک مضبوط نصف دائرہ کی دیوار بھی بنی ہوئی ہے جو توپ کے تصادم کو روکتی تھی۔ شرزہ برج جس پر شرزوں کی تصویر ہے بہت بڑا برج ہے۔ یہ برج اس برج سے اوپر ہے جس پر کہ ملک میدان چڑھی ہوئی ہے اور غالباً ارادہ یہ تھا کہ موجودہ برج سے بھی بڑا برج ملک میدان کے لیے تیار کیا جائے لیکن شرزہ برج پر آج تک یہ توپ چڑھائی نہیں گئی۔ نیچے کا برج معمولی طور پر توپ چڑھانے کے لیے غالباً جلدی میں بنالیا گیا ہے جو زیادہ مستحکم نہیں ہے لیکن شرزہ برج نہایت اہتمام اور بہت استحکام سے عمدہ سنگ بست بنایا گیا ہے اس برج پر یہ کتبہ ہے۔

آنکہ دارد از و داد مرتضی فتح مبیں — درزمان غازی و خسرو علی عادل لقب

ایں چنیں برج قوی بنیاد چوں کوہ متیں — مستعد از جہد منجھلے شاہ در پنج ماہ شد

بیدل شد برج شرزہ گفت از چرخ بریں — ہاتف از غیب از کمال خرمی تاریخ سال

۱۰۶۹ھ

اس سے معلوم ہو گا کہ اتنا بڑا عظیم الشان برج علی عادل شاہ ثانی کے زمانے ۱۰۶۹ھ ۱۶۵۸ء میں صرف پانچ مہینے کے قلیل عرصہ میں بنا۔ اس برج پر چھوٹا سا کنواں بھی ہے جس میں کہتے ہیں کہ توپ داغنے کے بعد گولنداز کود جاتا تھا ورنہ توپ کی آواز سے کانوں کے پردے پھٹ جاتے لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ توپ چلتی تھی تو حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جاتے تھے۔ ملک میدان کے جوڑ کی دو توپیں اور بھی ہیں ایک قلعہ بیدر کے مشرقی برج پر اور دوسری قلعہ دولت آباد کی بارہ دری کے اوپر بالا حصار پر لیکن ملک میدان سے دونوں کم تر ہیں عام خیال یہ ہے کہ اس نام کی توپ صرف بیجاپور ہی میں ہے۔ حالانکہ قلعہ پرینڈہ میں بھی دو جڑواں توپیں ہیں جن میں سے ایک کا نام "ملک میدان" ہے اور دوسری کا "اژدہا پیکر" ان توپوں کا ذکر اپنی اپنی جگہ آئے گا۔ دوسری توپوں کی طرح یہ توپ بھی گاڑی پر سے اتار کر نیچے چبوترے پر رکھ دی گئی ہے اور گاڑی کا پتہ نہیں ٹوٹ پھوٹ گئی ہو گی۔ اب یہ توپ دو بڑی شہتیروں پر رکھی ہوئی ہے غالباً اورنگ زیب نے جب بیجاپور فتح کیا تو توپ گاڑی پر سے اتروا کر نیچے

Marfat.com

رکھوا دی اور گاڑی خود لے گیا تا کہ دوسروں کے کام نہ آسکے اور جب خود ضرورت پڑے تو اسی گاڑی کو لا کر کام نکال لیا جائے کیوں کہ بدون گاڑی کے توپ بیکار تھی۔ گاڑی وہاں موجود رکھنے میں یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غنیم توپ کو گاڑی پر چڑھا کر خندق میں ڈھکیل دے۔ فتح بیجاپور کے بعد کئی برس تک اورنگ زیب بیجاپور میں رہا اور ارادہ تھا کہ پھر واپس آکر بیجاپور کو اپنا دارالسلطنت بنائے اگر ایسا ہوتا تو شاید پھر توپ کی گاڑی کی ضرورت پڑتی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سانچہ کی دو توپیں بنائی گئی تھیں دوسری کا نام کڑک بجلی تھا دونوں توپیں تالیکوٹہ کی لڑائی میں گئی تھی مگر کڑک بجلی دریائے بھیما یا کرشنا میں غرق ہو گئی۔

حیدر برج اور لم چھڑی توپ ۱۰۹۲ھ

شہر کے مغرب میں ملک میدان کے متصل اس نام کا برج ایک بلند ٹیلے پر بنا ہوا ہے۔ یہ برج شہر بیجاپور کے تمام برجوں میں سب سے اونچا ہے اور میلوں سے نظر پڑتا ہے اسی کو اپلی پاڑ یا اُپڑی برج بھی کہتے ہیں اور بیضوی شکل کا ہے۔ جنوبی اور مشرقی دونوں جانب اوپر چڑھنے کے لیے چکر دار سیڑھیاں ہیں۔ برج کی بائیں جانب یہ کتبہ لگا ہوا ہے۔

در عہد ابراہیم شاہ عادل شہ عالم پناہ	ماہ کہ در برج شرف چوں آفتاب خاور است
برجے بنا شد از قضا چوں کرد حیدر خاں بنا	تاریخش آمد از سما برجے بنا حیدر است
یارب بود شاہ جہاں یا نائب او کامراں	برج اسد از آسماں تاجائے مہر انور است

۹۹۱ _ ۱۰۹۲ھ

حیدر خاں جس نے یہ برج بنوایا علی عادل شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں ایک مشہور جنرل تھا۔ جس نے بڑی کمان کے پاس مسجد حیدریہ بھی ۵۸۳ھ میں تعمیر کرائی ہے اور یہ برج بھی اسی سال بنوایا۔ اس برج کی تعمیر کا قصہ یوں ہے کہ حیدر خاں کسی مہم پر گیا ہوا تھا اس کے غیاب میں علی عادل شاہ نے تمام امراء کو حکم دیا کہ ایک ایک برج سب بنائیں تا کہ شہر پناہ مکمل ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا مگر حیدر خاں اس سعادت عظمیٰ سے محروم رہا کہ وہ شہر میں تھا ہی نہیں کہیں باہر کسی مہم پر گیا ہوا تھا وہاں سے آکر اس نے سنا تو بادشاہ سے عرض کیا کہ خانہ زاد کو بھی ایک برج بنانے کی اجازت دی جائے۔ بادشاہ نے بخوشی اس کا معروضہ قبول فرمایا اور فرط نوازش سے فرمایا کہ اچھا تم اپنے نام کا ایک علاحدہ برج بنالو جو ان سب

Marfat.com

برجوں سے بڑھ چڑھ کر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یہ برج سب سے الگ بنا ہوا ہے۔ اور سب سے زبردست بڑا اور بلند ہے۔ بیجاپور میں دو توپیں بہت لمبی تھیں جو کسی معمولی برج پر نہیں چڑھائی جاسکتی تھیں۔ ان توپوں کی لمبان اور چھوٹے دہانے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت دور کی مار کے لیے تیار کی گئی تھیں اگر کسی پست برج پر چڑھادیتے تو ان کی زد محدود ہو جاتی اور جو مقصد اتنی لمبی توپوں کے بنانے کا تھا مفقود ہو جاتا۔ فصیل کے برج اتنے بلند نہ تھے قطع نظر ان کے محاذی دور تک زمین بھی نیچی اونچی تھی مار کے لیے صاف میدان نہ تھا اس وجہ سے ایک نئے برج کے بنانے کا ارادہ کیا گیا جو سب سے زیادہ بلند ہو اور اس کے لیے شہر کے شمال و مغربی گوشہ میں ایک مرتفع جگہ نہایت موزوں ملی اور وہیں یہ برج بنایا گیا۔ اس برج پر دو توپیں اب بھی چڑھی ہوئی ہیں ان دونوں کے اچھلنے کی روک کی دیواریں اور گاڑی کے پھرانے اور پلٹانے کی چاکاریاں بھی موجود ہیں۔ ان دو توپوں میں کی ایک سب سے بڑی تیس فٹ آٹھ انچ لمبی ہے۔ جس کی نال کا قطر ایک فٹ ہے۔ یہ توپ آہنی کڑیوں سے بنائی گئی ہے جس کے گرد لوہے کی موٹی موٹی پٹیاں دے کر کس دیا گیا ہے۔ بھٹی میں پٹیوں کو لال گرم کر کے بٹھادیا ہے جب وہ ٹھنڈی ہو گئیں تو انہوں نے کس لیا۔ توپ کے طول میں اس طرح کے پوری ڈیڑھ سو حلقے جمائے ہوئے ہیں۔ اس توپ کے گدے پر مضبوطی کے لیے دہرے حلقے چڑھائے گئے ہیں اور دہانہ پر بھی چند زائد حلقے محض خوبصورتی اور لگر نکالنے کے واسطے لگائے گئے ہیں۔ یہ توپ لم چھڑی کے نام سے مشہور ہے۔ اتنی بھاری توپیں اتنی اونچی برج پر یا تو یوں چڑھائی گئی ہوں گی کہ ڈھلواں راستہ کر کے اور گھسیٹ لی ہوں یا یہ کہ پہلے ہی لا کر چبوترے پر رکھ دی ہوں اور جوں جوں برج بنتا اور بلند ہوتا گیا اس کے ساتھ ساتھ توپیں بھی اوپر کو چڑھ گئیں اس برج پر گولہ باری بھی ہوئی ہے چنانچہ مغربی جانب گولوں کے مار کے نشانات بھی ہیں اس برج پر چڑھنے سے شہر کی عمارات دور دور تک دکھائی دیتی ہیں۔ خصوصاً شاہ پور کے مضافات کا بہترین نظارہ ہوتا ہے۔

توپ دل کھندل ۱۰۹۲ھ

یہ توپ "علی مدد" برج پر چڑھی ہوئی ہے جو علی پور دروازے کے بائیں جانب ہے کتبہ ذیل سے واضح ہے کہ یہ توپ مصطفیٰ آباد میں تھی اور بحکم بادشاہ ملک صندل نے اس کو بماہ جمادی الآخر ۱۰۹۲ھ بیجاپور بھجوایا۔

Marfat.com

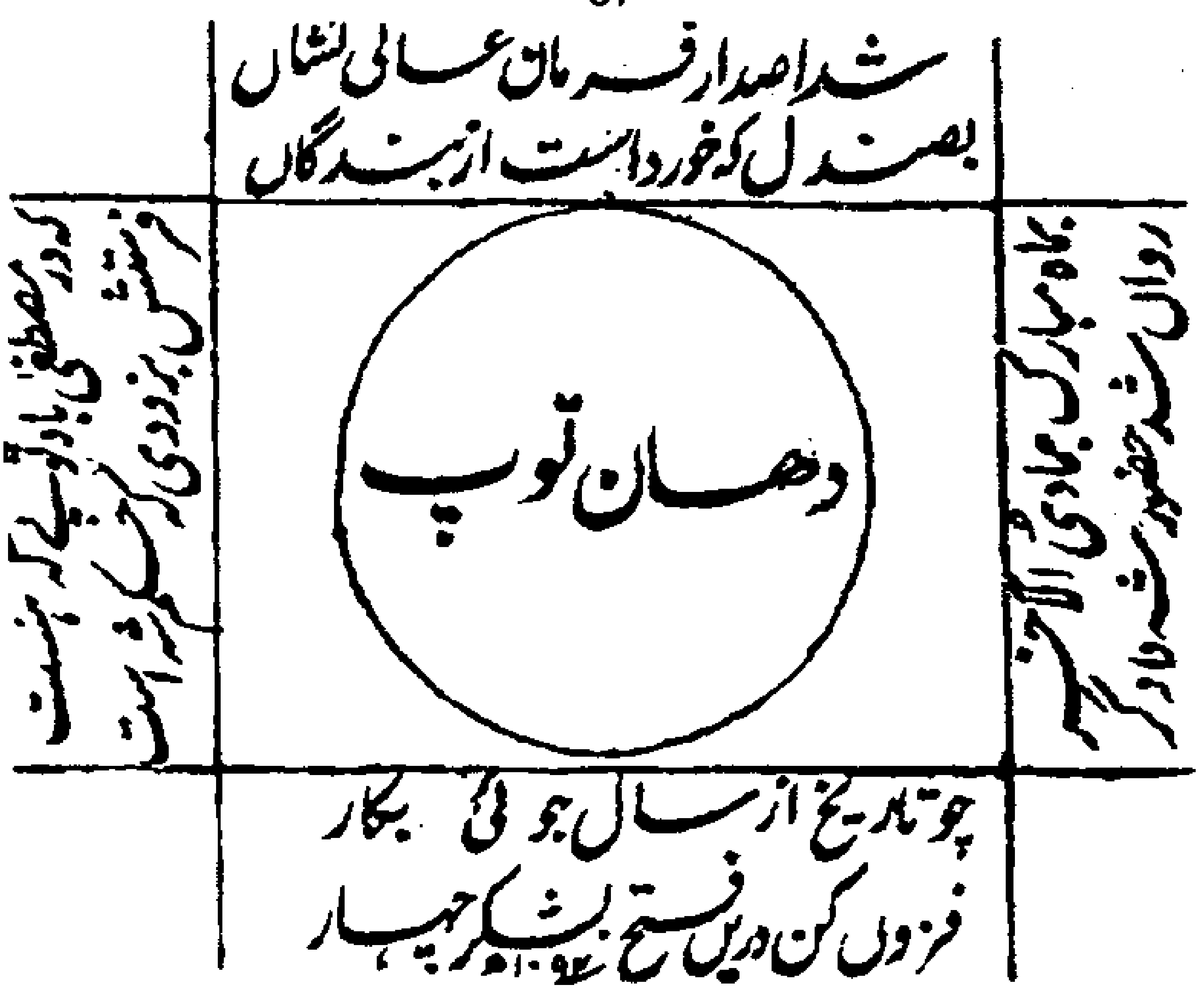

توپ دوازدہ امام ۹۸۵ھ

یہ توپ پہلے مکہ دروازہ پر تھی اب میوزیم بیجاپور کے میدان میں رکھی ہوئی ہے۔ یہ توپ بہت بڑی اور قابل دید ہے جس پر علاوہ اسمائے مبارک دوازدہ اماموں کے جو دہانہ پر کندہ ہیں ۹۸۵ھ بھی منقوش ہے۔

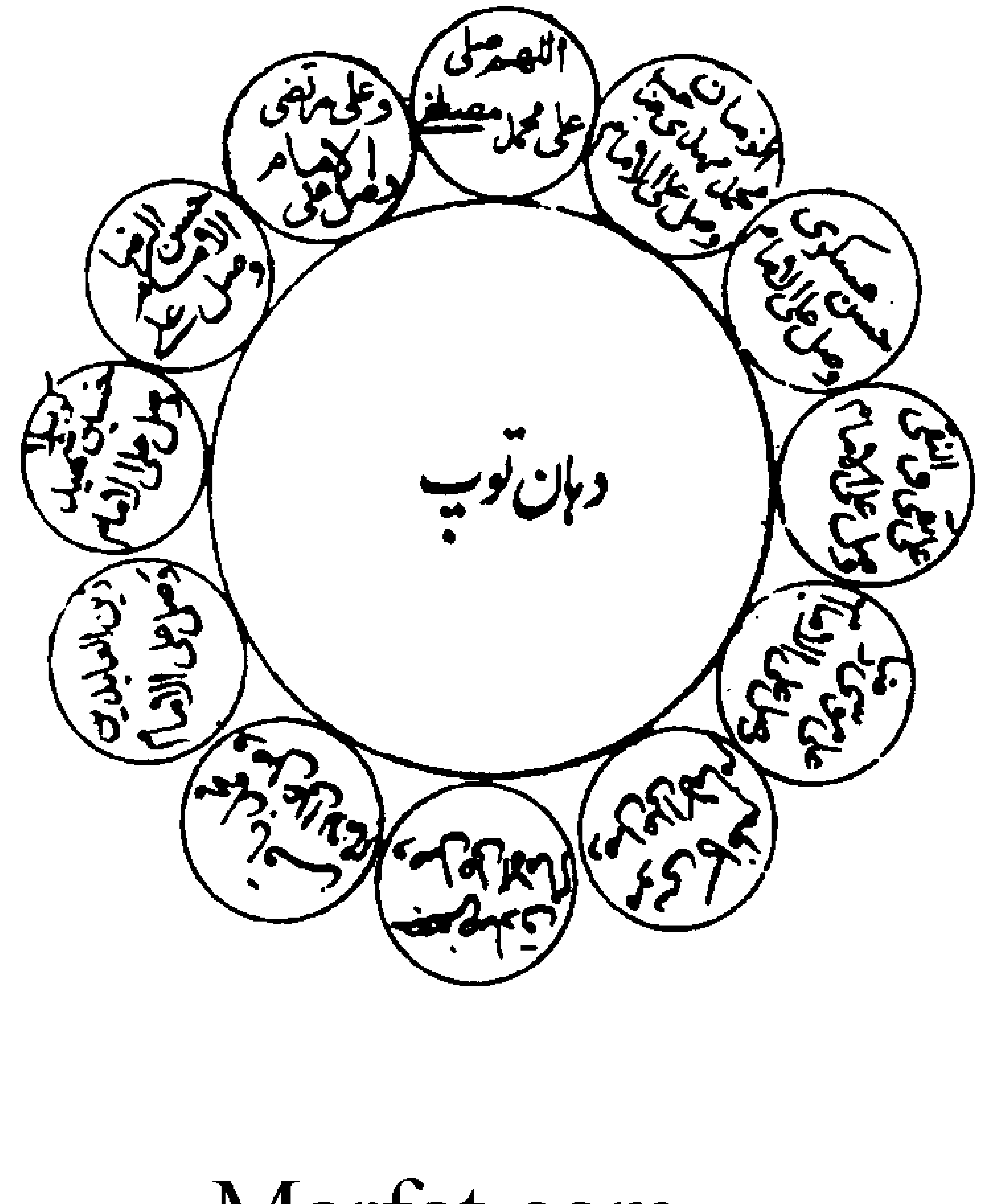

Marfat.com

علی عادل شاہ ثانی کا نا تمام مقبرہ ۷۲۔۱۶۵۶ء

اتفاقاً قصر قیصر پر ہوا میرا گزر
منتشر ٹوٹے پڑے تھے ہر طرف محراب و در
بے کسی کا شامیانہ چتر شاہی کی جگہ
حسرتوں کا فرش جائے مسند لعل و گہر
سنگریزوں سے بھرے تھے طاق ہائے زرنگار
تھے جہاں رکھے ہوئے گلدستہ گل ہائے تر
تھے پر پروانہ دود شمع سال اڑتے ہوئے
دے رہے تھے مجلس برباد کی گویا خبر
ہر طرف ٹوٹے پڑے تھے ساز ہائے مطرباں
جن کے نغمے پار ہوں سینہ سے لے کر تا جگر
بگڑے بگڑے آئنہ خانہ کے سب نقش و نگار
ٹکڑے ٹکڑے ساغر مے پارہ پارہ جام زر
بے تکلف چرتے پھرتے تھے خران بے تمیز
جس جگہ پہلے بہت مشکل تھا انسان کا گزر
ہائے جس گلشن میں مرغانِ سحر تھے نغمہ سنج
بوم ویراں کار کی آئی صدائے پُر خطر
قصر سارا مسکن غول بیاباں ہو گیا
یا کبھی تھا جلوہ گاہ مہ وشان خوش نظر
منظر ایوان شاہی روکش صحرا بنا
دیکھ کر جس کا تماشا دل ہوا وحشت اثر
دیکھ لی نیرنگی عالم کی کچھ تو نے بہار
الفت دنیائے فانی شوق اب ہرگز نہ کر
چشم عبرت بیں کشاؤ حال شاہان را نگر
تا چہ ساں از گردش گردونِ گرداں شد خراب
پردہ داری می کند بر قصر قیصر عنکبوت
چغد نوبت می زند بر گنبد افسر اسیاب

علی عادل شاہ ثانی کا نامکمل اور ادھورا مقبرہ قلعہ کے شمال میں کنگن محل کے پاس ہے اس عمارت کی وسعت اور عظمت کا اندازہ اس عظیم الشان اور وسیع بلند چبوترے سے ہو سکتا ہے جس پر یہ عمارت کھڑی ہے یہ چبوترہ ۲۱۵ فٹ مربع ہے اور گول گنبد کا چبوترا صرف ۱۵۸ فٹ مربع ہے۔ اس گنبد کا رو کار بشمول مناروں کے ۲۲۵ فٹ چوڑا ہے اور گول گنبد کا ۲۰۵ فٹ۔ اگر یہ مقبرہ بن جاتا تو یقیناً اور کوئی اتنا بڑا مسقف حصہ بیجاپور میں نہ ہوتا لیکن تمام سطح اراضی پر گنبد بنانا مرکوز خاطر نہ تھا بلکہ درمیانی حصہ ۷۹ فٹ مربع پر صدر گنبد بنانے کا ڈھنگ ڈالا تھا جیسا کہ بنیاد سے ظاہر ہے۔ ہم موجودہ دیواروں اور ستونوں سے اس گنبد کے عرض و طول کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ گنبد کا قطر ۵۵ فٹ سے زیادہ نہیں رکھا گیا تھا لیکن چاروں طرف دہری گیلری رکھی گئی تھی جو جامع مسجد کے برآمدوں کی وضع کی ہے۔ طرز عمارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مقبرے پر چھوٹے بڑے منار اور چھوٹی چھوٹی متعدد برجیاں ابراہیم

Marfat.com

روضہ کے نمونہ پر بننے والی تھیں۔ اس مقبرے کی تمام کمانیں بیجاپور کی عام کمانوں کے خلاف خالص کا ٹھک طرز کی ہیں جو سرے پر سکڑی ہوئی ہوتی ہیں، جس قدر کام دیواروں وغیرہ کا ہو چکا ہے جوں کا توں کھڑا ہے کسی حصہ پر استرکاری بھی نہ ہونے پائی۔ وسط میں ایک بلند چبوترے پر علی عادل شاہ کی قبر ہے۔ جنوب مغرب کے کونے میں ایک چھوٹے سے چبوترے پر ایک زنانی قبر علی عادل شاہ کی ملکہ خورشید خانم کی ہے جو سکندر بادشاہ کی والدہ تھیں اس قبر پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کندہ ہے ان دو قبروں کے علاوہ اور تیرہ قبریں ہیں جن میں گیارہ زنانی ہیں۔ اس مقبرہ کی کرسی اس غضب کی بلند اور خوش وضع رکھی گئی ہے کہ عمارت بن جاتی تو اس بہترین موقع کے اعتبار سے اپنا جواب نہ رکھتی۔ اب جو جاتا ہے سوائے نامکمل کمانوں کے جو روز بروز گرتی چلی جا رہی ہیں اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ہاں بادشاہ کی اولوالعزمی کا اندازہ اس کھنڈر سے بھی ہو سکتا ہے۔

جو نامور تھے فقط ان کا نام باقی ہے
نہ جم جہاں میں ہے باقی نہ جام باقی ہے

ابراہیم روضہ ۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶ء

اے شہر بیجاپور تو، بیشک ہے فردوس بریں
نازاں ہے تیرے دور میں، ہندوستان کی سرزمیں

ہر صفحہ ترا دل ربا، نقش تیرا دل نشیں
تیری عمارات کہن، دیرینہ شوکت آفریں

تیرے خزانے میں نہاں، ہیں کیسے کیسے مہ جبین
اب تو ہی ان کو ڈھونڈ لا، ہم کو تو وہ ملتے نہیں

وہ روضہ کیواں نشاں، نقش بہشت عنبریں
وہ نقش دور ماضیہ، سنگین ترا حصن حصیں

وہ سنگ مرمر کی چمک، جیسے عذار حور عیں
دنیا میں ہے تو اس طرح، خاتم پہ ہو جیسے نگیں

اور وہ نگین بھی ضوفگن
جس میں تجلی موج زن

اے یادگار فنگاں، اے روضہ جنت نشاں
اے روضہ گردوں حشم، اے جنت ہندوستان

ہر گوشہ گوشہ تیرا ہے، آرام گاہ قدسیاں
ڈھالا ہے سانچے میں تجھے، اے مرقد خلد آشیاں

اے قبر تیری گود میں، سوتا ہے شاہ عرش شاں
تیرے مجر کی بنا، جیسے فروغ کہکشاں

جیسے ستاروں کی جزت، یوں تیری پر چیں سازیاں
ہر کتبہ سے ہے جلوہ گر، طغرا نویس کن فکاں

افشاں رخ قدرت پہ ہے، یا ہے مثبت کاریاں
وہ جالیاں ہیں دل ربا، یا چشمک حور جناں

آنکھوں نے دیکھا ہی نہیں، ایسی تجلی کا مکاں
بس بس عزیز نکتہ رس، کب تک رہو گے درفشاں

Marfat.com

کتبہ بر دروازہ قلعہ پرینڈہ

ابراہیم روضہ بیجاپور

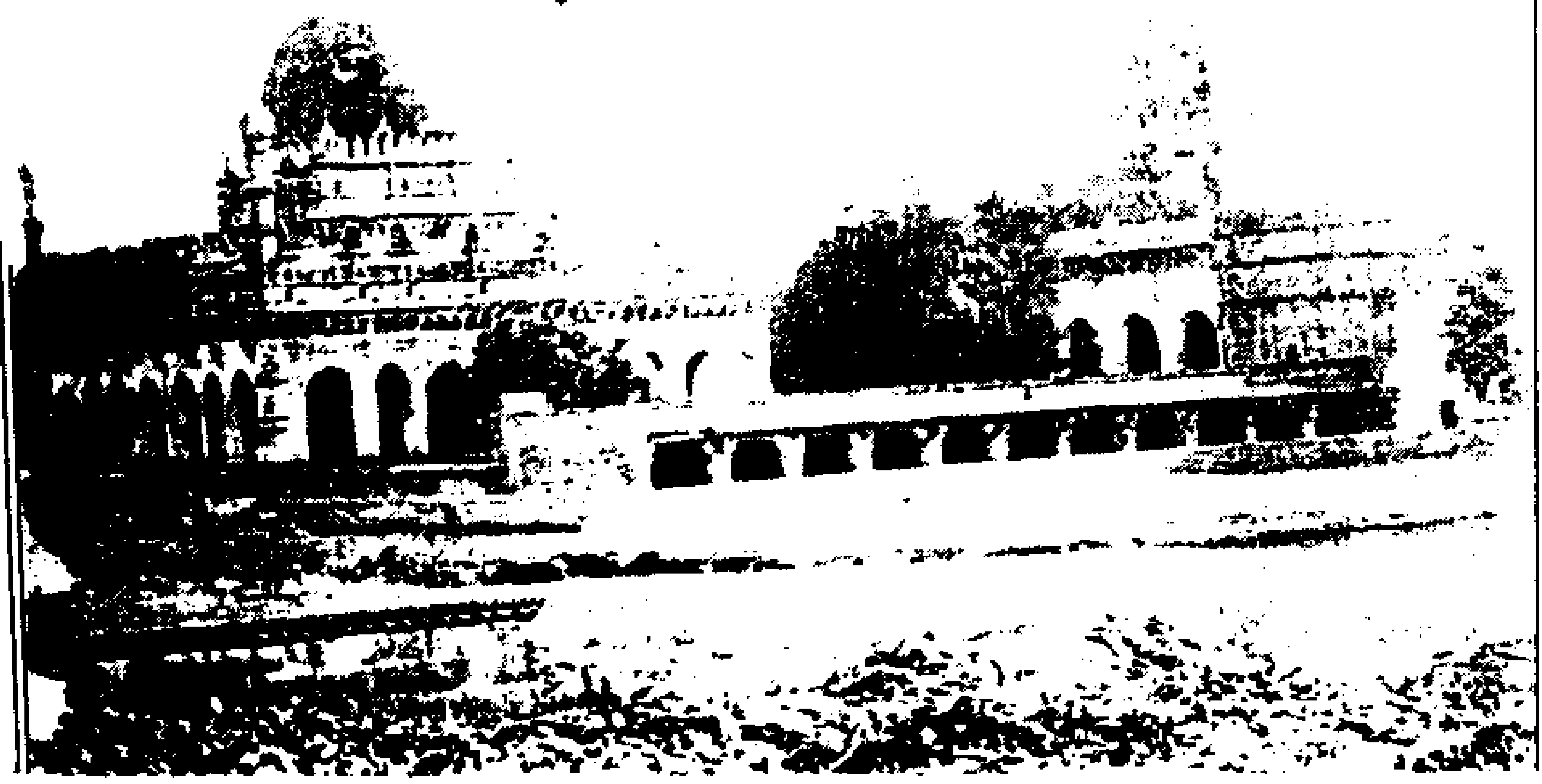

ہے منحصر نظارہ پر، اس کی حقیقت کا بیاں

سرمایہ صد ناز ہے، روضہ ہے یا اعجاز ہے

مکہ دروازہ کے باہر شہر سے ملا ہوا مغربی حصے میں ابراہیم روضہ کی مختلف عمارات ہیں ایک بہت

Marfat.com

مرتفع چبوترے پہ آمنے سامنے دو عظیم الشان عمارتیں ہیں جن کے درمیان ایک خوش قطع حوض مع فوارہ کے ہے۔ اس چبوترے کے تینوں جانب اب ایک تختہ زمین کا ہے جس پر گھاس اگی ہوئی ہے جو کسی زمانہ میں بہترین شاہی باغ اور تفرج گاہ تھا۔ مشرق رخ پر ابراہیم عادل شاہ ثانی عرف جگت گیر اور اس کی ملکہ تاج سلطانہ کا مقبرہ ہے جس کے تہ خانے میں چھے قبریں شاہی خاندان کی مشرق سے مغرب کی طرف اس سلسلہ سے ہیں۔ تاج سلطانہ حرم محترم، حاجی بڑی صاحبہ مادر بادشاہ، ابراہیم جگت گیر، زہرہ سلطانہ (حضرت شاہ مرتضٰی قادری قدس سرہ آپ بیجاپور کے اکابر سادات واولیائے کبار سے ہیں مولد شریف احمد آباد گجرات ہے۔ آپ پر اکثر حالت جذب کی طاری رہتی تھی۔ نقل ہے کہ ابراہیم عادل شاہ کی بیٹی کی زیارت کے دن قبر کے پاس تکلفات و فروش و مکلل غلاف، پھول کی چادریں، خوشبودار عطریات و بخور وانواع واقسام کی آرائش کا سامان تھا۔ اعیان وارکان سلطنت و مشائخین و علماء سب جمع تھے آپ بھی تشریف لائے۔ بیرونی ٹیم ٹام دیکھ کر مکاشفہ سے آپ نے حالت تنگی و تاریکی گور وغیرہ واصلی حالت معلوم کی اور بے ساختہ فرمانے لگے اوپر جھک جھک اندر بھک بھک یعنی باہر تو یہ کچھ آرائش و زیبائش اور اندر تو آگ لگی ہوئی ہے اس کے بعد آپ قبر پر چڑھ بیٹھے اور گھڑی بھر کے تصرف کے بعد فرمایا اوپر بھی جھک جھک اور اندر بھی جھک جھک، سبحان اللہ کیسی کرامت ہے کہ آن واحد میں نار کو گلزار بنادیا۔ اس نقل کے متعلق مسٹر حیدری ایک عجیب و غریب روایت فرماتے تھے کہ بدرالدین طیب جی کے بڑے بھائی قمرالدین طیب جی جو بمبئی کے سب سے پہلے سالیسٹر تھے اور اس زمانے میں ولایت گئے تھے جب کہ نہر سوئز نہ تھی آپ بہ تقریب سیاحت بیجاپور تشریف لے گئے اور ابراہیم روضہ کی مسجد میں فروکش تھے یہ روایت سن کر آپ نے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس مجذوب نے بادشاہ کا دل دکھایا ان کو یہ کہنا لازم نہ تھا۔ بات رفت گزشت ہوئی۔ رات کے وقت سوتے میں ان کی چھاتی پر کوئی شخص سوار ہو کر گلا دبانے لگا اور اس نے اپنا نام ابراہیم بتلایا اور کہا کہ تم نے ہمارے مرشد کی نسبت ایسے کلمات بے ادبی زبان سے کیوں نکالے۔ قمرالدین صاحب نے چیخ پکار شروع کی لوگ دوڑ پڑے اور ان کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر ہوشیار کیا تب انہوں نے یہ سارا واقعہ بیان کیا۔ چونکہ یہ واقعہ ایک معزز تعلیم یافتہ شخص سے مروی ہے لہذا زیادہ اعتبار کے قابل ہے اس سے ناظرین تصرفات بزرگان دین کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ باوجود صدہا سال گزر جانے کے اب تک بھی کیسا کچھ جلال ہے) دختر بادشاہ، درویش بادشاہ، سلطان سلیمان۔ تہ خانہ ۳۹ فٹ دس انچ مربع ہے اور قبروں کا رخ شمال اور جنوب ہے۔ اس مقبرہ کے چاروں

Marfat.com

طرف دروازے ہیں جن پر بطور روشن دان دونوں جانب کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں جن میں نہایت خوش طور پر کلام مجید کی آیتیں بخط طغرا بطور جالی کے تراشی گئی ہیں۔ اور انہیں میں سے بخوبی روشنی اندر آ ہے۔ بیجاپور کی ہر شاہی عمارت میں کچھ نہ کچھ خاص صنائع اور بدائع رکھی گئی ہیں۔ ابراہیم روضہ کے کاریگروں نے فن تعمیر کی ساری قابلیت اندرونی چھت کی تعمیر میں صرف کردی ہے۔ جتنا عرض حجرے کا ہے بجنسہ وہی عرض کمان کا ہے یعنی ۳۹ فٹ دس انچ غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چھت میں پتھروں کی سلوں کی کلاسی ملا کر جمادیا ہے جس میں کسی قسم کی روک تھام نہیں ہے۔ بہ ظاہر دیکھنے میں پتھر کی کڑیاں آڑی پڑی ہیں لیکن یہ صرف بطور آرائش کے ڈالی گئی ہیں ان سے چھت کو کوئی سہارا نہیں ہے۔ اس چھت کی ساخت بالکل فن انجینئری اور قواعد تعمیر کے خلاف ہے لیکن معمار جس نے اتنی بڑی جرأت کی وہ ضرور اس خدشہ سے واقف تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ کس طرح اس کی روک تھام کی جاسکتی ہے۔ اس کو اپنے مال مصالحہ پر پورا بھروسہ تھا اور جب تک مال مصالحہ پر کامل بھروسہ نہ ہو کبھی کوئی عالی شان عمارت بن نہیں سکتی۔ اس زمانے کے ماہرین فن تعمیر کا عام خیال ہے کہ بیجاپور کی عمارات کوئی بھی قاعدے میں پوری نہیں اترتیں اور یہ بات واقعی ہے بھی۔ یورپ کے اصول انجینئرنگ کی محک امتحان پر اگر ہندوستان کی عمارات قدیمہ کو کسا جائے تو کسی طرح پوری نہ اتریں گی لیکن عملی تجربہ بتلا رہا ہے کہ بیجاپور کی عمارات باوجود اس حالت کسمپرسی اور عدم نگہداشت کے بھی صدہا سال سے سرٹیفکٹ کھڑی ہیں اور ذرا بھی جنبش نہیں کی نہ زمانے کی تباہ کن ہاتھ کا اثر ان پر پہنچا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے بنانے والے پورے ماہر فن تھے اور وہ خوب جانتے تھے کہ ایسی عمارتیں کس طرح بنائی جاتی ہیں۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں ٹھیکہ دار تھے نہ دلال جو آدھی سے زیادہ رقم ہڑپ کر جاتے اور کاریگروں کو ڈر بھی تھا کہ اگر ذرا سا بھی غبن ہو جائے گا تو توپ کے منہ سے باندھ کر اڑا دیئے جائیں گے اور اس زمانے میں خدا جانے کیا کیا مال مسالہ لگاتے تھے جو عمارت ٹس سے مس نہ کرتی تھی۔ شہر پناہ کے باہر بہ جانب جنوب ایک گنبد کھڑا ہے جس پر اورنگ زیب کے محاصرہ میں گولہ باری ہونے سے نصف حصہ قبہ کا بیچ میں سے شق ہو کر گر گیا ہے اور باقی نصف اسی طرح بلا کسی قسم کے سہارے کے سوا دو سو برس سے ادھر کھڑا ہے (ضلع بیدر کے موضع اشٹور میں ہمایوں کے مقبرہ پر اسی طرح بجلی میرے سامنے گری جسے تیس سال کا عرصہ ہوا اور گنبد کا نصف حصہ گر گیا باقی نصف حصہ قبہ کا بلا سہارے کھڑے کا کھڑا ہی ہے۔ برید کے گنبد کی ایک جانب کی دو دیواروں نے جگہ چھوڑ دی ہے جس کی وجہ سے ذرا سی جھری

Marfat.com

پھل گئی ہے میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان دونوں دیواروں کو کس کر ملانے کے لیے نیچے سے اوپر تک تھوڑے تھوڑے فصل سے بڑی بڑی لوہے کی موٹی موٹی سلاخیں دیواروں میں لگا کر اس طرح کس دیا ہے علی ہذا بیدر کے مدرسہ کی بنیاد شکستہ کے بڑے بڑے ڈھیر صدہا سال سے پڑے ہوئے ہیں کوشش کی گئی تھی کہ ان کو روڑ کر سڑک پر پھیلا دیا جائے تو کدالوں اور گدالوں کے منہ ٹوٹ ٹوٹ گئے مگر اینٹ چونے سے جدا نہ ہو سکی۔ بیدر کی قدیم عمارات میں یہ حالت پائداری اور استحکام کی ہے کہ کسی جگہ کیل نہیں گڑ سکتی) جس سے صاف ظاہر کہ اس زمانے کی عمارتوں کے استحکام کی بڑی وجہ چونہ کی پکڑ اور مضبوطی تھی جس میں طرح طرح کے مسالے ملا کر خاص لوچ پیدا کیا جاتا تھا اور یہی بھید اس مقبرہ کی معلق چھت کا ہے جو مسالہ کی بندش میں جکڑی ہوئی بے سہارے کھڑی ہے۔ اسی طرح تاج باؤلی کہ شمال ومشرقی گوشہ کا گنبد آدھا گر پڑا ہے اس کی چھت میں بھی صرف پتھر کی سلیں بلا کسی قسم کے سہارے کی برابر جوڑ دی گئی ہیں اور ان میں کچھ ایساز بردست مسالہ دیا ہے کہ وہ سارے بوجھ کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ اسی طرح مقبرے کے لمبے لمبے برآمدوں کی چھتوں پر چڑھ کر دیکھئے تو گو کہ ساری چھتیں مستحکم و محفوظ ہیں لیکن پھر بھی ڈر ہی لگتا ہے کہ کہیں کوئی سل جو الگ الگ ہیں کھسک نہ جائے مگر ان سلوں کو بہت عمدگی سے وصل کر کے ایک جسم بنا دیا ہے اور سلوں کی دراڑیں نہ کھلنے کے لیے ان پر آہنی چھپکے لگا دیئے ہیں جن کی پکڑ سے بال برابر بھی جھری نہیں کھل سکتی۔

مشرقی اور مغربی دروازوں میں سے اوپر چڑھنے کے زینے ہیں۔ مقبرہ کا تمام بیرونی حصہ نقاشی گل کاری نفیس اور نہایت خوبصورت جالیوں سے جن میں کلام مجید کی آیتیں تراشی گئی ہیں آراستہ ہے جن کا حسن رنگ کرنے سے دوبالا ہو گیا ہے لیکن افسوس کہ رنگ ماند پڑ گیا اب بھی اگر اسے صاف کرائے ذرا وارنش کر دی جائے تو بہت کچھ چمک سکتا ہے۔ دروازے ساگوان کے ہیں جن کے تختوں پر تمام آیت کھدی ہوئی ہیں ان کی اڑ ڈنڈوں پر بھی نقاشی کا کام ہے۔ ستون زیادہ تر ہندوانی وضع کے ہیں۔ مقبرے کے اندرونی حجرے کی چھت میں اقلیدس کی اشکال اور طرح طرح کے نقش و نگار اور پیچیدہ بنی ہوئی ہیں۔ باہر کے برآمدے میں جو کمانیں ہیں وہ اس زمانے کی ہیں جب کہ اس عمارت کی ایک دفعہ مرمت کی گئی تھی۔

صدر دروازے کے کتبہ سے معلوم ہو گا کہ یہ مقبرہ تاج سلطانہ ہی کے لیے تعمیر کرایا گیا تھا لیکن اس کے شوہر ابراہیم عادل شاہ نے پہلے ہی وفات پائی تو وہ اسی میں دفن کیا گیا۔ بعض پرانی کتب میں اس مقبرہ کو زہرہ سلطانہ کے نام سے بھی منسوب کیا ہے۔ مقبرہ اور اس کے سامنے کی مسجد کا ایک ایک چپہ بے نظیر

Marfat.com

کاریگری صنائع نقاشی، نفاست، رنگ، خوش خط طغروں، آیات کلام مجید، اشعار آبدار، مناجاتوں سے م
ہے۔ اس کے شاندار خوب صورت منارے اور برجیاں اس کی دہلیزیں اور چھجے اس کی منڈیریں سب
منقوش ہیں۔ اس تمام عمارت میں سلیقہ اور استادی کی شان کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ مسجد کی کارنس کو
ذرا غور سے دیکھئے تو ہمیں بچی کھچی پتھر کی زنجیروں میں آویزے لٹکے ہوئے ہیں جو ایک ہی پتھر میں تراشے
گئے ہیں۔ اسی قسم کا کام خلد آباد کی درگاہ میں جو غارہائے ایلورہ (یہ مقام اورنگ آباد سے ۱۳ اور قلعہ
دولت آباد سے سات میل ہے۔ ایلورہ یا اردولا ان زمین دوز غاروں کو کہتے ہیں جو پہاڑوں کے اندر
تراشے جاتے ہیں۔ یہاں کے غار بلحاظ ان کی بے نظیر صناعی کے مشہور ہیں۔ دور دراز مقامات سے سیاح
ان غاروں کو دیکھنے آتے ہیں۔ ان میں اہل ہنود جین اور بودھ مذہب کی بے شمار مورتیں اور تصویریں
ہیں۔ یہ غار تین اقسام کے ہیں۔ بودھ کے بارہ، برہمنوں کے ۱۷ اور جینوں کے پانچ۔ سب سے ممتاز غار
کیلاش کے نام سے مشہور ہے جس کی نسبت مسٹر فرگسن لکھتے ہیں کہ بلحاظ صنعت اور کاریگری اور کام
کے ہندوستان بھر میں ایک بے نظیر مقام ہے جس کو دیکھ کر لوگ محو حیرت رہ جاتے ہیں۔ یہ کوہ سب
سے زیادہ بڑی ہے۔ سامنے ۱۳۸ فٹ کی ہے اور اندر ۲۴۷×۱۵۰ فٹ طول و عرض ہے۔ یہ غار ایلچ پور
کے راجہ ایدو نے آٹھویں صدی میں بنوایا تھا اور اسی نے ایلورہ کی بستی اپنی صحت کے شکریہ میں آباد کی۔
یہاں ایک چشمہ ہے جس میں اشنان کرنے سے وہ چنگا ہو گیا تھا۔ یہ معبد شیو کا ہے لیکن وشنو کی اور پُران
کی دوسری مورتیں بھی ہیں۔ یہ مندر پہاڑ کے اندر ایک ہی پتھر میں تراشا گیا ہے اس کا اندرونی صحن
۲۷۶×۱۵۴ فٹ ہے۔ اس کی تمام دیواریں مختلف دیوتاؤں کی مورتوں سے منقش ہیں اور مکانیت کے
اعتبار سے متعدد کمرے ہیں۔ لکشمی کی ایک بہت بھاری مورت ہے جس کے دونوں طرف دو بڑے
بڑے ہاتھی بے جوڑ کے جو ایک ہی پتھر کے ہیں کھڑے ہیں۔ اس مندر کا کھم ۴۹ فٹ بلند ہے۔ یہ غار
بہت پرانے بعض تین ہزار برس پیشتر کے ہیں اور ہر غار میں جدا جدا صنعتیں ہیں جن کا تفصیلی بیان
فرگسن صاحب کی مبسوط کتاب میں ہے۔ ایک غار سُتار (بڑھئی) کی جھونپڑی کہلاتا ہے۔ جس میں دیو کی
بڑی بھاری مورت رکھی ہوئی ہے اور اس کی چھت نہایت نفیس چھونپڑی کی طرح کی بنائی گئی ہے جس
میں پتھر کے بانس تراش کر لگائے گئے ہیں۔ ایک غار تین تال کہلاتا ہے جو سہ منزلہ ہے جس میں بڑے
بڑے وسیع ہال ہیں۔ الغرض یہاں کی خوبیاں معرض تحریر میں نہیں آسکتیں اور دیکھنے سے تعلق رکھتی
ہیں۔ گو کہ یہ تمام غار پہاڑوں کے جوف میں تراشے گئے ہیں مگر بڑی صنعت یہ رکھی ہے کہ کہیں اندھیرا
نہیں ہے۔ یہ مقام حیدر آباد سے ۳۴۱ میل ہے۔ اور منماڑ جنکشن سے ۶۳ دولت آباد کے اسٹیشن سے

Marfat.com

جانا ہوتا ہے۔ دولت آباد کے اسٹیشن پر رسٹ ہاؤز اور خلد آباد میں نہایت وسیع اور بہت خوبی سے سجا سجایا ہوا بنگلہ ہے۔ تعلقہ دار ضلع کی اجازت بنگلہ خلد آباد کے لیے مشروط ہے۔ ایلورہ روڈ کا اسٹیشن بھی بنا دیا گیا ہے مگر وہ صرف ان معزز اصحاب کے لیے ہے جو سرکاری مہمان ہوں۔ وہاں سواری نہیں ملتی مگر دولت آباد کے اسٹیشن پر تانگے ملتے ہیں لیکن سب سے سہل طریقہ اورنگ آباد ہو کر جانے کا ہے) اورنگ آباد کے اوپر آباد ہے، موجود ہے اور لکشمیشور ضلع دہارواڑ کی کلاں مسجد میں بھی ہے جہاں کے لوگ اس قسم کی صناعی اب تک بھی بناتے ہیں۔ الغرض ابراہیم روضہ کو دیکھ کر انسان دیر تک محو حیرت و استعجاب رہ جاتا ہے۔ اور یقیناً شہر بیجاپور میں بہ اعتبار نقاشی اور نفاست کار کے ابراہیم روضہ سے بڑھ کر کوئی عمارت نہیں۔ خصوصاً اس کی خوب صورت اور نازک منار اور برجیاں ایسی ہیں کہ دید نہ شنید۔ مقبرہ کے شرقی رویہ دروازہ پر جو کتبہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عمارت کو مشہور صناع ملک صندل نے بنایا ہے جس پر ڈیڑھ لاکھ نو سو ہن صرف ہوئے۔ ہن کے ستر ہزار پونڈ بحساب پندرہ روپے فی پونڈ لکھے ہیں جس کے ساڑھے دس لاکھ روپے ہوتے ہیں۔ لیکن ڈیڑھ لاکھ ہن پر نو سو مستزاد ہیں اس حساب سے صحیح تعداد صرفہ کی دس لاکھ چھپن ہزار تین سو روپے ہوئی۔

کتبے حسب ذیل ہیں۔

بر دروازۂ غرب رویہ

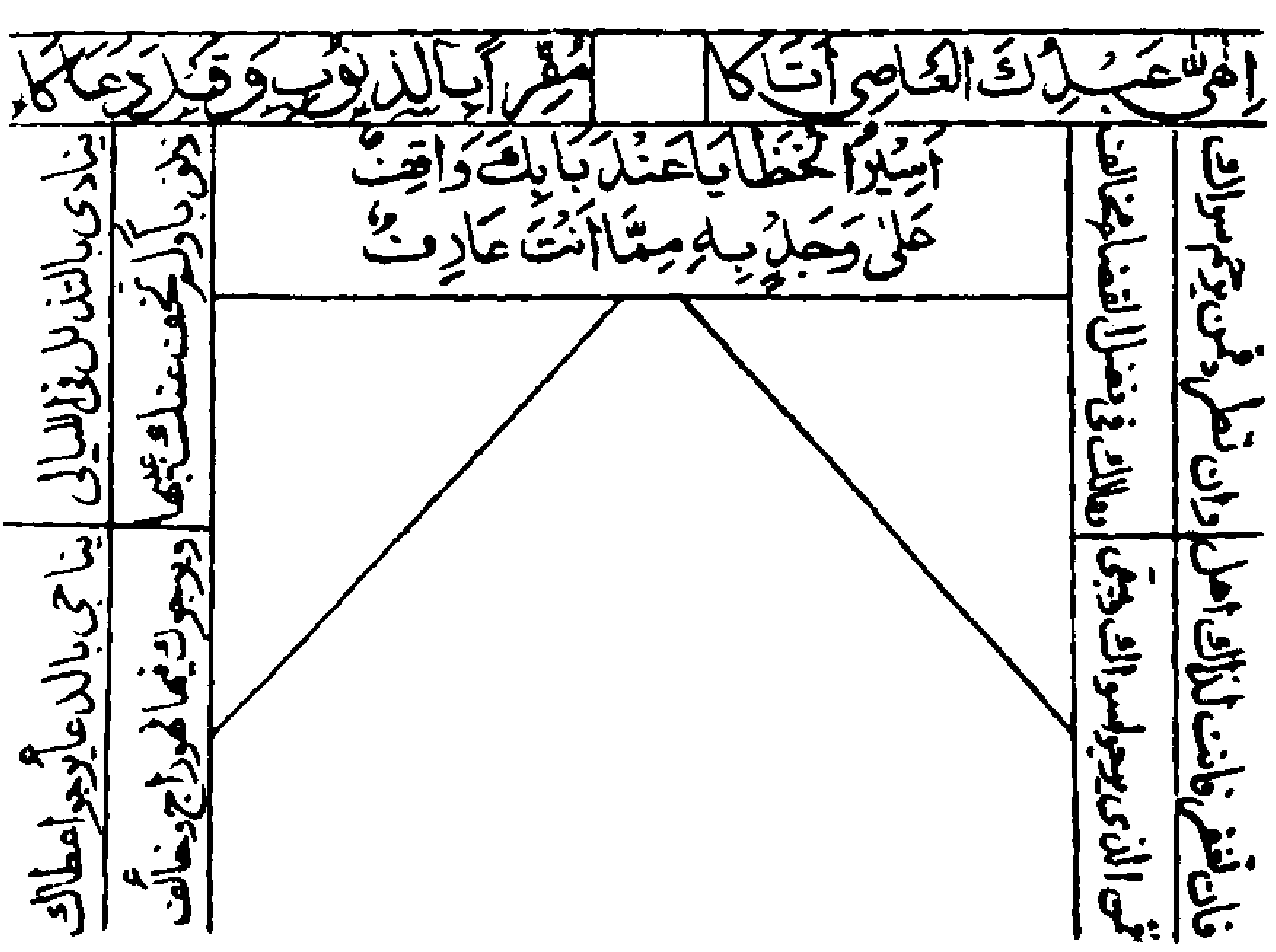

Marfat.com

بر دروازۂ شمالی

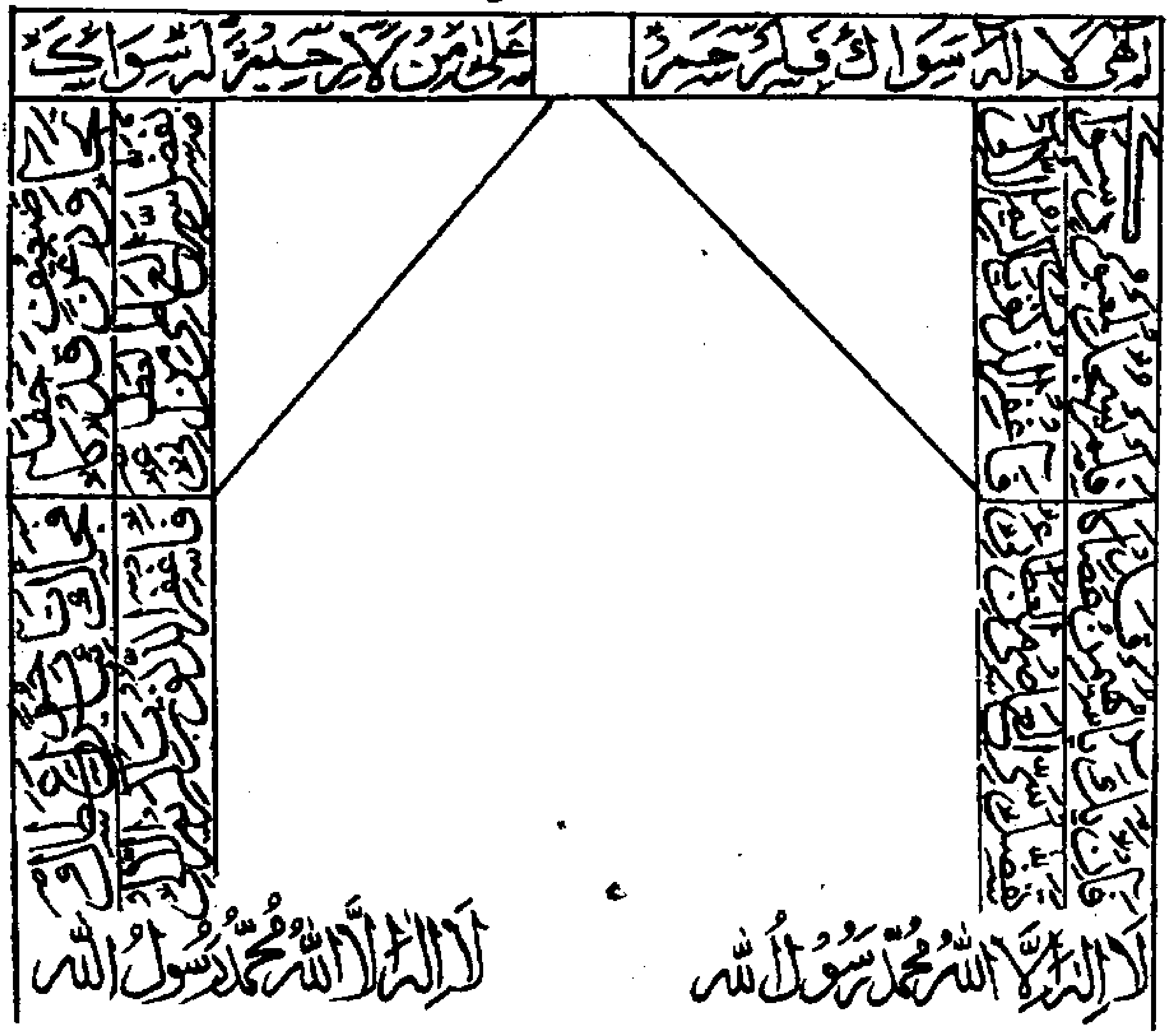

سہ بار　　　　　　　　چار بار

صَلّی　اللّٰہُ　عَلَیْہِ　وَسَلَّم　　اَللّٰہُ رَبِیّ مُحَمَّدَ نَبِی یَا رَسُوْلُ اللّٰہِ

یَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا مِمَّا رَزَقْنَاکُمْ مِنْ قَبْلِ اَن یَّاْتِی یَوْمٌ لَا بَیْعٌ فِیہِ وَلَا خُلَّۃٌ وَّلَا شَفَاعَۃٌ وَالْکَافِرُونَ ھُمُ الظَّالِمُونَ. یَا مُصْطَفیٰ شَیاً لِلّٰہِ یَا نُورُ مِنْ نُورِ اللّٰہِ.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آیۃ الکرسی تا ھُوَ الْعَلِی الْعَظِیْم

یَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دوبار

یَا اَللّٰہُ مَحْمُوْدٌ کُلُّ فَعَالِہٖ دو بار قَالَ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالیٰ فَقَدْ آتَیْنَا آلَ اِبْرَاھِیْمَ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ آتَیْنَاھُمْ مُلْکاً عَظِیْماً یَا مُصْطَفیٰ شَیْاءً لِلّٰہِ یَا نُوْرٌ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ دوبار۔اَللّٰھُمَّ صَلِّی عَلیٰ

Marfat.com

مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّم دوبار یَا مُصْطَفٰی شَیْاءً لِلّٰہ۔ نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہ شش مرتبہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ☆ قَالُوا نَعْبُدُوا اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ آبَائِكَ اِبْرَاهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِداً وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ☆ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلِیْلَ اللّٰہ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم قَالَ اللّٰہُ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ روی بِهَا اِبْرَاهِیْمَ بِنِبِیْهِ وَ یَعْقُوْبَ یَا نَبِی اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْن اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَتْ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِی قَالُوا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰه آبَائِكَ اِبْرَاهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِداً وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ اَلصَّلٰوۃ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ اتَّخَذَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلاً دوبار اَللّٰہ مُحَمَّد وَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْ ابا بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِی وَعَنِ الصَّحَابَةِ اَجْمَعِیْنَ

در عجب ماند آسماں از ارتفاع ایں بنا سر بر آورد از زمین گوید مگر چرخے جدا
روضہ فردوس ازیں روضہ طراوت بردہ دام ہر ستونش در لطافت سروے از باغ صفا
بہر تاریخش صلا دادہ ملک زاوج فلک یادگار تاج سلطان این بنائے دل فزا
فَاِنْ یَّكُ یَا مُهَیْمِنُ قَدْ عَصَاكَ فَلَمْ یَسْجُدْ لِمَعْبُوْدٍ سواكا
اِلٰهِی لَا اِلٰہ سِوَاكَ فَارْحَمْ عَلٰی مَنْ لَا رَحِیْم لَهٗ سواكا
تَجَاوَزْ عَنْ ضَعِیْفٍ قَدْ جَفَكَا فجائك تائباً یرْجُوا عطاك

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلِیْلَ اللّٰہ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ و عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِك وَ سَلِّمْ دوبار یَا مُصْطَفٰی شَیْاءً لِلّٰہِ یَا نُوراً مِّنْ نُورِ اللّٰہ چار بار یا رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم دوبار یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاتِیَ یَوْمٌ لَا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَ لَا شَفَاعَةٌ وَّالْكَافِرُوْنَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ یَا مُصْطَفٰی شَیْاءً لِلّٰہِ یَا نُوْراً مِّنْ نُوْرِ اللّٰہ دومرتبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ آیَةُ الْكُرْسِی تا هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم۔ یَا اللّٰہُ الْمَحْمُوْدُ فِی كُلِّ مَكَانٍ دومرتبہ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْ صَدَقَ اللّٰہُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفاً وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم دوبار یَا مُصْطَفٰی شَیْاءً لِلّٰہ یَا نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ سات بار اَللّٰہُ رَبِّی۔ مُحَمَّدٌ نَبِیٌّ

Marfat.com

بر دروازہ مشرق رویہ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن تا وَلَا الضَّالِّيْن ،كَتَبَهُ نَقِيُّ الدِّيْن الْحَسَنِيّ اللهُ وَلَا سِوَاهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ دہ بار. كَتَبَهُ نَقِيُّ الْحُسَيْنِي يَا مُصْطَفٰى شَيْاءً لِلّٰهِ يَا نُوْرٌ مِنْ نُوْرِ اللهِ دو بار قَالَ اللهُ تَعَالٰى قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيْعاً اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْم يَا مُصْطَفٰى شَيْاءً لِلّٰهِ نُوْرٌ مِنْ نُوْرِ اللهِ دوبار. آيَةُ الْكُرْسِى تا هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيم . يَا مُصْطَفٰى شَيْاءً لِلّٰهِ نُوْرٌ مِنْ نُوْرِ اللهِ دوبار قَالَ اللهُ تَعَالٰى قُلْنَا يَانَارُ كُونِي بَرْداً وَّسَلَاماً عَلٰى اِبْرَاهِيْم. يَا مُصْطَفٰى شَيْاءً لِلّٰهِ يَا نُوْرٌ مِنْ نُوْرِ اللهِ دوبار. يَا عَزِيزُ ١٦بار بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ تا وَلَا الضَّالِّيْن كَتَبَهُ نَقِيُّ الدِّيْن حُسَيْنِي اَللهُ وَلَا سِوَاهُ صَلَوٰتُ اللهِ عَلٰى مُحَمَّدٍ شَفِيْعِ الْقِيَامِ. يَا نَبِيُّ يَا نَجِيُّ يَا صَفِيُّ اللهِ تین بار يَا نَبِيَّ اللهِ تین بار قَالَ اللهُ تَعَالٰى قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيْعاً اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ رَّحِيْم يَا نَبِىَ اللهِ چار بار اَلْحَمْدُ تا وَلَا الضَّالِّيْن قُلْ هُوَ اللهُ سَالِمٌ كَتَبَهُ نَقِيُّ الدِّيْن اَلْحُسَيْنِي يَا نَبِىَ اللهِ چار بار وَمَنْ رَغِبَ عَنْ مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَهُ فِى الدُّنْيَا وَاِنَّهُ فِى الْآخِرَةِ مِنَ الصَّالِحِيْن. يَا نَبِىَ اللهِ تین بار يَا عَزِيْزُ سولہ بار بَاكِياً فَارْحَمْ بُكَائِي. يَا اَللهُ حَيَائِى مِنْكَ اَكْثَرُ مِنْ خَطَائِي. فَخُذْ بِيَدِى فَاِنِّى مُسْتَجِيْرٌ بِعَفْوِكَ يَا عَظِيْمُ يَا رِجَائِي. بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. اَلْحَمْدُ تا آخر كَتَبَهُ نَقِيُّ الدِّيْن اَلْحُسَيْنِي. اَللهُ وَلَا سِوَاهُ. صَلُّوْا عَلٰى مُحَمَّدٍ شَفِيْعِ الْقِيَامَةِ يَا نَبِىَّ اللهِ يَا نَجِىَّ اللهِ يَا صَفِىَّ اللهِ يَا صَفِىَّ اللهِ دو بار اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْلُ اللهِ☆ قَالَ اللهُ تَعَالٰى قُلْ يَا عِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمَ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً وَ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ رَّحِيْم اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْلُ اللهِ آيَةُ الْكُرْسِى تا هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ. اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْلُ اللهِ دوبار يَا عَزِيْزٌ سولہ بار۔ اَلْحَمْدُ تا آخر كَتَبَهُ نَقِيُّ الدِّيْن اَلْحُسَيْنِي اَللهُ وَلَا سِوَاهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ پانچ مرتبہ كَتَبَهُ نَقِيُّ الْحُسَيْنِي.

جنوب رویہ پائین دروازہ مقبرہ

وقتیکہ جان ستانی از خود مرا زانی   ہم سوئے پس چو خوانی یارب ظلمت نفسی

Marfat.com

من بندہ ام تو شاہی بستاں ہر انچہ خواہی — کن فضل یا الٰہی یا رب ظلمت نفسی
من خاکسار عاصی یارب ظلمت نفسی — کردم بسے معاصی یارب ظلمت نفسی
تو بادشاہ مائی من جستہ داد خواہی — مارا تو یک خدائی یارب ظلمت نفسی
ہم غافر الذنوبی ہم ساتر العیوبی — لم کاشف الکروبی یارب ظلمت نفسی

اَللّٰہُ بَاقِی وَ الْکُلُّ فَانِی

ابراہیم عادل شاہ ابن عادل شاہ غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالیٰ پانچ بار کتبہ نقی الحسینی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یَا خَلِیْلُ اللّٰہِ.

شرمندہ شوم اگر بپرسی عمم — اے اکرم الاکرمین بیامرز و مپرس
دارم دل غمگین بیا مرز مپرس — دربند گناہ رہین بیا مرز مپرس
از کج روی نفس ستمگارہ ودوں — صد واقعہ در کمین بیا مرز مپرس
الصلوۃ والسلام علیك یا خلیل اللہ — تاج سلطان جنت جائے چاک

یاعزیز سولہ بار۔ فی التاریخ صبغ لسلمہ غاصفا لافت ابراھیم ۱۰۳۹ھ

ملکا ذکر تو گویم کہ توپاکی و خدائی — نروم من آں رہ کہ تو آں رہ نہ نمائی
توزن و جفت نہ جوئی تو خورو خفت نخواہی — احد اے زن و جفتی ملکا کام روائی
لب ودندان ثنائے ہمہ توحید تو گویند — مگر آزمائش دوزخ بود آں روز رہائی
ولا سواك ملك — ابو الخیر خلیل سمات العرش سولہ بار
از درد بے قرارم فریاد رس الٰہی — کس نیست جز تو یارم فریاد رس الٰہی
بیمار وناتوانم فریاد رس الٰہی — جز تو دوانہ دانم فریاد رس الٰہی

بگفت از ما صلوٰۃ بر ابراہیم ۱۰۳۷ھ

وَفَدْتُ عَلَی الْکَرِیْمِ بِغَیْرِ زَادِ — مِنَ الْحَسَنَاتِ وَ الْقَلْبِ السَّلِیْم
رِجَائِی اَنْ یُعَامِلَنِی بِلُطْفٍ — بِفَضْلٍ مِّنْہُ وَ الْکَرَمِ الْعَمِیْم
فَحَمْلُ الزَّادِ وَ اَقْبَحُ کُلِّ شَیْءٍ — اِذَا کَانَ الْوُفُوْدُ عَلَی الْکَرِیْمِ

Marfat.com

برپائیں مزار

بسم اللہ الرحمن الرحیم یا عزیز سولہ بار

چوسال رحلتش از پیر عقل جستم گفت — بود بگلشن فردوس جائے ابراہیم
زبیدہ حشمت و بلقیس رفعت — از و زیبا سریر و تاج و عفت
چوزیں منزل گہ خاکی غبراء — بدار الملک جنت کردہ رحلت
پر سیدم زپیر عقل تاریخ — بگفتا تاج سلطان اہل جنت
بنا فرمود روضہ تاج سلطاں — کہ خلد اندر صفاتش ماند حیراں
نمودہ خرش آں یک نیم لک ہوں — دلے نہ صدو گر ضم گشتہ با آں
بحسن اہتمام ایں کار روضہ — ملک صندل رسانیدہ بپایاں
ملکا ذکر تو گویم کہ توپاکی و خدائی — اوراوپر کے تینوں شعر کندہ ہیں۔
ازدرد بے قرارم فریاد رس الہی — کس نیست جز تو یارم فریاد رس الہی
بیمار و ناتوانم فریاد رس الہیؑ — جز تو دو اندانم فریاد رس الہی
گفتی کہ بروز عجز دستت گیرم — عاجز ترین مخواہ کہ اکنوں ہستم
برمن گنہ روئے زمیں کرد ستم — لطف تو عمیم است کہ گیرد دستم
ہر چند ز طاعت تہی ام و پرگناہ — امید بلطف عام و فضلت بستم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم یَا عَزِیْزُ سولہ مرتبہ۔ سال تاریخ سلطان بزہرہ چودل قصہ یافت یکداغ ۱۰۳۷ھ و فتنیکہ جاں ستانی از خود مرازانی الخ۔ ابراہیم عادل شاہ غَفرَ اللّٰہُ تَعَالٰی، اَللّٰہُ بَاقِی وَ الْکُلُّ فَانِی۔

پانچ مرتبہ کَتَبَہٗ نَقِی الْحُسَیْنِی

مغرب رویہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ۔اَلْحَمْدُ تا آخر کَتَبَہٗ نَقِیُّ الْحُسَیْنِی اَللّٰہُ بَاقِی وَ الْکُلُّ فَانِی۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پانچ مرتبہ یَا نَبِی اللّٰہِ چار مرتبہ۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ

Marfat.com

اَسْرَفُوا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنُطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ اِنَّ اللهَ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیْعاً اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْم. بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اَلْحَمْدُ تا آخر قُلْ هُوَ اللهُ سَالِم کَتَبَهٗ نَقِیُّ الْحُسَیْنِی یَا حَافِظُ سولہ مرتبہ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ دومرتبہ اَسْئَلُكَ یَا سَیِّدِ السَّادَاتِ یَا مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِ یَا قَاضِیِ الْحَاجَاتِ یَا مُنِیْرُ الْبَرَکَاتِ یَا عَالِمُ سِرِّ الْخَفِیَّاتِ وَ یَا وَلِیَّ الْحَسَنَاتِ اَللهُ بَاقِی وَالْکُلُّ فَانِی صَلُّوا عَلٰی مَنْ تَجَلّٰی بِالنُّوْرِ التَّمَام. اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نُوْرَ عَرْشِ اللهِ.

یَا حَبِیْبُ اللهِ دوبار یَا حُجَّةُ اللهِ دوبار یَا صَفْوَةُ اللهِ دوبار

یَا نُوْرُ عَرْشِ دوبار یَا نُوْرُ عَرْشِ اللهِ

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاتِیَ یَوْمٌ لَّابَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَّالْکَافِرُوْنَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ. اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلِیْلُ اللهِ.

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. آیَةُ الْکُرْسِی تا هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْك یَا اَهْلَ اللهِ یَا حَافِظُ سولہ مرتبہ مَا کَانَ اِبْرَاهِیْمُ یَهُوْدِیاً وَلَا نَصْرَانِیاً وَلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفاً مُّسْلِماً وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ. اِلٰهِی عَبْدِكَ الْعَاصِی آتَاكَ الخ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ یَا سَیِّدَ السَّادَات وَ یَا مُجِیْبَ الدَّعْوَاتِ وَ یَاقَاضِیَ الْحَاجَات وَ مُنْزِلَ الْبَرکَات وَ یَا عَالِمَ السِّرِّ وَ الْخَفِیَاتِ وَ یَاوَلِیَّ الْحَسَنَات . بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اَللهُ بَاقِی وَالْکُلُّ فَانِی صَلُّوا عَلٰی مَنْ تَجَلّٰی بِنُورِ التَّمَّامِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نُوْر عَرْش اللهِ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللهِ. حُجَّةَ اللهِ

صفوۃ اللہ دومرتبہ

یَا اَللهُ یَا نَبِیَ اللهِ پانچ مرتبہ۔ قَالَ اللهُ تَعَالٰی قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوا تا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْم. یَا نَبِیَّ اللهِ چارمرتبہ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم قُلْ هُوَ اللهُ. سَالِم. کَتَبَهٗ نَقِیُّ الدِّیْن اَلْحُسَیْنِی . یَا اَللهُ یَا نَبِیَ اللهِ چارمرتبہ یَا حَافِظُ سولہ مرتبہ۔ یَا اللهُ یَا نَبِیَّ اللهِ چارمرتبہ۔ بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم اَلْحَمْدُ تا آخر کَتَبَهٗ نَقِیُّ الدِّیْن اَلْحُسَیْنِی اللهُ بَاقِی وَالْکُلُّ فَانِی. لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ پانچ مرتبہ۔ کَتَبَهٗ نَقِیُّ الْحُسَیْنِی

Marfat.com

عدالت محل و سراج محل

اس مکان میں اب کلکٹر صاحب رہتے ہیں جس میں بہت کچھ شکست وریخت کرنے سے اصلی ہیئت بالکل بدل گئی ہے پرانی عمارت کیسی تھی اب اس کی تمیز نہیں کی جاسکتی کیوں کہ بہت کچھ توڑ پھوڑ کر جدید عمارت بنائی گئی ہے۔ سراج محل میں جس کے نیچے بہت سے تہ خانے تھے جو اب اس مکان کے آوٹ ہاؤز (بیوتات) ہیں۔

آرائش محل

عدالت محل کی مشرقی جانب آرائش محل ہے اس کی بھی اصلی صورت باقی نہیں ہے۔ توڑ پھوڑ کر سول سرجن کا مسکن بنایا گیا ہے۔ آرائش محل کے سامنے ایک برج پر کچھ حصہ ایک چھوٹے سے مکان کا باقی ہے جو صرف ایک چھوٹا سا باغ اور تفرج گاہ تھا جس کے نیچے خندق تھی غالباً یہاں بادشاہ بیٹھ کر فوج کا داخلہ ملاحظہ فرماتا تھا اور اسی میدان میں قواعد بھی ہوتی تھی۔ ان نشانوں سے جو سامنے کے حصہ میں چوبی کام کے باقی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سراپردے لٹکائے جاتے تھے۔ پچھلے حصے میں اینٹوں وغیرہ کے دیکھنے سے مطبخ کی علامات معلوم دیتی ہیں جس کے بیچ میں ایک اوکھلی بھی موجود ہے۔ دیواروں پر نہایت صاف نقش ونگار رکابیوں، خربوزے، تربوز اور دوسرے فواکہ اور مینا و ساغر بنے ہوئے ہیں۔ اس محل پر متعدد کتبے ہیں۔ ذیل کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس برج کا نام برج شرف تھا اور یہ مقام ایک قسم کا عشرت محل تھا جس کی صرف دہلیز باقی رہ گئی ہے۔ اس عمارت کا طرز بالکل مکہ مسجد کی تعمیر سے ملتا جلتا ہے۔ ان اشعار کا سلسلہ یوں ہے۔

”محمدؐ بود سر در انبیا۔ رسول امین حبیب خدا۔ کہ او ہست سر چشمۂ ہفت چار۔ بود فاطمہ نور چشم نبی۔ زہے زوجہ شاہ مرداں علی۔ امام خلائق حسن مجتبیٰ۔ کز و مہر دیں یافت نور و ضیا۔ شہ کر بلا سر در دیں حسین۔ نبی و ولی را بود نور عین۔ علی بن حسین است امام ہمام۔ سپہر کرم باقر دین پناہ۔ کہ گم گشتہ یابد از و شاہ را۔ شد از جعفر صداق نکتہ دان۔ ہمہ علم دینی بعالم عیاں۔ محمد تقی شاہ دنیا و دین۔ ورش از شرف با فلک ہم قریں۔ علی نقی ہادی نامور۔ امام جہاں شاہ والا گہر۔ امیر دلیراں حسن عسکری۔ از واہل دیں را بود برتری۔ امام زماں شاہ صاحبقراں۔ بود مہدی ہادی انس و جاں۔ کتبہ بندہ درگاہ نقی الحسینی ۱۰۸۱ھ۔ ایں ابیات حضرت علی عادل شاہ غازیست“۔

Marfat.com

کتبہ بیرون برج آرائش محل

ابو المظفر علی عادل شاہ ثانی

حصۂ شکستہ

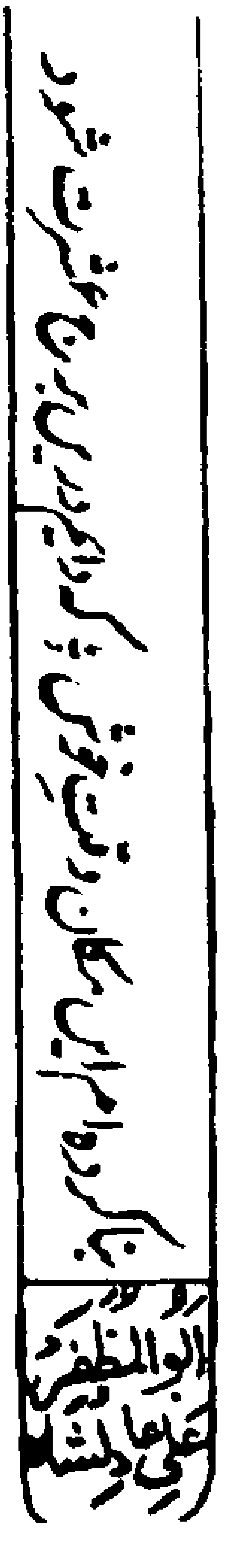

حصۂ شکستہ

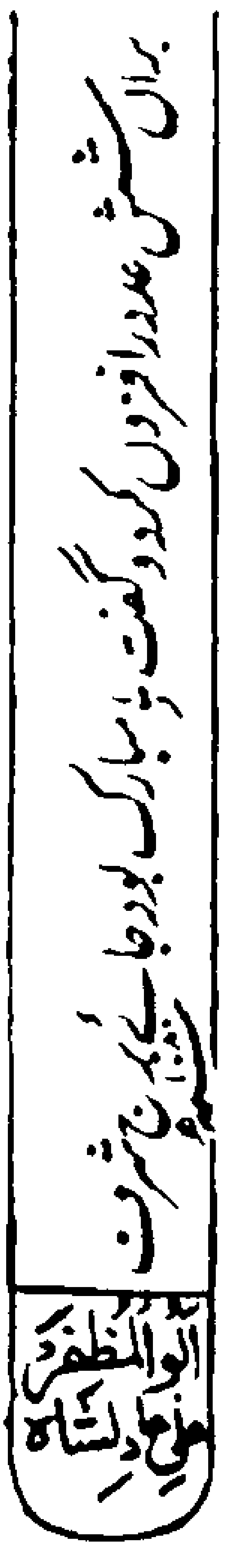

Marfat.com

اس کتبہ میں بھی داہنی بائیں جانب سے دو مصرع لوٹ گئے ہیں۔ اس لیے تیسرا کا سال کتبہ سے مطابق ہوتا ہے۔

سپہر کرم باقر دیں پناہ	کہ گم گشتہ یابد از و شاہ راہ	شد از جعفر صادق نکتہ داں	ہمہ علم دینی بعالم عیاں
کز و مہر دیں یافت نور و ضیا	شہ کربلا سرور دیں حسین	نبی و ولی را بود نور عین	علی بن حسین است امام ہمام
کہ او ہست سر چشمۂ ہفت و چار	بود فاطمہ نور چشم نبی	زہے زوجۂ شاہ مرداں علی	امام خلائق حسن مجتبیٰ
محمد تقی شاہ دنیا و دیں	درش از شرف با فلک ہمقریں	علی نقی ہادی نامور	امام جہاں شاہ والا گہر

امیر پیراں حسن عسکری
از و اہل دیں را بود برتری

این ابیات حضرت
علی عادلشاہ غازی است

امام زماں شاہ صاحبقراں
بود مہدی ہادی انس و جاں

کتبہ بندۂ درگاہ
نقی الحسینی [illegible] ھ

[illegible]

اس محل کی اب خالی چار دیواری کھڑی ہے ادھر کا بھی بالائی حصہ جا بجا شکستہ ہو کر پتھر گر گئے ہیں۔

Marfat.com

آنند محل ۱۵۸۹ء

یہ عمارت بھی حالت اصلی پر قائم نہیں۔ محل نہایت کشادہ اور خوش نما ہے جس میں ایک بڑا ہال ہے۔ اس مکان میں فرسٹ اسسٹنٹ کلکٹر رہتے ہیں۔ اس محل کی تعمیر ناتمام رہی۔ تین کمان ہائے موجودہ کے دونوں اطراف اور کمانیں بنتے بنتے رہ گئیں۔ چونکہ اس کی اصلی عمارت میں بہت کچھ ردوبدل ہو کر جدید تعمیر کی گئی ہے لہٰذا پچھلی حالت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس محل کو ابراہیم عادل شاہ ثانی نے ۱۵۸۹ء میں تعمیر کرایا تھا اس سے ملا ہوا گگن محل ہے دونوں اپنی اپنی جگہ لاجواب ہیں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ آنند محل جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے بادشاہ کے رہنے کا محل تھا اور گگن محل دربار عام کے لیے بنایا گیا تھا۔ ان محلوں کی پچھواڑے کچھ چھوٹی چھوٹی عمارتیں ہیں جس میں ایک چھوٹی سی مگر نہایت خوبصورت مسجد بھی ہے جس پر یہ کتبہ ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ در تاریخ غرہ شعبان المعظم ۹۰۵ء چوں کہ محل بہت وسیع ہے علاوہ اسسٹنٹ صاحب کی سکونت کے ایک وسیع ہال میں لائبریری بھی رکھی گئی ہے جس میں ریفرشمنٹ بار بھی ہے۔

گگن محل ۱۵۶۱ء

یہ محل اپنی بے نظیر عظیم الشان کمان کے واسطے مشہور ہے۔ علی عادل شاہ اول کے زمانے میں ۱۵۶۱ء میں بنا تھا۔ اس محل کے بعض مقامات میں بادشاہ سلامت رونق افروز رہتے تھے اور بقیہ حصہ میں دربار عام ہوتا تھا۔ دربار عام کے وسیع ہال کے اوپر کے کمرے اقامت شاہی کے لیے مخصوص تھے۔ اس ہال کے سامنے نہایت بلند چوبی ستون لگے ہوئے ہیں جو قابل دید ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان پر کوئی عمدہ گیلری محلات شاہی کے واسطے بنی ہوئی تھی جس کے سامنے چلمنیں اور پردے ڈال دیئے جاتے تھے جہاں سے بیگمات دربار کا تماشہ دیکھ سکتی تھیں جو نیچے ہال میں منعقد ہوتا تھا۔ اس میں دو زینے اب تک موجود ہیں۔ ایک دربار ہال میں سے جو بالائی منزل پر پہنچتا ہے اور دوسرا بالائی منزل سے مغربی جانب جو باورچی خانے وغیرہ کی عمارات ہیں ان میں جاتا ہے۔ اب صرف یہ دالان باقی رہ گیا ہے اس کے آس پاس کی ساری عمارتیں گر گئیں۔ بیجاپور سے بجانب مغرب چار میل کے فاصلے پر تاردہ میں سنگت محل اسی نمونہ کا موجود ہے جو گگن محل سے ذرا چھوٹا ہے۔ اس کی چھت ابھی کچھ باقی ہے جس پر سے گگن محل کی چھتوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ گگن محل کی تمام شہتیریں، کڑیاں، جو ازبس قیمتی ہوں گی مرہٹے لوٹ کر

Marfat.com

لے گئے۔ گگن محل کی خصوصیات میں سے ایک عجیب و غریب نہایت وسیع کمان ہے جو ساٹھ فٹ نوانچ چوڑی ہے۔ یہ اس غرض سے دربار ہال کے سامنے بنائی گئی تھی کہ پیش میں ستون یا فیل پایوں سے مد نظر میں آڑ نہ ہو جائے اور بادشاہ سلامت اور درباری دربار ہال میں سے بلا کسی قسم کی رکاوٹ کے سامنے کی حالت جہاں عام مجمع اور فوج جمع ہوتی تھی بخوبی ملاحظہ فرما سکیں۔ انواع واقسام کے جلسے اور تماشے بھی یہیں ہوتے تھے جہاں ایک جم غفیر اور اژدہام خلائق کا رہتا تھا۔ اس غرض کے لیے اس محل کے بنانے والوں نے ہال کے برابر چوڑی محراب بنائی لیکن افسوس ہے کہ اس عریض محراب کی تعمیر کے وقت ہال کی بلندی کا خیال نہیں کیا گیا اس واسطے یہ محراب پست رہ گئی ہے۔ اس محل میں کیسے کیسے واقعات گزرے۔ کیسے کیسے دربار اور جلسے ہوئے آج کون کہہ سکتا ہے کہ کیا کچھ چہل پہل رہی ہوگی۔ یہی وہ محل ہے جہاں بیجاپور کی فتح کے بعد اورنگ زیب کے حضور میں سکندر عادل شاہ کو گرفتار کر کے لائے تھے جس نے اطاعت قبول کی۔

سات منزلی ۱۵۸۳ء

گگن محل سے تھوڑی ہی دور جنوب مغرب کے گوشہ میں ایک بڑے بھاری احاطہ میں جس میں متعدد مکانات ہیں جن میں کا ایک بڑا مکان سات منزلی کے نام سے مشہور ہے جو سات منزل کا محل ہے اسی احاطہ میں حسینی محل اور Gizroery یعنی غلہ کا کوٹھا بھی ہے۔ ان سات منزلوں میں سے اب صرف پانچ منزلیں باقی ہیں دو منزلیں ٹوٹ پھوٹ گئیں اب بھی ۹۷ فٹ کی بلندی ہے۔ پانچویں منزل سے چھٹی منزل پر چڑھنے کا زینہ اب بھی باقی ہے۔ ۱۵۸۳ء میں ابراہیم عادل شاہ ثانی نے یہ سات کھن کا محل بنوایا تھا۔ اگر واقعی یہ محل تھا تو اس کی موجودہ گنجائش رہائش کے لیے بالکل ناکافی ہے ضرور اور مکانات بھی اس سے ملے ہوئے رہے ہوں گے چنانچہ اب بھی جنوب اور شمال دونوں طرف علامات دوسری عمارات کی موجود ہیں۔ اس عمارت کی بے نظیر خصوصیت یہ ہے کہ متعدد حوض اور ہر جگہ اسی قسم کے نل لگے ہوئے ہیں جیسے کہ مبارک خاں کے محل میں ہیں جو شہر کے جنوب اور مشرق میں ہے اور نیز کمٹگی کے منڈوے میں بھی اسی نہج پر پانی پہنچایا گیا ہے۔ اس محل کے ہر منزل پر حوض موجود ہیں اور مبارک محل اور نیز کمٹگی کے منڈوے کی طرح یہاں بھی دیواروں پر تصاویر اور دوسرے نقش و نگار بنائے گئے ہیں۔ چنانچہ اب تک بھی پہلی منزل کی جنوبی دیوار میں غور سے دیکھا جائے تو بادشاہ اور اس کی

Marfat.com

پیاری رانی رنبھا کی تصاویر کی جھلک دکھلائی دیتی ہے۔ اس محل کے تمامی دیواروں پر سونے کا گھراپانی چڑھا ہوا تھا جس کو راجہ ستارہ نے بہ طمع زر کھرچوا ڈالا۔ جس طرح گگن محل کا تمام چوبینہ غارت کر دیا وہی حالت سات منزلی کا بھی ہے۔ اب تو یہ عمارت بھیانک ہوگئی ہے اس میں رہ ہی کیا گیا ہے لیکن دیواروں اور دریچوں کے دیکھنے سے مشتے نمونہ از خروارے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بطور تفرج گاہ کے بنائی گئی تھی کہ جب کبھی دل چاہا گھڑی دو گھڑی کے لیے آبیٹھے اور اس کی بلندی پر سے سارے شہر بلکہ دور دورہ کا نظارہ کرتے رہے یہ محل در حقیقت بادشاہ کے لیے ایک دیدبان کا کام دیتا تھا اور اس زمانے میں ایک ایسے مکان کی از بس ضرورت تھی کیوں کہ آئے دن امراء اور وزراء سازشیں کر کے قلعہ کو ایسا اچانک گھیر لیتے تھے کہ بادشاہ کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی تھی اور یہاں بیٹھ کر سارا شہر ہتھیلی میں تھا۔ سات منزلی ہی کے سامنے ایک چھوٹا سا لداؤ کا منڈوا ہے جو ایک وسیع حوض کے بیچوں بیچ بنا ہوا ہے۔ حوض تو اب پاٹ دیا گیا مگر یہ چھوٹا سا خوش نما منڈوا ہے جس کی نفاست تعمیر، نقش و نگار اور خوب صورتی آرائش محل کے سامنے کے منڈوے سے ٹکر کھاتی ہے۔ اہل ہنود کا یہ خیال ہے کہ یہ منڈوا نہیں ہے بلکہ رتھ ہے جس کے پہیے زمین میں دھنس گئے ہیں۔ لیکن میں نے بھی اس عمارت کو دیکھا ہے رتھ تو کسی طرح یہ ہو نہیں سکتا بلکہ ایک قسم کی چھوٹی سی بارہ دری ہے جو حوض کے بیچوں بیچ محض تفریح کے لیے بنائی گئی ہے اور اس قسم کی عمارات متعدد جگہ موجود ہیں چنانچہ رائچور ہی میں خاص باؤلی بیچوں بیچ ایک مختصر سا مکان بنا ہوا تھا جو اب گر گرا گیا صرف چبوترہ رہ گیا ہے اور اسی طرح کنک گیری کی لکھا باؤلی کے پاس ایک بہت بڑا ہاتھی ڈباؤ حوض ہے جس میں اب مٹی اٹ کر تنکا اگ آیا ہے اس کے بیچوں بیچ میں ایک نہایت نفیس برجی بنی ہوئی ہے، جس میں بیٹھ کر حوض کے (جو در حقیقت ایک تالاب کے برابر ہے) پانی کے صاف شفاف تختہ اور دل خوش کن لہروں کا نظارہ کیا جاتا تھا۔ برجی میں آنے کا کوئی راستہ نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں سوار ہو کر برجی میں آبیٹھتے ہوں گے۔ یہ حوض اتنا بڑا تو نہیں ہے مگر پھر بھی سیر کے واسطے بہترین موقع ہے۔ سات منزلی کی سب سے بالائی منزل پر سے اب بھی سارا شہر اور اس کے چاروں طرف دور دور تک دکھلائی دیتا ہے اور جب پوری سات منزلیں ہوں گی تو اور زیادہ نظر پھیلتی ہوگی۔ سات منزلی کے اوپر کھڑے رہ کر شمال کی طرف سے دیکھئے سامنے درختوں کے جھنڈ میں بخارا مسجد کے مینار دکھلائی دیتے ہیں جو پوسٹ آفس کے پاس ہے۔ داہنی طرف ذرا آگے بڑھ کر دیکھئے تو علی عادل شاہ اول کے ناتمام روضہ کی محرابیں کھڑی ہوئی دکھلائی دیتی ہیں۔ نیچے وار لو دیکھئے تو قلعہ کی

Marfat.com

خندق اوراس سے آگے بڑھ کرناک کی سیدھ بہمنی دروازے کے برج معلوم دیتے ہیں۔

سیدھی جانب یعنی مشرق کی طرف ملاحظہ فرمایئے تو قریب میں ہی گگن محل کی شکستہ دیواریں اور سامنے کی محراب اور ٹنس کورٹ دیکھ لیجئے اور آگے نظر دوڑایئے تو عدالت محل ہے اس سے ادھر وار کو گرجا کی وہ عمارت دکھلائی دیتی ہے جو عدالت محل کے ایک حصہ میں بنالیا گیا ہے۔ عدالت محل کی سیدھی جانب آرائش محل اور آنند محل ہیں۔ اسی کے پیچھے بڑی وسیع محراب سے لگی ہوئی لائبریری ہے آنند محل کی سیدھ میں وہ دور علی برج دکھلائی دے رہا ہے جس پر ایک بڑی توپ چڑھی ہوئی ہے۔ آنند محل کی سیدھی طرف عظیم الشان گول گنبد نظر آتا ہے۔ اور وہیں قریب میں نیچے وار کو درگاہ ہاشم پیر کا سفید قبہ چمک رہا ہے مشرق کی طرف آثار محل کے عقب میں نیچے وار کو قلعہ کی چھوٹی چھوٹی اجڑی ہوئی عمارتیں ہیں۔ ان کے اوپر وار وہ دور کالا کالا ٹیلا سا کیا نظر آرہا ہے؟ وہ عیناپور میں جہاں بیگم کا مقبرہ ہے۔ اس کے آگے بڑھ کر داہنی جانب آثار محل کی سیدھ میں دو گنبد برابر نظر آتے ہیں پہلا اور چھوٹا چیخ ڈڈی مسجد کا ہے جو قلعہ کی فصیل پر بنی ہوئی ہے اور دوسرا مصطفیٰ خان کی مسجد کا گنبد ہے۔ وہیں اس کے نیچے احاطہ سے ابھرا ہوا مکہ مسجد کا عظیم الشان گنبد ہے جس کا دوسرا گنبد درختوں کی آڑ میں چھپ گیا ہے۔ اور اس سے نیچے ادھر وار کو ہماری جانب دار الضربؑ کی اجڑی ہوئی عمارت ہے اور آگے وار کو داہنی طرف قلعہ کے جھروکے دار فصیل کے اوپر جامع مسجد کا قبہ اور دو منار نظر آتے ہیں۔ جنوب و مشرق میں ہم سے قریب دروازہ قلعہ کے مورچے دکھلائی دیتے ہیں۔ اور اس کے نیچے ملک کریم الدین کی پرانی مسجد کی چھت کا درمیانی حصہ جو بقیہ حصہ سے بلند ہے نظر آتا ہے اور زیادہ جنوب کی طرف افق سے ملی ہوئی ابراہیم پور کی مسجد ہے اور اسی کے متصل مرتفع دو منزلہ آنڈو مسجد کے کمر کی گنبد اور منار اور برجیاں ہیں اور آگے بڑھ کر پرے کو چھوٹا چینی محل ہے جس میں سپرنٹنڈنٹ صاحب رہتے ہیں اور اس کے اوپر لنڈے قصاب کا بلند برج دکھلائی دیتا ہے جس پر بیجاپور شہر کی سب سے بڑی توپ ہے ان سب سے نیچو اس میں ہمارے پاؤں سے ملا ہوا چینی محل ہے جس میں اب سرکاری کچہریاں ہیں۔ ٹھیک جنوب میں شہر پناہ کو جھروکے دار فصیل کا ایک حصہ نظر آتا ہے۔ اور زیادہ جنوب و مغرب کی طرف ابراہیم عادل شاہ کی پرانی جامع مسجد مع اس کے شکستہ اینٹوں کے میناروں کی ہے اور اس کے اوپر وار درختوں کے جھنڈ میں علی عادل شاہ اول کا روضہ ہے۔ اس کے بعد بہت دور پر پیر شیخ حمید قادری کی درگاہ ہے جس کے نیچے کشور خاں کا ناتمام مقبرہ ہے اس مقبرے کی سیدھی جانب بیگم صاحبہ کے روضہ کا بڑا احاطہ ہے جس میں

Marfat.com

اورنگ زیب بادشاہ کی بیگم مدفون ہیں۔اسی سلسلہ میں جوڑ گنبد ہیں جو ایک ہی ہیئت کے ہونے سے یہ نام پڑ گیا ہے۔ جوڑ گنبد کی سیدھی جانب حیدر خاں کی چوکھنڈی ہے۔ ہم سے سیدھے مغرب کی جانب ابراہیم روضہ کا گنبد اور منارے نظر آتے ہیں لیکن مسجد مقبرہ کی آڑ میں چھپ گئی ہے۔اس کے اوپر وار موتی درگاہ کا سفید گنبد نظر آتا ہے۔ہم سے قریب نیچے وار کو سیدھی جانب سڑک کے تقاطع پر جہاں بیگم کی مسجد ہے جس سے اور آگے بڑھ کر سرکاری ہسپتال کی لال چھت کو دیکھئے اس کی داہنی طرف اورنگ زیب کی عید گاہ کی سفید سفید دیواریں نظر آتی ہیں جس میں اب پولیس لین ہے۔ شمال و مغرب کی جانب ذرا پاس دکھنی درگاہ ہے جس سے ملا ہوا نہایت بلند دو منزلہ حیدر برج ہے اور ان سب سے آگے بڑھ کر امین درگاہ کا سفید گنبد نظر آتا ہے۔اس طرح ہماری نظر کا پورا حلقہ ایک طرف سے دوسری طرف ختم ہوتا ہے اور پوری طرح نظر کا چکر ختم ہو جاتا ہے۔

غلہ کا انبار خانہ اور چینی محل

بہت بڑا احاطہ جس کے جنوب میں چینی محل اور شمال و مغرب کے کونے میں سات منزلی ہے اناج کے کوٹھے کے نام سے مشہور ہے لیکن عمارت کی وضع قطع کے لحاظ سے تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ جگہ غلہ کا گودام ہو۔ چینی محل البتہ جب ہوگا تو ایک دلکش اور بے نظیر عمارت ہوگی جس کے گرے ہوئے چینی کے ٹکڑے اب بھی جا بجا پڑے ہوئے ہیں۔ گگن محل کی طرح اس میں بھی سامنے وار کو ایک بڑا وسیع ہال تھا جو ۱۲۸ فٹ لمبا اور ۲۹ فٹ چوڑا تھا جس کے اوپر مختلف وسعت کے کمرے تھے جن پر چڑھنے کا زینہ اب بھی موجود ہے۔ صحیح طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ یہ عمارت کس غرض سے بنائی گئی تھی لیکن اب تو ضلع کی کلکٹری کی کچہریاں اس میں ہیں۔ چاروں طرف دالان ہیں اور بیچ میں چمن۔ ان دالانوں کو اب محافظ خانہ وغیرہ بنالیا ہے۔اس میں شک نہیں کہ ان دالانوں میں جمعیت کے لوگ رہتے تھے اور یہیں وہ اپنے گھوڑے باندھا کرتے تھے جیسا کہ اب بھی امراء کی ڈیوڑھیوں کا دستور ہے۔ ان گھوڑوں کے لیے اس مکان میں کثرت سے دانہ ضرور رہتا تھا اور شاید یہی دیکھ کر لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ مکان غلہ کا کوٹھا ہے۔اس مکان کے کھودنے سے وہ آہنی پردے کی اوٹ ملی جس پر بے نظیر جنگلہ بنا ہوا ہے جو اب گگن محل کے پاس گرجا میں لگی ہوئی ہے۔

Marfat.com

مکہ مسجد و درگاہ حضرت کھنڈایت

یہ مسجد نہایت خوبصورت اور بہت خوشنما ہے جس کے اطراف چار دیواری کا احاطہ ہے۔ اس مسجد کے قدیم منارے جن پر اذان دی جاتی تھی جوں کی توں باقی ہیں۔ اس احاطہ کے مشرقی حصہ میں حضرت معبر کھنڈایت کی (حضرت معبر کھنڈایت قدس سرہ آپ کا اسم مبارک شیخ محمد ہے آپ بیجاپور کے قدیم بزرگواروں میں سے ہیں آپ کی بزرگی و زہد و تقویٰ اور کرامات تعریف و توصیف کی محتاج نہیں آپ ظاہری اور باطنی علوم و کمالات کے جامع تھے فقر و ریاضت و توکل و قناعت کے راستہ پر مردانہ وار قدم رکھتے تھے اور رات دن حق کی یاد میں مستغرق رہتے تھے آپ کی رہنمائی اور فیض تربیت سے بہت سے طالبان حق نے کمال ظاہری و باطنی حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ جس زمانے میں بیجاپور میں رائلون کی حکومت تھی آپ تشریف لائے اور ان سے جہاد کیا اور اپنے آہنی کھنڈے سے بہتوں کے سر اڑا دیئے اور جن کو خدا کی طرف سے ہدایت ہوئی وہ حضرت کے دست مبارک پر کفر و ضلالت سے تائب ہوئے۔ آپ کے بہت سے ہمراہی اس معرکہ میں شہید ہوئے چنانچہ قلعہ ارک میں گنج شہیدان ہے۔ آپ کا مرقد مبارک بھی قلعہ کے اندر ہی ہے۔ مزار شریف کے اوپر چوبی چھت ہے روضہ مبارک کے متصل ابراہیم عادل شاہ جگت گیر نے ۹۹۸ھ میں آنند محل بنوایا۔ آپ کے معبری مشہور ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ممکن ہے کہ معبر آپ کی پیدائش کا مقام ہو چنانچہ معبر اور دھور دو مشہور بندر دریائے شور کے کنارے ہیں جو سلطان علاؤالدین خلجی بادشاہ دہلی کے زمانے میں ۷۱۰ھ میں مسلمانوں کے قبضہ میں تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اصل لفظ 'مہابلی' ہے یعنی بڑی طاقت والا۔ آپ کی قوت اور شجاعت ایسی تھی کہ سوا من لوہے کا قبضہ ہاتھ میں رکھتے تھے اس لیے آپ کو مہابلی کہتے تھے جو بگڑتے بگڑتے معبری ہو گیا۔ عرس شریف ۲۱ر رجب المرجب کو ہوتا ہے۔ آپ کے روضہ میں آپ کے بہت سے علاقہ دار مدفون ہیں۔ حضرت موصوف کا تصرف اب تک جاری ہے۔ حال میں چالیس سال کا عرصہ ہوا کہ محمد حسن فرزند شیخ محمد بخشی بیجاپوری نے جب آپ کے روضہ کی تعمیر کر کے اطراف میں پتھر کی دیوار کا احاطہ کھچوایا تو پایہ کھودتے وقت مزار مبارک کے متصل کے املی کے درخت کی جڑ لگی جو مرقد معلی کے پائیں کی طرف مشرقی اور جنوبی سمت میں حائل تھی اس کو کاٹتے ہی خون کا فورہ جاری ہو گیا یہ عجب قصہ عام طور پر لوگوں کی زبان پر چڑھا ہوا ہے۔ آپ کی اولاد میں عبداللہ صاحب و گیسو دراز صاحب سجادے موجود ہیں جو موضع رتنے پلی تعلقہ انڈی ضلع بیجاپور میں رہتے ہیں جو موضع آپ

Marfat.com

کے عود وگل کے لیے شاہان بیجاپور نے جاگیر چھوڑا ہے) درگاہ ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت نے تیرہویں صدی عیسوی کے آخر میں یہاں ایک مسجد بنوائی تھی اور یہ مناریں اسی وقت کی ہیں ملک کافور کے حملے کے بعد جو چودھویں صدی کے اوائل میں مسلمانوں کی طاقت کی بنا پڑی اور انہوں نے بہت سے مندروں کو توڑ کر مسجدیں بنالیں۔ اس سے بیشتر چیدہ چیدہ مسلمان تھے اگر کوئی مسجد بنا بھی لی تو وہ اپنے ذاتی صرفہ سے بنانی پڑی ان میں دیولوں کا مال مسالا نہیں لگایا اور اسی وجہ سے اس مسجد کے منارے بھی معمولی چونہ پتھر کے بیہنگم بنے ہوئے ہیں مسجد کے گرد اتنی بلند چار دیواری ہے کہ مسجد تو باہر سے نظر بھی نہیں آتی۔ اگر یہ سمجھا جائے کہ مسجد کی حفاظت کے واسطے بنائی گئی ہے تو یہ خیال بھی غلط ہو جاتا ہے کیونکہ جنوبی رخ پر چار بڑی بڑی بلند کھلی کمانیں ہیں جن میں پٹ لگانے کے نشان تک نہیں یہ چاروں کمانیں مساوی فاصلہ پر بنائی گئی ہیں جو برجوں سے آکر مل گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اس جگہ کو محصور کرنا مقصود تھا۔ احاطہ کی شمالی دیوار کو غور سے دیکھا جائے تو اس میں ایک قطار میں بہت بلندی پر چھوکھونٹے سوراخ ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ میں یہاں سایبان پڑا ہوا تھا۔ گورنر صاحب کی رائے ہے کہ یہ احاطہ زمانہ سابق میں ضرور ہاتھیوں کا اصطبل تھا۔ یہ اونچی دیوار صرف اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ ہاتھیوں کو جو اس کے نیچے باندھے جاتے تھے اس کے سایہ سے دھوپ کا بچاؤ ہو اور نیز دوسری متصلہ عمارت میں بدبو وغیرہ نہ جائے اور اسی واسطے اتنی اونچی کمانیں بنائی گئیں کہ ہاتھی اس میں سے بآسانی آجا سکے اور یہ چاروں کمانیں صرف جنوبی رخ پر ایک طرف بنائی گئی ہیں جو محلات و دیگر امکنہ سے فاصلہ پر ہیں۔ اس خیال کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ اس احاطہ سے باہر جنوبی رخ پر دیوار سے ملا ہوا ایک برج ہے جو بجن ہلی یا بچکن ہلی برج کہلاتا ہے (یہ برج قدیم دیدبان موضع بجن ہلی کا تھا جو موضع بیجاپور کی آبادی سے پہلے اس مقام پر آباد ہونا کہا جاتا ہے) اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ برج غلے کا کوٹھا تھا۔ اس زمانے میں اس پر چھت بھی تھی جس کی علامات اب تک موجود ہیں اور باہر وار دیواروں پر پرنالوں کے نشان ہیں جن میں سے چھت کا پانی بہہ جاتا تھا۔ اسی طرح کے پرنالے سات منزلی کی مغربی دیوار میں بھی موجود ہیں۔ اس احاطہ میں شمال رخ ایک بڑا دروازہ ہے جس میں یہ ہاتھی پر چڑھ کر داخل ہوتے ہیں۔ محمد شاہ کے غلے کے کوٹھے میں بھی جو جامع مسجد کے پاس ہے۔ اسی طرح کی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں جو چھت تک چلی گئی ہیں جہاں چھت پر چڑھ کر روشن دانوں میں سے کوٹھے کے اندر غلہ ڈال دیا جاتا تھا جو حسب ضرورت دروازہ کھول کر نکال کر صرف کیا جاتا تھا۔ یہ امر بعید القیاس

Marfat.com

نہیں ہے کہ مسجد ٹوٹ پھوٹ جانے کے بعد یہ بلند چار دیواری بنائی گئی اور ارادہ یہ تھا کہ پورا احاطہ گھیر کر رہا سہا حصہ مسجد کا صاف کر دیا جائے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کو اس طرح مٹانے میں مسلمانوں نے مخالفت کی اور احاطہ مسجد کو دوسرے مصرف میں لانے میں بھی سدراہ ہوئے ان وجوہ سے مسجد کی موجودہ حالت قائم رکھی گئی۔ اور اسے ہاتھ نہیں لگایا اور اس احاطہ کی صرف مغربی حصہ میں ہاتھوں کا اصطبل بنا کر مسجد کو بھی درست کر دیا جیسی کہ اب موجود ہے۔ پرانی مسجد کی دونوں برجیاں اسی زمانہ میں احاطہ کے کونوں میں شامل کر لی گئیں اور ان پر چڑھنے کا زینہ درست کر دیا گیا۔ نئی مسجد کی نسبت کہا جاتا ہے کہ محلات کے واسطے بنائی گئی تھی کیوں کہ محاط ہونے کی وجہ سے پردہ کا کافی موقع ہے۔ مردانی مسجدوں میں ہمیشہ خطبہ پڑھنے کے لیے ممبر ہوتا ہے مگر اس زنانی مسجد میں اس وجہ سے ممبر بھی نہیں بنایا گیا کہ مستورات خطبہ نہیں پڑھتیں۔

مسجد رائلاں ۷۱۶ھ م ۱۳۲۰ء

اندرون قلعہ چینی محل کے قریب جنوب و مشرق میں جو مسجد ہے جو بیجاپور کی تمام مسجدوں سے قدیم ہے۔ یہ مسجد تمام زسنگی، شہتیر، کڑیوں اور ستونوں سے بنائی گئی ہے جو ہندوؤں کے مندروں سے لیے گئے ہیں۔ اس مسجد کا برآمدہ تو مندر کا باقی ماندہ حصہ جیسے کا ویسا موجود ہے جو دراصل منڈپ تھا جس کے ستون اور طاق جوں کے توں ہیں صرف چھت گر گئی ہے۔ مغربی ہال کی طرف اصل مندر تھا جو بالکل نیست و نابود کر دیا گیا اور اسے نکال کر صحن میں جانے کا راستہ صاف کر دیا ہے۔ اندرونی دروازہ جس میں جالی بنی ہوئی ہے مسلمانوں کا بنایا ہوا ہے۔ اس دروازہ اور دالان مسجد کے درمیان مندر کا ایک حجرہ تھا۔ دیواروں کو غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح مندر کو جابجا سے توڑ کر مسجد بنائی ہے۔ صحن کے مغربی حصہ میں مسجد ہے مختلف جگہوں سے مختلف شکلوں کے ستون چھوٹے بڑے لا کر ان کو کرسی دے دے کر برابر کر کے اوپر سے سلوں کا پٹاؤ کر دیا ہے۔ اس کے تیسرے ستون پر یہ کتبہ ہے۔ ''ملک ملک الشرق کریم الدولہ والدین دام نیک ریہا سوتھار (بڑھئی) ایں مسجد رابست چہار نین زمین در زیر بھور انعام باد''۔

Marfat.com

برمحراب مسجد مذکور کندہ است

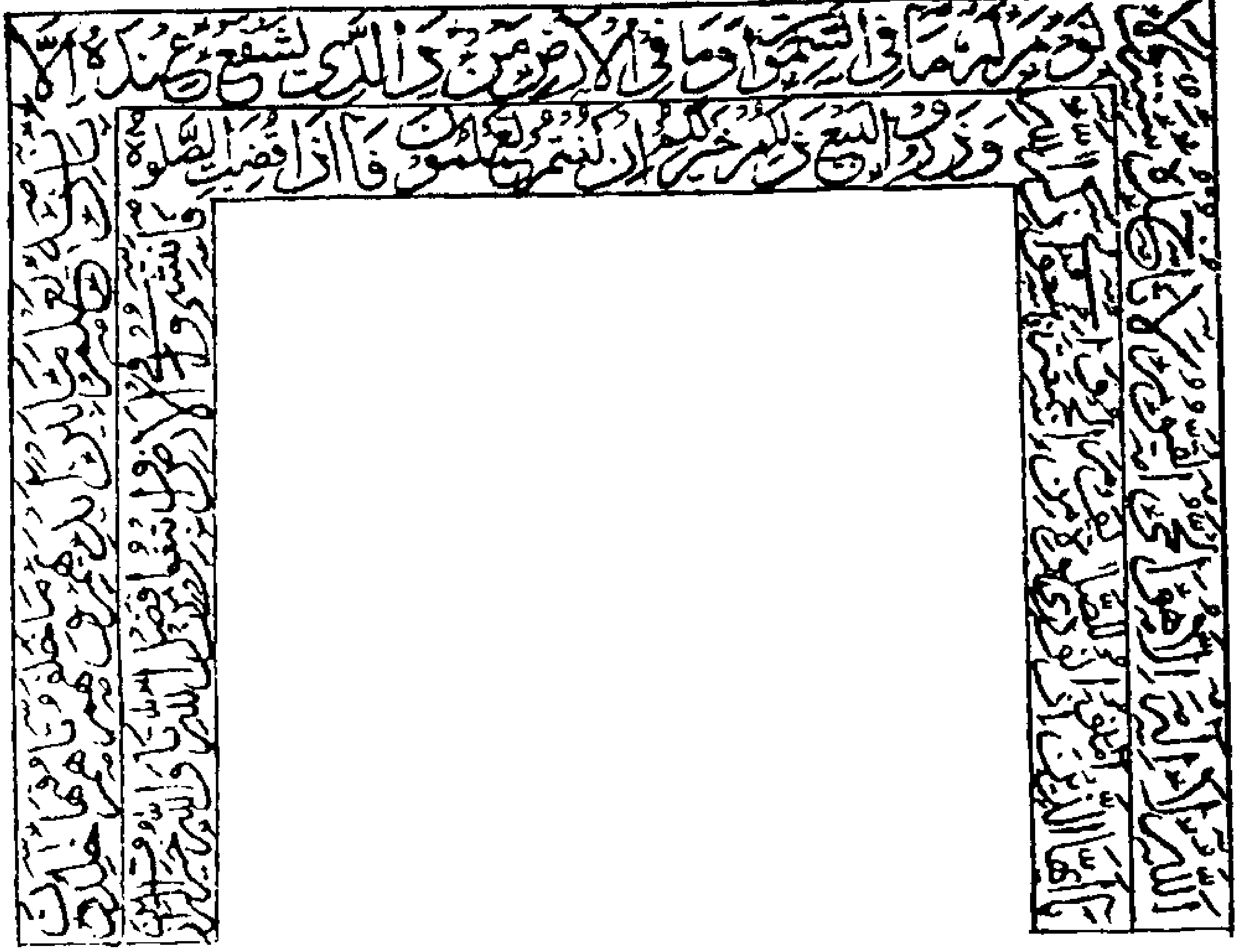

اس مسجد کا بالائی حصہ ملک کریم الدین نے ۷۱۶ھ میں ۱۳۲۰ء میں تعمیر کیا اور ریہا نامی بڑھئی ساکن شاہ درگ نے کام کیا کریم الدین ملک کافور کا فرزند تھا۔ (جو علاء الدین خلجی کا جنرل تھا) جس نے ہندوستان پر متعدد حملے اہل ہنود پر کیے۔ مسجد کا وسطی حصہ نیچے چھوٹے ستون دے کر پیل پایوں پر بلند ہے جس سے اندرونی حصہ مسجد میں روشنی اور ہوا کا گزر اچھی طرح ہوتا ہے۔ اس مسجد کی تعمیر احمد آباد اور گجرات کی مسجدوں کی طرح کی ہے اور بیجاپور میں یہ اپنی طرز کی ایک ہی مسجد ہے۔ اسی کے احاطہ میں گنج شہیداں بھی ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ ہندوؤں سے لڑ کر بہت سے مسلمان شہید ہوئے تھے جو یہاں مدفون ہیں۔ عدالت محل کے پاس بھی ایک پرانی مسجد ہے جو ہندوؤں کا مندر توڑ کر بنائی گئی ہے اس مسجد کی پشت اس سڑک کی طرف ہے جو شمال سے جنوب کو قلعہ ارک میں جاتی ہے۔

Marfat.com

قلعہ کا دروازہ ۹۵۱ھ م ۱۵۴۴ء

قلعہ کا بڑا مشرق کی طرف دروازہ صرف ایک ہی طرف باقی رہ گیا ہے جو جنوب میں واقع ہے جس کا رخ مشرق کی طرف ہے اس دروازے میں داخل ہوتے وقت بیچ میں ایک برج آجانے سے سڑک پھٹ کر دو طرف ہو گئی ہے۔ بُرج کی بائیں جانب یہ کتبہ ہے۔

لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ۔ درکار کرد اختیار خاں گجراتی ۹۵۱ھ م ۱۵۴۴ء

اس کے بعد جو دروازہ ہے اس کی پیشانی پر یہ کتبہ ہے۔

شاہ عالمگیر عادلشاہ

حافظ ناصر خالق خداوند

کریم

باب یقین است تاریخ ایں

روشن الحجر از صرف طظ

بنی ہذا المکانْ بید اختیار خاں

تَجِدْهُ عَوْناً النَّوَائِبِ فِیْ كُلِّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَيَنْجَلِی بِنُبُوَّتِكَ

نَادِ عَلِياً مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ لَكَ يَا مُحَمَّدُ وَ بِوِلَا يَتِكَ يَا عَلِی يَا عَلِی يَا عَلِی

جس کی مسلسل عبارت یوں ہوتی ہے۔

ناد علياً مظهر العجائب. تجده عونا لك في النوائب. كل هم و غم سينجلي بنبوتك يا محمد بولا يتك يا علي يا علي يا علي۔ اس دروازہ میں داخل ہو کر ہم اندرونی اور بیرونی دروازوں کے درمیانی میدان میں آجاتے ہیں بیرونی دروازہ کی دونوں جانب جمیعت کے رہنے کے دالان بنے ہوئے ہیں۔

گگن برج ۹۴۵ھ م ۱۵۳۸ء

اور ان کے سامنے ہی نہایت بلند گگن برج ہے جسے کورنز صاحب نے الٰہی برج لکھا ہے جس کی بنا ابراہیم عادل شاہ اول کے عہد میں ۹۴۵ھ م ۱۵۳۸ء ہوئی تھی جس پر جدا جدا دو کتبہ شمال رو ہیں

Marfat.com

کتبہ برگگن برج دراول دروازہ قلعہ ارک بر سنگ اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لاالٰہ اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ۔

دایم نام عدالت مجلس رفیع عالی جاہ ابراہیم عادل شاہ خلد اللہ ایام دولتہ. این برج گگھن بنا شد فی ۹۵۴ھ خمس اربعین و تسعمائة ھجریہ

کتبہ بر سنگ دوم

ناد علیاً مظھر العجائب. تجدہ عونا لک فی النوائب. کل ھم و غم سینجلی. بنبوتک یا محمد بولا یتک یا علی یا علی یا علی کے علاوہ ذیل کی عبارت ہے۔

جہاں ہمیشہ بفرمان کلام عادلشاہ مدام سکہ زدہ شد بنام عادلشاہ

سعادت و ظفر و فتح و نصرت و اقبال ہمیشہ باد بہ شادی غلام عادلشاہ

اب بھی ہمارے سامنے اندرونی دروازہ ٹوٹی پھوٹی حیثیت میں کھڑا ہے جس میں سوائے دونوں جانب کے دروں اور اوپر کی آڑی سنگین کڑی کے کچھ باقی نہیں ہے۔ اس کی جنوبی دیوار میں نیچے وار کوایک کنڑی کتبہ ہے جس کو میں پڑھ نہ سکا۔ دوسرے دروازے کے اندر پھر فوج کے رہنے کے ٹوٹے چھوٹے دالان ہیں جس کے ستون سارے کے سارے ہندوؤں کے مندروں کے ہیں ان میں سے اکثر پچیسی اور بارہ کنکرے کھیلنے کی لکیریں کھنچی ہوئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ستون مدتوں تک ناکارہ پڑے ہوئے تھے لوگوں نے ان پر آڑی ٹیڑھی لکیریں بنالیں اور بعد میں ان مکانوں میں لگادیئے تے اگر یہ سمجھا جائے کہ مندروں کو توڑکر ان مختلف القامت ستونوں کو کیوں لیتے جس کے لیے معماروں کو جابجا جوڑ دے کر برابر کرنا پڑا۔ ان میں کے اکثر ستون ملک کریم الدین کی مسجد کے ستونوں کے بعد کے زمانے کے ہیں اور راجگان بیجانگر کے عہد کی معلوم دیتے ہیں۔ چینی محل کے عقب میں ایک کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوالمظفر علی عادل شاہ کے زمانے میں قلعہ کی تعمیر ہوئی ہے۔ غالب دروازوں اور خندق کے درمیان کوئی پل بھی ایسا ہوگا جو وقت ضرورت کھینچ لیا جاتا ہوگا مگر اس کا اب کوئی نشان نہیں ہے۔

Marfat.com

آنڈو مسجد

آنڈو مسجد کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا چھوٹا سا گنبد ایسا خوشنما اور خوب صورت ہے کہ دور سے بالکل انڈا معلوم دیتا ہے۔ قلعہ سے سیدھی سڑک جو لنڈے قصاب کے برج کو جاتی ہے مشرقی طرف بالکل لب سڑک گنج یا سعد کے پاس یہ دو منزلہ مسجد ہے اصل مسجد بالائی حصہ ہے اور نیچے کا حصہ ایک دالان ہے جو وارد و صادر کے لیے بنایا گیا ہے۔ مسجد کے دروازے کی دہلیز پر جو کتبہ ذیل ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتبار خاں نے جو ابراہیم عادل شاہ کا وزیر اعظم تھا ۱۶۰۸ء میں تعمیر کرائی ہے۔ جس کا

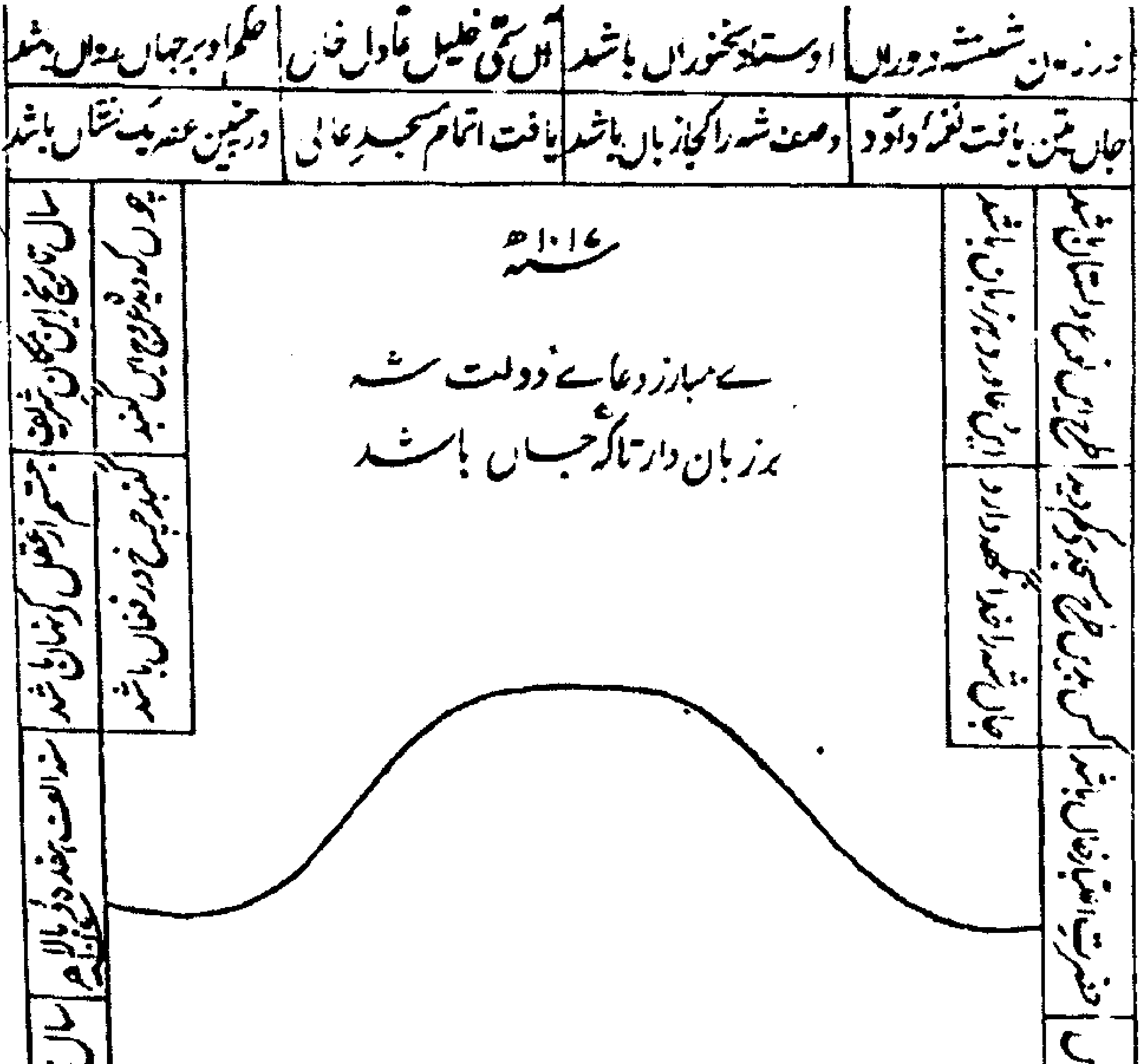

Marfat.com

مقبرہ بیرون شہر ابراہیم روضہ کے پاس ہے۔

بیجاپور کی سب مسجدوں کی یہ ناک ہے اپنی خوب صورتی میں جواب نہیں رکھتی۔ اس کا فرش نہایت عمدگی سے مسطح وہموار بچھایا گیا ہے پتھروں کی کلا سی ایسی نزاکت سے ملائی گئی ہے کہ باوجودیکہ سوا تین سو برس ہوگئے مگر ذرا سی جھری بھی نہ کھلی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے سامنے کا رخ بنتے بنتے ناتمام رہ گیا کہ بعض حصے ناقص رہ گئے ہیں اور کچھ کام ادھورا چھوڑ دیا گیا ہے۔ محراب کی آرائش بھی نامکمل رہ گئی ہے مسجد کی اندرونی دیوار میں پان کی بیل کا نقشہ اتارا گیا ہے۔ دالان کی چھت کے غرب رویہ حصہ پر مسجد ہے اور شرق رویہ حصہ بطور صحن کے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کا قبہ کمرکی ہے اور اسی طرح کے قبے بیجاپور کی اور دو تین مسجدوں میں بھی ہیں اور مناروں میں بھی اسی طرح کے کھب رکھے گئے ہیں۔ مسجد کے چاروں کونوں سے چار مناریں بلند ہیں اور اس کے علاوہ اور چار برجیاں بھی ہیں۔ ننھا منا سا سفید براق گنبد اور اس کے اطراف چھوٹی چھوٹی مناروں اور برجیوں کا جھمکڑا دور سے بہت ہی بھلا معلوم دیتا ہے۔ مسجد کے بالائی حصے پر پردے کی جالی دار دیوار اس کی کنگنی دیکھنے کے قابل ہے۔ جو کچھ نقش ونگار کاکاری اور آراستگی اس مسجد میں کی گئی ہے وہ ساری کی ساری بالائی حصے ہی پر ختم ہے نیچے کا حصہ تو سیدھا سادا ہے جو بطور مسافر خانہ کے کام آتا ہوگا۔ آنندو مسجد کے سوائے مضافات بیجاپور میں افضل خاں کے مقبرہ کے پاس بھی ایک دو منزلہ مسجد ہے جو شہر کے مغرب میں افضل پور سے کچھ آگے بڑھ کر ہے۔

لنڈے قصاب کی توپ اور نعمت برج

آنندو مسجد سے سیدھی سڑک اس برج کو جاتی ہے شہر کی فصیل کے جنوبی رخ سے ملا ہوا یہ برج ہے جو فتح دروازہ سے کچھ آگے بڑھ کر سڑک کی بائیں سمت سے دوسرا برج ہے۔ اس برج میں کوئی خصوصیت نہیں ہے مگر اس پر جو بڑی توپ ہے وہ البتہ قابل دید ہے۔ یہ توپ ۲۱ فٹ ۷ انچ لمبی ہے اس کے گدے کا دور ۴ فٹ ۴ انچ منہ کا دور ۴ فٹ ۵ انچ اور دہانہ ایک فٹ ساڑھے سات انچ ہے۔ تخمینی وزن ۴۷ ٹن ہے۔ اس کی ساخت بھی اسی طریقہ کی ہے جیسی حیدر برج کی توپ کی بابت ہم بیان کر آئے ہیں۔ اس توپ کے پاس ہی ایک بہت بڑی دوسری ناتمام توپ کا سانچا پڑا ہوا ہے جس پر توپ بنتے بنتے رہ گئی اس برج سے تھوڑے فاصلے پر کچھ خندقیں کھدی ہوئی ہیں جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے جب شہر پناہ پر حملہ کیا تو ان مقامات پر اس کی فوج تھی اس برج پر بہت سے نشانات گولہ باری کے ہیں ایک گولہ توپ کے دہانہ پر بھی لگ کر گڑھا پڑ گیا ہے۔ اس برج پر حسب ذیل کتبے ہیں۔

Marfat.com

کتبہ بہ طرف جنوب شمال رویہ اندرون حصار

درزمان خسرو عادل بادشاہ سلیمان جاہ علی عادل شاہ غازی از سعی نیک خواہان حضرت شاہ کار تھست بہ اتمام رسیدہ شہور سنۃ ثلث وسبعین الف ۱۰۷۳ھ

جنوب رویہ

از شاہ دکن علی عادل شاہ	شد گوش ملک بہ گوش عدلش خالی
شد حکم بہ شاہ حضرت از درگاہش	تا برج بنا کند بہ فرخ فالی
از صدمہ توپ ملک ضبط نقرب	افتادہ خلال و از پنہاں پائمالی
تاریخ بنائے آں بدیہہ گفتم	چوں سد سکندر شدہ برج عالی

طرف چپ مشرق رویہ

ایں عرابہ بدور شاہ علی عادل شاہ راست کرد۔ سنۃ تسع وسبعین وتسعمائۃ بید شاہ سرجی ۹۷۶ھ

طرف راست شمال رویہ

بدوران محمد شاہ غازیؒ	چو بست ایں برج نعمت خاں بہمت
پئے تاریخ اتمامش خرد گفت	قوی بنیاد و محکم برج نعمت

درگاہ حضرت شاہ کریم اللہ قادری ۱۱۴۴ھ م ۱۷۴۱ء

آپ بیجاپور کے مشہور بزرگوں سے ہیں اور قطب العرفاء حضرت شاہ شریف محمد شرف الحق قادری گجراتی قدس سرہ کے بھانجے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سلطان محمد عادل شاہ کے زمانہ میں حضرت شاہ شریف محمد بیجاپور تشریف لائے تھے بادشاہ آپ کی تشریف آوری کو باعث برکات اور اپنے شہر کی رونق کا سبب سمجھ کر آپ کی اقامت کا خواہاں ہوا اور آپ کی سکونت کے لیے فوراً ایک عمدہ حویلی تیار کرائی لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا اور اپنے وطن مالوف کو واپس تشریف لے گئے اور اپنے بھانجے اور خلیفہ حضرت شاہ کریم اللہ قادری کو بھجوایا۔ آپ ایک بہت بڑے بزرگ تھے بادشاہ اور امراء آپ کی بہت توقیر و عزت کرتے تھے آپ کا وصال ۱۱۴۴ھ میں ہونا اس تاریخ سے ظاہر ہے جو درگاہ پر کندہ ہے۔ مزار شریف جامع مسجد کے قریب مغربی جانب واقع ہے اور آپ کے فرزندان رشید شاہ اسرار اللہ اور شاہ ولی اللہ

Marfat.com

عرف شاہ رجی نامور بزرگوں میں سے تھے جو اپنے والد ماجد کے پاس آسودہ ہیں۔ اس درگاہ میں سید عبد الرحمٰن قادری کا مزار بھی ہے جو جامع مسجد کے صحن کے جنوب و مشرق کے کونے میں واقع ہے۔ ان دونوں درگاہوں کی چھتوں میں موتی کے چونے کی استر کاری کی گئی ہے جس کے سبب سے بہت چمک دمک ہے اور سید عبد الرحمٰن قادری کی درگاہ کی چھت میں بہت سے منبت نقش ونگار ہیں۔ شاہ کریم صاحب کی درگاہ کے دروازے پر یہ کتبہ ہے اور دروازوں کے پٹوں پر کچھ آہنی تختوں پر نقش ونگار بنائے گئے ہیں۔

طرفہ درگاہ مبارک استوار و مستقیم   خوش زیارت گاہ شد بہر مریداں بس عظیم
آمد ایں تاریخ حسب حال اہل اعتقاد   عالیے درسایۂ ایں گنبد شاہ کریم

۱۱۴۴ھ م ۱۷۳۱ء

کتبہ اندرون گنبد درگاہ موصوف کہ سنگ بر آوردہ در خانہ شیخ صاحب بانگی نگہداشتہ شدہ است

Marfat.com

مسجد مصطفیٰ خاں المعروف بہ ایک چیپ کی مسجد اور محل

قلعہ سے پانچ سو قدم کے فاصلے پر مشرق کی طرف مصطفیٰ خاں کی مسجد اور محل ہے۔ دونوں میں مسجد نہایت بلند اور مستحکم بنی ہوئی ہے جس کی تین کمانیں ہیں۔ بیچ کی کمانیں دونوں جانب کی کمانوں سے بہت چوڑی ہیں۔ مسجد کا چھجہ بہت زبردست اور مستحکم بنایا گیا ہے، کسی قسم کی آرائش نہیں کی گئی۔ منارین بنتے بنتے رہ گئی ہیں۔ صرف ان کے نیچے کا حصہ جس پر منار بلند کرنا مقصود تھا موجود ہے۔ مسجد کے عقب میں مغرب کی طرف مصطفیٰ خاں کے محل کا کھنڈر ہے جس کی عمارات منہدمہ محلات، صحن، پھاٹک، حوض اور باغ کے دیکھنے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کس قدر وسیع محل ہوگا۔ حوض کے اطراف باغ میں جابجا اب بھی نہروں کے نشانات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پختہ نالیاں بنا کر پانی دوڑایا جاتا تھا اور ان نالیوں میں بھی فواروں اور پانی کے لہریں مارنے اور اٹکھیلیاں کرنے کا سامان تھا۔ مصطفیٰ خاں اردستانی پہلے قطب شاہ بادشاہ گولکنڈہ کے ہاں ایلچی تھا جس نے سلاطین بیجاپور اور احمد نگر سے مشورت کر کے مشہور جنگ تالیکوٹہ میں سلطنت بیجاپور کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اس کے بعد مصطفیٰ خاں کا تعلق سلطنت بیجاپور سے ہوگیا جس کے مفصل حالات اور آخر میں قتل کیے جانے کی کیفیت تاریخ میں جداگانہ بیان کی گئی ہے اس مسجد کو ایک چیپ کی مسجد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی جنوب و مغرب کے کونے میں ایک ذرا سی پتھر کی چیپ بھی لگی ہوئی ہے۔

بڑی کمان

مصطفیٰ خاں کے مسجد کے قریب ہی جنوب میں ایک بہت بڑی کمان اس سڑک پر بنی ہوئی ہے جس پر سے گزر کر مسجد میں آتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ محل میں آنے کے لیے یہ عظیم الشان کمان بنائی گئی تھی۔ اب سوائے اس کے کہ یہ بہت ہی بڑی غیر معمولی وسعت کی کمان ہے اور کوئی جدت کی بات اس میں نہیں پائی جاتی۔

مسجد حیدری ۹۹۱ھ

یہ مسجد نواب مصطفیٰ خان وزیر اعظم کی کمان کے پاس ہے اس پر حسب ذیل کتبہ ہے بَنیٔ رَبّی مِنَ السُّلْطَانِ الْعَادِلِ اِبْرَاھِیم عَادِلْشاہ اَلْمَسْجِدِ الْمُبَارَکِ الْمُسَمّٰی بِالْحَیْدَرِیَّہ حَیْدَر خَان بِنْ حَیْدَر، اَلسَّنَةِ اَحَدٌ وَّ تِسْعِیْنَ وَ تِسْعِمائَةِ۔

Marfat.com

اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حیدر خان کی بنائی ہوئی ہے اور اسی مناسبت سے مسجد حیدری مشہور ہے۔

علی شاہد پیر کی مسجد اور مقبرہ

یہ چھوٹی سی خاص وضع کی مسجد ہے جو مہتر محل کے جنوب میں کھیتوں میں بنی ہوئی ہے اس کی تمام چھت لداؤ کی ہے۔ اسی طرح کی اور ایک چھوٹی سی مسجد اس کے مغرب میں واقع ہے ان دو مسجدوں کے سوائے اس طرز کی چھت بیجاپور کی اور کسی مسجد میں نہیں پائی جاتی اس مسجد کے اندر بھی نقاشی کا کام ہے۔ اس مسجد کے دو پتلے پتلے خوب صورت منارے ہیں۔ درمیانی محراب میں ایک چھوٹی کھڑکی بھی لگی ہوئی جس میں سے لوگ مسجد کے اندر آجا سکتے ہیں۔ اس مسجد کی محراب پر چینی کے رنگین کتبات ہیں جن کی زمین نیلی اور حروف سفید اور اطراف زرد رنگ کا دہرا حاشیہ ہے جس کے بیچ میں پھولوں کی نقش ونگار زرد اور سبز رنگ کے بنے ہوئے ہیں۔ اس مسجد میں متعدد آیات کلام مجید کندہ ہیں۔ مگر سب جھڑ اکر ناقص ہوگئے۔ محراب پر بہت آرائش کا کام تھا وہ بھی سب گر گیا۔ اس مسجد کے پاس ہی حضرت سید علی شاہد کا مقبرہ کسمپرسی کی حالت میں پڑا ہے یہ مسجد بھی ان ہی بزرگ کے نام سے موسوم ہے یہ بزرگ کفار کی لڑائی میں شہید ہوئے اور آپ کی یادگار میں یہ مسجد علی عادل شاہ اول نے بنوائی۔

ابراہیم کی جامع مسجد

اس کو پرانی جامع مسجد بھی کہتے ہیں اور بعض لوگ داترے کی مسجد بھی کہتے ہیں۔ یہ مسجد گنبد مسجد سے قریب تین سو گز کے فاصلے پر جنوب و مغرب میں کھیتوں میں کھڑی ہے۔ اس کی عمارت پرانے طرز کی ہے جس کے منارے چونے اور اینٹ سے بنے ہوئے ہیں۔ اس کے منارے مسجد کے دو جانب ہی نہیں ہیں بلکہ وسط چھت پر بھی منارے ہیں۔ اس قسم کی ایک دوسری مسجد فتح دروازے کے پاس اخلاص خاں کی مسجد کے نام سے مشہور ہے کہا جاتا ہے کہ اس مسجد کو ابراہیم عادل شاہ اول نے ۹۵۵ھ م ۱۵۴۸ء میں تعمیر کرایا تھا۔

مقبرہ علی عادل شاہ کلاں

کہہ رہا ہے آسمان یہ سب سماں کچھ بھی نہیں
پیس دوں گا ایک گردش میں جہاں کچھ بھی نہیں

Marfat.com

جس جگہ تھا جم کا جلسہ اور خسرو کا محل ۔۔۔ چند قبروں کے سوا باقی وہاں کچھ بھی نہیں
تخت انور کا پتہ دیتے ہیں تختے گور کے ۔۔۔ نامیوں کا اس جہاں میں اب نشان کچھ بھی نہیں
گونجتے تھے جن کی نوبت سے زمین و آسماں ۔۔۔ قبر میں سوتے پڑے ہیں ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں

ابراہیم کی جامع مسجد سے ڈھائی سو گز کے فاصلے سے جنوب و مغرب میں علی عادل شاہ اول کا روضہ ہے۔ یہ عمارت نہایت سیدھی سادی ہے۔ اس عمارت کا نقشہ مثمن شکل کا ہے جس کے اطراف برآمدہ ہے۔ چھت لداؤ کی بہت عمدہ اور مستحکم ہے۔ اس میں چار قبریں ہیں ایک مردانی ایک زنانی دو بچوں کی۔ اس مقبرے میں جو کچھ نقش و نگار اور رنگ آمیزی کا کام تھا وہ سب مٹ مٹا گیا۔ مقبرہ کے شمالی دروازہ پر ذیل کا کتبہ ہے لیکن اس میں نہ سال تعمیر ہے نہ بادشاہ کا نام۔ روایت اور عام شہرت کی بنا پر اس مقبرہ کو علی عادل شاہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔

اس مقبرہ سے ملا ہوا جنوب و مشرق کی طرف ایک بلند کرسی کا مربع وسیع چبوترہ بنا ہوا ہے جس کی بیچوں بیچ کھلے میدان میں ایک قبر نہایت شفاف ماشی سبزی مائل رنگ کے پتھر کے تعویذ کی بنی ہوئی ہے جو ایک ہی پتھر کا تراشا ہوا ہے۔ پتھر صاف و شفاف چکنا اور ستھرا ہے کہ اب بھی نظر پھسلتی ہے۔ ایسی نفیس اور مجلا قبر اس قسم کے پتھر کی سارے شہر بیجاپور میں نہیں ہے البتہ میں نے گلبرگہ شریف میں سنگ سیاہ کی ایسی ہی ایک قبر جوڑ گنبد کے متصل چبوترے پر دیکھی ہے۔ چبوترے کی بندش اور صناعی نہایت مرغوب و دلکش ہے عام طور پر کسی کو معلوم نہیں کہ یہ قبر کن بزرگوار کی ہے خاکسار کو بہت تجسس کے بعد معلوم ہوا کہ ہدایت محی الدین خان صوبہ دار آصف جاہی کا مدفن ہے۔

مقبرہ بڑے صاحب

کتبہ بالائے مقبرہ پائین روضہ علی عادل شاہ کلاں در لنگر بازار

بحکم حضرت علیا مناقب ۔۔۔ بڑے صاحب کہ عالم را امان است
بآن سلطان محمد قطب شاہاں ۔۔۔ سرش از اختری برآسماں است
مرتب گشت ایں پاکیزہ مرقد ۔۔۔ کہ آسائش گہ ملک جہاں است

Marfat.com

لا إله إلا الله محمد الرسول الله

نادِ علياً مظهر العجائب تجده عوناً لك في النوائب كل همٍّ وغمٍّ

سينجلي بنبوتك يا محمد بولايتك يا علي يا علي يا علي

Marfat.com

روضہ پیر شیخ حمید و شیخ لطف اللہ قادری قدس سرہما، مسجد و گمٹ باؤلی ۹۶۹ھ م ۱۵۶۱ء

یہ درگاہ مبارک علی عادل شاہ کے روضہ سے قریب چار سو قدم کے فاصلے پر ہے جو سامنے ہی دکھلائی دیتی ہے اور شہر کے جنوب و مغرب میں واقع ہے یہاں دونوں بھائی شیخ حمید قادری اور شیخ لطف اللہ قادری آسودہ ہیں۔ یہ دونوں بزرگ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں تھے۔ روایت ہے کہ فاطمہ سلطانہ علی عادل شاہ اول کی بیگم صاحبہ نے یہ مقبرہ بنوادیا تھا اور دونوں صاحبوں کا وصال ۱۶۰۲ء و ۱۶۱۲ء میں ہوا۔ شیخ حمید قادری آپ بیجاپور کے مشہور اولیاء اللہ سے ہیں آپ حافظ قرآن اور خوش لہجہ والحان تھے اور اپنے وقت میں اہل باطن اور اہل فقر کے شب چراغ تھے۔ وحید زمان اور فرید عصر تھے اور سنت نبوی کی پیروی مرتبہ اعلیٰ تک پہنچی تھی۔

در طریق معرفت دانی کی چیست ترک کردن ہر دو عالم را بہ پشت پازدن

ترک و تجرید اور قطع علائق میں مردانہ وار مضبوط قدم رکھ کر قناعت و توکل کے پابند اور طالبین تعلیم وارشاد میں مشغول تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ وطن سندھ سے بیدر میں تشریف فرما ہوئے اور شیخ طریقت حضرت شیخ محمد گنج بخش و خلیفہ کامل حضرت شیخ مخدوم جی قادری قدس اللہ سرہما کے مرید ہوگئے درجہ کمال کو پہنچے اور سند ہدایت خلائق پر متمکن ہوئے بعد چند روز کے ابراہیم عادل شاہ ثانی عرف جگت گیر کے اوائل زمانے میں بیجاپور تشریف لائے اور شہر کے تمام لوگ آپ کی صحبت بافیض سے مستفید ہوئے۔

ابراہیم عادل شاہ جس کے فضائل حمیدہ واطوار پسندیدہ اور عدل و سخاوقدردانی مشائخین وفقراء وجوہر شناس صلحاواہل اللہ میں مشہور تھا اس نے حضرت کی آمد کی خبر سن کر استقبال کیا اور آستاں بوس ہو کر بیجاپور کے شہر کے اندر لایا اور حضرت کی اقامت کے لیے شاہی باغ جو نوباغ کے نام سے مشہور ہے مقرر کیا اور انعام کا پروانہ پیش کیا۔ حضرت چلہ کش اور خلوت دوست وگوشہ پسند تھے اور خلق کی کثرت اور اغیار اجانب کی صحبت سے پرہیز کرتے تھے اس وجہ سے باغ کی سند قبول نہ فرمائی لیکن ملکہ جہاں فاطمہ سلطانہ عادل شاہ کلاں کی بیگم صاحب نے جو مسجد اور گنبد اور باؤلی اللہ بنا کر وقف کی تھی جس باؤلی کو گمٹ باؤلی کہتے ہیں اور اس مسجد کے قریب اپنے بچوں کے لیے دو چھوٹے چھوٹے گنبد بھی بنائے تھے آپ

Marfat.com

الگ تھلگ رہنا پسند فرماتے تھے آپ نے اسی مسجد کو منتخب فرمایا اور یہیں رہنے سہنے لگے اور فرمایا کہ یہی وقف کی ہوئی زمین اور مسجد اور گنبد فقیروں اور گوشہ نشینوں کے قیام کے لیے بہتر ہیں۔
بادشاہ قدر دان نے یہ سن کر کہا کہ زہے سعادت اس زمین کی کہ جو منظور خاطر عاطر اقدس ہوئی اور اس زمین اور مکانات موقوفہ کے سوائے فصیل قلعہ تک جو شاہی زمین تھی وہ بھی آپ کے خدام اور فقراء کی سکونت کے لیے نذر دی۔ حضرت نے اس کو قبول کر کے فقیروں کے لیے ایک چھپر ڈال لیا اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے اور ان چھوٹے گنبدوں میں بہت سے چلّے اور خلوتیں کیں اور آخر عمر شریف تک وہی جگہ آپ کی آرام گاہ تھی اور بعد وفات وہی خواب گاہ ہوئی جب ملاء اعلیٰ سے ہاتف غیبی نے پیغام پہنچایا کہ

تراز کنگرہ عرش می زنند صفیر　　ندانمت کہ بدیں دامگہ چہ افتاد ست

بہ مجرد اس پیام وصال انجام کے ۲۲ ذی الحجہ ۱۱۰۱ھ کو شہباز روح مقدس نے قفس عنصری سے نکل کے آشیانہ تقرب کا راستہ لیا آپ کی تاریخ وصال "شفیع قیامت" ۱۱۰۱ھ مشہور ہے مزار پاک آپ کا جہاں چھپر تھا وہیں ہے اور بعض "فیض سبحانی" بھی آپ کی تاریخ کہتے ہیں جس سے ۱۱۲۱ھ نکلتے ہیں۔
حضرت شیخ لطف اللہ قادری، آپ اس شہر کے بڑے کامل اولیاء اور مشہور بزرگوں سے ہیں اور حضرت شیخ حمید قادری کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔ فقر و فنا، تجرید و تفرید، ریاضت و مجاہدات، ترک دنیا و مخالفت نفس و ہوا و عزلت نشینی و وحدت گزینی میں اپنے مرشد کی متابعت و پیروی فرماتے تھے اور ان سے دس سال تک ہدایت و ارشادات میں مشغول رہے اور آپ کی تربیت سے بہت کچھ لوگ مستفید ہو کر آپ نے رحلت فرمائی۔ معتبر لوگوں سے منقول ہے کہ جس زمانہ میں قطب الاولیاء نائب رسول اللہ حضرت شاہ صبغۃ اللہ مدنی بھروچی قدس سرہ العزیز بیجاپور میں رونق افروز تھے حضرت کو طالب مستعد اور صاحب ریاضت و ذوق دیکھ کر باطنی توجہ اور کشش سے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ حضرت شیخ حمید کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو حضرت صبغۃ اللہ کی جانب میں عرض کروایا کہ جناب کے ہزاروں طالبان نامور و مریدان باخبر ہیں اس فقیر کے لیے لطف اللہ صرف ایک اندھے کی لاٹھی تھی آپ نے اسے بھی گھسیٹ لیا آپ نے فرمایا کہ اچھا ہم نے شیخ لطف اللہ کو، تم کو بخش دیا۔ جب حضرت شیخ حمید نے یہ سنا تو فرمایا کہ خیر حضرت نے تم کو ہمیں دے تو دیا مگر اپنا بنا کر دیا۔ نقل ہے کہ حضرت شیخ حمید نے حج بیت اللہ اور زیارت روضہ منورہ کا عزم بالجزم کر کے ایک روز حضرت شاہ صبغۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا

Marfat.com

مدعا عرض کیا اور کہا کہ آپ اس نیت سے فاتحہ پڑھیں۔

حضرت نے فرمایا کہ تم نہیں جاسکتے ہو مگر تمہاری سلامتی کی نیت سے فاتحہ پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد شیخ حمید اور شیخ لطف اللہ دونوں بندر دابل تک پہنچے مگر شیخ حمید کا کسی سبب سے جانا نہ ہو سکا اور شیخ لطف اللہ حج و زیارت سے مشرف ہو کر واپس تشریف لائے اب تک حضرت شیخ حمید بندر دابل ہی میں مقیم رہے۔ بعد دونوں صاحب مل کر بیجاپور واپس آئے۔ حضرت شیخ لطف اللہ کا وصال ۱۱/ربیع الآخر ۱۰۲۱ھ میں ہوا اور آپ شیخ حمید کے گنبد میں ان کے پاس ہی آسودہ ہیں۔ اب آپ کی اولاد میں سے کوئی باقی نہیں، نہ کچھ معاش ہے۔ فاطمہ سلطانہ نے یہیں قریب میں ایک مسجد اور اس کے سامنے باؤلی بھی بنوائی ہے جو گمٹ باؤلی کے نام سے زبان زد خلائق ہے۔ اس باؤلی پر ایک کتبہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹۲۹ھ م ۱۵۶۱ء کی بنی ہوئی ہے۔ اس مقبرہ کے پاس مسجد ہے جس میں مدتوں ٹکر صاحب نامی ایک انگریز رہتا تھا جس کے نام سے اب یہ خانہ خدا مشہور ہے۔ اس کی محراب پر یہ کتبہ ہے۔

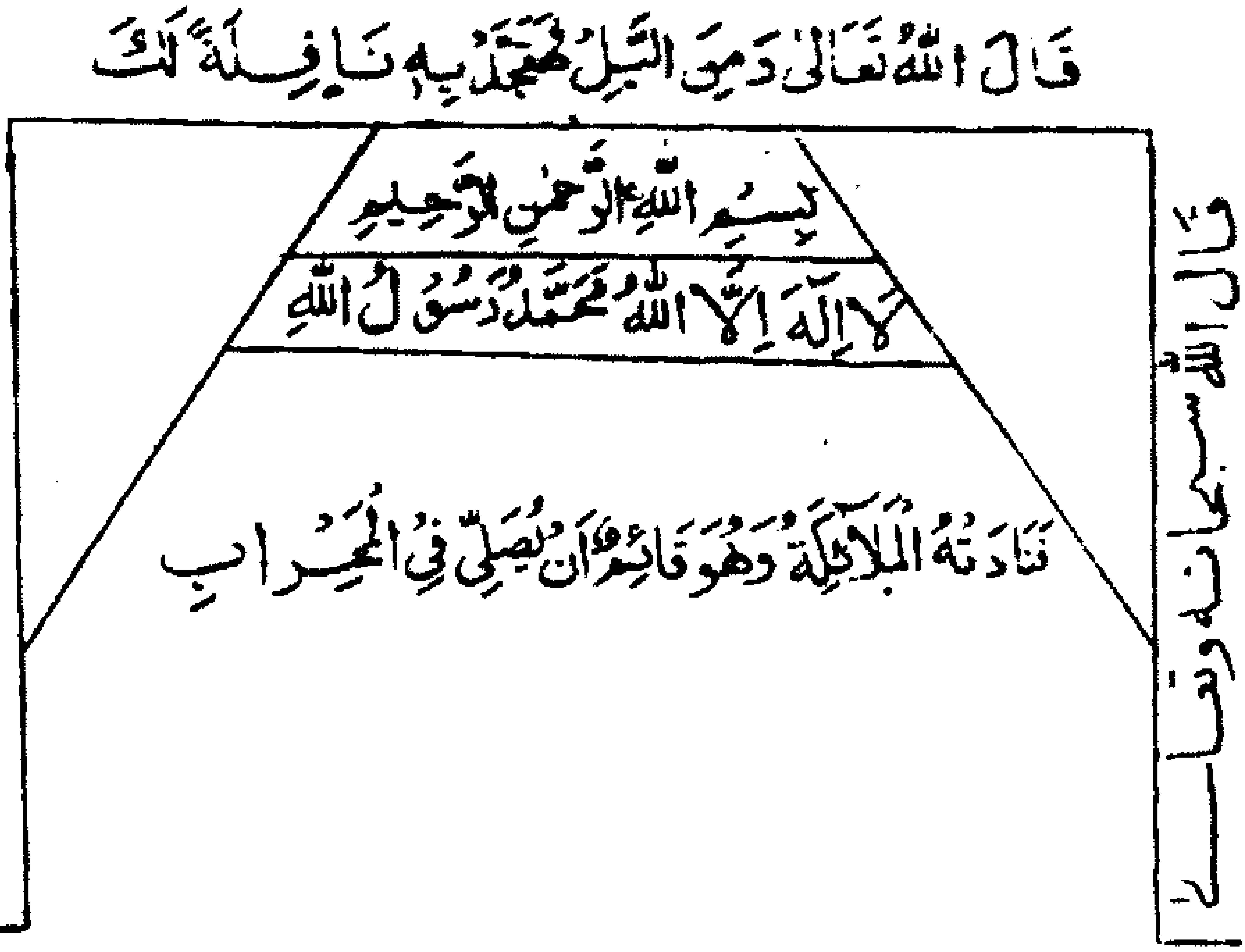

کتبہ بر گمٹ باؤلی متصل روضہ شیخ حمید کہ بر دیوار باؤلی متصل موٹ نصب است

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ

Marfat.com

سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَ اللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْم در دور سلطان اہل اللہ حامی دین اللہ مجاہد فی سبیل اللہ ابو المظفر حضرت شاہ علی عادلشاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ ایں بائیں (باؤلی) بنا کردہ فی سبیل اللہ۔ فاطمہ سلطان بی بی و ملکہ جہان فی الدارین درجات عالیہ شہور ۹۶۹ھ تسعین ستین و تسعمائة بہ تاریخ ۲۰ر ذی الحجہ آب ایں بائیں وقف است کسے منع کند یا مانع آید خدا و رسول نیابد بروز شفاعت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وائمۃ الھدیٰ بے نصیب شود رحمت بر آن کس کہ باہتمام تمام خیر کند و رحمۃ للمؤمنین کار بائیں و مسجد بنا حضور کمترین بندگان حقیر محمود سر آمد ابتداء تا انتہا گرفتہ و آوردہ مشقت کردہ۔

کتبہ بر دروازہ گنبد شیخ حمید قدس سرہ العزیز

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ آمِناً

وَادْخُلُو الْبَابَ سُجَّداً وَّ قُوْلُو حِطَّةٌ نَّغْفِرْلَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ

مسجد کے محاذی دو اور مقبرے ایک ہی قطار میں ہیں جن کی چھت عمودی وضع کی ہونے سے لوگ کہتے ہیں کہ کسی اہل تشیع بزرگوں کی ہیں۔ شہر بیجاپور کا جنوب و مغرب کا حصہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے پہلے بہت آباد تھا اور جتنی بڑی بڑی عمارتیں اور حوض وغیرہ ہیں سب اسی خطہ پر ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں محلات اور عمارات اور باغ وغیرہ کثرت سے اس جانب بنائے جاتے تھے۔

ملکہ جہاں بیگم کی مسجد عرف زنجیری مسجد

قلعہ کی فصیل سے لگی ہوئی سات منزلی کے قریب درختوں کے جھنڈ میں یہ مسجد واقع ہے۔ یہ نہایت پیاری مختصر انمول مسجد ہے جس کا دالان اور چھجا خاص حسن سلیقہ سے بنایا گا ہے۔ اس کے تین در ہیں جس کی وسطی کمان اور کارنس میں بے نظیر نقاشی کی گئی ہے اور ایسا کمال دکھلایا ہے کہ جس کی مثال دوسری جگہ ملنی محال ہے۔ چھت پر مناروں کے بیچ میں پردہ کی دیوار کی جالی نہایت خوب صورت ہے جس پر برجیاں اور چھتریاں بنائی گئی ہیں جن میں چاروں طرف جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس مسجد کے چار منار ہیں دو آگے دو پیچھے جو نہایت نازک اور موزوں ہیں درمیانی گنبد کے اندرونی حصہ میں نہایت عمدہ پھول پتیاں منقوش ہیں مسجد کے صحن میں ایک حوض بے جواب سوکھا پڑا ہے۔ اس مسجد کو ابراہیم عادل شاہ ثانی نے اپنی صاحبزادی ملکہ جہاں بیگم کے لیے بنوایا تھا مگر کوئی کتبہ کہیں نہیں ہے۔

Marfat.com

جوڑ گنبد

یہ دو گنبد خان محمد اور عبدالرزاق قادری کے ہیں جو جوڑ گنبد کے نام سے اس وجہ سے مشہور ہیں کہ دونوں گنبدوں کی ایک وضع قطع ہے اور تراش خراش میں یکساں ہیں۔ جنوبی طرف کا مثمن گنبد خان محمد باغی (جس کو بادشاہ طعن سے خان خانم پکارتا تھا) اور اس کے بیٹے خواص خان (یہ ایک خطاب ہے جو یکے بعد دیگرے کئی امراء کو ملتا چلا آیا ہے) کا ہے جو سکندر بادشاہ کا وزیر تھا۔ خان محمد فوج کا کمانڈر تھا اور نمک حرامی سے افواج مغلیہ سے مل گیا اور باوجودیکہ اسے کافی موقع دشمن کو تباہ کرنے کا تھا اور اس کے ہاتھ کی بات تھی مگر اس نے طرح دی۔ خان محمد کے ساتھ افضل خان بھی میدان جنگ میں تھا وہ محمد خاں کی نمک حرامی دیکھ کر بہت جز بز ہوا اور مجبور ہو کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر واقعات کا اظہار کیا۔ بادشاہ نے فوراً خان محمد کو طلب کیا اور جوں ہی وہ مکہ دروازہ سے شہر میں داخل ہو رہا تھا کہ اسے قتل کر دیا گیا۔ بعد فتح بیجاپور کے اورنگ زیب نے حکم دیا کہ بیجاپور کے ایک سال کے خراج کی رقم سے جو سالانہ بھیجا جاتا تھا خان محمد کا گنبد بنا دیا جائے۔ محمد خاں کا فرزند خواص خاں جو سکندر کا وزیر تھا وہ بھی باپ کے قدم بقدم چلا اور باپ کی طرح نمک حرامی پر کمربستہ ہو گیا اور بادشاہ کو جب اس کی بھنک پہنچی تو اسے قلعہ میں قید کر دیا اور آخر کار باپ کی طرح وہ بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کی نعش بیجاپور لائی گئی اور اپنی باپ کے پہلو بہ پہلو اسی گنبد میں دفنائی گئی۔ دوسرا بڑا مربع مقبرہ عبدالرزاق قادری کا ہے جو خواص خاں کے مرشد تھے اور قیاس چاہتا ہے کہ دونوں گنبد ایک ساتھ کے بنے ہوئے ہوں کرسی معمول سے زیادہ اس وجہ سے بلند ہے کہ دوسرے گنبدوں کی طرح زمین دوز تہ خانے میں اصلی قبریں نہیں ہیں بلکہ سطح زمین پر ہیں اور وہیں سے چبوترہ اٹھا کر گنبد لیے گئے ہیں عبدالرزاق قادری کا گنبد بالکل سیدھا سادا اور تکلفات سے معرا ہے۔ خواص خاں کا مقبرہ ایک ایسا عمدہ وسیع ہال ہے کہ سارے بیجاپور میں اتنا بڑا ہال نہیں ہے مگر اس ہال میں کوئی قبر نہیں (قبر اندر ہے) جس سے خیال کیا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں ماندوبود کے لیے یہ جگہ استعمال کی جاتی تھی لیکن جب کہ یہ گنبد خود اورنگ زیب کے فرمان واجب الاذعان سے بنایا گیا تھا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ اس میں جلسے ہوں یا سکونتی مکان بن جائے گمان غالب یہ ہے کہ اس قبر کا تعویذ سنگ مرمر کا شمالی ہندوستان سے منگوایا گیا ہوگا لیکن کسی وجہ سے بروقت

Marfat.com

بیجاپور نہ پہنچ سکا اور جگہ خالی رہ گئی۔ اورنگ زیب کی بیگم کے مقبرہ کی بھی یہی حالت ہے کہ قبر نداردا اب تک بھی آثار محل کے تہ خانے میں سنگ مرمر کے تعویذ دھرے ہوئے ہیں۔ خدا جانے وہ کن قبروں کے لیے بنائے گئے تھے۔ ان گنبدوں کے متعلق ایک مسجد بھی ہے۔ ان سب میں انجینئر کا مسکن اور محکمہ تھا لیکن مسلمانوں کی شور و فغان سے عبدالرزاق قادری کا گنبد اس دست برد سے بچ گیا کہ مسلمان اس کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ گول گنبد کی طرح صرف ان ہی دونوں گنبدوں میں گیلریاں بنی ہوئی ہیں لیکن چونکہ وسعت کم ہے ان میں وہ گونج نہیں جو کہ گول گنبد میں ہے۔

بخاری مسجد

یہ مسجد خراد واڑی محلّہ میں انگریزی ڈاک خانے کے قریب ہے۔ ابراہیم عادل شاہ کلاں کی والدہ فاطمہ سلطان نے یہ مسجد، مدرسہ اور باؤلی بنوائی تھی۔ اس کا نام بخاری مسجد کیوں پڑا کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی ممکن ہے کہ بخارے کے کوئی بزرگ ہوں ان کی یادگار میں بنائی گئی ہو۔ اس مسجد کا کام بھی بلحاظ نقش و نگار کے بہت عمدہ ہے اس کے در محرابیں اور چھجے پر نقاشی کا بہت سا کام ہے۔ اس مسجد کے متصل احاطہ میں مدرسہ اور باؤلی بھی ہے۔ دروازے کی دہلیز پر یہ کتبہ ہے۔

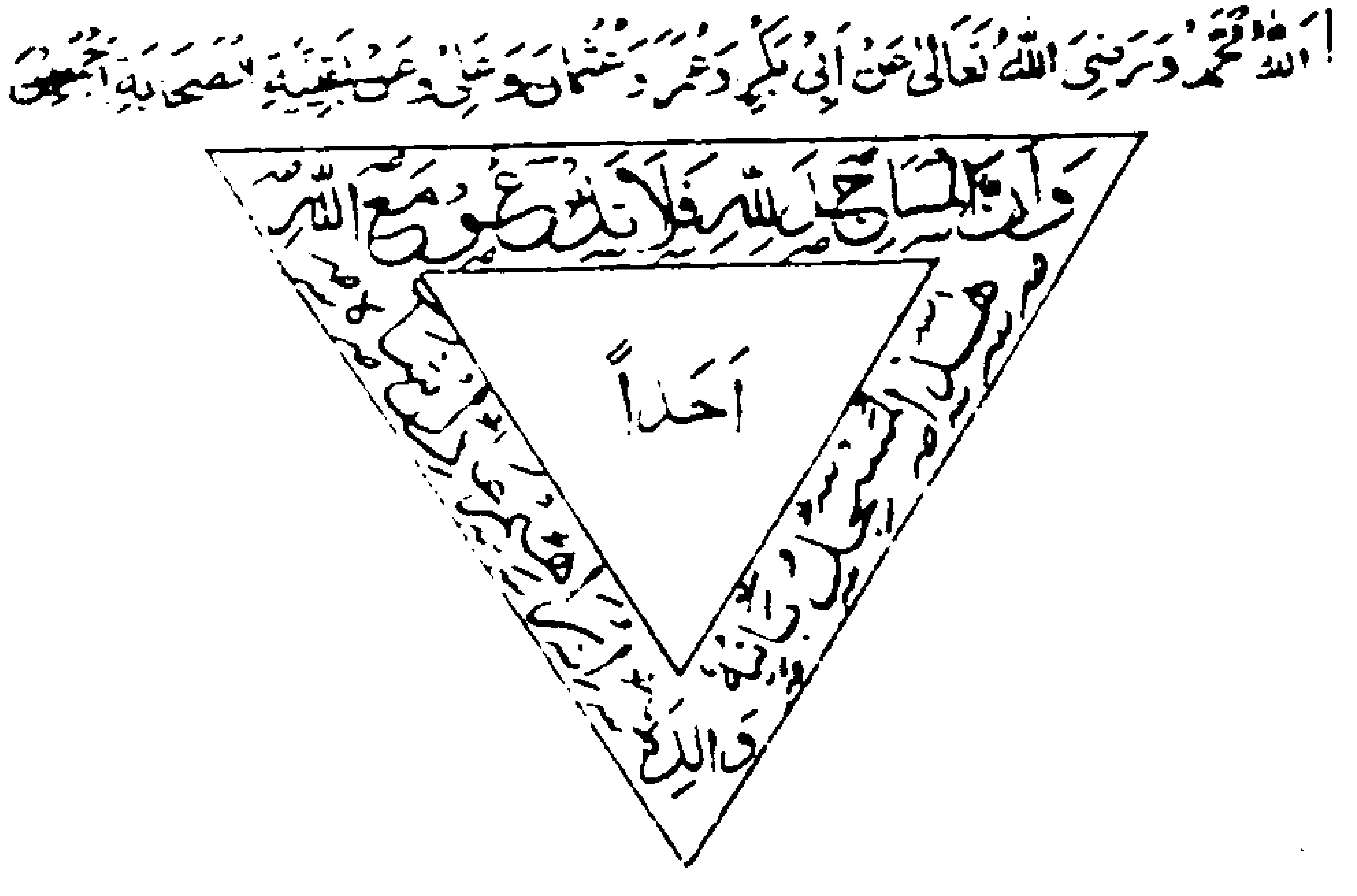

Marfat.com

ملک صندل کی قبر مسجد اور مدرسہ

بخاری مسجد کے قریب ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر شمال و مغرب میں ملک صندل کی قبر مسجد اور اس کی ملحقہ عمارات واقع ہیں۔ یہ مقبرہ ملک صندل کا ہے جو شہر بیجاپور کا سب سے بڑا میر عمارات (چیف انجینئر) تھا اور جس کی بنائی ہوئی بہت سی عمارات اس وقت شہر میں اس کے نام کی زندہ یادگاریں ہیں احاطہ کے اندر ایک چھوٹے سے منڈوے کے تلے ایک زنانی قبر بھی ہے جس کو بعض ملک صندل کی والدہ کی کہتے ہیں اور بعض اس کی بی بی کی۔ وہیں کھلے میدان میں اور قبروں کے ساتھ ایک قبر ہے جس پر غلاف پڑا رہتا ہے اور وہ ملک صندل کی کہلاتی ہے۔ صحن کے ایک کونے میں ایک معمولی طرز کی مسجد بنی ہوئی ہے۔ اس احاطہ کے چوطرف جو عمارات، دالان اور حجرے ہیں یا تو وہ مدرسہ ہوگا یا سرائے۔ مسجد کی محراب پر یہ کتبہ ہے۔ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ

کمر کی گنبد

اس مسجد کے شمال کی طرف تھوڑے ہی فاصلہ پر چھوٹا سا ایک گنبد ہے جو کمر کی گنبد کے نام سے مشہور ہے۔ اس گنبد کی شکل انڈے کی سی ہے اور کمرک کی طرح نا ہیں اس میں ہیں۔ خدا جانے اس میں جو ایک قبر ہے وہ کس بزرگ کی ہے

پیر بالے صاحب کا چلہ ۱۰۴۹ھ

یہیں مسجد کے پچھواڑے ایک چبوترے پر پیر بالے صاحب کے چلہ پر یہ کتبہ ہے۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یَا مُحَمَّدُ یَا عَلِیُّ دو باغ دو چادر زمین برائے وقف مسجد است کے طمع کند در لعنت خدا است سَنَۃَ تِسْعَ وَ اَرْبَعِیْنَ اَلْفِ (۱۰۴۹)

زمرد مسجد

اسی جگہ جنوب کی طرف دیکھو تو بالکل ننھی منی سی زمرد مسجد ہے۔ جو صرف بارہ فٹ مربع ہے۔ یہ عجیب و غریب مسجد نہایت سڈول ایسی بنائی گئی ہ جیسے انگوٹھی میں نگینہ جڑا ہوا ہوتا ہے۔ بانی کا نام معلوم نہیں۔ اس پر حسب ذیل کتبے ہیں۔ (دو طرف طغرائے بسم اللہ)

Marfat.com

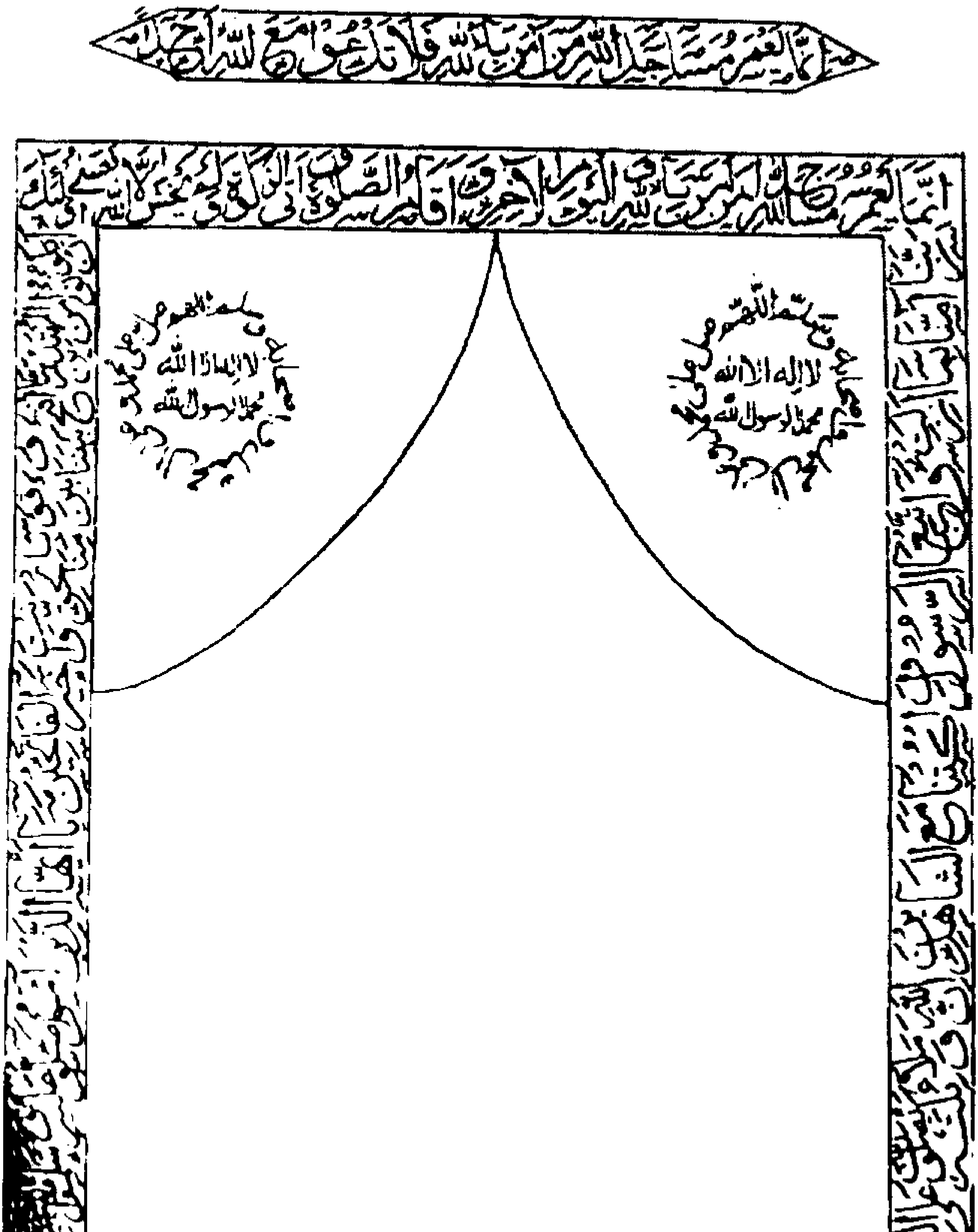

چنچ دڑی مسجد

(چنچ، املی کے بیج۔ دڑی، کھڑکی۔ ممکن ہے کہ اس جگہ پہلے املی کا درخت ہو اور یہ کھڑکی اس نام سے مشہور ہو)

Marfat.com

قلعہ کے جنوب مشرق میں ایک برج پر بنی ہوئی ہے۔ اس پر سے آثار محل اور اطراف کی عمارات معلوم ہوتی ہیں۔ اس مسجد میں سوائے اس کے کوئی جدت نہیں کہ دیواروں پر بہت کچھ رنگ آمیزی کا کام تھا جواب مٹ مٹا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد برج پر زمان مابعد میں بنی ہے بوجھ سنبھالنے کے لیے برج کے اطراف کمانیں چنی گئی ہیں جن پر لکڑی کی بڑی بڑی بھاری شہتیریں دے کر مسجد کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ بنانے والے کا نام معلوم نہیں۔

خواجہ سنبل کی جامع مسجد قدیم ۹۱۸ھ

یہ مسجد قاضی بیجاپور کے مکان کے پاس ہے جس پر یہ کتبہ ہے۔

ایں مسجد در دور سلطان محمود شاہ بن محمد شاہ بہمنی بنا کردہ خواجہ سنبل نائب غیبت عادلخانی شہور سنة ثمان وعشرة و تسعمائة هجرية۔ (۹۲۵ھ)

مسجد شمس الدین واقع خانہ پور ۹۲۵ھ

بُنِیْتُ هٰذا الْمَسْجِدِ الْمُبارَكِ الْمَیْمُوْنَةِ فِی عَهْدِ السُّلْطَانِ الْمُعَظَّمِ مَالِكِ الرِّقَابِ الْأُمَمِ اَبُو الْمُجَاهِد مُحَمَّد شَاهِ بْنِ تَغْلَق شَاہ السُّلْطَان اَبَدَ اللهُ مُلْكَهُ بِأَمْرِ الْمَلِكِ الْأَكْبَرِ الْعَالَمُ الْعَادِلِ شَمْسُ الدَّوْلَةِ وَالدِّیْنَ دَام دَوْلَتَهُ وَ عُمْرُهُ فِی سَنَةِ الْخَمْسِ وَ الْعِشْرِیْنَ وَ تِسْعِمَائَةِ وَ بَعْدَهُ مُحَمَّدٌ فَیْصَلِی

کتبہ بر سنگ دروازہ مسجد متصل مکان قاضی صاحب ۹۴۳ھ

قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰی اِنَّمَا یُعَمِّرُ مَسَاجِدَ اللهِ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ .قَدْ وَقَعَ بِنَاءُ هٰذِهِ الْمَسْجِدِ فِی دَوْلَتِهِ بِأَمْرِ مَجْلِسِ رَفِیْعِ مَنْصَبِ وَ مَنْبَعِ اِسْمِی خَلِیْلَ اللهِ اِبْرَاهِیْم عَادِلْخَان خَلَّدَ اللهُ دَوْلَتَهُ۔

وقف شرعی نمودہ ملک امین الملک غازی بک خانہ سی شش دکان مرتب متصل دروازہ اینٹن بلی (اب اس موضع کا نام ہٹ نلی مشہور ہے جو بیجاپور کے جنوب میں دو کوس کے فاصلے پر ہے) بہ مسجدے کہ مقابل خانہ و دو کانہا نہ عمارہ خرچ مسجد بداں نمایند سبیل ہر کہ ایں عدول کند در لعنت اللہ تعالیٰ باشد۔

Marfat.com

کتبہ حافظ نظام الدین ۹۴۳ھ

مسجد چابک سواراں ۹۴۲ھ

یہ مسجد ملک خواجہ ریحان کی بنائی ہوئی ہے مگر چابک سواروں کی مسجد کے نام سے مشہور ہے اس مسجد کے اکثر کتبہ بوجہ کہنگی کے جھڑ کر ناقص ہو گئے پڑھے نہیں جاتے اور چند روز میں یہ باقی نہ رہیں گے اس وقت جو کتبہ بدقت تمام پڑھے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

بالائے کمان وسطی ہر چہار جانب اِنَّ رَحْمَةَ اللهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ بر کمان ہائے یمین ویسار۔

نَصْرٌ مِّنَ اللهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ

طرف جنوب وشمال یا مُفَتِّحَ الْأَبْوَاب

یَا جَابِرَ كُلِّ كَبِيْرٍ یَا مُوْنِسَ كُلِّ غَرِيْبٍ یا مُونسی فِی وحدتی

اللهُ

یَا صَاحِبِی فِی شِدَّتِی

اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ

انا غلام الہ خان عالی جاہ ابراہیم عادل شاہ خلد دولتہ بنا کردہ ملک خواجہ ریحان ایں نماز کاہ فی سنۃ ۹۴۲ھ

مسجد صالح بیگ ۱۱۵۴ھ

یہ مسجد قیصر باغ میں ہے اس پر جو کتبہ ذیل ہے اس سے ملک صندل کی بناکردہ معلوم ہوتی ہے لیکن زبان زد خاص عام صالح بیگ کی مسجد ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ اس نام سے شہرت پانے کی کیا وجہ ہے۔

وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللهِ أَفْوَاجًا

ملک صندل چوں ایں مسجد بنا کرد خرد قدس فیض تاریخ ادا ...

۱۱۵۴ء

مسجد خواص خان عرف مسجد نہ گنبداں

یہ مسجد قاسم علی کے باغ میں ہے اور اس کی محرابوں پر متعدد کتبے حسب ذیل ہیں۔

Marfat.com

کتبہ بر کمان اول

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللهِ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ آتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللهَ فَعَسٰى اُولٰئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ. اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لِمَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَ جَاهَدَ فِي سَبِيْلِ اللهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللهِ وَ اللهُ لَا يَهْدِى قَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اَلَّذِيْنَ آمَنُوا وَ هَاجَرُوا وَ جَاهَدُوا فِي سَبِيْلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللهِ وَ اُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَاسُبْحَانُ يَا بُرْهَانُ يَا سُلْطَانُ يَا غُفْرَانُ

کتبہ بر کمان وسطی

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. سورہ الحمد تا آخر۔ قَالَ اللهُ تَعَالٰى وَ مَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ اِنَّ اللهَ بَالِغُ اَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللهُ لِكُلِّ شَيْئٍ قَدْراً. قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ☆ تُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ☆ لَا يَسْتَوِى اَصْحَابُ النَّارِ وَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ، وَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُوْنَ ☆لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللهِ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ☆ هُوَ اللهُ الَّذِى لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ هُوَ الَّذِى لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ☆ هُوَ اللهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقاً قَالَ يَا مَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ اِنَّ اللهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ. شَهِدَ اللهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَائِماً بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَامُ. آيَةُ الْكُرْسِى تا هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ.

Marfat.com

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ. قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ. سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. سُورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ. یَا کَافِیْ یَا کَافِیَ الْمُهِمَّاتِ.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَصَلِّ عَلَی الْاِمَامِ عَلِیِّ نِ الْمُرْتَضٰی وَصَلِّ عَلَی الْاِمَامِ حَسَنِ الرِّضَا وَصَلِّ عَلَی الْاِمَامِ حُسَیْنِ شَهِیْدِ کَرْبَلَا وَصَلِّ عَلَی الْاِمَامِ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ وَصَلِّ عَلَی الْاِمَامِ مُحَمَّدِ بَاقِر وَصَلِّ عَلَی الْاِمَامِ جَعْفَر صَادِق وَصَلِّ عَلَی الْاِمَامِ مُوسٰی کَاظِمْ وَصَلِّ عَلَی الْاِمَامِ بْنِ مُوسَی الرِّضَا وَصَلِّ عَلَی الْاِمَامِ مُحَمَّد تَقِی وَصَلِّ عَلَی الْاِمَامِ مُحَمَّدِ النَّقِی وَصَلِّ عَلَی الْاِمَامِ حَسَنِ الْعَسْکَرِی وَصَلِّ عَلَی الْاِمَامِ مُحَمَّد مَهْدِی صَاحِبِ الزَّمَانِ صَلَوٰاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ.

کتبہ بر کمان سوم

آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ تا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ.

رنگین مسجد

یہ مسجد بھی بہت پرانی تین کمان کی ہے جو شاہ پور پیٹ میں ہے۔ کہتے ہیں کہ اس مسجد کا بانی ولی شخص زبیری تھا۔ زبیر ابن العوام جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پھپی کے فرزند تھے اور علم و فضل میں متبحر تھے ان کے خاندان میں سے کسی صاحب کی بنائی ہوئی ہے چنانچہ اسی سلسلہ کے ایک فاضل مؤرخ محمد ابراہیم زبیری اور صاحب ہیں جنہوں نے بساتین السلاطین، تاریخ بیجاپور زبان فارسی میں لکھی ہے۔ اس کی تمام استرکاری گر جانے سے کتبے باقی نہیں رہے۔ جو کچھ بچ کھچ رہا ہے اس پر سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ مسجد رنگین ہوگی جس کی وجہ سے یہ نام پڑا اور بہت کچھ گلکاری اور صنعت کا اظہار کیا گیا تھا۔ رنگ آمیزی اور کتابت طغری دونوں بے نظیر تھے کہ اب اس کسمپرسی کی حالت میں بھی دیکھ کر انسان محو حیرت رہ جاتا ہے لیکن افسوس کہ زمانے کے ہاتھ سے سب فنا ہو رہا ہے۔

Marfat.com

نوشتہ خامہ تقدیر بر جریدہ دہر   خطے کہ فَاعْتَبِرُوا مِنْهُ يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

اب جو کتبات پڑھے جاسکتے ہیں وہ یہ ہیں

وَ اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اَحَداً وَ اِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَداً (یہ عبارت جھڑ گئی ہے)۔

بطرف محراب جنوبی و شمالی بخط طغرائے کوفی

يَا فَتَّاحُ   يَا قَدِيْمُ   يَا كَرِيْمُ

محراب کے اندر جو کتبہ ہے وہ پتھر مار مار کر لوگوں نے چھڑا دیا ہے البتہ دونوں طرف سلطان جہاں اور کمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بخط عربی صاف پڑھا جاتا ہے محراب کے دونوں طرف آدھی ادھر آدھی ادھر پوری آیۃ الکرسی اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ تا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ تک منقوش ہے مگر وہ بھی جا بجا سے جھڑ گئی ہے۔ اس کی بائیں جانب کمان کی دونوں طرف خط طغریٰ میں یہ لکھا ہوا ہے۔

يَا جَابِرَ كُلِّ كَبِيْرٍ يَا مُوْنِسَ كُلِّ غَرِيْبٍ   يَا مُوْنِسِي فِي وَحْدَتِي يَا صَاحِبِي فِي شِدَّتِي

مسجد اختیار خان گجراتی

یہ مسجد عادل شاہ کلاں کے روضہ کے پاس ہے مگر کتبہ اس کا عجائب خانہ میں رکھا ہوا ہے اور وہ یہ ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ثواب کردن اختیار خان گجراتی

چھوٹے آثار کی مسجد

یہ مسجد دکھنی عید گاہ کے مشرق میں کوئی ڈھائی سو گز کے فاصلے پر واقع ہے اس کی دیواریں، دالان اور چھت سب پر نقش و نگار کا بے نظیر کام ہے۔ دوسری مسجدوں کی طرح استرکاری میں ابھرا ہوا کام نہیں ہے بلکہ نقش و نگار کھودے گئے ہیں۔ اس میں رنگ بھی کیا گیا تھا جو اب باقی نہیں رہا۔

دکھنی عید گاہ

شہر پناہ کے اندر ایک بلند مقام پر ہے۔ یہ عمارت بالکل معمولی اور بھدی پرانے زمانے کی بنی ہوئی

Marfat.com

ہے جس میں کوئی ندرت نہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ بہت سیدھے سادے طرز پر بنائی گئی ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں بنی ہے صحیح نہیں باور کیا جاسکتا ہے کیوں کہ اول تو اس زمانے میں ایسی بھدی عمارت کا بننا قرین قیاس نہیں دوسرے یہ کہ جب چپہ چپہ زمین کا عمارات میں گھ گیا تھا تو اتنی بڑی جگہ عید گاہ کے واسطے خالی کیسے رہ سکتی تھی لیکن کتبہ جو اس پر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے ملک صندل نے بعہد ابراہیم عادل شاہ ثانی تعمیر کرائی ہے ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کتبہ بعد میں لگادیا ہو اور عمارت پہلے کی ہو۔ کتبہ بوجہ مرور ایام شکستہ اور مندرس ہو گیا ہے بہ خط نسخ کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہے۔ نیچے ابراہیم عادل شاہ غازی خلد اللہ دولتہ، باقی پڑھا نہیں جاتا۔

مسجد و مقبرہ یاقوت

کلکٹر صاحب کے بنگلے سے جو سڑک نکل کر شارع عام پر ملتی ہے وہیں یہ مقبرہ اور مسجد قلعہ کے باہر شمال و مشرق میں واقع ہے۔ مسجد جس حالت پر اب کھڑی ہے وہ قدیم عمارت نہیں ہے بلکہ دیگر عمارات ملحقہ اطراف میں مستزاد کی گئی ہیں اور اس طرح مسجد ان سب عمارات کے درمیان گھر گئی ہے۔ داہنی اور بائیں طرف دالان اور متعدد کمرے بنائے گئے ہیں جن میں دو منزلہ بھی ہیں۔ مسجد کے سامنے بھی تین محرابوں کا ایک دالان بعد میں بڑھایا گیا ہے جس میں چھوٹی چھوٹی محراب دار کھڑکیاں رکھی گئی ہیں۔ پرانی مسجد کے مقابلے میں مابعد کے مکانات زیادہ بہتر اور خوش نما بنائے گئے ہیں۔ اس طرح مسجد کی قدیم دو مناروں کے علاوہ جدید منار اور برجیاں بھی بعد میں بڑھائی گئی ہیں۔ اصل مقبرہ ایک مربع عمارت ہے جس کے تین طرف جالیاں لگی ہوئی ہیں اور دروازہ اس کا جنوب رخ ہے، جس کی دہلیز پر یہ کتبہ ہے۔

یک ذرہ عنایت الٰہی ملک یاقوت جنتی بہتر ز ہزار بادشاہی

یاقوت محل

سڑک سے ہٹا ہوا قریب سو قدم کے فاصلے پر شمال و مغرب میں **یاقوت** محل ہے جس میں اب مسافر بنگلہ ہے اس میں اس قدر تغیر و تبدل و ترمیمات ہوئی ہیں کہ اصلی حالت کا اندازہ نا ممکن ہے۔ یہ محل ملک یاقوت کا بنایا ہوا ہے جس نے آثار محل کے قریب ایک مسجد بھی ۱۰۵۸ھ میں بنائی ہے۔

نواب مصطفیٰ خاں لاری کی سرائے ۱۰۵۰ھ

یاقوت محل سے امین درگاہ کو جاتے ہوئے راستہ میں سڑک سے ملی ہوئی مصطفیٰ خاں کی سرائے ہے یہ

Marfat.com

سرائے نہایت وسیع اور بہت سے مسافروں کے اترنے کے لیے بڑے پیمانے پر ۱۶۱۰ء میں بنائی گئی تھی۔ اب اس میں ضلع کا جیل ہے۔ اس سرائے کی دہلیز پر یہ کتبہ تھا جو اب درگاہ خواجہ امین میں رکھا ہوا ہے۔

بجہتہ رفاہ حال جمہور انام از خواص و عام ایں سرا کہ موسوم بسرائے محمد یست در زمان سعادت آوان بادشاہ دیں پناہ ابوالمظفر ابوالمنصور سلطان محمد عادل شاہ غازی العبد الباری محمد مصطفی خان لاری بنا نمود سنہ ۱۰۵۰ھ

وَكَانَ ذَالِكَ فِي سَنَةِ الْخَمْسِينَ بَعْدَ الْفِ مِنْ هِجْرَةِ النَّبَوِيَّةِ صر

مقبرہ شاہ نواز خاں اور بارہ پاؤں کی مسجد

شاہ پور دروازے کے باہر جیل کی سڑک سے ملا ہوا شاہ نواز خاں وزیر کا نہایت عالی شان اور خوش نما گنبد ہے جس کے پاس ایک مسجد بھی ہے جو بارہ پاؤں کی مسجد اس وجہ سے کہلاتی ہے کہ بارہ در ہیں، یہاں کوئی کتبہ نہیں۔

درگاہ حضرت خواجہ امین الدین علی شیر خدا قدس سرہ ۱۰۸۶ھ م ۱۶۶۴ء

شاہ پور دروازے سے دو میل کے فاصلے پر ایک بلند ٹیکڑی پر یہ درگاہ مبارک ہے۔ اس کا سفید براق گنبد کوسوں دور سے چمکتا اور بہت بھلا معلوم دیتا ہے۔ درگاہ نہایت پُر فضا مقام پر بنی ہوئی ہے۔ گنبد پر اور درگاہ کے دروازے پر بہت سی آیات کلام ربانی کندہ ہیں اور دیگر بزرگان کے مزارات بھی ہیں۔ حضرت کا وصال ۱۶۶۴ء میں ہوا اور ۱۶۷۵ء میں آپ کا گنبد مبارک افضل خاں وزیر نے بنوایا تھا۔ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ برہان الدین جانم قدس سرہ العزیز کی وفات کے بعد پیدا ہوئے آپ اولیائے کامل اور مجذوبان واصل سے تھے اور اپنے چچا حضرت خواجہ عطاء اللہ قدس سرہ سے ارشاد و بیعت حاصل کر کے رات دن محویت و شہود استغراق میں رہتے تھے۔ باوجود کمال جذب کے آپ سے

Marfat.com

Marfat.com

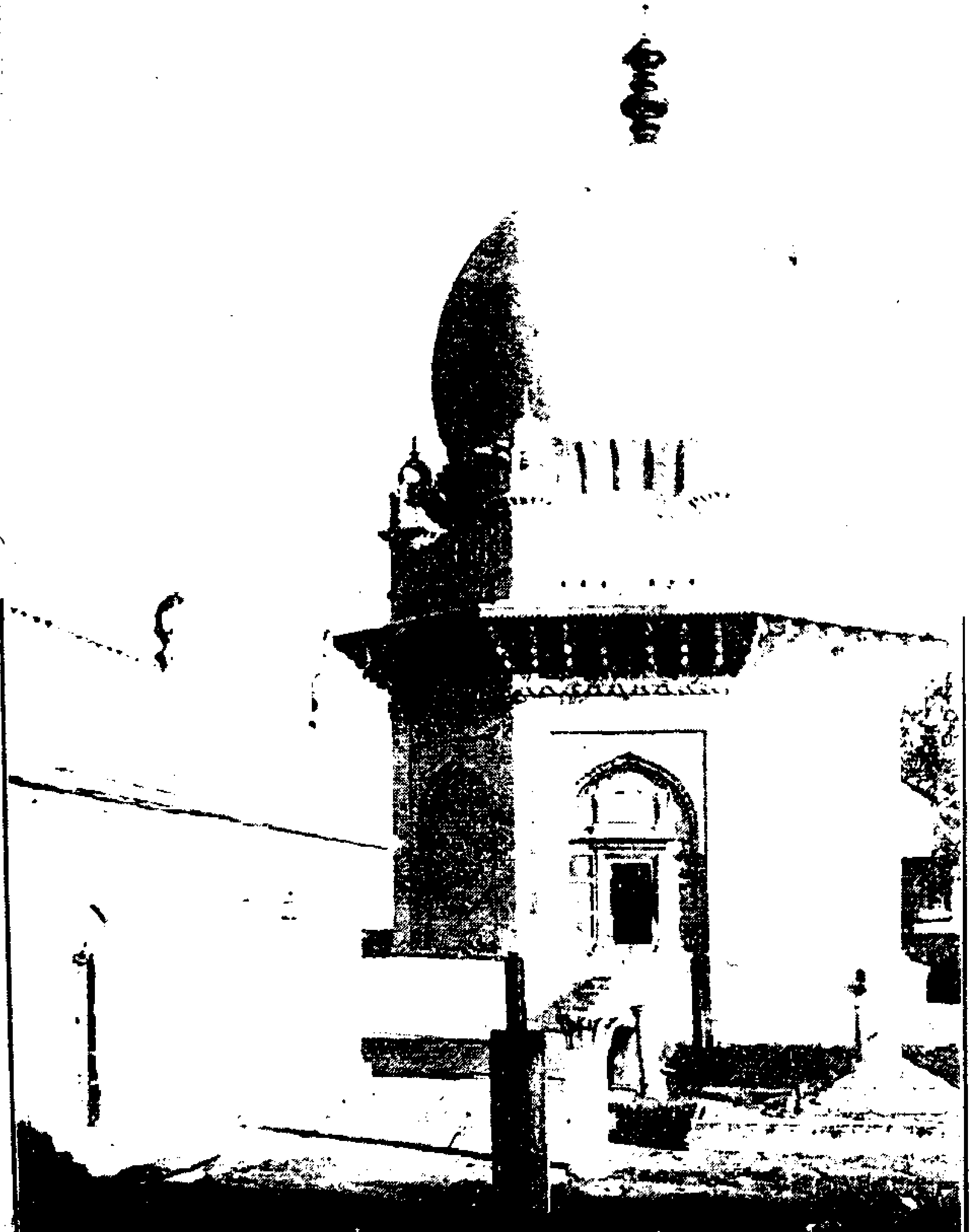

گنبد درگاہ حضرت خواجہ معین الدین اعلیٰ شیر خدا بیجاپور

Marfat.com

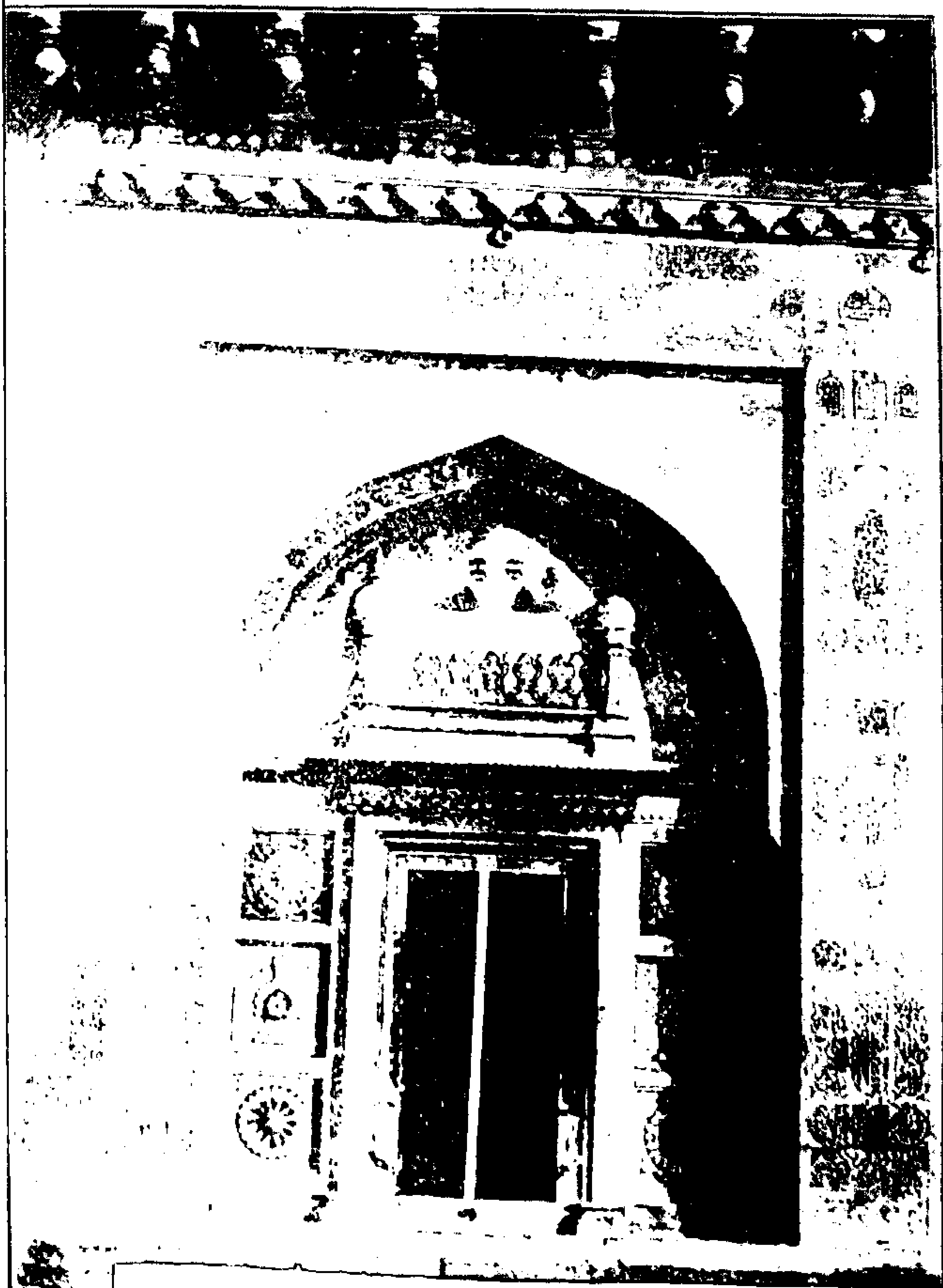

دروازہ درگاہ حضرت خواجہ معین الدین الکلی سشیر خدا بیجاپور

Marfat.com

ارشاد تلقین نکات و معارف اسرار جاری تھے عروس عرفان میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ امین الدین نے ابتداء میں اپنے والد بزرگوار کے گنبد میں ملازم رہ کر سلوک و عرفان اور معرفت و وجدان حاصل کیا۔ نقل ہے کہ ایک دن حضرت گنبد کے اندر سے باہر تشریف لائے اور خلیفہ اور مریدوں سے جو حاضر تھے خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ اے عزیزو حق تعالیٰ کا وصل بغیر بے خودی کے ممکن نہیں سبھوں نے جبین نیاز زمین پر رکھ کر عرض کی کہ حضرت بجا ارشاد فرماتے ہیں پھر آپ اندر تشریف لے گئے ایک نیا مرید تھا اس ارشاد کے رموز و غوامض کو نہیں سمجھا۔ ایک خلیفہ سے جو اس کے مربی تھے پوچھا کہ جب خودی اٹھ گئی تو وصال ہی کیا رہا انہوں نے فرمایا کہ یہ خودی مرنے یا زہر کھانے سے نہیں جاتی بلکہ بعد مرنے کے بھی رہتی ہے یعنی جب علم و شعور اٹھ گیا تو خودی جاتی رہی۔ نقل ہے کہ ایک روز کسی مرید نے آپ کی غیاب میں خطرات نفسانی کی شکایت کی اور عرض کیا کہ یہ دل کے تصفیہ اور نفس کے تزکیہ اور یاد الٰہی میں خلل انداز ہوتے ہیں اور جمعیت خاطر کو توڑ دیتے ہیں۔ آپ توجہ فرمائیں تاکہ جمعیت خاطر نصیب ہو اور ان وساوس سے نجات پاؤں۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا تیرے خطروں سے پوچھ کر جواب دوں گا بعد میں ارشاد ہوا کہ ہم نے تیرے خطرات سے پوچھا وہ کہتے ہیں کہ ہماری کیا تقصیر ہے ہم بن بلائے کسی کے پاس نہیں جاتے اور نہ کسی کے مخل اوقات ہوتے ہیں وہ خود ہم کو کھینچ بلاتا ہے جیسا کہ کوئی ایک محبوب ظاہری کے ساتھ دل لگاتا ہے اور اس کا طالب و عاشق کہتا ہے تو ہم کو اس میدان میں دوڑاتا ہے کہ معشوق کے لیے پھول چاہئیں اور پتے بھی ضرور ہیں اور اچھی نفیس خوشبو اور میوہ جات بھی درکار ہیں پس اسی طرح شغل کے وقت خواہ مخواہ ہم کو خود حرکت دیتے ہیں نقل ہے کہ آپ نے حالت جذب و بے خودی کے غلبہ کے باعث ارکان شرعی ادا نہیں فرماتے تھے اور ترک وجود و دوام آگاہی و شہود کے سبب سے نماز چھوڑ دی تھی۔ سید السادات حضرت سید محمد بخاری قدس سرہ صاحب علی باغ نے (جو اس وقت کے اکابرین میں سے تھے اور صاحب کشف و عرفان اور جامع شریعت و طریقت تھے اور بادشاہ وقت و امراء کے نزدیک نہایت عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے۔ جب یہ خبر سنی تو بہ باعث شرع و حمیت امر معروف آپ کے دامن گیر ہوئے پس چند دوسرے بزرگوں اور مقتداؤں کے ساتھ حضرت کے پاس گئے اور فرمایا کہ بزرگان دین اور ائمہ طاہرین باوجود اس قدر شہود و استغراق و محویت ایک لمحہ بھی ان سے سنت تک نہ چھوٹتی تھی، تمہارا نماز ترک کرنا اہل طریقت کے حال کے نامناسب اور آداب شریعت کے شایان نہیں۔ چاہئے کہ پہلے ارکان واحکام شرع ادا کر کے

Marfat.com

سلوک و طریقت کے راستے پر مضبوطی سے قدم رکھو۔ حضرت نے اسی وقت اپنے ایک خلیفہ کو حکم دیا کہ اچھا تالاب کے بیچ میں مصلیٰ بچھاؤ چنانچہ شاہپور کے تالاب کے بیچوں بیچ مصلیٰ بچھایا گیا جو اس وقت پانی سے لبریز تھا حضرت نے ویسے ہی دوگانہ نماز کا ادا فرمایا۔ آپ کی رحلت ۲۴ رمضان المبارک ۱۰۸۶ھ میں ہوئی تاریخ وصال "ختم ولی" (۱۰۸۶) ہے۔ آپ کی اولاد سے سید بادشاہ حسینی ابن سید اسد اللہ حسینی سجادہ نشین ہیں اور دس ہزار روپئے سالانہ کی معاش جاری ہے۔

قولنامہ ۱۰۶۷ھ

ایں قولنامہ روبرو صدر دروازہ درگاہ حضرت خواجہ امین الدین اعلیٰ شیر خدا قدس سرہ العزیز سنگے کندہ ایستادہ است۔

سلطان محمد بادشاہ غازی

درعہد سلطنت صاحب قرآن ثانی

تحریر یافتہ

"درعہد نصفت و معدلت نواب ہمایوں بنا بر التماس خاں اقبال توامان سپہ سالار دوران سر آمد نوئیان ملک دکھن دین دار کفر شکن مہبط انوار الطاف الٰہی افضل خان محمد شاہی، گر عرض کند سپہر اعلیٰ فضل فضلاء فضل افضل، از ہر ملکے بجائے تسبیح آواز بر آید افضل افضل، حکم فرمود کہ بعلت لاولدی اموال و امتعہ جوہریان و جمیع اقوام ہنودان سکنۂ پیٹ شاہپور آئندہ مطابق سابق جمع خزانہ عامرہ نہ نمودہ بروارث داران میت بدہند اگر وارث باشد جمیع جوہریان وغیرہ اموئے تصدیق نمایند یادگار بر صفحۂ روزگار ثبت باشد ایں قولنامہ صحیح است بحکم فرمان عالم پناہ خان معزالیہ و اموال قید معاف کردہ۔ تاریخ غرہ محرم ۱۰۶۷ھ"۔

روضہ مولانا گنج العلم فتح دروازہ ۷۹۵ھ

حضرت شیخ الشیوخ ابوالعون عین الدین گنج العلم جنیدی قدس سرہ العزیز بھی قدیم بزرگ اور جلیل القدر ولی اور علوم ظاہری و باطنی کے جامع الصفات شریعت کے سیدھے راستے اور مشائخین کے طریق پر قدم راسخ اور ہمت استوار رکھتے تھے۔ آپ پیشوا اور قطب تھے۔ صاحب کرامت تھے۔ سلطان علاء الدین حسن گانگوی سلاطین بہمنیہ کا پہلا بادشاہ آپ کے زمانے میں تخت نشین ہوا اور پانچ بادشاہ آپ کے سامنے گزرے آپ بہت بڑے مصنف ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک سو تیں کتابیں آپ کی تصنیف سے

Marfat.com

ہیں۔ آپ حضرت بندہ نواز گیسو دراز کے استاد ہونے کی متواتر روایت ہے۔ قطب الشیوخ حضرت شاہ زین الحق دولت آبادی کے والد بزرگوار حضرت شیخ حسین قدس سرہ آپ کے شاگردوں سے ہیں۔ آپ کے مرشد کامل میر علاء الدین حسینی جیوری ہیں جو دہلی کے اکابر اور قطب زمان تھے۔ آپ نے اپنی صغر سنی میں حضرت شیخ شمس الدین محمد الامعانی جو اپنے زمانے کے پیشوا و بزرگ کامل تھے اور قطب اولیاء غوث العرف شیخ بہاء الدین ذکریا کو دیکھا اور فیض صحبت حاصل کیا ہے۔ اسد الاولیاء سید العارفین شیخ منہاج الدین تمیمی الانصاری احسن آبادی بھی حضرت کے ساتھ توجہ مربیانہ رکھتے تھے۔ آپ کا تولد شہر دہلی میں ۷۰۶ھ میں ہوا آپ گجرات وغیرہ طے کرتے اور علمی فوائد حاصل کرتے ہوئے دولت آباد پہنچے یہ شہر اس وقت سلطان محمد تغلق کا دار الخلافہ تھا۔ سلطان مذکور دہلی کو خالی کر کے تمام اکابر و شیوخ کو دولت آباد لایا تھا۔ غرض آپ نے بھی حضرت سید خوند میر علاء الدین حسینی جیوری سے بیعت و خلافت حاصل کی اور ۷۳۰ھ میں عین آباد سگر تشریف لائے اور بعد ایک زمانہ دراز کے عینی ۷۷۳ھ میں بیجاپور تشریف لاکر مشغول فیض رسانی ہوئے۔ حضرت مولانا صبغتہ اللہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ آپ حضرت شیخ عین الدین کے حالات و کرامات اس طرح بیان فرماتے تھے کہ گمان ہوتا تھا کہ شاید آپ ساتھ رہے ہیں حالانکہ انہوں نے کبھی حضرت عین الدین کو دیکھا بھی نہ تھا۔ نقل ہے کہ ایک روز مولانا حبیب اللہ صبغتہ الٰہی حضرت کی زیارت اور آپ کے سجادے شیخ مصطفیٰ کی ملاقات کے قصد سے تشریف لے گیئے اول اس مسجد میں گئے جہاں کہ حضرت اپنے حیات میں اکثر اوقات نماز تہجد پڑھا کرتا تھے دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد روضہ مبارک میں جاکر فاتحہ پڑھ کر بہت دیر تک بیٹھے رہے اس وقت آپ کے ہاتھ میں کتاب خاتمہ تھی کہا کہ اس کتاب میں لکھا ہے کہ اپنے پیر و مرشد اور حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان میں کچھ بھی فرق نہ کرے اور ایک جانے اور چاہا کہ وہ مقام نکالیں پھر فرمایا کہ اس وقت کہاں ملے گا حضرت شیخ عبد الفتاح حبیب الٰہی کے ہاتھ میں حضرت شیخ العالم قدس سرہ کی تصنیف سے ایک کتاب تھی جس کو انہوں نے کھولا تو یہ بیت نکلی۔

تا تو نرسی بشیخ باحق نرسی زیرا کہ میان حق و شیخ نیست دوئی

مولانا حبیب اللہ اس شعر کو سنتے ہی وجد فرمانے لگے اور خوش ہو کر ارشاد کیا کہ آج شیخ عین الدین کے باطن سے ہم کو یہ فیض ہوا۔ نقل ہے کہ شیخ مصطفیٰ سجادہ شیخ العالم حضرت شاہ صبغتہ اللہ کے جناب میں نہایت رسوخ اور اعتقاد رکھتے تھے ایک شب بارادت بیعت شاہ صاحب کے خدمت میں حاضر ہوئے مگر

Marfat.com

فرط رعب سے اظہار مدعا نہ کرسکے اور زبان بند ہوگئی اس وقت شاہ صاحب کے دست مبارک کے پشت پر ایک ستارا چمک رہا تھا انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا شئے ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم دیکھ لو اور پھر کچھ نہ کہا اسی شب شیخ مصطفیٰ نے حضرت شیخ العالم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر تو جاتا ہے تو ہمارا خرقہ اتار دے پس شیخ مصطفیٰ خائف ہوئے اور اپنے اس ارادہ سے باز رہے اور کہتے تھے کہ اگرچہ میں شاہ صبغۃ اللہ صاحب کے طالبوں میں سے ہوں مگر در حقیقت حضرت شیخ العالم کا دست گرفتہ ہوں۔ نقل ہے کہ شیخ مصطفیٰ ایام صغر سنی میں قاضی عبد اللطیف سے جو عالم اور متقی تھے درس لیتے تھے ایک روز جانے میں دیر ہوئی تو قاضی صاحب نے بے پروائی کی اور سبق نہ پڑھایا شیخ مصطفیٰ آزردہ خاطر ہو کر واپس آگئے اسی شب عبد اللطیف صاحب کے خواب میں حضرت شیخ العالم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اے قاضی ہمارا فرزند تیرے پاس طلب علم کے لیے آتا ہے اور تعجب ہے کہ تو بے پروائی کرتا ہے اور ہماری تعظیم و تکریم نہیں کرتا اور اسی طرح بار بار زجر کے ساتھ فرماتے رہے اس روز سے قاضی صاحب کو آپ کے نسب کا حال معلوم ہوا اور پاس خاطر سے پیش آنے لگے۔ حضرت شیخ گنج العلم کا وصال ۲۷ر جمادی الآخر ۷۹۵ھ میں ہوا۔ آپ کا مرقد پہلے آپ کے دختر نیک اختر محترمہ خاتون عرف حضرت بی بی خوندماں حافظ کے روضہ میں تھا جو ولیہ کاملہ اور حافظ قرآن شریف اور اپنے وقت کی رابعہ تھیں۔ آپ بڑی صاحب کرامات تھیں، لیکن بعد چند سال گزرنے کے حضرت گنج العلم کے حکم پر گنبد و مزار شریف قریب فتح دروازے کے بنایا گیا۔ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت کی زیارت کے لیے آیا اور آپ کے بازو میں حضرت بی بی خوندماں کا مزار شریف دیکھ کر خیال کیا کہ شاید یہ حضرت کی زوجہ محترمہ کا مزار ہو پس یہ بات حضرت کو ناگوار ہوئی اسی شب ایک خادم کے خواب میں تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا کہ اب ہم یہاں سے نقل مقام کرتے ہیں اور وہ جگہ بتلائی جہاں اب مقبرہ ہے۔ خادم نے عرض کیا کہ ہم کس طرح پہچانیں اور ہم کو کیوں کر یقین ہو کہ آپ یہاں سے نقل فرما کر اس جگہ خواب گاہ مقرر فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ فلاں شب اس مقام پر پہنچ کر گھڑے پانی کے بھر کر چار کونوں پر چار اور بیچ میں ایک رکھ دو اور صبح کو دیکھو اگر وہ گھڑے پھولوں سے بھرے ہوئے ہوں تو جانو کہ ہم نے وہاں نقل مکان کیا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسی مقام پر مرقد شریف تیار کیا گیا۔ پھر ایک زمانہ دراز کے بعد خواجہ جہاں محمود گاواں گیلانی جو وزیر شاہان بیدر تھا اور نہایت فضائل نیک رکھتا تھا اس نے آپ کا گنبد بنوادیا جہاں زائرین آتے ہیں اور برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ آستانہ والا کا فیض اب تک بھی جاری

Marfat.com

ہے کہ جو لڑکا کند ذہن، کم فہم اور کم حافظہ ہو اگر وہ چند دن آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ذکی اور ذہین ہو جاتا ہے اور حصول علم میں کامیاب ہوتا ہے۔ نقل ہے کہ اورنگ زیب کے ہمراہیوں میں سے ایک ذی علم شخص سوار ہو کر کہیں جارہے تھے اتفاقاً حضرت کی درگاہ پر سے گزر ہوا پوچھا کہ یہ کس کی درگاہ ہے لوگوں نے کہا کہ حضرت مخدوم گنج العلم کی درگاہ معلیٰ ہے۔ اس نے اپنے شجرہ علمی پر غرہ کر کے طنزاً کہا کہ ہاں میزان اور اوزان پڑھ کر گنج العلم کہلانا سہل ہے۔ یہ فقرہ اس کی زبان سے نکلا ہی تھا کہ اس کا سینہ گنجینۂ علم سے معرا ہو گیا۔ تھوڑی دور جا کر احتساب نفس کیا تو اپنے آپ کو بالکل کورا پایا ویسے ہی دیوانہ وار واپس ہو کر حضرت کے مزار شریف کے سامنے آکر پڑ گیا اور نالہ وزاری کرنے لگا اور خواہان عفو تقصیر ہوا۔ یا گنج العلم یا گنج العلم پکارنے لگا، تھوڑی دیر میں خطا معاف فرمائی اور پھر اپنے میں معرفت کے آثار پائی۔ حضرت کثیر الاولاد تھے اور آپ کی اولاد میں سے بہت سے اولیاء واتقیاء ہوئے چنانچہ آپ کی دختر فیض مظہر حضرت بی بی خوندماں حافظہ رحمۃ اللہ علیہا جن کی کرامات مشہور ہیں اسی بلدہ میں حضرت کے روضہ کی مشرقی جانب دو تیر کے فاصلے پر آسودہ ہیں۔ زمان سلطان عادل شاہیہ میں درگاہ شریف کے لیے بہت کچھ معاش تھی مگر اب کچھ بھی نہیں رہی۔ حضرت شیخ مصطفیٰ جنیدی حبیب اللہی بھی آپ کے پائین مبارک میں صف آخر دروازہ کے قریب مدفون ہیں۔ آپ حضرت مخدوم کی اولاد میں سے ہیں اور آپ کے سجادہ تھے اور بڑے صاحب ورع و تقویٰ و صاحب کمال تھے۔ آپ کو مولانا حبیب اللہ صبغۃ اللہی سے فیض باطنی حاصل تھا۔ حضرت کو اسوۃ الکاملین قطب العارفین شاہ مرتضیٰ قادری سے سلسلۂ عملیہ قادریہ کی خلافت بھی تھی۔ آپ کا وصال ۱۰۶۸ھ میں ہوا۔ حضرت گنج العلم کی اب کوئی اولاد باقی نہیں ہے آپ کا سالانہ عرس سید رکن الدین عرف پھر ومیاں ساکن حیدر آباد اور ان کے بھائی سید شمس الدین خطیب عیدگاہ بیجاپور کیا کرتے ہیں۔ آپ کے گنبد میں حسب ذیل کتبے ہیں۔ اندرون محراب غربی بالائے محراب غربی تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُوَرِّثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا۔ اللہ

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ۔ علیؑ

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ محمدؐ

بر دروازہ شمالی، تجلی جہاں دادہ پیرایہ ات | علیؑ | کہ روشن شود سایہ در سایہ ات

بود چار دیوارت از چار سو | اللہ | ستادہ چہار آئینہ روبرو

Marfat.com

بر محراب شرقی وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاوٰى

اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ.

الله

بر محراب جنوبی رَبَّنَا آتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. محمدؐ

گنبد حضرت مولانا حبیب اللہ صبغۃ اللہی در زہرا پور ۱۰۴۱ھ

آپ علامہ تبحر اور ولی مشتہر تھے۔ نہایت درجہ پابند شریعت تھے۔ آپ نے جناب سرور عالمؐ کو عالم خواب و یقظہ میں دیکھ کر بے حساب فیض حاصل کیا۔ آپ حضرت مرشد العرفاء شاہ صبغۃ اللہ حسینی بھروچی مدنی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ نقل ہے کہ پانچ سال کی عمر میں آپ قرآن شریف پڑھتے تھے مگر یاد نہ ہونے سے آپ رونے لگے تھے۔ آپ کے والد ماجد ملا احمد بن خلیل اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب قرآن پڑھنے میں تھوڑی دقت ضرور ہے مگر بعد اس کے تمام علوم بہ آسانی آجائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نقل ہے کہ مولانا نے ابتداء ملا حسن نجفی سے جو مذہب امامیہ رکھتے تھے اور بڑے متقی اور مجتہد العصر تھے اور علم حکمت میں اپنے وقت کے بو علی سینا تھے شرح ہدایہ پڑھنے کا قصد کیا۔ ملا صاحب نے ان کی تیزی فہم اور ذہن کی رسائی اور طبع کی جولانی دیکھ کر کہا کہ شرح حکمۃ العین پڑھو اور شرح ہدایہ پر حاشیہ چڑھاؤ، چنانچہ شرح حکمۃ العین پڑھتے تھے اور ہدایہ پر حواشی لکھا کرتے تھے اور ملا صاحب آپ کے حاشیہ کو مسلم رکھتے تھے اور کسی مقام پر رد و انکار نہیں کرتے تھے۔ اس کے بعد علامہ عصر ملا حبیب اللہ شہر استاد سے تملذ کیا اور بعد حصول علم کے لیے ترک وطن کیا اور میاں قاضی محمد ٹیانی جو بڑے صاحب کشف و کرامات تھے۔ جب کہ آپ کا سن شریف ستر ہ سال کا تھا اکتساب علم کیا اور بعد تکمیل علوم وطن مالوف بیجاپور کو تشریف لائے اور کچھ دنوں حضرت شاہ محمد مرزا عرف میراں صاحب بابا نگرے جو بڑے بزرگ اور پرہیز گار تھے صحبت رہی۔ اس وقت سے آپ کے دل میں شوق تھا کہ کسی ایسے شخص سے بیعت کرنی چاہئے کہ ظاہر و باطن میں اس سے بہتر کوئی شخص نہ ہو۔ حصول مدعا کے لیے آپ نے بلاد روم و شام و ملک عرب کے سفر کا عزم کیا اور مشورہ کے لیے قصبہ بابا نگر میں میراں صاحب کے پاس گئے آپ نے فرمایا کہ جیسے شخص کی تلاش میں تم ہو ویسے کو اللہ تعالیٰ قریب میں تمہیں ملاتا ہے۔ پس ان بزرگ کے ارشاد کے موافق دوسرے سال ۱۰۰۰ھ میں حضرت شاہ صبغۃ اللہ صاحب مدینہ منورہ

Marfat.com

سے بیجاپور تشریف لائے اور علماء و مشائخین و عمائدین شہر سے آپ نے ملاقات فرمائی اور نوادرات شہر دریافت کیئے تو حاضرین مجلس میں سے بعضوں نے عرض کی کہ اس شہر میں ملا حبیب اللہ ایک عجیب شخص ہے ان کی فہم کی تیزی اور طبیعت کی رسائی مشہور خاص و عام ہے یہاں کے علماء کہتے ہیں کہ ہمارے امتحان کے لیے ہمارے پاس پڑھنے آتے ہیں۔ اسی سبب سے انہوں نے ترک تحصیل علم کر دیا آپ نے فرمایا کہ ان کو ہماری طرف سے سلام پہنچا کے کہنا کہ یہاں آکر ملاقات کر کے دیکھو اگر دل ٹھکے پڑھو ورنہ نہیں۔ چنانچہ دوسرے دن مولانا حاضر ہوئے۔ حضرت صبغۃ اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں ان کی تحقیق و تدقیق دیکھ کر حیران رہ گیا اور ایسا معلوم ہوا کہ آپ کے روبرو میرا علم کچھ چیز نہیں ہے۔ غرض حضرت سے درس شروع کیا اور مدرسہ شریفہ میں جو پندرہ کتابوں کا سبق ہوتا تھا وہ بھی سماعت فرماتے تھے اور اس کے بعد تمام شاگردوں سے بحث مباحثہ کرتے تھے۔ حضرت اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے کہ جو شخص ان سے بحث میں پورا اترے جانو کہ اس نے سوچ سمجھ کر پڑھا اور جوان سے مباحثہ کرنے میں ہچکچاتا ہے بس اس کا پڑھنا طوطے کی طرح کارٹنا ہے۔ مولانا شاہ حبیب اللہ صاحب نے متعدد کتب پر حواشی تحریر فرمائے ہیں آپ منبع علوم مختلفہ تھے اس زمانے میں ایسا جامع الکمال کوئی شخص نہ تھا۔ نقل ہے کہ جب آپ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

صبغۃ اللہی شوار خواہی مراد   کو مصاحب را صحابی می کند
کرد خواھد کرد خواھد کرد کرد   جلوۂ حق بے حجابی می کند

نقل ہے کہ آپ کے مرید کرنے کے چند روز کے بعد حضرت نے مدینہ منور کا قصد فرمایا اور آثار شریف کی زیارت کر کے پہلی منزل حوض شاہ پور کی حویلی میں کی دوسری منزل موضع تکوٹہ میں کی جو بیجاپور سے پانچ کوس ہے اس مقام پر مولانا کو اذکار و اشغال وغیرہ کی تلقین فرمائی چنانچہ مولانا نے تاریخ تلقین میں یہ بیت فرمائی۔

تلقین شاہ چوں شدہ انجام دستگیر   تاریخ ایں خوش است کہ تلقین گہ فقیر

ہر چند مولانا نے حضرت کی ہمراہی کا قصد کیا لیکن آپ نے فرمایا کہ تم اسی شہر میں رہو تم سے کام ہے جس وقت میں بلاؤں فوراً مدینہ منورہ چلے آنا نقل ہے کہ آپ کا سن شریف ترسٹھ سال کے قریب تھا تو س وقت مدینہ منورہ سے شاہ صبغۃ اللہ صاحب کے خلیفہ سید السعد بلخی کا خط یکم ذیقعدہ ۱۰۴۰ھ کو پہنچا کہ

Marfat.com

حضرت کا اشارا آپ کی طلبی کے بارے میں ہے کسی قسم کا عذر نہ کریں۔

"از دوست یک اشارہ وزما بسر دویدن" مولانا نے اپنے طلب کی بشارت پہنچتے ہی خوش ہو کر کتاب نفحات الانس میں فال دیکھی فال یہ نکلی

ازیں زمانہ منم قاید صراط اللہ زحد خادر و تا آستانہ اقصیٰ

روند گان معارف مراکجا بینند کہ ہست منزل جانم بما ورا ے وری

اس فال سے مولانا خوش ہو کر خرچ راہ اور سامان سفر مبارک مدینہ منورہ کا فراہم کرنے لگے کہ اس اثناء میں نواب آصف خان رکن سلطنت شاہ جہاں بادشاہ دہلی نے ایک بہت بڑا لشکر لا کر شہر بیجاپور کا محاصرہ کر لیا کہ تمام ادنی سے اعلیٰ تک مغلوں کی قید و بند اور لوٹ کھسوٹ سے ترسان و لرزاں تھے اسی زمانے میں آپ کو تپ آنے لگی اور روز بروز بیماری کی زیادتی ہونے لگی اور آپ ایک مہینے کے قریب علیل رہے۔ آپ کی زوجۂ محترمہ اور شاہ صاحب خلف رشید مغلوں کے لشکر کے آنے اور آپ کی علالت سے سخت متردد و متفکر تھے عرض کی کہ کیا کرنا چاہئے آپ نے تشفی اور تسکین دی اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھو سب خیر ہے مغلوں کے لشکر سے کچھ نقصان نہ پہنچے گا اور یہ بات بار بار فرماتے تھے۔ مؤلف ملفوظات مولانا شیخ ابو الفتاح حبیب اللہی لکھتے ہیں کہ ان کلمات کے ادا کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرت نے اس بلا کے دفع ہونے کے لیے خود اس جہان سے سفر آخرت سے اختیار کیا چنانچہ آپ شب دو شنبہ اول وقت مغرب ۹/ شعبان ۱۰۴۱ھ کو جوار رحمت حق میں پہنچے آپ کی وصیت کے موافق آپ کی والدہ ماجدہ و مرید بی بی نعیمہ کے مزار کے پاس زہراپور میں مدفون ہوئے اور اسی مہینے کی بارہویں تاریخ آصف خان اپنے آپ سے محاصرہ اٹھا کر مایوسی اور نقصان کے ساتھ چلا گیا حضرت مولانا کے سبب سے اس بلا کا دفع ہونا بعض اہل کشف و باطن پر ظاہر ہوا اور حضرت صبغۃ اللہ صاحب نے بھی جب آپ نے مدینہ منورہ جانے کا قصد کیا تو ارشاد فرمایا تھا کہ تم یہیں رہو تم سے کچھ کام ہے اب معلوم ہوا کہ اس میں یہی بھید تھا۔ نقل ہے کہ آپ کی رحلت کے بعد آپ کے فرزند حضرت محمد صبغۃ اللہ عرف شاہ صاحب نے آپ کی نعش مدینہ منورہ پہنچانے کا ارادہ کیا تو آپ نے خواب میں آکر فرمایا کہ مجھے یہاں سے جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے سفر حجاز کا جو خرچ تھا وہ تعمیر گنبد میں خرچ کیا گیا یہ گنبد بوجہ اپنی خوب صورتی کے موتی گنبد کے نام سے مشہور ہے۔ اور اپنی قبر بھی آپ نے والد کے پاس بنوائی تھی آپ کی تاریخ رحلت قطب آخر الزمان (۱۰۴۱ھ) ہے آپ کا روضہ مشہور زیارت گاہ خلائق ہے اور آپ کا گنبد مبارک نہایت خوش نما اور دلکش ہے جسے دیکھ کر زائرین کے دل میں کشش پیدا ہوتی ہے نظیر نہیں

Marfat.com

خان صوبہ دار جو نہایت نیک کردار اور منصف حاکم عہد عالمگیر کا تھا جس کے انصاف کی یاد اب تک لوگوں کے دلوں میں ہے وہ بھی اس روضہ کے احاطہ کی دیوار کے قریب اگنی کے کونے میں مدفون ہیں۔

حضرت چنگی شاہ کی چوکھنڈی اور مسجد ۱۱۳۲ھ

شاہ پور دروازے اور امین درگاہ سے ایک میل جنوب مغرب کی جانب واقع ہے افضل پور عرف نکی سب سے بلند ترین مقام پر میپٹ میں چنگی شاہ کا مقبرہ اور مسجد واقع ہے۔ آپ اہل کمال بزرگوں کے زمرے میں سے تھے جادۂ مشیخت پر متمکن تھے خانوادہ طبقات کی خلافت اور اجازت رکھتے تھے آپ کا مادہ وصال یہ ہے

جست آدم سال مرشد شد ندا　　شاہ چنگی واصل مست خدا

۱۱۳۲ھ

اور اس تکیہ کی ملحقہ مسجد پر یہ کتبہ ہے۔

یا اللہ

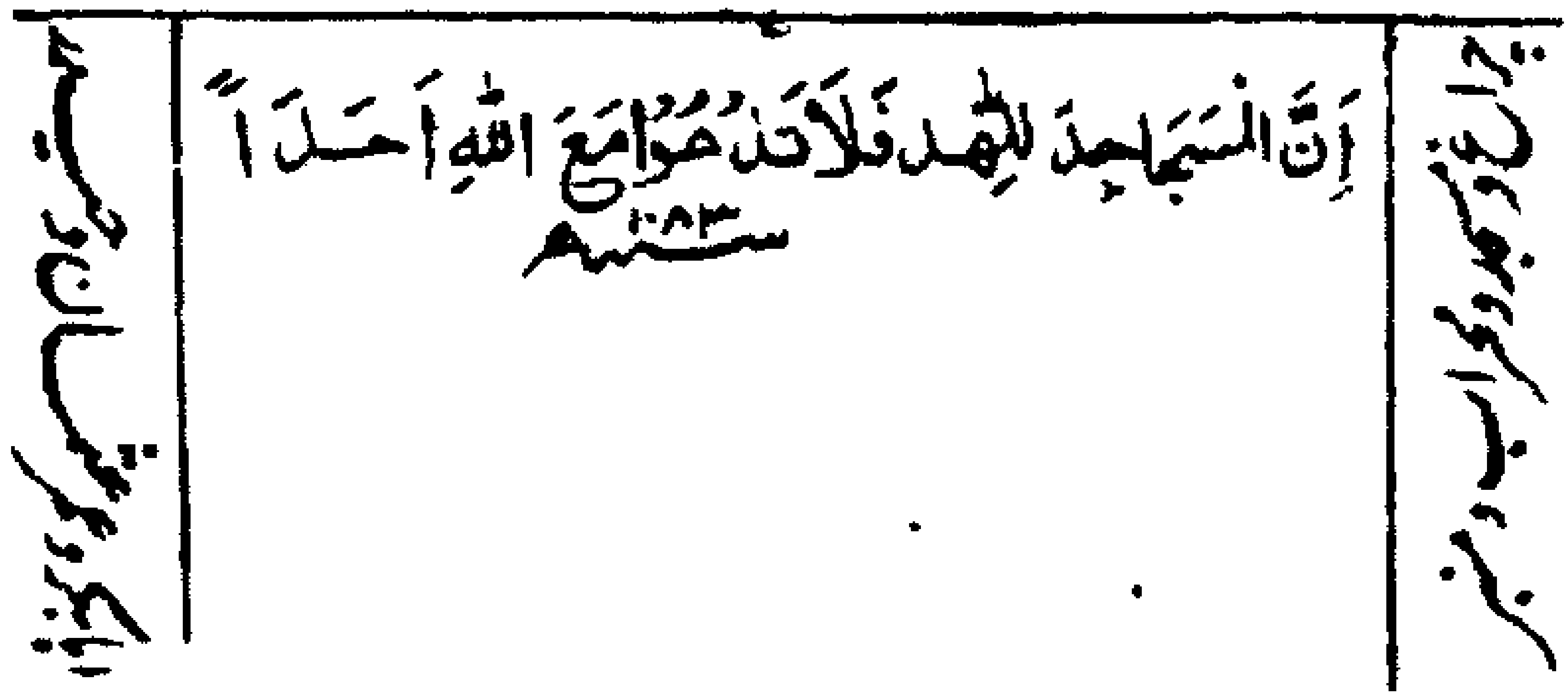

قولنامہ ۱۰۶۶ھ

کتبہ اس قولنامہ در افضل پور پائیں قبر چوکھنڈی چنگی شاہ موجود است۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيْعاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَقَّ حَمْدِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْوَاحِدِ الصَّمَدِ الْمَعْبُوْدِ الْمَلِكِ الْمُهَيْمِنِ الْوَجُوْدِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْداً كَثِيْراً سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلاً هُوَ الْاَوَّلُ وَالْآخِرُ

Marfat.com

وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْئٍ عَلِيمٌ يَا كَبِيرُ اَنْتَ الَّذِیْ لَا تَهْتَدِیْ الْقَوْلُ لِوَصْفِ عَظْمَتِهٖ وَ مِنْ بَعْدِهٖ نَعْتُ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ شَفِيْعُ يَوْمِ الدِّيْنِ اِمَامٌ هَاشِمِیٌّ وَ رَسُوْلٌ قُرَيْشِیٌّ نَبِیٌّ حرمیٌّ وَمَكِّیٌّ مَدَنِیٌّ وَابْطَحِی تِهَامِیٌّ اَصْلُهٗ رُوْمِیٌّ وَ فَرْعُهٗ رَازِیٌّ وَ حَسْبُهٗ اِبْرَاهِيْمِیٌّ وَنَسَبُهٗ اِسْمَاعِيْلِیٌّ وَلِسَانُهٗ عَرَبِیٌّ وَشَخْصُهٗ عَلَوِیٌّ وَ يَقْعَتُهٗ حِجَازِیٌّ وَ نُوْرُهٗ قَمَرِیٌّ وَ قَلْبُهٗ نُوْرَانِیٌّ وَ نُطْقُهٗ مَرْضِیٌّ رَسُوْلُ الثَّقَلَيْنِ مُحَمَّدٌ مُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

معروض بر ضمائر انوار انبیاء اقبال ارباب افضال واکمال واجلال واضح نموده که در زمان شاهنشاه سلیمان جاه سکندر سپاه غضنفر چنگاه شیر و شرزه بنده ایں درگاه عالم پناه مظهر لطف الله ظل الله ابو المظفر سلطان محمد عادلشاه غازی خلد الله تعالیٰ ملکه و سلطانه و افاض علی العالمین بره و احسانه۔ از کرم نیک نظر الٰہی محمد بنده محمد شاہی پیٹ بنا کرده عزت شجاعت دستگاه مزاجدان کار آگاه عمده وزرائے عظام زبده امرائے کرام نهنگ دریائے مردمی و مردانگی و گوہر کان فیروز مندی و فرزانگی فارس مضمار شجاعت و مبارز میدان شهامت شائسته فراوان عاطفت و تحسین سزاوار ہزاران مرحمت و آفرین خان عالیشان اقبال نشان فرزند رشید سپه سالار دوران گرعرض کند سپهر اعلیٰ، فضل فضلا و فضل افضل، از ہر ملکے بجائے تسبیح، آواز بر آید افضل افضل، خلاصه نیک خواہاں ملک گیر کشور ستان قاتل متمردان و کافران شکننده بتان اور کشانیده بیلنار و کرناٹکیاں مدبر رامی کننده شد پس گیرنده قلعه و حصاران فاضل افضل زمان فضیلت و شجاعت دستگاہی وافضل خان محمد شاہی در حفظ الٰہی بعد خدا۔

ہر آنکس که افضل شد اندرازل شود افضل [1] عصر درهر عمل

برحکم فرمان عالم پناه خان معزالیه برالتماس رسید عنایت کرد قولنامه سعادت نشانه عنبریں شمامه و عهد جاوداں نمود و قول و قرارے محکم فرمود که درپیٹ مذکور ساکن شود زرگراں وکلرواں و جوہریاں و گوہراں و فراواں وجاٹیاں وبقالاں وکوٹیاں و بعضے اقوام خواص و عوام و مقیم و مسافر و مفلس و تجار اگر کزیں جاکسے راکه لاولد میت شود خانه واسباب ویاقوت والماس واملاک واقبال وشته ان جمال و دواب وانبار واشجار و اثمار واد ند اجناس واغنام و دام و غلام و کنیزک ایشماں رامعاف کرده مرفوع القلم رانده بید که غلامان دیوان باتفاق قاضی وبس سیتان وسلیتان و بھنور سائر اکابران دانند ایشان مقسوم کرده مادر و پدر وبرادر وخواهر وزوجان وبنات وعمات وخالات وباولاد واحفا پیر زالے باو تعاقبه بدهند که دریں حرکات کند اور ابرکت نه شود اگر کسی وارث نه باشد بفقران درماندگان خیرات کنند ایں قولنامه صحیح است بتاریخ

Marfat.com

اول ذی الحجہ ۱۰۶۶ھ۔

اَللّٰھُمَّ اِحفِظْ لِنَاظِرِھَا وَ سَامِعِھَا مِنْ بَلِیَّاتِكَ بِفَضْلِكَ وَ كَرَمِكَ . آمین

کاتب افضل خان حاجی سید اسحاق حقانی ابن علی الحسینی القادری میر کل غفر اللہ ذنوبہ و ستر اللہ عیوبہ مال لاولد و صد عالم پناہ کند افضل خان کار بنیاد محمد بند روگی گونڈار افر مود میراث مقدم و دیکست باولاد احفاد ذاتی شالے داد و حسن طور رسو بھوجل باور امیراث کلگرنی داد بیشتر کسے تغیر کند اور العنت شود۔

مسجد افضل خان ۱۰۶۴ھ

چنگی شاہ کے تکیہ کے قریب بہ جانب مغرب افضل خان کی بنائی ہوئی ایک مسجد بھی ہے جس پر یہ کتبے ہیں۔

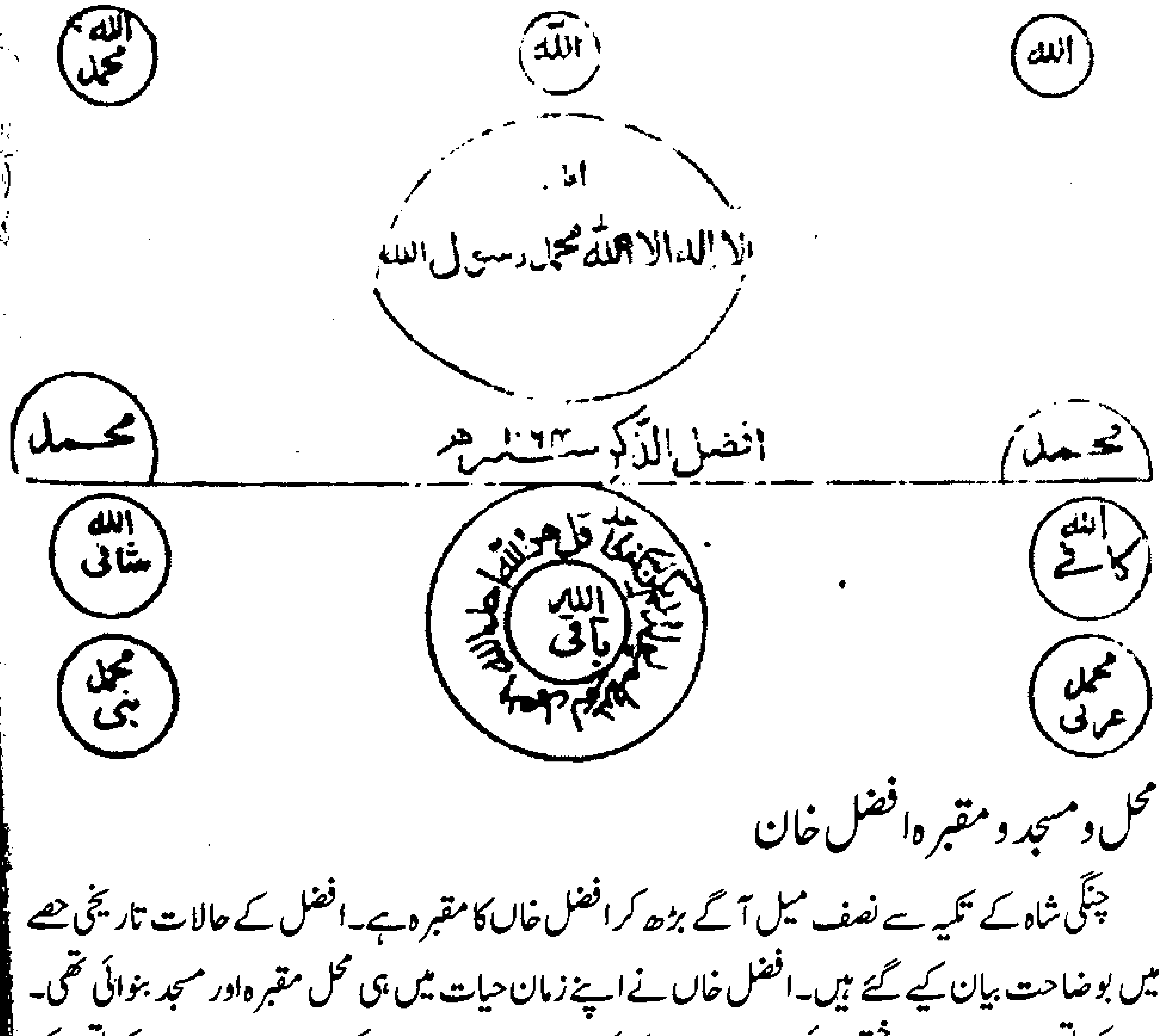

محل و مسجد و مقبرہ افضل خان

چنگی شاہ کے تکیہ سے نصف میل آگے بڑھ کر افضل خاں کا مقبرہ ہے۔ افضل کے حالات تاریخی حصے میں بوضاحت بیان کیے گئے ہیں۔ افضل خاں نے اپنے زمان حیات میں ہی محل مقبرہ اور مسجد بنوائی تھی۔ مسجد کی تعمیر ۱۶۵۳ء میں ختم ہوئی جیسا محراب کے کتبہ سے ظاہر ہے اردو کی تاریخوں میں مسجد کی تعمیر کی

Marfat.com

تاریخ ماہ ربیع الثانی ۱۰۸۳ھ درج ہے اور اسی کے پاس ایک دوسری مسجد بھی ہے جو محمد مسجد کے نام سے موسوم ہے جو ۱۰۶۴ھ میں تعمیر ہوئی مقبرہ کی تعمیر ہو ہی رہی تھی اور مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ افضل خان کو سیواجی کے مقابلے میں جانے کا حکم قضا شیم پہنچا منجموں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ مہم ساز گار نہیں اس میں جان جوکھوں ہے۔ افضل خاں کو اس پیش گوئی پر یقین کامل تھا اپنا سب بندوبست کر کے یہی سال وفات بھی کندہ کرادیا اور اپنے چونسٹھ محلات کو وہیں قریب کی باولی میں غرق کرادیا اور اسی طرح گھر سے تیار ہو کر نکلا کہ ہمیشہ کو خیر باد کہی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا پرتاب گڑھ کے میدان میں سیواجی کے خنجر خونخوار سے جان شیریں کو اپنے مالک حقیقی کے سپرد کیا اور وہیں آسودہ ہوا بیجاپور میں نعش تک نہ آسکی اس لیے اس کی قبر کا سردابہ جو ایک اونچا چبوترہ ہے خالی ہے لیکن اس گنبد میں اور دو زنانی قبریں خدا جانے کن کی ہیں قیاس چاہتا ہے کہ افضل خاں ہی کی بیویاں یا اور کوئی قرابت دار قریبہ ہوں گی۔ مقبرہ اور مسجد کے درمیان صرف حوض حد فاصل ہے۔ یہ مسجد آنڈو مسجد کی طرح دو منزلہ ہے ممکن ہے کہ بالائی حصہ مستورات کے لیے مخصوص ہو جیسا کہ احمد آباد کی مسجدوں میں زنانی اور مردانے حصے جدا جدا ہیں۔ مقبرہ اور مسجد کے جنوب میں افضل خاں کے محل کا صرف کھنڈر ہی باقی رہ گیا ہے۔ اس سے تھوڑی دور پر جنوب و مغرب کی طرف درختوں کے جھنڈ میں چبوترہ اور تالاب ہے اس چبوترہ پر گیارہ قطاریں زنانی قبروں کی ہیں جن کی کل تعداد تریسٹھ ہے اور چونسٹھویں قبر خالی ہے۔ یہ سب قبریں برابر یکساں فاصلے سے ایک ہی شکل وصورت کی بلا کسی قسم کے فرق کے بنائی گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو روایت افضل خان کی نسبت مشہور ہے کہ اس نے اپنی بیویوں کو غرق کرا کے ایک جگہ دفن کیا صحیح ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایک بیوی جان بچا کر بھاگ نکلی اور اس طرح بچ گئی اور شاید اسی وجہ سے ایک قبر خالی رہ گئی ہے۔

مقبرہ اعتبار خاں ۱۰۵۴ھ

بیجاپور سے آدھے میل پر زہراپور میں مولانا شاہ حبیب اللہ قدس سرہ کے گنبد کے بائیں طرف بجانب مغرب واقع ہے۔ جس پر یہ کتبہ ہے۔

شکر ایزد را سزد کو خالق امت انس و جاں | وا فرید از بر عالم روضہ ہائے جناں
گلشن راز الٰہی احمد مرسل کہ اوست | کعبہ مقصود عالم مرجع امن و اماں
چار یارش نخل بند روضہ دین اند و شرع | باکمال صدق و عدل شیر نر شیر ژیاں

Marfat.com

سرو بستان سیادت نور چشم مصطفیٰ — حضرت غوث الصمد تاج سر نام آوران
شاہ ظل اللہ ابراہیم عادل آنکہ شد — در دیار جنت الماوی برضواں ہم قرآں
روضہ پاکش کہ صنعتہائے گوناگوں در دست — چوں بہشت روح پرور شد طراوش بخش جاں
نونہال ملک و دیں سلطاں محمد آں کہ اوست — در ریاض جود و بخشش ہمچو باراں در فشاں
یارب از لطف و کرم چتر شہی پائندہ دار — بر سر سلطان محمد غازی صاحب قرآں
محرم اسرار شاہنشاہ خان اعتبار — رفت او را روضہ تعمیر کردند در جہاں
نغمہ روضہ منور یا اخیر سال دے — از مسرت گفت ہاتف "جنت راحت بداں"

(۱۰۵۴ھ)

یا فتاح. آیۃ الکرسی تا و ھو السمیع العلیم. کتبہ علی بن نقی

گنج سید حسن خدانواز ۱۱۰۸ھ

کتبہ ذیل سید حسن خدانواز کے گنج میں تھا اب روضۂ شاہ عالم قادری تیرپاری میں رکھا ہوا ہے۔

قطب زمیں پیر زماں ذر من — راہ بر خلق دیار دکن
ہرچہ بگویم بصفاتش کم است — آنکہ مسمی است بہ سید حسن
کرد بنا بہر خدا و رسول — خانقہ و مسجد و باغ و چمن
منبع آبے ہم ازاں مقبلے — ساختہ شد بیخودی دیا دمن
خواست برآں چشمہ آب حیات — قطعہ تاریخ لطیف و حسن
ثبت نماید جہت یاد گار — در جگر عشق عقیق یمن
پرز خرد زود خبردار شد — دل بہ لطافت شود پر از لبن
در دل آن چشمہ نہاد و نمود — چشمہ شیریں امام حسن

قَائِلُہٗ سَلَّمَہُ اللہُ عنایت اللہ بیگ صدر راقم رحمٰن قلی بیگ ۱۱۰۸ھ

سنگ دوم گنج سید حسن کے در روضہ مبارک نہادہ اند

بنا شد مشدود محکم اساس — خرد کرد تاریخ او التماس

Marfat.com

ضمیرم بگفت از حساب جمل | از وبار شاداب کشت عمل
بنا کرد باغے ام ہمام | کہ رضواں بگلگشتش آید مدام
ہزار و صد دہشت بود از رسول | کہ شد ساختہ جائے رحمت نزول

سرنگ باؤلی

اس جگہ سے ڈھائی سو قدم آگے بڑھ کر مشرق کے رخ سرنگ باؤلی ہے جہاں سے شہر میں پانی پہنچایا جاتا تھا چنانچہ اب تک بھی ابراہیم روضہ تک برابر پانی کے بمبے کھڑے ہوئے سرنگ کا راستہ بتلا رہے ہیں اور باؤلی کے اندر جھک کر دیکھو تو سرنگ کا دہانہ بھی دکھلائی دیتا ہے۔

نورس پور ۱۵۹۹ء

۱۵۹۹ء میں ابراہیم عادل شاہ ثانی نے ایک ایسے نئے شہر کی بناڈالنے کا قصد کیا جو دیگر بلاد و امصار سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہو۔ دور دور مقامات سے بہترین صناع و کاریگر جمع کیے گئے اور شہر بسانے کا کام نواب شاہ نواز خاں کے تفویض کیا گیا۔ نہایت سرعت سے ایک دم کام شروع کر دیا گیا اور بیس ہزار مزدور روزانہ کام پر لگا دیے گئے۔ وزراء و امراء و اراکین سلطنت سب کو پیشگاہ خداوندی سے ارشاد ہوا کہ سب اپنے اپنے محل بنوائیں اور اس طرح آپس میں مناقشت کا بازار گرم ہوا اور ہر شخص چاہتا تھا کہ اس کا محل دوسروں سے بڑھ جائے۔ اس لیے ہر شخص نے محلات و عمارات وسیع مرتفع و خوش وضع بنائیں اور تا بہ امکان ان میں ہر طرح کی زیب و زینت و آرائش و آراستگی و رنگ آمیزی اور طلائی کام کیا گیا لیکن منجموں نے یہاں بھی اڑنگا لگایا اور پیشن گوئی کی کہ اگر بیجاپور چھوڑ کر دوسری جگہ دارالسلطنت بنائی جائے گی تو سلطنت کی خیر نہیں اس ڈر سے بنا بنایا کام بگڑ گیا اور کی کرائی ساری محنت برباد ہوئی۔ اس کے علاوہ نورس پور کی تعمیر کی نسبت دوسری روایت بھی جو زیادہ ترقرین قیاس ہے یہ مشہور ہے کہ ۱۶۲۴ء میں جب ابراہیم عادل شاہ اور نظام شاہ کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی تو ملک عنبر نظام شاہ کی فوج لے کر بیجاپور چڑھ آیا۔ نورس پور کی شہر پناہ زیر تعمیر تھی ہنوز مکمل نہ ہوئی تھی کہ بادشاہ کو نورس پور واپس چھوڑ کر بیجاپور آنا پڑا۔ ملک عنبر کو اچھا موقع ملا۔ "خانہ خالی را دیومی گیرد"، بنے بنائے شہر کو مسمار کر کے تہ و بالا کر دیا، اینٹ سے اینٹ بجادی۔ نورس پور میں کون بیٹھا تھا جو اس کی روک تمام کرتا۔ ملک عنبر دوسرے ہی سال دنیا سے رخصت ہو گیا ورنہ ابراہیم عادل شاہ اس کی اس سفائی کا خوب مزا چکھاتا۔ فی زمانہ نورس پور

Marfat.com

کی صرف فصیل جیسی ادھوری تھی ویسی ہی کھڑی ہے یعنی روکار تو ہے مگر مٹی کی بھرتی اور اندرونی بندش کا کام رہ گیا۔ایسی فصیل بھی صرف آدھے شہر کے گرد ہے لیکن موقع کے دیکھنے سے اس وسعت اور عظمت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ جس پیمانے پر اس شہر کو آباد کرنا مرکوز خاطر تھا اگر اس شہر کی تعمیر مکمل ہو جاتی تو بیجاپور سے ڈیوڑھا ضرور ہوتا۔ موضع تاردہ کے قریب وسط شہر میں ایک بڑے احاطے کے اندر نورس محل، سنگت محل، نوری محل کے کھنڈر کھڑے ہیں۔اس سے آگے بڑھ کر تغنی محل اور بہت سی مساجد، گنبد اور انواع واقسام کی عمارات ٹوٹی پھوٹی حالت میں موجود ہیں۔اس شہر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب شہر کی بنا پڑ رہی تھی تو ایک شخص موضع تاردہ سے ایک سبوچہ شراب کا لایا اور بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔بادشاہ اس کے ذائقہ اور خوشبو سے ایسا مسرور ہوا کہ ارشاد فرمایا کہ آج ہم کو عجیب شراب نورسیدہ ملی اور اس وجہ سے نورس پور نام رکھا گیا اور دوسری وجہ تسمیہ بھی اس سے ملتی جلتی ہے کہ نو بہ معنی نیا اور رس بمعنی عرق یعنی عرق تازہ کا شہر۔ لیکن ہمارے خیال میں شراب کی کہانی تو محض من گھڑت ہے نیا شہر بنوایا تھا لہذا نورس پور نام رکھ دیا یعنی جدید تعمیر شدہ شہر سیدھی سادی کھلی ہوئی بات میں تاویل کی ضرورت ہی کیا۔ بعض لوگ نوروز کے خیال سے اسے نوروز پور بھی کہتے ہیں مگر زیادہ مشہور وزبان زد خاص وعام نورس پور ہے۔ سنگت محل، گگن محل کا ثنی ہے لیکن ذرا اس سے چھوٹا ضرور ہے جس طرح اور ساری عمارتوں کو مسمار کیا گیا وہی حال اس کا بھی ہوا۔ سارا چوبینہ اکھاڑ کر لے گئے اب تو صرف ٹوٹی پھوٹی دیواریں ہی دیواریں رہ گئی ہیں جس کے اطراف کھیتوں میں ہل چلتے ہیں اور جابجا ناگ پھنی کے جھنڈ کے جھنڈ ہیں اور جدھر دیکھو ویرانہ ہی ویرانہ نظر آتا ہے۔اس زمانہ میں نورس پور سے بیجاپور تک ایک بہت بڑی سڑک بھی تھی جو اب ٹوٹ پھوٹ گئی اب یہ جگہ محمد شاہ کا بڑا بازار کہلاتی ہے۔ سنگت محل سے موتی مسجد تک تھوڑی دور تک اب بھی اس سڑک کا نشان موجود ہے۔

ذرائع آب رسانی تاروہ

آب رسانی کا بڑا ذخیرہ شہر کی فصیل کے جنوب میں قصبہ تاروہ کے پاس ہے جہاں ایک بڑا بھاری ایبٹکٹ ایک نالہ میں باندھا گیا ہے جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں رواں ہے۔ یہیں سے ایک چھوٹی سی پختہ سرنگ نکالی گئی ہے جس کا پتہ صرف تاروہ تک چلتا ہے مگر آگے نہیں۔ پھر سنگت محل سے شمال ومغرب کی جانب ایک میل تک ایک نل کا پتہ ملتا ہے جو جنوب ومشرق کی طرف پھر سرنگ باؤلی کی طرف پلٹ گیا

Marfat.com

ہے اور سرنگ باؤلی سے وہ بڑی سرنگ شروع ہوتی ہے جو بیجاپور تک جاتی ہے قصبہ تاروہ کی جنوبی جانب سڑک کے بازو ایک بہت بڑا تالاب یا جھیل تھی جس میں سے ایک نہر سرنگ باؤلی کو جاتی تھی وہ بھی شکستہ ہے۔

تالاب سلطان بیگم واقع محمد اپور ۱۰۴۳ھ

محمد اپور مضافات بیجاپور میں بیگم تالاب پر حسب ذیل کتبہ ہے

شاہ سلطان محمد عادل

دولتخواہ خواصخان، تاریخ حوض سلطان بیگم جلیلہ

برفلک تاکہ آفتاب بود   نصرت و بخت در رکاب بود

کشور اقبال فتحیاب بود

خان غازی خواصخاں را گفت   ساز کاریکہ آں صواب بود

آخر آن خان منع الاحسان   ساخت حوضیکہ پر ز آب بود

وہ چہ حوضیکہ غیرت بحر است   بلکہ از ہفت بحر انتخاب بود

می زند موج بس ز نور و صفا   ہر حبابش چو ماہتاب بود

پیش او چشمہ سار آبحیات   خشک و بے آب چوں سراب بود

حوض کوثر بود مگر کہ مدام   آب او بہتر از گلاب بود

خضر الہام گفت تاریخش   حوض سلطاں بیگم بآب بود

بازر خرچ پنجاہ ہزار ہون ۱۰۴۳ھ

بیگم تالاب وکتبہ جات گنج باسعد ۱۶۵۱ء

بیجاپور سے دو میل کے فاصلہ پر بہ جانب جنوب بیگم تالاب ہے جو محمد شاہ نے شہر کی آب رسانی کے واسطے بنوایا تھا۔ اس تالاب سے نل لگا کر بیجاپور میں پانی لانے کا کام افضل خاں کے سپرد تھا چنانچہ گنج باسعد پر لنگر بازار میں جو پانی کا خزانہ بنا ہوا ہے اور جو آنند مسجد اور آثار محل کے قریب ہے اس پر تین سلیں پتھر کی نصب ہیں جن پر حسب ذیل عبارت کندہ ہے جس سے ۱۶۵۱ء میں اس کی تیاری معلوم ہوتی ہے۔

Marfat.com

کتبہ سنگ اول

برائے صنعت پیرائے طراحان عجائب روزگار و نادرہ کاران نگار خانہ روزگار ہویدا باد کہ بامر جلیل القدر بادشاہ سلیمان بارگاہ آفتاب اوج سرفرازی سلطان محمد بادشاہ غازی خان اقبال توامان سپہ سالار دوران سر آمد تو آئینان ملک دکن دیندار کفر شکن مہیط انوار والطاف الہٰی افضل خان محمد شاہی

گر عرض کند سپہرا اعلیٰ فضل فضلا و فضل افضل

ازھر ملکے بجائے تسبیح آواز بر آید افضل افضل

ایں نقب آب کہ موسوم بہ محمد نداست از بہر آسودگی خلق خدا باہتمام تمام بظہور آوردہ تا تشنہ لبان ازیں آب سیراب دل و آسودہ خاطر گشتہ بدعائے دوام دولت سلطنت ابد پیوند بادشاہ گیتی پناہ رطب اللساں باشند ۱۰۶۲ھ۔

کتبہ سنگ دوم وسطی

برائے صنعت پیرائے طراحان عجائب کاروناددہ کاران نگار خانہ روزگار ہویدا باد کہ بامر جلیل القدر بادشاہ سلیمان بارگاہ آفتاب اوج سرفرازی سلطان محمد شاہ غازی عزت و شہامت دستگاہ مزاج دان کار آگاہ عمدۂ وزرائے عظام زبدۂ امرائے کرام نہنگ دریائے مردمی و مردانگی و گوہر کان فیروز مندی و فرزانگی فارس مضمار شجاعت و مبارز میدان شہامت شائستۂ فراوان عاطفت و تحسین سزاوار ہزاراں مرحمت و آفریں خان عالی شان۔

کتبہ سنگ سوم

اقبال نشان فرزند رشید سپہ سالار دوران

گر عرض کند سپہر اعلیٰ الخ (یہی تینوں کتبے آثار شریف کے قریب چھتر گنج میں بھی لگے ہوئے ہیں)

خلاصہ نیک خواہاں ملک گیر کشور شکن افضل خان محمد شاہی ایں نقب آب الخ ۱۰۶۲ھ

مقبرہ حضرت سید جعفر سقاف ۱۰۵۷ھ

آپ کا مقبرہ نوباغ میں ہے جس پر لکڑی کی چھت ہے آپ اکابر سادات عرب اور نامور بزرگان بیجاپور سے ہیں نہایت متشرع اور پرہیزگار اور صاحب تقویٰ اور تارک الدنیا تھے اور سلطان محمد عادل شاہ

Marfat.com

کے زمانے میں حضر موت سے بیجاپور تشریف لائے تھے نقل ہے کہ آپ کے زمانے میں غنیم کے ایک عظیم الشان لشکر نے آکر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر تنگ آگئے۔ سلطان محمد شاہ نے آپ کی خدمت میں دعا کرنے کے واسطے عرض کروائی آپ نے فرمایا کہ اچھا ہم چلتے ہیں اور خود برج پر تشریف لا کر گولندازوں کو گولہ باری کا حکم دیا وہ لشکر جو عرصہ دراز سے شہر کا محاصرہ کیے پڑا تھا آناً فاناً منتشر ہو گیا بادشاہ اس فتح سے بہت خوش ہوا اور تھیلیاں اشرفیوں کی اور چند دیہات کی اسناد بطور معاش گزرانیں۔ آپ نے اسناد تو واپس فرما دیا مگر اشرفیاں غریبوں میں تقسیم کروادیں۔ آپ کی رحلت ۲۰/ ذی قعدہ ۱۰۵۷ھ میں ہوئی ہے۔ آپ کے روضہ میں اور بہت سے بزرگان دین آسودہ ہیں ایک حضرت سید حنیف سقاف اسی چبوترے پر محراب کے پاس مشرق کی طرف مدفون ہیں اور اسی طرح اور بہت سے بزرگ مثل سید علوی بردم و سید احمد بروم حضرت کے روضہ کے صحن میں جانب مشرق مدفون ہیں اور ایک دوسرے چبوترے پر حضرت سید مصطفیٰ بروم مدفون ہیں۔

مسجد ابراہیم ۱۵۲۶ء

شہر سے ایک میل دوسرے فاصلے پر بجانب جنوب بیرون شہر پناہ ایک چھوٹا سا قریہ ابراہیم پور ہے جسے ۱۵۲۶ء میں ابراہیم عادل شاہ اول نے بسایا تھا وہاں بادشاہ مذکور کی بنائی ہوئی ایک مسجد کھڑی ہے۔

مقبرہ عین الملک ۱۵۵۶ء

بیجاپور کے مشرق میں دو میل کے فاصلے پر ایک چند جھونپڑیوں کے گاؤں عیناپور میں عین الملک کا مقبرہ ہے جو ایک نہایت بلند چبوترے پر بنا ہوا ہے یہ مقبرہ بہت خوبصورت ہے پہلے اطراف آبادی تھی اب تو چاروں طرف کھیت ہی کھیت ہیں کہیں آبادی کا پتہ نہیں مقبرہ کے اندر تمام دیواروں اور گنبد کی چھت میں آیات کلام الٰہی منقوش ہیں۔ یہ مقبرہ عین الملک کا ہے جو ابراہیم عادل شاہ اول کا وزیر تھا جو باغی ہو جانے سے ۱۵۵۶ء میں نواح بیجاپور میں قتل کیا گیا اس مقبرہ کے پاس ہی ایک نفیس مسجد ہے جس پر آیات کلام الٰہی اور کلمے وغیرہ کے بے نظیر طغرے پتھر میں منقوش ہیں جو جھڑ کے چھپے جارہے ہیں اور مسجد بھی شکستہ حالت میں ہے۔

مقبرہ تاج جہاں بیگم

عین الملک کے مقبرہ کے قریب ہی بستی سے ملا ہوا جہاں بیگم کا مقبرہ ہے جو بنتے بنتے رہ گیا۔

Marfat.com

دیواریں سر بفلک کھڑی ہیں گنبد ندارد، اگر بن جاتا تو گول گنبد کا جواب ہو جاتا۔ موجودہ عمارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہو بہو وہی نقشہ ہے اور اتنی ہی عمارت بنانی مقصود تھی۔ چاروں طرف کے برج اور کمانیں ادھر کھڑی ہیں دالان ہیں مگر بن پٹے۔ گنبد اندرونی دیوار پر اٹھایا جاتا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گول گنبد کے جیسا بڑا گنبد اٹھانا مقصود نہ تھا اور ان دیواروں اور بیرونی دیواروں کو پاٹ کر دالان اور حجرے بنائے جاتے۔ یہ مقبرہ تاج جہاں بیگم دختر سید عبدالرحمن محل سلطان محمد کا کہلاتا ہے جو غالباً بادشاہ کی چوتھی بیوی تھی کیوں کہ تین بیویاں علاوہ رانی رنبھا کے تو گول گنبد میں ہی آسودہ ہیں کہیں اس کی صحت نہیں ہے کہ اس مقبرہ میں تاج جہاں بیگم مدفون بھی ہیں یا نہیں کیوں کہ کوئی قبر نظر نہیں آتی اور ناتمام مقبرے میں دفن ہونا قرین قیاس بھی نہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے اپنی والدہ کے لیے یہ مقبرہ بنوایا تھا واللہ اعلم بالصواب۔

تاج محل ۱۰۵۱ھ

مقبرہ سے لگا ہوا ایک محل ہے جو تاج بیگم کا تھا۔ اس میں متعدد کمرے اور حجرے ہیں جو خستہ حالت میں ہے مگر جب درست ہوگا تو بہت پر تکلف ہوگا اب تو جا بجا سے چھتیں بھی گر گئی ہیں مگر چار دیواری کھڑی ہے۔ عین الملک اور تاج بیگم کے مقبرے اور یہ محل تینوں موضع عینا پور میں واقع ہیں جو چند مکانوں کا قریہ ہے اس نام سے معلوم ہوتا ہے کہ عین الملک کا آباد کیا ہوا ہوگا۔ اس محل کے دالان کے بیچ کے در پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے جس سے اس محل کی تعمیر ۱۰۵۱ھ میں پائی جاتی ہے۔

سایہ لطف محمد شہ غازی زشرف　　جاوداں اوج پس تاج جہاں بیگم باد

ایں عمارت کہ جہاں نور بادمی نازد　　ازرہ سعی محبت شدہ محکم بنیاد

۱۰۵۱ھ

کمٹگی

اب کمٹگی کی حیثیت صرف ایک چھوٹے سے گاؤں کی رہ گئی ہے جو بیجاپور سے دس میل کے فاصلہ پر بیرگہ کی سڑک پر ہے۔ کسی زمانہ میں کمٹگی دارالعیش والسرور بادشاہان وامرائے بیجاپور کا تھا چنانچہ اس کے تالاب کے کنارے کنارے اب بھی محلوں کے کھنڈر دیواریں اور شہر کے دروازے گرے پڑے موجود ہیں۔ اب بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے منڈوے موجود ہیں جن کے اطراف تالاب اور حوض

Marfat.com

ہیں چنانچہ ایک مکان کی دیواروں پر اب بھی بہترین نقش و نگار موجود ہیں جو دو ڈھائی سو سال کے پیشتر کے معلوم ہوتے ہیں لوگوں کا خیال ہے کہ پولو کا کھیل انگریزوں کی ایجاد ہے مگر چوگان کا قدیم کھیل مشہور ہے یہاں کمٹگی میں ایک کمان پر ہو بہو اس کھیل کا نقشہ موجود ہے دو سوار ایک گنبد کو بیچ میں لیے ہوئے ٹیڑھے سرے کی لکڑی سے لڑ کھا رہے ہیں اور دو سوار اسی قسم کی چھڑیاں لیے ہوئے اپنی باری کے انتظار میں بازو کھڑے ہیں۔ اس کے سامنے کی محراب پر شکار گاہ کا نقشہ کھینچا ہوا ہے۔ شیر ببر بچہ اور ہرن کا شکار ہو رہا ہے۔ ان دونوں کمانوں کے تحتانی حصے میں پرندوں کی خوبصورت تصویریں بنی ہوئی ہیں بعض آدمیوں کی بھی تصویریں ہیں جو اپنے لباس کی وجہ سے انگریز معلوم دیتے ہیں غالباً اس وقت کے تاجروں یا ایلچیوں کی شکلیں ہوں گی۔ ایک دوسری قد آدم دیوار پر ایک شخص کی تصویر ہے جو ستار بجا رہا ہے جسے ایک ملکہ اور اس کی ایک خادمہ بیٹھ کر سن رہی ہیں۔ جو شخص ستار بجا رہا ہے اس کی سر کی پوشش اور لٹکے ہوئے جامے سے کوئی ایرانی معلوم دیتا ہے جو عورتوں کی طرف خاص نگاہ سے گھور رہا ہے اور اس کی منڈیا عجیب طرح سے ایک طرف کو جھکی ہوئی ہے۔ ایک جگہ اکھاڑہ کی بھی تصویر ہے بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ اور ایک جوڑ پہلوانوں کا دنگل میں اتر کر لڑ رہا ہے۔ ایک دوسری دیوار پر دو شخصوں کی بیٹھی ہوئی تصویر ہے جو منہ پر شیر کا چہرہ لگائے ہوئے ہیں اور ڈھالوں سے مسلح ہیں ان کے گھوڑے بھی تیار ان کے پاس کھڑے ہوئے ہیں یہ لوگ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں اور درخت پر طرح بہ طرح کی چڑیاں بنی ہوئی ہیں۔ افسوس ہے کہ نہ صرف تمادی ایام اور عدم خبر گیری سے بلکہ لوگوں کی ظالمانہ دست برد سے اکثر جگہ کا رنگ کھرچ کر تصویروں کو خراب کر دیا گیا ہے اور بعض جگہ دھویں سے رہی سہی تصویریں کالی پڑ گئی ہیں۔ کمٹگی غالباً امرائے بیجاپور کی پکنک کی جگہ تھی جہاں سیر اور تفریح اور شکار کو آیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے بڑی جھیل کے کنارے جا بجا چھوٹے چھوٹے منڈوے بنائے گئے ہیں۔ پرند کا شکار تو اب تک کثرت سے ملتا ہے۔ اس زمانہ میں جب شکار گاہ خاص ہوگا تو کیا پوچھنا ہے ہر قسم کا شکار ملتا ہوگا۔ دور دور تک آبادی اور اجڑے ہوئے بازار کی علامات موجود ہیں۔ ایک بہت چوڑی سڑک بھی ہے جس کی دونوں طرف لوگوں کے ٹھہرنے کے لیے دور تک دو طرفہ مسلسل دالان بنے ہوئے ہیں اس سے آگے بھی ایک وسیع سڑک ہے جو ایک بڑے پھاٹک میں سے گزر کر جھیل اور دوسرے مکانات کی طرف جاتی ہے امراء کی دلچسپی اور تفریح طبع کے لیے جا بجا چھوٹے چھوٹے حوض بنے ہوئے ہیں جن میں فوارے لگے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ پانی بہ کثرت موجود تھا اور نل دوڑائے گئے تھے۔ رنگین محل کے سامنے ایک مربع حوض اور ..

Marfat.com

منزلہ عمارت ہے جس میں جابجا پانی کے نل دوڑے ہوئے ہیں جو بالائی منزل تک بھی پہنچے ہیں۔ اس وقت کی حالت کا اس وقت اگر صرف تصور کرلیا جائے تو دل پھڑک جاتا ہے۔ ان سب نلوں کا منہ باہر کی طرف ہے جب سب نل چھوڑدئے جاتے ہوں گے تو یک آبشار رواں ہو جاتا ہوگا اور حوضوں میں چاروں طرف سے نلوں کے پانی کا گرنا اور فواروں میں سے پانی کا اچھلنا ایک قابل دید سماں ہوتا ہوگا۔ اس مکان کے اندر کوٹھے پر بھی پانی پہنچایا گیا ہے چنانچہ چھت پر چونے گچی کا ایک پختہ حوض میں جھرنا لگا ہوا ہے اور جب پانی چھوڑا جاتا ہوگا تو چھت پر سے نیچے کے دالان میں اس طرح گرتا ہوگا جیسے کہ پھوار برس رہی ہے، اس بہتے ہوئے پانی کے لیے نیچے بھی حوض بنادیا ہے۔ گرمیوں کے موسم میں تو یقیناً یہ جگہ فردوس بریں کا لطف دیتی ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ اس زمانے کے لوگوں نے نہ صرف بیشمار دولت ان صناعیوں میں خرچ کر کے اپنا ہنر اور سلیقہ دکھلایا اور ہمارے لیے ایک بیش قیمت یادگار چھوڑ گئے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا عیش و آرام بھی اگر تھا تو انہیں کے واسطے تھا۔ اسی واسطے کسی ایرانی کا قول ہے کہ "بادشاہان ہند بادشاہی نمی کنند خدائی می کنند" اور ان عمارات کے دیکھنے کے بعد ہم کیا سب یہی کہتے ہیں کہ لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ

فرمان موسومہ حجامان

کتبہ فرمان حجامان کہ بر آوردہ در میوزیم (عجائب خانہ بیجاپور نگاہ داشتہ اند)

اَطِیْعُوا اللہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ، وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

فرمان ہمایون شرف صدر دریافت بجانب نائب و تھانددار و کارکنان معاملہ بیجاپور آں کہ محمد علی حجام بعرض نواب برسانید کہ در معاملہ مذکور از حجامان کلمیوہ (آں رامی گویند کہ حجامان ختنہ نمودہ چیزے می گیرند و پراو بمعنے صدقہ) و پراو وغیرہ میگیرند حالانکہ قوم حجامان حقیر اند۔ در خراسان و شہر بیدر راز کارگیران ہیچ نمیگرند بمرحمت پادشاہان، تمام معاف فرمودہ بہ النگ نوبت نطلبیدن امر فرمائید کہ تا از دولت شاہ عالمیان خدمت آستان کردہ بوطن خود آسودہ باشند بنا برین از راہ مرحمت پادشاہان کلمیوہ و پراو وغیرہ قانون وغیرہ تمام معاف فرمودہ شدہ است از کارگیراں ہیچ نگرفتہ تمام عاف دانند بہ النگ (مقطعہ راگویند) نوبت نطلبند برہمین امر جاری دارند ہر کس کہ منع آید تخلف و تغیر کند لعنت خدا و رسول براو باد۔

☆☆☆☆☆

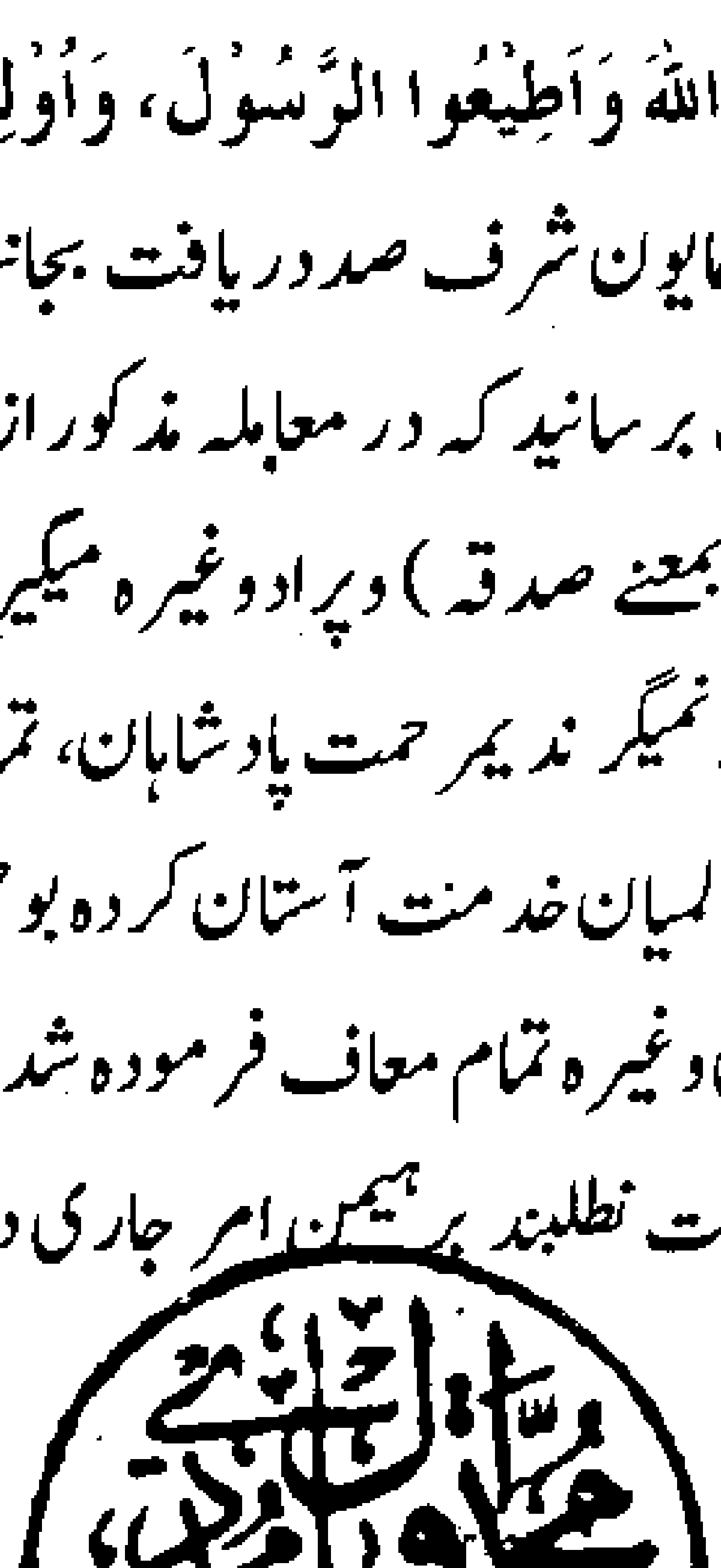

Marfat.com

Marfat.com

Waqiyate Mumlikate

BIJAPUR

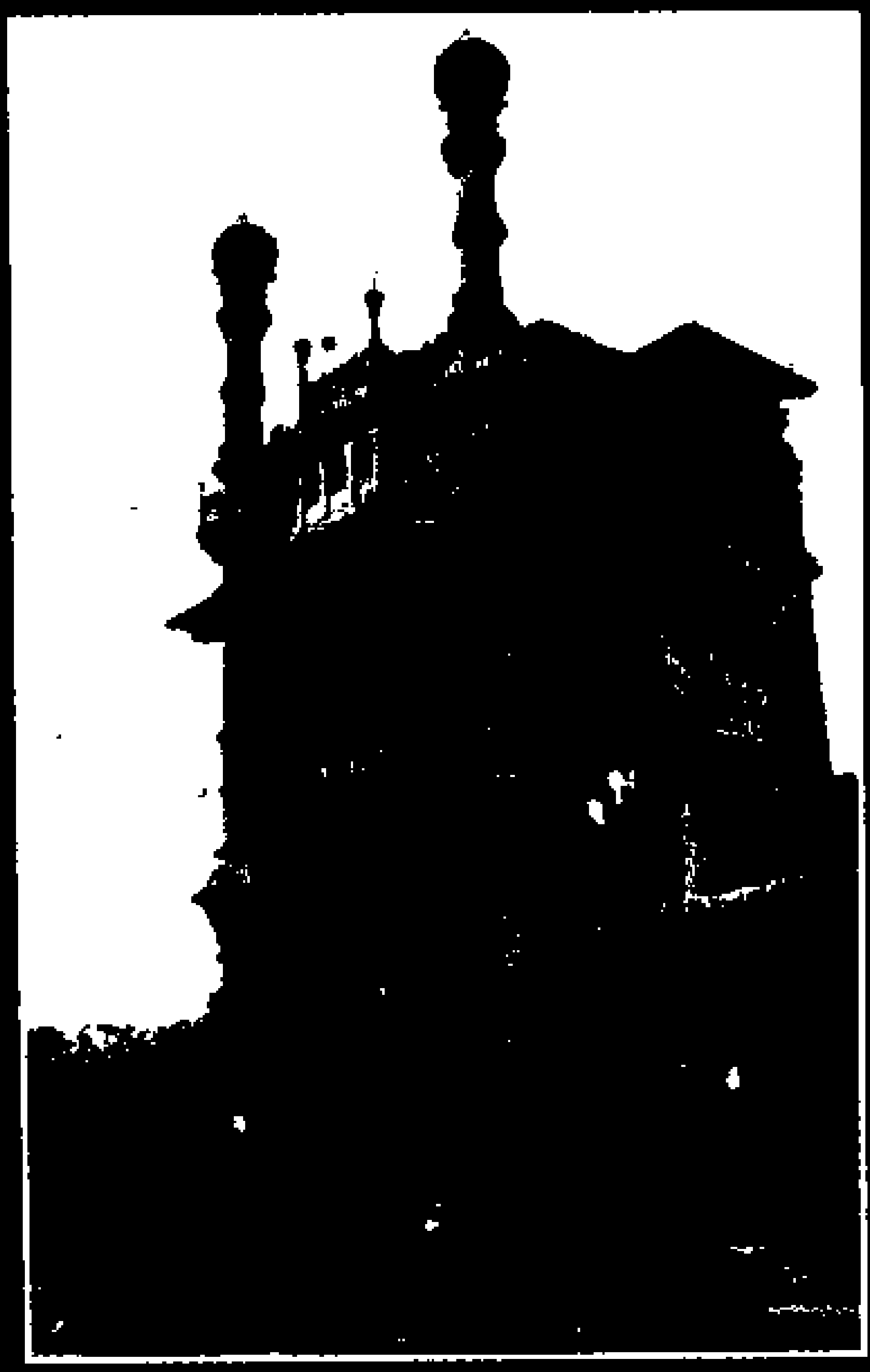

BASHEERUDDIN AHMED (Dehlvi)

Publisher

KARNATAKA URDU ACADEMY,

BANGALORE.

Marfat.com